بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ (بنی اسرائیل)

"بے شک یہ قرآن راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔"

تفسیر مظہر القرآن

مترجم و محشی

شیخ الاسلام مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی قدس سرہ العزیز

شاہی امام و خطیب جامع مسجد فتح پوری دہلی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ۔ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ (بنی اسرائیل)

"بے شک یہ قرآن راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔"

تفسیر مظہر القرآن

جلد دوم

مترجم و محشی

شیخ الاسلام مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی قدس سرہ العزیز

شاہی امام وخطیب جامع مسجد فتح پوری دہلی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

نام کتاب	تفسیر مظہر القرآن (جلد دوم)
مترجم ومفسر	شیخ الاسلام مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی قدس سرہ العزیز شاہی امام وخطیب جامع مسجد فتح پوری، دہلی
باہتمام	مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ایم اے، پی ایچ ڈی اعزاز فضیلت
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ
نظر ثانی	پروفیسر قاری محمد رفیق، محمد عبد الستار طاہر مسعودی
زیر نگرانی	قاری اشفاق احمد خان
تاریخ اشاعت	نومبر 2007ء، ذیقعدہ 1428ھ
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	1Z483

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

الجزء ۱۷

آیاتھا ۱۱۲ ۔ ۲۱ سورۃ الانبیاء مکیۃ ۷۳ ۔ رکوعاتھا ۷

سورۃ الانبیاء مکہ میں نازل ہوئی، اس میں ایک سو بارہ آیتیں اور سات رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۚ ۝١ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۙ ۝٢ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ڰ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝٣

لوگوں کا حساب ۱ (اعمال کا وقت) نزدیک آ گیا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں ۝١ جب ان کے پروردگار کی طرف سے انہیں کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے نہیں سنتے مگر (ایسے اور سے سنتے ہیں کہ اس کے ساتھ) کھیلتے ہوئے ۝٢ ان کے دل (اللہ کی یاد سے) غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، اور ظالموں نے پوشیدہ مشورہ کیا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نسبت کہ یہ کون ہیں، ایک تمہیں جیسے آدمی تو ہیں، پھر کیا تم جان بوجھ کر جادو کے پاس جاتے ہو ۝٣

خواص سورۃ الانبیاء: اگر کوئی شخص پریشان یا کسی قسم کے غم میں ہو تو اس سورۃ کو ہر روز تین بار پڑھے ان شاء اللہ تعالیٰ پریشانی و غم دور ہو جائے گا۔ اور جو شخص بعد نماز عشاء سجدہ میں چالیس مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ڰ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ پڑھے اور دعا مانگے ان شاء اللہ تعالیٰ قبول ہوگی اور غم دور ہوں گے، خوشی حاصل ہوگی۔

قریش کو اللہ تعالیٰ کی تنبیہ

۱ **شانِ نزول:** مشرکین مکہ نے دین ابراہیمی کو بگاڑ کر بت پرستی اور طرح طرح کی خرابیاں اس میں پیدا کر لی تھیں۔ جب قرآن شریف میں بت پرستی اور اس کی خرابیوں کی مذمت روز بروز اُترنے لگی تو وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت طرح طرح کی باتیں اور مشورے کرتے تھے۔ کوئی جادوگر کہتا تھا، کوئی شاعر کہتا تھا، جس کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح شاعر لوگ اپنے

قٰلَ رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؗ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۴ بَلْ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْیَاْتِنَا بِاٰیَةٍ كَمَاۤ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝۵

نبی نے فرمایا کہ میرا پروردگار آسمان اور زمین کی سب باتیں جانتا ہے (خواہ پوشیدہ کہی جائے خواہ علانیہ) اور وہی خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے ۝ بلکہ یہ ظالم بولے (یہ قرآن): ''پریشان خوابیں ہیں بلکہ انہوں نے خود گھڑ لیا ہے بلکہ یہ شاعر ہیں پس ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں جیسے اگلے بھیجے گئے تھے'' (معجزوں کے ساتھ) ۝

شعروں میں خیالی باتیں باندھتے ہیں، ویسی خیالی باتیں قرآن میں ہیں۔ کوئی کہتا تھا: ''اللہ کا رسول آدمی تو نہیں ہو سکتا فرشتہ ہونا چاہئے''۔ کوئی کہتا تھا: ''اگر یہ رسول ہیں تو پہلے رسولوں کی طرح کوئی ایسا تھا، اگر یہ رسول ہیں تو پہلے رسولوں کی طرح کوئی ایسا معجزہ کیوں نہیں لاتے''۔ قریش کی ان باتوں کا جواب رسول اللہ ﷺ نے اتنا ہی دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے آسمان وزمین کی کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے، وہ تمہاری بے ادبی کی باتوں اور خفیہ مشوروں کو خوب سنتا اور جانتا ہے۔ ایک دن اس کا خمیازہ تم کو بھگتنا پڑے گا۔ لیکن قریش کے شبہات جو رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی نسبت تھے، ان کا جواب ادا ہو جانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں، اور فرمایا کہ نبی آخر الزمان ﷺ یہی ہیں۔ دنیا کی مدت ان نبی آخر الزماں ﷺ کے بعد بہت تھوڑی رہ گئی ہے۔ حساب وکتاب کا وقت قریب آ گیا ہے۔ لوگ اپنی غفلت ہی میں ہیں، امر حق سے منہ پھیر رہے ہیں۔ اور ان کے پاس جو اہل کتاب رہتے ہیں، ان سے ان کو پوچھ لینا چاہئے کہ ہمیشہ سے رسول انسان ہی آتے رہے ہیں، فرشتے نہیں آتے۔ اور قریش کہتے ہیں کہ کوئی معجزہ ایسا پچھلے انبیاء کا سا ظاہر ہونا چاہئے، اس کا جواب یہ ہے کہ تجارت کی غرض سے شام کے ملک کو جب یہ لوگ جاتے ہیں تو قوم ثمود اور قوم لوط کی بہت سی بستیاں ان کو اجڑی ہوئی نظر آتی ہیں۔ پھر ان کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ پہلے رسولوں کے معجزے سے پہلی اُمتیں قائل ہو سکیں، اور وہ ایمان لے آئیں۔ یہ نہیں جانتے کہ اگر ایسا ہوتا تو یہ انجام ان پچھلی قوموں کا کیوں ہوتا، جو ان کی آنکھوں کے سامنے ہے، کہ طرح طرح کے عذابوں سے وہ قومیں اجڑ گئیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی شان میں بے ادبی کے لفظ منہ سے نکالنے والے بڑے بڑے سرکش مشرکین مکہ میں بڑی ذلت سے بدر کی لڑائی میں مارے گئے، اور مرتے ہی عذاب آخرت میں گرفتار ہو گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اب تم نے اللہ کے وعدہ کو سچا پا لیا۔ معتبر سند سے طبرانی میں روایت ہے جس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر کیا ہے کہ اب تو یہ قریش نادانی سے رسول اللہ ﷺ اور قرآن کی شان میں طرح طرح کی بے ادبی کے لفظ منہ سے نکالتے ہیں، لیکن ان میں سے جو لوگ رسول اللہ ﷺ کو سچا اور قرآن کو اللہ کا کلام جانیں گے، ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ ان کو بڑی عزت اور ناموری حاصل ہوگی۔

مَآ اٰمَنَتۡ قَبۡلَهُمۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ اَهۡلَكۡنٰهَا ۚ اَفَهُمۡ يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۶﴾ وَمَآ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷﴾ وَمَا جَعَلۡنٰهُمۡ جَسَدًا لَّا يَاۡكُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوۡا خٰلِدِيۡنَ ﴿۸﴾ ثُمَّ صَدَقۡنٰهُمُ الۡوَعۡدَ فَاَنۡجَيۡنٰهُمۡ وَمَنۡ نَّشَآءُ وَاَهۡلَكۡنَا الۡمُسۡرِفِيۡنَ ﴿۹﴾ لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ كِتٰبًا فِيۡهِ ذِكۡرُكُمۡ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۰﴾ ع وَكَمۡ قَصَمۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ كَانَتۡ ظَالِمَةً وَّاَنۡشَاۡنَا بَعۡدَهَا قَوۡمًا اٰخَرِيۡنَ ﴿۱۱﴾

اے محبوب! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان سے پہلے کوئی بستی ایمان نہ لائی تھی جسے ہم نے ہلاک کیا پھر کیا یہ لوگ ایمان لے آویں گے ﴿۶﴾ اور ہم نے تم سے پہلے مرد ہی (رسول بنا کر) بھیجے کہ جنہیں ہم وحی بھیجتے تھے۔ پس (اے منکرو!) اگر تم کو (یہ بات) معلوم نہ ہو تو علم والوں سے دریافت کرو ﴿۷﴾ اور ہم نے ان رسولوں کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے جو کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ دنیا میں رہنے والے تھے ﴿۸﴾ پھر ہم نے جو ان سے وعدہ کیا تھا اس کو سچا کر دکھایا تو ہم نے انہیں نجات دی اور جن کو چاہا (نجات دی) اور حد سے بڑھنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا ﴿۹﴾ بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب اتاری کہ جس میں تمہاری نصیحت ہے۔ پس [لہ] کیا تم نہیں سمجھتے ﴿۱۰﴾ اور بہت سی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں کہ جو ظالم (یعنی کافر) تھیں اور ان کے بعد دوسری قوم کو پیدا کیا ﴿۱۱﴾

حضرت شعیب علیہ السلام کی شہادت اور بابل کے بادشاہ کا حملہ آور ہونا

[لہ] ان آیتوں میں نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک جو بستیاں رسولوں کی مخالفت کے سبب غارت ہو گئی تھیں، ان کا ذکر فرمایا ہے تاکہ قریش مکہ کو عبرت ہو کہ رسولوں کی مخالفت کا نتیجہ ان کے حق میں بھی یہی پیش آئے گا، جو پچھلی اُمتوں کو پیش آیا۔ پچھلی قومیں جو ہلاک ہوئیں ان قوموں میں سے سب سے آخر جس قوم کا ذکر ان آیتوں میں ہے کہ وہ اللہ کا عذاب دیکھ کر بھاگے، تفسیر عبدالرزاق میں ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے درمیانی

فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾

پس جب ان ظالموں نے ہمارا عذاب آتا دیکھا تو وہ اس بستی سے بھاگنے لگے ﴿۱۲﴾ (ہم نے کہا) بھاگو نہیں اور لوٹ کے جاؤ اپنے اسی عیش و عشرت کی طرف جو تمہیں دیئے گئے تھے اور اپنے مکانوں کی طرف بھی واپس (جاؤ) شاید تم سے پوچھا جائے ﴿۱۳﴾ وہ کہنے لگے: ''ہائے خرابی ہماری! بیشک ہم ظالم تھے'' ﴿۱۴﴾ پھر وہ ہمیشہ یہی پکارتے رہے، یہاں تک کہ ہم نے انہیں (نیست و نابود) کر دیا کٹے ہوئے کھیت کی طرح بجھے ہوئے انگاروں کی طرح ﴿۱۵﴾

زمانہ میں یمن کے ملک میں شعیب نام کے ایک نبی تھے۔ جب ان کی قوم نے ان کو جھٹلایا اور شہید کر ڈالا، تو خدا نے ایک کافر بادشاہ کے ہاتھ سے ان کو سزا دی۔ یعنی بخت نصر بابل کے بادشاہ نے اس قوم کے اوپر چڑھائی کی۔ اس وقت دو دفعہ تو یہ یمن کے لوگ بخت نصر کی فوج پر غالب آئے۔ جب تیسری دفعہ بخت نصر بڑی بھاری فوج لے کا آیا، اس وقت یمن کے لوگ بھاگے، اور فرشتوں نے طعن کے طور پر ان سے یہ کہا کہ اب کیوں بھاگتے ہو، کہ تم لوگ بڑے صاحب ثروت کہلاتے تھے۔ اب کیوں بھاگتے ہو، اپنے اپنے گھروں کو جاؤ شاید تمہارے دوست آشنا نوکر چاکر روپیہ پیسہ خرچ کرتے اور اس عذاب کے ٹالنے کی تم سے کوئی تدبیر پوچھیں۔ یہ بات بھی ان لوگوں کے شرمندہ کرنے کیلئے کہی تھی کہ آج سب چیزیں تم سے چھینی جاتی ہیں۔ تم نے ان کی شکر گزاری نہ کی تھی، اب انہیں دیکھ دیکھ کر حسرت کے ساتھ جان دو۔ اور ان سے سوال ہونے سے یہ مراد ہے کہ تمہارے اموال اور مکانات برباد ہونے کے بعد جو نئی قومیں پیدا ہوں گی، وہ پوچھیں گی: ''یہ کن کے مکانات تھے، اور یہ مکان والے کیونکر ہلاک ہوئے''۔ وہ اپنی بربادی اور ہلاکت کے وقت یوں پکاریں گے کہ افسوس! ہم ظالم تھے، ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔ اس وقت ان کا کہنا کیا فائدہ دیتا تھا۔ وہ یوں پکارتے پکارتے نیست و نابود ہو گئے کہ ان کا نام و نشان تک باقی نہیں۔ انکی جگہ اور قومیں آباد ہیں۔ **مسئلہ:** قیامت کی نشانیاں ظاہر ہونے کے بعد یا موت کا یقین ہو جانے کے بعد یا عذاب الٰہی آنکھوں کے سامنے آ جانے کے بعد، یا سانس اکھڑ کر غراٹا لگ جائے، ایسی حالت میں کوئی ایمان لائے یا توبہ کرے تو ایسی توبہ قبول نہیں۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

اور ۱؎ ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے (کھیلنے کیلئے) بے فائدہ نہیں بنایا ﴿۱۶﴾ اگر ہمیں کھیل بنانا منظور ہوتا (مثل زن و فرزند کے) تو ہم اپنے پاس سے اختیار کرتے اگر ہم کو کرنا ہوتا ﴿۱۷﴾ بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے (یعنی مٹا ڈالتے) ہیں۔ پس حق باطل کا سر توڑ ڈالتا ہے، پھر وہ باطل اسی وقت مٹ جاتا ہے اور (اے کفار) تمہاری خرابی ہے ان باتوں سے جو بناتے ہو ﴿۱۸﴾

۱؎ **شان نزول:** مشرکین اور بہت سے لوگوں کا یہ خیال تھا کہ انسان وغیرہ سب چیزیں آپ ہی پیدا ہوتی ہیں، اور آپ ہی مرجاتی ہیں، خدا کو انسان کے نیک و بد سے کیا غرض اور رسولوں کے بھیجنے سے کیا مطلب، پھر جو کوئی قوم یا شہر برباد ہوا، اس میں کسی کے گناہ یا ثواب کا کیا دخل۔ یہ سب باتیں اسباب ارضی و سماوی سے ہوتی ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں، اور فرمایا کہ آسمان اور زمین اور ان کے اندر کی کائنات از خود تو پیدا ہو ہی نہیں گئی۔ مطلب یہ ہے کہ ادنیٰ سے عقل کا آدمی دنیا میں کوئی کام کرتا ہے تو کوئی مطلب اس کام کے کرنے سے اپنے دل میں ضرور ٹھان لیتا ہے۔ مثلاً کھیتی کرتا ہے تو اناج حاصل ہونے کے مقصد سے، باغ لگاتا ہے تو میوہ کھانے کے مطلب سے، مکان بناتا ہے تو رہنے کی نیت سے۔ وہ خالق جس نے عقل اور عقل والوں کو سب کو پیدا کیا، اور اس کے دنیا کی پیدائش جیسے بڑے کام کو یہ لوگ کس سمجھ اور عقل سے بے فائدہ اور بے مقصد ٹھہراتے ہیں۔ ذرا بھی یہ لوگ اپنی عقل کو کام میں لائیں تو ان کی سمجھ میں آجائے گا کہ ان کا ان کی ضرورت کی چیزوں کا پیدا کرنے والا کوئی ہے، اور اس کا احسان ان پر ایسا پڑا ہے کہ اس نے ان کو نیست سے ہست کر دیا۔ ان کی ہر طرح کی ضرورت کی چیزیں مہیا کیں۔ اس قدر سمجھ جانے کے بعد خود ان کا دل گواہی دے گا۔ آگے فرمایا کہ اگر ہمیں دنیا کے پیدا کرنے سے کھیل اور تماشا منظور ہوتا تو ہمارے ہاں کے مجردات اور نورانی چیزیں جو ہمارے اسرار ربوبیت کا نمونہ ہیں، وہ تماشا کے لئے کیا کم تھیں۔ اگر ہم سیر و تماشا کے شوقین ہوتے تو مجردات کے ہی تماشے پر اکتفا کرتے۔ پھر فرمایا کہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں جس سے وہ باطل مٹ جاتا ہے۔ ان ہی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی غلطی کو بھی بیان فرمایا ہے، جو حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام کو خدا کا بیٹا اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ وہ بیان بھی ایسا ہے کہ کوئی عقلمند اس کے ماننے میں شبہ نہیں کرسکتا۔ یہ بیہودہ بکواس لگاتے ہیں اس سے ان کی خرابی ہے۔

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۚ ﴿۱۹﴾ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمِ اتَّخَذُوْۤا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور اسی ۱؎ کے (مملوک اور اس کا مال) ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور وہ جو اللہ کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ تھکیں ﴿۱۹﴾ رات اور دن اس کی پاکی بیان کرتے ہیں سستی نہیں کرتے۔ کیا (باوجود ان دلائل توحید کے) ﴿۲۰﴾ ان کافروں نے زمین کی چیزوں میں کچھ ایسے معبود بنالئے ہیں کہ وہ کچھ پیدا کرتے ہیں ﴿۲۱﴾ اگر آسمان وزمین ۲؎ میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہو جاتے، پس اللہ عرش کا مالک (ان امور سے) پاک ہے جو کچھ یہ لوگ بیان کرتے ہیں ﴿۲۲﴾

۱؎ حاصل مطلب یہ ہے کہ آسمان پر فرشتے، زمین پر جنات، اور انسان سب اللہ کے غلام ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کا مالک ہے۔ پھر کوئی باپ اپنی اولاد کو غلام بنا کر رکھتا ہے، جو اللہ کی اولاد تھی اور اس نے اس کو غلام بنا کر رکھا۔ جن فرشتوں کو یہ مشرک اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں، ان فرشتوں کا یہ حال ہے کہ اللہ کی عظمت کے آگے وہ بالکل ناچیز، اور ہر وقت اس کی عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ کیا باپ کے آگے اولاد کی یہ شان ہوتی ہے جو اللہ کی عظمت کے آگے فرشتوں کی ہے۔ پھر فرمایا اللہ کی تو وہ قدرت ہے کہ انسان ناپید تھا، اللہ نے اپنی قدرت سے اس کو پیدا کر دیا۔ مٹی کی بے جان چیزوں پتھر۔ لکڑی وغیرہ کے بت جو ان مشرکوں نے بنائے ہیں، کیا ان میں یہ طاقت ہے کہ وہ کسی مُردہ کو زندہ کر سکتے ہیں۔ وہ تو خود بے جان ہیں، کیا خاک کسی مردہ کو زندہ کریں گے۔ مکہ کے قحط کے وقت ان سے اتنا بھی نہ ہوا کہ مینہ برسا کر اپنے پجاریوں کو قحط کی تکلیف سے بچا لیتے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے مینہ برسایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے باران رحمت

جب مشرکین مکہ نے بہت سرکشی شروع کی تو ایسا قحط پڑا کہ ان مشرکوں کی ساری سرکشی نکل گئی، اور فاقوں کے مارے نہ کھانے کی چیزیں تک کھا گئے۔ اس قحط کے زمانہ میں ان مشرکوں نے اپنے بتوں سے مینہ برسانے کی بہت کچھ التجا کی مگر ایک بوند نہیں پڑی۔ آخر ابوسفیان وغیرہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مینہ برسانے کی دعا کرنے کی التجا کی، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے مینہ برسا۔ مکہ کے قحط میں بتوں کی اتنی عاجزی اور اللہ کی اتنی بڑی قدرت دیکھنے کے بعد بھی مشرکین مکہ انہی بے جان عاجز پتھر کی مورتوں کو پوجتے رہے، اور آخر اسی حال میں دنیا سے اٹھ گئے۔

۲؎ توحید کی بہترین دلیل: ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اگر آسمان اور زمین میں دو خدا ہوتے تو آپس میں جھگڑے سے

لَا یُسۡـَٔلُ عَمَّا یَفۡعَلُ وَ ہُمۡ یُسۡـَٔلُوۡنَ ﴿۲۳﴾ اَمِ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اٰلِـہَۃً ؕ قُلۡ ہَاتُوۡا بُرۡہَانَکُمۡ ۚ ہٰذَا ذِکۡرُ مَنۡ مَّعِیَ وَ ذِکۡرُ مَنۡ قَبۡلِیۡ ؕ بَلۡ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۙ الۡحَقَّ فَہُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۲۴﴾

اللہ جو کچھ کرے اس سے نہیں پوچھا جاتا اور ان سب سے سوال ہوگا (کیوں کہ جب اس کے بندے ہیں) ﴿۲۳﴾ انہوں نے اور خدا بنا رکھے ہیں، تم فرماؤ: ''اپنی دلیل لاؤ یہ قرآن میرے ساتھ والوں (یعنی میری امت) کا ذکر ہے اور مجھ سے اگلوں (یعنی پہلے انبیاء کی امتوں کا تذکرہ ہے بلکہ ان میں اکثر حق کو نہیں جانتے'' پس (یہی وجہ ہے کہ سچائی سے منہ پھیرے ہوئے ہیں ﴿۲۴﴾

نہ آسمان رہتا اور نہ زمین رہتی۔ بس پروردگار عالم جو کہ عرش کا مالک ہے، ان کی بیہودہ بکواس سے پاک ہے۔ وہ ایسا مالک اور مختار ہے کہ اس کے فعل کا کوئی مزاحم نہیں ہوسکتا، اور نہ کوئی اس سے پرسش کرسکتا ہے۔ اور کافروں سے پرسش ضرور ہو گی۔ یعنی یہ بات نہیں ہے کہ یہ لوگ جو چاہیں سو کریں، ان کو کوئی کچھ کہہ نہیں سکتا۔ بلکہ خداوند کریم نے جو کہ زمین اور آسمان کا بادشاہ ہے، اور اپنی سلطنت کا مختار کُل ہے، اس نے اپنی پیشی کا ایک دن مقرر کر رکھا ہے، اس روز وہ دربار عام کرے گا، اور ہر مجرم کو اپنے سامنے بلا کر اس کے افعال کی باز پرس فرمائے گا۔ پھر فرمایا انہوں نے اللہ جل شانہ، کو چھوڑ کر اس کی مخلوق میں سے چند چیزوں کو معبود بنا رکھا ہے۔ یہ ان کا عظیم جرم ہے، اور جرم کی سزا ان کو اس دربار عام میں ملے گی۔ تمام مخلوقات کے سامنے ذلیل وخوار ہوں گے، اور مشرک اور نجس کہہ کر پکارے جائیں گے۔ کوئی عذر ان کا نہ سنا جائے گا، اور کوئی حیلہ ان کا نہ چلے گا۔ اس بادشاہ احکم الحاکمین کے جیل خانہ میں جس کا نام دوزخ ہے، بھیج دیئے جائیں گے۔ وہ وہاں اپنے کیے کی سزا پائیں گے، اور طرح طرح کے عذاب اٹھائیں گے۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس روز کا خوف دل میں رکھیں اور جو لوگ کہ اس خوف کے مٹانے والے ہیں، ان کی صحبت سے علیحدہ رہیں۔ پھر فرمایا یہ لوگ شرک کو نہیں چھوڑتے تو یہ لوگ اپنے آپ کو ملتِ ابراہیمی پر بتلاتے ہیں۔ اس واسطے اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! ان کو قائل کرنے کے لئے تم ان سے کہو کہ ملتِ ابراہیمی میں شرک کی کوئی سند ہو تو لاؤ اس کو پیش کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو قرآن نازل فرمایا ہے اس میں حال کے اور پچھلے لوگوں کا سب حال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شرک کے وبال میں جس طرح پچھلی قومیں طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہو چکی ہیں، قرآن میں ان کے قصے جگہ جگہ اس بات کے جتلانے کے لئے بیان کردیئے گئے ہیں کہ حال کے لوگوں میں جو کوئی ان پچھلی قوموں کے قدم بقدم چلے گا، اس کا انجام بھی وہی ہوگا جو ان پچھلی قوموں کا ہوا۔ پھر فرمایا کہ وہ حق بات کے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ حق بات کو مسخراپن میں ڈال دیتے ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾

اور ۱ ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی کرتے تھے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس مجھی کو پوجو ﴿۲۵﴾ اور ۲ یہ کافر بولے کہ اللہ نے (فرشتوں کو) اولاد اختیار کیا" وہ اللہ اس سے پاک ہے بلکہ (وہ فرشتے اس کے) معزز بندے ہیں ﴿۲۶﴾ نہیں سبقت کرتے اس سے بات میں اور وہ اسی کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں ﴿۲۷﴾ وہ جانتا ہے۔ جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے، اور شفاعت نہیں کرتے مگر اس کے لئے جسے وہ پسند فرمائیں اور وہ اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں ﴿۲۸﴾

۱ اوپر مشرکین مکہ کو یوں قائل کیا گیا تھا کہ ملتِ ابراہیمی میں شرک کی کوئی سند ہو تو پیش کی جائے۔ اس آیت میں فرمایا ملتِ ابراہیمی تو درکنار پچھلے کسی رسول کی شریعت میں سے بھی یہ لوگ شرک کی کوئی سند پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مصلحت وقت کے موافق ہر ایک شریعت کے نماز، روزہ، حلال وحرام کے احکام، جدا جدا ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور شرک کی برائی سے پچھلی کوئی شریعت خالی نہیں ہے۔

۲ **شان نزول:** یہ آیت خزاعہ کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے فرشتوں کو اللہ کی اولاد کہا تھا، اور ان کی مورتوں کی پوجا کر کے یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اگر قیامت قائم ہوئی تو وہ فرشتے اللہ کے روبرو ہماری سفارش کر کے ہم کو دوزخ کے عذاب سے چھڑا لیں گے۔ اس کا جواب ان آیتوں میں فرمایا کہ جس طرح ان مشرکوں کے پاس بت پرستی کی کچھ سند نہیں ہے، اسی طرح فرشتوں کو اللہ کی اولاد ٹھہرانے کی بھی ان کے پاس کوئی سند نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ جو مشرک بغیر توبہ کے مرجائے گا تو جس طرح سوئی کے ناکہ میں اونٹ کا گھس جانا ناممکن ہے، اسی طرح ایسے مشرک کی نجات ناممکن ہے۔ پھر فرشتے ان مشرکوں کی سفارش کیونکر کر سکتے ہیں۔ پھر فرمایا فرشتے خداوند کریم کے حکم کے ایسے مطیع ہیں کہ اس کی اجازت کے بغیر کلام نہیں کرتے۔ جب وہ فرماتا ہے تو بولتے ہیں، اور جواب دیتے ہیں۔ بے اجازت کوئی بات نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر و باطن سے واقف

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾

ع ۲/۱۹

اور ان میں سے جو کوئی یوں کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو ہم اس کو دوزخ کی سزا دیں گے، ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں ﴿۲۹﴾ کیا ان کافروں نے یہ خیال نہ کیا کہ آسمان اور زمین جو کہ دونوں پہلے بند تھے۔ پس ۱؎ ہم نے ان کو کھولا (یعنی آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے پیداوار کی، اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے پیدا کیا، تو پھر کیا (اس پر بھی) ایمان نہیں لاتے ﴿۳۰﴾

ہے، اور وہ جانتا ہے کہ یہ نافرمانی نہیں کرتے۔ اور یہ اللہ کے خوف سے ہر دم کانپتے ہیں۔ اور جو کوئی ان میں سے خدائی کا دعویٰ کرے تو اس کو بھی ہم دوزخ میں بھیج دیں۔ یہی سزا ہم ہمیشہ ظالموں کو دیتے ہیں۔

توحید کا ذکر

۱؎ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس، حسن بصری اور جمہور مفسرین رضوان اللہ علیہم اجمعین اسکے معنی یہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو جو کہ بند تھے کھول دیا۔ یعنی آسمان سے مینہ نہ برستا تھا ہم نے برسا دیا۔ زمین میں نباتات اُگانے کی صلاحیت نہ تھی ہم نے پیدا کرائی۔ کیا کفار اس بات کو نہیں آزما چکے۔ ہر سال گرمی اور جاڑے کی شدت میں جب بارش نہیں ہوتی، اور زمین میں کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ دیکھتے ہیں کہ آسمان اور زمین بند ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی اپنی قدرت سے ان کو کھولتا ہے، مینہ برساتا ہے، سبزہ اگاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وہی نشانی ہر وقت ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہے، جو نشانی انہوں نے مکہ کے قحط میں آنکھوں سے دیکھی۔ پھر ایسی آنکھوں سے دیکھی ہوئی بات کا یقین ان لوگوں کے دل میں کیوں نہیں ہوتا۔ آیت کے اس ٹکڑے میں انسان اور اس کی ضرورت کی سب چیزوں کو پانی سے پیدا کرنے کا ذکر ہے۔ فرشتوں اور جنات کا ذکر یہاں نہیں ہے۔ (بعضوں نے کہا اس سے نطفہ مراد ہے) کھیتی اور باغات کی سرسبزی ان کی زندگی فرمایا۔ آگے فرمایا پانی پر زمین جب بچھائی گئی تو وہ ہلتی تھی۔ اس کے جمانے کیلئے اس میں پہاڑ ٹھونکے گئے، جس سے حرکت جاتی رہی۔ اگر وہ حرکت باقی رہتی تو نہ کوئی مکان رہتا نہ مکین۔ یہ اللہ کا انعام ہے اور ان پہاڑوں میں گھاٹیاں رکھی گئیں، تا کہ ایک شہر سے دوسرے شہر کو جانے میں لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت

وَ جَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ ۪ وَ جَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّ هُمْ عَنْ اٰیٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾

اور ہم نے زمین میں پہاڑ پیدا کیے تاکہ زمین ان لوگوں کو لے کر ہلنے نہ لگے اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں رکھیں اس لئے کہ وہ راہ پاویں ﴿۳۱﴾ اور ہم نے (اپنی قدرت سے) آسمان کو چھت بنایا جو محفوظ ہے (گرنے سے) اور وہ (کفار) اس کی نشانیوں سے منہ پھیرتے ہیں ﴿۳۲﴾ اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو پیدا کیا اور سورج اور چاند ہر ایک ایک آسمان میں اپنے اپنے دائرہ میں تیر رہے ہیں ﴿۳۳﴾ اور ا۔ ہم نے تم سے پہلے بھی کسی آدمی کے لئے ہمیشہ (دنیا میں) رہنا تجویز نہیں کیا، تو کیا اگر تم انتقال فرماو پس یہ لوگ (دنیا میں) ہمیشہ رہیں گے ﴿۳۴﴾

بنایا ہے۔ پھر فرمایا آسمان پر سورج چاند اور تارے اللہ کی قدرت کے نمونے ہیں جن کو یہ لوگ دھیان کر کے اس کی قدرت کو نہیں پہچانتے۔ پھر فرمایا سمجھدار شخص کے لئے رات دن بھی اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں کہ رات کی نیند سے آدمی کے دن بھر کی تھکان رفع ہو جاتی، اور دن کو پھر چل کر ہر شخص اپنی گزران کی صورت نکال سکتا ہے۔ پھر فرمایا جو لوگ ناسمجھی سے شیطان کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں، وہ ان قدرت کی نشانیوں سے ایسے غافل ہیں کہ سمجھانے سے بھی نہیں سمجھتے۔

ا۔ **شان نزول:** رسول اللہ ﷺ کے دشمن اپنے ضلال و عناد سے کہتے تھے کہ ہم حوادث زمانہ کا انتظار کر رہے ہیں۔ عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے حضرت سید عالم ﷺ کی وفات ہو جائے گی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ دشمنان رسول کیلئے یہ کوئی خوشی کی بات نہیں، ہم نے دنیا میں کسی آدمی کے لئے ہمیشگی نہیں رکھی۔ موت کا مزہ ہر ایک جاندار کو چکھنا ضرور ہے۔ پھر اپنی دنیا کی خوشحالی کے نشہ میں یہ لوگ اپنی موت سے جو غافل ہیں، یہ ان کی نادانی ہے۔ دنیا کی خوشحالی اور تنگدستی تو اللہ تعالیٰ نے اس آزمائش کے لیے پیدا کی ہے کہ خوشحالی کی حالت میں کون اللہ تعالیٰ کی شکر گذاری کرتا ہے، اور کون ناشکری۔ اسی طرح تنگدستی کی حالت میں کون صبر کرتا ہے، اور کون بے صبری۔ پھر ایک دن سب اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہونے والے ہیں۔ اس وقت ہر شخص کے عملوں کے موافق جزا و سزا کا فیصلہ ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خوشحالی کے وقت شکر اور تنگ دستی کے وقت صبر ان لوگوں کا کام ہے جو پکے ایماندار ہیں۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾

ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور (اے لوگو!) ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں بری اور بھلی حالتوں سے بطریق امتحان کے اور ہماری طرف تمہیں لوٹ کر آنا ہے ﴿۳۵﴾ اور جب [1] کافر تم کو دیکھتے ہیں تو تمہیں نہیں ٹھہراتے مگر ٹھٹھا (اور آپس میں کہتے ہیں) کہ کیا یہی ہیں جو تمہارے معبودوں کو برا کہتے ہیں اور وہ (کفار خود) خدا ہی کی یاد سے منکر ہیں ﴿۳۶﴾

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریش کا تمسخر

[1] **شان نزول**: یہ آیت ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لئے جاتے تھے وہ آپ کو دیکھ کر ہنسا، اور کہنے لگا: "کیا قریش کی ہدایت کو یہ نبی آئے ہیں، کیا یہی نبی ہیں جو ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں"۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسکین فرمائی، اور فرمایا کہ جو عذاب ان مشرکوں کیلئے آخرت میں مہیا کیا گیا ہے، اگر اس کو یہ لوگ جان لیں تو یہ مسخراپن کی سب باتیں بھول جائیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ دنیا چند روزہ ہے، آنکھوں کے سامنے ان کے بڑے مر گئے، ان کو بھی اسی طرح آخر مرنا ہے۔ مرتے ہی اسی طرح کے ناگہانی عذاب میں یہ لوگ پھنس جائیں گے کہ پھر ان کا کچھ بس نہ چلے گا۔ جب مشرکین مکہ اپنے بتوں کی عزت بڑھانے کے لئے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسخراپن کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اسکے بدلے میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ سے ان بتوں کو خوب ذلت دلوائی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ فرضی معبودوں کی مذمت سے تو ایسے خفا ہوتے ہیں، اور خدا تعالیٰ کے اوصاف حمیدہ یعنی وحدانیت اور قدرت کے منکر ہیں۔ اور ایسا برتاؤ کرتے ہیں جس سے ان کے ان اوصاف کا انکار لازم آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حقیقی معبود کے مقابلہ میں فرضی معبودوں کی یہ قدر و منزلت، پھر دار آخرت اور حیات جاودانی نصیب ہونے کی کیا شکل ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافروں کو عذاب الٰہی سے ڈراتے ہیں تو اپنی جلد بازی سے کہتے ہیں کہ وہ عذاب کب ہوگا۔ فرمایا کہ ابھی عذاب الٰہی ظاہر ہوا جاتا ہے جلدی نہ کرو۔ زندگی میں بھی ہوگا اور مرنے کے بعد بھی ہوگا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ عذاب الٰہی جس کے کفار منکر ہیں ناگہاں ان کو گھیر لے گا، اور یہ سب شیخیاں خاک میں مل جائیں گی، اور وہ ان کو بدحواس کر دے گا۔ پھر وہ اس عذاب کو ہٹا نہ سکیں گے، اور ان کو مہلت نہ ملے گی۔ یہاں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی کے لئے فرمایا کہ کفار کی گستاخی کچھ نئی بات نہیں، آپ سے پہلے جو رسول گذرے

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِیْكُمْ اٰیٰتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۸﴾ لَوْ یَعْلَمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا حِیْنَ لَا یَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَ لَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾ بَلْ تَاْتِیْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ رَدَّهَا وَ لَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾ ع قُلْ مَنْ یَّكْلَؤُكُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾

انسان جلد باز بنایا گیا ہے، میں اب تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا پس تم مجھ سے جلدی نہ کرو ﴿۳۷﴾ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ (بتاؤ) یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم (وقوع عذاب کی خبر میں) سچے ہو ﴿۳۸﴾ کاش ان کافروں کو اس وقت کی خبر ہوتی جب کہ یہ لوگ (دوزخ کی) آگ کو نہ اپنے مونہوں سے روک سکیں گے اور نہ اپنی پیٹھوں سے اور نہ ان کو کوئی مدد پہنچے گی ﴿۳۹﴾ بلکہ وہ (قیامت) ان پر اچانک آپڑے گی، پس وہ ان کو بدحواس کردے گی پس وہ اسے دفع نہ کرسکیں گے اور نہ ان کو مہلت دی جاوے گی ﴿۴۰﴾ اور بیشک تم سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ ٹھٹھا کیا گیا پس جو لوگ ان میں سے ٹھٹھا کیا کرتے تھے ان کو اسی (عذاب) نے گھیر لیا جس کا وہ ٹھٹھا اڑاتے تھے ﴿۴۱﴾ تم فرماؤ[1] کہ رات اور دن میں اللہ (کے عذاب) سے تمہاری کون حفاظت کرتا ہے، بلکہ وہ اپنے پروردگار کی یاد سے منہ پھیرتے ہیں ﴿۴۲﴾

ہیں ان کا بھی ہمیشہ مذاق اڑاتے رہے، اور طرح طرح کی گستاخی کرتے۔ پھر ٹھٹھے بازی کا نتیجہ یہ ہوا کہ عذاب الٰہی میں مبتلا ہوگئے۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکین میں سے جو لوگ ان پچھلے لوگوں کے قدم بقدم چلیں گے یہی انجام ان کا بھی ہوگا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت

[1] ان آیتوں میں فرمایا کہ جب تک وقت نہیں آتا ہر بلا سے اللہ ہی اس کی نگہبانی کررہا ہے، ورنہ آدمی کے پیچھے تو رات دن میں اتنی بلائیں لگی ہوئی ہیں کہ دم بھر بھی اس کا جینا مشکل ہے۔ کیونکہ قحط کے وقت یہ تو ان لوگوں کو تجربہ ہوگیا کہ ان کے بت

اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَ لَا هُمْ مِّنَّا یُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَیْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْیِ ۖ٘ وَ لَا یَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا یُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ لَىٕنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَیَقُوْلُنَّ یٰوَیْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۴۶﴾

کیاان کے پاس ہمارے سوااورایسے معبود ہیں کہ ان کوعذاب سے) بچاتے ہیں وہ تو خود ہی اپنی جانوں کونہیں بچاسکتے اور نہ وہ ہمارے عذاب سے اپنی جمیعت کے ساتھ محفوظ رہیں گے ﴿۴۳﴾ بلکہ ہم نے ان کواوران کے باپ دادا کو (دنیا کا) خوب سامان دیا یہاں تک کہ ان پر (اسی حالت میں) ایک عرصہ دراز گزر گیا، پس کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ہم (ان کی) زمین کو (بذریعہ فتوحات اسلامیہ کے) اس کے کناروں سے برابر گھٹاتے چلے آتے ہیں، پس کیا یہ لوگ غالب آویں گے ﴿۴۴﴾ تم فرماؤ کہ میں تو صرف وحی کے ذریعہ سے تم کو ڈراتا ہوں (مگر تم بہرے ہو) اور بہرے جب ڈرائے جائیں تو وہ پکارنا ہی نہیں سنتے (ڈرانا تو کجا) ﴿۴۵﴾ اور اگر انہیں تمہارے پروردگار کے عذاب کی ہوا چھو جائے تو ضرور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! بیشک ہم ظالم تھے ﴿۴۶﴾

ایسے عاجز ہیں کہ اللہ کی مدد کے بغیر کسی مصیبت کو ٹال نہیں سکتے۔ لیکن یہ لوگ قرآن کی نصیحت کو ٹال دیتے ہیں، ورنہ اس تجربہ کے بعد یہ لوگ ان کی نصیحت کے پابند ہو جاتے اور عذاب کی جلدی نہ کرتے۔ پھر فرمایا کہ ان اور ان کے بڑوں کو وقت مقررہ تک اللہ نے چھوڑ رکھا ہے، نہیں تو ان کے کرتوت تو ایسے تھے کہ ان کا نشان بھی ان کو دین اسلام کا برحق ہونا ثابت نہیں ہوتا کہ اسلام کو دن بدن ترقی ہوتی جاتی ہے اور کفر مٹتا جاتا ہے۔ پھر فرمایا اے محبوب ﷺ! ان مشرکوں سے کہہ دو کہ میں تم کو اللہ کا حکم اور ہر طرح کی نصیحت سناتا ہوں مگر یہ لوگ بھولے ہو گئے ہیں۔ سچی بات ان کو بری معلوم ہوتی ہے اور وہ اس خوف آمیز پیغام کو نہیں سنتے۔ پھر عذاب کی سختی کا ذکر فرمایا کہ اگر اس عذاب کی ذرا بو بھی ان کی ناک میں آ جائے تو سب عیش و آرام بھی بھول جائیں۔ اور اپنی زیادتی اور گنہگاری کا اقرار کرنے لگ جائیں۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾

اور لہ قیامت کے دن ہم انصاف کی ترازوئیں رکھیں گے (جس میں سب کے اعمال کا وزن ہوگا) پس کسی پر کچھ ظلم نہ کیا جاوے گا، اور اگر رائی کے دانہ کے برابر کوئی چیز (اعمال میں سے) ہوگی تو اس کو بھی ہم (وہاں) لاموجود کریں گے، اور ہم حساب لینے کے لئے کافی ہیں ﴿۴۷﴾ اور ۲ بیشک ہم نے موسیٰ اور ہارون کو (حق و باطل میں) فیصلہ اور روشنی اور پرہیز گاروں کو نصیحت کی چیز (یعنی توریت) عطا فرمائی ﴿۴۸﴾

لہ ان آیتوں میں فرمایا یہ دنیا کا معاملہ ہے مگر آخرت میں وہ اپنے اعمال کے بدلہ سے ہرگز نہ بچ سکیں گے۔ اعمال کی ترازو قائم ہوگی، اور یہ ترازو کا قائم ہونا انصاف کے ساتھ قیامت کے دن ہوگا۔ پھر کسی پر کچھ بھی نہ ظلم کیا جائے گا۔ اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی کا عمل ہوگا وہ بھی لایا جائے گا، اور ہم خود حساب لیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا بیان: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین مواقع تو ایسے ہیں کہ کوئی کسی کو یاد نہیں رکھے گا"۔ پھر آپ نے اعمال کے تولے جانے اور نامہ اعمال کے بٹنے اور پل صراط کے گزرنے کے تین مواقع کا نام لیا۔ ان تینوں سخت موقعوں پر آپ کو اُمت کی شفاعت اور تینوں موقعوں سے نجات کا خیال زیادہ ہوگا، اور آپ کے دل پر اس وقت ایک پریشانی سی ہوگی۔ بعضے لوگ تو پل صراط پر ہوں گے اور بعضے پل صراط سے گزر چکے ہوں گے۔ ادھر ان کے اعمال تلنے شروع ہو جائیں گے، اس لئے پل صراط والے لوگوں کی سلامتی سے گزر جانے کی شفاعت فرمانے کیلئے گھڑی آپ پل صراط پر تشریف لائیں گے، اور گھڑی میزان والے لوگوں کی شفاعت کیلئے میزان کے پاس تشریف لے جائیں گے۔ چنانچہ ترمذی میں حضرت انس کی جو حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے دن خاص طور پر اپنی شفاعت کی التجا کی، تو آپ نے میری التجا کو قبول فرمایا۔ پھر میں نے آپ سے پوچھا کہ میں آپ کو شفاعت کیلئے کہاں ڈھونڈوں۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے مجھ کو پل صراط پر دیکھنا، پھر میزان کے پاس، پھر حوض کوثر پر۔ ان تینوں مقاموں میں سے کسی مقام پر ضرور ہوں گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پل صراط اور میزان کے پاس بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ فرمایا کہ قیامت کے دن نہایت انصاف سے لوگوں کے عمل تولے جائیں گے۔ اور عملوں کے تولے جانے کے بعد جن کے نیک عملوں کا پلڑا بھاری ہوگا وہ جنتی قرار پائیں گے، اور جن کے بدعملوں کا پلڑا بھاری ہوگا وہ دوزخ میں جائیں گے۔ اور دوزخ میں جانے کے بعد جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا، اس کی شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے تو ایسے لوگ بھی دوزخ سے نکل کر جنت میں جائیں گے۔

۲ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو کتاب یعنی توریت اور روشنی عطا کی تھی۔ جو حق

الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ ج

وہ (متقی) جواپنے پروردگار سے بے دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت کا بھی خوف رکھتے ہیں ﴿۴۹﴾ اور یہ قرآن ایک برکت والی نصیحت ہے کہ جس کو ہم نے نازل کیا ہے پھر کیا تم اس کے منکر ہو ﴿۵۰﴾ اور لہ بیشک ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو پہلے ہی سے اس کی نیک راہ عطا فرمائی (اور ہم اس کی قابلیت) سے واقف تھے ﴿۵۱﴾

وباطل میں فرق کرتا تھا، شبہات سے نکالتا تھا، اور پرہیزگاروں کیلئے اس کتاب میں سراسر نصیحت تھی۔ متقی وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار سے غائبانہ ڈرتے ہیں، اور قیامت کا دھڑکا ان کے دل میں بیٹھا ہوا ہے۔ آگے یہ فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ نازل فرمائی، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مبارک نازل فرمایا۔ یہ ان لوگوں کی نادانی ہے کہ توراۃ کو کتاب آسمانی اور موسیٰ علیہ السلام کو انسان رسول مان کر پھر یہ قرآن کے کتاب آسمانی ہونے میں حجت پیش کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ کا رسول انسان نہیں ہوسکتا کوئی فرشتہ ہونا چاہئے۔ فرمایا قرآن میں توراۃ کی باتیں بھی ہیں، اور انجیل کی بھی۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد توراۃ اور انجیل میں جو خرابیاں ڈال دیں تھیں، ان کا بھی ذکر ہے۔ اسی واسطے قرآن میں اکثر جگہ توراۃ اور قرآن کا ذکر ساتھ آیا ہے، جس سے یہ جتلایا گیا ہے کہ توراۃ میں لوگوں کے دل پر اثر پڑنے کی جو باتیں تھیں قرآن میں ان سے بڑھ کر ہیں۔ اس پر بھی قرآن کی نصیحت کو لوگ نہیں مانتے، وہ اللہ کے علم میں بدنصیب ٹھہر چکے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن قرآن کی پیروی کرنے والوں کی تعداد، دیگر آسمانی کتابوں کی پیروی کرنے والوں کی تعداد سے زیادہ ہوگی۔ قیامت کے دن قرآن پر ایمان رکھنے والے زیادہ ہوں گے"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر اور توحید کا ذکر

لہ مکہ کے مشرک لوگ اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر بتلاتے تھے۔ اس واسطے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان فرما کر انہیں ان آیتوں میں یوں قائل کیا کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو نیک راہ کی توفیق سے پہلے اللہ تعالیٰ نے چھوٹی سی عمر میں ابراہیم علیہ السلام کو نیک راہ کی توفیق دی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں یہ بات ٹھہر چکی تھی کہ آزر بت پرست کے گھرانہ میں ابراہیم علیہ السلام ایسے نیک راہ اور اللہ کے رسول ہوں گے۔ ان کے بعد ان کے گھرانہ میں قیامت تک نبوت چلے گی۔ آگے ابراہیم علیہ السلام کے نیک راہ پر ہونے کی تفصیل یہاں فرمائی کہ وہ اپنے باپ اور اپنی قوم کو بت پرستی کی حالت پر نہ دیکھ سکے۔ اس لئے انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے پوچھا کہ تم ان مورتوں کی پوجا میں

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ﴿٥٢﴾ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ ﴿٥٣﴾ قَالَ لَقَدْ كُنتُمْ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٥٤﴾ قَالُوا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنتَ مِنَ اللَّاعِبِينَ ﴿٥٥﴾ قَالَ بَل رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ وَأَنَا عَلَىٰ ذَٰلِكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٥٦﴾ وَتَاللَّهِ لَأَكِيدَنَّ أَصْنَامَكُم بَعْدَ أَن تُوَلُّوا مُدْبِرِينَ ﴿٥٧﴾

جبکہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیں کہ جن کی پوجا پر تم جمے بیٹھے ہو کیا ہیں ﴿۵۲﴾ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو انہیں کی پوجا کرتے پایا ہے ﴿۵۳﴾ ابراہیم نے کہا: ”بیشک تم اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں ہو“ ﴿۵۴﴾ انہوں نے کہا: ”کیا تم ہمارے پاس حق لائے ہو یا یونہی کھیل کی (باتیں کرتے ہو)“ ﴿۵۵﴾ ابراہیم نے کہا: ”نہیں، بلکہ تمہارا پروردگار (حقیقی جو لائق عبادت ہے) وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے کہ جس نے ان کو پیدا کیا اور میں اس بات کا گواہ ہوں ﴿۵۶﴾ اور مجھے [۱] اللہ کی قسم ہے کہ میں تمہارے بتوں کا برا حال کروں گا جب تم (ان کے پاس سے) پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے ﴿۵۷﴾

ہر وقت کیوں لگے رہتے ہو“۔ حضرت ابراہیم کے باپ اور قوم کے لوگوں نے جواب دیا کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقہ پر ہیں، وہ بھی یہی کیا کرتے تھے جو ہم کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی مورتوں کی اس قدر تعظیم کرنے میں تم بھی بڑی غلطی میں پڑے ہوئے ہو، اور تمہارے باپ دادا بھی غلطی پر تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ بات سن کر ان کے باپ، اور ان کی قوم کے لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ جب تم ہم کو اور ہمارے باپ دادا کو غلطی پر بتاتے ہو، تو تم ہمارے طریقہ سے بڑھ کر کوئی ٹھیک طریقہ بتلا سکتے ہو، یا بچوں کی طرح جو دل میں آتا ہے وہ کہہ رہے ہو“۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ: ”جو منہ میں آئے وہ نہیں کہتا بلکہ میں تم کو ٹھیک طریقہ بتلاتا ہوں کہ جس اللہ نے آسمان زمین سب کچھ پیدا کیا، انسان پر اس کی تعظیم واجب ہے۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں اور خوب یقین سے کہتا ہوں کہ وہی اکیلا مالک ہے جس نے ان سب چیزوں کو بنایا ہے۔

[۱] تفسیر سدی اور تفسیر ابن ابی حاتم میں ان آیتوں کی تفسیر ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِیْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى یَّذْكُرُهُمْ یُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِیْمُ ﴿۶۰﴾

پس ابراہیم (علیہ السلام) نے ان سب کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا مگر ایک کو جوان سب کا بڑا تھا (چھوڑ دیا) کہ شاید وہ اس سے کچھ پوچھیں ﴿۵۸﴾ (جب وہ پھر کر آئے اور یہ حال دیکھا تو) کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کس نے کیا بیشک وہ بڑا ہی ظالم ہے ﴿۵۹﴾ کچھ لوگ کہنے لگے کہ ہم نے ایک جوان کو جو ابراہیم کہلاتا ہے ان (بتوں) کا (برائی سے) ذکر کرتے سنا ہے ﴿۶۰﴾

نصیحت سے ان کے باپ آذر اور قوم کے لوگوں نے بت پرستی نہیں چھوڑی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں یہ بات سمائی، کہ کبھی موقع پا کر ان بتوں کا پورا علاج کرنا چاہیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے لوگوں میں ہر سال ایک میلہ بستی کے باہر ہوا کرتا تھا، جس میں بستی کے سب لوگ جایا کرتے تھے۔ اس سال جب میلہ کا وقت آیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بیماری کا عذر ظاہر کر کے اس میلہ میں نہیں گئے، اور دبی ہوئی آواز میں سے بتوں کو توڑنے کی قسم کھائی۔ جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ قوم کے لوگوں کے بستی سے باہر چلے جانے کے بعد بت خانہ میں جا کر چھوٹے بتوں کو توڑ ڈالا، اور ایک بت کو جو سب میں بڑا تھا رہنے دیا، تا کہ وہ آ کر اپنے بت خانہ کی کیفیت دیکھیں۔ یا یہ معنی ہیں کہ بڑے بت کی طرف رجوع کریں۔ قوم کے لوگ جب بت خانہ میں گھسے تو بڑے طیش میں آئے، اور کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ گستاخی کس نے کی۔ یہ تو بڑے بیہودہ اور ظالم کا کام ہے۔ پھر آپس میں یوں کہنے لگے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کام ہے، اس کے سوا اور کوئی نہیں جوان کی برائی کرتا ہے۔ پھر یہ مشورہ ٹھہرا کہ ان کو ایک مجمع عام میں بلایا جائے تا کہ لوگ ان کے فعل کی گواہی دیں۔ غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام انکی مجلس میں آئے، اور انہوں نے سوال کیا کہ: "حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کیا تم نے کی ہے"۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: "یہ تمہارے معبود ہیں تو ان میں ہر قسم کی قدرت ہے۔ ان میں باہم لڑائی ہوئی ہوگی، بڑے نے چھوٹوں کو مار ڈالا ہوگا۔ پس تم انہیں سے پوچھ لو اگر ان میں بولنے کی طاقت ہے تو بتلا دیں گے"۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اچھے لوگوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف زیادہ ہو جاتا ہے، اس لئے ظاہری صورت کے جھوٹ پر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ اپنے تئیں ہمیشہ خطاوار سمجھ کر استغفار میں مشغول رہتے تھے۔ افسوس ہے ان غافلوں کے حال پر جو حقیقی جھوٹ میں ہر دم مبتلا رہتے ہیں اور بھول کر بھی استغفار نہیں کر سکتے۔

قَالُوْا فَأْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٢﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٣﴾ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾

وہ لوگ بولے تو اس کو سب آدمیوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ لوگ گواہی دیں (غرض وہ سب کے روبرو آئے) ﴿٦١﴾ اور وہ لوگ بولے کہ "اے ابراہیم! کیا یہ کام ہمارے معبودوں کے ساتھ تم نے کیا ہے ﴿٦٢﴾ ابراہیم نے کہا: "بلکہ ان کے اس بڑے بت نے کیا ہوگا، پس یہ ان (ہی) بتوں سے پوچھو اگر بولتے ہوں" ﴿٦٣﴾ پھر[1] وہ اپنے دلوں میں سوچنے لگے (اور سمجھے کہ ابراہیم حق پر ہے) پس کہنے لگے: "بیشک تم ہی لوگ ظالم ہو" ﴿٦٤﴾ پھر (شرمندہ ہوکر) سر نیچا کرلیا اور کلمہ حق کے بعد کفر کی طرف پلٹے (اور بولے) کہ تم کو تو معلوم ہے کہ یہ (بت کچھ) بولتے نہیں ﴿٦٥﴾ ابراہیم نے کہا: "پس کیا تم اللہ کے سوا ایسی چیز کو پوجتے ہو کہ جو نہ تمہیں کچھ نفع دے اور نہ کچھ نقصان پہنچائے" ﴿٦٦﴾

[1] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے لوگوں کو یہ کہہ کر چپ کرا دیا کہ ان بتوں ہی سے پوچھا جاوے کہ ان کو کس نے توڑا ہے۔ تو قوم کے لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس بات کو اپنے دل میں سوچا، اور آپس میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر یہ کہا کہ بغیر دیکھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتوں کے توڑنے کا الزام لگانا حقیقت میں ایک زیادتی اور بے انصافی کی بات ہے۔ پھر گردن جھکا کر شرمندگی سے کہنے لگے: "حضرت ابراہیم علیہ السلام تم کو کیا معلوم نہیں کہ یہ پتھر کے بت منہ سے نہیں بولتے"۔ قوم کے لوگوں سے یہ بات سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تمہارے بت جب ایسے عاجز اور بے بس ہیں کہ جس نے ان کو صدمہ پہنچایا اس کا مقابلہ نہ کر سکے، اور تمہارے پوچھنے پر یہ بھی نہیں بتلا سکتے کہ کس شخص نے ان کو صدمہ پہنچایا۔ تو پھر تم کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ تم اور تمہارے بت دونوں ہماری کے قابل ہیں۔ کیونکہ یہ بت اپنی پوجا کرنے والوں کے ساتھ نہ کچھ بھلائی کر سکتے ہیں، نہ پوجا کے چھوڑ دینے والوں کے ساتھ کچھ برائی۔

أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾ وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ ﴿٧٠﴾

(پس جواب سے عاجز آئے تو آپس میں) ۱؎ وہ لوگ کہنے لگے کہ ان کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کو کچھ کرنا ہے ﴿۶۸﴾ (غرض کہ انہوں نے اتفاق کر کے آگ میں ڈال دیا تو) ہم نے (آگ کو) حکم دیا ﴿۶۹﴾ کہ اے آگ! ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم پر سلامتی بن جا ﴿۶۹﴾ اور انہوں نے اس کا برا چاہا پس ہم نے انہی کو زیادہ نقصان پانے والوں میں کر دیا ﴿۷۰﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالنے کا قصہ اور آگ کے گلزار ہونے کا ذکر

۱؎ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نصیحت سے قوم کے لوگ اگرچہ بت پرستی کی برائی کو سمجھ گئے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں وہ لوگ دوزخی ٹھہر چکے تھے۔ اس لئے بجائے اس کے وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نصیحت کی کچھ قدر کرتے، انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہ بات نکالی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیں، اور اپنے معبودوں کا ان سے بدلہ لیں۔ اس لئے کہ تمہارے معبودوں کے ساتھ گستاخی کی ہے اگر تمہیں کرنا ہے تو کر گزرو۔ پھر آپ کو ایک مکان میں قید کر لیا اور قریہ کوثی میں ایک عمارت بنوائی، اور ایک ماہ تک بکوشش تمام قسم قسم کی لکڑیاں جمع کیں، اور ایک عظیم آگ جلائی۔ جس کی تپش سے ہوا میں اڑنے والے پرندے جل جاتے تھے، اور جب حضرت ابرہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا قصد کر رہے تھے تو اس وقت آپ کی زبان مبارک پر تھا (حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل) جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے عرض کیا کہ کیا کچھ کام ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تم سے نہیں''۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: ''تو اپنے ربّ سے سوال کیجئے''۔ فرمایا: ''سوال کرنے سے اس کا میرے حال کو جاننا میرے لئے کفایت کرتا ہے''۔ اور جو فرشتہ مینہ برسانے پر تعینات ہے، اس کو گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آگ بجھانے کا ہوگا لیکن اللہ کا حکم کسی ذریعہ کا محتاج نہیں۔ اللہ کے حکم سے خود آگ نے پانی کا کام دیا، کیونکہ جس طرح پانی سے باغ سرسبز ہوتا ہے، اسی طرح آگ سے گلزار قائم ہو گیا۔ اور تمام روئے زمین کی آگ اس وقت بجھ گئی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اس طرح آگ کے ٹھنڈے ہونے کا حکم دیتا جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو راحت کا ذکر نہ ہوتا، تو بلاشک اس روز حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ کی ٹھنڈک سے تکلیف اٹھانی پڑتی۔ اس قصہ کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سولہ برس کی تھی۔ غرض یہ کہ آگ کی گرمی زائل ہو گئی اور روشنی باقی رہی، اور ان کی مراد پوری ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مچھروں کے عذاب سے نمرود کو اور اس کے لشکر کو ہلاک کیا۔

وَ نَجَّيْنٰهُ وَ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَ يَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ۙۚ وَ لُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَّ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿۷۴﴾ۙ

اور [ا] ہم نے ابراہیم کو اور لوط کو بچا نکالا اس زمین کی طرف جس میں ہم نے دنیا جہان والوں کے لئے برکت رکھی تھی ﴿۷۱﴾ اور ہم نے اس کو اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عطا کیا، اور ہر ایک کو ہم نے نیک بخت کیا ﴿۷۲﴾ اور ہم نے ان کو پیشوا کیا کہ ہمارے حکم سے (لوگوں کو) ہدایت کرتے اور ہم نے ان کو وحی بھیجی اچھے کام کرنے اور نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی، اور وہ ہماری عبادت کرتے تھے ﴿۷۳﴾ اور (اسی طرح) لوط کو ہم نے حکومت اور علم عطا فرمایا اور ہم نے اس بستی سے اسے نجات دی جس کے (باشندے) گندے کام کیا کرتے تھے، بیشک وہ لوگ بڑے بدکار گنہگار تھے ﴿۷۴﴾

[ا] ان آیتوں میں فرمایا کہ علاوہ آگ کے صدمہ سے بچانے کے، ایسی دشمن قوم کی بستی میں رہنے کی آفت سے بھی نجات اس طرح دی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بھتیجے لوط علیہ السلام کو ملک شام کی سرسبز اور برکت والی زمین میں (کہ جہاں کثرت سے انبیاء علیہم السلام ہوئے) پہنچا دیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فقط بیٹے کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان میں سے ہر ایک کو اللہ کی فرمانبرداری کی توفیق دی، اور ایسا پیشوا مقرر کیا کہ جن کے سبب سے بہت لوگوں کو نیک راہ کی سمجھ آ گئی۔ اور نماز زکوٰۃ اور ہر طرح کے نیک کاموں کے بجالانے کا حکم دیا، اور اپنی ذات سے بھی اس حکم کی انہوں نے پوری تعمیل کی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے لوط علیہ السلام بھی ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ جب ملک شام میں پہنچ کر بسنے لگے تو ملک شام کی ایک بستی سدوم کے لوگوں کو لڑکوں سے بدفعلی کرنے کی عادت تھی۔ اسی کو گندے کام فرمایا، اسی کا ذکر سورہ ہود (پارہ ۱۲) میں تفصیل سے گذر چکا ہے۔

وَاَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۷۵﴾ وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ ﴿۷۶﴾ وَ نَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۷۷﴾ وَ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ ﴿۷۸﴾

اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل کیا نیکوں میں ﴿۷۵﴾ اور (اسی طرح) نوح کا قصہ [۱] بیان کرو جبکہ اس سے پہلے اس نے ہمیں پکارا تو ہم نے اس کی دعا قبول کی، پس اس کو اور اس کے گھر والوں کو بڑی مصیبت سے نجات دی ﴿۷۶﴾ اور ہم نے اس کو اس قوم پر مدد دی جنہوں نے جُھٹلایا تھا ہماری آیتوں کو، بیشک وہ بہت بری قوم تھی پس ہم نے ان سب کو غرق کر دیا ﴿۷۷﴾ اور [۲] داؤد اور سلیمان کو یاد کرو جب وہ ایک کھیتی کا جھگڑا فیصل کرتے تھے جس وقت اس کھیت میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت چر گئیں، اور ہم ان کے حکم کے وقت حاضر تھے ﴿۷۸﴾

[۱] جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے حق میں بد دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بد دعا سن لی۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کو مع ان کے ساتھیوں کے طوفان کے عذاب سے بچا کر باقی قوم کو طوفان کے عذاب سے ہلاک کر دیا۔ جس کا قصہ تفصیل سے سورہ ہود (پارہ ۱۲) میں گذر چکا ہے۔

حضرت داؤد، حضرت سلیمان علیہما السلام کا واقعہ

[۲] ان آیتوں میں داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔ سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے کہ جالوت و طالوت کی لڑائی میں حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا۔ اور حضرت شمویل علیہ السلام کی وفات کے بعد نبوت و بادشاہت یہ سب کچھ حضرت داؤد علیہ السلام کے خاندان میں آ گیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی بادشاہت کے زمانہ میں ایک شخص کی کھیتی دوسرے شخص کی بکریاں رات کو چر گئیں۔ جب یہ جھگڑا حضرت داؤد علیہ السلام کے روبرو پیش ہوا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق حضرت داؤد علیہ السلام نے اس جھگڑے کا فیصلہ کچھ یوں کیا کہ وہ بکریاں کھیتی والے شخص سے دلا دیں۔ اسی قوم کے موافق سلیمان علیہ السلام نے اس فیصلہ کا حال سن کر اپنی جگہ یہ کہا کہ فریقین کیلئے اس سے زیادہ آسانی کی شکل بھی ہو سکتی ہے۔ اس وقت آپ کی عمر گیارہ سال کی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے وہ صورت دریافت کی تو حضرت

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

پس ہم نے فیصلہ (کرنے کا طریقہ) سلیمان کو سمجھا دیا اور ان دونوں کو ہم نے حکومت اور علم عطا کیا اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے تابع کر دیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو بھی (تابع کر دیا تھا)، اور یہ (سب کچھ) ہم ہی کرتے تھے ﴿۷۹﴾ اور ہم نے اس کو ایک پہناوا (یعنی زرہ بنانے) کی صنعت تم لوگوں کے (نفع کے) لئے سکھائی تا کہ وہ (زرہ) تم کو (لڑائی میں) میں ایک دوسرے کی زد سے بچائے پھر کیا تم شکر کرو گے (یا نہیں) ﴿۸۰﴾

سلیمان علیہ السلام نے یہ تجویز کی کہ بکری والا کاشت کرے، اور جب تک کھیتی اس حالت کو پہنچے جس حالت میں بکریوں نے کھائی ہے اس وقت تک کھیتی والا بکریوں کے دودھ وغیرہ سے نفع اٹھائے، اور کھیتی اس حالت کو پہنچ جانے کے بعد کھیتی والے کو کھیتی دیدی جائے۔ بکری والے کو اس کی بکریاں واپس کر دی جائیں۔ یہ تجویز داؤد علیہ السلام نے پسند فرمائی ان دونوں فیصلوں کا ذکر ان آیتوں میں فرمایا۔ اگرچہ ان دونوں فیصلوں کا حال اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ نے داؤد اور سلیمان علیہم السلام دونوں کو نبوت اور بادشاہت عطا کی ہے۔ جس کا ظہور داؤد علیہ السلام کے حق میں تو ہو گیا، سلیمان علیہ السلام کو وارث کے طور پر داؤد علیہ السلام کے بعد ملی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں اور پرندوں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ داؤد علیہ السلام کے ذکر الٰہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کریں، یعنی داؤد علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق یہ بات لوح محفوظ میں لکھی جا چکی تھی کہ پہاڑ اور پرند داؤد علیہ السلام کے تابعدار رہیں گے۔ اور داؤد علیہ السلام کو لوہے کو آگ میں تپانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی بلکہ تاگے کی طرح لوہے کو ہاتھ سے بٹ کر زرہ بناتے تھے، جو لڑائی کے وقت دشمن کے زور سے بچنے کے لئے کام آتی تھی۔ پھر فرمایا لوگوں کو ان کا شکر یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ادا کرنا چاہئے۔ داؤد علیہ السلام کے ذکر کے بعد سلیمان علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا تھا کہ وہ ان کے تخت کو مہینہ بھر کے راستہ کے شہر کو دوپہر تک پہنچا دیتی تھی، اور پھر شام کو برکت والی زمین ملک شام میں وہ اپنے تخت پر بیٹھ کر آ جاتے تھے۔ آگے کا مطلب وہی ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق یہ بات لوح محفوظ میں لکھی جا چکی تھی کہ جنات اور ہوا سلیمان علیہ السلام کے فرمانبردار رہیں گے۔ اسی طرح فرمایا کہ ہوا کی طرح جنات کو بھی ان کا فرمانبردار کر دیا تھا کہ وہ غوطہ لگا کر سمندر میں سے موتی نکالتے تھے، اور طرح طرح کے اور بھی کام کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جنات کو اسی طرح تھام رکھا تھا وہ بنی آدم کو ستا نہیں سکتے تھے۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۲﴾ۙ وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾ۚۖ

اور سلیمان کے لئے تیز ہوا کو تابع کیا کہ اس کے حکم سے چلتی اس زمین کی طرف کہ جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور ہم کو ہر چیز معلوم ہے ﴿۸۱﴾ اور تابع کیا ہم نے شیاطین کی جماعت کو وہ جو سلیمان کے لئے دریا میں غوطہ لگاتے تھے (تاکہ موتی نکال کر دیں) اور وہ اس کے سوا اور بھی کام کرتے تھے اور ہم ان کو روکے ہوئے تھے (کہ ہمارے حکم سے باہر نہ ہوں) ﴿۸۲﴾ اور ۱؎ ایوب کو یاد کرو جب کہ اس نے پکارا اپنے پروردگار کو: "مجھے تکلیف پہنچ رہی ہے اور تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے" ﴿۸۳﴾

حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ

۱؎ ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح روایت ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دنیا میں سب سے زیادہ آزمائش انبیاء کی ہوا کرتی ہے"۔ اس عادت الٰہی کے موافق ایوب علیہ السلام کی یہ آزمائش ہوئی کہ ان کے بیٹے سب مرگئے، مال سارا برباد ہوگیا۔ خود ایسے بیمار ہوئے کہ تمام بدن میں کیڑے پڑگئے۔ بستی کے لوگوں نے بستی کے باہر ان کو ڈال دیا۔ سوائے ان کی بی بی کے اور کسی نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ بعض روایتوں کے موافق تیرہ برس، اور بعض کے موافق اٹھارہ برس تک یہی حال رہا۔ ایک دن آپ کے کسی دوست نے یہ بات کہی کہ ایوب علیہ السلام سے کوئی ایسا بڑا گناہ ہوگیا ہے جو اٹھارہ برس کی تکلیف اٹھا کر بھی معاف نہیں ہوا۔ اس سخت کلمہ کی برداشت ایوب علیہ السلام نہ کرسکے، اور اس کلمہ کے سننے کے بعد انہوں نے اپنی تندرستی کی دعا کی۔ جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرما کر ان کو تندرست کردیا۔ جس کا تفصیلی ذکر قصہ سورہ ص (پارہ ۲۳) میں آوے گا۔ تفسیر ضحاک میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ تندرست ہوجانے کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام کے ۲۳ لڑکے پیدا ہوئے، اور آپ کی بی بی صاحبہ کو دوبارہ جوانی عنایت کی۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر سونے کی ٹڈیوں کا مینہ برسایا، جس سے ایوب علیہ السلام بہت مالدار ہوگئے۔ آگے فرمایا کہ اللہ کے نیک بندوں کے حق میں یہ قصہ اس بات کی نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو اس طرح آزماتا ہے اور اس کا انجام یوں اچھا ہوتا ہے۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ۚۖ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖۗ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾ۚۖ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

پس ہم نے اس کی دعا قبول کی تو جو اس کو تکلیف تھی ہم نے دور کر دی اور (بغیر مانگے) ہم نے اس کو اس کے گھر والے (پھر سے) عطا فرمائے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اپنے پاس سے رحمت فرما کر اور بھی دیئے اور نصیحت ہو عبادت کرنے والوں کو ﴿۸۴﴾ اور اسمٰعیل ۱؎ اور ادریس اور ذوالکفل کو یاد کرو وہ سب صبر کرنے والے تھے ﴿۸۵﴾ اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا بیشک وہ نیک لوگوں میں سے تھے ﴿۸۶﴾ اور ۲؎ ذوالنون (یعنی حضرت یونس) کو یاد کرو جب وہ (اپنی قوم سے) غصہ ہو کر چلا گیا، تو اس نے گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے، پس اس نے اندھیریوں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، پاکی ہے تجھ کو بیشک میں قصوروار ہوں ﴿۸۷﴾ پس ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اس کو ہم نے غم سے نجات دی اور ہم ایمان والوں کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں ﴿۸۸﴾

حضرت اسمٰعیل، حضرت ادریس اور حضرت ذوالکفل علیہم السلام کا ذکر

۱؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت ذوالکفل علیہ السلام یہ سب کے سب صابر تھے۔ اور ان سب کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا کیونکہ یہ نیک بندے تھے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ

۲؎ یہ حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ یہاں اور سورہ و الصافات اور سورہ ن میں کئی جگہ آیا ہے۔ حضرت یونس ابن متی علیہ السلام

وَ زَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَ وَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَ اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَ يَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا ؕ وَ كَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾

اور زکریا[۱] کو یاد کرو جب کہ اس نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ (یعنی مجھ کو فرزند عطا فرما کہ میرا وارث ہو) اور تو سب سے بہتر وارث ہے ﴿۸۹﴾ پس ہم نے اس کی دعا قبول کی اور ہم نے اس کو یحییٰ فرزند عطا فرمایا اور اس کے لئے اس کی بی بی کو (جو کہ بانجھ تھی) اولاد کے قابل کر دیا۔ بیشک وہ سب نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں امید اور خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے آگے گڑگڑاتے تھے ﴿۹۰﴾

کو اپنی قوم سے جس نے ان کی دعوت نہ قبول کی تھی، اور نصیحت نہ مانی تھی اور کفر پر قائم رہی تھی۔ آپ نے گمان کیا کہ یہ ہجرت آپ کے لئے جائز ہے۔ کیونکہ اس کا سبب صرف کفر اور اہل کفر کے ساتھ بغض، اور اللہ کے لئے غضب کرنا ہے۔ لیکن آپ نے اس ہجرت میں حکم الٰہی کا انتظار نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلی کے پیٹ میں ڈالا۔ کئی قسم کی اندھیریاں تھیں۔ دریا کی اندھیری، رات کی اندھیری، مچھلی کے پیٹ کی اندھیری، اور اندھیریوں میں حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے اس طرح دعا کی جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے کہ میں اپنی قوم سے قبل تیرا اذن پانے کے جدا ہوا۔ (حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی مصیبت زدہ بارگاہ الٰہی میں ان کلمات سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے یعنی: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کی فضیلت قرآن مجید سے ثابت ہے) پھر حضرت یونس علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی کہ اس رنج و غم سے ان کو نجات دے کر پھر اسی قوم کی ہدایت کیلئے انہیں بھیجا۔ اسی کا ذکر ان آیتوں میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنے نیک بندوں کو ہر ایک بلا سے نجات دیتا ہے زیادہ تفصیل سورہ والصافات (پارہ ۲۳) میں آوے گی۔

حضرت زکریا اور حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر

[۱] حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ سورہ آل عمران میں اور سورہ مریم میں گذر چکا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مریم علیہا السلام کی ماں اور زکریا علیہ السلام کی ماں کو صاحب اولاد کیا تو زکریا علیہ السلام کے دل میں بھی یہ امید پیدا ہوئی کہ ان کے بڑھاپے اور ان کی بی بی کے بانجھ پنے کی حالت میں ان کو بھی اللہ تعالیٰ صاحب اولاد کر دیوے۔ اسی امید پر انہوں نے یہ دعا کی جس کا

وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۭ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾

اور [۱] اس عورت (بی بی مریم) کو یاد کرو جس نے اپنی عفت کو محفوظ رکھا تو اس میں ہم نے اپنی روح پھونکی اور ہم نے اس کو اور اس کے بیٹے (عیسیٰ) کو سارے جہان کیلئے نشانی بنایا ﴿۹۱﴾ (مسلمانو!) [۲] بیشک تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں، پس تم میری ہی عبادت کیا کرو ﴿۹۲﴾ اور (اس کے بعد) لوگوں نے اپنے کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لئے (یعنی دین میں اختلاف کیا اور فرقے فرقے ہو گئے) پس سب کو ہماری طرف پھرنا ہے ﴿۹۳﴾ تو جو کوئی اچھے کام کرے اور وہ ہو ایمان والا تو اس کی کوشش اکارت (ضائع) جانے والی نہیں اور ہم اس کو لکھ رہے ہیں ﴿۹۴﴾

ذکر ان آیتوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی وہ دعا قبول فرمائی، ان کی بی بی کا بانجھ پن کھول دیا، اور ان کے گھر میں یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ آگے فرمایا زکریا علیہ السلام، ان کی بی بی، ان کے بیٹے یحییٰ علیہ السلام، یہ سب نیک کاموں میں چست، اور اللہ کی رحمت کے امیدوار، اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کی عبادت کرنے والے تھے۔ اور اللہ کی عظمت کے آگے اپنے آپ کو اس کا حقیر اور ادنیٰ بندہ سمجھتے تھے۔

[۱] سورۂ مریم میں اس قصہ کی تفصیل زیادہ ہے اس لئے سورۂ مریم کی آئتیں گویا اس آیت کی تفسیر ہیں۔ مریم علیہا السلام کو اور عیسیٰ علیہ السلام کو سب جہان والوں کے لئے عبرت اور قدرت کا نمونہ بنایا کہ بن باپ کے فرزند دکھایا بالخصوص بنی اسرائیل کو۔

[۲] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہاں امت کے معنی دین کے کئے ہیں، کہ اللہ کی وحدانیت اور اس کے احکام کی پابندی اصل دین ہے۔ اس مقصد کے پھیلانے میں سارے انبیاء ایک ہیں، لیکن جن لوگوں کی ہدایت کے لئے انبیاء بھیجے گئے انہوں نے انبیاء کی نصیحت کو نہیں مانا۔ اور ایک دین کے بہت کے دین ٹھہرائے۔ مثلاً کوئی ستارہ پرست و آتش پرست۔ پھر فرمایا ایک دن یہ سب اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہوں گے۔ اور ایماندار کے نیک عمل کی جزا رائیگاں نہ جاوے گی، کیونکہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا، اور اس سے بھی زیادہ اجر جن نیکیوں کا ہے، وہ سب نیکیاں دفتر الٰہی میں صبح و شام لکھی جاتی ہیں۔ اسی طرح بدلوگ اپنی بدی کی سزا سے کسی طرح بچ نہ سکیں گے، کہ ان لوگوں کے سب برے عملوں کا اعمال نامہ بھی دفتر الٰہی میں موجود ہے۔

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِىَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِىْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾

اور ۱؎ حرام ہے اس بستی پر جسے ہم نے ہلاک کر دیا کہ وہ (دنیا میں) پھر لوٹ آویں ﴿۹۵﴾ یہاں تک کہ جب یاجوج وماجوج کھولے جائیں اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوں گے ﴿۹۶﴾ اور ۲؎ (خدا کا ٹھہرایا ہوا) سچا وعدہ قریب آیا (یعنی قیامت) پس ناگہاں یہ حال ہوگا کہ کافروں کی آنکھیں (دہشت سے) کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور وہ کہیں گے کہ ہائے ہماری خرابی! بیشک ہم اس (ہولناک گھڑی) سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ہی ظالم تھے ﴿۹۷﴾

۱؎ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے موافق آیت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ نافرمانی کے سبب سے جس بستی والوں کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا، ایسے لوگوں پر قیامت تک دنیا میں پھر آنا انتظام الٰہی میں حرام ٹھہر چکا ہے۔ ایسے نافرمان لوگ جب مر جاتے ہیں، اور منکر نکیر کے جواب کیلئے ان کے جسم میں روح پھر اللہ کے حکم سے آ جاتی ہے، تو ایسے لوگوں کا ٹھکانہ ان کو دوزخ دکھا کر اللہ کے فرشتے ان سے یہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن اسی ٹھکانے میں رہنے کے لئے تم کو دوبارہ زندہ کیا جاوے گا۔ اس وقت ایسے لوگ دنیا میں دوبارہ آنے اور نیک کام کرنے کی تمنا ظاہر کرتے ہیں تو ان کو یہی جواب ملتا ہے کہ اب دنیا میں قیامت تک دوبارہ جانا ممکن نہیں۔ یاجوج اور ماجوج جو کہ دو قبیلے ہیں ان کا نکلنا قیامت کی علامت ہے۔

قیامت کا ذکر۔ بت پرستوں کا حشر

۲؎ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جب یاجوج ماجوج نکلیں گے تو ان کی کیفیت یہ ہوگی کہ تمام عالم میں پھریں گے، اور تمام دریاؤں کا پانی پی جائیں گے، اور خشک وتر جو کچھ پائیں گے کھائیں گے۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کی برکت سے سب کو ہلاک کر دے گا۔ اس وقت اللہ کا سچا وعدہ قریب ہو جائے گا اور قیامت قائم ہوگی۔ تو اس وقت کافروں کی کیفیت یہ ہوگی کہ خوف اور دہشت کے مارے رحمت کے انتظار میں اوپر کی طرف ٹکٹکی بندھ جائے گی، اور وہ کہیں گے کہ: ”ہمارے حال پر افسوس ہے۔ ہم غفلت میں تھے، اور اس حال سے بے خبر تھے، اور بے خبر کیا تھے بلکہ ظالم تھے، کیونکہ پیغمبروں کی بات ہم نے نہ سنی اور ان کو جھٹلاتے اور جھگڑا کرتے تھے۔

اِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَ كُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ هُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰىۤ ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

بیشک [۱] تم (اے مشرکین) اور وہ تمام چیزیں جن کی اللہ کے سوا پوجا کرتے ہو (یعنی بتوں کی) سب دوزخ کا ایندھن ہو، تم سب اس میں داخل ہو گے ﴿۹۸﴾ اگر یہ (تمہارے بت) معبود ہوتے تو اس (دوزخ) میں نہ جاتے اور یہ سب اس میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۹۹﴾ وہ اس دوزخ میں چیخ دھاڑ کریں گے اور وہ اس جگہ کچھ نہ سنیں گے [۲] (اپنے رونے کے غل میں) ﴿۱۰۰﴾ بیشک وہ جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی کا وعدہ ہو چکا وہ لوگ دوزخ سے (اس قدر) دور رکھے جاویں گے ﴿۱۰۱﴾

[۱] **شان نزول:** مطلب یہ ہے کہ مشرک لوگ اور جن بتوں کو یہ پوجتے ہیں، قیامت کو یہ سب دوزخ کا ایندھن بنائے جائیں گے۔ اور ہمیشہ دوزخ میں ان کا ٹھکانا ہوگا۔ ان سے پوچھا جاوے کہ اگر ان کے بت معبود ہونے کی صلاحیت رکھتے تو خدا کے نزدیک ان کی بھی قدر و منزلت ہوتی، کہ خدا ان کو دوزخ کا ایندھن نہ ٹھہراتا۔ جب آنحضرت ﷺ نے یہ آیتیں مشرکوں کو پڑھ کر سنائیں تو ایک شخص ابن الزبعری شاعر نے آنحضرت ﷺ سے بڑا جھگڑا کیا، اور کہا کہ سوا اللہ تعالیٰ کے حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام اور ملائکہ کا کیا حال ہوگا۔ کیونکہ یہود تو حضرت عزیر کو پوجتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آگے کی آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ جن سے اللہ تعالیٰ نجات کا وعدہ فرما چکا ہے وہ دوزخ سے دور رکھے گئے ہیں۔ پھر یہ سن کر ابن الزبعری مسلمان ہو گئے اور آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کی مدح میں بہت شعر انہوں نے کہے۔ حاصل یہ ہے کہ کلمہ گو گنہگار جب دوزخ سے نکل کر جنت میں جا چکیں گے، اور کلمہ کے منکر مشرک لوگ اور ان کے بت دوزخ میں رہ جاویں گے، تو ان کو یہ حکم سنا دیا جاوے گا کہ اب تم اور تمہارے جھوٹے معبود ہمیشہ دوزخ میں پڑے رہو۔ یہ حکم سن کر یہ لوگ روئیں گے، چلائیں گے، اور ان میں ہر ایک شخص اپنے اپنے عذاب کی تکلیف میں ایسا بدحواس ہوگا کہ ایک شخص دوسرے کے رونے کی آواز بھی نہ سنے گا۔

[۲] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ منکر نکیر کے سوال و جواب کے بعد فرشتے اللہ کے حکم سے نیک لوگوں کو ان کا جنت کا ٹھکانا دکھا کر یہ وعدہ خوشخبری کے طور پر سنا دیتے ہیں کہ اسی ٹھکانے میں ہمیشہ رہنے کے لئے تم کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جاوے

لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ ۚ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ

(کہ) دوزخ (کے جوش) کی آواز بھی نہ سنیں گے اور وہ لوگ اپنی جی چاہی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۱۰۲﴾ انہیں (نفخہ آخیرہ کی) بڑی سے بڑی گھبراہٹ غم میں نہ ڈالے گی اور قبر سے نکلتے وقت) فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے (اور کہیں گے) کہ یہی تو تمہارا وہ دن ہے جس کا تم کو وعدہ دیا جاتا تھا ﴿۱۰۳﴾ جس [۱] دن ہم آسمانوں جو اس طرح لپیٹ دیں گے جیسے سجل فرشتہ نامۂ اعمال کو لپیٹتا ہے، ہم نے جس طرح اول بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کر دیں گے، یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے۔ بیشک ہم ضرور (اس کو پورا) کریں گے ﴿۱۰۴﴾ اور [۲] بیشک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا۔

گا، تو قبر سے اٹھتے ہی وہ خوشخبری کا وعدہ ان نیک لوگوں کو اللہ کے فرشتے پھر یاد دلائیں گے کہ تمہارا وہ دن ہے کہ جس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا تھا یعنی یہ تمہارے سیر و تماشہ کا دن ہے اور عزت اور عظمت کا۔

نامہ اعمال لکھنے والے فرشتہ کا نام

[۱] ان آیتوں میں ارشاد ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمان کو لپیٹ لیوے گا جس طرح سجل فرشتہ یعنی کاتب مکتوبوں (نامہ اعمال) کو لپیٹ دیتا ہے۔ سجل ایک فرشتہ کا نام ہے۔ انسان کے منہ سے جو کچھ نکلتا ہے اس کو کراماً کاتبین لکھ لیتے ہیں۔ پھر جمعرات کے روز اس میں سے آسمان پر صرف وہ باتیں چھانٹ لی جاتی ہیں جو ثواب یا عذاب کے قابل ہیں۔ غرض اس کام کا دفتر جو آسمان پر ہے، اس کے اہل دفتر میں سجل نام کا فرشتہ ہے جو کہ دوسرے آسمان پر ہے۔ آگے آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اب بچہ ننگے پاؤں، بدن بغیر ختنہ کیا ہوا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے قیامت کے دن سب لوگ قبروں سے اسی حالت میں اٹھیں گے۔ پھر فرمایا دوبارہ پیدا کرنے کا اللہ تعالیٰ کا ایک یقینی وعدہ ہے جس کا ظہور ضرور ہوگا۔

[۲] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ پہلے لوح محفوظ میں، اور لوح محفوظ کے بعد انبیاء پر جو کتابیں نازل کی گئیں، ان میں اللہ تعالیٰ نے یہی لکھا ہے کہ جنت کی زمین کے وہی لوگ وارث ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں نیک ٹھہر چکے ہیں۔

اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے ﴿۱۰۵﴾ بیشک اس (قرآن) میں (ہدایت کا) کافی مضمون ہے ان لوگوں کے لئے جو عبادت کرنے والے ہیں ﴿۱۰۶﴾ اور (اے محبوب ۱؎ صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تم کو جہان بھر کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے ﴿۱۰۷﴾ تم فرماؤ: ''مجھے تو یہی وحی آئی ہے کہ تمہارا معبود (حقیقی) صرف ایک ہی خدا ہے، تو کیا تم اسلام لاتے ہو (یا نہیں) ﴿۱۰۸﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جہاں بھر کیلئے باعثِ رحمت ہونا

۱؎ ان آیتوں میں ارشاد ہوتا ہے کہ ایسے لوگ آسمان و زمین میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ہزاروں نشانیوں سے اللہ تعالیٰ کو تو پہچان سکتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی اور نامرضی کے کاموں کی تفصیل ان کو بغیر آسمانی کتاب کے نہیں معلوم ہو سکتی تھی۔ اس واسطے خالص دل سے اللہ کی عبادت کرنیوالوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس قرآن شریف میں اپنی مرضی اور نامرضی کی باتیں کافی طور پر بتلا دی ہیں۔ اور اے رسول اللہ کے! تم کو جو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے تو یہ جہان بھر کے لوگوں کے حق میں اللہ کی رحمت ہے۔ کیونکہ جو لوگ تمہاری فرمانبرداری اور قرآن کی نصیحت کے پابند رہیں گے، ان کو دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ حکومت و ثروت سب کچھ دے گا، اور عقبیٰ میں ان کے نیک کاموں کے بدلہ میں ہمیشہ کے لئے عیش کا سامان عطا فرماوے گا، اور نافرمان لوگوں کے حق میں رحمت یوں ہے کہ آپ کے قدموں کی برکت سے ان عذابوں سے دنیا میں وہ بچ گئے جن میں سابقہ قومیں ہلاک ہوئی تھیں۔ آگے فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! تم مشرکوں سے کہہ دو کہ مجھ کو قرآن میں یہی حکم ہے کہ جس اللہ نے انسان کو اور انسان کی سب ضرورت کی چیزوں کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ اس میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ تو انسان پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں انسان کسی کو شریک نہ کرے۔ اس حق کے ادا ہونے کے بعد انسان کا اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہوگا کہ ایسے لوگوں کو قیامت کے دن دوزخ کے عذاب سے بچاوے۔ اس نصیحت کے بعد ان مشرکوں سے پوچھا جاوے کہ یہ لوگ اسلام لاتے ہیں یا اپنے آپ کو عذاب کے قابل ٹھہراتے ہیں۔ پھر فرمایا اس نصیحت کو سن کر اگر یہ لوگ مکرائی کریں تو ان سے کہہ دیا جاوے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حق کے ادا کرنے اور نہ کرنے دونوں باتوں کا انجام تم لوگوں کو جتلا دیا ہے۔ اور میں نہیں کہہ سکتا کہ قرآن کی نصیحت کے نہ ماننے والوں پر دیر سویر کب عذاب آ جائے۔ پھر فرمایا کہ ان لوگوں کے دل میں جو شرک کا عقیدہ ہے، وہ ان کے ہاتھ پیروں کے شرک کے کام اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہیں۔ اور میں کچھ نہیں جانتا

فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ اٰذَنۡتُكُمۡ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ وَاِنۡ اَدۡرِىۡۤ اَقَرِيۡبٌ اَمۡ بَعِيۡدٌ مَّا تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۱۰۹﴾ اِنَّهٗ يَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ مِنَ الۡقَوۡلِ وَيَعۡلَمُ مَا تَكۡتُمُوۡنَ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنۡ اَدۡرِىۡ لَعَلَّهٗ فِتۡنَةٌ لَّكُمۡ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيۡنٍ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ رَبِّ احۡكُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحۡمٰنُ الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾ ع

پس اگر یہ لوگ نہ مانیں تو فرمادو کہ میں نے تم (سب) کو (امر حق سے) برابر آگاہ کر دیا اور میں کیا جانوں کہ قریب ہے یا دور ہے وہ جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے ﴿۱۰۹﴾ بیشک اللہ جانتا ہے آواز کی بات کو اور جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو ﴿۱۱۰﴾ اور میں نہیں جانتا ہوں شاید اس (مہلت) میں تمہارے لئے آزمائش ہو اور ایک وقت (یعنی موت) تک (اس سے) فائدہ ہو ﴿۱۱۱﴾ نبی نے عرض کی کہ اے میرے ۱ے رب! حق فیصلہ فرمادے اور ہمارا پروردگار بڑا مہربان ہے اسی سے ان باتوں میں جو تم بناتے ہو مدد مانگی جاتی ہے ﴿۱۱۲﴾

مگر اتنا خیال کرتا ہوں کہ جن امور کا تم سے وعدہ ہوا ہے، اس کی تاخیر میں تمہارے لئے آزمائش ہے اور فتنہ ہے۔ اور ایک وقت خاص تک مہلت ہے یعنی موت تک زندگی سے لطف اٹھاؤ۔

۱ے اے رسول اللہ کے! تم اپنے پروردگار سے اس طرح عرض کرو کہ یا الٰہی! ان کافروں اور مسلمانوں میں سچا فیصلہ کردے، اور یہ جھگڑا چکادے، اور کہہ دو کہ ہمارا پروردگار جو بڑا مہربان ہے، ان باتوں پر مدد چاہی جاتی ہے جو تم جھوٹ بناتے ہو۔

آیاتہا ۷۸ — ۲۲ سُوۡرَةُ الۡحَجِّ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۳ — رکوعاتہا ۱۰

سورۃ الحج مدینہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھتر آیتیں اور دس رکوع ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورۃ الحج: جو شخص سفر کے وقت اس سورت کو پڑھے اللہ تعالیٰ اس سورت کی برکت سے بخیر و عافیت منزل مقصود پر پہنچا دے گا اور کسی قسم کا خطرہ نہ ہوگا۔ اگر یہ ساری سورت لکھ کر حاکم ظالم کی جگہ پر رکھ دے تو وہ وہاں سے دفع ہو جاوے گا۔ اور یایہا الناس سے عظیم تک لکھ کر عورت کے رحم پر باندھے تو ان شاء اللہ تعالیٰ حمل محفوظ رہے گا۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ② وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ③

اے لوگو! ۱؎ اپنے پروردگار (کے عذاب) سے ڈرو بیشک قیامت کا زلزلہ بڑی (بھاری) چیز ہے ① جس دن کہ تم (لوگ) اس کو دیکھو گے اس دن (کسی کو کسی کا ہوش نہیں رہے گا) تمام دودھ پلانے والیاں اس کی ہیبت سے) اپنے دودھ پیتے بچہ کو بھول جائیں گی اور ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی، اور (اے مخاطب!) تجھے لوگ نشہ کی سی حالت میں نظر آویں گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے ولیکن اللہ کا عذاب سخت ہے ② اور ۲؎ کچھ ایسے لوگ ہیں کہ جو اللہ کے معاملہ میں بے جانے بوجھے جھگڑا کرتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کے پیچھے ہو لیتے ہیں ③

قیامت کے زلزلہ کا ذکر

۱؎ ان آیتوں میں فرمایا کہ اے لوگو! اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرو، اور اس کی اطاعت میں مشغول ہو۔ بیشک قیامت کا زلزلہ سخت خوفناک اور بڑی بھاری چیز ہے۔ جب تم اس کو دیکھو گے یعنی پہلے صور کے وقت جو زمین ہلے گی، اور پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی، اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاویں گے، اور آسمان سے آواز آئے گی کہ: ''اے لوگو! خدا کا حکم آ پہنچا'' پس مخلوق میں ایک بڑا تہلکہ اور کہرام پڑ جائے گا۔ اور ایسی دہشت ہوگی کہ دودھ پلانے والی مائیں اپنے دودھ پیتے بچہ کو بھول جائیں گی، اور ہر ایک حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی۔ بلکہ عذاب الٰہی کے خوف سے لوگوں کے ہوش جاتے رہیں گے۔

گستاخان اسلام کا انجام

۲؎ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی جو بڑا ہی جھگڑالو تھا، اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں اور قرآن کو پہلوں کے قصہ بتاتا تھا، اور حشر کا بڑا سخت منکر تھا۔ تو بدر کی لڑائی میں وہ حالت کفر میں مارا گیا، اور اس کے ساتھی دو ایک اور شریر تھے جو بجلی گر کر ہلاک ہوئے۔ ایسے لوگوں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ جس کے حاصل معنی یہ ہیں کہ نضر بن حارث اور اس کے ساتھیوں کی طرح آدمی کو دین کی بات میں عقل سے جھگڑنا نہیں چاہیے۔ کیونکہ جن باتوں کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے ان میں

كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ وَيَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ۝٤ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِن مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ

(حالانکہ) شیطان کی بابت لکھا جا چکا ہے۔ کہ جو شخص اس سے تعلق رکھے گا (یعنی اس کی پیروی کرے گا) تو وہ اس کو گمراہ کر کے رہے گا اور اس کو رستہ دکھلائے گا عذاب دوزخ کا ۝ اے لوگو! ۱؎ اگر تم کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے سے شک (وانکار) ہو تو (یہ غور کرو) بیشک ہم نے تمہیں پیدا کیا (یعنی آدم کو) مٹی سے، پھر نطفہ سے، پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر گوشت کے ٹکڑے سے کہ کسی کی پوری صورت بنائی اور کسی کی ناقص تاکہ اپنی (قدرت کی) نشانیاں تم کو ظاہر کریں۔

سے اکثر باتوں کی مصلحت کو عقل نہیں پہنچ سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعہ جو دین کی باتیں بتلادی ہیں، ان باتوں کو چھوڑ کر جو شخص عقلی شیطانی وسوسوں میں پڑے گا تو دین و دنیا کا ٹوٹا اٹھانا پڑے گا۔

منکرین حشر کے لئے دو نا قابل تردید دلیلیں

۱؎ اوپر منکرین حشر کا ذکر فرما کر یہاں آخر رکوع تک دو دلیلیں حشر کی بیان فرمائی ہیں: ❶ پہلی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ جس اللہ میں یہ قدرت ہے کہ اس نے پانی سے مٹی کا کام لے لیا، اس کو مٹی سے مٹی کا کام لینا کون سی عقل سے یہ لوگ مشکل بتاتے ہیں۔ کیونکہ ماں کے پیٹ یعنی رحم میں اس نے پانی جیسی پتلی چیز نطفہ سے آدمی کا پتلا بنا کر پتلے میں روح پھونک دی ہے۔ حشر میں تو مٹی سے مٹی کا پتلا بنا کر اس پتلے میں روح پھونک دی جاوے گی۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بھی گذر چکی ہے کہ عورت کے رحم میں نطفہ چالیس دن کے بعد جما ہوا خون ہو جاتا ہے، اور پھر چالیس دن کے بعد اس جمے خون کا ایک گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے تو بچہ کا نقشہ، آنکھیں کان، اور سب اعضاء اس گوشت کے ٹکڑے سے بن جاتے ہیں، نہیں تو حمل ساقط ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اس لئے رکھا ہے کہ لوگ اس کی قدرت کو پہچانیں۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکم سے جو بچہ پوار ہونے والا ہوتا ہے وہ حمل کی پوری مدت تک ماں کے پیٹ میں رہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کا رزق، اسکی عمر، اسکے عمل، اس کا شقی یا سعید ہونا لکھتا ہے۔ پھر اس میں روح پھونکتا ہے۔ اور پھر بچہ پیدا ہو کر جوانی کو پہنچتا ہے۔ کوئی جوانی سے پہلے، اور کوئی بوڑھا ہو کر مرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش اس طرح فرماتا ہے، اور اس کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل کرتا ہے۔ یہ اس لئے بیان فرمایا گیا کہ تم اللہ

وَنُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ نُخْرِجُکُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّکُمْ ۚ وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِکَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْـًٔا ؕ وَتَرَی الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ کُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ ⑤

اور ہم (ماں کے) رحم میں جس کو چاہتے ہیں ایک وقت مقرر تک ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر تم کو بچہ بنا کر نکالتے ہیں، پھر یہاں تک پرورش کرتے ہیں کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو، اور کچھ تم میں سے (جوانی سے پہلے ہی مرجاتے ہیں اور کچھ تم میں سے نکمی عمر (یعنی بڑھاپے) تک پہنچائے جاتے ہیں کہ سمجھ بوجھ کا درجہ پاکر پھر ناسمجھی کی حالت میں پڑجاتے ہیں، اور تم زمین کو خشک دیکھتے ہو پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ تروتازہ ہوجاتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی خوشنما نباتات اگاتی ہے ⑤

تعالیٰ کے کمال قدرت وحکمت کو جانو، اور اپنی ابتدائی پیدائش کے حالات پر نظر کر کے سمجھ لو کہ یہ جو قادر برحق بے جان مٹی میں اتنے انقلاب کر کے جاندار آدمی بنا دیتا ہے۔ وہ مرے ہوئے انسان کو زندہ کرے تو اس کی قدرت سے کیا بعید ہے۔ ❷ دوسری دلیل کا حاصل یہ ہے کہ جو زمین اللہ کے حکم سے اس طرح کے جاندار صاحب عقل لوگوں سے بڑھ کر کام کرتی ہے کہ ساری دنیا کے جاندار صاحب عقل کاریگر اگر جمع ہوجاویں تو جس طرح کے ہزاروں پھل ہزاروں پھول، زمین میں سے ہر موسم پر سوکھے ہوئے بیجوں سے پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح کا ایک پھل ایک پھول یہ دنیا بھر کے لوگ پیدا نہیں کرسکتے۔ پھر اس زمین کو اللہ کے حکم سے انسان کا پتلا بنا دینا، اور اللہ تعالیٰ کو اس پتلے میں روح پھونک دینا کیا مشکل ہے۔ غرض ان آیتوں میں جو باتیں ہیں ان باتوں میں سے ہر ایک کو آدمی غور سے دیکھے تو ہر انسان کو اپنی پیدائش کے حال پر غور کرنے سے زمین میں کھیتی اور باغات کے ذریعہ سے جو اناج پھل پھول پیدا ہوتے ہیں، ان کے حال کو دیکھنے سے یہ اچھی طرح سے ذہن نشین ہوسکتا ہے کہ ہمیشہ جو کچھ سب کی آنکھوں کے سامنے ہورہا ہے، وہ حشر سے سینکڑوں درجہ بڑھ کر مشکل ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دوسرے صور سے پہلے ایک مینہ برسے گا، جس کی تاثیر سے اس طرح سب مرے ہوئے لوگوں کے جسم تیار ہوجائیں گے جس طرح اب مینہ کی تاثیر سے ہر طرح کی پیداوار زمین میں تیار ہوجاتی ہے۔ اسکے بعد ان جسموں میں روحیں پھونک دی جاویں گی۔ پس اللہ تعالیٰ کو دوبارہ پیدا کرنا ایسا ہی ہے جیسے ہر سال کھیتی کی پیداوار سب کی آنکھوں کے سامنے ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۶﴾ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۷﴾ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۸﴾ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّ نُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۹﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۰﴾ ع

یہ (سب کچھ اس لئے ہے) کہ اللہ ہی حق ہے اور یہ کہ وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور یہ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۶﴾ اور اس لئے کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں، اور یہ کہ اللہ (قیامت میں) قبر والوں کو (دوبارہ زندہ کرکے) اٹھائے گا ﴿۷﴾ اور [1] کوئی آدمی وہ ہے کہ اللہ کی شان میں یوں جھگڑتا ہے بغیر علم کے اور بغیر دلیل کے اور بغیر کسی روشن نوشتہ کے حق سے اپنی گردن موڑے ہوئے ﴿۸﴾ تاکہ لوگوں کو اللہ کے رستہ سے (یعنی دین حق سے) بہکا دے، ایسے شخص کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اس کو جلتی آگ کا عذاب چکھا دیں گے ﴿۹﴾ (اور اس سے کہا جاوے گا) یہ تیرے عمل بد کا بدلہ ہے جس کو تیرے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا اور یہ کہ اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا ﴿۱۰﴾

[1] **شان نزول:** یہ آیت ابوجہل وغیرہ ایک جماعت کفار کے حق میں نازل ہوئی، جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں جھگڑا کرتے، اور اس کی طرف ایسے اوصاف کی نسبت کرتے تھے جو اس کی شان کے لائق نہیں۔ اس پر یہ آیت نازل فرمائی کہ یہ مشرک اللہ کی قدرتیں آنکھوں سے دیکھ کر دوبارہ پیدائش کو جھٹلاتے، اور حشر کا ذکر سن کر طرح طرح ایسی بے سند مکڑائی کی باتیں (فضول) جو بناتے ہیں کہ جن باتوں کے سبب سے خود بھی گمراہی میں پھنستے ہیں، اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں۔ ان کی یہ باتیں دنیا میں ان کو رسوا اور عقبیٰ میں سخت عذاب کا سزاوار ٹھہراویں گی، کیونکہ ظلم کے طور پر تو اللہ تعالیٰ کسی کو سزا دینا نہیں چاہتا لیکن سزا کے قابل جرم پر سزا کے دینے کا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۲﴾

اور [1] بعض لوگ ایسے ہیں کہ جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں کنارے پر (یعنی دل کے جماؤ سے نہیں) پھر اگر ان کو کوئی (دنیوی) فائدہ پہنچ گیا جب تو چین سے ہیں، اور اگر ان کو کچھ تکلیف پہنچ گئی تو منہ کے بل پلٹ گئے (یعنی اپنی کفر کی حالت پر جس سے)، دنیا اور آخرت دونوں کو کھو بیٹھے یہی کھلا نقصان ہے ﴿۱۱﴾ (وہ) اللہ کے سوا ایسی چیزوں کو پکارتے ہیں جو نہ تو ان کو نقصان پہنچا سکتی ہیں نہ ان کو نفع دے سکتی ہیں، یہی دور کی گمراہی ہے ﴿۱۲﴾

[1] **شان نزول:** صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے آس پاس کے کچھ دیہاتی لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آن کر اسلام لے آتے تھے، اور پھر اپنے اپنے گاؤں کو چلے جاتے تھے۔ گاؤں میں چلے جانے کے بعد اگر ان کے مال یا اولاد میں کچھ ان کو بہبودی نظر آتی تھی تو اسلام پر قائم رہتے تھے۔ اور کہتے تھے: ''بلاشک یہ دین اچھا ہے'' اور اگر اسلام کے بعد اتفاق سے کوئی سختی آجاتی تو اسلام کی مذمت کرنے لگتے تھے، اور اسلام سے پھر جاتے تھے۔ ایسے لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بعضے دیہاتی لوگوں کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ غنیمت کے مال میں سے، صدقہ خیرات میں کچھ مل جانے کا لالچ کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہوتے ہیں، اور جب تک ان کا مطلب پورا ہوتا رہتا ہے تو اوپری دل سے مسلمانوں کے ساتھ نماز روزہ میں شریک ہوتے ہیں۔ اور جس وقت ان کا مطلب پورا نہیں ہوتا تو اسلام سے پھر جاتے ہیں۔ جس سے ان کا دنیا میں تو یہ نقصان ہے کہ ان کے نصیب سے زیادہ انہیں کچھ ملنے والا نہیں، اور عقبیٰ کا نقصان وقت مقررہ پر ان کی آنکھوں کے سامنے آجاوے گا۔ پھر فرمایا کہ اسلام سے پھر جانے کے بعد یہ اور ان کے ساتھی مشرک پتھر کی مورتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ اتنا نہیں سمجھتے کہ وہ بت بالکل پتھر ہیں، تو ان کی کوئی پوجا کرے تو وہ کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے۔ اور نہ پوجا کرے تو ان پتھروں سے کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ یہ تو ان بت پرستوں کا دنیاوی حال ہوا عقبیٰ میں ایسے لوگوں کا جو کچھ انجام ہوگا، وہ سب کی آنکھوں کے سامنے آجاوے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان اور

يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَ لَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ۝۱۳ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝۱۴ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ۝۱۵

ایسے کو پکارتے ہیں کہ جس کے نفع سے نقصان زیادہ قریب ہے۔ بیشک وہ کیا ہی برا مولیٰ ہے اور بیشک رفیق بھی کیا ہی برا ہے ۝۱۳ بیشک ۱ اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ۝۱۴ جو شخص ۲ یہ گمان کرتا ہو کہ اللہ اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دنیا اور آخرت میں مدد نہ کرے گا تو اس کو چاہیے کہ اوپر (چھت میں) ایک رسی لٹکائے پھر اپنے آپ کو پھانسی دے لے پھر دیکھے کہ آیا اس کی یہ تدبیر اس بات کو دور کر دیتی ہے جس کی اس کو جلن ہے ۝۱۵

ایک فرشتہ رہتا ہے۔ شیطان ہر وقت اس کو برے کاموں کی، اور فرشتہ نیک کاموں کی رغبت دلاتا رہتا ہے۔ اور اگرچہ ان لوگوں کے حق میں وہ بہت بڑا دوست اور رفیق ہے، اور جس کی برائی ان لوگوں کو مرنے کے بعد معلوم ہوگی۔ لیکن دنیا میں ان کو اس کی برائی نظر نہیں آتی۔

۱ ان آیتوں میں فرمایا جو لوگ پکے ایمان دار ہیں اور تکلیف و راحت ہر حال میں نیک کام کرتے رہتے ہیں، اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو ایسے باغوں میں ہمیشہ کے لئے رہنے کا حکم دے گا جن باغوں کے درختوں کے نیچے دودھ شہد شراب اور پانی کی نہریں جاری ہوں گی۔ آخر آیت میں فرمایا قیامت کے دن اپنے علم اور ارادہ کے موافق اللہ تعالیٰ جزا و سزا کا جو فیصلہ کرے گا وہ ٹل نہیں سکتا۔

۲ **شان نزول:** غطفان کے ایک گروہ نے اسلام قبول کرنے میں کچھ توقف کیا، اور بولے کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مہم پیش نہ آ جائے۔ اگر ہم اسلام لائے تو ان کے ساتھ لڑائی میں شریک ہونا پڑے گا، تو پھر ہمارا اور یہود کا دوستانہ جاتا رہے گا، اور وہ جو ہماری وقتاً فوقتاً مدد کیا کرتے ہیں وہ موقوف کر دیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کرتے ہیں، وہ چاہے جس قسم کی تدبیر کریں اور جان تک دیدیں، تب بھی ان کا

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۷﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَاۗبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۭ

اور بات یہی ہے کہ ہم نے یہ قرآن اتارا کھلی کھلی آیتیں (والا) اور یہ کہ اللہ جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے ﴿۱۶﴾ بیشک [1] مسلمان اور یہودی اور ستارہ پرست اور عیسائی اور آتش پرست اور مشرک، بیشک اللہ ان سب کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا (یعنی مسلمانوں کو جنت عطا فرمائے گا اور کفار کو دوزخ) اللہ ہر چیز سے واقف ہے ﴿۱۷﴾ (اے مخاطب! [2]) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ سجدہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو وہ جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے آدمی، اور بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں کہ جن پر عذاب مقرر ہو چکا ہے۔

مقصد پورا نہ ہوگا۔ آگے فرمایا کہ جس طرح ایسے لوگوں کے خیال کو جھٹلانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے، اسی طرح قرآن کی کھلی کھلی اور آیتوں میں اسی طرح لوگوں کے بہت سے خیال جھٹلائے گئے۔ اور بات یہی ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔

[1] اس آیت میں فرمایا کہ دنیا میں چھ فریق ہیں: (۱) اول اہل اسلام (۲) پھر یہودی اور (۳) ستارہ پرست اور (۴) عیسائی اور (۵) آتش پرست اور (۶) مشرک۔ ان میں سے ہر ایک اپنے تئیں ہدایت پر کہتا ہے، مگر درحقیقت ہدایت پر وہی ہے جس کو خدا نے ہدایت دی، یعنی اہل اسلام۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ چکا دے گا، اور ان کے اعمال کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔

کائنات کی ہر چیز بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز

[2] سورۃ الرعد اور سورۃ النحل کی آیتوں کو اس آیت کے ساتھ ملانے سے حاصل مطلب یہ ہوا کہ جو چیز آسمانوں میں ہے،

وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ؕ ۩ ﴿۱۸﴾ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۫ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿۱۹﴾ ج يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿۲۰﴾ ؕ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿۲۱﴾

اور جس کو کہ اللہ ذلیل کرے پھر اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ﴿۱۸﴾ یہ ۱؎ دو (فریق) ایک دوسرے کے دشمن ہیں، اپنے پروردگار کے بارے میں جھگڑتے ہیں پس جو لوگ کافر ہوئے ان کے لئے (قیامت میں) آگ کے کپڑے قطع کئے گئے ہیں اور ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جاوے گا ﴿۱۹﴾ جس سے جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے (انتڑیاں وغیرہ) اور ان کی کھالیں گل جاویں گی ﴿۲۰﴾ اور ان کے (مارنے کے) لئے لوہے کے گرز ہیں ﴿۲۱﴾

اور جو چیز زمین میں ہے، اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے، اور ایماندار جنات اور انسان خوشی سے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں، اور ایماندار جنات اور انسان کی پرچھائیں بھی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہیں۔ اور یہ مشرک لوگ اپنے پیدا کرنے والے کی تعظیم کو چھوڑ کر خود تو پتھروں کی مورتوں کو سجدہ کرتے ہیں، لیکن سایہ کے ڈھلنے کے وقت ان کی پرچھائیاں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہیں۔ اتقان میں لکھا ہے کہ حقیقت میں ماتھا زمین پر ٹیکنے کا نام سجدہ نہیں ہے، بلکہ سجدہ نہایت درجہ کی عاجزی کی علامت، اور کمال تعظیم و تکریم کی دلیل ہے۔ پھر فرمایا کہ بہتیرے ایسے بھی ہیں جو اللہ کے سجدہ سے انکار کرتے ہیں، اور وہ عذاب کے مستحق ہو چکے، اور جس کو اللہ ذلیل کرے پھر اس کو کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

مسلمانوں اور مشرکوں کا جھگڑا اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ

۱؎ **شان نزول:** جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ آیت چھ آدمیوں کی شان میں ہے جو کہ بدر کی لڑائی میں مشرکین مکہ میں سے جس وقت یہ تین شخص شیبہ بن ربیعہ اور اس کا بھائی عتبہ اور عتبہ کا بیٹا ولید مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے صف جنگ سے باہر نکلے تو ایک جوان انصار نے ان کا مقابلہ کرنا چاہا۔ انہوں نے کہا کہ ہم تم لوگوں سے لڑنا پسند نہیں کرتے، بلکہ ہم کو تو اپنے ہم قوم قریش لوگوں سے مقابلہ کرنے کا شوق ہے۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان تینوں مشرکوں کے مقابلہ کیلئے بھیجا۔ انہی دو فریقوں کی شان میں جو کہ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہیں، یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۖ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۲۳﴾ وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ﴿۲۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ۖ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۵﴾

وہ لوگ جب دوزخ سے گھبرا کر نکلنا چاہیں گے (تو گرزوں سے مار کر) پھر اس میں دھکیل دیئے جاویں گے، اور (ان کو) کہا جاوے گا کہ جلنے کا عذاب (ہمیشہ کیلئے) چکھو ﴿۲۲﴾ بیشک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہاں انکو سونے کے کنگن اور موتیوں کے ہار پہنائے جائیں گے، اور وہاں انکا لباس ریشمی ہوگا ﴿۲۳﴾ اور (یہ سب انعام ان کیلئے اسلئے ہے کہ دنیا میں) انکو پاکیزہ کلام کی طرف ہدایت کی گئی اور تعریف کئے گئے کی راہ بتائی گئی (یعنی اللہ کا دین اسلام [1]) ﴿۲۴﴾ بیشک جنہوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے اور مسجد الحرام (یعنی حرم) سے روکتے ہیں کہ جس کو ہم نے تمام آدمیوں کے واسطے (عبادت گاہ) مقرر کیا ہے کہ اس میں سب برابر ہیں۔ اس جگہ کا رہنے والا بھی اور باہر سے آنیوالا بھی اور جو کوئی اس جگہ کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے تو ہم اسکو درد دینے والا عذاب کا مزہ چکھاویں گے ﴿۲۵﴾

[1] **شانِ نزول:** جس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین مکہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو عمرہ سے روکا، اور مسجد حرام میں داخل نہیں ہونے دیا۔ اس پر یہ آیت نازل فرمائی۔

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾

اور (یاد کرو ۱) جب کہ ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے کعبہ کی جگہ ٹھیک بتادی اور حکم دیا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھنا ﴿۲۶﴾ اور لوگوں میں ۲ حج (کے فرض ہونے) کا عام اعلان کردو کہ لوگ تمہارے پاس حاضر ہوں گے پاپیادہ اور ہر پتلے دبلے اونٹوں پر سوار ہوکر کہ ہر دور دراز راستوں سے آتے ہیں ﴿۲۷﴾

۱ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تعمیر کعبہ شریف پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے کی تھی، آخر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کعبہ شریف کی جگہ بتائی، اور آپ نے اس کی قدیم بنیاد پر عمارت کعبہ تعمیر کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی فرمائی کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، اور میرے گھر کو نمازیوں کے لئے پاک رکھنا۔

حج کا حکم

۲ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ابوقبیس پہاڑ پر چڑھ کر جہاں کے لوگوں کو حج کرنے کی دعوت دی، کہا کہ اے لوگو! تمہارے رب نے ایک مکان بنایا ہے، اور اس کا یہ حکم ہے کہ تم اس کا حج کرو۔ اللہ تعالیٰ نے وہ آواز مشرق سے مغرب تک سارے جہاں میں پہنچادی۔ یہاں تک کہ جو بچے باپوں کی پشت میں، اور اپنی ماؤں کے رحم میں تھے، اور ان کی قسمت میں حج کرنا تھا، انہوں نے یہ جواب دیا لبیک اللھم۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ اس آیت میں اِذن کا خطاب آنحضرت ﷺ کو ہے۔ چنانچہ آپ نے حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا اور ارشاد کیا: ''اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے، تم حج کرو''۔ تفسیر احمدی میں ہے کہ اپنے شوق سے ہزاروں خلق پیادہ آتی ہے، لیکن حج کے فرض ہونے کیلئے سواری کا خرچ ضروری ہے۔ فقط امام مالک یہ کہتے ہیں کہ جس شخص کو پیدل چلنے کی عادت ہو، اس پر بغیر سواری کے خرچ کے حج فرض ہوجاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص پرہیزگاری سے حج ادا کرے، تو اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ وہاں آکر اپنے منافع حاصل کریں دینی بھی، اور دنیوی بھی۔ دنیوی تو بے شمار ہیں، دنیا کا منافع جو کہ بالکل ظاہر ہے کہ تجارت کی ترقی۔ تمام اہل ملت کا ایک جگہ جمع ہونا جس سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ مختلف لوگوں کی ملاقات، ان کے خیالات سے واقفیت، اور دوسروں کے علم وہنر سیکھنا غرض یہ کہ بہت سے فوائد ہیں۔ پھر فرمایا کہ مقررہ دنوں یعنی قربانی کے دنوں میں جانوروں پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیں یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ ۖ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾

تاکہ وہ اپنے (دینوی اور دنیاوی) فوائد پائیں اور جانے ہوئے دنوں (یعنی قربانی کے دنوں) میں ان مخصوص چوپاؤں پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیں (یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہیں) جو اللہ نے انہیں دیئے ہوئے ہیں، پس ان (قربانی کے جانوروں) میں سے آپ بھی کھاؤ اور محتاج فقیروں کو بھی کھلاؤ ﴿۲۸﴾ پھر لوگوں کو چاہئے کہ اپنے (جسم ولباس کا) میل کچیل دور کریں اور اپنی منتیں پوری کریں اور اس خانہ قدیم (یعنی خانہ کعبہ) کا طواف کریں ﴿۲۹﴾ یہی حکم ہے [۱] اور جو کوئی اللہ کی ٹھہرائی ہوئی حرمتوں کی تعظیم کرے تو یہ اس کے لئے اس کے پروردگار کے نزدیک بہتر ہے، اور چوپائے جانور تمہارے لئے حلال کئے گئے سوائے ان جانوروں کے جن کا حکم تم کو (قرآن میں) سنا دیا گیا ہے (وہ حرام ہیں مردار وغیرہ)۔ پس چاہئے کہ بتوں کی ناپاکی سے بچتے رہو اور بچو جھوٹ بولنے سے ﴿۳۰﴾

کریں۔ اور اس قربانی کے گوشت میں سے خود بھی کھائیں، اور محتاج فقیروں کو بھی کھلا دیں۔ پھر عرفات سے پلٹنے کے بعد حجامت بنوادیں، کپڑے پہنیں۔ جو منت انہوں نے مانی ہو وہ پوری کریں، اور کعبہ کا طواف کریں، یہی طریقہ نیک ہے۔ مسائل حج مفصل سورۂ بقرہ (پارہ 2) میں ذکر ہو چکے ہیں۔

شرک اور جھوٹ کی مناہی (ممانعت) کا حکم

[۱] ان آیتوں میں فرمایا کہ یہ چند کعبہ کی تعظیم اور حج کی باتیں جو لوگ سن چکے ہیں، یہ اللہ کی بتلائی ہوئی ادب کی باتیں ہیں۔ ان میں سے مناہی (ممنوعات) سے جو شخص باز رہے گا، اور جن باتوں کے کرنے کا حکم ہے ان کو بجا لاوے گا، تو اسی شخص کے حق

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾ ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾

خاص اللہ کے ہوکر رہو اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہ بنو اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اس کو (مردار خوار) پرندے اچک لے جاتے ہیں یا اس کو ہوا اڑا کر کسی دور دراز جگہ میں پھینک دیتی ہے ﴿۳۱﴾ یہ حکم ہے اور جو کوئی اللہ کی نشانیوں [۱] کی تعظیم کرے تو بیشک یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے ﴿۳۲﴾

میں یہ فرمانبرداری بہتر ہے کہ اس کو فرمانبرداری کا بدلہ ملے گا۔ سورۃ المائدہ (پارہ ۶) میں گذر چکا ہے کہ مشرکین مکہ بہت سے جانوروں کو بتوں کے نام کا ٹھہرا کر ان جانوروں کے گوشت کا کھانا حرام سمجھتے تھے۔ اسی واسطے آگے فرمایا سوائے ان جانوروں کے جن کی تفصیل ان لوگوں کو سورۂ المائدہ کی آیت حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ میں سمجھا دی گئی ہے۔ باقی جانور اللہ تعالیٰ نے انسان پر حلال کر دیئے، تو چاہئے کہ بتوں کی ناپاکی سے بچتے رہیں۔ کیونکہ بت بھی ناپاکی میں داخل ہیں۔ اور جھوٹی بات سے پرہیز کریں اور یہ بات خلوص کے ساتھ کریں۔ یعنی دکھاوے سنانے کے واسطے نہ ہوں بلکہ ایمان کے ساتھ ہوں، یعنی مسلمان ان کا احکام الٰہی کو بجالاویں۔ اور جو مشرک بنے گا یعنی کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرائے گا، وہ ہلاک ہوگا۔ جیسے کہ کوئی آسمان سے گر کر ہلاک ہوتا ہے، اور پرندے اسے نوچ نوچ کر لے جاتے ہیں۔ یا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو ہوا دور جگہ اڑا کر پھینک دیتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو کوئی ایمان کی بلندی پر سے کفر کی پستی پر گرتا ہے، نفس کی خواہش اسے پریشان اور پائمال کرتی ہے۔ یا وسوسہ شیطانی کی ہوائیں اسے گمراہی کے جنگل میں ڈال دیتی ہیں۔ یہی کام کرنے کے قابل ہے یعنی کفر سے بچنا، اور جھوٹ سے پرہیز کرنا ہے۔ جھوٹ اللہ تعالیٰ نے کفر کے ساتھ بیان فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹ بڑا گناہ ہے۔

قربانی اور اس کے ثواب و آداب کا ذکر

[۱] ان آیتوں میں فرمایا کہ جو شخص خدا کی نشانیوں کی تعظیم سمجھتا ہے، یہ اس کی پرہیزگاری کی علامت ہے۔ آگے مطلب یہ ہے کہ قربانی کے جانوروں کو عرب اپنے ساتھ کعبہ شریف میں لایا کرتے تھے یا پہلے بھیج دیتے تھے۔ اور ایسے جانوروں کو اکثر ان میں اونٹ ہوا کرتے تھے۔ ان جانوروں کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے ان میں ہر طرح کے فائدے ہیں۔ ان پر بوقت ضرورت سوار ہو لیا کرو۔ بوقت حاجت ان کا دودھ پی لیا کرو۔ ضرورت کے وقت بوجھ لاد دیا کرو۔ ان کے اون اور بال کام میں لے آیا کرو۔ یہ فوائد تم کو ذبح کے وقت تک حاصل رہیں گے۔ پھر اس کے ذبح کی جگہ بیت العتیق یعنی حرم شریف ہے۔

لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٣٣﴾ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ﴿٣٤﴾ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٣٥﴾ وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ

(قربانی کے جانوروں میں) تمہارے لئے ایک مقرر میعاد تک (طرح طرح کے) فائدے ہیں، پھر ان کو پہنچنا ہے اس قدیم تک (یعنی حرم شریف تک جہاں وہ ذبح کئے جائیں) ﴿۳۳﴾ اور ۱ ہم نے ہر امت کے لئے ایک قربانی مقرر فرمائی تا کہ جو کچھ خدا نے ان کو چوپائے (جانور) عطا کئے ہیں ان پر (ذبح کرتے وقت) اس کا نام لیں، پس تم سب کا خدا ایک ہی خدا ہے، پس اسی کا حکم مانو اور (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خدا سے عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو ﴿۳۴﴾ جو ایسے ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جب ان پر مصیبت آپڑتی ہے تو اس پر صبر کرنے والے ہیں، اور نماز قائم رکھنے والے اور ہمارے دیئے میں سے (نیک کاموں کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں ﴿۳۵﴾ اور ۲ (مسلمانو!) ہم نے تمہارے لئے قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہیں، اللہ کی نشانیوں میں سے کئے۔

۱ اوپر قربانی کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں فرمایا: "اللہ کے نام پر جانوروں کے ذبح کرنے کا حکم کچھ اس امت کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ ہر دیندار امتوں میں بھی اللہ کا یہی حکم تھا۔ تا کہ لوگ اللہ کے دیئے ہوئے جانوروں میں سے اللہ کے نام پر قربانی کریں، یعنی ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں، اور عقبیٰ کا اجر کمائیں۔ اور ساری مخلوق کا خدا ایک ہی خدا ہے پس سب کو اسی کا حکم ماننا چاہئے۔ اور اس کے حکم پر اعتراض کسی کو نہیں چاہئے۔ پھر فرمایا: "اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر یہ مشرک لوگ قرآن کی نصیحت کو نہ مانیں، تو تم فقط ان لوگوں کو عقبیٰ کی بہبودی کی خوشخبری سنا دو، جو اللہ سے ڈرتے، اور مشرک ان کو ستاتے ہیں تو اس پر اور ہر طرح کی تکلیف پر صبر کرتے ہیں۔ نماز کے پابند رہ کر قربانی اور علاوہ قربانی کے صدقہ و خیرات خالص اللہ ہی کے نام پر کرتے ہیں۔

۲ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ وَالْبُدْنَ موٹے جانور کو کہتے ہیں، جس میں اونٹ اور گائے دونوں کو ٹھہرایا گیا ہے کہ نیاز کے

لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ ۖ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٣٦﴾ لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ

تمہارے لئے ان میں بھلائی ہے، پس تم ایک پاؤں بندھے اور تین پاؤں سے کھڑا کر کے یا ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہو، پھر جب وہ کسی پہلو پر گر پڑیں (حرکت بند ہو جائے) تو اس (کے گوشت) میں سے خود کھاؤ اور بے سوال والوں اور مانگنے والے محتاجوں کو بھی کھلاؤ، ہم نے اسی طرح چوپایوں کو تمہارے بس میں کر دیا ہے تا کہ تم شکر کرو ﴿٣٦﴾ ۱؎ اللہ کو تو نہ ان کا گوشت ہی پہنچتا ہے اور نہ خون ان کا، ولیکن تمہاری پرہیز گاری اس کے پاس پہنچتی ہے۔ اللہ نے اسی طرح ان کو تمہارے بس میں کر دیا۔

فربہ جانوروں کو حج یا عمرہ کے سفر میں ساتھ رکھنا، اور نیاز کعبہ کی پہچان کے لئے ان کے گلوں میں پٹہ کا ڈالنا اللہ کی تعظیم کی نشانی ہے۔ اور قربانی سے پہلے ضرورت کے وقت سواری اور دودھ کا قربانی کے بعد عقبیٰ کے اجر کا تمہیں ان جانوروں سے نفع ہے۔ پس تم ہر ایک اونٹ کا ایک پاؤں باندھ کر تین پاؤں کھڑا کر کے انہیں قبلہ رو کھڑا کر دیا جائے، اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ان کی چھاتی میں زخم لگایا جاوے، اور اس زخم کے سبب سے جب وہ زمین پر کسی پہلو گر پڑیں اور ٹھنڈے ہو جائیں، تو آگے کے حکم کے موافق ان کا گوشت قربانی کرنے والا شخص خود بھی کھاوے، اور بے سوال والوں اور مانگنے والے محتاجوں کو بھی دیوے۔ پھر فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ان چوپایوں کو تمہارے بس میں کر دیا ہے، تا کہ اس کے شکریہ میں تم خالص دل سے اللہ کے نام کی قربانی کرو"۔

۱؎ **شان نزول:** حج کے وقت مشرک لوگ جو قربانی کرتے تھے تو ذرا سا خون اللہ کے نام کا کعبہ کی دیواروں پر لگا دیتے تھے۔ اسلام کے بعد مسلمانوں نے بھی اس رسم کو جاری کرنا چاہا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، اور مسلمانوں کو اس رسم سے منع فرمایا۔ اور فرمایا کہ جو چیز تم اللہ کے نام پر دیتے ہو، اس چیز کی اللہ کو پروا نہیں ہے۔ خود تم اور جو چیز تم اللہ کے نام پر دیتے ہو، سب کچھ اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ صدقہ خیرات کا حکم اللہ تعالیٰ نے شریعت میں اس واسطے دیا ہے کہ صدقہ دینے والے کا دل اللہ آزماوے کہ کہاں تک اس کے دل میں پرہیز گاری کا اثر ہے۔ غور کرنا چاہئے چوپایوں کو انسان کے بس میں کر دینا یہ اللہ کی ایک بڑی نعمت ہے۔ مشرکین مکہ بڑے ناشکرے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے جانوروں کو بتوں کے

لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾ ع اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴿۳۹﴾

تا کہ تم (اللہ کی راہ میں ان کی قربانی کر کے) اس بات پر اللہ کی بزرگی بیان کرو کہ اس نے تم کو (اس طرح قربانی کرنے کی) ہدایت فرمائی۔ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نیکی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو ﴿۳۷﴾ بیشک اللہ بلائیں دفع کرتا ہے مسلمانوں کی۔ بیشک اللہ ہر بڑے دغا باز ناشکرے کو دوست نہیں رکھتا ﴿۳۸﴾ جن (مسلمانوں) سے کافر لڑتے ہیں ان کے لئے (جہاد) کی اجازت دی گئی، کیونکہ اس ۱؎ سبب سے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بیشک اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے ﴿۳۹﴾

نام پر ذبح کرتے تھے۔ اس سے اوپر کی آیت میں اس نعمت کا ذکر فرما کر تاکید کے طور پر ان آیتوں میں پھر اس کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے ان جانوروں کو تمہارے بس میں کر دیا ہے، تا کہ تم اللہ کی راہ میں دل سے ان کی قربانی کر کے اس بات پر اللہ کی بزرگی بیان کرو کہ اس نے تم کو اس طرح قربانی کرنے کی توفیق دی۔ آدمی کو چاہیے کہ نیک کام کرتے وقت یہ جانے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ مرتبہ آدمی کو میسر نہ آوے تو اتنا ضرور جان لیوے کہ اللہ اس آدمی کو دیکھ رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قربانی اور باقی کے سب عمل خالص عقبیٰ کے ثواب کی نیت سے اللہ کو حاضر و ناظر جان کر جو لوگ کرتے ہیں، ان کو دس گنا سے سات سو گنا تک اور زیادہ نیک نیتی کے نیک عملوں کا اس سے بھی بڑھ کر اجر دیا جاوے گا۔ اس لئے فرمایا: "اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ایسے لوگوں کو اس اجر کی خوشخبری سنا دی جاوے۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد جو کمزور مسلمان مکہ میں رہتے تھے، مشرکین مکہ ان کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے۔ ان مسلمانوں کی تسکین کے لئے آگے فرمایا کہ ان مشرکوں کی دغابازی اور ناشکری اللہ کو پسند نہیں ہے، اس لئے بہت جلد وہ زمانہ آنے والا ہے کہ اللہ ان دغاباز اسلام کے دشمنوں پر باقی نہ رکھے گا۔

جہاد کا حکم۔ مہاجرین کا ذکر

۱؎ **شانِ نزول:** کفار مکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روزمرہ ہاتھ اور زبان سے شدید تکلیفیں دیتے اور آزار پہنچاتے رہتے تھے۔ اور صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس حال میں پہنچتے تھے کہ کسی کا سر پھٹا ہے، کسی کا ہاتھ ٹوٹا ہے، کسی کا پاؤں بندھا ہوا ہے۔ روزمرہ اس قسم کی شکایتیں حضور کی خدمت میں پہنچتی تھیں، اور اصحاب کرام کفار کے مظالم کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں فریاد کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرمایا کرتے کہ صبر کرو مجھے ابھی جہاد کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو یہ آیت نازل ہوئی، جس میں کفار کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ کیونکہ ان

الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَ لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ

وہ لوگ جو ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، اور اگر اللہ لوگوں کو ایک کو دوسرے (کے ہاتھ) سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھادی جاتیں خانقاہیں راہبوں کی اور گرجا (نصرانیوں کے اور عبادت خانے یہودیوں کے)۔

پر بہت ظلم کیا گیا ہے، اللہ ان کی مدد فرمائے گا۔ اس کے بعد ان لوگوں کی مدد کا ذکر ہے جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے۔ صرف اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے تھے: "ہمارا پروردگار اللہ ہے"۔ آگے جہاد کے جائز ہونے کا سبب بیان فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ہاتھ سے دفع نہ کیا کرے یعنی مسلمانوں کو لڑائی کا حکم نہ دیا کرے، تو کسی قوم کی عبادت گاہ زمین پر محفوظ نہ رہتی۔ یعنی خلوت خانے اور گرجے اور مسجدیں، جن میں اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے۔ سب کبھی کے ڈھائے جا چکے ہوتے۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے نام پر اپنے شہر سے نکالے گئے ہیں، اللہ ان کی مدد فرمائے گا۔ اس کے بعد مہاجرین کی تعریف فرمائی کہ دین کے مددگاروں میں یہ اوصاف ہوا کرتے ہیں کہ اگر ان کو قوت حاصل ہو، یا سلطنت اور حکومت میسر ہو جائے تو غافل نہ ہوں، بلکہ نماز پڑھا کریں، اور زکوٰۃ دیا کریں، اور نیک باتوں کا حکم دیا کریں، اور بری باتوں سے منع کیا کریں، اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے۔ اور ہجرت کا ذکر آنے سے آنحضرت ﷺ کے دل پر مشرکین مکہ کے جھٹلانے کا خیال جو گزرا تھا، اور اس خیال سے کچھ رنج جو آپ کو ہوا تھا، اس رنج کو اس تسکین سے رفع فرمادیا کہ ہمیشہ سے مخالف لوگ انبیاء کو جھٹلاتے رہے ہیں، تمہارے ساتھ کچھ یہ بات نئی نہیں ہے۔ اور انبیاء کی قوم کے لوگوں نے انبیاء کو جھٹلایا تھا، اس واسطے ان قوموں کا نام لیا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہیں جھٹلایا تھا بلکہ فرعون کی قوم نے جس کا نام قبطی قوم ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا تھا۔ اس لئے جھٹلانے والی قوموں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا نام نہیں ہے، اور جھٹلانے والی قوموں کے ہلاک ہو جانے کا ذکر بھی فرمادیا، تاکہ قریش کو تنبیہ ہو جاوے کہ رسول وقت کے ساتھ سرکشی کرنے والوں کا جو انجام سلف سے ہوتا رہا ہے وہی انجام ان کا ہوگا۔ درحقیقت یہ مضمون علماء ہی کی تسکین کے واسطے فرمایا گیا ورنہ جناب رسالت مآب ﷺ کے دل پاک اور مستحکم کو تسکین کی کیا حاجت تھی، وہاں ازلی تسکین حاصل تھی۔ چونکہ علماء کو یہ بات میسر نہیں، اور ان کے دل میں صبر کی وہ قوت نہیں، اس واسطے ان کی تسکین فرمائی گئی۔ بظاہر خطاب آنحضرت ﷺ سے ہے، اور درحقیقت علماء مخاطب ہیں۔ آگے فرمایا پھر ہم نے کافروں کو مہلت دی، اور عرصہ کی مہلت کے بعد ان لوگوں کو طرح طرح کے عذاب میں پکڑ لیا۔

وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ۙ﴿۴۲﴾ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ۙ﴿۴۳﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾

اور (مسلمانوں کی) مسجدیں کہ جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے، بیشک اللہ ضرور اس کی مدد فرمائے گا جو اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا۔ بیشک اللہ قوت والا غالب ہے ﴿۴۰﴾ یہ (مسلمان) وہ ہیں کہ اگر ہم زمین میں انہیں قابو دیں تو یہ لوگ نماز کو قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور نیک باتوں کا حکم کریں اور بری باتوں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام خدا ہی کے اختیار میں ہے ﴿۴۱﴾ اور اگر یہ (منکر) تم کو جھٹلاتے ہیں تو (یہ کوئی نئی بات نہیں)۔ بیشک ان سے پہلے بھی قوم نوح اور عاد اور ثمود ﴿۴۲﴾ اور قوم ابراہیم اور قوم لوط ﴿۴۳﴾ اور مدین والے (اپنے اپنے رسولوں کو) جھٹلا چکے ہیں اور موسیٰ بھی (فرعون کی قوم قبطیوں کی طرف سے) جھٹلائے گئے پس میں نے (ہمیشہ ایسا ہی کیا کہ) پہلے کافروں کو (کچھ عرصہ کیلئے) ڈھیل دی پھر ان کو (عذاب میں) پکڑ لیا۔ پس (دیکھا) کیسا میرا عذاب ہوا ﴿۴۴﴾ پس [1] کتنی ہی بستیوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں کہ وہ ظالم تھیں۔ پس اب وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور (اسی طرح ان بستیوں میں) بہت سے کنوئیں بیکار پڑے ہیں اور بہت سے بلند محل ویران (پڑے ہیں) ﴿۴۵﴾

[1] نافرمانوں کے عذاب کا ذکر: اوپر ذکر تھا کہ مہلت کے زمانہ میں نافرماں لوگوں کو جو ڈھیل دی گئی تھی، مہلت کے بعد

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۖ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴿٤٦﴾ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ ۚ وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ ﴿٤٧﴾ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا ۚ

پھر کیا (یہ منکر لوگ) زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے ایسے دل ہوں جن سے سمجھیں یا ایسے کان ہوں کہ جن سے وہ سنیں۔ پس بات یہ ہے کہ جب کوئی اندھے پن میں پڑتا ہے تو) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں (جو سروں میں ہیں) بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں کے اندر (پوشیدہ) ہیں ﴿٤٦﴾ اور یہ (کفار مکہ) تم سے عذاب مانگنے میں جلدی کرتے ہیں اور اللہ ہرگز اپنا وعدہ جھوٹا نہیں کرے گا اور بیشک تمہارے پروردگار کے یہاں ایک دن ایسا ہے جیسا تم لوگوں کی گنتی میں ہزار برس ﴿٤٧﴾ اور بہت سی بستیاں کہ جن کو میں نے ڈھیل دی (اس حال پر کہ) وہ ظالم تھیں پھر میں نے ان کو (عذاب میں) پکڑ لیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب میں گرفتار کیا۔ اور پھر دیکھو ہماری پکڑ بھی کیسی ہے، کیسے سخت عذاب میں وہ مبتلا ہوئے۔ کسی پر طوفان آیا، کسی پر آندھی۔ کوئی کڑک کی دہشت ناک آواز سے ہلاک ہوا، کسی پر مچھروں کا لشکر مسلط کیا، کسی کو زمین میں دھنسا دیا، کسی پر پتھر برسائے۔ آگے فرمایا کہ بہت سے ظالم لوگوں کو ہم نے ہلاک کیا مثلاً قوم لوط کی بستیوں کے مکانوں کو چھت کے بل اُلٹا دیا۔ پھر فرمایا کہ مشرکین مکہ تجارت کی غرض سے اکثر ملک شام کا سفر کرتے رہتے تھے۔ اس سفر میں کیا ان کو قوم ثمود اور قوم لوط کی اجڑی ہوئی بستیاں اور نکمے کنوئیں، اور بہت سے بلند محل جو کہ کھنڈر پڑے ہیں نظر نہیں آئے۔ پھر فرمایا ان لوگوں کے منہ پر آنکھیں نہیں، اس لئے ان اجڑی ہوئی بستیوں پر ان کی نظر اکثر پڑتی ہے، لیکن شرک اور گناہوں کے سبب سے ان کے دل اندھے ہیں۔ اس واسطے نہ عبرت کی نظر سے اجڑی ہوئی بستیوں کو یہ لوگ دیکھتے ہیں نہ اس کا کچھ حال ہوش وحواس کے کانوں سے سنتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ ان کفار مکہ کو جو عذاب کی جلدی کرتے ہیں، سمجھایا گیا ہے کہ جس کے حکم سے ہزار برس کا کام ایک دن میں طے ہو جاتا ہے، اس کے حکم کے بعد عذاب کے آ جانے میں کچھ دیر نہیں لگ سکتی۔ مگر یہ عادت الٰہی ہے کہ لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق پہلے نافرمان لوگوں کو مہلت دی جاتی ہے۔ پھر اگر مہلت کے زمانہ میں وہ لوگ اپنی نافرمانی سے باز نہ آئے تو دنیا اور عقبیٰ کے عذاب میں ان کو پکڑ لیا جاتا ہے، اور سب کو میری طرف پلٹ کر آنا ہے۔

وَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ﴿۴۸﴾ قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۴۹﴾ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴿۵۰﴾ وَ الَّذِیْنَ سَعَوْا فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۵۱﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ لَا نَبِیٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّیْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِیَّتِهٖ ۚ فَیَنْسَخُ اللّٰهُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ ثُمَّ یُحْكِمُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۵۲﴾

اور (سب کو) میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے ﴿۴۸﴾ (اے محبوب ﷺ ۱) تم فرما دو: "اے لوگو! میں تو یہی تمہارے لئے صاف صاف ڈرسنانے والا ہوں" ﴿۴۹﴾ پس جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے ﴿۵۰﴾ اور جو لوگ ہماری آیتوں کے رد کرنے میں کوشش کرتے ہیں اپنے زعم میں عاجز کرنے کو وہی جہنمی ہیں ﴿۵۱﴾ ۲ اور ہم نے تم سے پہلے جتنے بھی رسول اور نبی بھیجے سب کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا کہ جب انہوں نے (اللہ کے احکام میں سے کچھ) پڑھا، تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا پس اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو مٹا دیتا ہے، پھر اللہ اپنی آیتوں (کے احکام) کو زیادہ مضبوط کر دیتا ہے اور اللہ جاننے والا، حکمت سے کام کرنے والا ہے ﴿۵۲﴾

شیطان کے بہکانے کا ذکر

۱ ان آیتوں میں فرمایا کہ: "اے محبوب ﷺ! تم ان مشرکین مکہ سے فرما دو کہ میں تو کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں، کہ جو اللہ کی نافرمانی کرے گا اس کا ٹھکانہ یقیناً دوزخ ہے۔ پس جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے، تو ان کیلئے بخشش ہے، اور عزت کی روزی ہے، اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو باطل مشہور کرنے میں کوشش کی ہے، وہ ہی لوگ ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہیں گے۔

۲ **شان نزول:** جس کا مطلب یہ ہے کہ جب سورۂ والنجم (پارہ ۲۷) نازل ہوئی تو سید عالم ﷺ نے مسجد حرام میں اس کی تلاوت فرمائی، اور بہت آہستہ آہستہ آیتوں کے درمیان وقفہ فرماتے ہوئے۔ جس سے سننے والے غور بھی کر سکیں، اور یاد کرنیوالوں کو

لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِىْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۙ﴿۵۳﴾ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾

(اس میں ایک بڑی مصلحت یہ ہے) کہ اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو ایسے لوگوں کے لئے فتنہ (کا ذریعہ) بنا دے جن کے دل میں (شک کا) مرض ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بیشک (یہ) ظالم لوگ پرلے درجے کی مخالفت میں ہیں ﴿۵۳﴾ اور ا؎ اس لئے کہ جان لیں وہ جن کو علم ملا ہے کہ وہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے۔ پس اس پر ایمان لائیں پس ان کے دل خدا کے لئے جھک جائیں اور بیشک اللہ مسلمانوں کو راہ دکھانے والا ہے سیدھے رستہ کی طرف ﴿۵۴﴾

یاد کرنے میں مدد بھی ملے۔ جب آپ نے آیت و مناۃ الثالثۃ الاخری پڑھ کر حسب دستور وقفہ فرمایا تو شیطان نے مشرکین کے کان میں اس سے ملا کر دو کلمے ایسے کہہ دیئے جن سے بتوں کی تعریف نکلتی تھی۔ تو جبرئیل امین نے سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ حال عرض کیا۔ اس سے حضور کو رنج ہوا اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کیلئے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا نور ہدایت

ا؎ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اسی شیطانی شرارت سے سمجھ دار لوگوں نے تو یہ فائدہ اٹھایا کہ قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا انہیں یقین اور زیادہ ہو گیا، کیونکہ وہ لوگ سمجھ گئے کہ شیطان کا دخل مٹانے اور قرآن کی آیتوں کو پکا کرنے کا انتظام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پھر فرمایا اس یقین کی زیادتی کے سبب سے قرآن کی نصیحت کے موافق عمل کرنے کے لئے ان لوگوں کے دل پہلے سے زیادہ نرم ہو گئے، اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ کے علم میں جو لوگ ایماندار ٹھہر چکے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو سیدھے رستے پر آجانے کے لئے اسی طرح کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے علم میں کافر قرار پا چکے ہیں، وہ ہمیشہ اسی طرح اللہ کی آیتوں میں شک کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ ان پر یکا یک قیامت آجاوے، یا ان پر کسی منحوس دن یعنی قیامت کے دن کا عذاب آجائے۔ کیونکہ اس روز اللہ ہی کی بادشاہت ہوگی، ان سب کے درمیان یہ فیصلہ ہوگا کہ جو ایمان والے ہوں گے، اور اچھے کام کیے ہوں گے، وہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے۔ اور جنہوں نے کفر کیا ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا ہوگا تو ان کے لئے ذلت کا عذاب ہوگا۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ ﴿۵۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ط يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ط فَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِي جَنّٰتِ النَّعِيمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ع ﴿۵۷﴾ وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوٓا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ط وَإِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِينَ ﴿۵۸﴾

اور کافر لوگ ہمیشہ اس (قرآن) سے شک میں رہیں گے یہاں تک کہ ان پر یکایک قیامت آجاوے یا ان پر کسی نامبارک دن کا عذاب آجائے ﴿۵۵﴾ اس دن بادشاہی صرف اللہ ہی کی ہے، وہ ان کے درمیان فیصلہ کردے گا، پس جو لوگ کہ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے وہ نعمت کے باغوں میں ہیں ﴿۵۶﴾ اور جو کافر ہوئے اور انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں تو ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے ﴿۵۷﴾ اور [1] جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر وہ لوگ (کفار) کے مقابلہ میں شہید کیے گئے یا اپنی موت سے مر گئے بیشک اللہ ان کو ضرور اچھی روزی دے گا اور بیشک اللہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے ﴿۵۸﴾

جہاد میں شہداء اور اپنی موت سے مرنے والوں کے اجر کا ذکر

[1] **شان نزول:** جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے آپ کے بعض اصحاب نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! ہم اپنے بھائیوں کے ساتھ جہاد کو جاتے ہیں تو ان میں سے جو شہید ہو جاتے ہیں، وہ بارگاہ الٰہی سے بڑے بڑے درجے اور انعام پاتے ہیں۔ لیکن جو شہید نہ ہو اور جہاد ہی میں اپنی موت سے مرے، تو اس کے لئے بھی کچھ مرتبہ ہے یا نہیں''۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، پھر وہ لوگ جو کفار کے مقابلہ میں شہید کیے گئے، یا اپنی موت سے مر گئے، بیشک ان کو اللہ تعالیٰ عمدہ روزی دے گا۔ اور ان کو جنت میں اس شان کے ساتھ داخل کرے گا کہ وہ خوش ہو جائیں گے۔ فرشتے ان کی تعظیم کریں گے، اور ان کے استقبال کو آئیں گے۔ اور جو نعمتیں انہوں نے نہ دیکھی اور سنی ہوں گی، وہ ان کو نصیب ہوں گی۔ بیشک اللہ ہر بات سے واقف ہے اور تحمل والا ہے۔

لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾

بیشک اللہ ان کو ایسی جگہ پہنچادے گا کہ جسے وہ پسند کریں گے اور بیشک اللہ جاننے والا تحمل والا ہے ﴿۵۹﴾ بات یہی ہے اور ۱؎ جو (کوئی مسلمان ظلم کا مشرک سے) بدلہ لے (اسی قدر تکلیف پہنچاوے) جس قدر (اس دشمن کی طرف سے) تکلیف پہنچائی گئی تھی پھر اس پر کوئی (مزید) زیادتی کرے تو اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا، بیشک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے ﴿۶۰﴾ یہ ۲؎ (مظلوم کی مدد) اس سبب سے ہے کہ اللہ رات کو ڈالتا ہے دن کے حصہ میں اور دن کو لاتا ہے رات کے حصہ میں اور بیشک اللہ (ان سب احوال واقوال کو) خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے ﴿۶۱﴾

۱؎ **شانِ نزول:** یہ آیت مشرکین کے حق میں نازل ہوئی جو ماہ محرم کی آخر تاریخوں میں مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ اور مسلمانوں نے ماہ مبارک کی حرمت کے خیال سے لڑنا نہ چاہا مگر مشرک نہ مانے، اور انہوں نے قتل شروع کر دیا۔ اس وقت مجبوراً مسلمانوں کو لڑنا پڑا، اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی، اور فتح ہوئی، مگر مسلمانوں کے دل میں یہ خلش رہی کہ محرم کے مہینے میں لڑنے سے اللہ تعالیٰ ان سے ناخوش ہوگا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ تو غیب دان ہے، اس کو ان کے دلوں کا حال معلوم تھا کہ ان کے دلوں میں محرم کی تعظیم تھی۔ اور اپنی طرف سے ہرگز یہ لڑنا نہیں چاہتے تھے۔ مشرکوں نے جب ان پر کمال زیادتی کی، اس وقت انہوں نے بدلہ لینے کے طور پر مقابلہ کیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمادیا کہ یہ لوگ مجبوراً لڑے، اس واسطے اللہ تعالیٰ نے ان سے کچھ مواخذہ نہیں فرمایا۔ اس طرح کی مجبوری کے ہر موقع کو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے۔

صفاتِ الٰہیہ

۲؎ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وطن چھوڑنے والے مظلوم مسلمانوں سے مدد کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ وہ بڑا قدرت والا ہے، جب چاہتا ہے دن کی گھڑیاں بڑھا کر رات کی گھڑیاں گھٹا دیتا ہے۔ اسی طرح جب چاہتا ہے دن کی گھڑیاں گھٹا کر رات کی گھڑیاں بڑھا دیتا ہے۔ مظلوموں کی ہر وقت کی فریاد کو سنتا اور ظالموں کے ہر طرح کے ظلم کو دیکھتا ہے۔ یہ اس واسطے ہے کہ وہ بڑا بادشاہ ہے۔ کوئی چیز اس کے حکم سے باہر نہیں ہے۔ پھر یہ نادان مشرک ایسے بڑے صاحبِ قدرت کی تعظیم میں بتوں کو جن کو اللہ کے کارخانہ میں کچھ بھی دخل نہیں۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت بھی سب کی آنکھوں کے سامنے ہے کہ وہ صاحبِ قدرت موسم کی تبدیلی سے ہر سال برسات میں آسمان سے مینہ برساتا ہے، جس سے تمام زمین سرسبز ہوجاتی ہے

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۫ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿ۚ۶۳﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۶۴﴾ وَ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ يُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾

ع ۸/۷ ۱۵

اور یہ مدد اس سبب سے ہے کہ اللہ ہی برحق ہے اور اللہ کے سوا جسے کافر پوجتے ہیں (یعنی بت) وہ باطل ہے اور اس سبب سے ہے کہ اللہ ہی عالی شان سب سے بڑا ہے ﴿۶۲﴾ (اے مخاطب!) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے جس سے زمین سرسبز ہو جاتی ہے، بیشک اللہ (اپنے بندوں پر) مہربان (اور ان کے حال سے) خبردار ہے ﴿۶۳﴾ اسی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور بیشک اللہ ہی بے نیاز ہر طرح کی تعریف کے لائق ہے ﴿۶۴﴾ (اے مخاطب!) ؎۱ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے بس میں کر دیا جو کچھ زمین میں ہے اور کشتی کو کہ جو دریا میں اس کے حکم سے چلتی ہے، اور وہ روکے ہوئے ہے آسمان کو کہ زمین پر نہ گر پڑے، مگر اس کے حکم سے، بے شک اللہ لوگوں کے ساتھ نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے ﴿۶۵﴾

ہے۔ یہ سب تدبیریں اس کی اس لئے ہیں کہ وہ لوگوں کی ضرورتوں سے واقف ہے۔ پھر فرمایا جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے وہ سب اس کے حکم میں ہے۔ اس واسطے اس کے کسی انتظام کو کوئی روک نہیں سکتا، اور اس کو آسمان و زمین کی کسی چیز کی کچھ پرواہ نہیں۔ اس لئے اس کے سب کام دوسروں کے فائدہ کے لئے اور قابل تعریف ہیں۔

اللہ کے احسانات بندوں پر

؎۱ ان آیتوں میں فرمایا کہ دیکھو مینہ کا پانی ندیوں اور دریاؤں میں جمع ہو جاتا ہے، اور اس پانی میں کشتیاں چلتی ہیں، اور اس

وَهُوَ الَّذِيٓ اَحْيَاكُمْ ۡ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۶۷﴾

اور ۱؎ وہی ہے کہ جس نے (بے جان نطفہ سے) تم کو پیدا کیا، پھر تم کو (وقت مقررہ پر) مارے گا، پھر (قیامت میں دوبارہ) تم کو زندہ کرے گا، بیشک انسان بڑا ہی ناشکرا ہے ﴿۶۶﴾ ہم نے ہر امت ۲؎ کے لئے عبادت کے طریقے بنائے کہ جس پر وہ عمل کرے پس اس کام میں کوئی تم سے نہ جھگڑے اور تم (ان کو) اپنے پروردگار (کے دین) کی طرف بلاؤ بیشک تم سیدھے رستہ پر ہو ﴿۶۷﴾

ملک کی پیداوار اس ملک میں اور اس ملک کی اس ملک میں ان کشتیوں کے ذریعہ سے دریاؤں میں چلی جاتی ہے۔ اسی طرح جانور جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں، ان کے ذریعہ سے طرح طرح کی تجارت خشکی میں ہوتی ہے، اور آسمان جو اتنی بڑی چھت ہے اس کو بغیر ستون کے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ جو اللہ کی حفاظت میں اور اس کے حکم سے کھڑا ہے۔ ایسے خالق کو چھوڑ کر لوگ اس کے سوا اوروں کی پرستش کرتے ہیں، اللہ چاہے تو آسمان کو پٹخ دیوے کہ تمام دنیا کے لوگ دب کر مر جائیں، یا مینہ ضرورت سے زیادہ برسا دیوے کہ تمام دنیا غرق ہو جائے، یا بالکل نہ برسائے کہ قحط سے سب آدمی اور جانور ہلاک ہو جاویں۔ غرض یہ کہ جو سامان آدمی کی زیست اور راحت کے ہیں اگر وہ خالق ان سب سامانوں کو اپنی قدرت سے ایک اندازہ پر نہ رکھے، تو یہی سامان انسان اور دنیا کی ہلاکت کا سبب قرار پا سکتے ہیں۔ ان نشانیوں کا ذکر فرما کر پھر فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان اور شفیق ہے۔

۱؎ اوپر انسان کی ضرورت کی چیزوں کے پیدا کرنے کا احسان جتلا کر اس آیت میں خود انسان کے پیدا کرنے کا احسان جتلایا گیا ہے حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ انسان کی کچھ ہستی نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کو نیست و ہست کیا، اس کی سب ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا، انسان کی عمر کی تعداد مقرر کی، جس کے پورے ہو جانے کے بعد ہر شخص مر جاتا ہے۔ اور پھر وقت مقررہ پر جزا و سزا کیلئے ہر شخص کو دوبارہ زندہ کیا جاوے گا کہ دنیا کا پیدا کرنا ٹھکانے لگے۔ لیکن انسان ایسا ناشکرا ہے کہ اللہ کے ان سب احسانات کو بھول کر اللہ کی تعظیم میں ایسے غیروں کو شریک کرتا ہے کہ نہ انہوں نے انسان کو پیدا کیا نہ انسان کی کسی ضرورت کی چیز کو پیدا کیا۔

ہر فرقہ کا طریقہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے

۲؎ **شان نزول**: جس کا حاصل یہ ہے کہ بدیل بن ورقاء اور بشر بن سفیان اور یزید بن خنیس نے اصحاب رسول اللہ ﷺ

وَ اِنۡ جٰدَلُوۡكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۶۸﴾ اَللّٰهُ يَحۡكُمُ بَيۡنَكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فِيۡمَا كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ اِنَّ ذٰ لِكَ فِىۡ كِتٰبٍ‌ؕ اِنَّ ذٰ لِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ‏ ﴿۷۰﴾ وَيَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهٖ سُلۡطٰنًا وَّمَا لَيۡسَ لَهُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ‌ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ نَّصِيۡرٍ‏ ﴿۷۱﴾

اور اگر (اس پر بھی) وہ لوگ تم سے جھگڑیں تو فرما دو کہ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ﴿۶۸﴾ اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کردے گا جس بات میں تم اختلاف کررہے ہو ﴿۶۹﴾ (اے مخاطب!) کیا تو نے نہ جانا یہ کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے، بیشک یہ سب کچھ ایک کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے بیشک یہ سب خدا پر آسان ہے ﴿۷۰﴾ اور [۱] یہ (مشرک لوگ) اللہ کے سوا ایسی چیز کو پوجتے ہیں کہ جس کی اللہ نے کوئی سند نہ اتاری اور اس چیز کو کہ انکے پاس انکے ثبوت کے لیے کچھ علم نہیں اور (ان) ظالموں کا کوئی (بھی) مددگار نہیں ہے ﴿۷۱﴾

سے کہا تھا: ''کیا سبب ہے کہ جس جانور کو تم ذبح کرتے ہو، اسے تو کھاتے ہو، اور جس کو اللہ مارتا ہے اس کو نہیں کھاتے''۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا ان لوگوں کی ایسی حجتیں پیش کرنے کا سبب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق ہر فرقہ کا طریقہ پایا جاتا ہے، اس واسطے اے رسول اللہ کے ﷺ! تم ان لوگوں کو اس پر ایمان لانے، اور اسکا دین قبول کرنے اور اس کی عبادت میں مشغول ہونے کی دعوت دو، کیونکہ جس طریقہ پر تم ہو، اللہ کا بتایا ہوا سیدھا راستہ ہے۔ اور جس طریقہ پر یہ لوگ ہیں وہ بے سند طریقہ ہے۔ اس پر بھی یہ لوگ جھگڑے سے باز نہ آویں تو ان لوگوں سے کہہ دیا جاوے کہ ہمارا تمہارا فیصلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو ہوگا۔ اس فیصلہ کے بعد حق و ناحق ہر ایک کو معلوم ہو جاوے گا۔ پھر فرمایا اے مخاطب! کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی کل چیزوں سے واقف ہے، اور کل چیزوں کا حال لوح محفوظ میں موجود ہے۔ پس یہ فیصلہ کرنا اللہ کے نزدیک بہت آسان ہے۔

کفار کا ذکر

[۱] ان آیتوں میں فرمایا یہ مشرک لوگ کیسے بے وقوف ہیں کہ سوا اللہ کے اور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کی معبودیت کی کوئی دلیل نہیں، اور اللہ کی طرف سے بھی ان کے پاس کوئی بھی سند نہیں، اور ان کا یہ مقولہ ہے کہ یہ بت بروز

وَ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ یَكَادُوْنَ یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۷۲﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ

اور جب کہ ان کے سامنے ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو تم ان کافروں کے چہروں پر بگڑنے کے آثار دیکھو گے۔ قریب ہے کہ یہ ان پر حملہ کریں کہ جو (مسلمان) ہماری آیتیں ان کے سامنے پڑھتے ہیں، تم فرما دو (ان مشرکوں سے) کیا میں تم کو اس سے بھی زیادہ ناگوار چیز بتا دوں وہ دوزخ ہے، جس کا اللہ نے کافروں کو وعدہ دیا ہے اور کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ ہے ﴿۷۲﴾ اے[۱] لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے پس اس کو کان لگا کر سنو۔

قیامت ہماری شفاعت کریں گے، خدا نے ان کی نام کوئی پروانہ بھیجا ہے، جس کی وجہ سے وہ اس بات کے مدعی ہیں۔ اور ان ظالموں کا تو کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔ پھر فرمایا کہ اللہ کے علم غیب کے موافق ان میں جو لوگ گمراہ ٹھہر چکے ہیں، ان کا یہ حال ہے کہ جب قرآن کی آیتیں ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں۔ جس میں بیان احکام اور تفصیل حلال و حرام ہے، حالانکہ یہ ایسی روشن ہیں کہ ان آیات کو مانتے۔ اس کی برعکس غصہ سے ان کے چہرہ کا رنگ بدل جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جو مسلمان ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، قریب ہے کہ ان پر حملہ کر بیٹھیں گے۔ آگے فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ اس سے بھی زیادہ غصہ اور چہرہ کا رنگ بدل جانے کی چیز دوزخ کی وہ آگ ہے، جس میں جھونکنے کا وعدہ اللہ نے ایسے منکر شریعت لوگوں سے کیا ہے۔ اور یہ خوب یاد رہے کہ ایسے لوگوں کے حق میں دوزخ ہے، جو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔

مشرکین اور ان کے باطل معبودوں کی بے بسی کا ذکر

[۱] **شان نزول:** ان آیتوں میں مشرکوں کے قائل کرنے کے لئے فرمایا کہ یہ مشرک جن باطل معبودوں کی پوجا کرتے ہیں، آخر وہ بت اپنے پوجا کرنے والوں کی کیا مدد کر سکتے ہیں۔ وہ تو ایسے عاجز ہیں کہ تمام دنیا کے بت بھی جمع ہو جاویں تو اللہ کی مخلوقات کی ایک ادنیٰ چیز مکھی کو بھی نہیں پیدا کر سکتے۔ بلکہ مکھی کا پیدا کرنا تو درکنار ان کو تو اتنی بھی قوت نہیں کہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو یہ اس سے پھر چھین نہیں سکتے۔ پھر جو اس قدر ضعیف ہیں کہ ایک ادنیٰ سے چیز یعنی مکھی پر غالب نہیں آ سکتے وہ کیا خدائی کے قابل ہیں۔ رہی یہ بات کہ جن باطل معبودوں کی یہ پوجا کرتے ہیں، عقبیٰ میں وہ بت ان مورت پرستوں کے کچھ کام نہ آویں گے۔ یہ تو ان مشرکوں کی صورت سے بیزار ہو جاویں گے۔ آگے فرمایا جب یہ لوگ ایسی عاجز

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ ۖ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ۚ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ﴿٧٣﴾ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٧٤﴾ اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿٧٥﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۗ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٧٦﴾

(وہ یہ ہے) کہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو ہرگز وہ (بت) ایک (ادنیٰ) مکھی بھی نہیں پیدا کرسکیں گے اگرچہ وہ سب اس کیلئے جمع ہو جاویں، اور اگر ان سے مکھی کچھ چھین لے جائے تو وہ (ایسے عاجز ہیں کہ) اس سے چھڑا نہ سکیں، چاہنے والا (یعنی بت پرست) اور وہ (بت) جس کو چاہا (دونوں ہی) بودے (کمزور) ہیں ﴿٧٣﴾ (افسوس ہے) اللہ کی قدر نہ سمجھی جیسے اس کی قدر ہے، بیشک اللہ قوت والا، غالب ہے ﴿٧٤﴾ اللہ[١] فرشتوں میں سے (جس کو چاہتا ہے) پیغام پہنچانے کیلئے منتخب کرلیتا ہے اور آدمیوں میں سے بھی بیشک اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے ﴿٧٥﴾ وہ جانتا ہے جو انکے آگے ہے (یعنی امور دنیا کو یا گزرے ہوئے اعمال کو) اور سب کام اللہ ہی کی طرف پھیرتے جاتے ہیں ﴿٧٦﴾

چیزوں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں تو اللہ کی قدرت کے پہچاننے سے ایسے لوگ بالکل بے بہرہ ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو مشرک اللہ کے علم میں گمراہ اور دوزخی ٹھہر چکے ہیں، وہ ایسی ہی بدحواسی کی باتیں کرتے ہیں کہ اللہ جیسے زبردست معبود کو چھوڑ کر خیالی چیزوں کی پوجا کو اچھا جانتے ہیں۔

مشرکین کا اعتراض

[١] **شان نزول:** یہ آیت ان کفار کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا تھا، اور کہا تھا کہ بشر کیسے رسول ہوسکتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جس طرح یہ لوگ اللہ کی قدرت کے پہچاننے سے بے بہرہ ہیں، اسی طرح اللہ کی حکمت کا علم ان لوگوں کو نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو چاہا اپنی حکمت کے موافق فرشتوں اور بنی آدم میں سے رسول بنایا۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی حکمت کا نہ کچھ بھید معلوم ہے، نہ ان کو اللہ تعالیٰ کی حکمت میں

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۷۷﴾ۚ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ

اے ۱ ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور کام کرو بھلے اس امید پر کہ تم نجات پاؤ۞ اور ۲ اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا، اس نے (اپنے دین وعبادت کے لئے) تم کو انتخاب کیا اور (اس نے) تم پر دین (کے احکام) میں کسی قسم کی تنگی نہیں رکھی، (وہی دین جو) تمہارے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کا دین ہے۔

دخل دینے کا کچھ حق حاصل ہے۔ آگے فرمایا کہ یہ مشرک لوگ اللہ کے رسول کی شان میں جو باتیں بناتے ہیں، وہ اللہ سب سنتا ہے، اور اللہ کے رسول ان باتوں پر صبر جو کرتے ہیں اس کو بھی اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے۔ پھر فرمایا سب چیزیں اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ اس لئے کسی کا حاضر وغائب کوئی حال اللہ کے علم سے باہر نہیں ہے۔

رکوع اور سجدہ کا حکم

۱ اس آیت میں ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! تم رکوع کرو اور سجدہ کرو۔ جب اسلام کی ابتدا تھی تو نماز بغیر رکوع وسجود کے تھی۔ پھر نماز میں رکوع وسجود کا حکم فرمایا گیا، یعنی رکوع اور سجود خاص اللہ کے لئے ہوں۔ اور عبادت میں اخلاص اختیار کرو، اور نیک کاموں میں لگے رہو۔ برے کاموں سے بچتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

مسلمانوں کی عزت اور قیامت میں مسلمانوں کی ایک خاص گواہی کا ذکر

۲ ان آیتوں میں فرمایا کہ خدا کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ اس کے جہاد کا حق ہے یعنی صاف دل اور خالص نیت سے ہو۔ جہاد دو قسم کے ہیں: ❶ ایک تو ظاہر دشمن یعنی مشرکوں اور باغیوں کے ساتھ جہاد کرنا، ❷ دوسرا باطنی دشمن یعنی نفس کے ساتھ جہاد کرنا ہے۔ پھر فرمایا کہ اُمت محمدیہ کے دیندار لوگو! اللہ تعالیٰ نے اس آخری آسان شریعت پر عمل کرنے کیلئے تم کو پسند فرمایا ہے۔ اس لئے احکام دین میں تم پر کسی قسم کی سختی بھی نہیں کہ پچھلی شریعتوں میں بعض باتیں سخت تھیں۔ مثلاً پچیس روپے سینکڑہ زکوٰۃ یا، نماز کیلئے خاص جگہ کا مقررہ ہونا۔ اس شریعت میں زکوٰۃ فقط ڈھائی روپے سینکڑہ ہے، اور جہاں پاک زمین مل جائے وہاں نماز ہو جاتی ہے۔ سفر میں نماز کا قصر اور روزے کے افطار کی اجازت، اور پانی نہ پانے یا پانی کے ضرر کرنے کی حالت میں غسل اور وضو کی جگہ تیمم کی اجازت ہے۔ شریعت ابراہیمی اور شریعت محمدی کے اکثر مسئلے ملتے جلتے ہیں۔ اس لئے فرمایا یہ شریعت ملت ابراہیمی کے مانند ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنانے کے وقت الہام الٰہی کے موافق اپنی اولاد میں ایک

هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ۬ مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۖۚ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ۧ﴿۷۸﴾

اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے، اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں، تا کہ (قیامت کے دن) رسول تمہارا (نگہبان) گواہ ہو اور تم اور لوگوں پر گواہی دو، پس تم لوگ نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کی رسی مضبوط پکڑلو، وہی تمہارا مولا ہے، پھر کیا ہی اچھا مولا ہے اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔﴿۷۸﴾

رسول اور فرمانبردار اُمت پیدا ہونے کی جو دعا کی تھی، اس کا ذکر سورۂ بقرہ میں گذر چکا ہے۔ اسی کو فرمایا کہ قرآن کے نازل ہونے سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں اُمت محمدیہ کا نام اُمت مسلمہ قرار دیا، اور پھر قرآن میں بھی یہی نام جگہ جگہ لیا گیا ہے۔ پس لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرو، اور دین حق کا اتباع کرو، تا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں تمہاری نگہبان ہوں، اور تمہاری مسلمانی کی گواہی دیں، اور اس بات کی تصدیق کریں کہ تم نے ملتِ ابراہیمی کو قبول کیا، اور اس کی متابعت کی۔ اور تا کہ تم لوگوں پر ایک خاص گواہی دو یعنی قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس بات کو ظاہر کرو کہ انبیاء علیہم السلام نے لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلایا، اور حقِ رسالت ادا کیا۔ پس جب تم کو یہ عزت حاصل ہوئی تو اس کے شکریہ میں لازم ہے کہ تم لوگ خصوصیت کے ساتھ نماز کی پابندی رکھو، اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ اور اس دین کی پابندی پر خاتمہ بخیر ہونے کا اللہ پر بھروسہ رکھو۔ کیونکہ ہر حال میں انسان کا اللہ ہی حامی و مددگار ہے۔ مولا بن کر عیب چھپاتا ہے۔ اور مددگاری فرما کر گناہوں کی بخشش فرماتا ہے۔ (سبحان اللہ! قربان جائیں ایسے رب کریم پر جلّ جلالہٗ)

آیاتها ۱۱۸　　۲۳ سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ ۷۴　　رکوعاتها ۶

سورۃ المؤمنون مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو اٹھارہ آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ﴿۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ﴿۴﴾

بیشک ۱؎ ایمان والے مراد کو پہنچے ﴿۱﴾ وہ جو اپنی نمازوں میں گڑگڑاتے ہیں ﴿۲﴾ اور وہ جو بیہودہ باتوں سے اعراض کرنے والے ہیں ﴿۳﴾ اور وہ جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں ﴿۴﴾

خواص سورہ مومنون: جو شخص کاہل ہو آٹھ مرتبہ اس سورت کو نماز میں پڑھے سب سستی جاتی رہے گی۔ اس سورت کو رات کے وقت سفید کپڑے پر لکھ کر اسے دھو کر شرابی کو پلا دے تو اس کی عادت چھوٹ جائے گی۔

مسلمانوں کی جنت میں جانے کی شرائط

۱؎ یہ سورۃ مومنون مکیہ ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل، ترمذی نسائی میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس سورت کے شروع کی یہ دس آیتیں جب نازل ہوئیں تو آنحضرت ﷺ نے دعا مانگی، اس دعا کا حاصل یہ ہے کہ یا اللہ! اپنی نعمت کو روز بروز ہم پر بڑھا، اور اپنی نعمت سے ہم کو محروم نہ رکھ، اور اپنی رضامندی کے کام ہم سے لے اور پھر آپ نے آیتوں کو پڑھ کر فرمایا جو کوئی ان دس آیتوں کے موافق عمل کرے گا، بلاشک جنت میں داخل ہوگا۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ بیشک ایمان والے کامیاب ہوئے۔ وہ جو اپنی نمازوں میں عاجزی کیا کرتے ہیں۔ خشوع کا مطلب "نماز میں عاجزی سے کھڑا ہو، اور دنیا سے توجہ ہٹی ہوئی ہو، اور نظر جائے نماز سے باہر نہ جائے۔ اس کو نہ معلوم ہو کہ اس کے دائیں اور بائیں کون ہے۔ اور انگلیاں نہ چٹخائے اور اسی قسم کی حرکات سے باز رہے۔ اور خشوع کی دو قسمیں ہیں: ❶ ایک ظاہری اور ❷ دوسری باطنی۔ خشوع ظاہری تو یہ ہے کہ سر کو خدا کے سامنے نیچا رکھے اور دست راست کو دست چپ پر رکھے، اور اطمینان سے قرآن پڑھے۔ اور خشوع باطنی یہ ہے کہ وساوس شیطانی سے دل کو پاک کرکے بہت خلوص سے متوجہ الی اللہ ہووے۔ یہاں تک کہ اپنی ذات کا بھی اس کو خیال نہ رہے، اپنے آپ کو بھی بھول جائے اور یہ سمجھے کہ خدا کو دیکھ رہا ہوں۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو تو اتنا تو ہو کہ یہ جانے کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔ صحیح بخاری سے روایت ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے

وَالَّذِیۡنَ هُمۡ لِفُرُوۡجِهِمۡ حٰفِظُوۡنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰۤی اَزۡوَاجِهِمۡ اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُهُمۡ فَاِنَّهُمۡ غَیۡرُ مَلُوۡمِیۡنَ ۚ﴿۶﴾ فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡعٰدُوۡنَ ۚ﴿۷﴾ وَالَّذِیۡنَ هُمۡ لِاَمٰنٰتِهِمۡ وَعَهۡدِهِمۡ رٰعُوۡنَ ۙ﴿۸﴾ وَالَّذِیۡنَ هُمۡ عَلٰی صَلَوٰتِهِمۡ یُحَافِظُوۡنَ ۘ﴿۹﴾ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡوٰرِثُوۡنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِیۡنَ یَرِثُوۡنَ الۡفِرۡدَوۡسَ ؕ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۱﴾

اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کو (حرام شہوت رانی (زنا) سے) محفوظ رکھتے ہیں ۵ مگر اپنی بیبیوں یا شرعی لونڈیوں پر کہ جو انکے ہاتھ کی ملکیت ہیں (ان سے علاقہ رکھیں) تو بیشک ان کیلئے کوئی ملامت نہیں ۶ پس جو کوئی ان دو کے سوا اور (جگہ شہوت رانی کا) طلب گار ہو تو ایسے لوگ حد (شرعی) سے بڑھنے والے ہیں ۷ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرتے ہیں (خواہ وہ امانتیں اللہ کی ہوں یا خلق کی اور اسی طرح سب عہد کی وفا لازم ہے) ۸ اور وہ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں ۹ یہی لوگ وارث ہیں ۱۰ کہ جنت الفردوس کی میراث پائینگے، وہ اسمیں ہمیشہ رہیں گے ۱۱

فرمایا کہ نماز پڑھنے والا شخص جب تک ادھر ادھر نظر نہیں ڈالتا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ نماز کے ذکر کے بعد پھر فرمایا کہ وہ جو گناہوں سے بچتے ہیں، اور وہ جو زکوٰۃ چستی سے ادا کرتے ہیں، اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کو حرام شہوت رانی سے محفوظ رکھتے ہیں۔ ہاں اپنی بیبیوں سے یا لونڈیوں سے جو اُن کے ہاتھ کی ملکیت ہیں، ان سے علاقہ رکھیں تو ان کے لئے کوئی برائی نہیں۔ ہاں جو کوئی اس کے علاوہ اور جگہ شہوت رانی کا طلب گار ہو، پس وہ لوگ حد شرعی سے نکلنے والے ہیں۔ اس آیت سے سب قضاء شہوت حرام ہوئی، خواہ کسی جانور سے ہو، یا ہاتھ وغیرہ سے، یا اغلام وغیرہ یا متعہ۔ سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ایک اُمت کو عذاب کیا جو اپنی شرمگاہوں سے کھیل کرتے تھے''۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ وہ جو اپنی سپردگی میں لی ہوئی امانتوں کو خواہ خدا کی امانت ہو، یا بندوں کی، ادا کرتے ہیں۔ اور عہد خواہ بندوں سے ہو یا خدا سے، پورا کرتے ہیں۔ اور وہ جو اپنی نمازوں کو پنجگانہ ان کے وقتوں میں ان کے شرائط و آداب کے ساتھ ادا کرتے ہیں، اور فرائض و واجبات اور سنتیں و نوافل سب کی نگہبانی رکھتے ہیں۔ روزہ حج ہجرت کے بعد کے فرائض ہیں، اس لیے اس مکی سورت میں ان دونوں فرضوں کا ذکر نہیں ہے۔ غرض یہ کہ یہ خصلتیں جس شخص میں ہوں اس کو فرمایا کہ ایسے ہی لوگ وارث ہیں جو جنت الفردوس کا ورثہ پا کر ہمیشہ کو مالک بن جاویں گے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾

اور[1] بیشک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا (یعنی آدم کو) ﴿۱۲﴾ پھر ہم نے اس کو (یعنی اس کی نسل کو) ایک محفوظ مقام (یعنی رحم) میں نطفہ بنا کر (ایک مدت معینہ تک) رکھا ﴿۱۳﴾ پھر ہم نے اس نطفہ کو جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو ایک گوشت کا ٹکڑا بنایا، پھر اس گوشت کے ٹکڑے کی چند ہڈیاں بنائیں، پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا پھر ہم نے (اس میں روح ڈال کر) اس کو ایک دوسری صورت میں اٹھان دی۔ پس اللہ بڑی برکت والا سب سے بہتر بنانے والا ہے ﴿۱۴﴾

انسان کی پیدائش کی کیفیت۔ دنیا کو پیدا کرنے کا نتیجہ

[1] ان آیتوں میں فرمایا کہ بیشک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی کے خلاصہ یعنی جوہر سے بنایا۔ پھر ہم نے جوہر کو پانی یعنی نطفہ بنا کر ایک مدت معینہ تک ایک محفوظ مقام یعنی رحم میں رکھا۔ پھر ہم نے اس نطفہ کو جما ہوا خون بنایا۔ پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو ایک گوشت کا ٹکڑا سا بنایا۔ پھر اس میں ہڈیوں کا ڈھانچہ بنایا، پھر ڈھانچے پر گوشت چڑھایا، رگیں پٹھے جوڑ وغیرہ سب بنائے، اور پتلا تیار ہوگیا۔ پھر اللہ کے حکم سے جان پڑ جاتی ہے، اور رحم پر جو فرشتہ تعینات ہے، اس کو اس پتلے کی عمر، رزق، نیک و بد لکھنے کا حکم جس طرح ہوتا ہے وہ فرشتہ اس کے موافق لکھ لیتا ہے۔ پس کیا ہی برکتوں والا ہے اللہ، جو سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔ یہاں انسان کی کس قدر بزرگی تمام زمین اور آسمان اور جمیع موجودات پر ثابت ہوتی ہے، کہ انسان کے پیدا کرنے سے اللہ تعالیٰ اپنی ثنا اور تعریف بیان فرماتا ہے۔ آگے فرمایا اس طرح کی پیدائش کے بعد جتنی اس کی عمر ہوتی ہے، اس عمر کے ختم ہونے تک ہر شخص جیتا ہے، پھر مر جاتا ہے۔ پھر فرمایا انسان کا اس طرح پیدا کرنا، اور اس کی عمر کی ایک مدت کا ٹھہرانا کھیل تماشہ کے طور پر نہیں ہے، کہ ہر شخص جب مر کر خاک ہو جاوے تو پھر اس کی خبر نہ لی جاوے، کہ عمر بھر اس نے اپنی پیدائش کے شکریہ میں اپنے پیدا کرنے والے کی مرضی کے موافق کچھ کام کئے یا نہیں۔ اس لئے دنیا کی عمر ختم ہو جانے اور اس کے اجڑ جانے کے بعد دنیا بھر کے لوگوں کو ایک ہی دفعہ دوبارہ پیدا کر کے نیکی و بدی کی جزا و سزا کا فیصلہ کیا جاوے گا۔ آگے آسمانوں کی پیدائش کا ذکر فرمایا۔ یہ جتلایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اس حال سے بے خبر نہیں ہے کہ وہ گر کر زمین اور اہل زمین کو

ثُمَّ اِنَّكُمۡ بَعۡدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوۡنَ ؕ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ تُبۡعَثُوۡنَ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا فَوۡقَكُمۡ سَبۡعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الۡخَلۡقِ غٰفِلِيۡنَ ﴿۱۷﴾ وَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسۡكَنّٰهُ فِى الۡاَرۡضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوۡنَ ۚ﴿۱۸﴾

پھر بیشک اس (پیدائش) کے بعد تم سب ضرور مرنے والے ہو ﴿۱۵﴾ پھر (مرنے کے بعد) تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے ﴿۱۶﴾ اور بیشک ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے اور ہم خلق سے بے خبر نہیں ﴿۱۷﴾ اور [۱] ہم نے آسمان سے ایک اندازہ کے ساتھ پانی برسایا، پھر ہم نے اسے زمین میں (حسب ضرورت) ٹھہرایا اور بیشک ہم اس (پانی) کو دور کرنے پر قادر ہیں ﴿۱۸﴾

برباد نہ کردیں۔ اسی طرح ہر شخص کے نیک و بد کاموں سے بھی وہ غافل نہیں ہے، اس کو سب کے عملوں کی خبر ہے۔ جس کا نتیجہ وقت مقررہ پر سب کو معلوم ہو جاوے گا۔ ہر ایک آسمان دوسرے آسمان کی چھت ہے، اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو برس کے راستہ کا فاصلہ ہے۔ اسی واسطے سات آسمانوں کو سات راہیں فرمایا۔

[۱] ان آیتوں میں فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو نیک و بد کی جزا و سزا کی حکمت سے پیدا کیا ہے، کھیل تماشہ کے طور پر نہیں پیدا کیا۔ اسی طرح مینہ بھی حکمت سے ضرورت کے موافق برستا ہے، نہ ایسا بہت برستا ہے، جس سے کھیتوں اور عمارتوں کو نقصان پہنچ جاوے، اور نہ ایسا تھوڑا کہ کھیتوں اور باغوں کو کافی نہ ہو۔ زمین میں پانی ٹھہرنے کا یہ مطلب ہے کہ زمین کے اندر پانی ٹھہر کر اناج کے بیج اور میوے کی گٹھلی کو تری پہنچاتا ہے، اور تالابوں وغیرہ میں جو پانی ٹھہر جاتا ہے، وہ آدمیوں اور جانوروں کے پینے میں آتا ہے۔ پھر فرمایا یہ بات بھی اللہ کی قدرت سے کچھ دور نہیں ہے کہ زمین کے اندر اور تالابوں کے اندر کا پانی سکھا دیوے، جس سے کھیتی اور جانوروں کو نقصان پہنچ جاوے۔ پس ہم نے تمہارے لئے اس پانی کے ذریعہ سے کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کئے جن میں تمہارے لئے بکثرت میوے ہیں، اور اسی پانی سے ایک قسم کا زیتون کا درخت بھی ہم نے پیدا کیا جو کہ طور سینا جہاں موسیٰ علیہ السلام کو نبوت اور توراۃ ملی ہے، وہاں بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کا تیل جلانے کے کام میں آتا ہے، اور کھانے والوں کے لئے روٹی سے سالن کے کام آتا ہے۔ آگے چوپایوں کے دودھ اور گوشت اور سواری کے کرنے کی نعمتوں کا ذکر فرما کر یہ بھی فرمایا کہ جس طرح خشکی میں لوگ چوپایوں پر سواری کرتے ہیں، سمندر میں وہی حال کشتی کا ہے۔

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ عَلَيْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾

وقف لازم

ع-۱۴

پس ہم نے تمہارے لئے اس سے باغ پیدا کئے کھجوروں کے اور انگوروں کے جن میں تمہارے لئے بکثرت میوے ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو ﴿۱۹﴾ اور (اسی پانی سے) ہم نے (زیتون کا) درخت پیدا کیا جو کہ طور سینا میں اکثر پیدا ہوتا ہے جس سے تیل حاصل ہوتا ہے اور کھانے والوں کے لئے روٹی سالن (کے کام) آتا ہے ﴿۲۰﴾ اور بیشک تمہارے لئے چوپایوں میں ایک نصیحت ہے کہ تم کو ان کے پیٹ کی چیزوں میں سے (دودھ جدا کرکے) پلاتے ہیں اور تمہارے لئے اس میں بہت فائدے ہیں اور ان میں بعض کو تم کھاتے ہو ﴿۲۱﴾ اور (خشکی میں) ان پر اور (سمندر میں) کشتیوں پر سوار کئے جاتے ہو ﴿۲۲﴾ اور بیشک [۱] نوح کو ہم نے اس کی قوم کی طرف (پیغمبر کرکے) بھیجا پس اس نے کہا: "اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم کو (اس کے عذاب کا) ڈر نہیں؟" ﴿۲۳﴾

حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ

[۱] انبیاء کے تین طرح کے زمانہ ہیں: ❶ ایک زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام تک کا ہے۔ اس زمانہ تک حلال و حرام کا کوئی حکم نہ تھا، نہ کوئی شریعت تھی، صرف کچھ وظیفے اور آداب تھے۔ ❷ نوح علیہ السلام کے زمانہ سے شریعت شروع ہوئی ہے۔ یہ دوسرا زمانہ نبوت کا حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک کا ہے۔ اس زمانہ میں انبیاء کو مخالف لوگوں سے لڑنے کا حکم نہیں تھا، بلکہ مخالف لوگوں کو پہلے انبیاء طرح طرح سے سمجھاتے تھے۔ جب

مخالف لوگ کسی طرح نہیں مانتے تھے تو عام عذاب آ کر سب مخالف ایک دفعہ ہی غارت اور ہلاک ہو جاتے تھے۔ فرعون کے ہلاک ہو جانے کے بعد جب توراۃ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، اور توراۃ میں جہاد کا حکم آ گیا تو وہ عام عذاب کا طریقہ بند ہو گیا۔ ③ تیسرا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ تک کا ہے۔ جس میں مخالفوں سے لڑنے کا حکم ہے۔ قرآن شریف میں جہاں کہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیوں کا ذکر فرمایا ہے تا کہ اس ذکر سے آنحضرت ﷺ کی یہ تسکین ہو جائے کہ جس طرح قریش لوگ آنحضرت ﷺ کے حق میں بدگوئی کرتے ہیں، اسی طرح پہلے مخالف لوگ بھی پہلے انبیاء کے حق میں بدگوئی کرتے رہے ہیں۔ اور یہ تسکین بھی ہو جائے کہ اگر مخالف لوگ نہ مانیں گے تو وہی انجام انکا ہوگا، کہ عام عذاب آ کر یا لڑائی کا حکم نازل ہو کر ہلاک ہو جائیں گے۔ اس سورت میں بھی وہی تسکین کا موقع ہے اس واسطے حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک کے قصوں کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ سب انبیاء نے اپنی اُمت کے لوگوں کو بھی نصیحت کی ہے کہ اے لوگو! جس اللہ نے تم کو پیدا کیا ہے، اسی کی تعظیم تم پر واجب ہے۔ کیونکہ وہی معبود تمہارا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کے عذاب سے ڈرو، اور اسکی تعظیم میں دوسروں کو شریک نہ کرو۔ حضرت نوح علیہ السلام کی یہ نصیحت سن کر قوم کے سرداروں نے عام لوگوں سے کہا: ''ہم نے اپنے بڑوں سے یہ بات نہیں سنی کہ جن نیک لوگوں کی مورتوں کی ہم پوجا کرتے ہیں، ان کو چھوڑ کر خالص اللہ ہی کی عبادت کی جاوے۔ اپنے بڑوں کے جس طریقہ پر ہم لوگ ہیں، اگر اللہ کے نزدیک یہ طریقہ بُرا ہوتا تو اللہ کسی فرشتے کو بھیج کر اس طریقہ کی برائی ہمیں بتلا دیتا۔ حضرت نوح علیہ السلام تو ہم جیسے آدمی ہیں، ان میں کیا خصوصیت ہے جو یہ اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہتے ہیں۔ ہمیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام قوم پر اپنی سرداری جمانے کے لئے نوح علیہ السلام اپنے آپ کو اللہ کا نائب بتاتے ہیں۔ اس سرداری کی دھن میں ان کو سودا ہو گیا ہے۔ اسی دیوانگی کی حالت میں یہ ایسی نئی باتیں کرتے ہیں، کچھ دنوں انتظار کرنا چاہئے شاید ان کا یہ دیوانہ پن جاتا رہے''۔ پس نوح علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے پروردگار! یہ مجھے جھوٹا بتاتے ہیں، اس لئے تُو میری مدد کر یعنی ان کو ہلاک کر دے''۔ پس ہم نے نوح علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ ہماری مدد اور حکم سے کشتی تیار کرو۔ پھر جس وقت ہمارا حکم عذاب کا قریب آئے اور تنور سے پانی ابلنے لگے تو کشتی میں ہر ایک قسم کے جانوروں میں سے دو عدد نر اور مادہ کو سوار کر لینا، اور اپنے گھر والوں کو بھی سوار کر لینا۔ مگر ان میں سے ایسے آدمی کو نہیں سوار کرنا جس کے لئے پہلے سے ڈوبنے کا حکم ہو چکا ہے۔ اور ظالموں کے معاملے میں مجھ سے بات بھی نہ کرنا، کیونکہ وہ سب لوگ ڈوبنے والے ہیں۔ اور انہیں لوگوں میں حضرت نوح علیہ السلام کا لڑکا کنعان بھی تھا۔ ''پھر جس وقت تم اور تمہارے ساتھی مسلمان کشتی میں تمہارے ساتھی مسلمان کشتی میں بیٹھ چکو تو یوں کہنا: ''شکر ہے خدا کا جس نے ہم کو ظالم قوم سے بچا کر نکالا'' اور دعا کرنا کہ اے پروردگار! مجھ کو کشتی سے برکت کے ساتھ اچھی جگہ اُتاریو، اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔ سورہ ہود میں گذر چکا ہے کہ طوفان کے بعد نوح علیہ السلام کی اولاد میں وہ خیر و برکت ہوئی کہ پھر ان سے ہی تمام دنیا آباد ہوئی۔ آخر کو خاتم الانبیاء ﷺ سے فرمایا: ''اے محبوب ﷺ! حضرت نوح علیہ السلام کے اس قصہ کے سننے کے بعد قریش کو یہ عبرت پکڑنی چاہئے کہ اللہ کے کلام اور اس کے رسول ﷺ کو جھٹلانے والوں کا یہ انجام ہوتا ہے جو انجام قوم نوح کا ہوا ہے''۔

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾

پس اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ یہ شخص بجز اس کے کہ تمہاری طرح کا ایک آدمی ہے اور کچھ نہیں، تم پر بزرگی حاصل کرنا چاہتا ہے اور اگر اللہ (رسول بھیجنا) چاہتا تو فرشتوں کو بھیجتا۔ ہم نے تو یہ بات اپنے اگلے باپ داداؤں سے کبھی سنی بھی نہیں ﴿۲۴﴾ وہ تو صرف ایک دیوانہ آدمی ہے پس اس کا ایک وقت خاص تک انتظار کرو ﴿۲۵﴾ (نوح نے) عرض کی: "اے میرے پروردگار! میری مدد فرما اس پر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا" ﴿۲۶﴾ پھر ہم نے نوح کی طرف وحی بھیجی کہ ہماری نگاہ کے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا۔ پس جس وقت ہمارا حکم (عذاب کا قریب) آئے اور تنور سے پانی ابلنے لگے تو کشتی میں ہر ایک قسم (کے جانوروں) میں سے دو عدد نر اور مادہ بٹھا لینا اور اپنے گھر والوں کو (بٹھا لینا) مگر ان میں سے ایسے لوگوں کو نہیں جس کیلئے (پہلے سے ڈوبنے کا) حکم ہو چکا ہے اور ان ظالموں کے معاملہ میں مجھ سے بات نہ کرنا، بیشک یہ ضرور ڈبوئے جائیں گے ﴿۲۷﴾ پھر جس وقت تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں ٹھیک بیٹھ جاؤ تو یوں کہنا: "سب تعریف اس اللہ کیلئے ہے کہ جس نے ہم کو ظالم قوم سے نجات دی" ﴿۲۸﴾

وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَرْسَلْنَا فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ ع وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۙ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ یَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَیَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ ۙ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ ۙ

اور عرض کرنا کہ اے میرے پروردگار! مجھ کو (کشتی سے) برکت والی جگہ اتار اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے ﴿۲۹﴾ بیشک اس واقعہ میں ضرور نشانیاں ہیں اور بیشک ہم (اپنے بندوں کو) ضرور جانچنے والے تھے ﴿۳۰﴾ پھر ہم نے ان کے بعد اور گروہ پیدا کیا ﴿۳۱﴾ پھر ہم نے ان کے درمیان ان کے قبیلہ میں سے ایک رسول بھیجا، (ان رسول نے بھی کہا) کہ اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہاری کوئی لہ معبود نہیں، پھر کیا تمہیں (اس کے عذاب کا) ڈر نہیں" ﴿۳۲﴾ اور بولے اس کی قوم کے کافر سردار جنہوں نے جھٹلایا تھا آخرت کے پیش آنے کو اور ہم نے ان کو دنیا کی زندگی میں آسودگی دی تھی کہ یہ تو نہیں مگر تم جیسا ایک آدمی ہے وہی کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتا ہے جو تم پیا کرتے ہو ﴿۳۳﴾ اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے آدمی کی اطاعت کی تو بیشک تم نقصان اٹھانے والے ہو گے ﴿۳۴﴾

قوم ثمود اور دیگر قوموں کا ذکر اور تنبیہ

لہ اس سے پہلے سورۃ الاعراف اور سورہ ہود میں تمام قصے مفصل بیان ہو چکے ہیں، یہاں پر مختصر طور پر بیان فرمایا ہے کہ جب اونٹنی کا معجزہ دیکھنے کے بعد بھی ان لوگوں نے یہ سرکشی کی باتیں نہیں چھوڑیں، اور اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا تو صالح علیہ السلام نے مدد غیبی کی دعا کی۔ اور ان کی دعا قبول ہو کر یہ جواب ملا کہ اب تھوڑے دنوں میں ان لوگوں کے پچھتانے کا وقت آتا ہے۔ پھر اس وعدہ کا ظہور یہ ہوا کہ اونٹنی کی ہلاکت کے تین روز کے بعد ایک سخت چنگھاڑ کے صدمہ سے یہ لوگ ہلاک ہو گئے۔

اَیَعِدُکُمْ اَنَّکُمْ اِذَا مِتُّمْ وَ کُنْتُمْ تُرَابًا وَّ عِظَامًا اَنَّکُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَ نَحْیَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ٰافْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا وَّ مَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا کَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِیْلٍ لَّیُصْبِحُنَّ نٰدِمِیْنَ ﴿۴۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۱﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِیْنَ ﴿۴۲﴾

کیا یہ تم سے وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مرجاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے پھر (دوبارہ زندہ کر کے قبروں سے) نکالے جاؤ گے ﴿۳۵﴾ دور ہے (بہت) دور ہے جس بات کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے ﴿۳۶﴾ بس زندگی تو یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے۔ یوں ہی ہم مرتے ہیں اور زندہ ہوتے ہیں اور ہم (مر کر) پھر دوبارہ زندہ نہ کیے جاویں گے ﴿۳۷﴾ بس یہ ایک ایسا مرد ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور ہم اسے ماننے والے نہیں ﴿۳۸﴾ رسول نے عرض کی: ’’اے میرے پروردگار! میری مدد فرما اس لئے کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا‘‘ ﴿۳۹﴾ ارشاد ہوا: ’’تھوڑے زمانے کے بعد پشیمان ہو کر رہ جائیں گے‘‘ ﴿۴۰﴾ پھر تو ان کو ایک ہیبت ناک آواز (کے بدلے) نے سچے وعدے کے موافق گھیر لیا۔ پس ہم نے انہیں گھاس کوڑا کر دیا (یعنی وہ سب ہلاک ہو گئے) پس دور ہوں ظالم قوم ﴿۴۱﴾ پھر ان کے بعد[1] ہم نے اور امتوں کو پیدا کیا ﴿۴۲﴾

[1] قوم ثمود اور قوم فرعون کے مابین جو قومیں گزری ہیں مختصر طور پر ان کا حاصل یہ ہے کہ مثلاً قوم ثمود کے بعد قوم لوط اور قوم شعیب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، اور باری باری سے قوم لوط کی ہدایت کے لیے لوط علیہ السلام کو، اور قوم شعیب کی ہدایت کیلئے شعیب علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ اور راہ راست پر آنے کیلئے ہر ایک قوم کو مہلت دی، اور مہلت کے زمانہ میں اگرچہ ان قوموں نے طرح طرح کی سرکشی کی۔ لیکن وقت مقررہ تک ان لوگوں کو ڈھیل دی گئی، کیونکہ انتظام الٰہی میں وقت مقررہ سے

مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۖ كُلَّمَا جَاۤءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾

کوئی امت اپنی میعاد سے نہ پہلے جائے اور نہ پیچھے رہے (یعنی ٹھیک اسی وقت (مقرر پر) ہلاک ہوگی) ﴿۴۳﴾ پھر تو لگا تار ہم اپنے ؎۱ رسول (ہدایت کیلئے) بھیجتے رہے جب کبھی کسی امت کے پاس اس امت کا رسول آیا تو انہوں نے اس کو جھٹلایا، پھر ہم نے اگلوں سے پچھلے ملا دیئے (یعنی بعد والوں کو پہلوں کی طرح ہلاک کردیا) اور ہم نے ان کے افسانے بنا دیئے پس دور ہوں وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ﴿۴۴﴾ پھر ہم نے موسیٰ اور ؎۲ اس کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیاں اور کھلی دلیلوں کے ساتھ ﴿۴۵﴾

پہلے نہ کوئی کام ہوتا ہے، نہ وقت مقررہ آجانے کے بعد کسی کام میں کچھ دیر لگتی ہے۔ اسی واسطے مہلت کے زمانہ میں جب یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے اور مہلت کا زمانہ گزر کر عذاب کا وقت مقررہ آ گیا، تو قوم لوط پر پتھر کے مینہ اور بستی کے اُلٹ دیئے جانے کا، اور قوم شعیب پر زلزلہ اور سخت آواز اور انگارے برسنے کا عذاب آیا۔

؎۱ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی بے پرواہ ہے کہ اس کو کسی چیز کی پروا نہیں ہے۔ لیکن رسول وقت کی بات کا نہ ماننا اور رسول وقت کی فرمانبرداری کو مسخراپن میں اڑا کر رسول وقت کو غصہ دلانا، ایسی اللہ کی ایک غصہ اور غضب اور وبال کی چیز ہے، کہ جو لوگ اس نافرمانی میں مبتلا ہوں ان کی وبال کی حالت پر باوجود اس بے پرواہی کے خود اللہ تعالیٰ نے حسرت اور افسوس کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ سورہ یٰسین میں ارشاد فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بندوں کی رسولوں کے جھٹلانے کی حالت قابل افسوس ہے۔

قوم فرعون کا ذکر

؎۲ ان آیتوں میں فرمایا کہ قوم شعیب کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کی ہدایت کے لئے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ اور ان کی پیغمبری کی تائید کے لئے ان کو عصا اور ید بیضا کے معجزے بھی دیئے، لیکن فرعون اور اس کی قوم کو یہ غرور کی باتیں سوجھیں کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام آخر بنی اسرائیل کی نسل میں سے ہیں، اور بنی اسرائیل کی ساری قوم ہمارے تابع ہے۔ پھر ہم ان دونوں اپنے جیسے آدمیوں کو اپنا سردار اور راہبر کیونکر بنا سکتے ہیں۔ کوئی فرشتہ اللہ کا نائب بن کر آتا تو اس کی نصیحت کو مان لینا البتہ ایک ٹھکانے کی بات تھی۔ انسان کی پیغمبری کے منکر لوگوں کا جواب

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَإِيْهِ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا عَالِينَ ﴿٤٦﴾ فَقَالُوا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُونَ ﴿٤٧﴾ فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ ﴿٤٨﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿٤٩﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ﴿٥٠﴾

فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا، پس انہوں نے غرور کیا اور وہ لوگ سرکش تھے ﴿۴۶﴾ پس وہ (آپس میں) کہنے لگے کہ کیا ہم اپنے ہی طرح کے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں اور ان کی قوم کے لوگ ہمارے تابع رہیں ﴿۴۷﴾ پس انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو وہ ہلاک کیے ہوؤں میں ہو گئے اور (غرق کر ڈالے گئے) ﴿۴۸﴾ بیشک (ان کے ہلاک ہونے کے بعد) ہم نے موسیٰ کو کتاب (یعنی توریت) عطا فرمائی تا کہ (اس کے ذریعہ سے) وہ لوگ یعنی بنی اسرائیل) ہدایت پا دیں ﴿۴۹﴾ اور [1] ہم نے مریم کے بیٹے (عیسیٰ) کو اور اس کی ماں (مریم) کو نشانی بنایا اور ہم نے ان دونوں کو ایک بلند زمین پر جو رہنے کے لائق تھی اور جہاں (نتھرا ہوا) پانی جاری تھا ٹھکانا دیا ﴿۵۰﴾

سورۃ الانعام (پارہ ۷) میں گذر چکا ہے کہ فرشتوں کو اصلی صورت میں دیکھنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ اس لئے کوئی فرشتہ رسول بنا کر بھیجا جاتا تو وہ بھی ضرور انسان کی صورت میں ہوتا، جس سے ان لوگوں کا یہی شبہ باقی رہتا۔ پھر فرمایا ان ہی غرور کی باتوں میں گرفتار ہو کر فرعون اور اس کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی پیغمبری کو جھٹلایا، جس کے وبال سے یہ سب دریائے قلزم میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔ آگے فرمایا کہ فرعون کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ نازل فرمائی تا کہ بنی اسرائیل کو ہدایت پانے کا پورا موقع ملے۔

حضرت مریم اور عیسیٰ علیہما السلام کا ذکر

[1] ان آیتوں میں حضرت عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کا ذکر فرما کر یہ جتلایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد یہود نے توراۃ کی ہدایت سے فائدہ نہیں اٹھایا، کیونکہ توریت کی جن آیتوں میں عیسیٰ علیہ السلام اور خاتم الانبیاء ﷺ کے اوصاف تھے، ان آیتوں میں انہوں نے ردوبدل کر دیا۔ جس سے شریعت عیسوی اور شریعت محمدی دو شریعتوں کے یہ لوگ منکر بن گئے۔ حضرت مریم جیسی پاک دامن بی بی پر بدکاری کا الزام لگایا، دمشق کے ستارہ پرست بادشاہ کے دربار میں غلط مخبری کر کے حضرت عیسیٰ

يَآ اَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ؕ ﴿۵۱﴾ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾

(ہم نے کہا): ''اے پیغمبرو![1] پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور اچھے کام کرو، بیشک جو کچھ تم (عمل کرتے) ہو میں اس کا جاننے والا ہوں ﴿۵۱﴾ اور بیشک یہ تمہارا دین ایک ہی دین ہے (یعنی اسلام) اور میں تمہارا پروردگار ہوں، پس مجھ ہی سے ڈرو'' ﴿۵۲﴾ پس ان کی امتوں نے اپنا کام (پھوٹ ڈال کر) آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا۔ ہر فرقہ جو اس کے پاس ہے وہ اس پر خوش ہے ﴿۵۳﴾

علیہ السلام کو سولی کے قابل ٹھہرایا۔ چنانچہ یہ سب قصہ سورۃ النساء کی تفسیر میں گذر چکا ہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ بغیر کسی مرد کے چھونے کے حضرت مریم کا حمل کا رہ جانا، اور پھر اس خلاف عادت حمل سے عیسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہونا، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک ایسی نشانی ہے جس طرح اس نے آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے اپنی قدرت سے پیدا کیا۔ جو لوگ اس قدرت کے منکر ہیں وہ اس کی سزا بھگتیں گے۔

پاک روزی کا بیان، اور سب نبیوں کا دین ایک ہی دین ہے

[1] ان آیتوں میں فرمایا: ''اے پیغمبرو! تم ستھری چیزوں میں سے کھاؤ اور اچھے عمل کرو۔ جو تم کرتے ہو میں سب جانتا ہوں''۔ یہ سب نبیوں کو اللہ پاک کا حکم ہے۔ ہر نبی سے اس کے زمانہ میں یہی خطاب کیا گیا، اور ہر نبی کو یہی خدا کی طرف سے وصیت کی گئی ہے۔ تاکہ سننے والوں کو معلوم ہو جائے کہ حلال کا کھانا اور اچھے عمل کرنا ایسی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو اسکے ساتھ خطاب کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ اسلام اور خدا کو ایک جاننا تم سب کا دین ہے۔ ایک دین یعنی تم سب نبیوں کا حقیقت میں ایک ہی دین ہے کہ سب نے خدا کی عبادت کی، اور کسی کو اس کا شریک نہ بنایا۔ اور باقی نماز روزہ وغیرہ کے حکم ہر ایک نبی کے زمانہ میں بدلتے رہے''۔ لیکن توحید میں اور خدا کے ایک جاننے میں سب کا ایک ہی دین رہا، اور حاصل اس دین کا یہ ہے کہ ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔ اور جو کوئی اس کے برخلاف کرے، اس کو عذاب الٰہی سے ڈرنا ضرور ہے۔ آگے فرمایا کہ ہم نے ایک ہی دین بھیجا تھا، لوگوں نے آپس میں اختلاف کر کے بہت سے مذہب بنا لئے۔ اور ہر گروہ یہ جانتا ہے کہ میرا مذہب حق ہے، اور سب کے مذہب باطل ہیں۔ پس اے محبوب! تم ان فرقوں کو ان کے حال یعنی کفر اور جہالت و غفلت پر ایک وقت مقررہ یعنی موت کے وقت تک دنیا میں چھوڑ دو۔ وقت مقررہ آ جاوے تو ہم پوری سزا دیں گے۔ پھر فرمایا ان لوگوں

فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۵۴﴾ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾

پس تم ان کو ان کی غفلت میں ایک خاص وقت تک چھوڑ دو ﴿۵۴﴾ کیا یہ لوگ یوں گمان کرتے ہیں کہ ہم جو ان کو مال واولاد سے امداد دیتے ہیں ﴿۵۵﴾ تو (کچھ) ہم ان کو جلدی جلدی بھلائیاں پہنچاتے ہیں (یہ بات ہرگز نہیں) بلکہ وہ سمجھتے نہیں ﴿۵۶﴾ بیشک ؎ جو لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے ڈرتے ہیں ﴿۵۷﴾ اور وہ جو اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں ﴿۵۸﴾ اور وہ جو اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے ﴿۵۹﴾ اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور (پھر بھی) ان کے دلوں کو اس بات کا خوف لگا رہتا ہے کہ ان کو پروردگار کی طرف پھرنا ہے ﴿۶۰﴾ یہی وہ لوگ ہیں کہ جو نیکیوں میں کوشش کرتے ہیں اور یہی سب سے پہلے ان کی طرف نکل جانے والے ہیں ﴿۶۱﴾

کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ ان کے مال واولاد کی ترقی اس سبب سے ہے کہ اللہ ان سے رضا مند ہے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ مالدار اور اولاد والی پچھلی اُمتوں کو طرح طرح کے عذابوں سے ہرگز ہلاک نہ کرتا۔

؎ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ بیشک جو اللہ تعالیٰ کے علم میں نیک لوگ ٹھہر چکے ہیں، وہ ایسے لوگ ہیں کہ نیک کام کرنے کے بعد بھی عذاب آخرت کا اندیشہ ان کو لگا رہتا ہے۔ احکام الٰہی کی آیتوں کا ان کے دل میں کلام الٰہی ہونے کا پورا یقین ہے۔ اس لئے وہ ان احکام کے موافق خالص دل سے عمل کرتے، صدقہ خیرات اور ہر طرح کا نیک کام کرتے ہیں۔ اور پھر بھی اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہونے کے وقت کا کھٹکا ان کے دل میں لگا ہوا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جو ہر طرح کی بھلائی کی طرف پیش قدمی کر کے دوڑتے ہیں۔

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾

اور ہم کسی کو تکلیف [۱] نہیں دیتے مگر اتنی ہی جتنی کہ اس میں طاقت ہے، اور ہمارے پاس ایک کتاب (یعنی نامہ اعمال کا دفتر لوح محفوظ) ہے جو حق بیان کرتی ہے اور ان پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا ﴿۶۲﴾ بلکہ کافروں [۲] کے دل اس (قرآن) کی طرف سے غفلت (اور شک) میں پڑے ہوئے ہیں اور اس کے علاوہ ان لوگوں کے اور بھی (برے برے) عمل ہیں جن کو وہ کرتے رہتے ہیں ﴿۶۳﴾

شریعت اسلام کا ذکر

[۱] اس آیت میں فرمایا کہ شریعت کا کوئی کام اللہ تعالیٰ نے انسان کی طاقت سے باہر نہیں رکھا مثلاً جو بیمار آدمی نماز میں کھڑا نہ ہو سکے تو اس کو بیٹھ کر نماز جائز ہے۔ اسی طرح مسافر یا بیمار آدمی رمضان میں روزے نہ رکھے، بعد میں قضا کرے تو کچھ گناہ نہیں۔ پھر فرمایا ہر شخص کے ہر طرح کے عمل پہلے لوح محفوظ میں، اور پھر نامہ اعمال میں لکھے گئے ہیں۔ جس سے ہر شخص کو اپنے عملوں کا سچا سچا حال سزا و جزا کے وقت معلوم ہو جاوے گا۔ اور سزا و جزا کے وقت کسی پر یہ ظلم نہ ہوگا کہ نیکی کا اجر گھٹا دیا جاوے یا جرم کی حیثیت سے سزا کی مقدار بڑھا دی جائے۔

منکرین قرآن کا ذکر

[۲] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ شرک کے وبال میں ان لوگوں سے بڑھ کر خوش حال پچھلی قومیں جب طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوگئیں۔ جس کے قصے کئی دفعہ ان کو سنا دیئے گئے تو ان مشرکوں کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ ان کے مال اور اولاد کی ترقی اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش ہے، بلکہ ان لوگوں کے اس غلط خیال پر جمے رہنے کا سبب یہی ہے کہ یہ لوگ قرآن کی نصیحت کو دھیان سے نہیں سنتے۔ اور نیک لوگوں کے جو کام ان کو اوپر کی آیتوں میں بتلائے گئے ہیں رات دن ان کاموں کے برخلاف کام کرتے ہیں۔ لیکن ان میں بڑے بڑے خوش حال وقت مقررہ پر جب عذاب آخرت میں گرفتار ہو جاویں گے تو عذاب کی تکلیف سے بہت چلا دیں گے۔ جس پر ان کو اور ذلیل کرنے کے لئے کہا جاوے گا کہ آج تمہاری فریاد سن کر کوئی تمہاری مدد نہیں کر سکتا، اور یہ بھی کہا جاوے گا کہ یہ عذاب تمہاری اسی شرارت کی سزا ہے کہ تم قرآن کی نصیحت کو سن کر الٹے قدموں بھاگتے تھے۔ بت پرستی کی طرف رجوع کرتے تھے، اور خدمت حرم پر تکبر تھا، اور اسکے آس پاس بیٹھ کر راتوں کو کہانیاں کہتے تھے۔ اور بیہودہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین و قرآن کی ہجو کرتے تھے۔

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْــَٔـرُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَا تَجْــَٔـرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِىْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖۗ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾

یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے مال داروں کو عذاب میں پکڑا تو وہ فوراً فریاد کرنے لگے ﴿۶۴﴾ (کہا جائے گا) کہ فریاد نہ کرو آج کے دن بیشک تم کو ہماری طرف سے کچھ مدد نہ دی جائے گی ﴿۶۵﴾ بیشک تم کو میری آیتیں پڑھ کر سنائی جایا کرتی تھیں، تم الٹے پاؤں پھر جاتے (اور ان کو نہ مانتے تھے) ﴿۶۶﴾ خدمت حرم پر تکبر کرتے ہوئے رات کو وہاں بیہودہ کہانیاں بکتے حق کو چھوڑتے ہوئے ﴿۶۷﴾ تو کیا انہوں نے [1] اس کلام (الٰہی یعنی قرآن) میں غور نہیں کیا؟ یا ان کے پاس ایسی (نئی) چیز آئی جو ان کے اگلے باپ دادا کے پاس نہ آئی تھی ﴿۶۸﴾ یا انہوں نے اپنے رسول کو نہ پہچانا تو وہ اسے بیگانہ سمجھ رہے ہیں ﴿۶۹﴾

[1] ان آیتوں میں فرمایا کہ کیا انہوں نے قرآن کی آیتوں میں غور وفکر نہیں کیا، اور کیا ہم نے ان کے پاس ایسی چیز بھیجی ہے جو ان کے باپ داداؤں کے پاس نہیں بھیجی تھی۔ بلکہ ہماری تو ہمیشہ سے یہی عادت ہے کہ اپنے رسولوں کی طرف قدیم سے کتابیں اُتارتے رہے ہیں۔ یہ لوگ کیا اس کو نئی بات سمجھتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔ کیا انہوں نے اپنے رسول یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہیں پہچانا جو ان کا انکار کرتے ہیں، اور اپنے رسول کو دیوانہ بتاتے ہیں۔ بلکہ یہ رسول ان کے پاس خدا کی طرف سے سچی باتیں لے کر آئے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر جو ایمان نہیں لائے نفرت کرتے ہیں۔ اور اگر ان کی خواہش کے موافق حق ہوتا تو زمین وآسمان اور جو ان کے درمیان میں ہے، سب برباد ہو جاتا اور سارے جہان کا انتظام خراب ہو جاتا، کیونکہ سارے جہان کے انتظام کا مدار حق پر ہے۔ آگے فرمایا کہ قرآن میں تو ان کیلئے ہم نے بہتری اور نصیحت کی باتیں بھیجی ہیں، اور وہ اس نصیحت سے منہ پھیرتے ہیں۔ اے محبوب! تم ان لوگوں سے قرآن کی نصیحت پر کچھ اُجرت بھی تو نہیں مانگتے، جو یہ لوگ قرآن کی نصیحت سے گھبراتے ہیں۔ تمہاری اُجرت تو اللہ نے اپنے ذمہ رکھی ہے، اور وہی سب سے بہتر دینے والا ہے۔ پھر فرمایا اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! تم تو انہیں سیدھے راستے کی طرف بلا رہے ہو، لیکن یہ منکرین عقبیٰ کی بہبودی کے سیدھے راستے کو چھوڑ کر

اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَ اَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝۷۰ وَ لَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۷۱ؕ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖۗ وَّ هُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۷۲ وَ اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۷۳ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ۝۷۴ وَ لَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَ كَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝۷۵ وَ لَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَ مَا يَتَضَرَّعُوْنَ ۝۷۶

یا وہ یہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہو گیا ہے بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لائے (یعنی قرآن) اور ان میں اکثر لوگوں کو حق برا لگتا ہے ۝ اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرتا تو ضرور آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں (آباد) ہیں سب درہم برہم ہو جاتے، بلکہ ہم نے تو ان کے پاس ان کی نصیحت کی بات بھیجی۔ پس یہ لوگ اپنی نصیحت کی بات سے منہ موڑتے ہیں ۝ کیا (وہ یہ سمجھتے ہیں کہ) تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو تو اجر تو ہمارے پروردگار کا سب سے بہتر ہے اور وہی سب سے بہتر روزی دینے والا ہے ۝ اور بیشک تم انہیں سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہو ۝ اور بیشک جو لوگ کہ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ضرور سیدھی راہ سے کترائے ہوئے ہیں ۝ اور اگر ہم ان پر رحم کریں جو مصیبت ان کو پہنچ رہی ہے وہ دور کر دیں تو ضرور اپنی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے اڑے رہیں گے ۝ اور[1] بیشک ہم نے ان کو عذاب میں پکڑا تو بھی وہ اپنے پروردگار کی طرف نہ جھکے اور نہ گڑگڑاتے ہیں ۝

ٹیڑھے راستے پر چلتے ہیں۔ پھر فرمایا ان لوگوں کی سرکشی کی یہ حالت ہے کہ اگر اللہ اپنی رحمت سے ان کی مصیبت کو دور کر دے تو ان لوگوں کی شرارت یہاں تک بڑھی ہوئی ہے۔ کہ مصیبت دور ہوتے ہی پھر یہ لوگ سرکشی کی باتیں کرنے لگیں گے۔

[1] سات سالہ قحط اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے باران رحمت کا ذکر: شان نزول: جس کا حاصل یہ ہے کہ قریش

حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾

یہاں تک (غفلت میں رہے) کہ جب ہم نے ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا تو اب وہ اس میں ناامید پڑے ہیں ﴿۷۷﴾ اور[۱] وہی ہے کہ جس نے تمہارے (سننے کے) لئے کان اور (دیکھنے کے لئے) آنکھیں اور (سوچنے کیلئے) دل بنائے تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو ﴿۷۸﴾ اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں (پیدا کرکے ہر طرف) پھیلایا اور (قیامت کے دن) اسی کی طرف اٹھنا ہے ﴿۷۹﴾

مکہ نے جب آنحضرت ﷺ سے سرکشی کی تو آپ کی بددعا سے مکہ میں بڑا سخت قحط پڑا۔ اس قحط کے زمانہ میں ابوسفیان نے آنحضرت ﷺ سے آکر کہا کہ آپ تو رحمت للعالمین اپنے آپ کو کہتے ہیں۔ قریش تو آپ کے قرابتدار ہیں، اب قریش کا یہ حال ہے کہ نہ کھانے کی چیزیں یعنی ہڈیاں اور مُردار بھی کھا گئے۔ ذرا ہماری غمخواری فرمائیں، اور اللہ سے دعا کیجئے کہ یہ بلا دفع ہو۔ آپ نے قریش کے اس حال پر ترس کھا کے دعا کی اور آپ کی دعا کی برکت سے وہ قحط جاتا رہا۔ قحط کے جاتے ہی قریش نے پھر وہی سرکشی شروع کردی۔ اس قحط کے ذکر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت صحیح بخاری کے حوالہ سے اوپر گذر چکی ہے۔ اس قحط کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ حاصل معنی آیتوں کے یہ ہیں کہ ان لوگوں کے دل ایسے سخت ہوگئے ہیں کہ خدا کی طرف سے کوئی مصیبت اور سختی آتی ہے تو جب بھی ان کو عبرت نہیں ہوتی، اس لئے اب ان کو اللہ کے کسی بڑے سخت عذاب کا منتظر رہنا چاہئے۔ اس بڑے عذاب کے بعد ان کی سب سرکشی ناامیدی سے بدل جاوے گی۔ یہ بڑا عذاب آخر کو اللہ کے وعدے کے موافق بدر کی لڑائی کے روز آیا کہ بڑے بڑے سرکش ستر آدمی قریش کے حالت کفر میں بڑی ذلت وخواری سے دنیا سے اٹھ کر ہمیشہ کے عذاب آخرت میں مبتلا ہوئے۔

توحید کے دلائل

[۱] حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ ان منکرین حشر کیلئے حالانکہ سننے کے لئے کان، اور دیکھنے کے لئے آنکھیں، اور ہر ایک بات سمجھنے کیلئے دل اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ لیکن یہ لوگ اب دوبارہ ان چیزوں کے پیدا کرنے کو اللہ کی قدرت سے باہر گنتے ہیں، تو انہوں نے اللہ کی قدرت کا بہت تھوڑا حق مانا۔ پھر فرمایا جس طرح اب اللہ تعالیٰ نے ان منکرین حشر کو پیدا کرکے تمام روئے زمین پر بکھیر رکھا ہے، اسی طرح حشر کے دن اس کی طرف جمع کرکے لائے جاؤ گے۔ وہی وہاں جزا وسزا دے گا، وہی زندہ کرنے والا ہے، اور مارنے والا ہے، اور رات دن کی گردش یعنی گھٹنا بڑھنا سب اسی کے حکم سے ہے۔ پھر فرمایا ان

وَهُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۸۳﴾

اور وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کے لئے ہیں رات اور دن کی تبدیلیاں، تو کیا تم (اتنی بات بھی) نہیں سمجھتے ﴿۸۰﴾ بلکہ انہوں نے بھی ایسی ہی بات کہی جیسی کہ پہلوں نے کہی تھی (یعنی ان سے پہلے کافروں نے) ﴿۸۱﴾ ۱؎ بولے: ''کیا جب ہم مرجائیں اور خاک اور (بوسیدہ) ہڈیاں ہوجائیں تو کیا ہم پھر (دوبارہ زندہ کرکے) اٹھائے جاویں گے ﴿۸۲﴾ بیشک یہ وعدہ ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی ہوتا چلا آیا ہے یہ تو کچھ بھی نہیں محض پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں'' ﴿۸۳﴾

لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ان نشانیوں کو کچھ عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا، بلکہ قدرت کی ان نشانیوں کو دیکھنے کے بعد اسی طرح حشر کے انکار پر جمے رہے جس طرح ان سے پہلے منکر حشر تھے۔

۱؎ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ منکرین حشر نے کہا کہ جب ہم مرجائیں گے اور خاک اور بوسیدہ ہڈیاں رہ جاویں گی تو کیا ہم پھر دوبارہ زندہ کئے جاویں گے۔ اے محمد ﷺ! ایسی باتوں کا وعدہ ہم سے اور ہمارے باپ دادوں سے پہلے ہوتا چلا آیا ہے، یہ تو صرف اگلے لوگوں کے قصہ ہیں۔ وہ بھی ہمیشہ ایسی ہی بے اصل باتیں کرتے تھے۔ تو اے محبوب ﷺ! ان سے پوچھو کہ زمین اور اس کے عجائب مخلوقات کس کی ہیں، اگر عقل ہو تو بتلاؤ۔ تمہاری بات کے جواب میں بے اختیار ہوکر یہی کہیں گے کہ: ''یہ سب اللہ کی ہے اسی نے بنایا اور پیدا کیا''۔ تو تم فرماؤ: ''جب تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ ان سب باتوں پر قادر ہے، اور جس نے زمین اور تمام مخلوقات کو ایسی حالت میں پیدا کیا کہ کبھی اس کا پتہ ونشان بھی نہ تھا، تو کیا اس مخلوق کو مار کر دوبارہ جلانے پر قادر نہیں''۔ پھر ان سے دریافت کرو کہ ساتوں آسمانوں کا پروردگار اور عرش عظیم کا مالک کون ہے۔ تو فوراً کہیں گے کہ یہ سب اللہ کا ہے، اس وقت تم فرماؤ: ''پھر تم شرک کرنے سے کیوں نہیں ڈرتے ہو''۔ تم یہ بھی پوچھو کہ اچھا وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں تمام چیزوں کا اختیار ہے، اور وہ سب کو پناہ دیتا ہے، اور کوئی نہیں جو اس سے اوپر پناہ دینے والا ہو، اگر تم کچھ جانتے ہو تو بتاؤ۔ وہ ضرور یہی کہیں گے کہ یہ سب صفتیں بھی اللہ ہی کی ہیں۔ پس تم اس وقت فرمانا کہ تم کس شیطانی دھوکہ میں ہو رہے ہو کہ توحید واطاعت الٰہی کو چھوڑ کر حق کو باطل سمجھ رہے ہو۔ جب تم اقرار کرتے ہو کہ قدرت حقیقی اسی کی ہے، اور اس کے خلاف کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا، تو دوسرے کی عبادت قطعاً باطل ہے۔

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾

اب کہیں گے کہ یہ سب اللہ کا ہے (تو)، ان سے تم فرماؤ کہ پھر کیوں نہیں سوچتے (کہ وہ ضرور مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے) ﴿۸۴﴾ تم فرماؤ کہ ساتوں آسمانوں کا پروردگار اور عرش عظیم کا مالک کون ہے ﴿۸۵﴾ اب کہیں گے کہ یہ سب اللہ کا ہے (اس وقت) تم فرماؤ کہ پھر تم (شرک کرنے سے) نہیں ڈرتے ﴿۸۶﴾ تم فرماؤ: ''وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور وہ پناہ دیتا ہے ﴿۸۷﴾ اور اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا اگر تم جانتے ہو (تو بتاؤ)'' ﴿۸۸﴾ اب یہ کہیں گے کہ یہ اللہ ہی کی شان ہے تم فرماؤ: ''پھر تم کس جادو کے فریب میں پڑے ہو ﴿۸۹﴾ بلکہ ہم تو ان کے پاس حق لائے اور بیشک وہ جھوٹے ہیں'' ﴿۹۰﴾ خدا نے کسی کو اولاد نہیں [1] قرار دیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا خدا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق (الگ) لے جاتا اور ضرور ایک معبود دوسرے معبود پر غالب آجاتا۔ تو اللہ ان سب باتوں سے پاک ہے جو باتیں (اس کی نسبت) یہ لوگ بناتے ہیں ﴿۹۱﴾

توحید کا ذکر

[1] ان آیتوں میں فرمایا اللہ کے رسول ﷺ کو جھٹلانے والوں میں سے کچھ لوگ تو وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو صاحب اولاد کہتے

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾ قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾

وہ پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے پس وہ ان کے شرک سے بالاتر ہے ﴿۹۲﴾ تم عرض کرو کہ اے میرے رب! [۱] جس (عذاب) کا ان کافروں کو وعدہ دیا جاتا ہے اگر تو مجھے دکھائے ﴿۹۳﴾ تو اے میرے رب! مجھے ان ظالموں کے ساتھ نہ کرنا ﴿۹۴﴾ اور بیشک ہم اس پر قادر ہیں کہ جو انہیں وعدہ دے رہے ہیں (تمہاری زندگی میں ظاہر کر کے) تمہیں دکھا دیں ﴿۹۵﴾

ہیں، اور کچھ وہ ہیں جو بتوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں، مگر یہ بات ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہے کہ دنیا کی جس بادشاہت میں دو بادشاہ شریک ہوتے ہیں تو ان میں طرح طرح کے جھگڑے ہو کر ایک دوسرے پر غالب آ جاتا ہے۔ اس جس طرح دنیا کے دو بادشاہوں کے آپس کے جھگڑے کی بات ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے کی ہے، یہ بھی ان کی آنکھوں کے روبرو ہے کہ تمام دنیا میں انتظام الٰہی ہمیشہ سے ایک طرح پر ہے۔ جس سے ہر شخص کی سمجھ میں یہ بات اچھی طرح آ سکتی ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس کی بادشاہت میں اولاد بن کر یا ساتھی بن کر اس کا شریک نہیں ہے۔ بغیر سند کے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں، وہ بالکل جھوٹے ہیں۔ کیونکہ ان میں سے کسی کو علم غیب نہیں ہے۔ اس واسطے اپنے علم غیب کے موافق اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتابوں میں اپنی وحدانیت کی جو خبر دی ہے وہ سچ ہے۔ اس سچ کے مقابلہ میں کوئی بے سند بات کسی طرح قابل اعتبار نہیں۔

شیطان کے وسوسہ سے غصہ کے آنے کا ذکر اور اس کا حل

[۱] ان آیتوں میں فرمایا کہ اگر یہ مکہ کے مشرک شرک سے باز نہ آویں گے تو جس طرح ان لوگوں سے عذاب کے نازل کرنے کا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اس وعدہ کے ظہور پر قادر ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے انتظام میں ہر کام کا وقت مقرر ہے۔ اس واسطے وقت مقررہ کے آتے ہی ان مشرکوں پر ایک نہ ایک دن وہ عذاب ضرور آوے گا۔ اس عذاب کے آنے کو ضروری جان کر اللہ سے یہ دعا کیا کرو کہ یا اللہ! تو اپنی قدرت سے مجھ کو لائق عذاب قوم میں نہ رکھیو۔ آگے فرمایا ہجرت کا وقت آنے تک یہ مشرک کچھ ایذا دیویں تو اس کو درگذر کر کے ٹال دینا چاہئے، اور اس ضعفِ اسلام کے زمانہ میں شیطان کی چھیڑ اور اس کے غلبہ سے اللہ کی پناہ کی دعا مانگنی چاہئے۔ کیونکہ شیطان یہ چاہتا ہے کہ اس ضعفِ اسلام کے زمانے میں مسلمانوں اور مشرکوں میں لڑائی کرا دیوے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق ابھی اس لڑائی کا وقت نہیں آیا، جس سے

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ۙ﴿۹۷﴾ وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۙ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَا ؕ وَ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

سب سے اچھی بھلائی سے برائی کو دفع کرو، ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ کہ وہ (اللہ اور اس کے رسول کی شان میں) کہا کرتے ہیں ۹۶ اور تم عرض کرو: ''اے میرے رب! میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں ۹۷ اور اے میرے رب میں تیری اس سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ شیطان میرے پاس بھی آویں'' (ان منکروں کا حال ایسا ہی رہے گا) ۹۸ یہاں لے تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے تو اس وقت کہتا ہے کہ اے میرے رب! مجھے (دنیا میں) پھر بھیج دے ۹۹ تاکہ جس دنیا کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں اب میں کچھ نیک کام کروں حکم ہوگا: ''ہرگز ایسا نہیں ہوگا'' محض ایک (کہنے کی) بات ہے کہ جس کو وہ اپنے منہ سے کہتا ہے اور ان کے آگے ایک آڑ ہے (یعنی موت) اس دن تک جس میں (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے ۱۰۰

اسلام کے غلبہ کا نتیجہ نکلے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ غصہ کے وقت اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھے تو غصہ جاتا رہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غصہ شیطان کے وسوسہ سے آتا ہے، اور اللہ سے پناہ مانگتے ہی غصہ کا اثر جاتا رہتا ہے۔

اعمال کا ذکر

لے ان آیتوں میں فرمایا کہ یہ انکار ان لوگوں کا اس وقت تک ہے جب تک قبض روح اور قبر اور حشر اور قیامت کا عذاب ان کے روبرو نہیں آتا۔ جب یہ عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آجاوے گا تو انہیں معلوم ہو جاوے گا کہ رسولوں کی معرفت اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا تھا کہ دنیا عمل کی جگہ ہے، تو یہ لوگ آخرت کی ہر سختی اور عذاب کے وقت دنیا میں واپس آنے اور نیک عمل کرنے کی خواہش ظاہر کریں گے۔ مگر جب وقت ہاتھ سے نکل گیا تو پھر بے وقت کی خواہش سے کیا ہوتا ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ ایسے لوگوں کے حال پر بڑا افسوس ہے جو عمل نیک سے غافل ہیں۔

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

جب [1] صور پھونکا جاوے گا تو اس روز نہ ان میں رشتے رہیں گے (جن پر دنیا میں فخر کرتا تھا) اور نہ ایک دوسرے کو پوچھے گا ﴿۱۰۱﴾ پس جس شخص کے ترازو کا پلڑا (اعمال صالحہ سے) بھاری ہوا تو وہی لوگ مراد کو پہنچے ﴿۱۰۲﴾ اور جن کا پلڑا ہلکا ہوا پس یہ وہ لوگ ہیں (یعنی کفار) جنہوں نے اپنی جانیں گھاٹے میں ڈالیں۔ ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے ہیں ﴿۱۰۳﴾ ان کے مونہوں کو آگ جھلستی ہوگی اور وہاں ان کے منہ بدشکل ہو رہے ہوں گے ﴿۱۰۴﴾ (کہا جائے گا کہ) کیا تم کو میری [2] آیتیں پڑھ کر سنائی جایا کرتی تھیں پھر تم ان کو جھٹلایا کرتے تھے ﴿۱۰۵﴾

[1] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جب صور پھونکا جاوے گا تو اس روز باہم قرابت کا پاس نہ ہوگا، اور یہ حال ہوگا کہ آدمی اپنے بھائی اور ماں باپ اور بی بی اور بیٹوں سے بھاگے گا، کیونکہ ہر ایک اپنے ہی حال میں مبتلا ہوگا۔ اور یہ سب نسب اور رشتے اور قومیں سب دنیا تک ہی ہیں۔ پس وہاں جس شخص کا پلڑا اعمال صالح کا بھاری ہوگا وہی جنتی قرار پاویں گے۔ اور جن کا پلڑا ہلکا ہوگا یعنی جن بدلوگوں کا پلڑا بدعملوں سے بھاری ہوگا، وہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے مونہوں کو آگ جھلستی ہوگی اور وہاں ان کے منہ بگڑے ہوئے ہوں گے۔ یعنی اوپر کا ہونٹ سکڑ کر نصف سر تک پہنچے گا، اور نیچے کا ناف تک لٹک جائے گا۔ دانت کھلے رہ جائیں گے۔

کفار پر اللہ تعالیٰ کا غصہ

[2] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ طرح طرح کے عذاب کے وقت ان کو ذلیل کرنے کے لئے ان سے کہا جاوے گا کہ دوزخ کے عذاب کی قرآن کی آیتیں دنیا میں تم لوگوں کو سنائی جاتی تھیں، اور تم اس عذاب کو جھٹلاتے تھے۔ اب یہ وہی عذاب ہے جس میں تم گرفتار ہو۔ اس کے جواب میں یہ لوگ کہیں گے: ''اے ہمارے پروردگار! دراصل ہماری بدبختی ہم پر چھا گئی تھی، اس لئے ہماری ساری زندگی گمراہی میں گذری۔ اب اگر تو ہم کو اس آگ سے نکال کر دنیا میں دوبارہ بھیج دے تو ضرور ہم نیک کام کریں گے، اور اگر دوسری دفعہ بھی ہم اپنی زندگی گمراہی میں گزاریں تو ہم کو سخت مجرم قرار دیا جائے''۔

قَالُوۡا رَبَّنَا غَلَبَتۡ عَلَيۡنَا شِقۡوَتُنَا وَكُنَّا قَوۡمًا ضَآلِّيۡنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخۡسَـُٔوۡا فِيۡهَا وَلَا تُكَلِّمُوۡنِ ﴿۱۰۸﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيۡقٌ مِّنۡ عِبَادِىۡ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰحِمِيۡنَ ﴿۱۰۹﴾

وہ کہیں گے: ''اے ہمارے پروردگار! (دراصل) ہماری بدبختی ہم پر چھا گئی تھی اور ہم لوگ گمراہی میں پڑے ہوئے تھے ﴿۱۰۶﴾ اے پروردگار! ہمارے ہم کو اس جہنم سے (اب) نکال دے پھر اگر ہم دوبارہ کفر کریں تو بیشک ہم ظالم ہیں'' ﴿۱۰۷﴾ ۱؎ خدا فرمائے گا کہ اسی (جہنم) میں پھٹکارے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو ﴿۱۰۸﴾ بیشک ۲؎ میرے بندوں میں سے ایک فریق تھا جو عرض کیا کرتا تھا کہ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے پس ہم کو بخش دے اور ہم پر رحمت فرما اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے ﴿۱۰۹﴾

دُنیا کی عمر

۱؎ ان آیتوں میں اوپر کا جواب یہ ملا کہ جس وقت یہ لوگ دنیا میں پھر آنے اور نیک عمل کرنے کی خواہش اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش کریں گے، اس وقت یہ جواب اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دیوے گا جو اس آیت میں ہے۔ معتبر سند سے ترمذی، ابوداؤد اور مستدرک حاکم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل مطلب یہ ہے کہ دوزخی لوگ دوزخ کے عذاب سے تنگ آ کر پہلے تو داروغہ دوزخ سے اپنی موت کی دعا کرنے کی خواہش کریں گے، ہزار برس تک تو مالک داروغہ دوزخ کی طرف سے ان کو کچھ جواب نہ ملے گا۔ ہزار برس کے بعد یہ جواب ملے گا کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی فریادرس تمہارا نہیں ہے پھر یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے التجا کریں گے کہ یا اللہ! اب ہم کو دوزخ سے نکال، دوبارہ ہم تیری مرضی کے مخالف عمل نہیں کریں گے۔ دنیا کی جتنی عمر ہے اس سے دوچند مدت تک تو کچھ جواب ان کو نہ ملے گا، یعنی بارہ ہزار برس تک، یا بعض کے قول کے مطابق دوچند مدت تین لاکھ ساٹھ ہزار برس ہے۔ پھر اس قدر مدت کے بعد یہ جواب ملے گا کہ اسی جہنم میں ذلیل ہو کر پڑے رہو، اور مجھ سے بات بھی نہ کرو۔ اب ان کی امیدیں منقطع ہو جائیں گی اور یہ اہل جہنم کا آخر کلام ہوگا۔ پھر اس کے بعد انہیں کلام کرنا نصیب نہ ہوگا، روتے چیختے رہیں گے۔

صبر کے نتیجہ کا ذکر اور مالدار کفار کا غریب صحابہ کرام علیہم الرضوان سے تمسخر

۲؎ **شانِ نزول:** یہ آیتیں کفار قریش کے حق میں نازل ہوئیں جو حضرت بلال و حضرت عمار و حضرت صہیب و حضرت خباب

فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَ كُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

توتم نے انہیں ٹھٹھا (مذاق) بنالیا یہاں تک کہ انہیں بنانے کے شغل میں میری یاد بھول گئے اور تم ان سے ہنسا کرتے ﴿۱۱۰﴾ بیشک آج میں نے ان کے صبر کا بدلہ انہیں یہ دیا کہ وہی کامیاب ہیں ﴿۱۱۱﴾ ؎۱ ان (کفار) سے اللہ نے فرمایا: ''(اچھا یہ بتلاؤ) برسوں کی گنتی سے تم کس قدر مدت زمین میں رہے'' ﴿۱۱۲﴾

وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اصحاب رسول اللہ ﷺ سے مالدار مشرک چھیڑا کرتے تھے، اور طرح طرح کی مسخراپن کی باتیں کیا کرتے تھے۔ کبھی کہتے تھے کہ اسلام کوئی عزت کی چیز ہوتی تو یہ غریب لوگ اسلام لانے میں ہم عزت دار لوگوں سے کبھی قدم آگے نہ بڑھاتے۔ چنانچہ یہ ذکر سورہ الاحقاف میں تفصیل سے آوے گا۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت خباب الارت رضی اللہ عنہ کی روایت گذر چکی ہے جس میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے یہ شکایت کی کہ اب تو مشرکین ہم کو بہت ستاتے ہیں''۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ترقی کا جو وعدہ فرمایا ہے، وقت مقررہ پر ضرور اس کا ظہور ہوگا۔ وقت مقررہ تک صبر کرنا چاہئے''۔ مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ عذاب میں گرفتار وہ لوگ ہیں جو قرآن کی باتوں کو جھٹلاتے تھے، اور جو غریب ایماندار لوگ قرآن کی آیتوں کو مانتے تھے۔ ان کو مسخراپن سے ستاتے بھی تھے، اور اس ستانے کے پیچھے اپنے اس انجام کو بالکل بھول گئے تھے، جو آج درپیش ہے کہ ہمیشہ کیلئے عذاب میں گرفتار ہیں۔ اور جن غریب ایمانداروں کو یہ مالدار مشرک طرح طرح سے دنیا میں ستاتے تھے۔ اور اللہ کے رسول ﷺ کی نصیحت کے موافق وہ غریب اس پر صبر کر کے چپکے ہو رہتے تھے۔ ان کا انجام بھی ان مشرکوں کی آنکھوں کے سامنے ہے کہ وہ جنت میں بادشاہت کر رہے ہیں۔

؎۱ مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ ان دوزخیوں کو قائل کرنے کیلئے پوچھا جاوے گا کہ دنیا کی جس زندگی کے نشہ میں تم عقبیٰ کو بھول گئے، اور اللہ کے کلام کو تم نے جھٹلایا، آخر تم کو کچھ بھی یاد ہے کہ دنیا میں تم کتنے برس رہے، عذاب کی سختی کے سبب یہ لوگ بالکل بدحواس ہو جاویں گے۔ اس لئے بدحواسی کا جواب دیں گے کہ جو فرشتے ہم پر مامور تھے، ان سے یہ بات پوچھی جاوے کہ دنیا میں ہم کتنے برس رہے۔ اس ہمیشہ کے سخت عذاب کے آگے ہم تو یہی کہہ سکتے ہیں کہ ہم دنیا میں ایک دن، یا اس سے بھی کچھ کم رہے''۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب تم کو دنیا میں رہنے کی مدت یاد نہیں، لیکن اگر یاد کر کے تم اس مدت کو اس وقت جان بھی لیتے تو اس ہمیشہ کے عذاب کے آگے وہ مدت کچھ شمار کے قابل نہ ٹھہرتی۔

قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

کہیں گے: "ہم ایک دن یا ایک دن سے بھی کم رہے" پس شمار کرنے والوں سے دریافت فرمالو ﴿۱۱۳﴾ ارشاد ہوگا: "(وہاں) تم بہت ہی کم مدت رہے (لیکن) کیا خوب ہوتا کہ تم (یہ بات دنیا ہی میں) سمجھتے" ﴿۱۱۴﴾ پھر ۱؎ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم کو ہماری طرف لوٹنا نہیں ﴿۱۱۵﴾ پس ۲؎ اللہ بہت بلندی والا برحق بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عزت والے عرش کا مالک ہے ﴿۱۱۶﴾ اور ۳؎ جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پوجے جس کی اس کے پاس کوئی سند نہیں، تو اس کا حساب اس کے پروردگار کے یہاں ہے۔ بیشک چھٹکارا نہیں پائیں گے کافر لوگ ﴿۱۱۷﴾

حشر کا ثبوت

۱؎ ان آیتوں میں منکرین حشر کا یہ بھی جواب ہے کہ دنیا کے نیک و بد کی جزا و سزا کیلئے پھر دوبارہ جینا نہ ہوتا تو دنیا کا پیدا کرنا بے فائدہ ہوتا، جس سے اللہ کی شان پاک ہے۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی مخلوق میں بھی عقلمند لوگ اس طرح کے بے فائدہ کام سے پرہیز کرتے ہیں۔ جس طرح کا بے فائدہ کام یہ لوگ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ مثلاً کھیتی کرتے ہیں تو اناج پیدا ہونے کی نیت سے، باغ لگاتے ہیں تو میوہ کھانے کے ارادہ سے۔ پھر تمام مخلوقات کو جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا بغیر سزا و جزا کے اس کو بلانتیجہ ٹھہرانا ان لوگوں کی بڑی نادانی ہے۔

۲؎ ان آیتوں میں فرمایا کہ اس حقیقی بادشاہ کی شان میں یہ منکر شریعت لوگ جو جو باتیں منہ سے نکالتے ہیں، وہ بادشاہ حقیقی ان باتوں سے بری ہے۔ اور جب انسان کو اس طرح پیدا کیا کہ اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے، تو ہر شخص کو خالص اس کی عبادت لازم ہے۔ جو لوگ اپنے اس لازم حق کو ادا نہیں کرتے وہ کسی کا کچھ نہیں بگاڑتے، اپنی عاقبت خراب اور برباد کرتے ہیں۔

۳؎ توحید کا ذکر: ان آیتوں میں فرمایا کہ جو خدا کے سوا کسی اور چیز کو پوجے گا تو وہ بالکل باطل ہے۔ اس کے پاس عبادت غیر

وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

اور (اے محبوب ﷺ) تم عرض کرو: "اے پروردگار! میرے بخش دے (ایمان والوں کو) اور رحم فرما، اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے" ﴿۱۱۸﴾

کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس کا حساب اس کے پروردگار کے پاس ہے، وہ آخرت میں اس کو عذاب دے گا۔ بیشک کافر ہرگز آخرت میں نجات و فلاح نہیں پاویں گے۔ اے محبوب ﷺ! تم دعا کرو: "اے پروردگار میرے! بخش دے اُمت کے گناہ، اور رحم فرما اُمت پر، اور ان کو عذاب نہ دے۔ تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے"۔

آیاتہا ۶۴　　۲۴ سورۃ النور مدنیۃ ۱۰۲　　رکوعاتہا ۹

سورۂ نور مدینہ میں نازل ہوئی اس میں چونسٹھ آیتیں اور نو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱﴾

یہ ایک [۱] سورت ہے کہ جس کو ہم نے نازل کیا اور اس کے احکام ہم نے فرض کئے اور ہم نے اس میں روشن آیتیں نازل فرمائیں تاکہ تم نصیحت پکڑو ﴿۱﴾

خواص سورہ نور: اس سورۃ کو سات مرتبہ پڑھنے سے لوگوں کے بہتان و جھوٹ سے محفوظ رہے گا اور اس سورت کو لکھ کر سرہانے رکھے وسواس شیطانی اور احتلام سے محفوظ رہے گا۔

زنا کی سزا کے احکام

[۱] یوں تو سارا قرآن اللہ تعالیٰ کا نازل فرمایا ہوا ہے، لیکن اس سورۃ میں بدکاری کی شہادت، اس کی سزا کے، اسی طرح اور خاص خاص حکم ہیں۔ لیکن تاکید کے طور پر فرمایا کہ یہ سورۃ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔ اس میں جو احکام صاف لفظوں میں نازل کئے گئے ہیں، ان کی پابندی ہر ایماندار شخص پر لازم ہے۔ اور پہلوتہی کرنا بڑے وبال کی بات ہے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ

جوعورت[1] زنا کرانے والی ہو اور مرد زنا کرنے والا ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے سو کوڑے مارو اور ان دونوں پر تم کو شرع خدا (کے حکم) میں ترس نہ آئے اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہو اور چاہیے کہ ان دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت دیکھنے کے لئے موجود ہو (تاکہ عبرت ہو) ﴿۲﴾ زنا[2] کرنے والا مرد نکاح نہ کرے بجز بدکار یا مشرکہ عورت کے اور (اسی طرح) بدکار عورت بھی نکاح نہ کرے۔

[1] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ بدکار عورت یا مرد بن بیاہے ہوئے ہوں، اور چار گواہوں سے، یا حمل سے، یا اقرار سے ان کی بدکاری ثابت ہو جاوے تو اے حکام وقت! ان کے سو کوڑے مارو۔ **مسئلہ**۔ مرد کو کوڑے لگاتے وقت کھڑا کیا جاوے، اور اسکے تمام کپڑے اتار دیئے جائیں سوائے تہبند کے۔ اور اس کے تمام بدن پر کوڑے لگائے جائیں سوائے سر چہرے اور شرمگاہ کے۔ کوڑے اس طرح لگائے جائیں کہ الم گوشت تک نہ پہنچے اور کوڑا متوسط درجے کا ہو۔ اور عورت کو کوڑے لگانے کے وقت کھڑا نہ کیا جائے نہ اس کے کپڑے اتارے جائیں، البتہ اگر پوستین یا روئی دار کپڑے پہنے ہوئے ہو تو اتار دیئے جائیں۔ یہ حکم آزاد مرد اور عورت کا ہے۔ اور باندی غلام کی حد اس سے نصف سزا ہے، جیسا کہ سورۂ نساء میں مذکور ہے۔ آگے فرمایا کہ ان دونوں پر تم کو اللہ کے حکم میں ذرا بھی رحم نہ آنا چاہیے۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ قوم کے یا محبت کے لحاظ سے حکم الٰہی جاری نہ کرو، اگر تم اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ اور چاہیے کہ زانیوں کو سزا دیتے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت وہاں موجود ہو، تاکہ عبرت حاصل ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے مسلمانو! زنا سے بچو۔ پس تحقیق اس میں چھ باتیں ہیں: تین دنیا میں اور تین آخرت میں۔ دنیا میں تین یہ ہیں: ① عزت جاتی رہتی ہے ② آدمی محتاج ہو جاتا ہے ③ آدمی کی عمر کوتاہ ہو جاتی ہے۔ آخرت میں تین یہ ہیں: ① خدا تعالیٰ کا اس پر غضب ② قیامت کے دن اس کے حساب میں برائی ③ جہنم میں داخل ہونا۔ اور منجملہ زنا کے ایک آنکھ کا زنا ہے کہ کسی کی طرف شہوت سے دیکھنا۔ اور نظر شیطان کا ایک تیر ہے زہر آلودہ۔

[2] **شان نزول**: جس کا مطلب یہ ہے مہاجرین میں بعضے بالکل نادار تھے۔ نہ ان کے پاس کچھ مال تھا، نہ ان کا کوئی عزیز قریب تھا۔ اور بدکار مشرکہ عورتیں مالدار تھیں۔ یہ دیکھ کر کسی مہاجر کو خیال آیا کہ اگر ان سے نکاح کر لیا جائے تو ان کی دولت

اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۳ وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵ وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ

بجز بدکار یا مشرکہ عورت کے اور (اسی طرح) بدکار عورت بھی نکاح نہ کرے بجز زنا کار یا مشرک مرد کے، اور زانیہ سے نکاح کرنا مسلمانوں پر حرام کیا گیا ہے ۝۳ اور[۱] جو لوگ (زنا کی) تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو، پھر چار گواہ معائنہ کے نہ لا سکیں تو ایسے لوگوں کو اسی کوڑے مارو اور (ان کی کوئی گواہی کبھی قبول مت کرو (یہ دنیا میں ان کی سزا ہوئی) اور یہی لوگ (آخرت میں بھی مستحق سزا ہیں اس وجہ سے کہ) فاسق ہیں ۝۴ لیکن جو لوگ اس (تہمت لگانے) کے بعد توبہ کرلیں اور اپنی (حالت کی) اصلاح کرلیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۝۵ اور[۲] جو لوگ اپنی (منکوحہ) بیبیوں کو (زنا کی) تہمت لگائیں اور ان کے پاس اور کوئی گواہ نہیں ہو۔

کام میں آئے گی۔ آنحضرت ﷺ سے انہوں نے اس کی اجازت چاہی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں اس سے روک دیا گیا۔ ابتدائے اسلام میں زانیہ سے نکاح کرنا حرام تھا۔ بعد میں آیت وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ سے منسوخ ہو گیا کہ بیوہ میں زنا کار عورت اور سوائے اسکے سب داخل ہیں، اور نکاح بموجب شریعت کے ہو۔

[۱] ان آیتوں میں ان مرد اور عورتوں کا ذکر ہے جن پارسا عورت یا مرد پر لوگ زبردستی زنا کا الزام لگاتے ہیں۔ **مسئلہ**۔ جو شخص کسی پارسا مرد یا عورت کو زنا کی تہمت لگائے، اور اس پر چار معائنہ کے گواہ پیش نہ کر سکے تو اس پر اسّی کوڑے کی حد واجب ہو جاتی ہے۔

[۲] **شان نزول**: جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے روبرو ہلال بن امیہ نے اپنی بی بی کی بدکاری کی شکایت کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس شکایت کے ثبوت میں تم کو چار گواہ پیش کرنے پڑیں گے، ورنہ تمہاری پیٹھ پر جھوٹی تہمت کے جرم میں اسّی کوڑے پڑیں گے۔ ہلال بن امیہ نے کہا کہ ایسے موقع پر گواہ کہاں پیدا ہو سکتے ہیں۔ مجھ کو اللہ کی ذات سے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی حکم نازل فرما کر میرے سچ کو سب پر ظاہر کر دے گا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جس

اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۶ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۷ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۙ ۝۸ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۹ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰ ع اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ

سوائے اپنی ذات کے تو ایسے ہر ایک کی گواہی یہ ہے کہ چار دفعہ اللہ کو گواہ کر کے (یعنی اللہ کی قسم کھا کر) یہ کہہ دے کہ بے شک وہ سچا ہے ۝۶ اور پانچویں بار اس طرح کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہو ۝۷ اور اس عورت کی سزا کو (یہ بات) دور کر دے گی کہ یہ اللہ کی قسم کھا کر چار بار یہ کہے کہ بیشک وہ (شوہر) سراسر جھوٹا ہے ۝۸ اور پانچویں بار اس طرح کہے کہ بے شک اس عورت پر خدا کا غضب ہو اگر شوہر سچا ہو ۝۹ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو تم بڑی مضرتوں میں پڑ جاتے) اور یہ کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا حکمت والا ہے۔[۱] ۝۱۰ بیشک جو لوگ یہ بڑا بہتان (حضرت عائشہ صدیقہ کی نسبت) بنا کر لائے ہیں، تم ہی میں کی ایک جماعت ہے۔

میں میاں بی بی کی قسم پر فیصلہ ہے۔ اور فرمایا کہ: ''اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم بڑی مضرتوں میں پڑ جاتے، اور بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کرنیوالا حکمت والا ہے''۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین کی الزام تراشی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپکی پاکدامنی کا اعلان

[۱] **شان نزول:** جس کا مطلب یہ ہے کہ ۶ھ میں بنی مصطلق کی لڑائی سے واپسی کے وقت لشکر کی روانگی سے ذرا پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رفع حاجت کے لئے لشکر کے پڑاؤ سے علیحدہ جنگل میں چلی گئیں۔ وہاں اتفاق سے ان کے گلے کا ہار گر پڑا۔ یہ تو اس ہار کے ڈھونڈنے میں رہیں، اور یہاں لشکر روانہ ہو گیا۔ روانگی کے وقت اونٹ والوں نے یہ سمجھا کہ معمول کے موافق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اونٹ کے کجاوہ میں ہیں۔ اس لئے انہوں نے وہ خالی کجاوہ اونٹ پر لاد دیا، اور لشکر کے اونٹوں کے ساتھ یہ خالی کجاوہ کا اونٹ بھی روانہ ہو گیا۔ سفر سے پلٹنے کی یہ آخری منزل تھی۔ اس واسطے پچھلی

لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱﴾ لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

تم اس (طوفان بندی) کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ وہ (باعتبار انجام کے) تمہارے حق میں بہتر ہے، ان میں سے ہر شخص کے لئے وہ گناہ جو اس نے کمایا ہے اور ان میں وہ جس نے اس (بہتان) میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کے لئے بڑا عذاب ہے ⑪ کیوں نہ ہو جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تھی تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے لوگوں کے حق میں نیک گمان کیا ہوتا اور کہتے کہ یہ تو صریح بہتان ہے ⑫ وہ لوگ اس اپنے قول پر چار گواہ کیوں نہ لاتے۔ پھر جب وہ لوگ (موافق شرع کے) گواہ نہ لائے تو بس اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں ⑬ اور اگر تم (مسلمانوں) پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی دنیا و آخرت میں۔

رات کا یہ چلا ہوا لشکر صبح کو مدینہ میں پہنچ گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بہت دیر کی تلاش کے بعد جب وہ ہار مل گیا تو یہ جنگل سے پڑاؤ میں واپس آئیں، اور دیکھا کہ لشکر روانہ ہو گیا ہے تو آپ اسی جگہ بیٹھ گئیں۔ اور خیال کیا کہ میری تلاش میں لشکر ضرور واپس ہوگا۔ لشکر کے پیچھے گری پڑی چیز اٹھانے کیلئے ایک شخص رہا کرتا تھا۔ اس موقع پر حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کام پر تھے، جب وہ آئے اور انہوں نے آپ کو دیکھا تو بلند آواز سے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا، آپ نے ان کی آواز سن کر کپڑے سے پردہ کرلیا۔ انہوں نے اونٹنی بٹھادی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس پر سوار ہوگئیں، اور حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدل چلے، اور لشکر میں پہنچ گئے۔ تو منافقین سیاہ باطن نے آپ کی شان میں بہتان لگایا۔ بعض کمزور ایمان مسلمان بھی ان کے فریب میں آگئے، اور ان کی زبان سے بھی کلمہ بے جا سرزد ہوا۔ جس سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سخت صدمہ ہوا اور اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی پاکی بیان کرنے میں یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

لَمَسَّكُمْ فِیْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِیْهِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۴﴾ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا ۖۗ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ ﴿۱۵﴾ وَ لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖۗ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۶﴾ یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷﴾ وَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾

جس کا تم نے اس مقدمہ میں چرچا کیا تھا اس میں تم پر بڑا عذاب واقع ہوتا ﴿۱۴﴾ جب کہ (بے دھڑک) تم اس جھوٹ کو اپنی زبانوں پر ایک دوسرے سے سن کر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ نکالتے تھے کہ جس کی حقیقت کا علم تم کو نہ تھا اور تم اس کی ہلکی بات (یعنی غیر موجب گناہ) سمجھ رہے تھے اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی بھاری بات ہے ﴿۱۵﴾ اور کیوں نہ ہوا جب تم نے (اول) سنا تھا کہا ہوتا کہ ہمیں تو زیبا نہیں کہ ہم ایسی بات منہ سے نکالیں اے خدا ہم تجھ کو پاکی سے یاد کرتے ہیں یہ تو بڑا بہتان ہے ﴿۱۶﴾ اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسا عمل نہ کرنا اگر مسلمان ہو ﴿۱۷﴾ اور تمہارے لئے اللہ آیتیں صاف بیان فرماتا ہے اور اللہ جاننے والا بڑا حکمت والا ہے ﴿۱۸﴾ بیشک [1] جو لوگ (بعد نزول ان آیات کے بھی) یہ چاہتے ہیں کہ برا چرچہ مسلمانوں میں پھیلے تو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں درد دینے والا عذاب (مقرر) ہے اور (دلوں کے راز اور باطن کے احوال) اللہ خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ﴿۱۹﴾

جھوٹا عیب لگانے والوں پر دُنیا و آخرت کا عذاب

[1] اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں فرمایا کہ جو لوگ بعد نزول ان آیات کے بھی یہ چاہتے ہیں کہ بدکاری کا چرچا مسلمانوں میں

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو تم بڑی مضرتوں (تکلیفوں) میں پڑ جاتے) اور یہ کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۲۰﴾ اے مسلمانو! تم شیطان کے قدم بقدم نہ چلو (یعنی اس کے اغوا پر مت عمل کرو) اور جو کوئی شیطان کے قدم بقدم چلے تو یہ تو (ہمیشہ ہر شخص کو) بے حیائی اور برے ہی کام کرنے کو بتائے گا، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی (توبہ کر کے) پاک صاف نہ ہو سکتا، لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے (توبہ کی توفیق) دے کر پاک صاف کر دیتا ہے اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے ﴿۲۱﴾

پھیلے، یعنی ان کے دلوں میں بھی وسوسے ہوا کرتے ہیں کہ فلاں نے آج یہ کام برا کیا، فلانے کی بیوی نے ایسا کیا، اور فلاں ایسا ہے۔ تو ان پر دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب نازل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ شریعت کے موافق کوڑے مارے جاتے ہیں، اور رد الشہادت اور لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل غیر قابل الاعتبار ہو جاتے ہیں، اور اسکے سوا آخرت میں بھی عذاب الٰہی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور خدا ہی خوب جانتا ہے جو برائیاں تم کرتے ہو، اور تم اس کو نہیں جانتے۔ پھر فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت اور مہربانی ہے کہ اس نے ان جھوٹے بہتان لگانے والوں پر جلدی سے عذاب نہیں بھیجا۔ آگے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ شیطان لوگوں کو ایسی ہی بے حیائی کی باتیں سکھاتا ہے۔ اس لئے ہر ایماندار آدمی کو چاہئے کہ شیطان کے کہنے پر نہ چلے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہے کہ جو ایماندار شخص شیطان کے حملے سے بچتا رہتا ہے، اور شیطان کے حملہ کے وقت اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو شیطان کے حملے سے بچا کر نیک راہ پر لگ جانے کی توفیق دیتا ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ ہر ایک شخص کے منہ کی بات کو سنتا، اور دل کے ارادہ کو جانتا ہے۔ خالص دل سے جو کوئی شیطان کے حملے کو روکنے کی التجا کرے گا اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کرے گا۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۲۲﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۲۳﴾

اور وہ لوگ جو تم میں (دینی) بزرگی اور (دنیوی) وسعت والے ہیں، اس بات پر قسم نہ کھائیں کہ قرابت والوں کو اور مسکینوں کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (کچھ خرچ) نہ دیں اور چاہئے کہ ان کو معاف کریں اور درگزر کریں، کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے اور اللہ بخشنے والا، مہربان ہے ﴿۲۲﴾ بیشک جو لوگ پاکدامن بے خبر ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے ﴿۲۳﴾

قسم کا ذکر

۱ **شانِ نزول:** یہ آیتیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئیں۔ آپ نے قسم کھائی تھی کہ: "مسطح کے ساتھ سلوک نہ کریں گے"، اور وہ آپ کی خالہ کے بیٹے تھے، نادار تھے، مہاجر تھے، بدری تھے۔ آپ ہی ان کا خرچ اٹھاتے تھے۔ مگر چونکہ ام المومنین پر تہمت لگانے والوں کے ساتھ انہوں نے موافقت کی تھی، اس لئے آپ نے قسم کھائی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جب یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: "بیشک میری آرزو ہے کہ اللہ میری مغفرت کرے۔ اور میں مسطح کے ساتھ جو سلوک کرتا تھا اسکو کبھی موقوف نہ کروں گا"۔ چنانچہ آپ نے اس کو جاری فرما دیا۔ **مسئلہ**۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کام پر قسم کھائے، پھر معلوم ہو کہ اس کا کرنا ہی بہتر ہے، تو چاہئیے کہ اس کام کو کرے اور قسم کا کفارہ دے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت

۲ شروع قصہ سے یہاں تک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت میں اللہ تعالیٰ نے یہ پندرہ آیتیں نازل فرمائیں۔ علماء اسلام کا یہ فیصلہ ہے کہ اتنی برأت کے بعد جو فرقہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اب بھی عیب لگائے گا، وہ قرآن شریف کا منکر فرقہ ہے۔ اور اس فرقہ کے کافر ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ فرقہ قرآن کی آیتوں کا منکر

يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۗ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ ع

جس روز کہ گواہی دیں گی ان پر ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں بھی جو کچھ کہ وہ کرتے تھے ﴿۲۴﴾ اس روز اللہ ان کو پورا پورا بدلہ دے گا انصاف کے ساتھ اور (اس روز) جان لیں گے کہ اللہ ہی حق (فیصلہ کرنے والا اور ہر بات) ظاہر کرنے والا ہے ﴿۲۵﴾ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے ہیں، اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں، وہ لوگ پاک ہیں ان باتوں سے جو یہ کہہ رہے ہیں، ان کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے ﴿۲۶﴾

ہے۔ اس کے بعد اب اس آیت میں فرمایا ہے کہ جو لوگ پاکدامن بے خبر ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، تو یہ پاکدامن عورتیں ایسی باتوں سے بالکل بے خبر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی پارسائی اور پاکدامنی کی کامل طور پر تعریف کی ہے۔ اور فرمایا کہ عیب لگانے والے دنیا میں ملعون اور مردود ہیں، اور آخرت میں خدا تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اور اس روز ان کی باتوں پر ان کی زبانیں، اور اس کے افعال پر ان کے ہاتھ پاؤں بھی گواہی دیں گے۔ اور وہ جو کچھ عمل کرتے تھے ان کے اعضاء سب بتا دیں گے۔ اس دن خدا تعالیٰ ان کو یعنی منافقین وغیرہ کو ان کے اعمال بد کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ اور وہ جان لیں گے کہ خدا نے جو کچھ دنیا میں اُتارا تھا، سب حق واضح اور یقین قطعی تھا۔ آگے فرمایا کہ اس بہتان کے باندھنے والے ایسے ناسمجھ ہیں، اتنا نہیں سمجھتے کہ اللہ کے رسول کی بی بی سے ایسا برا کام کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نیک مردوں کے لئے نیک عورتیں پیدا کی ہیں۔ پھر اللہ کے رسول سے بڑھ کر کون نیک ہوگا۔ ایسی ناپاک باتیں تو ناپاک مرد اور ناپاک عورتوں میں پھیلتی ہیں، جن لوگوں کی شان میں یہ عیب لگانے والے ناپاک باتیں منہ سے نکالتے ہیں، وہ ان باتوں سے بالکل بے لگاؤ ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے پاک لوگوں سے عقبیٰ میں بخشش اور بڑی بڑی نعمتیں دینے کا وعدہ کیا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾

اے مسلمانو!۱؎ اپنے گھروں کے سوا اور کسی کے گھروں میں (بے دھڑک) نہ جاؤ، جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور سلام کروان کے رہنے والوں پر، یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم دھیان کرو ﴿۲۷﴾ پھر اگر تم گھر میں کسی کو موجود نہ پاؤ تو اندر نہ جاؤ جب تک کہ تم کو اجازت (مختار اذن کی جانب سے) نہ دی جائے، اور اگر تم کو کہا جاوے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جایا کرو، یہ تمہارے لئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ کہ تم کرتے ہو ﴿۲۸﴾ اس۲؎ میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ (بغیر اجازت) ان کے گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی سکونت نہیں (مثل سرائے وغیرہ) اوران کے برتنے کا تمہیں اختیار ہے جو کچھ کہ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ کہ تم (دل میں) مخفی رکھتے ہو ﴿۲۹﴾

بغیر اجازت دوسروں کے گھروں میں نہ جانے کا حکم آداب معاشرت

۱؎ **شان نزول:** جس کا مطلب یہ ہے کہ بعضے رشتہ دار اپنے رشتہ داروں کے زنانہ مکانوں میں بغیر اجازت اور بغیر کھنکار نے کے چلے جاتے تھے، اور بے خبران کے جانے سے ننگی کھلی عورتوں کا، اوران کا آمنا سامنا ہو جاتا تھا۔ بعض دیندار عورتوں نے آنحضرت ﷺ سے اس طریقہ کے بند ہو جانے کی خواہش کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ اذن کی آیتیں نازل فرمائیں۔

مسئلہ۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اپنے گھر کے سوا کسی اور کے گھروں میں بے اجازت داخل نہیں ہونا چاہئے۔

۲؎ **شان نزول:** یہ آیت ان اصحاب کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے اذن کی آیت نازل ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا تھا کہ ہم لوگ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ اور شام کے ملک کی طرف تجارت کی غرض سے جاتے ہیں۔ اور راستہ میں مسافر خانوں کے طور پر اکثر ایسے مکان ہیں جن میں کوئی نہیں رہتا۔ ان میں بلا اجازت کے جا کر اتر جانا، یا کچھ

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ

(اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ۱ مسلمان مردوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں (اور زنا و حرام سے بچیں) یہ ان کے حق میں بڑی پاکیزگی کی بات ہے، بیشک اللہ کو سب خبر ہے جو کچھ کہ تم لوگ کرتے ہو ﴿۳۰﴾ اور ۲ (اسی طرح) مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی بھی حفاظت کریں۔

سامان ان میں رکھ دینا جائز ہے یا نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ تم پر کچھ گناہ نہیں اگر بغیر اجازت کسی ایسے گھر میں جاؤ کہ جہاں کوئی نہ بستا ہو، اور ان کے برتنے کا تمہیں اختیار ہے۔ اور اللہ تمہاری چھپی اور ظاہر باتوں کو خوب جانتا ہے۔

عورتوں کے پردہ کا حکم، مسلم خاتون کا اصل زیور

۱ حاصل مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ایماندار لوگوں سے کہہ دیا جاوے کہ ان کے حق میں ناجائز چیزوں کے دیکھنے سے بچنے، اور اپنی شرم گاہ کو قابو میں رکھنے میں بڑی ستھرائی ہے۔ آخر کو ناجائز کاموں سے بچنے اور جائز کاموں کے کرنے کی تاکید کے طور پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کے اچھے برے سب کاموں کی خبر ہے۔ **مسئلہ**۔ جس شخص کا ارادہ کسی عورت سے نکاح کرنے کا ہو تو وہ شخص اس عورت کو دیکھ سکتا ہے، لیکن کسی عورت کے ذریعہ سے حال معلوم ہو سکتا ہو تو نہ دیکھے، اور طبیب کو بھی مرض کی جگہ بقدر ضرورت دیکھنا جائز ہے۔

۲ اس آیت میں فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مسلمان عورتوں سے بھی فرماؤ کہ وہ ناجائز چیزوں کے دیکھنے سے بچیں، اور اپنی عصمت کی محافظت رکھیں، اور اپنے بدن کی آرائش کو ظاہر نہ کریں سوائے منہ اور ہاتھ کے۔ اس لئے اگر ہاتھ اور منہ کا بھی چھپانا فرض کیا جاتا تو مخلوق کے لئے ہرج عظیم تھا۔ اور چاہئے کہ اپنی اوڑھنیوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ عورت کا سینہ وغیرہ ڈھانکنا فرض ہے۔ اور غیر مرد کو اس کی طرف نظر کرنا جائز نہیں، اور کسی مرد کو اپنا سنگار نہ دکھائیں سوائے اپنے شوہروں کے، اور اپنے باپوں کو یا اپنے خاوند کے باپوں یعنی خسر کو، یا اپنے بیٹوں کو، یا خاوند کے بیٹوں کو جو دوسری بیوی کے ہوں، یا اپنے بھائیوں کو، یا بھتیجوں کو، یا بھانجوں کو یا اپنے دینی یعنی مسلمان عورتوں کو۔ اور کافر عورتوں سے پردہ کرنا چاہئے، یا اپنی لونڈیوں کو جو اپنے ہاتھ کی مِلک ہوں، یا ان خدمتگاروں کو کہ جن کو عورتوں کی حاجت نہ رہی ہو، جیسے خوجے یا بوڑھے ضعیف، یا ان بچوں کو کہ جو عورتوں کے پردہ کی چیزوں سے واقف نہیں، ان سب کے سوا عورت کو سب سے

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ ۚ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۳۱﴾

اور وہ اپنا بناؤ نہ ظاہر کریں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہا کریں، اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے یا شوہروں کے باپ، یا اپنے بیٹوں یا شوہروں کے بیٹوں پر، اور اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے پر، یا اپنی (دینی مسلمان) عورتوں پر یا اپنی لونڈیوں پر جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں، یا ان خدمت گار مردوں پر کہ جن کو عورتوں کی حاجت نہ رہی ہو (یعنی شہوت والے مرد نہ ہوں) یا وہ بچے جو عورتوں کی پردہ کی چیزوں سے واقف نہیں، اور اپنے پاؤں زمین پر زور سے نہ رکھیں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے، اور مسلمانو! (تم سے اگر ان احکام میں کوتاہی ہوگئی ہو تو) تم سب اللہ سے توبہ کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ ﴿۳۱﴾

پردہ کرنا چاہئے۔ اور عورتیں اپنے پاؤں زمین پر زور سے نہ مار کر چلیں، ایسا نہ ہو کہ ان کے چھپے ہوئے زیور کی آواز معلوم ہو جائے۔ اس لیے زیور کی آواز سننے سے مردوں کے دل میں ان کی خواہش پیدا ہوگی۔ جبکہ زیور کی آواز سنانا غیر مرد کو حرام ہوا، تو اپنی آواز غیر مرد کو سنانا زیادہ حرام ہوا۔ اور اسی واسطے عورتوں کے لئے اذان دینا درست نہیں، اور اے مسلمانو! تم سے اگر ان احکام میں کوتاہی ہوگئی ہو تو تم سب اللہ سے توبہ کرنے سے اپنی مراد کو پہنچ جاؤ۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۚ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ

۱ اور تم میں جو بے نکاح ہوں اپنوں میں ان کے نکاح کر دو، اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے جو نیک ہوں ان کے بھی، اگر وہ تنگ دست ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا اور اللہ بہت دینے والا، جاننے والا ہے ﴿۳۲﴾ اور چاہئے کہ پارسائی سے رہیں وہ جو نکاح کا مقدور نہیں رکھتے، یہاں تک کہ اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے (تو نکاح کریں)، اور ۲ جو تمہارے ہاتھ کی ملک باندی غلاموں میں سے جو یہ چاہیں کہ کچھ مال کمانے کی شرط پر انہیں آزادی لکھ دو۔

بیوہ عورتوں کا نکاح

۱ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم کو چاہئے کہ اپنے گروہ کی رانڈ عورتوں اور رنڈوے مردوں کو بغیر نکاح کے بیٹھا نہ رہنے دو، بلکہ سمجھا بجھا کر ان کا، اور اپنے نیک غلام اور لونڈیوں کا نکاح کرا دو۔ پھر فرمایا نکاح سے پہلے اگر ان میں کوئی تنگ دست ہو تو تنگ دستی کے عذر سے نکاح کو نہ روکا جائے۔ نکاح کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کی تنگدستی کو رفع کر کے انہیں خوشحال کر دے گا۔ کیونکہ اللہ کا فضل اور اس کا خزانہ بہت بڑا ہے، وہ اپنی بندوں کی ضرورتوں سے خوب واقف ہے۔ آگے فرمایا جو لوگ بالکل ایسے تنگ دست ہیں کہ کسی طرح نکاح کا بار نہ اٹھا سکتے ہوں تو جب تک اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو کسی قدر صاحب مقدور نہ کر دیوے، اس وقت تک ان کو اپنی حالت پر صبر کرنا اور بدکاری سے بچنا چاہئے۔ آنحضرت ﷺ نے ایسے لوگوں کو روزے رکھنے کی ہدایت فرما کر یہ فرمایا ہے کہ روزے رکھنے سے مردانگی کی قوت کم ہو جاتی ہے۔

کتابت کا حکم

۲ **شان نزول:** جس کا حاصل یہ ہے کہ حویطب بن عبدالعزیٰ کے غلام صبیح نے اپنے آقا سے کتابت کی درخواست کی، آقا نے انکار کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ جو تمہارے ہاتھ کی ملک باندی غلاموں میں سے جو یہ چاہیں کہ کچھ مال کمانے کی شرط پر انہیں آزادی لکھ دو۔ اگر تمہیں ان میں کتابت کی رقم کمانے کی قابلیت نظر آوے تو ان سے کتابت کا معاملہ کر لیا جاوے۔ پھر فرمایا جب یہ کتابت کا معاملہ ٹھہر جاوے تو ہر ایک مسلمان صدقہ وخیرات زکوٰۃ کی رقم میں سے ایسے

اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَي الْبِغَاۗءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِھْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾ ع

ع ۱۰/۸

اگر تم ان میں کچھ بھلائی سمجھو تو لکھ دو اور ان کی اللہ کے اس مال سے مدد کر دیا کرو جو اس نے تم کو دے رکھا ہے اور[1] اپنی کنیزوں کو زنا کے لئے مجبور نہ کرو جب کہ وہ پاک دامنی چاہتی ہوں، محض اس لئے کہ دنیوی زندگی کا کچھ فائدہ (یعنی مال) تم کو حاصل ہو جائے، اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو بیشک اللہ بعد اس کے کہ وہ مجبوری ہی کی حالت پر رہیں بخشنے والا، مہربان ہے ﴿۳۳﴾ اور بیشک ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں اتاریں اور جو لوگ تم سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کی کچھ مثالیں اور (خدا سے) ڈرنے والوں کے لئے نصیحت ﴿۳۴﴾

غلام کو کچھ مدد دیوے جس سے وہ بیچارہ جلدی سے اپنے ذمہ کی رقم ادا کر کے آزاد ہو جاوے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حویطب نے اس سے سو دینار پر کتابت کا معاملہ کر لیا، اور ان میں سے بیس اس کو بخش دیئے، باقی اس نے ادا کر دیئے۔

زبردستی پر گناہ کی معافی

[1]**شانِ نزول:** یہ آیت عبداللہ ابن ابی بن سلول منافق کے حق میں نازل ہوئی جو مال حاصل کرنے کے لئے اپنی کنیزوں کو بدکاری پر مجبور کرتا تھا۔ ان کنیزوں نے آنحضرت ﷺ سے اس کی شکایت کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ کوئی زبردست آدمی کسی کو کسی برے کام پر مجبور کرے تو وہ مجبور آدمی بے گناہ ہے، جو کچھ وبال ہے وہ مجبور کرنیوالے شخص پر ہے۔ آگے فرمایا کہ قرآن کی آیتوں میں اگرچہ کھلی کھلی نصیحت ہے، اور پچھلے لوگوں کے قصوں سے قرآن میں یہ بھی جگہ جگہ سمجھا دیا گیا ہے کہ جن پچھلی قوموں نے کلام الٰہی کی نصیحت کو نہیں مانا، اور اللہ کے رسول کو جھٹلایا، وہ لوگ طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہو گئے، لیکن ان سب باتوں کا اثر ان ہی لوگوں کے دل پر ہوتا ہے جو ایک دن اللہ کے روبرو کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں۔ جن لوگوں کے دل میں یہ خوف نہیں ہے، ان کے حق میں یہ سب نصیحت رائیگاں ہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ

اللہ ۱؎ نور ہے (یعنی ہدایت اور روشنی دینے والا ہے) آسمانوں اور زمین کا، اس نور کی مثال ایسی ہے جیسے (مومن کا دل) ایک طاق ہے اس میں ایک چراغ رکھا ہے۔

نور کا ذکر

۱؎ **شان نزول:** نور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی موافق اس کے تفسیریوں ہے کہ آسمانوں پر فرشتے اور زمین پر نیک لوگ اللہ تعالیٰ کے نور ہدایت سے راہ راست پر آئے ہیں۔ ایماندار کے دل میں یہ نور ہدایت ایسا ہے جس طرح موتی سا چمکتا ہے۔ آگے اس کی مثال یہ بیان فرمائی ہے کہ ایماندار کا سینہ مشکوٰۃ یعنی طاق کی مانند ہے، اور اس کا دل ایک چمکدار شیشے کی قندیل ہے۔ جس قندیل میں نورانی چراغ میں ایسا آبدار زیتون کا تیل جلتا ہے جو آگ کے شعلے کی طرح چمکتا ہے۔ کیونکہ وہ زیتون نہ تو باغ کے شرقی کونے کا ہے جس کو سہ پہر کی دھوپ نہ پہنچ سکے، اور نہ غربی کونے کا ہے جس کو دوپہر سے پہلے کی دھوپ نہ پہنچ سکے، بلکہ ہر وقت کی دھوپ کھا کر وہ زیتون خوب پختہ اور اس کا پھل نہایت عمدہ ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہ مثال اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے نور کی بیان فرمائی ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کا نور مثل نورِ چراغ کے ہے، جو قندیل نورانی میں ہے کہ نورانی تیل سے روشن ہے، اور وہ تیل مبارک درخت سے نکلا، جو نہ شرقی نہ غربی۔ یعنی نور رسول ابراہیم علیہ السلام سے ہو کر دنیا میں آیا، جو حنیف و مسلم و موحد و مخلص تھے، نہ شرقی نہ غربی یعنی نہ یہودی نہ نصرانی۔ وہ درخت ایسا ہے کہ اس کا تیل خود بخود بغیر آگ دکھائے روشن ہوا جاتا ہے یعنی حضرت ابراہیم کے اعمال صالحہ کے آثار حضور ﷺ کی ولادت کے اجداد کے اصلاب سے قبل حضور ﷺ کی ولادت کے ظاہر تھے، اور ابراہیم علیہ السلام کو اگر نبوت و خلعت نہ بھی ملتی، تب بھی ان کا اس نور برکت ظہور کے طفیل سے شرف کیا کم تھا۔ وہ خود نورانی تھے یا اس کا عکس ہو یعنی اگر ابراہیم علیہ السلام کو یہ نور نہ بھی ملتا تو بھی ان کے اعمال صالحہ نور ریز تھے، چہ جائیکہ اس نور کی برکت سے وہ بھڑک اٹھے۔ بعض مفسرین کی اس نور سے مراد قرآن اور سید انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کعب احبار سے فرمایا کہ اس آیت کے معنی بیان کرو۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی مثال بیان فرمائی کہ روشندان یعنی طاق تو آنحضرت ﷺ کا سینہ مبارک ہے، اور قندیل قلب مبارک ہے، اور چراغ نبوت سے روشن ہے، اور اس نور محمدی کی روشنی اس درجہ کمال ظہور پر ہے کہ اگر آپ اپنے نبی ہونے کا بیان بھی نہ فرمائیں جب بھی خلق پر ظاہر ہو جائے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ روشندان تو آنحضرت ﷺ کا سینہ مبارک ہے، اور قندیل قلب اطہر، اور چراغ وہ نور جو اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھا کہ نہ شرقی ہے نہ غربی، یعنی نہ یہودی نہ نصرانی۔ ایک شجر مبارک سے روشن ہے، وہ شجر حضرت ابراہیم ہیں۔ نور قلب ابراہیم علیہ السلام پر نور محمدی نور پر نور ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت اقوال ہیں (خازن) آگے فرمایا اللہ کی قدرت کی اگرچہ یہ چند مثالیں جمع ہیں لیکن ان مثالوں سے فائدہ وہی لوگ اٹھاتے ہیں جو سمجھ اور عقل رکھتے ہیں، اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

اَلْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّ لَا غَرْبِیَّةٍ ۙ یَّكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۟ۙ (۳۵) فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ۟ۙ (۳۶)

وہ چراغ ایک شیشہ کی قندیل میں ہے، وہ قندیل ایسی (صاف شفاف ہے) گویا ایک ستارہ چمکتا ہے، وہ چراغ روشن کیا گیا ہے روغنِ زیتون سے جو بابرکت درخت ہے جو نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف ہے، اس کا تیل (اتنا صاف ہے کہ) قریب ہے کہ بھڑک اٹھے اگرچہ اسے آگ بھی نہ چھوئے، نور پر نور ہے اللہ اپنے نور کی جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے، اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے (۳۵) ان [۱] گھروں (یعنی مسجدوں) میں (عبادت کرتے ہیں) کہ جن کی نسبت اللہ نے تعظیم کرنے کا حکم دیا ہے اور ان میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے صبح (یعنی فجر) اور شام (یعنی ظہر و عصر و مغرب و عشاء) اللہ کی تسبیح (یعنی نماز ادا) کرتے ہیں (۳۶)

نیک لوگوں کے اعلیٰ اوصاف کا ذکر

[۱] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل کا حال سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ ہاں جو لوگ قیامت کے دن آفتوں سے ڈر کر فجر و ظہر و عصر و مغرب و عشاء مسجدوں میں نماز کے لئے اس طرح وقت پر حاضر ہوتے ہیں کہ دنیا کی کوئی سوداگری ان کو اس حاضری سے باز نہیں رکھ سکتی، اور زکوٰۃ کے وقت شریعت کے حکم کے موافق یہ لوگ زکوٰۃ بھی ادا کرتے ہیں۔ پھر فرمایا یہ لوگ نیک کام کرتے ہیں وہ کسی دکھاوے کے لئے نہیں کرتے، بلکہ ان کا ہر ایک نیک کام اس نیت سے ہوتا ہے کہ بارگاہ الٰہی سے قیامت کے دن اس نیک کام کا اچھا بدلہ عطا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور کچھ زیادہ بھی ان کو دیوے، جو نیک عمل کی جزا سے بڑھ کر ہو۔ دس گنا سے لے کر سات سو تک، اور بعض نیکیوں کی اس سے بھی زیادہ بدلہ کی صحیح روایتیں جو کئی جگہ گذر چکی

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۗ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ ۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۗ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۗ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾

ایسے لوگ (تسبیح کیا کرتے) ہیں کہ جن کو نہ تجارت نہ خرید وفروخت ذکر الٰہی سے غافل کرتی ہے اور نہ نماز پڑھنے سے اور نہ زکوٰۃ دینے سے، وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں کہ جس میں دل اور آنکھیں الٹ جاویں گی ﴿۳۷﴾ تاکہ اللہ ان کو بدلہ دے ان کے سب سے بہتر کام کا (یعنی جنت) اور (علاوہ اس کے) ان کو اپنے فضل سے انعام زیادہ دے، اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے ﴿۳۸﴾ اور [۱] جو لوگ کہ کافر ہوئے ان کے اعمال ایسے ہیں کہ جیسے ایک چٹیل میدان میں چمکتی ہوئی ریت کہ جس کو پیاسا (آدمی دور سے) پانی سمجھتا ہے، یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اس کو کچھ بھی نہ پایا اور اللہ کو اپنے قریب پایا (یعنی تڑپ کر مر گیا)، تو اللہ نے اس کا حساب پورا پورا بھر دیا اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے ﴿۳۹﴾

ہیں وہ روایتیں (احسن ماعملوا) کی گویا تفسیر ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ایسا ہی بڑا ہے کہ قیامت کے دن وہ جس کو چاہے گا نیک عملوں کی جزا سے بڑھ کر نعمتیں عطا فرمائے گا۔

کفار کے نیک عملوں کا ذکر

[۱] ان آیتوں میں کافروں کے نیک اعمال کی دو مثالیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائیں: (۱) پہلی مثال کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح کوئی پیاسا مسافر ٹھیک دوپہر کی دھوپ گرمی کی شدت میں جنگل کی چمکتی ہوئی ریت کو دور سے پانی کی ندی خیال کرتا ہے، اور جب اس ریت کے پاس پہنچتا ہے تو وہاں پانی کا پتہ بھی نہیں ہوتا، آخر وہ تڑپ کر پیاسا مر گیا۔ سو خدا نے اس کا پورا پورا حساب کر دیا، اور اللہ تعالیٰ جلد حساب کرنے والا ہے۔ اسی طرح یہ مشرک لوگ جن لوگوں کی مورتوں کی پوجا کر کے یہ گمان کرتے

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَا ؕ وَ مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِیْحَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾

یا (ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے) جیسے اندھیریاں گہرے دریا میں کہ ایک لہر کے اوپر دوسری بڑی لہر اس کافر کو ڈھانکتی ہے اس کے اوپر بادل، (غرض کہ) اوپر تلے بہت سی اندھیریاں ہیں، جب اپنا ہاتھ نکالے (اور دیکھنا چاہے) تو امید نہیں کہ اس کو دیکھ سکے، اور جس کو اللہ ہی نور (ہدایت) نہ دے اس کو (کہیں سے بھی) نور میسر نہیں ہو سکتا ﴿۴۰﴾ (اے مخاطب!) ۱؎ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے اور پرندے پر پھیلائے ہوئے (جو آسمان و زمین کے درمیان) ہیں، ہر ایک کو اپنی اپنی دعا اور تسبیح معلوم ہے اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ﴿۴۱﴾

ہیں کہ اگر قیامت قائم ہوئی تو وہ اپنے پوجا کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش کر کے ان کو عذاب دوزخ سے بچا لیں گے، لیکن قیامت کے دن جب وہ لوگ ان مشرکوں کی صورت سے بیزار ہو جاویں گے تو وقت پر ایسا ہی پچھتاویں گے جس طرح وہ پیاسا مسافر جنگل کی چمکتی ہوئی ریت کے پاس پہنچ کر پچھتایا، اور پچھتانا اس کے کچھ کام نہ آیا و ہی حال قیامت کے دن ان لوگوں کا ہوگا۔ ❷ دوسری مثال کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح کوئی کشتی کا مسافر گہرے دریا کی گہرائی کے اندھیرے میں علاوہ موجوں، اور گہرے ابر کے ایسے اندھیرے میں پھنس جاوے کہ اندھیرے کے مارے اس کو اپنا ہاتھ تک نہ دکھائی دے، اس طرح یہ مشرک لوگ عالم ارواح میں نور ہدایت کے حصہ سے محروم رہے۔ اسی سبب سے دنیا میں شرک کی جہالت کا اندھیرا ان کے دل پر زندگی بھر چھایا رہا۔ پھر مرنے کے بعد دوزخ کے اندھیرے میں جا پڑیں گے۔

تمام مخلوق کی یادِ الٰہی کا ذکر

۱؎ مجاہد کے قول کے موافق نماز کا حکم انسان کے حق میں ہے۔ قرآن شریف میں تسبیح کا ذکر بعض جگہ تَسْبِیْحَهٗ کے لفظ سے ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ آسمان و زمین کی کل چیزیں اپنی اپنی زبان میں ہر وقت اللہ کو یاد کرتی اور اس کے نام کی تسبیح پڑھتی ہیں۔ صحیح

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ

اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کیلئے ہے اور اللہ ہی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے ﴿۴۲﴾ کیا[ا] تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی بادلوں کو چلاتا ہے پھر وہی ان کو آپس میں ملاتا ہے، پھر وہی ان کو تہ پر تہ (کر کے گھنگور گھٹا) بناتا ہے، پھر تو دیکھے کہ اس کے بیچ میں سے مینہ برستا ہے۔

بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک روز اللہ کے رسول ﷺ کا گزر دو قبروں پر ہوا۔ اور آپ نے فرمایا کہ ان دونوں قبروں میں جو مردے دفن ہیں، ان پر عذاب قبر ہو رہا ہے۔ یہ فرما کر آپ نے ایک ہری ٹہنی درخت کی لی اور اس کی دو شاخیں کیں، اور یہ دونوں شاخیں ان دونوں قبروں پر لگا کر فرمایا کہ جب تک یہ شاخیں ہری رہیں گی، ان مُردوں کے عذاب قبر میں کچھ تخفیف ہو جائے گی۔ اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ ہر درخت کی ٹہنی جب تک ہری رہتی ہے تو وہ اپنی زبان کی ایک طرح کی خاص گویائی سے اللہ کی یاد کرتی ہے۔ اور یہی یادِ الٰہی ان دونوں شاخوں کی تسبیح تھی جس کی برکت سے عذاب قبر میں تخفیف ہوئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ قبروں پر درخت لگانا، پھولوں کا ڈالنا درست ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کھانا کھاتے وقت ہم صحابہ لوگ کھانے کی چیزوں کی تسبیح کی آواز سنا کرتے تھے۔ حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ آسمان و زمین میں اکیلے اللہ کی حکومت ہے، اس لئے آسمان پر فرشتے، زمین پر جنات اور انسان، آسمان و زمین کے مابین میں اُڑتے ہوئے جانور، اپنی زبان میں اللہ کی یاد میں ہر وقت لگے ہوئے ہیں۔ آگے کا مطلب یہ ہے کہ پہاڑ درخت جب سب ناسمجھ چیزیں اپنے پیدا کرنے والے کو پہچان کر ہر وقت اس کی تعظیم اور عبادت میں لگی ہوئی ہیں۔ بنی آدم کے وہ لوگ جو اپنے آپ کو سمجھدار کہتے ہیں، اور اپنے پیدا کرنے والے کی تعظیم میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو ان کے سب کام معلوم ہیں۔ وقت مقررہ پر ایسے لوگوں کو اپنے عملوں کی پوری سزا بھگتنی پڑے گی۔

[ا] حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ اللہ ہی کی حکومت کا یہ اثر سب کی آنکھوں کے سامنے ہے کہ دنیا بھر میں جہاں اس کو مینہ برسانا منظور ہوتا ہے، ہوا اس کے حکم سے بادلوں کے ٹکڑوں کو وہاں لے جاتی ہے۔ اور پھر ان ٹکڑوں کو جوڑ کر تہ بہ تہ کیا تب جا کر جتنی دور تک حکم ہوتا ہے اتنی دور تک گہرا بادل چھا جاتا ہے۔ اور اس بادل میں سے مینہ برستا ہے، جس سے ہر طرح کی پیداوار ہو جایا کرتی ہے۔ آگے فرمایا جن کھیتوں باغوں پر اللہ تعالیٰ کو اولوں کی بلا کا بھیجنا منظور ہوتا ہے، تو آسمان سے وہ برف

وَ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ؕ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾ وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ

اور آسمان میں (اولوں کے) جو بڑے پہاڑ ہیں ان سے اولے اتارتا ہے، پھر ان کو جس پر چاہتا ہے ڈالتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس کو پھیر دیتا ہے، قریب ہے کہ بجلی کی چمک جو ابر میں ہے آنکھیں (یعنی بینائی) لے جائے ﴿۴۳﴾ اللہ ہی رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے، بیشک اس (سب معاملہ) میں آنکھوں کیلئے ایک بڑی عبرت ہے ﴿۴۴﴾ اور اللہ ہی نے ہر چلنے والے (جاندار) کو پانی سے پیدا کیا۔

کے پہاڑ میں سے اولے بادلوں میں بھیج دیتا ہے۔ جس سے اولے پڑ کر وہ کھیت اور باغ اجڑ جاتے ہیں، اور سوائے اللہ کے اس بلا کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ پھر فرمایا اس اولے والے بادل میں بجلی کی چمک اس غضب کی ہوتی ہے کہ جس سے آدمی کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ آگے کا مطلب یہ ہے کہ رات دن کی یہ اُلٹ پلٹ کبھی رات ہے، اور کبھی دن اللہ کے حکم سے، اور رات دن کی ہیر پھیر کا نام گردش زمانہ ہے۔ تو کفر کی رسم کے موافق کسی ایماندار آدمی کو جائز نہیں ہے کہ وہ گردش زمانہ کو برا کہے۔ پھر فرمایا کہ قرآن کی آیتوں میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں جو بیان کی جاتی ہیں اگرچہ وہ سب کی آنکھوں کے سامنے ہیں، لیکن ان نشانیوں کو عبرت کی نظر سے وہی لوگ دیکھتے ہیں جن کی آنکھوں پر غفلت کا پردہ نہیں ہے۔ ورنہ جن لوگوں کی آنکھوں پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ ان کے حق میں وہ قدرت کی نشانیاں ایسی ہی رائیگاں ہیں جس طرح بری زمین میں مینہ کا پانی رائیگاں جاتا ہے۔ سورہ الرعد میں بجلی کا حال گذر چکا ہے۔

ہر جاندار کی پیدائش پانی سے ہے

لے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چلنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا ہے یعنی نطفہ سے۔ جس سے پیدائش کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ اس سلسلہ سے پہلے ہی ہر چیز کی پیدائش میں پانی کا دخل ضرور ہے۔ جیسے مثلاً آدم علیہ السلام کی پیدائش نطفہ کی پیدائش سے مقدم ہے، لیکن ان کے پتلے کا گارا پانی اور مٹی سے بنایا گیا ہے۔ پس ان میں سے بعض تو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں جیسے سانپ اور مچھلی، اور بعض دو پاؤں پر چلتے ہیں جیسے انسان اور پرند اور، بعض چار پاؤں پر چلتے ہیں جیسے چوپائے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے، مثلاً مکڑی کو اس نے چار پاؤں سے زیادہ کا جانور پیدا کیا۔ آخر کو فرمایا اللہ سب کچھ کر سکتا ہے، کسی طرح کی مخلوق کا پیدا کرنا اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۶﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾

پس بعض تو ان میں وہ ہیں کہ اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں، اور بعض ان میں وہ ہیں کہ وہ پاؤں پر چلتے ہیں، اور بعض ان میں سے وہ ہیں کہ چار پاؤں پر چلتے ہیں، اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، بیشک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ﴿۴۵﴾ [۱] بیشک ہم نے صاف بیان کرنے والی آیتیں اتاری ہیں اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے ﴿۴۶﴾ اور یہ [۲] (منافق) لوگ (زبان سے) تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے حکم مانا پھر اسکے بعد ان میں سے ایک فریق پھر جاتا ہے، اور وہ لوگ ایمان والے نہیں ہیں ﴿۴۷﴾ اور [۳] جب کہ وہ اللہ اور اسکے رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے تو جبھی ان کا ایک فریق منہ پھیر جاتا ہے ﴿۴۸﴾

[۱] **نیک وبد کی پہچان:** اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ان کی آیتوں میں ہر طرح کی کھلی نصیحت ہے، لیکن ان سے ہر شخص ہدایت نہیں پا سکتا۔ اور زبردستی کسی کو راہ راست پر لانا اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے علم غیب کے ظہور کے طور پر نیک وبد کے امتحان کے لئے دُنیا کو پیدا کیا ہے۔ مجبور کر کے کسی کو راہ راست پر لانا انتظام الٰہی کے خلاف ہے۔

[۲] **منافقوں کا ذکر:** اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کھلے کھلے منکر شریعت لوگوں کے علاوہ بعضے دھوکے باز لوگ ایسے بھی ہیں جو زبان سے اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کا اقرار کرتے ہیں لیکن ان کے دل میں دغابازی بسی ہوئی ہے۔ اس لئے یہ انکا زبانی اقرار جھوٹا ہے، اور اس اوپری دل کی فرمانبرداری کے اقرار سے یہ لوگ مسلمان نہیں ٹھہر سکتے ہیں۔

[۳] **شان نزول:** جس کا مطلب یہ ہے کہ بشر نامی ایک منافق تھا، ایک زمین کے معاملہ میں اس کا ایک یہودی سے جھگڑا تھا۔ یہودی جانتا تھا کہ اس معاملہ میں وہ سچا ہے، اور اس کو یقین تھا کہ سید عالم ﷺ حق وعدل کا فیصلہ فرماتے ہیں۔ اس لئے

وَ اِنْ یَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ یَاْتُوْۤا اِلَیْهِ مُذْعِنِیْنَؕ (۴۹) اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ یَخَافُوْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗؕ بَلْ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۠ؑ (۵۰) اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَاؕ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۵۱) وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَخْشَ اللّٰهَ وَ یَتَّقْهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ (۵۲) وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَىٕنْ اَمَرْتَهُمْ لَیَخْرُجُنَّؕ

اور اگر ان کا حق (کسی کی طرف واجب) ہو تو رسول کے پاس گردن جھکائے چلے آتے ہیں (۴۹) کیا ان کے دلوں میں (کفر و نفاق کی) بیماری ہے یا یہ (نبوت کی طرف سے) شک میں پڑے ہیں یا ان کو یہ اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کریں گے، (وہ تو ایسا نہیں کریں گے) بلکہ وہ خود ہی ظالم ہیں (۵۰) مسلمانوں کی بات تو یہی ہے کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے تو یہی عرض کریں کہ ہم نے سنا اور حکم مانا اور یہی لوگ مراد کو پہنچے (۵۱) اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے اور ڈرے اللہ (کے عذاب) سے اور پرہیزگاری کرے، پس ایسے لوگ کامیاب ہیں (۵۲) اور [1] انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں حد کی کوشش سے کہ اگر تم انہیں حکم دو گے تو وہ ضرور جہاد کریں گے۔

اس نے خواہش کی کہ یہ مقدمہ آنحضرت ﷺ سے فیصل کرایا جائے لیکن منافق بھی جانتا تھا کہ وہ باطل پر ہے، اور آنحضرت ﷺ عدل و انصاف میں کسی کی رورعایت نہیں فرماتے۔ اس لئے وہ آنحضرت ﷺ کے فیصلہ پر تو راضی نہ ہوا، اور کعب بن اشرف یہودی سے فیصلہ کرانے پر مصر ہوا۔ اور آنحضرت ﷺ کی نسبت کہنے لگا کہ وہ ہم پر ظلم کریں گے، اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

[1] حاصل مطلب آیتوں کا یہ ہے کہ جو منافق لوگ اللہ کے رسول کے فیصلہ سے گھبراتے تھے، وہ پھر مسلمانوں میں اپنا اعتبار جمانے کے لئے سخت سخت اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ ہم کو لڑائی پر جانے اور جان دینے کا حکم ہو تو بھی ہم حاضر ہیں۔ اسکے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے محبوب ﷺ! تم ان لوگوں سے کہہ دو قسمیں نہ کھاؤ، تمہاری حکم برداری اور تمہارے

قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَیْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۵۴﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

تم فرمادو: ''قسمیں نہ کھاؤ شرع کے موافق حکم برداری چاہیے۔'' بیشک اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو ﴿۵۳﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) تم فرماؤ کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر تم لوگ منہ پھیرو گے تو (سمجھ رکھو) کہ رسول کے ذمہ تو وہی ہے جو اس پر لازم کیا گیا اور تمہارے ذمہ وہ ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا ہے اور اگر رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو راہ پاؤ گے اور رسول کے ذمہ تو صرف صاف طور پر (پیغام) پہنچا دینا ہے ﴿۵۴﴾ اللہ ؁ نے وعدہ دیا ہے ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے۔

عملوں کا حال اللہ کو خوب معلوم ہے''۔ پھر فرمایا: ''اے محبوب! ان لوگوں سے یہ بھی کہدو کہ سچے دل سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم برداری کرو، کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کام اللہ کے پیغام کا پہنچا دینا ہے، اور اُمت کے لوگوں کا کام اس کے موافق عمل کرنا۔ جب اللہ کے رسول اپنا کام کر رہے ہیں، تو امت کے لوگ اگر ان کی پیروی کریں گے تو عقبیٰ کی بہبودی کا راستہ پاویں گے، اور اگر نافرمانی کریں گے تو عقبیٰ میں اس کا خمیازہ بھگتیں گے۔

مسلمانوں کے صبر پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور اس کا ظہور

؁ **شان نزول:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی نازل ہونے سے دس سال تک مکہ مکرمہ میں مع اصحاب کے قیام فرمایا۔ اور کفار مکہ کی ایذاؤں پر جو رات دن ہوتی رہتی تھیں، صبر کیا۔ پھر بحکم الٰہی مدینہ طیبہ کو ہجرت فرمائی، اور انصار کی منازل کو اپنی سکونت سے سرفراز کیا مگر کفار قریش اس پر بھی باز نہ آئے۔ روزمرہ ان کی طرف سے جنگ کے اعلان ہوتے، اور طرح طرح کی دھمکیاں دی جاتیں۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت خطرہ میں رہتے تھے۔ ایک روز ایک صحابی نے فرمایا: ''کبھی ایسا بھی زمانہ آئے گا کہ ہمیں امن میسر ہو، اور ہتھیاروں کے بار سے ہم سبکدوش ہوں''۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ **فائدہ۔** اس آیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے بعد ہونے والے خلفاء راشدین کی خلافت کی دلیل ہے۔ کیونکہ ان کے زمانہ میں فتوحات عظیمہ ہوئیں، اور کسریٰ وغیرہ ملوک کے خزائن مسلمانوں کے قبضہ میں آئے، اور امن و تمکین اور دین کا غلبہ حاصل ہوا۔ ترمذی و ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خلافت میرے بعد تیس سال ہے، پھر ملک

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٥٥﴾ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٥٦﴾

بیشک ان کو زمین میں خلافت دے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا فرمائی تھی، اور جس دین کو (اللہ نے) ان کے لئے پسند فرمایا (یعنی اسلام) ضرور ان کے (نفع آخرت کے) لئے جما دے گا اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا، (بشرطیکہ) میری عبادت کریں میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں، اور کوئی اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ فاسق ہیں ﴿۵۵﴾ لہ اور (اے مسلمانو!) نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رسول کی فرمانبرداری کرو اس امید پر کہ تم پر رحم کیا جاوے ﴿۵۶﴾

ہوگا"۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت دو سال تین ماہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دس سال چھ ماہ، اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ اجمعین کی بارہ سال، اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ اجمعین کی چار سال نو ماہ، اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ اجمعین کی خلافت چھ ماہ ہوئی، (خازن)۔ آگے فرمایا اس شکر گذاری کی حالت کے بعد جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی ناشکری کریں گے وہ نافرمان ہو کر طرح طرح کی خرابی میں پڑ جاویں گے۔

لہ ان آیتوں میں فرمایا کہ ان مسلمانوں کو کہ جن کیلئے خلافت اور امامت اور زمین پر حکومت و شوکت کا وعدہ کیا ہے، یہ حکم کہ زمین پر خلیفہ بن کر بنی اسرائیل کی طرح نہ ہو جانا، نماز پنج وقتہ ادا کرنا، اور زکوٰۃ اموال دینا، اور حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس خوشخبری کے ظہور کا وقت جلدی دکھاوے۔ مسلمانوں کو اوپر کی خوشخبری کے سننے کے بعد یہ خیال گذرا کہ اب تک تو دشمنوں کا غلبہ چلا جاتا ہے۔ پھر ایک دفعہ ہی یہ سب دشمن کیونکر مغلوب ہو جائیں گے، اور مسلمانوں کو حکومت کس طرح مل جاوے گی۔ اس واسطے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ٹھہرا کر ایماندار لوگوں کو سمجھایا کہ یہ خیال بھی نہ کرنا کہ کافر ملک میں اپنی تدابیر سے عاجز کر دیں گے۔ کیا یہ خدا کے قبضہ میں نہیں رہے، وہ دنیا میں بھی رُوسیاہ اور ذلیل ہوں گے، اور آخرت میں بھی۔ ایسے دشمن دین لوگوں کا بُرا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۵۷ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۭ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاۗءِ ۫ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۭ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۵۸

ع ۷
۱۲

یہ خیال بھی نہ کرنا کہ کافر زمین میں ہیں ہمارے قابو سے نکل جائیں (دنیا میں ذلیل ہوں گے) اور (آخرت میں) ان کا ٹھکانا آگ ہے اور بیشک کیا ہی برا انجام ہے ۝۵۷ اے مسلمانو!۱؎ ان لوگوں کو جو تمہارے ہاتھ کے مال ہیں (یعنی غلام و کنیز) اور تمہارے ان لڑکوں جو حد بلوغ تک نہیں پہنچے ان کو تین وقتوں میں (تمہارے پاس آنے کے لئے) اجازت لینا چاہیے، (ایک تو) صبح کی نماز سے پہلے اور (دوسرے) دوپہر کے وقت جبکہ (سونے کے لئے) تم اپنے (بعض) کپڑے اتار دیا کرتے ہو، اور (تیسرے) عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تین وقت تمہارے پردے کے ہیں (اور) ان اوقات کے سوا نہ تم پر کچھ گناہ ہے اور نہ ان پر (کچھ گناہ ہے کیونکہ) وہ تمہارے ہاں ایک دوسرے کے پاس آنے جانے والے ہیں، اللہ اپنے احکام اسی طرح سے کھول کر بیان کرتا ہے اور خدا جاننے والا، حکمت والا ہے ۝۵۸

گھروں میں آنے اور نہ آنے کی اجازت کا ذکر

۱؎ **شان نزول:** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک انصاری غلام مدلج بن عمرو کو دوپہر کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بلانے کے لئے بھیجا۔ وہ غلام بغیر اجازت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں چلا گیا۔ جبکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے تکلف اپنے دولت سرائے میں تشریف رکھتے تھے۔ غلام کے اچانک چلے آنے سے آپ کے دل میں خیال ہوا کہ کاش غلاموں کو اجازت لے کر مکانوں میں داخل ہونے کا حکم ہوتا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ وَ الْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ؕ وَ اَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾

اور جس وقت تم میں کے وہ لڑکے (جن کا اوپر حکم آیا ہے) حد بلوغ کو پہنچ جاویں تو ان کو بھی اجازت لے کر آنا چاہئے جیسا کہ ان سے پہلے (بڑی عمر کے) لوگ اجازت لے کر آتے ہیں۔ اللہ اسی طرح سے صاف صاف تمہارے لئے اپنے احکام بیان فرماتا ہے۔ اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ﴿۵۹﴾ اور وہ بوڑھی خانہ نشین عورتیں جنہیں نکاح کی آرزو نہیں ان پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے بالائی کپڑے اتار دیا کریں (یعنی برقعہ) بشرطیکہ زینت (کی جگہ) نہ کھول دیا کریں، اور اگر اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کیلئے بہتر ہے، اور خدا سننے والا جاننے والا ہے ﴿۶۰﴾

پردہ کا ذکر۔ عورتوں کو باریک کپڑا پہننے کی ممانعت

شان نزول: صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ پردہ کی آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک رات چادر اوڑھ کر نکلیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ کو یہ مشورہ دیا کہ پردہ کے حکم کے ساتھ یہ حکم بھی دیا جائے کہ چادر اوڑھ کر بھی عورتیں گھر سے باہر نہ نکلا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب کی آیتیں نازل فرما کر اس پر یہ حکم دیا کہ عورتوں کے لئے پردہ کا جو حکم نازل ہوا ہے، وہ کافی ہے۔ جماعت کی نماز یا کسی اور ضرورت سے دوپٹہ کے اوپر چادر یا برقعہ اوڑھ کر اور اس میں منہ چھپا کر عورتوں کے باہر نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ حکم جوان بوڑھی سب عورتوں کے لئے تھا۔ اس آیت میں فرمایا وہ بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی خواہش نہیں ہے یعنی حیض منقطع ہو چکا ہے، ان پر جوان عورتوں کی سی پردہ کی تاکید نہیں ہے۔ اگر وہ کسی موقع پر دوپٹہ کے اوپر کی چادر یعنی برقعہ اتار ڈالیں تو گناہ نہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی عورت غیر مرد کو اپنا کچھ بناؤ دکھانے کیلئے دوپٹہ کے اوپر کی چادر یعنی برقعہ نہ اتارے۔ پھر فرمایا: یہ بوڑھی عورتیں بھی اگر دوپٹہ کے اوپر برقعہ کے اوڑھنے کی عادت کو جاری رکھیں تو ان کے حق میں بہتر ہے۔ کیونکہ اس میں احتیاط زیادہ ہے۔ آگے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی زبانی باتوں کو خوب سنتا

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ

نہ[۱] تو اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے، اور نہ خود تم پر کوئی گناہ ہے اس بات میں کہ تم اپنے گھروں سے (جن میں بی بی اور اولاد کے گھر بھی آگئے) کھانا کھاؤ یا اپنے باپوں کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے، یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے، یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے، یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے، یا ان گھروں سے کہ جن کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہیں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے۔

اور ان کے دل کے بھیدوں کو خوب جانتا ہے۔ اس لئے ان میں کسی کی کوئی عورت اگر اپنے آپ کو زبانی بوڑھی بتلا دے گی، اور اسکے دل میں کچھ اور بھید ہوگا تو اس کا سب کچھ حال اللہ کو معلوم ہے۔ مسند امام احمد اور صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول نے ایسی عورتوں کو دوزخی فرمایا ہے، جو ایسا باریک کپڑا پہنتی ہیں۔ جس سے ان کا بدن کا کچھ حصہ ڈھکتا ہے اور کچھ کھلا رہتا ہے۔

آپس میں کھانا کھانے کی اجازت

[۱] **شان نزول:** جب سورۂ بقرہ میں یہ حکم نازل ہوا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا مال بلا وجہ نہ کھاوے۔ تو مسلمان طرح طرح کی احتیاط ضرورت شرعی سے زیادہ کرتے تھے۔ جب مثلاً تندرست مسلمان لڑائی پر جاتے تھے تو اندھے لنگڑے اپاہج مسلمان لوگوں کو حفاظت کے لئے اپنے گھر پر مقرر کر دیتے تھے۔ یہ اپاہج لوگ ان کے کھانے پینے کی چیز کو بھی ہاتھ نہیں لگاتے، اور کام میں بھی نہیں لاتے تھے۔ اسی طرح تندرست لوگ اندھے اور بیمار لوگوں کے ساتھ کھانا کھانے کو اس خیال سے ناجائز جانتے تھے کہ بیمار بوجہ بیماری کے کم کھاتا ہے، ساتھ والا اس کا کھانا زیادہ کھا کر گناہ میں نہ پھنسے۔ اندھے کا خیال کرتے تھے کہ وہ اپنے مال کی پوری حفاظت نہیں کر سکتا، اور ایک رشتہ دار دوسرے رشتہ دار یا دوست کے گھر میں کھانے پینے کو اچھا

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع

تم [۱] پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ (کھاؤ) پھر (یہ بھی معلوم رکھو کہ) جب تم کسی گھر میں جاؤ تو اپنے لوگوں کو سلام کر لیا کرو جو مبارک اور عمدہ دعا اللہ کی طرف سے ہے، اسی طرح سے اللہ کھول کھول کر تمہارے لئے احکام بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو (اور عمل کرو) ﴿۶۱﴾

نہیں جانتا تھا۔ غرض اسی طرح احتیاط کی اور باتیں بھی لوگوں نے نکال رکھی تھیں۔ جو حرج اور تکلف سے خالی نہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ بغیر تصرف بیجا کے طور پر ایک مسلمان کا مال کھانا سورہ بقرہ کے حکم سے منع کیا گیا ہے۔ آپس کے سلوک کے طور پر، اور آپس کی محبت کے طور پر ایک رشتہ دار کے گھر میں، یا ایک دوست دوسرے دوست کے گھر میں، یا جس کے اختیار میں گھر کی کنجیاں ہوں، جس سے مراد آدمی کا وکیل، اور اس کا کارپرداز ہے، کھانا کھالیوے تو منع نہیں ہے۔ رشتہ داروں کے ذکر میں باپ کا بیٹے کے گھر کھانے کا ذکر اس آیت میں نہیں ہے۔ **مسئلہ** امام مالک اور سنن کی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی معتبر روایتوں میں یہ صراحت آچکی ہے کہ خود بیٹا اور بیٹے کا سب مال ومتاع باپ کا مال ہے، اس صراحت کے بعد اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔

السلام علیک کا حکم

[۱] **شان نزول**: قبیلہ بن لیث بن عمرو کے لوگ تنہا بغیر مہمان کے کھانا نہ کھاتے تھے۔ کبھی کبھی مہمان نہ ملتا تو صبح سے شام تک کھانا لئے بیٹھے رہتے۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی، اور فرمایا اس کی بھی کچھ مناہی نہیں ہے کہ لوگ اکٹھے مل کر ایک دسترخوان پر کھانا کھاویں یا اکیلے۔ پھر فرمایا کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے گھر میں جاوے تو السّلام علیک کیا کرے، کیونکہ السّلام علیک مسلمانوں میں آپس کی بڑی دعائے خیر ہے۔ **مسئلہ**۔ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے اہل کو السّلام علیک کرے، اور ان لوگوں کو جو مکان میں ہوں بشرطیکہ ان کے دین میں خلل نہ ہو (خازن)۔ **مسئلہ**۔ جب مسجد میں کوئی نہ ہو تو کہے: السّلام علیٰ رسول اللہ ﷺ (شفا شریف) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح شفا شریف میں لکھا کہ خالی مکان میں سید عالم ﷺ پر سلام عرض کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل اسلام کے گھروں میں روح اقدس جلوہ فرما ہوتی ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ دین کے احکام یوں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم لوگ دین کی باتوں کو اچھی طرح سمجھو اور عمل کرو۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰى یَسْتَاْذِنُوْهُؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۶۲﴾ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًاؕ

پس مسلمان تو[1] وہی لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام میں حاضر ہوں کہ جس کیلئے جمع کیے گئے ہوں تو نہ جائیں جب تک رسول سے اجازت نہ لے لیں (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) جو لوگ تم سے اجازت مانگتے ہیں وہی دراصل اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں، تو جب وہ تم سے اجازت مانگیں اپنے کسی کام کیلئے تو ان میں جسے تم چاہو اجازت دے دو اور ان کیلئے اللہ سے معافی مانگو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۶۲﴾ رسول[2] کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

[1] **مسلمانوں کا ذکر:** اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ پکے مسلمانوں کی عادت منافقوں کی سی نہیں ہے بلکہ پکے مسلمان کسی جتھے کے کام کی ضرورت کے وقت جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں جمع ہوتے ہیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر ہرگز اپنے گھر کو نہیں جاتے۔ پھر یہ فرمایا یہ ان لوگوں کی ایمانداری کی نشانی ہے کہ یہ لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کو اپنی ضرورتوں سے مقدم خیال کرتے ہیں۔ پھر فرمایا یہ لوگ سچے عذر کے سبب سے اجازت مانگتے ہیں، اس واسطے جب یہ لوگ اجازت مانگیں، تو اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! تم ان میں سے جن کو چاہو اجازت دے کر ان کی غیر حاضری کی معافی کے لئے اللہ کی جناب میں دعا کرو۔ اللہ بخشنے والا، مہربان اپنی مہربانی سے تمہاری دعا قبول کرے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ادب سے لینے کا حکم

[2] **شان نزول:** جس کا مطلب یہ ہے کہ بعض آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا نام لے کر بلایا کرتے تھے اس پر یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ جس طرح تم لوگ باہم ایک دوسرے کو بلایا کرتے ہو، اس طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بلاؤ۔ بلکہ

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾ ع

بیشک [۱] اللہ ان لوگوں کو (خوب) جانتا ہے جو (دوسرے کی) آڑ لے کر تم میں سے (مجلس نبوی سے) چپکے [۲] سے نکل جاتے ہیں، پس جو لوگ رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں ان کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر (دنیا میں) کوئی آفت آجائے یا ان پر (آخرت میں) دردناک عذاب پڑے ﴿۶۳﴾ یادرکھو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب خدا ہی کا ہے، بیشک اللہ جانتا ہے کہ جس حال پر تم ہو، اور اس دن کو جس میں سب لوگ اس کی طرف (دوبارہ زندہ کرکے) لوٹائے جاویں گے تو وہ ان کو بتادے گا کہ جو کچھ انہوں نے کیا تھا اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ﴿۶۴﴾

ان کے نام کی تعظیم و تکریم کیا کرو، نرم آواز کے ساتھ متواضعانہ و منکسرانہ لہجہ میں: ''یا نبی اللہ، یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ کہہ کر''۔ ان رسول ﷺ کی اللہ پاک کے ہاں وہ عزت ہے کہ اللہ پاک نے کبھی نام لے کر پکارا ہی نہیں، مگر جہاں غایت شفقت اور محبت کے ساتھ خطاب کیا، جب ہم اپنے رسول ﷺ کو نام لے کر بسبب انکے کمال عزت کے نہیں پکارتے، تو ہم غیروں سے کب گوارا کریں کہ ان کو نام لے لے کر پکاریں جیسے آپس میں پکارتے ہیں۔

خطبے کا حکم

[۱] **شان نزول:** جس کا مطلب یہ ہے کہ منافقین ہر روز جمعہ مسجد میں ٹھہر کر آنحضرت ﷺ کے خطبے کا سننا گراں ہوتا تھا، تو وہ چپکے چپکے آہستہ آہستہ صحابہ کی آڑ لے کر سرکتے سرکتے مسجد سے نکل جاتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

منافقوں کا ذکر

[۲] حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کی بغیر اجازت لشکر اسلام یا جماعت جمعہ وعید کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں، ان کو دنیا کی کسی آفت یا عقبیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ پھر فرمایا جو کچھ آسمان و زمین میں ہے، وہ سب اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اس لئے آسمان و زمین کی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ ان منافقوں کی کیا ہستی ہے جو یہ اللہ سے اپنی دغابازیوں کو چھپا سکیں گے۔ اگرچہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے روبرو بھی دغابازی سے اپنی بداعمالی کا انکار کریں گے، لیکن اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر خاموشی کی مہر لگا کر ان کے ہاتھ اور پیروں سے گواہی دلوا کر ان کو دوزخی ٹھہراوے گا۔

ایاتہا ۷۷ ۲۵ سورۃ الفرقان مکیۃ ۴۲ رکوعاتہا ۶

سورۂ فرقان مکہ میں نازل ہوئی اس میں ستتر آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴿۲﴾

وہ[۱] بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے بندہ (خاص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر قرآن نازل فرمایا جو تمام جہان کو ڈرسنانے والا ہے ﴿۱﴾ وہ جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور نہ اس نے (کسی) کو فرزند پکڑا اور نہ کوئی اس کی سلطنت میں اس کا شریک ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کر کے اس کے ٹھیک اندازہ پر رکھی ﴿۲﴾

خواص سورہ فرقان: جس شخص پر حاکم ناراض ہو تو ایک سو آٹھ مرتبہ اس سورۃ کو پڑھ کر دم کریں نجات پاویگا اور ہر طرح کی پریشانی دور ہوگی۔ اس سورۃ کو اگر تین مرتبہ لکھ کر باندھ لے تو کوئی موذی جانور وغیرہ ایذا نہیں پہنچائے گا۔

توحید کا ذکر

[۱] حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ اس کی آسمان وزمین میں بڑی برکت ہے۔ جس نے حق اور ناحق میں فرق بتادینے والا قرآن اپنے خاص بندے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تھوڑا تھوڑا کر کے حسب ضرورت نازل فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو اس بات سے ڈراویں کہ جو کوئی اللہ کے حکم کو نہ مانے گا، وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگا، پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کو اپنی حکم کے اندازہ کے موافق اس طرح پیدا کیا کہ اس میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ تو جو لوگ اللہ کو صاحب اولاد، یا اس کی حکومت میں دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں، وہ بڑی غلطی پر ہیں۔ کیونکہ جن کو یہ مشرک اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے کسی چیز کو پیدا نہیں کیا۔ بلکہ وہ خود اللہ کی مخلوقات میں داخل ہیں، اس واسطے اللہ تعالیٰ کے کسی کارخانہ میں ان کو کچھ دخل نہیں ہے۔ ہر ایک کا نقصان نفع، ہر ایک کی موت زندگی، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۝۳ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ٰافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَاۗءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝۴ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۵ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۶

اور (مشرک) لوگوں نے اس کے سوا اور خدا مقرر کر لئے ہیں کہ وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں اور خود اپنی جانوں کے برے بھلے کے مالک نہیں، اور نہ مرنا ان کے اختیار میں ہے اور نہ جینا اور (مر کر) نہ اٹھ کھڑے ہونا۔۳ اور کافر لوگ (قرآن کے بارے میں) یوں کہتے ہیں کہ یہ تو کچھ بھی نہیں مگر ایک بہتان کہ جس کو (رسول نے) خود گھڑ لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے (اس گھڑت میں) اس کی مدد کی ہے بیشک وہ لوگ ظلم اور جھوٹ پر (اتر) آئے ۴ اور انہوں نے کہا یہ (قرآن) اگلوں کی کہانیاں ہیں جو انہوں نے (یعنی رسول نے) لکھ لی ہیں تو وہ ان پر صبح و شام پڑھی جاتی ہیں ۵ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم فرماؤ کہ اس (قرآن) کو تو اس نے نازل کیا ہے کہ جو آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی باتیں جانتا ہے، بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے ۶

قرآن شریف کی تصدیق

لہ ان آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ یہ کافر لوگ نبوت سے پہلے چالیس برس تک جب یہ آزما چکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت ہرگز جھوٹ بولنے کی نہیں ہے تو اب نبوت کے بعد ان لوگوں کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلانا، اور یہ کہنا بڑی ناانصافی اور بالکل جھوٹ ہے کہ مکہ میں چند یہودی جو رہتے ہیں، وہ صبح و شام پچھلی قوموں کے کچھ قصے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لکھ کر دیدیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زبردستی ان باتوں کو اللہ کا کلام بتاتے ہیں۔ آگے فرمایا: "اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تم ان لوگوں سے کہہ دو

وَ قَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ يَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝۷ اَوْ يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَ قَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝۸ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝۹ ع

اور[1] منکر (یہ بھی) کہتے ہیں کہ: ''اس رسول کو کیا ہوا کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ بھیج دیا گیا کہ اس کے ساتھ وہ بھی ڈرسنایا کرتا ۝۷ یا اس کو کوئی خزانہ غیب سے مل جاتا یا اس کے لئے کوئی باغ (غیبی) ہوتا کہ جس میں سے وہ کھایا کرتا'' اور ظالموں نے کہا: ''تم تو پیروی نہیں کرتے مگر ایک ایسے مرد کی جس پر جادو ہوا'' ۝۸ (اے محبوب! ﷺ) دیکھو یہ لوگ تمہارے لئے کیسی کہاوتیں گھڑتے ہیں پس وہ تو ایسے گمراہ ہوئے کہ جو راستہ بھی نہیں پا سکتے ۝۹

کہ قرآن میں جو آسمان وزمین کی غیب کی خبریں ہیں، ان سے تم لوگ سمجھو تو یہ بات تمہاری سمجھ میں اچھی طرح آسکتی ہے کہ یہ قرآن اس اللہ کا کلام ہے۔ جس کو آسمان وزمین کی سب بھید کی باتیں معلوم ہیں، اور باوجود اللہ کے کلام کو جھٹلانے کے تم لوگوں پر جلدی سے کوئی آفت جو نہیں آتی، اس کا سبب یہی ہے کہ ہمیشہ سے ایک عادت الٰہی ہے کہ نافرمان لوگوں کو پہلے اللہ تعالیٰ اپنی درگزر اور مہربانی سے مہلت دیتا ہے۔ پھر اگر مہلت کے زمانہ میں وہ لوگ اپنی نافرمانی سے باز نہیں آتے، تو اس کو کسی سخت عذاب میں پکڑ لیتا ہے۔

مشرکین کا طعن

[1] **شان نزول:** جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ مشرکین مکہ نے جب آنحضرت ﷺ پر تنگدستی کی طعن کی، اور کہا کہ یہ کیسے رسول ﷺ ہیں کہ ذرا ذرا سی چیز بازار میں خریدتے پھرتے ہیں۔ اگر اللہ کے سچے رسول ﷺ ہوتے تو ضرور اللہ تعالیٰ ان کو خوشحالی سے رکھتا۔ مشرکین کے اس طعن کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمادیا کہ شیطان نے ان لوگوں کو بہکا رکھا ہے۔ اس واسطے یہ بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں، ورنہ یہ لوگ اپنے آپ کو ملتِ ابراہیمی بتلاتے ہیں، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبی جانتے ہیں۔ پھر یہ نہیں ثابت کر سکتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرشتے تھے، کچھ کھاتے

تَبٰرَكَ الَّذِیْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۙ وَ یَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿۱۰﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۙ وَ اَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِیْرًا ﴿۱۱﴾

وہ ۱؎ بڑی برکت والا ہے اگر چاہے تو (دنیا میں) تمہارے لئے اس سے بھی بہت بہتر باغات پیدا کر دے کہ جن کے نیچے نہریں پڑی بہا کریں، اور تمہارے لئے اونچے اونچے محل بھی ﴿۱۰﴾ بلکہ انہوں نے ۲؎ تو قیامت کو جھوٹ سمجھ لیا ہے اور جو قیامت کو جھٹلائے ہم نے اس کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے ﴿۱۱﴾

پیتے نہیں تھے، یا غیب سے ان کو خزانہ ملا تھا، یا کوئی فرشتہ ان کے ساتھ رہتا تھا جو ان کے نبی ہونے کی شہادت لوگوں سے ادا کرتا تھا، یا انہوں نے بڑے بڑے محل اور باغ بنائے تھے۔ علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اور انبیاء کا حال اہل کتاب سے بھی انہوں نے سنا ہے، کہ کس نبی میں یہ باتیں نہیں تھیں۔ پھر سب انبیاء سے انوکھی باتیں جو یہ لوگ نبی آخر الزمان میں چاہتے ہیں، یہ خواہش ان کی ایک معجزے کے طور کی خواہش نہیں ہے، بلکہ ایک شرارت اور اغوائے شیطانی کی خواہش ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے طعن کا جواب مختصر طور پر دیا ہے۔ اور آیتوں میں اس کی زیادہ تفصیل ہے جس کا ذکر ہر ایک موقع پر آوے گا۔

۱؎ دنیا و آخرت کی بھلائی کا ذکر: **شان نزول**: مشرکین مکہ نے آنحضرت ﷺ پر تنگ دستی کی طعن کی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے پاس پیغام بھیجا تھا کہ اے محبوب ﷺ اگر تم دنیا کی تنگ دستی سے گھبراتے ہو، تو تمام روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمہارے حوالہ ہو جاویں گی، اور دنیا میں خوشحالی دینے کے بعد تمہاری عقبیٰ کے مرتبہ میں اللہ تعالیٰ کچھ کمی نہ کرے گا۔ اور اگر تمہاری مرضی ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا و عقبیٰ کی خوبی کا ذخیرہ تمہارے لئے عقبیٰ میں ہی رکھے گا۔ دنیا چند روزہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس پیغام کے جواب میں فرمایا کہ مجھ کو عقبیٰ میں ہر طرح کی خوبی کا ذخیرہ درکار ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ لوگوں کی خواہش دنیا کے عیش و آرام کی طرف مائل ہے اور ان کی خواہش کا پورا کرنا اللہ تعالیٰ چاہے تو اچھے لوگوں کے واسطے دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ سب کچھ کر دیوے، لیکن دنیا کی خوبی اچھے لوگ چاہتے ہی نہیں بلکہ دنیا سے بچتے رہتے ہیں۔ دنیا پر تو وہی لوگ مفتوں ہیں جو عقبیٰ کے منکر ہیں، اور ان کا مدار فقط دنیا کی زیست پر ہے۔ اور عاقبت میں ان کے لئے دوزخ ہے۔

۲؎ مشرکین کے عذاب کا ذکر: ان آیتوں میں فرمایا کہ مشرکین مکہ اللہ کے رسول ﷺ کی تنگ دستی پر طعن جو کرتے تھے اوپر اس کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں فرمایا، ان لوگوں کی یہ طعن کی باتیں معجزے کے خواہش کے طور پر نہیں ہیں، بلکہ مرنے کے

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا ﴿۱۲﴾ وَ اِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۴﴾ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّ مَصِيْرًا ﴿۱۵﴾

جب وہ (دوزخ) ان (منکروں) کو دور سے دیکھے گی تو (وہ لوگ دور ہی سے) اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا سنیں گے ﴿۱۲﴾ اور جب وہ اس (دوزخ کے) کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں زنجیروں سے جکڑ کر ڈال دیئے جاویں گے تو وہاں موت مانگیں گے ﴿۱۳﴾ (کہا جاوے گا) آج ایک [۱] موت نہ مانگو اور بہت سی موتیں مانگو ﴿۱۴﴾ (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان کو یہ مصیبت سنا کر) [۲] تم فرماؤ کیا یہ (عذاب) بہتر ہے یا وہ ہمیشہ رہنے کی جنت (اچھی ہے) کہ جس کا پرہیزگاروں کے لئے وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ ان کے لئے (ان کی اطاعت کا) صلہ اور (آخری) ٹھکانا ہے ﴿۱۵﴾

بعد پھر دوبارہ زندہ ہونے، اور حساب و کتاب کے لئے اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہونے کے یہ لوگ منکر ہیں۔ اس لئے عقبیٰ کی بہتری کو یہ لوگ طعن اور مسخراپن کی باتوں میں اڑا دیتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے بھی ایسے لوگوں کے لئے دوزخ کی آگ کو خوب دھکا کر تیار کر رکھا ہے، اور اس دوزخ کی آگ میں اللہ تعالیٰ نے ایک طرح کی بینائی کی قوت پیدا کی ہے، جس سے وہ مشرکوں ظالموں کو دیکھ کر قیامت کے دن پہچان لیوے گی۔ یہ دوزخ کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا اس وقت ہوگا جس وقت ایسے لوگوں کے گلے میں طوق ڈالا جاوے گا، اور ستر گز کی ایک زنجیر میں ان کی جماعت کو جکڑ کر دوزخ میں ڈالا جاوے گا۔ پھر فرمایا دوزخ کے عذاب سے ایسے لوگ بہت کچھ چلاویں اور پچھتاویں گے مگر بے وقت کا چلانا اور پچھتانا ان کے کام نہ آوے گا۔

[۱] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن اہل دوزخ پر طرح طرح کی سختیاں گزریں گی، ان سختیوں پر افسوس کریں گے اور کہیں گے کہ: ''ہائے افسوس! ہم ہلاک ہوگئے'' ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماوے گا کہ: ''ایک ہلاکت کو کیا کہتے ہو، ابھی تو تمہیں طرح طرح کی ہلاکت بھگتنی اور طرح طرح کے عذاب دوزخ کی مصیبت جھیلنی پڑے گی۔

اللہ تعالیٰ کے وعدہ اور دعا کا ذکر

[۲] ان آیتوں میں فرمایا اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ ان کے انکار سے اللہ تعالیٰ کا انتظام تو پلٹنے والا نہیں۔ اب لوگوں کو یہ بتلانا چاہیئے کہ انتظام الٰہی کے موافق وقت مقررہ پر جب قیامت قائم ہوگی، اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے موافق ان کو دوزخ کی آگ میں جھونک دیا جاوے گا۔ جو ایسے لوگوں کیلئے اس طرح آگ دھکائی گئی ہے کہ اس کی تیزی دنیا کی آگ

لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴿۱۶﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰۤؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿ؕ۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾

ان کو وہاں وہ سب چیزیں ملیں گی جو کچھ وہ چاہیں گے وہ (اس میں) ہمیشہ رہیں گے، یہ ایک وعدہ ہے جو تمہارے پروردگار کے ذمہ ہے مانگا ہوا ⑯ اور لہ جس دن اللہ ان (کافر) لوگوں کو اور ان کو جن کو وہ خدا کے سوا پوجتے ہیں (یعنی بت) جمع کرے گا تو ان (معبودوں) سے فرمائے گا: ''کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ (خود ہی) راہ بھول گئے تھے'' ⑰ وہ عرض کریں گے پاکی ہے تجھ کو ہمیں سزاوار نہ تھا کہ تیرے سوا کسی اور کو مولیٰ بنائیں لیکن تو نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو (دنیا میں) یہاں تک آسودگی دی کہ وہ تیری یاد بھول گئے، اور یہ لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے ⑱

سے اُنہتر حصہ زیادہ ہے۔ تو یہ دوزخ کی آگ بہتر ہے، یا پرہیزگاروں سے جس جنت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے، وہ بہتر ہے۔ پھر فرمایا یہ جنت وہ ہے جس کی نعمتوں کو کبھی فنا نہیں، اور نہ کسی نعمت کی بھی کمی پڑے گی۔ جس چیز کو جی چاہے وہ ہر وقت موجود ہے۔ پھر فرمایا یہ جنت وہ ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی معرفت پرہیزگار لوگوں سے کیا ہے۔ جس وعدہ کے پورا ہونے کی دعا پرہیزگار لوگ مانگتے رہتے ہیں یعنی ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ یا عرض کرتے ہیں: ربنا و آتنا وما عدتنا علی رسلك۔

قیامت میں بت پرستوں کی کیفیت

لہ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ ان منکر قیامت بت پرستوں اور ان جھوٹے معبودوں سب کو جمع کریگا، اور ان جھوٹے معبودوں سے پوچھے گا کہ کیا تم نے اپنی مورتوں کی پوجا کیلئے ان بت پرستوں سے کہا تھا، یا یہ بت پرست خود ہی بت پرستی میں لگ گئے۔ اُن سب مورتوں کی اصل صورتیں ان مشرکوں کے شرک سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرکے یہ کہیں گے کہ یا اللہ! تجھ کو خوب معلوم ہے کہ ہم تو خالص دل سے تجھ کو سچا معبود جانتے ہیں۔ پھر ہم سے یہ کیونکر

فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾ ع

تو بیشک ہم کہیں گے ''(اے کافرو!) تمہارے ان معبودوں نے تم کو جھٹلا دیا جو کچھ تم کہتے تھے، پس اب تم پر سزا ثابت ہو چکی، تم نہ عذاب کو ٹال سکو اور نہ اپنی مدد کر سکو، اور جس نے تم میں سے ظلم کیا ہوگا اس کو ہم بڑا عذاب چکھاویں گے ﴿۱۹﴾ اور[1] (اے محبوب!) ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب ایسے ہی تھے کہ کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے، اور ہم نے تم میں ایک کو دوسرے کے لئے آزمائش بنا دیا ہے، (مسلمانو!) کیا تم صبر کرو گے اور (اے محبوب!) تمہارا پروردگار خوب دیکھتا ہے (اس کو جو صبر کرے اور جو بے صبری کرے) ﴿۲۰﴾

ہوسکتا ہے کہ ہم ان مشرکوں سے اپنی مورتوں کی پوجا کو کہتے۔ پھر کہویں گے: ''یا اللہ! تیرے علم میں یہ لوگ قابل ہلاکت ٹھہر چکے تھے، اس لئے دنیا میں تُو نے ان کو خوشحالی اور تندرستی جو دی، اس کے نشہ میں یہ تیری یاد سے غافل رہے''۔ اب اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو قائل کرنے کیلئے فرمائے گا: ''سوائے اللہ کے جن کی پوجا کرتے تھے، وہ تم کو جھٹلا چکے ہیں، اب تم شرک کی سزا کے عذاب کو نہ خود ٹال سکتے ہو، نہ کوئی دوسرا تمہاری کچھ مدد کر سکتا ہے''۔ شرک کی برائی جتلانے کے لئے آگے مسلمانوں کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ: ''اسلام کے بعد تم میں سے اگر کوئی شرک میں گرفتار ہو جاوے گا''، یا کہ اے کافرو! جو تم میں سے کافر رہے گا، توبہ نہ کرے گا تو قیامت کے دن اس کو بھی وہی عذاب بھگتنا پڑے گا جو منکر اسلام مشرکوں کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

[1] خوشحالی اور تنگدستی کا ذکر: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین مکہ یہ جو کہتے تھے کہ اگر یہ سچے رسول ﷺ ہوتے تو نہ کھانا کھاتے، نہ بازاروں میں پھرتے۔ اس کے جواب میں فرمایا: ''کھانا کھانا، اور بازاروں میں پھرنا رسولوں کے منصب کے خلاف نہیں ہے کیونکہ سب رسول بشر ہوئے ہیں، اور کھانا کھانا ہر بشر کے لئے لازمی بات ہے۔ اس پر بھی لوگ شرارت سے نبی آخر الزمان ﷺ میں ایک انوکھی بات چاہتے ہیں''۔ پھر فرمایا: ''خوشحالی اور تنگ دستی کا فرق اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں جو رکھا ہے، وہ فقط اس آزمائش کے لئے ہے کہ کون شخص خوشحالی کی حالت میں اترانے کی حد تک نہیں پہنچتا، اور کون تنگ دستی میں صبر کرتا ہے۔ اور تمہارا پروردگار اترانے والوں اور صبر کرنے والوں کے سب کاموں کو دیکھتا ہے۔ کوئی چیز اس کی نظر سے غائب نہیں ہے۔ قیامت کے دن ہر ایک کے عمل کے موافق جزا و سزا کا فیصلہ ہوگا''۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ۭ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾

اور کہا ان (کافروں) نے جو ہمارے ۱؎ ملنے کی (یعنی قیامت کے آنے کی) امید نہیں رکھتے کہ ہم پر فرشتے کیوں نہ اتارے گئے یا ہم اپنے پروردگار کو دیکھتے، بیشک انہوں نے (اپنے آپ کو) اپنے دلوں میں (بہت) بڑا سمجھ لیا، بڑی سرکشی پر آئے ﴿۲۱﴾ جس دن یہ لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے تو وہ دن مجرموں (یعنی کافروں) کے لئے خوشی کا نہ ہوگا اور کہیں گے کہ الٰہی ہم میں اور ۲؎ ان میں کوئی رکی ہوئی آڑ کر دے ﴿۲۲﴾ اور جو کچھ انہوں نے (دنیا میں حالت کفر میں) کام کئے تھے۔ ہم نے قصد فرما کر انہیں باریک بار یک غبار کے بکھرے ہوئے ذرے کر دیا (یعنی بیکار کر دیا) ﴿۲۳﴾

مشرکوں کا ذکر

۱؎ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے جس طرح تکبر کی وجہ سے یہ کافر لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بازار میں پھرنے والا کہتے تھے، اسی طرح یہ بھی کہتے تھے کہ جب تک خود اللہ تعالیٰ یا اس کے فرشتے ہمارے روبرو آ کر ان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت نہ بیان کریں گے تو ہم ان کو سچا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ جانیں گے۔ اس پر فرمایا: ''کافر لوگ شرارت میں حد سے بڑھ گئے ہیں، کیونکہ ان کو سمجھا دیا گیا ہے کہ فرشتوں کو اصلی صورت میں دیکھنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ اس پر بھی ان کافر لوگوں کو فرشتوں کے دیکھنے کی ضد ہے۔ اور جب فرشتوں کے سامنے آنے کا وقت آ دے گا، تو ان کو اس نخوت کی قدر کھل جاوے گی کہ فرشتے قبض روح کے، اور حشر کے وقت ایسے بے دین لوگوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دے کر یہ کہویں گے کہ دُنیا میں تم لوگ بہت عیش و آرام میں رہے، اب تم کو ایسی سختی پڑے گی کہ جس میں کسی طرح کی راحت کی کوئی خبر بھی تمہارے کانوں تک نہ پہنچے گی۔

۲؎ ان آیتوں میں فرمایا کہ مشرک اور بے دین لوگوں سے جو کوئی نیک کام ہوتا ہے تو وہ نہ شریعت کی پابندی سے ہوتا ہے، اور نہ خالص اسی نیت سے ہوتا ہے کہ آخرت میں ان کا ثواب ان کو ملے۔ کیونکہ شریعت اور عقبٰی کے ثواب اور عذاب کے یہ لوگ منکر ہیں۔ اسی لئے کوئی نیک کام بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں۔ آگے فرمایا: ''ان نافرمان منکر لوگوں کے نیک عمل تو اس طرح

اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ يَوۡمَئِذٍ خَيۡرٌ مُّسۡتَقَرًّا وَّ اَحۡسَنُ مَقِيۡلًا ﴿۲۴﴾ وَ يَوۡمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالۡغَمَامِ وَ نُزِّلَ الۡمَلٰٓئِكَةُ تَنۡزِيۡلًا ﴿۲۵﴾ اَلۡمُلۡكُ يَوۡمَئِذِ اِلۡحَقُّ لِلرَّحۡمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوۡمًا عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ عَسِيۡرًا ﴿۲۶﴾

جنت والوں کا اس دن اچھا ٹھکانا ہوگا اور (حساب و کتاب سے فارغ ہوکر) دوپہر کے آرام کی جگہ اچھی ہوگی ﴿۲۴﴾ اور[۱] جس دن کہ پھٹ جائے گا آسمان بادل سے اور فرشتے اتارے جائیں گے ﴿۲۵﴾ اس دن سچی بادشاہی خدا ہی کی ہوگی اور وہ دن کافروں پر بڑا (ہی) دشوار ہوگا ﴿۲۶﴾

قیامت کے دن اُڑ جائیں گے جس طرح آندھی میں ریت اُڑتی ہے، اور فرمانبردار پابند شریعت لوگوں کے نیک عملوں کا بدلہ یہ ہوگا کہ ان نافرمان لوگوں کے دنیا کے عیش و آرام کے ٹھکانوں سے بہتر ٹھکانے انہیں جنت میں دیے جائیں گے، جہاں یہ لوگ ہمیشہ آرام سے رہیں گے۔

آسمانوں کے پھٹنے اور فرشتوں کے اُترنے اور آقا کریم ﷺ کی شفاعت کا ذکر

[۱] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ’’جس روز آسمان پھٹے گا، اور وہاں کے رہنے والے فرشتے اُتریں گے۔ اور وہ تمام اہل زمین یعنی جن وانس سب سے زیادہ ہیں۔ پھر دوسرا آسمان پھٹے گا، وہاں کے رہنے والے فرشتے اُتریں گے، وہ آسمان دُنیا کے رہنے والوں سے اور جن وانس سب سے زیادہ ہیں۔ اسی طرح آسمان پھٹتے جائیں گے اور ہر آسمان والوں کی تعداد اپنے ماتحتوں سے زیادہ ہے۔ یہاں تک کہ ساتواں آسمان چکر کھا کر پھٹے گا۔ اس روز میدان محشر میں جب سب لوگ آفتاب کی گرمی اور پسینے سے گھبرا دیں گے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب انبیاء کے پاس جاکر شفاعت کی خواہش کریں گے۔ اور سب انبیاء اس دن اللہ تعالیٰ کے غصہ سے ڈر کر شفاعت سے انکار کریں گے۔ آخر یہ سب لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس آویں گے، اور آپ اللہ تعالیٰ سے لوگوں کا حساب و کتاب شروع ہوجانے کی، اور میدان محشر کی تکلیف سے ان کی نجات ہوجانے کی شفاعت فرماویں گے۔ اس کو ’شفاعت عام‘ اور ’’شفاعت کبریٰ‘‘ کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ بہت بڑی شفاعت ہے جس کو کسی امت کے ساتھ کچھ خصوصیت نہیں ہے۔ آگے فرمایا کہ آج سچی بادشاہت اللہ تعالیٰ کی ہے کہ عارضی بادشاہت کا دعویٰ کرنے والے فقیروں کی طرح سب ننگے پاؤں، اور ننگے بدن آج اس کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔ سب لوگ حشر کے دن قبروں سے ننگے پاؤں ننگے بدن اٹھیں گے۔ اور نافرمان لوگوں کو میدان محشر تک منہ کے بل اللہ تعالیٰ کے فرشتے گھسیٹ کر لیجاویں گے۔ اسی طرح

وَ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ وَ قَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾

اور [۱] جس دن ظالم (یعنی کافر) اپنے ہاتھ کو (ندامت اور حسرت سے) چبا چبا لے گا، کہے گا کہ اے کاش! میں نے رسول کے ساتھ (جنت ونجات) کی راہ لی ہوتی ﴿۲۷﴾ اے میری خرابی! کاش کہ میں فلاں کو دوست نہ بناتا ﴿۲۸﴾ بیشک اس (کم بخت) نے تو مجھے نصیحت (پر عمل کرنے) سے بہکا دیا بعد اس کے کہ وہ میرے پاس آئی تھی (یعنی قرآن وایمان) اور شیطان آدمی کو (بلا وعذاب کے وقت) بے مدد چھوڑ دیتا ہے ﴿۲۹﴾ اور [۲] رسول نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو (جو کہ واجب العمل تھا) چھوڑنے کے قابل ٹھہرالیا ﴿۳۰﴾

قیامت کے دن ہر موقع پر ایسے لوگوں کو ذلت اور مصیبت ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کا دن مسلمانوں پر آسان کیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ ان کے لئے ایک فرض نماز سے ہلکا ہوگا جو دنیا میں پڑھی تھی۔

بے دین کی دوستی کا حال

[۱] **شان نزول:** مکہ میں عقبہ بن ابی معیط، ابی بن خلف کا گہرا دوست تھا۔ آنحضرت ﷺ کے فرمانے سے اس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دی اور اس کے بعد ابی بن خلف کے زور ڈالنے سے پھر مرتد ہوگیا، اور آنحضرت ﷺ نے اس کو مقتول ہونے کی خبر دی، چنانچہ بدر میں مارا گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا مطلب یہ ہے کہ ابی بن خلف کی دوستی سے جس طرح عقبہ بن ابی معیط کو ایسا نقصان پہنچا جس کو یاد کر کے قیامت کے دن عقبہ اپنے ہاتھ کو ندامت اور حسرت سے چبا چبا لے گا، اسی طرح ہر ایک برے دوست کی دوستی کا انجام ہے۔ آخر کو فرمایا شیطان بڑا دغا باز ہے۔ برے دوستوں کی دوستی کے پھندے میں پھنسا کر انسان کو بہکاتا ہے۔ اس لئے ہر ایماندار شخص کو چاہئے کہ وہ برے دوست کی دوستی کو شیطان کی دغابازی کا پھندا سمجھ کر اس پھندے سے ہمیشہ بچتا رہے۔

کفار کا قرآن پر اعتراض

[۲] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عرض کی: "اے میرے پروردگار! البتہ میری قوم نے اس قرآن کو جو کہ واجب العمل تھا، بیکار سمجھ کر چھوڑ دیا، اور بعض نے اس کو سحر کہا، اور کسی نے شعر، اور وہ لوگ ایمان لانے سے محروم رہے"۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ؕ ﴿۳۳﴾ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾ ع

اور ہم اس طرح ہر نبی کے لئے مجرم لوگوں میں سے دشمن بناتے رہے ہیں اور تمہارا پروردگار ہدایت کرنے اور مدد دینے کو کافی ہے ﴿۳۱﴾ لـ اور کافروں نے کہا کہ ان (پیغمبر) پر یہ قرآن ایک ساتھ ہی کیوں نہیں اتارا گیا (ارشاد ہوا کہ) ہم نے اسی طرح بتدریج اسے اتارا ہے کہ اس کے ذریعہ سے (اے حبیب! صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے دل کو قوی کردیں اور ہم نے اسے (بہت) ٹھہر ٹھہر کر پڑھا (یعنی اتارا) ﴿۳۲﴾ اور کافر تمہارے پاس کوئی کہاوت نہ لائیں گے مگر ہم حق اور اس سے بہت بہتر بیان لے آئیں گے ﴿۳۳﴾ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے منہ کے بل جہنم کی طرف ہانکے جاویں گے ان کا ٹھکانہ سب سے برا ہے اور وہ بہت ہی گمراہ ہیں ﴿۳۴﴾

اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد کا وعدہ فرمایا اور ارشاد ہوا: ''اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! پچھلے انبیاء اور پچھلی اُمتوں کے قصے جو قرآن میں جگہ جگہ ذکر کیے گئے ہیں، ان سے تم کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ہر نبی کے ساتھ بد نصیبوں کا یہی دستور رہا ہے۔

لـ مشرکین جہاں اور بیہودہ باتیں کرتے تھے، وہاں یہ بھی کہتے تھے کہ جس طرح مثلاً موسیٰ علیہ السلام پر ساری توراۃ ایک ہی دفعہ میں نازل ہوئی، اگر یہ قرآن کلام الٰہی ہے تو یہ بھی توراۃ کی طرح ایک ہی دفعہ میں کیوں نہیں نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس بات کا یہ جواب دیا کہ کفار کا یہ اعتراض فضول اور مہمل ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کا معجزہ ہونا ہر حال میں یکساں ہے۔ ایک ہی دفعہ نازل ہو یا تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہو۔ اور اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! تھوڑا تھوڑا نازل کرنے میں تمہارے قلب کی تقویت مقصود ہے، اور مسلمانوں پر اس کی تعمیل آسان ہو''۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بد بخت کافر

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِیْرًا ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِیْرًاؕ ﴿۳۶﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰیَةًؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۳۷﴾ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَیْنَ ذٰلِكَ كَثِیْرًا ﴿۳۸﴾

اور[۱] بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب (یعنی توریت) دی اور ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کو وزیر کیا ﴿۳۵﴾ پس ہم نے فرمایا کہ تم دونوں اس قوم کی طرف جاؤ جس نے ہماری آیتیں جھٹلائیں، پس ہم نے انہیں تباہ کر کے ہلاک کردیا ﴿۳۶﴾ اور قوم نوح کو بھی جبکہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو غرق کردیا اور ان (کے قصہ) کو لوگوں (کی عبرت) کے لئے نشانی کردیا اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ﴿۳۷﴾ اور (ہم نے) عاد اور ثمود اور[۲] کنوئیں والوں کو بھی (ہلاک کیا) اور ان کے درمیان بہت سی امتوں کو بھی (ہلاک کردیا) ﴿۳۸﴾

جب تمہارے پاس کوئی مثال لے کر آتے ہیں، تو ہم اس سے بہتر اور ٹھیک جواب اس کا دیتے ہیں"۔ پھر فرمایا: "اس پر یہ سرکش لوگ نہ مانیں گے تو قیامت کے دن اوندھے منہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ کیونکہ ایسے سرکشوں کی یہی سزا ہے۔ یہ کیسی سخت تکلیف اور ذلت کی بات ہے اور وہ مقام بہت ہی برا ہے۔

[۱] پیغمبروں کے واقعات: ان آیتوں میں فرمایا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی کتاب توریت دی تھی، اور اس کے ساتھ ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو وزیر کیا۔ پھر ہم نے ان دونوں سے کہا کہ قوم قبطی کی طرف جاؤ جو ہماری آیتوں کو جھٹلا رہی ہے۔ مراد اس سے فرعون اور اس کے ساتھی ہیں۔ موسیٰ اور ہارون علیہم السلام سمجھانے کو گئے مگر انہوں نے تو جھٹلایا، تو ہم نے اس قوم کو بالکل ہلاک کر ڈالا، اور قوم نوح علیہ السلام نے تمام پیغمبروں کو جھٹلایا، سو اس قوم کو ہم نے ڈبو دیا۔ اور بعد والوں کے لئے ان کے قصہ کو عبرت کیا، اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ فرعون کی قوم اور نوح علیہ السلام کی قوم اللہ کے رسولوں کے جھٹلانے کے وبال میں ڈوب کر ہلاک ہوگئی۔ اگر یہ مشرک لوگ بھی جھٹلانے سے باز نہ آئے، تو ان پر بھی کوئی آفت ضرور آئے گی۔ اللہ سچا ہے، اللہ کا کلام سچا ہے۔

[۲] حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ رسولوں کے جھٹلانے سے جس طرح قوم نوح اور قوم فرعون کے لوگ دنیا و آخرت کے

وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ ۖ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۚ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ﴿٤٠﴾ وَإِذَا رَأَوْكَ إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ﴿٤١﴾ إِن كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ آلِهَتِنَا لَوْلَا أَن صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۚ وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٢﴾

اور ہم نے سب کے (سمجھانے کے) لئے مثالیں بیان کیں اور (جب نہ مانا تو) ہم نے سب کو تباہ کر کے مٹادیا ﴿٣٩﴾ اور ضرور یہ (کفار) اس بستی پر سے گزرے ہیں کہ جس پر بہت بری طرح (پتھروں کا) مینہ برسایا گیا تھا، پھر کیا یہ اسے دیکھتے نہ تھے (کہ عبرت پکڑتے) بلکہ [1] وہ مر کر زندہ (یعنی قیامت) ہونے کی امید ہی نہیں رکھتے ﴿٤٠﴾ اور (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) جب یہ لوگ تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہیں نہیں ٹھہراتے مگر ٹھٹھا (کرتے ہیں): "کیا یہ وہی شخص ہے کہ جس کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے" ﴿٤١﴾ قریب تھا کہ ہمیں ہمارے معبودوں (کی عبادت) سے بہکا وے اگر ہم ان پر صبر نہ کرتے اور یہ لوگ عنقریب جان لیں گے جب یہ عذاب کو دیکھیں گے کہ کون سیدھے راستے سے بھٹکا ہوا تھا ﴿٤٢﴾

عذاب میں پکڑے گئے، وہی حال عاد اور ثمود اور کنوئیں والوں کا اور بہت سی بستی والوں کا ہوا۔ کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول بھیج کر ان لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا، جب یہ لوگ اپنی عادت سے باز نہ آئے تو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوگئے۔ چنانچہ ملک شام کے سفر میں قوم لوط کی اُلٹی ہوئی اور پتھروں کے مینہ سے اُجڑی ہوئی بستیاں ان مشرکین کو نظر آتی ہوں گی۔

[1] ارشاد ہوتا ہے کہ یہ لوگ کچھ اسلئے اللہ کے رسول کو نہیں جھٹلاتے کہ قوم لوط کی اُجڑی ہوئی بستی ان لوگوں کی نظر سے نہیں گزری بلکہ یہ لوگ تو اس لئے اللہ کے رسول کو مسخرا پن میں اُڑاتے ہیں کہ ان لوگوں کو ایک دن اللہ کے روبرو کھڑے ہونے کا جزا و سزا کا یقین ہی نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمسخر کیا کرتے تھے، اور یہ کہتے تھے کہ اگر ہم اپنے دین پر قائم نہ رہتے تو انہوں نے ہمیں کبھی کا گمراہ کر دیا ہوتا۔ اسی واسطے ان لوگوں نے بت پرستی کے وبال کو دل سے بھلا رکھا ہے، عنقریب بوقت عذاب ان کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو طریقہ انکو بتلاتے تھے، وہ اچھا تھا یا بت پرستی کا طریقہ اچھا تھا۔

أَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُۥ هَوَىٰهُ أَفَأَنتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ﴿٤٣﴾ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَٰمِ ۖ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٤﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهُۥ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ﴿٤٥﴾

ع ۲

کیا تم نے اسے [۱] دیکھا کہ جس نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا خدا بنا لیا ہے پس کیا تم اس کی نگہبانی کا ذمہ لو گے (۴۳) کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں وہ تو کچھ بھی نہیں سمجھتے محض چوپایوں (جانوروں) کی طرح ہیں، بلکہ وہ تو ان سے بھی زیادہ راہ بھولے ہوئے ہیں (۴۴) (اے مخاطب ![۲]) کیا تو نے اپنے پروردگار کی (قدرت کی) طرف نہیں دیکھا کہ اس نے سایہ کو کیونکر پھیلایا ہے اور اگر وہ چاہتا تو اس (سایہ) کو ایک حالت پر ٹھہرایا ہوا رکھتا۔ پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل کیا (۴۵)

مشرکین کے بتوں کی کیفیت

[۱] **شان نزول:** مشرکین کا یہ طریقہ تھا کہ جب کبھی ان کو کوئی خوبصورت چیز لکڑی یا پتھر وغیرہ نظر آتی تو اس کو فوراً اٹھا لیتے، اور اس کا بت بنا کر پوجتے، اور وہ پہلا پرانا بت چھوڑ دیتے تھے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے محبوب ﷺ! تم نے ان لوگوں کی نادانی دیکھی کہ جس بت کی پوجا کو ان کا جی چاہتا ہے اس کی پوجا کرنے لگتے ہیں۔ پس انہوں نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔ پھر کیا تم ان کی نگہبانی کا ذمہ لے سکتے ہو۔ پھر فرمایا اے محبوب ﷺ! کیا تم اپنے جی میں یہ خیال کرتے ہو کہ یہ لوگ قرآن سنتے اور اس کی نصیحت کو سمجھتے ہیں نہیں، یہ لوگ تو اپنی نادانی کے سبب سے بالکل چوپایوں کی طرح کسی بات کو نہیں سمجھتے۔ بلکہ یہ لوگ چوپایوں سے بھی بدتر ہیں، کیونکہ چوپائے اپنی پرورش کرنے والے کو خوب پہچانتے ہیں۔ اور یہ لوگ اپنے پیدا کرنے والے کو نہیں پہچانتے۔

اللہ کی قدرت کاملہ کا ذکر

[۲] ان آیتوں میں فرمایا کہ کیا تم نے اپنے پروردگار کی قدرت کی طرف نہیں دیکھا کہ کس طرح سایہ کو بڑھایا، اور اگر چاہتا تو اسکو ایک ہی جگہ ٹھہرائے رکھتا۔ پھر اسکے پہچاننے کیلئے سورج کو دلیل بنایا کہ سورج سے سایہ پہچان لیتے ہو۔ پھر فرمایا سورج کے نکلنے کے بعد سورج سے پہلے کا وہ ٹھنڈا سایہ آہستہ آہستہ اللہ کے حکم سے سمیٹ لیا جاتا ہے۔ اور بجائے اس ٹھنڈے سایہ کے تمام دنیا میں دھوپ پھیل جاتی ہے۔ یہ ٹھنڈا سایہ رات کے اندھیرے کے بعد طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے، اور پھر دن کے

ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَاۤ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿۴۹﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾

پھر ہم نے اس سایہ کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹا ﴿۴۶﴾ اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات کو لباس (یعنی پردہ) بنایا اور نیند کو (تمہارے) آرام (کا ذریعہ بنایا) اور دن کو (تمہارے) اٹھنے کیلئے بنایا (کہ اس میں روزی تلاش کرو) ﴿۴۷﴾ لہ اور وہی ہے جس نے اپنی رحمت (یعنی بارش) کے آگے خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجیں اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی برسایا ﴿۴۸﴾ تاکہ اس پانی سے مردہ (یعنی خشک) زمین کو زندہ کریں اور اسے اپنی مخلوقات میں سے چارپایوں اور بہت سے آدمیوں کو پلائیں ﴿۴۹﴾ اور ہم نے اس (پانی) کو طرح طرح سے ان کے درمیان بانٹا تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں تو بہت لوگوں نے نہ مانا مگر ناشکری کرنا ﴿۵۰﴾

گذر جانے کے بعد رات ہوتی ہے۔ اس واسطے اس ٹھنڈے سایہ کے ذکر میں رات اور دن کا تذکرہ فرمایا، جس طرح اوڑھنے اور پہننے کے کپڑے سے انسان کا بدن ڈھانک دیا جاتا ہے۔ اسی طرح رات کا اندھیرا ہر ایک چیز کو ڈھانک لیتا ہے۔ اسی واسطے رات کو لباس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، دن کو ہر طرح کے کام دھندے میں لگ کر آدمی کو تھکان ہو جاتی ہے، اور رات کی نیند سے وہ تھکان رفع ہو جاتی ہے۔ اس لئے رات کی نیند کو آرام فرمایا، اور دن کو کام دھندے اور روزی کی تلاش کے لئے بنایا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ سونے کے بعد جاگنا مرنے کے بعد دوبارہ جینے کی نشانی ہے۔

لہ اللہ تعالیٰ وہ قدرت رکھتا ہے کہ بارش آنے سے پہلے ایک ایسی ہوا چلاتا ہے جو بارش کی خوشخبری دینے والی ہوتی ہے، وہ بادلوں کے اٹھنے کا سبب ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ آسمان سے پاکیزہ اور ستھرا پانی برستا ہے، جس سے سوکھی مُردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے، اور اس میں طرح طرح کی پیداوار ہوتی ہے۔ اور مینہ کا پانی ندی نالوں اور تالابوں میں جو جمع ہوتا ہے وہ چوپایوں

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿۵۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ

اور ۱؎ اگر ہم چاہتے تو بیشک ہم ہر بستی میں ایک ڈر سنانے والا بھیجتے ﴿۵۱﴾ پس کافروں کا کہا نہ مانو اور اس قرآن کے حکم سے ان کے ساتھ جہاد کرو، بڑا جہاد ﴿۵۲﴾ ۲؎ اور وہی تو ہے کہ جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا، یہ ایک کا پانی تو بہت میٹھا پیاس کا دفع کرنے والا ہے اور وہ دوسرے کا (پانی) کھاری نہایت کڑوا ہے، اور ان دونوں کے بیچ میں پردہ رکھا اور مضبوط آڑ بنا دی (جو ملنے نہیں دیتی) ﴿۵۳﴾ اور ۳؎ وہی تو ہے جس نے انسان کو پانی (یعنی نطفہ) سے پیدا کیا ہے پھر اس کو خاندان والا اور سسرال والا بنایا۔

اور آدمیوں کے پینے کے کام میں آتا ہے۔ پھر فرمایا ہر ملک کی ضرورت کے موافق اللہ تعالیٰ نے مینہ کے پانی کی تقسیم کر دی۔ جہاں جتنی ضرورت ہے، وہاں اسی قدر مینہ برستا ہے۔ پھر فرمایا بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر نہیں کرتے۔

۱؎ اس آیت میں فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈر سنانے والا بھیجتے جو انکو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا، لیکن ہم نے تم کو خاص کیا پیغمبری کے ساتھ۔ اے محبوب ﷺ! تم تمام زمین والوں کی طرف حکم پہنچا دو۔ صحیحین میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا پیغمبر پہلے ایک خاص قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے، اور میں تمام دنیا کے لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ پھر فرمایا کہ اس قرآن کے حکم سے انکے ساتھ جہاد کرو، یعنی تم بڑی کوشش سے ان لوگوں کو قرآن کی آیتیں سناتے رہو، اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ

۲؎ حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ یہ بھی اللہ کی قدرت کی ایک نشانی ہے کہ اس نے میٹھے اور کھاری دریا زمین کے اوپر اور نیچے پیدا کیے۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ زمین کے نیچے پانی ہے، کیونکہ جہاں سے زمین کو کھودا جائے وہاں سے پانی نکلتا ہے۔ کہیں سے کھاری پانی نکلتا ہے، اور کہیں سے میٹھا۔ اور زمین کے نیچے دونوں پانی ملنے نہیں پاتے جیسے کہ دجلہ دریائے شور میں میلوں تک چلا جاتا ہے، اور اس کے ذائقہ میں کوئی تغیر نہیں آتا، عجب شان الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی پیدا کی ہوئی نعمتوں کا ذکر اس لئے فرمایا کہ لوگ اللہ کی نعمتوں کو پہچان کر اللہ کا شکر ادا کریں

۳؎ اس آیت میں فرمایا کہ اللہ وہ ہے جس نے پانی یعنی نطفہ سے انسان کو پیدا کیا، اور اس نے ایک نطفہ سے دو قسم کے انسان

وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿٥٤﴾ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۗ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ﴿٥٥﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٥٦﴾ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿٥٧﴾

اور تمہارا پروردگار قدرت والا ہے ﴿٥٤﴾ اور اللہ کے سوا اس چیز کو پوجتے ہیں کہ جو نہ ان کو نفع دے اور نہ ان کو نقصان پہنچائے، اور کافر اپنے پروردگار کے مقابل شیطان کو مدد دیتا ہے (کیونکہ بت پرستی شیطان کی مدد ہے) ﴿٥٥﴾ اور[۲] ہم نے تمہیں تو محض خوشخبری اور ڈرسنانے کے لئے بھیجا ہے ﴿٥٦﴾ تم فرماؤ کہ میں تم سے تبلیغ قرآن پر کوئی اجرت تو نہیں مانگتا ہوں۔ ہاں جو شخص چاہے اپنے پروردگار کی طرف کا راستہ اختیار کرے ﴿٥٧﴾

پیدا کیے: مرد اور عورت۔ نسب یعنی خاندان سے مراد مرد ہے۔ کیونکہ نسب مردوں ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ فلاں بن فلاں اور صہر یعنی سسرال سے مراد عورت ہے۔ کیونکہ نکاح کے رشتے اس سے قائم ہوتے ہیں۔ یہ مثال بیان کر کے فرمایا کہ پھر بھی کافروں کا یہ حال ہے کہ اس پر ایمان نہیں لاتے، اور پروردگار کو ہر قسم کی قدرت ہے۔ چاہے لڑکا پیدا کرے چاہے لڑکی، اس کی قدرت میں کوئی شریک نہیں۔

[۱] اس آیت میں فرمایا کہ یہ مشرک لوگ بڑے نادان ہیں کہ اپنے پیدا کرنے والے کی خالص عبادت کو چھوڑ کر پتھر کی ایسی مورتوں کو اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں شریک کرتے ہیں کہ جن کے اختیار میں نہ کسی کا کچھ فائدہ ہے نہ نقصان۔ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں انسان کا جو فائدہ ہے وہ تو سب کی آنکھوں کے سامنے ہے، کہ اس نے انسان کی سب ضرورت کی چیزوں کو اس طرح اپنی قدرت سے پیدا کیا کہ اس میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ منکر لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے شیطان کے مددگار بنتے ہیں، اور شیطان کے بہکانے سے یہ منکر لوگ احکام الٰہی کو پیٹھ کے پیچھے ڈال کر اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو انکے حال پر چھوڑ دیا، کیونکہ مجبور کر کے کسی کو راہ راست پر لانا انتظام الٰہی کے برخلاف ہے۔ انتظام الٰہی کے موافق دنیا کو نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

[۲] اوپر کی آیت میں جن لوگوں کا ذکر تھا جب وہ ہر وقت کی قرآن کی نصیحت کو سن کر اپنے کفر سے باز نہیں آتے تھے تو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا رنج ہوتا تھا۔ اس لئے فرمایا: ''اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! رنج کی کوئی بات نہیں ہے تمہارا کام اتنا ہے کہ ایمان والوں کو عقبیٰ کی بہبودی کی خوشی اور کافروں کو آخرت کے عذاب کا ڈر سنا دو۔ اور ان لوگوں سے یہ بھی کہہ دیا جائے کہ میں اس نصیحت کی کچھ مزدوری تم لوگوں سے نہیں مانگتا کہ اس مزدوری کے بارسے تم کو قرآن کی نصیحت کا سننا شاق گزرے''۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ ۚ وَكَفَىٰ بِهِ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا ﴿٥٨﴾ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ الرَّحْمَٰنُ فَاسْأَلْ بِهِ خَبِيرًا ﴿٥٩﴾

اور[۱] اپنے اس زندہ خدا پر بھروسہ رکھے جس کو کبھی موت نہیں اور اس کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرو اور وہی اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے ﴿۵۸﴾ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) وہ ہے بڑا بخشنے والا، پس اس کی شان کسی جاننے والے سے دریافت کرو ﴿۵۹﴾

[۱] ان آیتوں میں فرمایا کہ مسلمانو! تم اپنے سب کاموں کا بھروسہ اللہ پر رکھو کہ اس کی ذات ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اور اللہ کے انتظام میں ہر کام کا وقت مقرر ہے، اس واسطے کسی کام کا بھروسہ اللہ کی ذات پر رکھنے کے بعد اگر اس کام میں کچھ توقف ہو تو وقت مقررہ تک صبر کرنا چاہئے۔ تاکہ اللہ پر بھروسہ رکھنے کا اور صبر کا دونوں کا اجر ملے۔ پھر فرمایا کہ انسان کو چاہئے کہ اس کی تسبیح وحمد کرے، اور اس کی اطاعت اور اس کا شکر بجالائے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں سے واقف ہے، اسب چھپی اور کھلی باتوں سے خبردار ہے۔ پھر فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، اپنی قدرت سے بغیر کسی مدد کے چھ دن میں پیدا کیا۔ اگر اللہ چاہتا تو ایک لمحہ میں آسمان وزمین سب کچھ پیدا کر دیتا، لیکن چھ دن کی مدت میں آسمان و زمین کے پیدا کرنے میں یہ حکمت ہے کہ انسان اس عادت الٰہی کو سیکھ کر ہر کام سہولت سے کرے، کسی کام میں عادت سے بڑھ کر جلدی نہ کرے۔ کہ اس طرح کی جلدی شیطان کی عادت میں داخل ہے۔ آگے فرمایا کہ پھر بڑی مہر والا عرش پر قائم ہوا جو قیام اس کی ذات کو لائق ہے (عرش تخت الٰہی کو کہتے ہیں)۔ پھر فرمایا: ''اے انسان! اللہ کا حال اس سے پوچھ جو جانتا ہے۔ آخیر آیت میں فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی مہربانی کی صفت کے سبب سے اس کا نام رحمٰن بھی ہے، لیکن ان مشرکین مکہ کے روبرو جب اللہ تعالیٰ کا یہ نام لیا جاتا ہے تو یہ لوگ بہت بدکتے ہیں۔ حالانکہ یہ مشرک لوگ اہل کتاب سے سنتے رہتے ہیں، جس سے ان کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ توراۃ وانجیل میں اللہ تعالیٰ کا یہ نام موجود ہے''۔ اس آیت کے پڑھنے والے اور سننے والے دونوں کو یہاں سجدہ کرنا چاہئے۔ پھر فرمایا کہ رحمٰن وہ بابرکت نام ہے کہ جس نے آسمان میں برج بنائے، اور اس میں سراج یعنی آفتاب بنایا جو تمام دنیا کا چراغ ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اندھیرا ہو جاتا۔ اور رات کے لئے بھی اس نے چاند چمکتا ہوا بنایا ہے۔ مطلب یہ ہے

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَ مَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَ زَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾ تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾

اور جب کافروں سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو، تو کہتے ہیں: ''رحمٰن کیا ہے؟ کیا ہم سجدہ کریں اس کو جس کو تم کہو، اور اس حکم نے انہیں اور بدکنا بڑھایا ﴿۶۰﴾ وہ بڑی برکت والا ہے جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں چراغ رکھا (یعنی سورج) اور روشن چاند ﴿۶۱﴾ اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا جانشین کیا ان لوگوں کے لئے جو دھیان کرنا چاہے یا (خدا کے احسانات کے) شکر کرنے کا ارادہ کرے ﴿۶۲﴾ اور[۱] رحمٰن کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ یعنی عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے (جہالت کی) بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں: ''(بس) سلام ہے'' ﴿۶۳﴾

کہ رحمٰن وہ ہے کہ جس نے دنیا کا گھر بنایا، اور اس گھر میں آفتاب و ماہتاب کی قندیلیں روشن کیں۔ اور اس گھر میں تمہارے لئے ہر ایک قسم کا سامان پہنچایا۔ پھر کہتے ہو کہ رحمٰن کون ہے، اور اس کو سجدہ کرنے سے نفرت کرتے ہو۔ اور اس پر بس نہ کیا بلکہ اس نے رات دن بنائے جو ایک کے بعد دوسرا آتا ہے، یعنی رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات آتی ہے۔ غرض یہ کہ ایک دوسرے کا جانشین ہے۔

اللہ کے نیک بندوں کی خصوصیات کا ذکر

[۱] پہلے کی آیت میں ان لوگوں کا ذکر تھا جن کے روبرو اللہ کی صفت رحمٰن بنائی جاتی تھی تو وہ بدکتے تھے۔ ایسے لوگوں کے قائل کرنے کے لئے ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے رحمٰن کے بندوں کی یہ چند صفتیں بیان فرمائیں کہ وہ لوگ جب زمین پر چلتے پھرتے ہیں تو اترا کر نہیں چلتے۔ اور رحمٰن کے بندوں میں یہ بھی اچھی عادت ہے کہ وہ رات کو اپنے پروردگار کے آگے سجدہ اور

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾

اور وہ جو رات گزارتے ہیں اپنے پروردگار کے لئے سجدے اور قیام میں ﴿۶۴﴾ اور وہ لوگ جو عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم سے دوزخ کے عذاب کو باز رکھیو، بیشک اس کا عذاب پوری تباہی ہے ﴿۶۵﴾ بیشک وہ دوزخ بہت ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے، اور برا مقام ہے ﴿۶۶﴾ اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا ان کے اعتدال یعنی درمیانی ہوتا ہے ﴿۶۷﴾

قیام میں عاجزی کرتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس کسی نے بعد عشاء دو رکعت یا زیادہ نفل پڑھے، وہ شب بیداری کرنے والے میں داخل ہے۔ مسلم میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی، اس نے نصف شب کے قیام کا ثواب پایا، اور جس نے فجر بھی باجماعت ادا کی وہ تمام شب کے عبادت کرنے والے کی مثل ہے۔ آگے فرمایا کہ رحمٰن کے بندوں میں یہ عادت ہے کہ وہ دوزخ کے عذاب سے بچنے کی دعا مانگتے رہتے ہیں۔ کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ دوزخ برا ٹھکانہ ہے، اور اس کا عذاب سخت ہے۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص دوزخ کی آگ سے پناہ مانگتا رہے گا، تو اللہ اسے دوزخ کی آگ سے نجات دے گا''۔ آگے فرمایا کہ رحمٰن کے بندوں میں یہ بھی عادت ہے کہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے وقت اور خرچ کرنے سے ہاتھ کو روکتے وقت شریعت کی حد سے نہیں بڑھتے۔ بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور معتبر سند سے مسند امام احمد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایتیں ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ نیک کام میں خرچ کرنے والوں کے مال کے بڑھنے اور ایسے خرچ سے ہاتھ کو روکنے والوں کے گھٹ جانے کیلئے ہر روز اللہ کے دو فرشتے دعا مانگتے رہتے ہیں، مگر جس شخص کے ذمہ کسی کا کچھ قرض ہو، تو اس کو چاہئے کہ قرض کی ادائیگی کے موافق مال بچا کر خیرات کرے۔ آیتوں کے مطلب میں اوپر یہ جو بیان کیا گیا کہ خرچ کرنے میں اور خرچ سے ہاتھ کو روکنے میں شریعت کی حد سے نہ بڑھنا چاہئے، ان کی تفسیر ان روایتوں سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مثلاً کوئی قرض دار ادائے قرض کا خیال نہ رکھے، اور اپنا سارا مال صدقہ خیرات میں خرچ کر دے تو وہ اس خرچ میں گویا حد شریعت سے بڑھ گیا۔ اسی طرح ہر طرح کی گنجائش کے ہوتے ہوئے جو شخص صدقہ خیرات سے ہاتھ روکے گا، تو وہ بھی خرچ سے ہاتھ کو روکنے میں یہاں تک حد شریعت سے دور جا پڑا کہ ایسے شخص کے مال کے گھٹ جانے کی بد دعا اللہ کے فرشتوں کی زبان سے نکلے گی۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾

اور [۱] وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے اور جس جان کا مارڈالنا اللہ نے حرام فرمایا ہے اس کو نہیں مارتے مگر حق پر اور نہ بدکاری کرتے ہیں اور جو ایسے کام کرے گا وہ سخت سزا پائے گا ﴿۶۸﴾ اس کے لئے قیامت میں دوگنا عذاب ہوگا اور وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ ذلیل (خوار) ہوکر پڑا رہے گا ﴿۶۹﴾ مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھے عمل کرے، تو اللہ ایسے لوگوں کے (گزشتہ) گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا، اور اللہ بخشنے والا، مہربان ہے ﴿۷۰﴾

[۱] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ رحمٰن کے بندوں کی یہ بھی عادت ہے کہ خدا کے ساتھ دوسرے معبود کو نہیں پوجتے۔ اور جس جان کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، اس کو ناحق نہیں قتل کرتے۔ اور رحمٰن کے بندوں کی عادت بدکاری کی بھی نہیں ہے۔ اور اگر جو شخص شرک اور ناحق قتل اور بدکاری میں گرفتار ہوگا، اور اسی حالت میں مرجائے گا تو ایسا شخص شرک کے سبب سے ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اور سوائے شرک کے اور گناہوں کی سزا جدا اس شخص کو بھگتنی پڑے گی۔ کیونکہ یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ مشرک کی کسی طرح بخشش نہیں ہے۔ ہاں مرنے سے پہلے جو شخص ان باتوں سے توبہ کرے گا، اور شرک چھوڑ کر ایماندار بن جائے گا، تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی برائیوں کو اس طرح بھلائیوں سے بدل دے گا کہ ایسے شخص کے شرک کے زمانہ کے سب گناہ معاف کر دے گا۔ کیونکہ اللہ غفور الرحیم ہے، اور جو شخص خالص دل سے توبہ کو سچا کرنے کے لئے نیک کاموں میں ہمیشہ لگا رہے گا تو اسی کی توبہ خالص ہے۔ پھر فرمایا کہ رحمٰن کے بندوں میں یہ بھی اچھی عادت ہے کہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ یا یہ معنی ہیں کہ وہ لوگ ایسی مجالس میں جس میں لغو اور بے اصل باتیں ہوتی ہیں شریک نہیں ہوتے۔ اور رحمٰن کے بندوں میں یہ بھی اچھی عادت ہے کہ منکر لوگوں کی طرح دین کے سننے کی باتوں کو بہرے بن کر نہیں سنتے۔ آنکھوں سے دیکھنے کی قدرت کی نشانیوں کو اندھے بن کر نہیں دیکھتے ہیں، بلکہ جو کچھ سنتے اور دیکھتے ہیں ان کے دل پر اس کا اثر ہوتا ہے۔

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ ۙ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴿۷۴﴾

اور جس نے توبہ کی اور نیک عمل کئے تو بیشک اس نے اللہ کی طرف رجوع کی جیسی چاہیے تھی ﴿۷۱﴾ اور جو لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی بیہودہ بات پر ان کا گزر ہوتا ہے تو اپنی عزت سنبھالے گزر جاتے ہیں ﴿۷۲﴾ اور وہ لوگ کہ جس وقت ان کو اللہ کی آیتوں کے ذریعہ سے نصیحت کی جاتی ہے تو ان (نصیحت) کے سننے سے بہرے اور اندھے بن کر نہیں گرتے (بلکہ غور کرتے ہیں) ﴿۷۳﴾ اور وہ لوگ جو عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) عطا کر اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا ﴿۷۴﴾

بیوی بچوں کے لئے دعا کا ذکر۔ نیک بندوں کا ذکر

لہ ان آیتوں میں فرمایا ہے کہ رحمٰن کے بندوں میں ایسے بھی لوگ ہیں جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہماری بیبیاں اور اولاد نیک صالح متقی عطا فرما، کہ ان کا حسن عمل اور ان کی اطاعت خدا اور رسول دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی اور دل خوش ہوں۔ یا یہ معنی ہیں کہ خود تو دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے ہیں، مگر ان کی بیوی بچے ابھی نعمت اسلام سے محروم ہیں۔ اس لئے یہ رحمٰن کے بندے اپنی بیوی بچوں کے حق میں دعا کرتے رہتے ہیں کہ یا اللہ! ہم کو ہمارے بیوی اور بچوں کی طرف سے یہ آنکھوں کی ٹھنڈک دے کہ ہم اپنی آنکھوں سے ان کو ایماندار اور پرہیزگار دیکھ لیں۔ اور ہم کو ان پرہیزگاروں کا امام اور پیشوا بنا دے۔ آگے رحمٰن کے ان بندوں کا انجام بیان فرمایا کہ انہوں نے دنیا میں دین کی پابندی کے سبب سے طرح طرح کی تکلیفیں جو اٹھائی تھیں، اس کے بدلہ میں ان کو جنت میں اونچے محل دیئے جائیں گے۔ جب جنتی لوگ جنت میں جانے لگیں گے تو جنت میں تعینات فرشتے جنتیوں کے استقبال کیلئے جنت کے دروازے پر آن کھڑے ہوں گے۔ اور السّلام علیک کے بعد جنت میں داخل ہونے اور وہاں ہمیشہ رہنے کی جنتیوں کو مبارکباد دیویں گے۔ اور یہ کہویں گے کہ: دنیا میں جس جنت

أُولَٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَٰمًا ﴿٧٥﴾ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿٧٦﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا۟ بِكُمْ رَبِّى لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۖ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًۢا ﴿٧٧﴾

یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو ان کے صبر کے بدلے میں جنت کے اونچے محل انعام میں ملیں گے اور ان کا وہاں دعا و سلام کے ساتھ استقبال کیا جاوے گا۞ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہ کیا ہی اچھی ٹھہرنے اور بسنے کی جگہ ہے ۞ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم فرماؤ: ''میرے پروردگار کو تمہاری کچھ قدر (یعنی پروا) نہیں اگر تم اس کی عبادت نہ کرو، تو بیشک تم نے (یعنی کافروں نے قرآن اور رسول کو) جھٹلایا، پس عنقریب اس کی سزا لازم ہوگی'' ۞

کے ملنے کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا آج اس جنت میں داخل ہونے کا دن ہے۔ آخر آیت میں فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! منکر لوگوں سے کہہ دو کہ میرے رب کو تمہاری کچھ پرواہ وحاجت نہیں، جو تم اس کو نہیں پکارتے، اور اس کی عبادت نہیں کرتے۔ اس لئے کہ انسان جو اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے تب ہے جو وہ انسانیت کے کام کرے۔ اور کام انسانیت کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو پہچانے، اور اس کی عبادت کرے، ورنہ وہ اور حیوان برابر بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔ آگے فرمایا کہ اے کافرو! بیشک تم نے قرآن اور رسول کو جھٹلایا تو دنیا کی مصیبت کے بعد آخرت میں تم پر ہمیشہ کا عذاب لازم ہوگا۔

آیاتہا ۲۲۷ | ۲۶ سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ مَكِّيَّةٌ ۴۷ | رکوعاتہا ۱۱

سورہ شعراء مکہ میں نازل ہوئی، اس میں دوسوستائیس آیتیں اور گیارہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ شعراء: اگر اولاد نافرمان ہو تو باوضو سات مرتبہ اس سورۃ کو پڑھ کر اس کے منہ پر دم کردیں ان شاء اللہ تعالیٰ وہ اولاد فرمانبردار ہوجائے گی۔ اگر کوئی عزیز بھاگ جاوے تو اس سورۃ شعراء کو لکھ کر ایک ڈوری میں باندھ کر ہوا میں لٹکا دیں تو وہ شخص آجاوے گا اور پھر کبھی نہ بھاگے گا۔

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ﴿۲﴾ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۳﴾ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِیْنَ ﴿۴﴾ وَ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِیْنَ ﴿۵﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَیَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶﴾ اَوَ لَمْ یَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ ﴿۷﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۸﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۹﴾ ع

یہ آیتیں لے روشن کتاب (یعنی قرآن) کی ہیں ﴿۲﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم شاید ان کے مسلمان نہ ہونے کے غم میں اپنی جان کو ہلاک کرنے والے ہو ﴿۳﴾ اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ان پر کوئی نشانی اتاریں کہ انکی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں ﴿۴﴾ اور انکے ۲ پاس نصیحت پروردگار کی طرف سے کوئی نئی نہیں آتی مگر یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں ﴿۵﴾ تو بیشک انہوں نے (حق کو) جھٹلایا۔ پس ۳ اب ان پر آیا چاہتی ہیں صدق وعدہ کی خبریں جسکے ساتھ ٹھٹھے (مذاق) کرتے تھے ﴿۶﴾ کیا انہوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ اس میں کس قدر ہم نے ہر قسم کے عمدہ (میووں کے) جوڑے اگائے ﴿۷﴾ بیشک اس میں (توحید کی) ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ﴿۸﴾ اور بیشک تمہارا پروردگار وہی ہے غالب، مہربان (جو کافروں سے انتقام لیتا اور مومنین پر رحمت فرماتا ہے) ﴿۹﴾

لے **شان نزول:** جب اہل مکہ ایمان نہ لائے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان کی محرومی بہت شاق ہوئی، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

۲ اس آیت میں فرمایا کہ ان مشرکوں کا کفر دم بدم بڑھتا جاتا ہے کہ جو وحی پروردگار کی طرف سے اترتی ہے وہ اس کا انکار کرتے چلے جاتے ہیں۔

۳ ان آیتوں میں فرمایا کہ مشرکوں نے قرآن کی آیتوں کے جھٹلانے کے طور پر مسخرا پن سے یہ کہا تھا کہ اگر یہ دین اور قرآن حق ہے، تو ہم لوگوں پر آسمان سے پتھروں کا مینہ برسے۔ آخر اس شرارت کے سبب سے بدر کی لڑائی میں زیادہ ذلیل ہونا پڑا۔

وَ اِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰۤى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۞۱۰ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا یَتَّقُوْنَ ۞۱۱ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ۞۱۲

اور لے یہ یاد کرو تمہارے پروردگار نے موسیٰ کو آواز دی کہ ظالم گروہ کے پاس جا ⑩ خود جو فرعون کی قوم ہے، کیا وہ لوگ پرہیزگاری نہ کریں گے ⑪ موسیٰ نے عرض کی: ''اے میرے پروردگار! میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے ⑫

اس بات کی حقیقت معلوم ہوگئی جس کو وہ ٹھٹھوں میں اُڑایا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کیا منکروں نے زمین کی نشانی کو نہیں دیکھا ہے کہ اس پروردگار کی قدرت جس نے زمین میں قسم قسم کی چیزیں عمدہ سے عمدہ اگائی ہیں، یہ منکرین اگر خدا کی نشانیاں دیکھنا چاہیں تو ہر وقت دیکھ سکتے ہیں۔ زمین کی جڑی بوٹیوں کو دیکھیں کہ کس حکمت سے کس کاریگر نے پیدا کی ہیں۔ باوجود ایسی نشانیوں کے دیکھنے کے بھی اکثر تو ایمان نہیں لاتے، اور اس کے رسولوں اور کتابوں کو جھٹلاتے ہیں۔ اور اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں یہ لوگ اپنے کفر کے نشہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور اپنی سرکشی کے دریا میں ایسے غرق ہو رہے ہیں کہ ان کو اپنی بھلائی کے معلوم کرنے کی مہلت ہی نہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی بات مانتے اور اس پر عمل کرتے تو نجات دارین حاصل ہوتی۔ اور بیشک آپ کا رب تو زبردست ہے اور رحیم ہے مخلوق پر۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کفر پر جلدی سزا نہیں دیتا بلکہ مہلت دیتا ہے۔ اگر ان کے کفر پر خیال کرتا تو ایک کافر بھی باقی نہیں رہتا۔ وہ بڑا زبردست رحم کرنے والا، مہربان ہے۔

فرعون کا قصہ

لے ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! فرعون کی قوم کے پاس جاؤ، جنہوں نے اپنی جانوں پر کفر کر کے اور بنی اسرائیل کو غلام بنا کر ظلم کر رکھا ہے۔ وہ اللہ سے نہیں ڈرتے کہ اس کی اطاعت کریں، اور اکیلا جانیں، کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''اے میرے پروردگار! میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھ کو جھٹلا دیں، اور ان کے جھٹلانے سے میرا دل تنگ ہو جائے۔ اور میں طاقت لسانی بھی نہیں رکھتا کیونکہ بوجہ لکنت کے صاف بول نہیں سکتا۔ اس لئے میرے بھائی ہارون علیہ السلام کو بھی میرے ساتھ پیغمبر کر۔ اس کے علاوہ فرعون والوں کا مجھ پر یہ الزام ہے کہ میں نے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا۔ اس واسطے مجھ کو ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھ کو قتل نہ کر ڈالیں''۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ڈرو مت، اور میری نشانیاں لے کر جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ سب باتیں سنتا ہوں۔ تم دونوں فرعون کے پاس جا کر کہو کہ ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ اے فرعون تو بنی اسرائیل کو اپنی قید سے اور عذاب سے چھوڑ دے۔ وہ اللہ کے ایمان دار بندے ہیں، اور ان کو ہمارے ساتھ کر دے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا کا یہ پیغام پہنچا چکے تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف غصہ سے دیکھ کر کہا: ''اے موسیٰ علیہ السلام! کیا ہم نے تم کو بچپن میں اپنے گھر پرورش نہیں کیا، اور تم نے ہمارے گھر میں اپنی عمر کے کئی سال گزارے ہیں۔ اس کا تم نے یہ بدلہ دیا کہ ایک آدمی

وَيَضِيْقُ صَدْرِىْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِىْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَهُمْ عَلَىَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾

اور میرا سینہ (یعنی دل) تنگی کرتا ہے ان کے جھٹلانے سے) اور میری زبان (اچھی طرح) نہیں چلتی، پس تو ہارون کو بھی پیغمبر کر ﴿۱۳﴾ اور ان کا (یعنی قوم فرعون کا) مجھ پر ایک الزام ہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں مجھے قتل کر دیں ﴿۱۴﴾

کو قتل کر ڈالا، اور تم تو بڑے ناشکرے ہو"۔ فرعون کی ان باتوں کا موسیٰ علیہ السلام نے یہ جواب دیا کہ میں نے یہ کام اس وقت کیا کہ نہ مجھ پر وحی آتی تھی، اور نہ میں رسول تھا۔ پس میں تیری ایذا رسانی کے خوف سے تیرے ہاں سے نکل گیا تھا۔ اب میں اس حالت پر نہیں ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو رسول بنا کر تیرے پاس بھیجا ہے۔ اگر تُو میری اطاعت کرے گا تو عذاب سے بچ جائے گا، اور مخالفت کرے گا تو تو ہلاک ہو جائے گا۔ اور یہ جو تُو مجھ پر احسان میری پرورش کا جتاتا ہے، یہ بمقابلہ اس ظلم و زیادتی کے جو تو بنی اسرائیل کے ساتھ کر رہا ہے کچھ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ تُو نے ان کو غلام بنا رکھا ہے، اور ان سے سخت سخت کام لیتا ہے۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی باتیں ہو رہی تھیں تو اس وقت فرعون نے تعجب سے یہ کہا کہ سارے جہان کے پروردگار کی ماہیت اور حقیقت کیا ہے۔ فرعون کی بادشاہت کچھ دور دور تک نہیں تھی، بلکہ مصر میں فرعون کی بادشاہت تھی، اور ملک شام میں عمالقہ کی بادشاہت تھی، اس واسطے موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو یوں قائل کیا کہ اتنے چھوٹے سے ملک کی بادشاہت پر تیرا خدائی کا دعویٰ بالکل غلط ہے۔ خدا تو وہ ہے جس کی بادشاہت آسمان اور زمین میں مشرق سے مغرب تک ہے۔ آسمان سے جب وہ چاہتا ہے مینہ برستا ہے، نہیں تو قحط پڑ جاتا ہے۔ زمین میں مشرق سے مغرب تک بڑے بڑے بادشاہوں کو جب وہ چاہتا ہے بیمار ڈال دیتا ہے، مار ڈالتا ہے۔ تجھ سے پہلے جو تیرے باپ دادا مصر کے بادشاہ تھے آخر وہ کہاں گئے، اور ان کی بادشاہت تجھ کو کیونکر مل گئی۔ فرعون نے اپنے دربانوں سے کہا: "سنتے ہو یہ کیا کہتا ہے۔ کیا ایک خدا ایسا ہو سکتا ہے کہ ان سب چیزوں کا ایک خدا ہو"۔ فرعون اللہ تعالیٰ کا منکر تھا۔ اس سبب سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا: "تیرا اور تیرے باپ دادوں کا جو تجھ سے پہلے گذر چکے ہیں ان کا بھی وہی ایک خدا ہے"، اس پر فرعون کو تاب برداشت نہ رہی تو کہنے لگا دربانوں سے کہ: "یہ رسول جو تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں ضرور دیوانے ہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ خدا مشرق اور مغرب کا بھی ہے، جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا پروردگار ہے۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو البتہ جان لوگے کہ سارے جہان کا رب اللہ ہے۔ فرعون جب موسیٰ علیہ السلام کی باتوں سے عاجز آ گیا، تب اس نے یہ کہا کہ اگر میرے سوا تم نے کسی کو معبود قرار دیا تو البتہ تم کو قید خانہ میں ڈال دوں گا۔ فرعون کا قید خانہ بھی بڑا قید خانہ تھا۔ کسی کنوئیں میں قیدیوں کو ڈال دیا کرتا تھا، اور اوپر سے اس کا منہ بند کر دیتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے قید خانے کا ذکر سنا تو یہ جواب دیا کہ اگر میں تجھے کوئی نشانی اپنی صداقت کی دکھاؤں تب تو مان لوگے۔

قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾

فرمایا: ''ایسا ہرگز نہ ہوگا، پس تم دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ پس ہم تمہارے ساتھ سنتے ہیں ﴿۱۵﴾ پس تم (دونوں) فرعون کے پاس جاؤ، پس کہو کہ: ہم رب العالمین کے رسول ہیں ﴿۱۶﴾ کہ تو ہمارے ہمراہ بنی اسرائیل کو بھیج دے'' ﴿۱۷﴾ (اس کے پاس جا کر حکم سنایا) فرعون نے کہا: ''اے موسیٰ! کیا ہم نے تمہیں بچپن میں اپنے ہاں پرورش نہیں کیا تھا اور تم نے ہمارے ہاں اپنی عمر کے کئی برس گزارے ﴿۱۸﴾ اور تم نے اپنا وہ کام کیا جو تم سے عمل میں آیا (یعنی قبطی کا قتل) اور تم ناشکروں میں سے ہو'' ﴿۱۹﴾ موسیٰ نے کہا: ''میں نے وہ کام کیا جب کہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی ﴿۲۰﴾ پس جبکہ مجھے تم سے خوف ہوا تو تمہارے ہاں سے نکل گیا، پس میرے پروردگار نے مجھے علم عطا فرمایا اور مجھے پیغمبروں میں سے کیا ﴿۲۱﴾ اور یہ کوئی نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان جتاتا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے'' ﴿۲۲﴾ فرعون بولا: ''اور (یہ تو بتاؤ کہ) رب العالمین کیا ہے؟'' ﴿۲۳﴾ موسیٰ نے کہا: ''وہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب کا پروردگار ہے اگر تمہیں یقین ہو'' ﴿۲۴﴾ فرعون ان درباریوں سے جو اس کے ارد گرد تھے، بولا: ''کیا تم موسیٰ کی باتیں غور سے سنتے نہیں'' ﴿۲۵﴾

قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍ ۚ﴿۳۰﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ۚۖ﴿۳۲﴾ وَّنَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ ﴿۳۳﴾ ع

موسیٰ نے کہا: ”کیا وہ تمہارا پروردگار ہے اور تمہارے اگلے باپ دادا کا پروردگار ہے“ ﴿۲۶﴾ فرعون نے (نہ سمجھا اور) کہنے لگا: ”تمہارے یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں ضرور دیوانے ہیں“ ﴿۲۷﴾ موسیٰ نے کہا: ”مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا پروردگار ہے اگر تمہیں عقل ہو“ ﴿۲۸﴾ (فرعون نے) کہا: ”اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو خدا ٹھہرایا تو میں ضرور تمہیں قید کردوں گا“ ﴿۲۹﴾ (موسیٰ نے) کہا: ”(کیا تو قید کرے گا) اگرچہ میں تیرے پاس کوئی روشن چیز لاؤں“ ﴿۳۰﴾ (فرعون نے) [۱] کہا: ”اگر تم سچے ہو تو اسے لاؤ“ ﴿۳۱﴾ پس موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو جبھی وہ صریح اژدہا ہوگیا ﴿۳۲﴾ اور اپنا ہاتھ (گریبان میں دے کر) باہر نکالا تو وہ فوراً دیکھنے والوں کو چمکتا ہوا دکھائی دینے لگا ﴿۳۳﴾

جادوگروں کا ایمان لانا

[۱] فرعون نے کہا: ”اگر تم سچے ہو تو نشانی لاؤ“۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو ڈال دیا وہ فوراً ایک اژدہا ہوگیا۔ جو ایک خوفناک صورت تھی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ گریبان میں دے کر باہر نکالا تو وہ ہاتھ سفید اور اس طرح چمکنے لگا، جس طرح سورج کا ٹکڑا۔ یہ دوسرا معجزہ دکھایا تو فرعون بدبخت نے اس کے جھٹلانے کی طرح سے گھبرا کر کہا: ”یہ تو ایسا جادوگر ہے جو اور جادوگروں سے زیادہ علم والا ہے“۔ یہ بات فرعون نے سرداروں سے کہ کر ان کو بہکا دیا اور یہ کہہ دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ کام جادو کی قسم سے ہے، معجزہ نہیں ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تو یہ چاہتے ہیں کہ تم کو تمہاری زمین سے جادو کے سبب سے نکال دے۔ اب تم مجھ کو صلاح دو کہ اس کے ساتھ میں کیا معاملہ کروں۔

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾

فرعون نے اپنے درباریوں سے جو اس کے پاس تھے (یہ) کہا کہ بیشک یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے ﴿۳۴﴾ تم کو اپنے جادو کے زور سے تمہاری زمین سے نکال دینا چاہتا ہے پھر تم کیا مشورہ دیتے ہو ﴿۳۵﴾ وہ بولے: [۱] ''اس کو اور اس کے بھائی کو ٹھہرائے رکھو اور شہروں میں نقیبوں کو بھیجو ﴿۳۶﴾ کہ وہ سب ماہر جادوگروں کو جمع کر کے تمہارے پاس لے آئیں'' ﴿۳۷﴾

[۱] فرعون سے سرداروں نے یہ کہا کہ ان دونوں کو مہلت دیدو، کیونکہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے شہید کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس پر اس کے سرداروں نے اس کو قتل سے منع کیا، اور کہا کہ قتل سے لوگوں کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو جائے گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں فرعون نے کوئی ایسی ہی زبردست غلبہ کی بات دیکھی تھی، جو ان کو زندہ رکھنا مناسب نہیں خیال کیا۔ اس لئے موسیٰ اور ہارون علیہم السلام ان دونوں جادوگروں سے مقابلہ کرانا اور سب کے سامنے ان دونوں کو ہرانا مناسب ہے، ان کے قتل کا ارادہ مناسب نہیں ہے۔ اور اپنی بادشاہت کے شہروں میں نقیبوں کو بھیج دے تاکہ وہ تیرے پاس بڑے جادوگر واقف کاروں کو لے آئیں۔ تب فرعون نے اپنے آدمیوں کو جادوگروں کی تلاش میں جابجا بھیج دیا۔ پس فرعون کے نقیب بڑے بڑے جادوگر جگہ جگہ سے لے آئے۔ یہ جادوگر ایک بڑی تعداد میں تھے۔ پہلے ان جادوگروں نے فرعون سے پوچھا کہ اگر ہم غالب رہے تو ہم کو کچھ انعام ملے گا۔ فرعون نے جواب دیا: ''اگر تم غالب آئے تو تمہیں نقد انعام بھی ملے گا اور تم فرعونی دربار کے مصاحب مقرر ہو جاؤ گے''۔ غرض فرعون، مصر کی رعایا کی بڑی تعداد، اور جادوگر، اور موسیٰ اور ہارون علیہم السلام یہ سب میدان میں آئے۔ اور جادوگروں نے فرعون کے اقبال کو اپنا حمایتی ٹھہرا کر اپنی وہ لکڑیاں اور رسیاں میدان میں ڈالیں۔ سب طرح طرح کے سانپ ہو گئے، جن سے تمام میدان بھر گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنا عصا ڈالا جب وہ بہت بڑا اژدہا بن کر جادوگروں کے سب سانپوں کو نگل گیا، جادوگر تو اپنے فن کے استاد تھے، فوراً سمجھ گئے کہ موسیٰ علیہ السلام کا کارخانہ جادو کا نہیں ہے۔ کیونکہ ہم سے بڑا جادوگر یہی کر سکتا تھا کہ ہمارے جادو کے اثر کو مٹا دیتا جس سے اصلی لکڑیاں اور رسیاں باقی رہ جاتیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ اصل لکڑیوں اور رسیوں کو بھی نگل گیا تو یہ جادو نہیں بلکہ تائید آسمانی ہے۔ اس بھید کو سمجھ کر سب جادوگر شریعت موسوی کے تابع ہو گئے، اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو مان کر سجدہ میں گر پڑے۔ یہ حال دیکھ کر فرعون نے جادوگروں کو دھمکایا کہ بغیر میرے حکم کے ایمان لے آئے، اس کی سزا جو کچھ ہو گی اس کا حال تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ اور یہ بھی کہا کہ موسیٰ علیہ السلام گویا تمہارے استاد ہیں جن کے جادو کو تم نے اپنے جادو سے بڑا جان لیا۔

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾ وَّ قِیْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَ عِصِیَّهُمْ وَ قَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾ فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ

پس سب جادوگر ایک معین دن کے وقت پر جمع کیے گئے ﴿۳۸﴾ اور لوگوں سے کہا گیا کہ کیا تم بھی جمع ہو گے ﴿۳۹﴾ شاید ہم ان جادوگروں ہی کی پیروی کریں اگر وہ غالب ہو جائیں ﴿۴۰﴾ پھر جب جادوگر آئے تو فرعون سے کہا: ''کیا ہمیں کچھ صلہ ملے گا اگر ہم غالب رہیں'' ﴿۴۱﴾ فرعون نے کہا: ''اور بیشک اس وقت تم میرے مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے'' ﴿۴۲﴾ موسیٰ نے ان سے کہا کہ تم کو جو کچھ ڈالنا ہو ڈالو ﴿۴۳﴾ پس انہوں نے اپنی رسیاں اور اپنی لاٹھیاں ڈال دیں اور کہنے لگے: ''فرعون کے اقبال کی قسم! بیشک ہم ہی غالب رہیں گے'' ﴿۴۴﴾ پس موسیٰ نے بھی اپنا عصا ڈالا پھر تو وہ فوراً (اژدہا بن کر) ان کے شعبدوں کو جو بنا رہے تھے نگلنے لگا ﴿۴۵﴾ پس (یہ دیکھ کر) جادوگر سجدہ میں گر پڑے ﴿۴۶﴾ کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے اس پر جو سارے جہان کا پروردگار ہے ﴿۴۷﴾ جو موسیٰ اور ہارون کا پروردگار ہے ﴿۴۸﴾ فرعون نے کہا: ''کیا تم اس پر ایمان لائے قبل اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں۔

اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۬ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۚ﴿۴۹﴾ قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۡ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۚ﴿۵۰﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۱﴾ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْۤ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾

ع ۱۸/۷

بیشک وہ تمہارا سب کا استاد ہے کہ جس نے تم کو جادو سکھایا، پس ا۔ اب تم جان جاؤ گے کہ میں تمہارا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹوں گا اور تم سب کو سولی دوں گا (تا کہ اوروں کو عبرت ہو)'' ﴿۴۹﴾ وہ بولے: ''(ہمارا اس میں) کچھ نقصان نہیں بیشک ہم اپنے پروردگار کی طرف پلٹنے والے ہیں ﴿۵۰﴾ بیشک ہم کو امید ہے کہ ہمارا پروردگار ہماری خطائیں بخش دے اس سبب سے کہ ہم (اس موقع پر حاضرین میں سے) سب سے پہلے ایمان لائے'' ﴿۵۱﴾ اور ۲۔ موسیٰ کی طرف ہم نے وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے نکل۔ بیشک تمہارا پیچھا کیا جائے گا ﴿۵۲﴾

ا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر جب جادوگر لوگ سجدہ میں گر پڑے اور ایمان لے آئے اس وقت فرعون نے سزا کا حکم سنایا، اور کہا کہ پہلے میں تمہارا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پیر کاٹوں گا، اور پھر تم کو سولی پر چڑھاؤں گا۔ کیونکہ تم نے میری مرضی کے خلاف کام کیا ہے۔ فرعون کی دھمکی کا جواب جادوگروں نے یہ دیا کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ ہم کو تو اپنے رب کے پاس لوٹ کر جانا ہی ہے، اور ہم اس موقعہ پر حاضرین میں سے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہو کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہوئے ہیں تو ہم کو دنیا کے عذاب کا کچھ خوف نہیں ہے۔ بلکہ ہم کو تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے یہ امید ہے کہ نادانی سے اتنے دنوں تک اللہ کی نافرمانی اور قصور واری میں جو ہم نے عمر گزاری ہے، اس وحدانیت کے طفیل سے وہ ہمارے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔

فرعون کا ڈوب کر ہلاک ہونا

۲۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے اہلِ دربار پر خدا کی وحدانیت قائم کر چکے، اور وہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو اب سوائے عذاب الٰہی کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم کیا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے ایک رات اپنے ساتھ لے کر چلے جاؤ۔ اس وقت بنی اسرائیل نے فرعون کی قوم سے بہت سا زیور مانگ لیا تھا کہ آج

فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِیْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾

(پس وہ چلے) اب فرعون نے لشکر جمع کرنے کیلئے شہروں میں نقیب دوڑا دیئے ﴿۵۳﴾ کہ یہ لوگ (یعنی بنی اسرائیل ہماری نسبت) تھوڑی سی جماعت ہے ﴿۵۴﴾ اور بیشک انہوں نے ہم کو بہت غصہ دلایا ہے ﴿۵۵﴾

ان کے ہاں ایک شادی ہے، ہم اپنی بیبیوں کو پہنائیں گے۔ بعد فارغ ہونے کے واپس کردیں گے۔ جب صبح ہوئی تو فرعون نے ایک آدمی بھی بنی اسرائیل کا مصر میں نہ دیکھا، اس پر فرعون کو جوش آیا، اور بہت غضب ناک ہو کر فرعون نے شہروں میں جلدی سے نقیب دوڑا دیئے۔ اور کہلا بھیجا کہ بنی اسرائیل کی ایک تھوڑی سی جماعت ہے، ان سے ہم کو ہر وقت غصہ کی باتیں پہنچتی رہتی ہیں۔ بیشک ہماری جماعت ہوشیار اور ہتھیار لگائے ہوئے ہے۔ ہم پوری طرح مقابلہ کریں گے۔ پھر جن لوگوں کا تقدیر الٰہی میں ہلاک ہونا تھا ان کو فرعون نے ساتھ لیا، اور بنی اسرائیل کے پکڑنے کو چلا۔ اسی کو فرمایا: ''پس ہم نے ان کو باغوں اور چشموں اور خزانوں سے اور عمدہ گھروں سے نکال کر باہر کیا، کیونکہ یہ بات اسی طرح مقرر تھی۔ اور ہم نے ان مکانوں کا اور باغوں اور نہروں کا بنی اسرائیل کو وارث بنایا''، اور فرعون کے لشکر میں سولہ لاکھ آدمی تھے۔ پھر فرعون اور اسکے لشکر کے لوگ سورج نکلتے وقت موسیٰ علیہ السلام اور قوم بنی اسرائیل کے پیچھے پڑے۔ جب دونوں فوجیں مقابل ہوئیں تو بنی اسرائیل گھبرا کر موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہم تو پھنس گئے، اب یہ لوگ ہم کو پکڑ لیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''تم تک کوئی نہیں پہنچ سکتا ڈرو نہیں۔ میرے ساتھ میرا رب ہے، وہ مجھ کو راستہ بتادے گا''۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کو حکم کیا کہ اپنا عصا دریا میں مارو، عصا کے مارتے ہی دریا میں بارہ راستے ہوگئے۔ پس ایک ایک ٹکڑا بڑے پہاڑ کے برابر ہوگیا۔ اور ادھر فرعون کے لشکر جمع ہوگئے یعنی سب دریائے قلزم کے گرد اکٹھے ہوگئے۔ فرعون جب دریا کے کنارے پر پہنچا اور اس حال کو دیکھا تو اپنی قوم سے جو کہ نہایت احمق تھے، کہنے لگا کہ تم دیکھتے ہو کہ میری ہیبت سے دریا پھٹ گیا۔ ہامان نے فرعون سے بطور مشورہ کے کہا کہ یہ سب موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا اثر ہے۔ ایسا نہ کرنا کہ تو اُس میں گھس پڑے اور اپنے آپ کو ہلاک کردے۔ فرعون نے یہ سن کر چاہا کہ اپنے گھوڑے کو ادھر سے بچالے، ناگاہ جبرئیل علیہ السلام مادہ گھوڑے پر سوار ہو کر دریا میں گھس پڑے فرعون کا گھوڑا گھوڑی کو دیکھ کر بگڑ گیا، اور قابو سے نکل گیا اور دریا میں جا پڑا۔ اس کے ساتھ سارا لشکر گھس پڑا اور میکائیل علیہ السلام لشکر کو پیچھے سے ہانکتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ سب لشکر دریا میں جا پڑا، اور دریا برابر ہوگیا اور سب ہلاک ہوگئے۔ اور بنی اسرائیل سلامتی سے پار ہوگئے۔ ان سب باتوں میں خاص کر نجات دینے اور غرق کرنے میں عبرت کی بڑی نشانی ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس سے بے خبر ہیں، اور بیشک تمہارا رب تو زبردست رحم کرنے والا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''ظالم لوگوں کو اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہے اپنی رحمت سے مہلت دیتا ہے، پھر جب وہ لوگ مہلت پر بھی اپنی سرکشی سے باز نہیں آتے تو ان کی ایسی گرفت کرتا ہے کہ ان کو بالکل ہلاک کردیتا ہے''۔

وَ اِنَّا لَجَمِیْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّ كُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِیْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَ اَوْرَثْنٰهَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۵۹﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِیْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۶۲﴾ فَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ ﴿۶۳﴾ وَ اَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ ﴿۶۴﴾ وَ اَنْجَیْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۶۷﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۶۸﴾ وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِیْمَ ﴿۶۹﴾

اور بے شک ہم سب ساز و سامان (اور باقاعدہ فوج رکھتے ہیں) ﴿۵۶﴾ (خدا تعالیٰ فرماتا ہے): "پس ہم نے ان کو باغوں اور چشموں ﴿۵۷﴾ اور خزانوں اور عمدہ مکانات سے نکال باہر کیا ﴿۵۸﴾ ہم نے (ان کے ساتھ تو) ایسا ہی کیا اور (ان کے بعد) بنی اسرائیل کو ان چیزوں کا وارث کر دیا ﴿۵۹﴾ پھر فرعونیوں نے دن نکلتے ان کا پیچھا کیا ﴿۶۰﴾ پھر جب دونوں جماعتیں (ایسی قریب ہوئیں کہ) ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں ﴿۶۱﴾ تو موسیٰ کے ہمراہی کہنے لگے کہ بیشک وہ ہم تک آ پہنچے، موسیٰ نے کہا: "ہرگز نہیں بیشک میرے ساتھ میرا پروردگار ہے وہ مجھ کو ابھی راہ دکھائے گا" ﴿۶۲﴾ پس ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ اپنے عصا کو دریا پر مار (موسیٰ نے عصا مارا) تو فوراً دریا پھٹ گیا پس (پانی کا) ہر حصہ ایسا ہو گیا جیسے بڑا پہاڑ ﴿۶۳﴾ اور ہم دوسرے فریق کو اس مقام کے قریب لائے ﴿۶۴﴾ اور ہم نے موسیٰ اور اس کے سب ساتھیوں کو بچالیا ﴿۶۵﴾ پھر دوسروں کو ڈبو دیا ﴿۶۶﴾ بیشک اس قصہ میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے ﴿۶۷﴾ اور بیشک تمہارا پروردگار وہی غالب مہربان ہے ﴿۶۸﴾ اور [1] (تم) ان لوگوں کو ابراہیم (علیہ السلام) کا قصہ پڑھ کر سنا دو ﴿۶۹﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ

[1] اے پیغمبر! تم ان مشرکوں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کرو۔ یہ اپنے آپ کو ان کی ہی طرف نسبت کرتے ہیں، اور ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فرزندی کا بڑا دعویٰ ہے، اور اس پر فخر کرتے ہیں۔ ذرا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ تو

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِیْنَ ﴿۷۱﴾ قَالَ هَلْ یَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾

جبکہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس کو پوجتے ہو ﴿۷۰﴾ انہوں نے کہا: ''ہم بتوں کو پوجتے ہیں پھر ان کے سامنے آسن جمائے بیٹھے رہتے ہیں'' ﴿۷۱﴾ اور ابراہیم نے فرمایا: ''کیا وہ تمہاری آواز سنتے ہیں جب تم پکارتے ہو ﴿۷۲﴾

پڑھ کر سنا دو ہمارے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کیا معاملہ تھا، اور یہ جو اپنے آپ کو ان کی اولاد بتاتے ہیں، یہ ہمارے ساتھ کس طرح معاملہ رکھتے ہیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ دادا اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس کو پوجتے ہو۔ اگرچہ وہ بھی جانتے تھے کہ بتوں کو پوجتے ہیں، مگران کو الزام دینے کے لئے ان سے سوال کیا۔ اس کے جواب میں بولے کہ ہم بتوں کو پوجتے ہیں، اور ہم ان ہی پر جمے رہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا وہ تمہاری بات سنتے ہیں، جب تم ان کو پکارتے ہو، یا تم کو نفع یا نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں''۔ ان لوگوں نے کہا: ''کچھ نہیں''۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ''پھر جس کو آدمی اپنا معبود بناتا ہے، اس میں اتنی بات تو ضرور دیکھ لیتا ہے کہ یہ میری بات کو سنتا ہے، اور مجھ کو نفع نقصان پہنچانے پر قادر ہے۔ تم نے جو ان پتھروں کے بتوں کو جو تم سے بھی زیادہ محتاج ہیں، تم سن سمجھ تو لیتے ہو، وہ تو اس قدر بھی نہیں۔ کیا سمجھ کر تم نے ان کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ اس کے جواب میں کہا کہ یہ باتیں جو تم دریافت کرتے ہو، وہ ہمارے معبودوں میں نہیں ہیں۔ لیکن ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کو تم خود اور تمہارے باپ دادا پوجتے ہوئے چلے آئے، تم نے بھی اس کو کچھ دیکھا بھالا۔ کیا باطل چیز بہت سے پچھلوں یا اگلوں کے کرنے سے حق بن جاتی ہے، جو تم ایسا جواب دیتے ہو۔ کیا تمہارے باپ دادا کے پاس کوئی دلیل تھی وہ بھی ایسے ہی کہتے چلے گئے، تم سب کے سب جھوٹے ہو۔ جب تم ان بتوں کی عبادت پر کچھ دلیل نہ لا سکے تو میں تمہارے بتوں کا دشمن ہوں۔ تم میں اور تمہارے بتوں میں طاقت ہے تو میرے ساتھ جو بدسلوکی ہو سکے وہ کرو۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اوصاف بیان کئے کہ اس نے مجھ کو پیدا کیا، وہی مجھے ہدایت کرتا ہے، اور کھلاتا پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی شفا دیتا ہے۔ اور وہی مجھ کو وقت پر وفات دے گا، پھر مجھے زندہ کرے گا۔ اور اسی سے مجھ کو امید ہے کہ قیامت کے دن میرے گناہ معاف کرے گا۔ ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی کہ اے میرے رب! مجھ کو دین کا علم دے، اور مجھ کو نیکوں میں شامل کر لے، اور آئندہ آنے والی اُمتوں میں مجھے نیک نام بنا دے کہ وہ میری صفت اور ثناء بیان کیا کریں۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی کہ سب اُمتیں ابراہیم علیہ السلام کی ثناء گو ہیں، اور یہ کہ مجھے جنت نعیم کے وارثوں میں سے کر دے اور میرے باپ کو توفیق ایمان کی دے کر ان کی مغفرت فرما، کیونکہ وہ گمراہوں میں سے ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے موقعہ پا کر ان بت پرستوں کے بتوں کو جو توڑ ڈالا تھا اس کا قصہ سورۂ انبیاء میں گذر چکا ہے۔

اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْۤ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِيْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۸۶﴾

یا تم کو نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں'' ﴿۷۳﴾ ان لوگوں نے کہا: ''(کچھ نہیں) بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے'' ﴿۷۴﴾ فرمایا: ''کیا تم نے اس چیز کو (غور سے) دیکھا بھی جس کو تم پوج رہے ہو ﴿۷۵﴾ اور تمہارے اگلے باپ دادا بھی ﴿۷۶﴾ بیشک وہ سب میرے دشمن ہیں مگر پروردگار عالم (میرا دوست ہے) ﴿۷۷﴾ وہ جس نے مجھے پیدا کیا پس وہی مجھے راہ دکھائے گا ﴿۷۸﴾ اور وہی مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے ﴿۷۹﴾ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے وہی شفا دیتا ہے ﴿۸۰﴾ اور وہی مجھے وفات دے گا پھر وہی مجھے زندہ کرے گا ﴿۸۱﴾ اور وہ جس کی مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میری خطائیں بخشے گا'' ﴿۸۲﴾ اے میرے پروردگار مجھ کو حکمت عطا فرما اور (مراتب قرب میں) مجھ کو (اعلیٰ درجہ کے) نیک لوگوں کے ساتھ شامل فرما ﴿۸۳﴾ اور آئندہ آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر باقی رکھ ﴿۸۴﴾ اور مجھ کو جنت النعیم کے وارثوں میں سے کر دے ﴿۸۵﴾ اور میرے باپ کو (توبہ وایمان کی توفیق فرما کر) بخش دے، بیشک وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے ﴿۸۶﴾

وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٨٧﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿٨٨﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿٨٩﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٩٠﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿٩١﴾

اور مجھے رسوا نہ کرنا جس دن ۱؎ سب اٹھائے جائیں گے ﴿۸۷﴾ جس دن (نجات کے لئے) نہ مال کام آوے گا اور نہ بیٹے ﴿۸۸﴾ مگر ہاں (اس کی نجات ہوگی) جو اللہ کے حضور میں دل سلامت (یعنی بے عیب) حاضر ہوا ﴿۸۹﴾ اور اس دن ۲؎ پرہیزگاروں کے لئے جنت قریب لائی جائے گی ﴿۹۰﴾ اور گمراہوں کے لئے دوزخ سامنے ظاہر کی جائے گی ﴿۹۱﴾

قیامت کے دن کے واقعات

۱؎ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے باپ آذر کی بت پرستی سے بیزار ہو کر باپ سے جدا ہونے لگے تو باپ کے حق میں دعائے خیر کرنے کا وعدہ انہوں نے اپنے باپ سے کیا تھا، اور اپنے باپ کے لئے دعاء مغفرت کی دعا مانگا کرتے تھے کہ اے رب! میرے باپ کو توفیق ایمان کی دیکر ان کی مغفرت فرما، کیونکہ وہ گمراہوں میں سے ہے، اور مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ قیامت کا وہ دن کہ مال اور اولاد اس دن نفع نہ دے گی مگر اس شخص کو جو اپنے اللہ کے پاس شرک اور کفر سے پاک دل لے کر گیا، اور جنہوں نے دنیا میں خیرات اور صدقات کئے ہوں گے، اور اس کا بدلہ وہاں پائیں گے، اور اولاد بھی کام آئے گی، اور جوان کی چھوٹی اولاد مرگئی ہے، اور اس پر صبر کیا ہے، تو اس کا اجر پائیں گے۔ اور وہ بچے ان کو اپنے ساتھ جنت میں داخل کرائیں گے۔ غرض جب خدا کے ساتھ دل کو اخلاص ہے تو یہ سب کچھ کام آئے گا، ورنہ کچھ نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب آدمی مرتا ہے اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین کے: ① ایک صدقہ جاریہ ② دوسرا وہ مال جس سے لوگ نفع اٹھائیں ③ تیسری نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔

۲؎ دنیا میں جن لوگوں نے جنت میں داخل ہونے کے لائق کام کئے ہیں جنت قریب لائی جائے گی، اور گمراہوں کیلئے دوزخ سامنے ظاہر کی جائے گی۔ اور نکلے گی دوزخ میں سے ایک گردن، پھر اس طرح چیخے گی کہ دل دہل جائیں گے۔ یہ جھڑکی کے طور پر دوزخیوں سے وہ آگ کی گردن یہ کہے گی کہ کہاں ہیں وہ، جن کو تم پوجتے تھے اللہ کو چھوڑ کر۔ پھر اوندھے ڈالے جائیں گے دوزخ میں سب گمراہ اور تمام لشکر شیطان کا۔ جب وہ اس دوزخ میں جھگڑیں گے تو بہکنے والوں سے کہیں گے: "قسم خدا کی! ہم کھلی گمراہی میں تھے جبکہ اے جھوٹے معبودو! تم کو ہم عبادت میں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے، اور ہم کو کسی نے گمراہ نہیں کیا تھا مگر ان بدکاروں نے۔ پھر اب کوئی نہیں ہماری سفارش کرنے والا اور نہیں کوئی دوست ہمارا محبت کرنے والا۔ سب یہاں کا معاملہ دنیا کے برعکس ہو گیا وہاں جس کو اپنا پیشوا اور مددگار جانتے تھے، وہی گمراہ کرنیوالے اور ہمارے دشمن نکلے"۔

وَ قِیۡلَ لَہُمۡ اَیۡنَمَا کُنۡتُمۡ تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۹۲﴾ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ ہَلۡ یَنۡصُرُوۡنَکُمۡ اَوۡ یَنۡتَصِرُوۡنَ ﴿۹۳﴾ فَکُبۡکِبُوۡا فِیۡہَا ہُمۡ وَ الۡغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ وَ جُنُوۡدُ اِبۡلِیۡسَ اَجۡمَعُوۡنَ ﴿۹۵﴾ قَالُوۡا وَ ہُمۡ فِیۡہَا یَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿۹۶﴾ تَاللّٰہِ اِنۡ کُنَّا لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۹۷﴾ اِذۡ نُسَوِّیۡکُمۡ بِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۹۸﴾ وَ مَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الۡمُجۡرِمُوۡنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنۡ شَافِعِیۡنَ ﴿۱۰۰﴾ وَ لَا صَدِیۡقٍ حَمِیۡمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَوۡ اَنَّ لَنَا کَرَّۃً فَنَکُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۰۲﴾

اور ان سے کہا جائے گا کہ وہ کہاں ہیں جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے (۹۲) (اب) کیا وہ تمہاری مدد کریں گے یا بدلہ لیں گے یعنی اپنا بچاؤ کریں گے ہرگز نہیں) (۹۳) پس وہ اور سب گمراہ (یعنی بت اور ان کے پجاری (۹۴) اور سب شیطانی لشکر) جہنم میں اندھے منہ ڈال دیئے گئے (۹۵) اور وہ اس جگہ ایک دوسرے سے جھگڑتے ہوں گے (۹۶) کہ اللہ کی قسم ضرور ہم کھلی گمراہی میں تھے (۹۷) جبکہ تم کو ہم رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے (۹۸) اور ہم کو نہ بہکایا مگر ان مجرموں نے (۹۹) پس (اب) ہمارا کوئی سفارشی نہیں (کہ چھڑائے) (۱۰۰) اور نہ کوئی غمخوار دوست (جو کام آئے) (۱۰۱) پس [1] کسی طرح ہمیں (دنیا میں) پھر جانا ہوتا تاکہ ہم مسلمان ہوتے (۱۰۲)

[1] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تو عاقبت کے منکر لوگ دوزخ کے عذاب سے بےخوف ہیں، میدان حشر میں جب وہ عذاب دیکھیں گے تو یہ خواہش کریں گے کہ کاش! وہ پھر دنیا میں پیدا کئے جائیں، اور نیک کام کر کے جس طرح نیک کام کرنے والوں کو اس عذاب سے نجات مل گئی ہے، اسی طرح ان کو بھی اس عذاب سے نجات مل جائے۔ مگر یہ خواہش ان کی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ اگر ان لوگوں کو دوبارہ دنیا میں پیدا کیا جائے، تو پھر یہ ایسے ہی گمراہی کے کام کریں گے۔ فرمایا کہ جب دوزخ میں منہ کے بل ڈالے جائیں گے، اس وقت یہ بدلوگ قسمیں کھا کھا کر اپنی گمراہی پر افسوس کریں گے، اور کبھی بدلوگ شیطان یا گمراہ کرنیوالے دوست جنہوں نے بہکایا ہے ان کو برا بھلا کہیں گے۔ نیک لوگوں کی شفاعت سے نجات پاتے دیکھ کر یہ آرزو کریں گے کہ کوئی دوست ان کا بھی ایسا پیدا ہو جائے کہ ان کی شفاعت کرے، اور ان کو اس عذاب سے نجات دلوا دے۔ مگر آخرت تو ایسا مقام ہے کہ سوا توحید کے اور کوئی چیز وہاں کام نہیں آسکتی۔ اس واسطے ان مشرکوں کی کوئی آرزو کام نہ

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ﹰالْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۰۷﴾

بیشک اس قصہ میں (عبرت والوں کیلئے) ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہیں ہیں ﴿۱۰۳﴾ اور بیشک تمہارا پروردگار وہی غالب، مہربان ہے ﴿۱۰۴﴾ نوح کی قوم نے پیغمبروں [1] کو جھٹلایا ﴿۱۰۵﴾ جبکہ ان سے ان کے ہم قوم نوح نے کہا: ''کیا تم (خدا سے) نہیں ڈرتے ﴿۱۰۶﴾ بیشک میں تمہارے لئے امانت دار پیغمبر ہوں'' ﴿۱۰۷﴾

آئے گی۔ آخر فرمایا کہ دنیا میں عقبیٰ کا انجام جو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو بتلا دیا ہے یہ اس کی عبرت کی نشانی ہے۔ لیکن جو لوگ گمراہ ہیں وہ کسی نشانی سے راہ راست پر نہیں آنے والے۔ یہ اللہ کی ایک رحمت ہے جو اس نے ایسے لوگوں کو مہلت دے رکھی ہے۔

[1] ان آیتوں میں سب سے پہلے نوح علیہ السلام سے شروع فرما کر چند رکوع میں کئی نبیوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ نوح علیہ السلام کی قوم نے نوح علیہ السلام کو جھٹلایا، اور دیگر تمام انبیاء کو بھی جھٹلایا۔ ایک نبی کو جھٹلانا اور اس کے حکم کی تعمیل نہ کرنا حقیقت میں سب انبیاء کو ہی جھٹلانا ہے۔ اس میں سب کے حکم کی نافرمانی پائی گئی اور سب کی تکذیب ہوئی۔ جب ان کے ہم قوم بھائی نوح علیہ السلام نے یہ کہا کہ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے، اور بتوں کو پوجتے ہو۔ بیشک میں تمہارے لئے خدا کی طرف سے امانت دار رسول ہو کر آیا ہوں۔ میری امانت اور دیانت پر تم لوگ بھی اتفاق کرتے ہو۔ ہمیشہ سے تم میں رہتا سہتا ہوں، کسی اور ملک یا اور قوم یا اور زبان کا آدمی نہیں۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور جو میں کہوں اس کی اطاعت کرو، اور میں تو تم سے تبلیغ رسالت پر دنیوی کچھ مزدوری نہیں مانگتا۔ جو تم کو ناگوار گذرے، میری جزا تو خدا کے پاس ہے۔ یہ تو صاف میرے صدق کی دلیل ہے اگر میں جھوٹا رسول ہوتا تو ضرور مجھ کو تم سے کسی نفع کی طمع ہوتی، جو اپنے آپ کو رسول بناتا۔ پس خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ تب احمقوں نے اس کا یہ جواب دیا: ''کیا ہم تمہارے اوپر ایمان لے آئیں، حالانکہ تمہارے ساتھ تو ذلیل لوگ ہیں'': یہ بات انہوں نے غرور سے کہی۔ غربا کے پاس بیٹھنا انہیں گوارا نہ تھا، اس میں وہ اپنی کسر شان جانتے تھے، اس لئے ایمان جیسی نعمت سے محروم رہے۔ ذلیل سے مراد ان کی غربا اور پیشہ ور لوگ تھے۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیا کہ مجھ کو ان غریب لوگوں کے پیشے سے کچھ سروکار نہیں، میں تو غریب، پیشہ ور اور شریف ہر ایک کو خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نصیحت کرتا ہوں۔ اور ظاہر میں جو شخص میری نصیحت پر عمل کرے، اس کو میں نیک جانتا ہوں۔ ان کے دل کا حال اللہ کو معلوم ہے، اور ہر شخص کی نیت کا معاملہ اس کو خوب روشن ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قَالَ وَ مَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَ مَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۵﴾

پس اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو ﴿۱۰۸﴾ اور میں تم سے تبلیغ رسالت پر (دنیوی) کچھ صلہ نہیں مانگتا، میرا صلہ تو رب العالمین ہی کے ذمہ ہے ﴿۱۰۹﴾ پس اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو ﴿۱۱۰﴾ قوم نے کہا کہ کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں حالانکہ تمہارے ساتھ تو کمینے لوگ ہوئے ہیں ﴿۱۱۱﴾ نوح نے فرمایا کہ مجھے کیا خبر ان کے کام کیا ہیں ﴿۱۱۲﴾ ان کا حساب ۱؎ تو میرے پروردگار کے ذمہ ہے اگر تم سمجھو (تو ان کو برا نہ کہو) ﴿۱۱۳﴾ اور میں مسلمانوں کو اپنے پاس سے دور کرنے والا نہیں ﴿۱۱۴﴾ میں تو صرف صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں ﴿۱۱۵﴾

حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو نصیحت کرنا

۱؎ نوح علیہ السلام نے فرمایا: ''اے کاش! اگر تم اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو تو پھر تمہارا کچھ اعتراض باقی نہیں رہتا، اور تم لوگوں کے کہنے سے میں ان غریب ایمانداروں کو اپنی مجلس سے نکال نہیں سکتا''۔ قوم کے لوگوں نے نوح علیہ السلام کی ان باتوں کا یہ جواب دیا کہ اے نوح! اگر تم اپنی اس طرح کی باتوں سے باز نہ آؤ گے، تو ہم تم کو پتھروں سے سنگسار کردیں گے۔ آخر مجبور ہو کر نوح علیہ السلام نے بددعا کی اور سوائے نوح علیہ السلام اور ان کے فرمانبردار لوگوں کے باقی ساری قوم طوفان میں غرق ہوگئی۔ اسی کو فرمایا کہ رسولوں کی مخالفت کرنے والوں کیلئے اگرچہ اس واقعہ میں بھی بڑی عبرت ہے، مگر جو لوگ علم الٰہی میں نافرمان ٹھہر چکے ہیں وہ راہ راست پر نہیں آنے والے۔ اور ایسے لوگوں کی سرکشی اگرچہ ہر وقت قابل سزا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے جب تک ایسے لوگوں کو مہلت دے رکھی ہے۔ اس وقت تک وہ سرکشی کرلیں پھر جب کہ اللہ تعالیٰ اس کو پکڑے گا، تو اس کی پکڑ بہت زبردست ہے۔ طوفان کا پورا قصہ سورۃ ہود میں گذر چکا ہے۔ نوح علیہ السلام چالیس برس کی عمر میں نبی ہوئے اور طوفان سے پہلے ساڑھے نو سو برس اپنی قوم کو وہ نصیحت کرتے رہے۔ جس نصیحت کے اثر سے آدمی راہ راست پر آئے اس کے بعد طوفان آیا حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ایک ہزار برس سے اونچی تھی قرآن شریف میں جگہ جگہ پچھلے قصے بیان فرمائے گئے ہیں تاکہ مشرکوں کو اپنے آئندہ کے انجام سے خوف ہو۔

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۲﴾ كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۲۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾

انہوں نے کہا: ''اے نوح اگر تو باز نہ آیا تو ضرور سنگسار کیا جائے گا'' ﴿۱۱۶﴾ نوح نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار! میری قوم نے مجھے جھٹلایا ﴿۱۱۷﴾ پس تو میرے اور ان کے درمیان پورا فیصلہ کردے اور مجھے اور میرے ساتھ جو مسلمان ہیں ان کو نجات دے ﴿۱۱۸﴾ پس ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو جو بھری ہوئی کشتی میں تھے بچالیا ﴿۱۱۹﴾ پھر اس کے بعد ہم نے باقی لوگوں کو غرق کردیا ﴿۱۲۰﴾ بیشک اس واقعہ میں بڑی نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہیں ہیں ﴿۱۲۱﴾ اور بیشک تمہارا پروردگار ہی غالب مہربان ہے ﴿۱۲۲﴾ عاد نے رسولوں کو جھٹلایا ﴿۱۲۳﴾ جب کہ ان سے ان کے ہم قوم ہود نے کہا: ''کیا تم (اللہ کے عذاب سے) نہیں ڈرتے ﴿۱۲۴﴾ بیشک میں تمہارے لئے امانت دار پیغمبر ہوں ﴿۱۲۵﴾ پس تم اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو ﴿۱۲۶﴾

حضرت ہود علیہ السلام کا اپنی قوم کو نصیحت کرنا

لہ اوپر حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی اُمت کا ذکر تھا، نوح علیہ السلام کے بعد دوسرے نبی ہود علیہ السلام گذرے ہیں، اس میں ان کی اُمت کا ذکر ہے۔ شروع میں حضرت ہود علیہ السلام نے بھی اپنی اُمت کو وہی نصیحت کی، جو نوح علیہ السلام نے اپنی امت کو کی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کا پڑپوتا ایک شخص عاد تھا۔ اس کی اولاد کو حضرت ہود علیہ السلام کی امت کہتے ہیں۔ فرمایا ''یہ لوگ جو اُونچے مکان اور بلند جگہیں اپنی شہرت اور فخر کے لئے بناتے ہیں، اور یہ لوگ بڑی لاگت کے اور کاریگری کے مکان تیار کراتے ہیں، دنیا کے اندر ہمیشہ رہنے کی امید میں یہ ان کے لئے کوئی فائدہ مند نہیں۔ بے فائدہ عمارتوں کے بنانے سے ہود علیہ السلام نے ان لوگوں کو روکا کہ اے لوگو! تم ایسے باغ اور مکان کیوں بناتے ہو، جو تمہاری دنیا میں چند روز رہنے

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳۵﴾

اور میں تم سے تبلیغ رسالت پر (دنیوی) کچھ صلہ نہیں مانگتا میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے ﴿۱۲۷﴾ کیا تم ہر بلندی پر ایک نشانی (کے طور پر عمارت) بناتے ہو ﴿۱۲۸﴾ بے فائدہ راہ گیروں سے ہنسنے کو، اور مضبوط محل بناتے ہو (اس خیال سے گویا تم ہمیشہ (دنیا میں) رہو گے ﴿۱۲۹﴾ اور جب تم کسی پر گرفت کرتے ہو (یعنی قتل وغیرہ کے لئے) تو بڑی بیدردی سے گرفت کرتے ہو ﴿۱۳۰﴾ تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو ﴿۱۳۱﴾ اور اس خدا سے ڈرو کہ جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی ہے کہ جن کو تم جانتے ہو ﴿۱۳۲﴾ تمہاری مدد کی چوپایوں سے اور اولاد ﴿۱۳۳﴾ سے اور باغوں سے اور چشموں سے ﴿۱۳۴﴾ بیشک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے ﴿۱۳۵﴾

کی ضرورت سے زائد ہیں۔ تم کو معلوم نہیں پچھلے لوگ اتنا کچھ بنا کر پھر آخر کو یہیں چھوڑ گئے۔ دنیا ایک چند روزہ عارضی مقام ہے''۔ جب ہود علیہ السلام نے اپنی اُمت کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرح طرح کی نعمتیں یاد دلا کر، بے فائدہ عمارتیں بنانے سے، اور آپس کے ظلم وزیادتی سے منع کیا۔ تو اُمت کے لوگوں نے سرکشی سے یہ جواب دیا کہ اے ہود علیہ السلام! تم ہم کو نصیحت کرو یا نہ کرو، تم تمہاری ایک نہ مانیں گے۔ اور پچھلے لوگوں کی عادت کے موافق عیش وعشرت سے اپنی زندگی بسر کریں گے۔ اور جس عذاب سے تم ہر وقت ہم کو ڈراتے ہو اس سے ہم نہیں ڈرتے۔ اس کے بعد سورۃ ہود میں گزر چکا ہے کہ ایک سخت آندھی کے عذاب سے یہ قوم ہلاک ہوئی۔ اسی کو فرمایا: ''ایسی شہ زور قوم کا ہوا جیسی چیز سے ہلاک ہو جانا، اللہ کی قدرت کی ایک بڑی نشانی ہے۔ لیکن علم الٰہی میں جو لوگ گمراہ ٹھہر چکے ہیں، وہ اللہ کی قدرت کی نشانیوں سے بالکل غافل ہیں۔ اور بیشک تمہارا پروردگار زبردست اور مہربان ہے۔

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۴۰﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾

انہوں نے کہا کہ ہمارے نزدیک دونوں باتیں برابر ہیں خواہ تم نصیحت کرو یا ناصحوں میں نہ ہو ﴿۱۳۶﴾ یہ تو بس اگلے لوگوں کا ایک دستور ہے ﴿۱۳۷﴾ اور (تم جو عذاب سے ڈراتے ہو تو) ہم کو عذاب نہ ہوگا ﴿۱۳۸﴾ پس ان لوگوں نے (ہود کو) جھٹلایا پھر ہم نے ان کو ہلاک کردیا، بیشک اس قصہ میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہیں ہیں ﴿۱۳۹﴾ اور بیشک تمہارا پروردگار ہی غالب، مہربان ہے ﴿۱۴۰﴾ ثمود نے [۱] پیغمبروں کو جھٹلایا ﴿۱۴۱﴾ جبکہ ان سے انکے ہم قوم صالح نے فرمایا کہ کیا تم (اللہ سے) نہیں ڈرتے ﴿۱۴۲﴾ بیشک میں تمہارے لئے امانتدار پیغمبر ہوں ﴿۱۴۳﴾ پس اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو ﴿۱۴۴﴾

حضرت صالح علیہ السلام کا اپنی اُمت کو نصیحت کرنا

[۱] حضرت نوح علیہ السلام سے سلسلہ شروع ہوکر یہ تیسرے پیغمبر صالح علیہ السلام ہیں جو ہود علیہ السلام کے بعد نبی ہوئے۔ قوم ثمود ان کی اُمت کا نام ہے۔ شروع میں حضرت صالح علیہ السلام نے بھی اپنی اُمت کو وہی نصیحت کی ہے جو نوح علیہ السلام اور ہود علیہ السلام نے اپنی امت کو کی تھی۔ پھر صالح علیہ السلام نے فرمایا کیا تم دُنیا کے مزوں اور یہاں کی خوشیوں میں امن سے چھوڑ دیئے جاؤ گے، جو باغوں اور چشموں اور کھیتوں میں، اور کھجوروں میں جن کے نرم اور نازک خوشے ہوتے ہیں، یعنی دنیا میں تم کو ہمیشہ مزے اُڑانے کے لئے رہنا نہیں ہے۔ ایک مدت معین تک کچھ کھاپی لو، چین کرلو، کیا تم سمجھ رہے ہو کہ ہمیشہ یہاں رہنا ہے۔ جو ایسے مغرور اور بے ہوش ہو رہے ہو یہ تمہاری خام خیالی ہے۔ تم کو بہت جلد ایسے جہان کی طرف سفر کرنا ہے کہ وہاں تم سے ایک ایک سانس کا حساب لیا جائے گا۔ اگر کچھ عقل رکھتے ہو تو وہاں کا سامان کرلو، اس عالم کی نعمتوں کو زوال نہیں۔ اور تم پہاڑوں سے تراش تراش کر مکان بناتے ہو کاریگری کے ساتھ۔ روایت ہے کہ وادی حجر میں ان لوگوں نے دو ہزار مکان پہاڑوں میں تراش کر بنائے تھے۔ پس خدا سے ڈرو، اور میری تابعداری کرو۔ دنیا کی لذتوں اور دنیا

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾

اور میں تم سے تبلیغ رسالت پر (دنیوی) کچھ صلہ تو نہیں مانگتا میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے ﴿۱۴۵﴾ کیا تم یہاں (دنیا) کی نعمتوں میں چین سے چھوڑ دیئے جاؤ گے؟ ﴿۱۴۶﴾ باغوں میں اور چشموں میں ﴿۱۴۷﴾

کی عزت اور جاہ کی طلب میں ایسے مدہوش ہو رہے ہو کہ تم کو عاقبت کی کچھ خبر نہیں۔ ایسے ایسے مکان بناتے ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید قیامت تک کے رہنے کا سامان ہے۔ بھلا کوئی رہا ہے اس جہان میں۔ جو کچھ عاقبت کیلئے کرلو گے تو اس جہان میں اس کے بدلے میں بڑے بڑے عیش اور آرام پاؤ گے۔ تمہاری عبادت سے اللہ کا نفع متعلق نہیں، سراسر اپنے نفع کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے اپنی تباہی لیتے ہو، یہ کیا عقل کی بات ہے۔ اور ان حدود بندگی سے نکل جانے والوں کی بات پر نہ چلو جو ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں۔ اور اصلاح کی بات نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی اطاعت نہ کرو جو مفسد ہیں، وہ تو فساد کی ہی تعلیم کریں گے"۔ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ قوم ثمود نے ان کو یہ جواب دیا تھا کہ تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے، تم تو ہماری طرح کے ایک معمولی آدمی ہو۔ اگر تم سچے ہو تو کوئی معجزہ لاؤ۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے پوچھا: "بولو تم کیا معجزہ مانگتے ہو"؟ تو وہ ایک پتھر کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ ہم جب جانیں کہ تم اس پتھر سے اونٹنی نکال کر دکھا دو۔ صالح علیہ السلام نے اپنے اللہ سے دعا کی اور انکی دعا مقبول ہوئی۔ پتھر میں سے اونٹنی نکل آئی۔ حضرت صالح علیہ السلام: "نے کہا یہ اونٹنی ہے، ایک دن اس کو پانی پینے دیا کرو اور دوسرے دن تمہارا حصہ ہے۔ اور اس کو ایذا دینے کیلئے ہاتھ نہ لگانا، ورنہ تم پر عذاب الٰہی ٹوٹ پڑے گا"۔ لیکن ان کو تو ہدایت مطلوب نہ تھی وہ تو معجزہ مانگ کر ٹال دیتے تھے۔ ان کی یہ نیت نہ ہوتی تھی کہ معجزہ ظاہر کرنے کے بعد ہم ایمان لائیں گے۔ جس وقت معجزہ دیکھ لیا اور حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اونٹنی کو کسی قسم کی تکلیف نہ دینا، تو ضد کر کے اس کے خلاف ہی کیا کہ جس کام کو یہ منع کریں اس کو ضرور کرنا چاہئے، نفع ہو یا نقصان۔ پس اس کی کوچیں کاٹ ڈالیں۔ پھر جب عذاب کے آثار نمودار ہوئے تو اپنی حرکت پر شرمندہ ہوئے، لیکن یہ شرمندگی کس کام آسکتی تھی۔ موافق وعدہ صالح علیہ السلام کے عذاب نے آ پکڑا اور ہلاک ہو کر رہے۔ جبریل علیہ السلام کے ایک چیخ مارنے سے سب ہلاک ہوئے، اور اپنے کیے کے نتیجہ کو پہنچے۔ بیشک اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے تاکہ معلوم کرلو کہ بعد معجزہ دکھلا دینے کے پھر کفر کرنا موجب سخت عذاب کا ہو جاتا ہے۔ کفار مکہ کے لئے ہم نے یہ قصہ سنایا ہے تاکہ نصیحت پکڑ جائیں۔ جب معجزہ آنکھوں کے سامنے رسول نے دکھا دیا تو اب کفر کرنے کا کیا موقع باقی رہا۔ اور ان آیات کے دیکھنے کے بعد بھی کفار کفر کریں اور ایمان نہ لائیں، تو ہمارا کیا نقصان ہے۔ جیسے ان امتوں کو ہم نے ان کے کیے کو پہنچا دیا، ہم ان کو بھی وہی کر دکھائیں گے۔ بیشک تمہارا پروردگار البتہ وہی غالب ہے وہ اپنا انتقام لینے سے عاجز نہیں ہے، اور رحیم بھی ہے کہ عذاب کو فوراً نازل نہیں کرتا بلکہ تاخیر کرتا ہے تاکہ توبہ کرلیں۔

وَّ زُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَ تَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ وَ لَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَ لَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۴﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵۶﴾ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۵۹﴾

کھیتوں اور ایسی کھجوروں میں کہ جن کے خوشے لطیف اور نازک ہوتے ہیں ﴿۱۴۸﴾ اور تم پہاڑوں میں کاریگری سے گھر تراشتے ہو ﴿۱۴۹﴾ پس اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو ﴿۱۵۰﴾ اور حد سے بڑھنے والوں کے کہنے پر نہ چلو ﴿۱۵۱﴾ وہ جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے ﴿۱۵۲﴾ ان لوگوں نے کہا کہ تم پر کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے ﴿۱۵۳﴾ تم تو ہماری طرح کے ایک آدمی ہو، پس کوئی نشانی لاؤ اگر تم سچے ہو ﴿۱۵۴﴾ صالح نے کہا: ''یہ اونٹنی ہے پانی پینے کے لئے ایک دن اس کی باری ہے اور ایک معین دن تمہارے پینے کی باری ہے ﴿۱۵۵﴾ اور اس کو برائی (اور تکلیف دہی) کے ساتھ ہاتھ مت لگانا، ورنہ تمہیں بڑے دن کا عذاب آ پکڑے گا'' ﴿۱۵۶﴾ پس انہوں نے اس کی کوچیں کاٹ دیں، پھر پشیمان ہوئے ﴿۱۵۷﴾ پس ان کو عذاب نے آ پکڑا، بیشک اس قصہ میں (عبرت والوں کے لئے) ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہیں ہیں ﴿۱۵۸﴾ اور بیشک تمہارا پروردگار ہی غالب، مہربان ہے ﴿۱۵۹﴾

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٦٠﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٦١﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٤﴾ أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٥﴾ وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ ۚ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَا لُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ ﴿١٦٧﴾

لوط[۱] کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا ﴿۱۶۰﴾ جبکہ ان سے ان کے ہم قوم لوط نے فرمایا: "کیا تم (اللہ کے عذاب سے) نہیں ڈرتے ﴿۱۶۱﴾ بیشک میں تمہارے لئے امانت دار پیغمبر ہوں ﴿۱۶۲﴾ پس اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو ﴿۱۶۳﴾ اور میں تم سے تبلیغ رسالت پر (دنیوی) کچھ صلہ نہیں مانگتا میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے ﴿۱۶۴﴾ کیا تم مخلوق میں مردوں سے بدفعلی کرتے ہو ﴿۱۶۵﴾ اور چھوڑتے ہو وہ جو تمہارے لئے تمہارے پروردگار نے جوروئیں (تمہاری بیویاں) بنائیں، بلکہ (اصل بات یہ ہے) تم حد سے گزر جانیوالے لوگ ہو ﴿۱۶۶﴾ وہ لوگ کہنے لگے کہ اے لوط! اگر تم باز نہ آئے تو ضرور نکال دیئے جاؤ گے ﴿۱۶۷﴾

حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر

[۱] اب حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اور ان کی نافرمانی، اور اس نافرمانی کے سبب سے ان پر عذاب نازل ہونے کا بیان کیا جاتا ہے۔ لوط علیہ السلام کی قوم نے ہمارے سچے رسولوں کو جھوٹا بتایا۔ اس لئے کہ ایک کی تکذیب سب کی تکذیب ہے، جیسا کہ پہلی آیتوں میں گذر چکا ہے۔ جب ان سے لوط علیہ السلام نے کہا: "کیا تم اپنے زبردست خدا سے نہیں ڈرتے، میں تمہارے لئے خدا کے پاس سے امانت دار رسول بھیجا ہوا آیا ہوں"۔ غرض یہ کہ حضرت لوط علیہ السلام نے بھی اپنی اُمت کو وہی نصیحت کی ہے جو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی اُمت کو کی تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی اُمت نے نیا گناہ ایجاد کیا تھا کہ عورتوں کو چھوڑ کر لڑکوں سے بدفعلی کیا کرتے تھے۔ مدت تک حضرت لوط علیہ السلام نے ان لوگوں کو نصیحت کی مگر کچھ اثر نہ ہوا، اور ایک شخص بھی ان میں سے راہ راست پر نہ آیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کو انسان کی صورت میں ان کے عذاب کے لئے بھیجا۔ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں مہمان بن کر اُترے۔ حضرت لوط علیہ

قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِکُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ نَجِّنِیْ وَ اَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۷۵﴾ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَیْكَةِ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۷۶﴾

لوط نے فرمایا: ''میں تمہارے اس کام سے بیزار ہوں'' ﴿۱۶۸﴾ (لوط نے دعا کی): ''اے میرے پروردگار! مجھ کو اور میرے گھر والوں کو ان کے کام سے بچا'' ﴿۱۶۹﴾ پس ہم نے اس کو اور اس کے سب گھر والوں کو نجات دی ﴿۱۷۰﴾ بجز ایک بڑھیا کے کہ وہ (عذاب کے اندر) رہ جانے والوں میں سے تھی ﴿۱۷۱﴾ پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا ﴿۱۷۲﴾ اور ہم نے ان پر ایک خاص قسم (یعنی پتھروں) کا مینہ برسایا پس کیا برا برساؤ تھا جو ان لوگوں پر برسا جن کو ڈرایا گیا تھا ﴿۱۷۳﴾ بیشک اس قصہ میں ضرور نشانی ہے، اور ان میں اکثر مسلمان نہیں ہیں ﴿۱۷۴﴾ اور بیشک تمہارا پروردگار ہی غالب مہربان ہے۔[1] ﴿۱۷۵﴾ (اسی طرح) بن والوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا ﴿۱۷۶﴾

السلام کو جتلایا کہ ہم خوبصورت لڑکوں کی صورت میں اللہ کے فرشتے ہیں، تمہاری اُمت پر اللہ کا عذاب لے کر آئے ہیں۔ تھوڑی رات رہے تم اس بستی سے نکل کر چلے جانا، پیچھے پھر کر ہرگز نہ دیکھنا۔ صبح کو ان لوگوں پر عذاب آئے گا، صبح کو اللہ کے حکم سے اس بستی پر پتھروں کا مینہ برسا، اور جبرئیل علیہ السلام نے اس بستی کو اٹھا کر اُلٹ دیا، اور لوط علیہ السلام کی بیوی بھی ان کے ساتھ ہوئیں کیونکہ ان کی بی بی انہیں لوگوں میں سے تھیں۔ ان کو اہل وطن سے تعلق تھا۔ پس کیا بُرا مینہ تھا جو ان لوگوں پر برسا۔ جن کو عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا تھا، بے شک اس واقعہ میں بھی عبرت ہے، اور باوجود اس کے ان کفار میں اکثر لوگ ایمان نہیں لائے، اور بے شک تمہارا پروردگار زبردست اور مہربان ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر

[1] یہ حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی اُمت کا قصہ ہے۔ شروع میں شعیب علیہ السلام نے بھی اپنی امت کو جو نصیحت کی، وہ نوح علیہ السلام اور انبیاء کے موافق تھی، اسی طرح بَن والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا، یا مدین کے قریب کچھ کنوئیں آبپاشی کیلئے تھے، وہاں درخت تھے، وہاں کے لوگوں کو ''اصحاب الایکہ'' یعنی ''بن والے کہتے ہیں''۔ یہ لوگ بت پرست تھے۔

إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱۷۷﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۱۷۹﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۸۰﴾

جب کہ ان سے شعیب (علیہ السلام) نے فرمایا: ''کیا تم (اللہ کے عذاب سے) ڈرتے نہیں ﴿۱۷۷﴾ بیشک میں تمہارے لئے امانت دار پیغمبر ہوں ﴿۱۷۸﴾ پس تم اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو ﴿۱۷۹﴾ اور میں تم سے تبلیغ رسالت پر (دنیوی) کچھ صلہ [۱] نہیں مانگتا میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے ﴿۱۸۰﴾

حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنی اُمت کو نصیحت کرنا

[۱] حضرت شعیب علیہ السلام کی امت کے لوگ درختوں کو پوجتے تھے، کم تولتے تھے، راستہ لوٹتے تھے۔ اس لئے فرمایا کہ تم لوگ ٹھیک ٹھیک ناپا کرو، اور لوگوں کو نقصان مت دیا کرو، اور اسی طرح تولنے کی چیزوں میں سیدھی ترازو سے تولا کرو، اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو، اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔ اور خدا سے کہ جس نے تم کو پیدا کیا اور تمام اگلی مخلوق کو پیدا کیا، اس سے ڈرو۔ اور اس کی رضامندی حاصل کرنے میں دوسرے کی پرواہ نہ کرنی چاہئے۔ سب انبیاء اس ہی امر کی تاکید کرتے چلے آئے، اور اسی کے نہ ماننے سے مخلوق پر عذاب الٰہی نازل ہوتے رہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو تنبیہ اور تاکید کی، اور ان کے کاموں کو برا بتایا، اور خدا سے ڈرنے کا حکم دیا تو اس کے جواب میں کیا کہتے ہیں کہ: ''اے حضرت شعیب علیہ السلام! پس تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے، جو ایسی نئی نئی باتیں کرتے ہو۔ ہم نے کسی سے نہیں سنیں، یہ تم پر جادو کا اثر ہے۔ اور تم تو محض ہماری طرح کے معمولی آدمی ہو۔ جیسی ہماری صورت ہے، اس قسم کی تمہاری صورت ہے۔ ہم جیسے کھاتے پیتے ہیں، اسی طرح تم بھی کھاتے پیتے ہو۔ تم کوئی فرشتہ تو ہو نہیں، پھر باوجود مانند ہمارے ہونے کے جو تم سب کے برخلاف باتیں کرتے ہو، سوا جادو کے اثر کے اور کیا ہے۔ ہم تو تم کو جھوٹے لوگوں میں سے خیال کرتے ہیں۔ تمہارا نبوت کا دعویٰ بالکل غلط ہے۔ تم جو ہم کو عذاب الٰہی سے ڈراتے ہو، اگر تم سچے ہو تو اوپر آسمان سے ایک ٹکڑا گرا دو جب ہم یقین کر لیں''۔ شعیب علیہ السلام نے فرمایا: ''میرا رب خوب جانتا ہے، وہ تمہاری ان باتوں سے غافل نہیں ہے۔ جو اس نے تمہارے عذاب کا وقت مقرر کر لیا ہے، اس وقت پر عذاب خود آ جائے گا، جلدی کیوں کرتے ہو''۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک پہاڑ کو جڑ سے اکھاڑ کر ہوا میں کھڑا کر دیا اور جب اس کے سایہ میں بسبب شدت گرمی کے آ موجود ہوئے، وہ پہاڑ ان پر ڈال دیا گیا۔ فرمایا کہ ہمارے رسول کو جھوٹا بتایا تو ان کو سائبان والے دن یعنی سایہ کے دن کے عذاب نے پکڑا۔ بیشک وہ بڑے سخت دن کا عذاب تھا۔ اس واقعہ میں بھی بڑی عبرت ہے، اور باوجود اس کے ان کفار میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے، اور تمہارا رب بڑی قوت والا اور بڑی رحمت والا ہے۔

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۹۱﴾

تم لوگ پورا ناپا کرو اور (صاحب حق کو) نقصان دینے والوں میں نہ ہو ﴿۱۸۱﴾ اور (اسی طرح تولنے کی چیزوں میں) سیدھی ترازو سے تولا کرو ﴿۱۸۲﴾ اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو ﴿۱۸۳﴾ اور ڈرو اس خدا سے کہ جس نے تم کو اور اگلی مخلوق کو پیدا کیا ہے" ﴿۱۸۴﴾ وہ لوگ کہنے لگے: "تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے" ﴿۱۸۵﴾ اور تم محض ہماری طرح (کے) ایک آدمی ہو اور بیشک ہم تم کو چھوٹے لوگوں میں سے گمان کرتے ہیں ﴿۱۸۶﴾ پس ہم پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا دو اگر تم سچے ہو ﴿۱۸۷﴾ شعیب نے فرمایا: "میرا پروردگار خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو" ﴿۱۸۸﴾ پس ان لوگوں نے اسے جھٹلایا پھر ان کو سائبان والے دن (یعنی سایہ کے دن) کے عذاب نے آ پکڑا، بیشک وہ بڑے دن کا عذاب تھا ﴿۱۸۹﴾ بیشک اس قصہ میں (عبرت والوں کے لئے) ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہیں ہیں ﴿۱۹۰﴾ اور بیشک تمہارا پروردگار ہی غالب مہربان ہے ﴿۱۹۱﴾

وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾ وَ اِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۹۷﴾ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۹﴾

اور [۱] بیشک یہ قرآن رب العالمین کا اتارا ہوا ہے ﴿۱۹۲﴾ اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا (یعنی جبرائیل) ﴿۱۹۳﴾ تمہارے دل پر تاکہ تم صاف عربی زبان میں (لوگوں کو) ڈر سناؤ ﴿۱۹۴، ۱۹۵﴾ اور بیشک اس کا ذکر پہلی امتوں کی (آسمانی) کتابوں میں ہے ﴿۱۹۶﴾ کیا یہ ان کے لئے نشانی (کافی) نہیں ہے کہ نبی کو علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں ﴿۱۹۷﴾ اور اگر ہم اس قرآن کو کسی عجمیوں (یعنی غیر عربی زبان) شخص پر اتارتے ﴿۱۹۸﴾ پھر وہ اس کو ان کے سامنے پڑھتا تو جب بھی یہ اس پر ایمان نہ لاتے ﴿۱۹۹﴾

کفار مکہ کو قرآن کی مخالفت سے ڈرانا

[۱] حکم الٰہی کی مخالفت کے سبب سے پچھلی چند قومیں جو ہلاک ہوئیں، ان کے ذکر کے بعد کفار مکہ کو قرآن کی مخالفت سے ڈرانے کے لئے ان آیتوں میں فرمایا: "یہ قرآن ربّ العالمین کی طرف سے اُتارا ہوا ہے، جو غیب کی باتیں ظاہر کرتا ہے، اور پہلے لوگوں کے سچے حال بیان کرتا ہے۔ جس کو اے محبوب ﷺ! جبرئیل علیہ السلام تمہارے قلب پر لے کر آئے ہیں، اور تم نے اپنے قلب میں اس کو محفوظ کرلیا ہے۔ اے محبوب ﷺ! تمہارے اوپر ہم نے قرآن کو اس لئے اتارا ہے تاکہ تم لوگوں کو ڈر سناؤ صاف صاف عربی زبان میں، اور اس قرآن کا ذکر اور تمہاری نبوت اور رسالت کا ذکر پہلی اُمتوں کی آسمانی کتابوں میں موجود ہے"۔ پھر فرمایا: "مکہ کے کفار کو کیا یہ گواہی کافی نہیں کہ بنی اسرائیل کے عالم اس قرآن کو اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جن کو رات دن پڑھا کرتے ہیں"۔ پھر قریش کے سخت نافرمان ہونے کا ذکر فرمایا کہ مشرکین مکہ جو کہتے ہیں کہ یہ حضرت محمد ﷺ ہماری زبان کے آدمی ہیں، انہوں نے ہماری زبان کی ایک کتاب اگر پڑھ کر سنا دی تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ اگر کسی اور زبان کا آدمی کتاب لے آوے تو البتہ تعجب کی بات ہو سکتی ہے۔ اسکے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر جس کی زبان عربی نہ ہوتی، اور وہ ان کے سامنے قرآن پڑھتا، تو بھی یہ کافر اس پر ایمان نہ لاتے۔

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۰۰﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۲۰۱﴾ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾

ہم نے یہ انکار[1] اسی طرح سے مجرموں کے دلوں میں بٹھا دیا ہے ﴿۲۰۰﴾ یہ لوگ اس پر ایمان نہ لاویں گے جب تک کہ دردناک عذاب کو نہ دیکھیں ﴿۲۰۱﴾ پس وہ اچانک ان پر آجائے گا اور ان کو خبر بھی نہ ہوگی ﴿۲۰۲﴾ پس کہیں گے: ''کیا ہم کو (کچھ) مہلت ملے گی (جو ایمان لاویں)'' ﴿۲۰۳﴾ تو کیا[2] وہ ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں ﴿۲۰۴﴾ (اے مخاطب!) بھلا دیکھو تو اگر ہم ان کو چند سال تک عیش میں رہنے دیں ﴿۲۰۵﴾ تو پھر جس (عذاب) کا ان کو وعدہ دیا جاتا ہے ﴿۲۰۶﴾ پھر وہ ان پر آجائے تو کیا کام آئے گا ان کے وہ جو برتتے تھے ﴿۲۰۷﴾

مشرکین کا ذکر

[1] ان آیتوں میں فرمایا کہ اسی طرح کے جھٹلانے پر مجرموں کے دل سخت ہو گئے ہیں، اس لئے یہ لوگ حق بات کو اس وقت تک نہیں مانتے جب تک کہ سخت عذاب کو نہ دیکھ لیں۔ اور جب دیکھیں گے عذاب ان پر اچانک آجائے گا کہ ان کو خبر نہ ہوگی۔ پھر اس وقت کہیں گے کہ: ''اگر تھوڑی سی بھی مہلت دی جاوے تو ہم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور بندگی کر لیں''۔ لیکن ان کا بے وقت پچھتانا ان کے کچھ کام نہ آئے گا، کیونکہ انتظام الٰہی کے موافق دنیا نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ ایسے بے بسی کے وقت وہ امتحان کا موقع باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ سورۃ یونس میں گزر چکا ہے کہ ڈوبنے کے وقت فرعون نے راہ راست پر آنے کا اقرار کیا، اور اس کا وہ اقرار بے محل قرار پایا۔

[2] آگے فرمایا: ''کیا ہمارے عذاب کے نازل ہونے کی جلدی کرتے ہیں''۔ کبھی کہتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو جس عذاب سے ہم کو ڈراتے ہو، اس عذاب کو ہم پر نازل کرا دو۔ کبھی کہتے تھے: ''ہم پر پتھر برسا دے''۔ اے مخاطب! بھلا دیکھو تو سہی اگر ہم ان کو چند سال تک عیش میں رہنے دیں، پھر جس عذاب کا ان کو خوف دلایا جاتا ہے وہ ان کے سر پر آجائے تو ان کا وہ عیش ان کے کچھ کام نہ آئے گا۔

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۰۹﴾ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾

اور ۱؎ ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی مگر اس کے لئے ڈرانے والے (پیغمبر پہلے بھیج دیئے) تھے نصیحت کے لئے ﴿۲۰۸﴾ (جب نہ مانا تو عذاب نازل ہوا) اور ہم ظلم کرنے والے نہیں تھے ﴿۲۰۹﴾ اور اس (قرآن) کو شیاطین لے کر نہیں اترے ﴿۲۱۰﴾ اور وہ اس لائق نہیں اور نہ وہ ایسا کر سکتے ہیں ﴿۲۱۱﴾ بیشک وہ شیاطین سننے کی جگہ سے دور کر دیئے گئے ہیں ﴿۲۱۲﴾ پس تو اللہ کے سوا دوسرے معبود کی عبادت نہ کر، ورنہ تجھ پر عذاب ہوگا ﴿۲۱۳﴾ اور ۲؎ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈراؤ ﴿۲۱۴﴾

۱؎ آگے فرمایا کہ جتنی بستیاں منکرین کی ہم نے غارت کی ہیں سب میں نصیحت کے واسطے ڈرانے والے پیغمبر بھیجے۔ اور جب نبی کا کہنا نہ مانا تو عذاب نازل کر دیا، اور ہم ظالم نہیں ہیں، جو کسی کو بدوں ڈرانے اور بدوں کسی نافرمانی کئے ہوئے پر عذاب بھیج دیں۔ مشرک کہتے تھے کہ یہ شخص کاہن ہے، اور کوئی جن اس کے اوپر قرآن لاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن کو دیو اور شیاطین لے کر نہیں آتے جیسا کہ تم گمان کرتے ہو۔ شیاطین میں قرآن کے لانے کی کب قابلیت ہے، اور ان کو کیا قدرت ہے کہ آسمان سے قرآن کو سن کر رسول کو پہنچا دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے کے بعد شیاطین آسمان کی بات سننے سے موقوف کر دیئے گئے، اب وہاں سے سن کر رسول کو یا کسی اور کو غیب کی بات کیسے بتا سکتے ہیں۔ جاہلیت کے زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہر کاہن کا جن تابع تھا، اور وہ جنات آسمان کے قریب پہنچ کر وہاں کی بات سن آتے تھے، اور دو چار باتیں اپنی طرف سے ملا کر کاہنوں سے کہہ دیتے تھے۔ اور وہ کاہن لوگوں کو خبریں دیا کرتے تھے، کوئی نہ کوئی بات سچی ہو جاتی تھی، وہ لوگ مانتے تھے۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوئے، اس وقت سے ان کا آسمان پر جانا موقوف کر دیا گیا۔ اور جب وہ جانے کا ارادہ کرتے ہیں تو آگ کے انگارے ان کی طرف پھینکے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن کا آسمان سے لا کر نبی تک پہنچانا تو کیا معنی، وہ تو اب آسمانی بات کو بھی نہیں سن سکتے۔ رسول کی معرفت اُمت کے لوگوں کو شرک کی برائی جتلائی گئی ہے کہ وہ اکیلا ہے، وحدہ لاشریک ہے، کوئی اس کا ساجھی نہیں، اگر کوئی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کو عذاب کرے گا۔

۲؎ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! اپنے نزدیکی قرابت داروں کو بھی ڈراؤ۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢١٥﴾ فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢١٦﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿٢١٧﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٢١٨﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿٢١٩﴾ إِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٢٢٠﴾ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيْمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿٢٢٣﴾

اور جو مسلمان تمہارے تابع ہیں ان کے لئے اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ ﴿۲۱۵﴾ پھر اگر تمہارا حکم نہ مانیں تو فرمادو: "میں تمہارے افعال سے بری الذمہ ہوں" ﴿۲۱۶﴾ اور خدائے زبردست مہربان پر بھروسہ رکھو ﴿۲۱۷﴾ جو تم کو دیکھتا ہے نماز تہجد میں جس وقت تم اٹھتے ہو ﴿۲۱۸﴾ اور دیکھتا ہے تمہارا پھرنا سجدہ کرنے والوں میں ﴿۲۱۹﴾ بیشک وہ ہی سنتا جانتا ہے ﴿۲۲۰﴾ کیا میں تم کو بتاؤں کہ شیطان کن لوگوں پر اترتے ہیں ﴿۲۲۱﴾ ہر بڑے بہتان والے گنہگار پر (اترتے ہیں) ﴿۲۲۲﴾ شیطان اپنی سنی ہوئی ان پر لا ڈالتے ہیں اور ان میں کثرت سے جھوٹ بولنے والے ہیں ﴿۲۲۳﴾

نے قریب کے رشتہ دار بنی ہاشم اور بنی مطلب کو علی الاعلان ڈرایا جیسا کہ بخاری و مسلم میں وارد ہے۔ آگے فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! جو ایمان والے تمہارے تابع ہیں، ان کے لئے اپنی رحمت کا بازو بچھائے رکھو، یعنی شفقت سے پیش آیا کرو، اور جو تمہاری نافرمانی کریں تو فرمادو کہ میں تمہارے افعال سے بری الذمہ ہوں، اور خدائے زبردست مہرباں پر بھروسہ رکھو جو تم کو دیکھتا ہے۔ نماز تہجد میں تم جس وقت اٹھتے ہو، اور جب تم صحابہ کے ساتھ فرض نماز پڑھتے ہو تو اس نماز کا رکوع و سجود دیکھتا ہے۔ بیشک آپ کا رب خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اے محبوب ﷺ! فرمادو کیا میں تم کو بتادوں کہ کن لوگوں پر شیطان اترتے ہیں، جیسے مسیلمہ وغیرہ۔ اور جو کاہن کہلاتے ہیں وہ لوگ کسی شیطان کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ اس لئے وہ شیطان ان کی خاطر ملائکہ کی گفتگو سننے کو آسمان پر جاتا ہے، تو وہ فرشتے اس کو انگارے مارتے ہیں۔ اس پر بھی ایک اور بات اس کے کان میں پڑ گئی تو اپنی طرف سے بہت جھوٹ ملا کر اس کو کاہنوں کو پہنچاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک بات سنتے ہیں تو سو جھوٹ اس کے ساتھ ملاتے ہیں۔ اور یہ بھی اس وقت تک تھا جب تک کہ وہ آسمان پر پہنچنے سے روکے نہ گئے تھے۔

وَ الشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾

اور[۱] شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں ﴿۲۲۴﴾ کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ (شاعر) لوگ (خیالی مضامین کے) ہر میدان میں سرگرداں پھرتے ہیں ﴿۲۲۵﴾ اور وہ ایسی باتیں کہا کرتے ہیں جو کرتے نہیں ﴿۲۲۶﴾ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور کثرت سے اللہ کو یاد کیا (اپنے اشعار میں) اور بدلہ لیا (کفار سے ان کی ہجو کا) بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا اور بہت جلد ظالم لوگ جان لیں گے کہ (موت کے بعد) ان کو کس جگہ لوٹ کر چلنا ہے ﴿۲۲۷﴾

شاعروں کا ذکر

[۱] **شانِ نزول:** یہ آیت شعراء کفار کے حق میں نازل ہوئی جو آنحضرت ﷺ کی ہجو میں شعر کہتے تھے کہ جیسا محمد ﷺ کہتے ہیں ایسا ہم بھی کہہ لیتے ہیں، اور ان کی قوم کے گمراہ لوگ ان سے ان اشعار کو نقل کرتے تھے۔ ان لوگوں کی مذمت میں یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا: ''کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ لوگ فنونِ شعر سے ہر فن میں بھٹکتے پھرا کرتے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں شعر کہتے ہیں۔ ایسے شاعروں کا کچھ اعتبار نہیں، جھوٹے اور مبالغہ آمیز بندشیں باندھتے ہیں۔ اور ان میں سے جو ایماندار دیندار لوگ ہیں اور نیک کام کرتے ہیں، اور جو رسول اللہ ﷺ کی نعت میں تعریف کرتے ہیں، اور اپنے اشعار میں خدا اور رسول کو محبت سے یاد کرتے ہیں۔ یعنی مسلمان شاعروں کے اکثر مضامین خدا اور رسول ﷺ کی حمد و ثنا میں ہوتے ہیں۔ جن کے پڑھنے یا سننے سے خدا یا رسول کی محبت اور عبادت الٰہی کی طرف رغبت ہوتی ہے، اور غفلت سے تنبیہ ہوتی ہے۔ بخاری میں ہے کہ مسجد نبوی میں حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے منبر بچھایا جاتا تھا، وہ کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کے مفاخر پڑھتے تھے اور کفار کی بدگوئیوں کا جواب دیتے تھے، رسول اللہ ﷺ ان کے لئے دعا فرماتے جاتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ خدا و رسول ﷺ کی مدح میں قوم و ملک کی اِصلاح و اِتفاق میں پڑھے تو اچھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نعت و شاعری مطلقاً منع نہیں ہے، بلکہ جس میں مدح وغیرہ کا ذکر ہو وہ عمدہ ہے۔ اور قریب جان لیں گے وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا ہے یعنی مشرکین، جنھوں نے جناب رسالت مآب ﷺ کی ہجو کی، اور ایسے لوگ دنیا میں اگر اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو قیامت کے دن ان کو معلوم ہو جائے گا کہ دوزخ کی سیاہ آگ کے اوپر تلے کے سات اندھیرے درجوں میں سے کون سی اندھیری کوٹھڑی، اور کیا کیا عذاب ان کے نصیب میں ہے۔ ان کی موت کا انتظار ہے مرتے ہی وہاں پہنچیں گے۔ (تفسیر حقانی)

اٰیاتھا ۹۳ ۲۷ سُوْرَۃُ النَّمْلِ مَکِّیَّۃٌ ۴۸ رکوعاتھا ۷

سورۂ نمل مکہ میں نازل ہوئی۔اس میں ترانوے آیتیں اور سات رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

طٰسٓ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۳﴾

یہ [۱] آیتیں ہیں قرآن اور روشن کتاب کی ﴿۱﴾ مسلمانوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ﴿۲﴾ وہ لوگ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں (تو یہ جنت والوں کی صفت ہے اور) ﴿۳﴾

خواص سورہ نمل: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہر روز سورۂ نمل پڑھے گا وہ حشر کے دن قبر سے کلمہ توحید پڑھتا ہوا اٹھے گا۔اور اس سورت کو سات مرتبہ ہر روز پڑھنے سے ایک مراد انشاء اللہ تعالیٰ آسانی سے فتح ہوگی،اور اس سورت کو ہرن کی جھلی پر لکھ کر اپنے پاس رکھے تو موذی جانوروں سے بچا رہے گا۔

[۱] فرمایا کہ یہ آیتیں جو اس سورۃ میں ہیں قرآن اور کتاب روشن کی آیات ہیں،کسی شاعر کا کلام نہیں۔کتاب مبین سے مُراد یہی قرآن ہے،مگر کتاب مبین کہنے سے یہ بات بتلانی مقصود تھی کہ قرآن مجید میں کوئی بات بعید از عقل نہیں۔سب باتیں اسکی صاف اور ظاہر ہیں،جن کو ہر ایک صاحب عقل سلیم تسلیم کرنے میں ذرا بھی تردّد نہیں کرسکتا،مگر وہی کہ جس کے دل کی آنکھیں روشن نہیں اور جو کور باطن ہیں۔یہ کتاب ہدایت اور بشارت ہے ان لوگوں کو جو اس پر ایمان لا کر اس پر عمل کرتے ہیں،اس سے نفع یاب وہی ہوتے ہیں۔جن میں ہدایت کا مادہ ہے۔پھر آگے یہ بھی کھول دیا کہ زبان سے مومن کہنا کافی نہیں،جب تک کہ اس میں یہ اوصاف نہ پائے جائیں۔جو مسلمان نماز قائم رکھتے ہیں،اس طرح سے کہ اس کی ساری شرطوں اور قاعدوں سے نماز کو ادا کرتے ہیں۔اور زکوٰۃ دیا کرتے ہیں۔زکوٰۃ شرع میں مال میں سے چالیسواں حصہ خدا کے نام پر دیا جاتا ہے۔اور آخرت پر یقین بھی رکھتے ہوں تو یہ جنت والوں کی صفت ہے۔پھر فرمایا کہ وہ لوگ جو آخرت کو نہیں مانتے،ہم نے ان کے اعمال بد ان کی نظر میں بھلے کر دکھائے۔پس وہ بھٹکتے رہتے ہیں،آخرت اور مرنے کا تصور بھی برا جانتے ہیں۔اور یہ وہ لوگ

اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ زَیَّنَّا لَهُمۡ اَعۡمَالَهُمۡ فَهُمۡ یَعۡمَهُوۡنَ ؕ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ لَهُمۡ سُوۡٓءُ الۡعَذَابِ وَهُمۡ فِی الۡاٰخِرَةِ هُمُ الۡاَخۡسَرُوۡنَ ﴿۵﴾ وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّی الۡقُرۡاٰنَ مِنۡ لَّدُنۡ حَكِیۡمٍ عَلِیۡمٍ ﴿۶﴾ اِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِاَهۡلِهٖۤ اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا ؕ سَاٰتِیۡكُمۡ مِّنۡهَا بِخَبَرٍ اَوۡ اٰتِیۡكُمۡ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمۡ تَصۡطَلُوۡنَ ﴿۷﴾

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ ہم نے ان کے اعمال (بد) ان کی نظر میں بھلے کر دکھائے ہیں پس وہ بھٹک رہے ہیں ۞ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو بڑا عذاب ہے اور یہی وہ لوگ ہیں کہ آخرت میں سخت نقصان اٹھانے والے ہیں ۞ اور [۱] بیشک تم کو ایک بڑے حکمت والے علم والے کی طرف سے قرآن دیا جا رہا ہے ۞ (یاد کرو) جبکہ موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی بی بی سے کہا کہ میں نے ایک آگ دیکھی ہے میں ابھی (جا کر) وہاں سے (یا تو رستہ کی) کوئی خبر لاتا ہوں یا تمہارے پاس (وہاں سے) آگ کی چنگاری لاؤں گا تا کہ تم تاپو ۞

ہیں کہ جن کیلئے دنیا میں برا عذاب ہے، اور وہ لوگ آخرت میں بھی بڑے ہی خسارے میں ہوں گے۔ کیونکہ جب یہ اس کے منکر ہیں تو اس دن کے لئے کوئی توشہ کیوں جمع کرنے لگے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

[۱] مشرکین مکہ قرآن کو انسان کا کلام کہتے تھے۔ اس لئے فرمایا: ''اے محبوب ﷺ! تم نے تو قرآن ایسے صاحب حکمت سے پایا جو حکمت والا ہے اپنے حکموں میں، اور علم والا ہے تمام امور میں۔ اب آگے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا، جب موسیٰ علیہ السلام اپنی بی بی کو ساتھ لے کر مدین سے مصر کو آ رہے تھے تو اندھیری رات میں راستہ بھول گئے تھے، اور جاڑے کے موسم کے سبب ان کو اور ان کی بی بی کو سردی بھی بہت لگ رہی تھی۔ اسی حالت میں طور پہاڑ کے پاس ان کو آگ کی سی روشنی نظر آئی۔ اس روشنی کو دیکھ کر انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو، میں آگ کی روشنی کی طرف جاتا ہوں۔ آگ کے پاس کوئی شخص ملا تو اس سے راستہ کی خبر بھی مل جائے گی، اور سردی میں تاپنے کے لئے تھوڑی سی آگ بھی لیتا آؤں گا۔ جب موسیٰ علیہ السلام وہاں گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سبز درخت آگ کا روشن ہو رہا ہے۔ وہ تجلی حق کی روشنی تھی، موسیٰ علیہ السلام اس کو دیکھ کر حیرت میں رہ گئے، تب وہاں سے آواز آئی کہ حیرت نہ کرو۔

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۸ يٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۹ وَاَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۫ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝۱۰ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۱

پھر جب موسیٰ اس (آگ) کے پاس پہنچے تو ان کو (منجانب اللہ) آواز آئی کہ جو آگ کی جلوہ گاہ میں ہے وہ برکت دیا گیا (یعنی موسیٰ) اور جو اس کے آس پاس ہیں، (یعنی فرشتے) ؁ اور پاکی خدا کیلئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے ۝۸ اے موسیٰ! بات یہ ہے کہ میں ہی ہوں اللہ غالب حکمت والا ۝۹ اور اپنا عصا ڈال دے، پھر موسیٰ نے اسے دیکھا لہراتا ہوا گویا کہ وہ سانپ ہے، تو پیٹھ پھیر کر چلے، اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا، (ہم نے کہا): ''اے موسیٰ! ڈرو مت بیشک میرے حضور پیغمبر ڈرا نہیں کرتے ۝۱۰ لیکن وہ شخص کہ جس نے ظلم کیا، پھر برائی کے بعد اس کو نیکی سے بدلے تو بیشک میں بخشنے والا مہربان ہوں ۝۱۱

؁ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غیب سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! اللہ کی ذات سب عیبوں سے پاک ہے، اور میں ہی اللہ عزت والا، حکمت والا ہوں۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قدرت اور حکمت الٰہی دکھانے کے لئے یہ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ! تم اپنے ہاتھ کی لکڑی زمین پر ڈال دو۔ وہ لکڑی زمین پر ڈالتے ہی ایک سانپ بن گیا، پہلے پہل لکڑی کو سانپ بنتے دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام ڈرے، اور پیٹھ پھیر کر چلے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ فرمایا: ''اے موسیٰ! ڈرو مت اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنا رسول مقرر کیا ہے''۔ فرمایا: ''میں ایسا ہوں کہ میرے حضور میں رسول ڈرا نہیں کرتے''۔ پھر فرمایا کہ بدی کے بعد اس کے عوض میں نیکی کی، یعنی گناہ کر کے توبہ کی، تو البتہ ان کی توبہ قبول کرنے والا ہوں، اور ان کے حال پر مہربانی کرنے والا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان کے اندر ڈالو، اور پھر باہر نکالو، تو وہ بلا کسی عیب کے روشن ہو کر نکلے گا''۔ یہ دو معجزے ان نو معجزوں میں سے ہیں یعنی زبان کی لکنت پن سے اچھا ہونے کو۔ دریا میں راستہ پیدا ہونا۔ طوفان کا آنا۔ ٹڈیوں کا۔ چچڑیوں کا۔ مینڈکوں کا اور خون کا، اور ان کو ملایا جائے تو یہ نو معجزے ہوئے، جو فرعون اور اس کی قوم کے پاس بھیجے جاتے ہیں۔ اور ان کے بھیجنے کا سبب یہ ہے کہ وہ بڑی بدکار اور سرکش قوم ہے۔ پھر جب ان کے پاس ہمارے دیئے ہوئے معجزے پہنچے جو نہایت واضح تھے، کہنے لگے: ''یہ تو ایسا ظاہر جادو ہے کہ ہر ایک کہہ دے گا کہ یہ جادو ہے''۔

وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِىْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۟ فِىْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۱۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾

اور تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو وہ بلا کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا یہ دو معجزے ان نو معجزوں میں سے ہیں جس کے ساتھ تم کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا جاتا ہے بیشک وہ فاسق لوگ ہیں'' ﴿۱۲﴾ پھر جب ان کے پاس ہماری نشانیاں آنکھیں کھولتی آئیں تو بولے: ''یہ تو صریح جادو ہے'' ﴿۱۳﴾ اور ظلم اور تکبر سے ان سے ۱؎ انکار کر دیا اور ان کے دلوں نے ان پر یقین کر لیا تھا پھر دیکھو کیسا (برا) انجام ہوا ان مفسدوں کا ﴿۱۴﴾ اور بیشک ۲؎ ہم نے داؤد اور سلیمان (علیہ السلام) کو علم دیا اور ان دونوں نے (خوش ہو کر) کہا کہ سب تعریف اس اللہ ہی کو ہے کہ جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایماندار بندوں پر فضیلت عطا کی ﴿۱۵﴾

۱؎ ان لوگوں نے کھلم کھلا ان معجزوں کا انکار کیا، یہ معجزے تو اللہ تعالیٰ کے نہیں ہیں۔ حالانکہ ان کے دل مان چکے تھے کہ یہ معجزے برحق ہیں، جادو نہیں ہیں۔ ان کے انکار کی وجہ سوائے ظلم اور سرکشی کے کوئی اور نہ تھی۔ پھر فرمایا کہ ان مفسدوں کا ایسا برا انجام ہوا کہ دنیا میں ڈوبے، آخرت میں جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے۔ اس لئے قریش کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ بیان فرما کر سمجھا دیا کہ اگر یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول نہ کریں گے، تو ان کا انجام فرعون اور اس کی قوم کی طرح ہوگا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ

۲؎ ان آیتوں میں فرمایا کہ ہم نے داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کو علم دیا۔ ان کا علم و دانش مشہور اور ضرب المثل ہے، جس کے شکریہ میں وہ کہنے لگے کہ سب خوبیاں اس اللہ کو ہیں جس نے ہمیں بہت سے ایماندار بندوں پر فضیلت عطا کی۔

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾

اور داؤد کے بعد ان کے قائم مقام سلیمان ہوئے اور انہوں نے کہا: ''اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہم کو ہر قسم کی نعمتیں (دنیا و آخرت کی) عطا فرمائی گئیں، بیشک یہی (اللہ کا) ظاہر فضل ہے'' ﴿۱۶﴾ اور سلیمان کے لئے (جو) اس کے لشکر جمع کیے گئے (ان میں) جن بھی تھے اور انسان بھی اور پرندے بھی پس وہ (آگے بڑھنے سے) روکے جاتے تھے ﴿۱۷﴾ یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے ایک چیونٹی بولی: ''اے چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں چلی جاؤ ایسا نہ ہو کہ تم کو سلیمان اور اس کا لشکر بے خبری میں کچل ڈالے'' ﴿۱۸﴾

اور داؤد علیہ السلام کے وارث سلیمان علیہ السلام نے لوگوں سے اس بات کا خطاب کیا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے جن اور شیاطین اور جانوروں کی بولی سکھائی۔ یہ اس علم اور ورثہ کی تفصیل شروع ہوتی ہے کہ ہم کو جانوروں کی بولی بتائی۔ چنانچہ منقول ہے کہ مور ایک روز یہ کہہ رہا تھا کہ جو کچھ یہاں کرتا ہے اس کا بدلہ آخرت میں ملے گا۔ ایک روز ہد ہد یہ کہتا تھا کہ جو کوئی کسی پر رحم نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہ کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ سے لوگوں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ مرغ صبح کو کیا کہا کرتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ یہی کہتا ہے اے غافلو! اللہ کی یاد کرو۔ اور تیتر کی بولی یہ ہے: ''خدائے بزرگ عرش کریم پر قائم ہے''۔ اللہ اللہ کوئی جانور اپنے معبود کی یاد سے غافل نہیں، واہ رے حضرت انسان! کہ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ بھولے سے بھی اپنے خدا کو یاد نہیں کرتے۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کا معجزہ ہے جانوروں کی آواز کا پہچاننا۔ اس لئے سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہر ایک نعمت عطا فرمائی۔ جن جن نعمتوں کی ضرورت تھی سب عنایت ہوئیں۔ غرض یہ کہ ہم کو کسی چیز کی ضرورت نہ رہی۔ بیشک یہ اللہ کا ظاہر فضل ہے کسی پر پوشیدہ نہیں۔ منقول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک ایسا تخت تھا کہ کسی بادشاہ ہفت اقلیم کے پاس بھی ہرگز نہیں نکل سکتا۔ فرمایا سلیمان علیہ السلام کے لئے جو ان کا لشکر جمع کیا تھا، ان میں جن تھے اور انسان بھی، اور پرندے بھی صف بستہ باترتیب کھڑے کئے جاتے تھے۔

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾

پس ۱؎ سلیمان چیونٹی کی بات سے مسکرا کر ہنس پڑے اور عرض کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے اس بات کی توفیق عطا کر کہ میں تیرے ان احسان کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ اور یہ کہ میں وہ بھلا کام کروں جسے تو پسند کرے اور اپنی رحمت سے مجھ کو اپنے نیک بندوں میں داخل کرلے ﴿۱۹﴾

سلیمان علیہ السلام کا ذکر اور ہدہد کا خبر لانا

۱؎ فرمایا ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر ملک شام کے میدان پر سے گزرا کہ جہاں چیونٹیوں کے بل تھے، اور وہ زمین پر چل رہی تھیں۔ جو چیونٹیوں کا سردار تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر آرہا ہے تو اس نے کہا: ''اے چیونٹیو! سب اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ تاکہ تم پاؤں کی روند میں نہ آجاؤ''۔ یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام کو معلوم ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سے علوم دیئے تھے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام اس بات سے مسکرا کر ہنسنے لگے۔ ایک تو اس لئے کہ چیونٹی سلیمان علیہ السلام کو بے خبری کا الزام لگاتی ہے، اس کو یہ معلوم نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو کیا کیا علم دیئے گئے ہیں، دوم اللہ تعالیٰ کی عنایت ورحمت پر خیال کر کے کہ اس نے مجھے ایسا بلند مرتبہ کیا۔ نقل ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس چیونٹی کو بلا کر اس سے کہنے لگے کہ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ میرے لشکر سے یہ ممکن نہیں کہ کسی پر ظلم کرے''۔ اس نے کہا: ''میں خوب جانتی ہوں، لیکن اپنی قوم کی بڑی ہوں۔ اس لئے مجھ کو ان کی نصیحت سے چارہ نہیں''۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ: ''لشکر تو ہوا میں تھا، پھر تم کو کیونکر پائمال کرتا، اس نے عرض کیا کہ میری یہ مراد تھی کہ شائد تمہارے لشکر کے دبدبہ کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی یاد سے باز آئیں۔ یا یہ مراد تھی کہ تمہاری بادشاہت کی جھاڑ اور خوبی دیکھ کر کہیں ان کا دل نہ للچانے لگے، سو دنیا کی آرزو کرنے لگیں۔ چیونٹی نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو چیزیں انعام کی ہیں ان میں سے ایک کا ہی ذکر کرو۔ انہوں نے فرمایا کہ ہوا ہمارے لئے ایسی سواری مقرر کی کہ صبح وشام اس پر دو مہینے کے راستے کی سیر کر آتا ہوں۔ اس نے کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کے معنے بھی سمجھے کیا ہیں، یعنی تم کو دنیا کی بادشاہت سے جو کچھ خدا نے عطا کیا ہے، وہ مثل ہوا کے بے حقیقت اور بے اصل ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس بات کے سنتے ہی اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرنے لگے: ''اے میرے رب! مجھے اس بات کی توفیق عطا فرما کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر کیا کروں جو تو نے مجھے اور میرے ماں باپ پر انعام عطا کیا ہے، اور میں ایسے نیک کام کروں جو تجھ کو پسند آدیں، اور اپنی رحمت اور کرم سے مجھ کو اپنے

وَ تَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿۲۰﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۱﴾

اور پھر (سلیمان نے) پرندوں کا جائزہ لیا تو کہنے لگا کہ یہ کیا بات ہے کہ میں ہد ہد کو نہیں دیکھتا کیا وہ واقعی غیر حاضر ہے ﴿۲۰﴾ میں اس کو (غیر حاضری پر) سخت سزا دوں گا یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا یا وہ میرے پاس کوئی روشن دلیل پیش کرے ﴿۲۱﴾

نیک بندوں میں داخل کرلے، یعنی اس جاہ وحشم پر مغرور ومتکبر نہ ہوں بلکہ اس بلند اقبالی پر اچھے کام کیا کروں''۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صحیح قول ہے کہ ہُد ہُد کی نظر زمین کے اندر دور تک پہنچتی ہے۔ اس لئے بغیر پانی کے جنگل میں جہاں کہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر اُترتا تھا تو ہُد ہُد سے پانی کے نکلنے کا اندازہ پوچھ کر جنات سے پانی کا چشمہ کھدوایا جاتا تھا۔ ایک روز ایسے ہی جنگل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر اُترا، اور حاضری کے وقت ہد ہد غیر حاضر نکلا۔ اس واسطے ہد ہد کی غیر حاضری پر سلیمان علیہ السلام کو غصہ آیا۔ سلیمان علیہ السلام نے پرند جانوروں کی سزا یہ مقرر کی تھی کہ قصور وار جانوروں کے پر اکھیڑ کر ان جانوروں کو دھوپ میں ڈال دیا کرتے تھے۔ اسی کو عذاب شدید فرمایا، اور زیادہ غصہ کی حالت میں یہ بھی فرمایا کہ اس معمولی سزا سے بڑھ کر ہد ہد کو یہ سزا دی جائے گی کہ اس کو ذبح کر ڈالا جائے گا، تاکہ آئندہ کو کوئی ایسی حرکت نہ کرے، یا کوئی معقول عذر پیش کرے اپنی غیر حاضری کا۔ پس ہُد ہُد تھوڑی دیر میں آموجود ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے وہ چیز دیکھی ہے کہ آپ نے اس کو نہیں دیکھا ہوگا، اور شہر سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی پکی خبر لے کر حاضر ہوا ہوں، وہ یہ کہ میں نے ایک عورت دیکھی کہ وہ وہاں کی بادشاہ ہے، اور اس کے پاس ہر طرح کا ساز وسامان موجود ہے، اور اس کے پاس ایک بڑا تخت بھی ہے کہ جس پر وہ حکمرانی کرتی ہے۔ میں نے اس عورت اور اس کی قوم کو اللہ کے سوا سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ شیطان نے ان کے کاموں کو ان کے لئے دُرست وآراستہ کر دکھایا جس سے وہ سمجھ گئے کہ اس عبادت سے بہتر کوئی اور عبادت نہیں۔ پھر اس شیطان نے اس قوم کو سیدھے راستے سے روک دیا کہ جس پر چلنے سے ان کو جنت ملتی، وہ راہ حق پر نہیں چلتے کہ اللہ ہی کو کیوں نہ سجدہ کریں، کہ جو آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرتا ہے۔ آسمانوں کی چھپی ہوئی چیزیں ستارے چاند سورج چھپ جاتے ہیں، ان کو پھر اللہ تعالیٰ ظاہر کرتا ہے۔ پس یہ لوگ سورج کو کیوں سجدہ کرتے ہیں، اور وہی خدا جانتا ہے کہ جو باتیں تم اپنے دلوں میں چھپائے رکھتے ہو۔ یا اپنی زبانوں سے ان کو ظاہر کرتے ہو، وہ اللہ جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، اور وہ ہی عرش بزرگ کا رب ہے۔ وہ عرش عظیم کا مالک ہے''۔ یہاں تک ہد ہد کی گفتگو تھی جو تمام ہوئی۔

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّ لَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدْتُّهَا وَ قَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ يَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾ السجدۃ قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾

پھر تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ہدہد آموجود ہوا اور کہنے لگا کہ میں وہ بات دیکھ کر آیا ہوں جو حضور نے نہ دیکھی اور میں شہر سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لے کر حاضر ہوا ہوں ﴿۲۲﴾ میں نے ایک عورت دیکھی کہ وہ ان لوگوں پر بادشاہی کر رہی ہے اور ہر چیز اسے میسر ہے اور اس کا ایک بڑا تخت ہے ﴿۲۳﴾ میں نے اس کو اور اس کی قوم کو اللہ کے سوا سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا اور زینت دی ہے ان کے لئے شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نگاہ میں، پس ان کو راہ (حق) سے روک رکھا ہے تو وہ راہ نہیں پاتے ﴿۲۴﴾ کیوں نہیں سجدہ کرتے اللہ کو جو آسمانوں اور زمین میں کی چھپی ہوئی چیزوں کو نکالتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو ﴿۲۵﴾ اللہ ہی ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ عرش عظیم کا مالک ہے ﴿۲۶﴾ سلیمان نے کہا: [1] ''اب ہم دیکھیں گے کہ تو سچ کہتا ہے یا تو جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے ﴿۲۷﴾

حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط بلقیس کے نام اور اس کا جواب

[1] جب ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے بلقیس کی بادشاہت اور اس کے تخت کا حال آن کر کہا تو حضرت سلیمان علیہ

اِذْهَبْ بِّكِتٰبِیْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَیْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّیْۤ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِیْمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَ اْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْۤ اَمْرِیْ

میرا یہ فرمان لے جا کر اس کے پاس ڈال دے، پھر (ذرا وہاں سے) ہٹ جانا پھر دیکھنا کہ وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں" ﴿۲۸﴾ (چنانچہ ہدہد نے خط ڈال دیا) بلقیس نے (پڑھ کر) کہا: "اے دربار والو! بیشک میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا ہے ﴿۲۹﴾ بیشک یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور مضمون یہ ہے کہ شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے بخشش کرنے والا مہربان ہے ﴿۳۰﴾ (اس کے بعد) یہ کہ تم لوگ مجھ پر بلندی نہ چاہو اور میرے پاس مسلمان ہو کر آ جاؤ" ﴿۳۱﴾ بلقیس نے کہا کہ اے اہل دربار! میرے اس معاملہ میں مجھے رائے دو

السلام نے کہا: "ہم یہی دیکھتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا تو جھوٹ بولتا ہے" چونکہ ہدہد لشکر سے پیچھے جو رہ گیا تھا اس لئے اس نے یہ بات بنائی ہے، اب معلوم ہو جائے گا"۔ اور یہ بات فرما کر بلقیس کے نام خط لکھ کر ہدہد کو دیا اور فرمایا کہ اس خط کو لے جا کر اس کے پاس ڈال دے۔ پھر ذرا وہاں سے ہٹ جانا، پھر دیکھنا کہ آپس میں کیا بات چیت کرتے ہیں۔ غرض جب ہدہد نے روشن دان میں سے جا کر اس خط کو بلقیس کے سینہ پر ڈال دیا، وہ اپنے خلوت خانہ میں تکیہ لگائے بیٹھی تھی۔ بلقیس نے جلدی سے خط کو پڑھا، اور اللہ کے نبی کے خط کی ایک ہیبت اس کے دل میں بیٹھ گئی، اور تین سو آدمیوں کے قریب اس کے مصاحب تھے۔ ان سے اور اپنے وزیروں سے اس خط کے باب میں ان سے صلاح لی۔ جب وہ اس خط کے مضمون سے آگاہ ہوئے تو بڑی ہل چل پڑی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط کا مضمون یہ تھا کہ از جانب بندۂ خدا سلیمان بن داؤد علیہ السلام بسوئے بلقیس ملک شہر سبا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اس پر سلام جو ہدایت قبول کر لے، اس کے بعد مدعا یہ کہ تم مجھ پر تکبر اور بلندی نہ چاہو، اور میرے پاس مسلمان ہو کر آ جاؤ۔

لہ جس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط بلقیس نے پڑھا تو اس کو یہ تردّد ہوا کہ اب کیا کیا جائے۔ کیا اپنی حکومت کو چھوڑ کر اور اپنے دین سے ہاتھ اٹھا کر حضرت سلیمان علیہ السلام کا دین اور اطاعت قبول کی جائے، یا حضرت سلیمان علیہ السلام سے مقابلہ کیا جائے۔ صلاح مشورہ کے بعد بلقیس نے اپنی ریاست کے لوگوں سے یہ کہا کہ میں اس خط کے جواب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس کچھ بڑے بڑے بیش قیمت تحفے بھیجتی ہوں۔ تا کہ اس حال کو دیکھ کر نرم دل ہو جائے، مگر

مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ۬ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿۳۳﴾

میں کسی معاملہ میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک کہ تم میرے پاس حاضر نہ ہو (۳۲) وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم بڑے طاقتور اور سخت لڑنے والے ہیں اور (آئندہ) تم کو اختیار ہے پس تم ہی (مصلحت) دیکھ لو کہ کیا حکم کرنا چاہئے (۳۳)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا مقصود تو اس بت پرست بادشاہ زادی کو اسلام میں لانا، اور کفر کی برائی سے بچانا تھا۔ اس لئے ان تحفوں کو کچھ بھی خیال میں نہ لائے، اور فرمانے لگے کہ کیا تم لوگ مال سے میری امداد کرنا چاہتے ہو، جو ایک حقیر شے ہے۔ جس کے ہونے سے انسان کے دم میں صدہا قسم کی شہوات نفسانیہ پیدا ہوتی ہیں، اور خدا تعالیٰ کی یاد سے غافل کرتا ہے۔ پس جو کچھ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے ملک اور نبوت اور علم عطا فرمایا ہے، بہتر ہے اس سے کہ جو کچھ تم کو خدا نے دنیا کی ثروت دی ہے۔ پس تمہارے تحفہ کی ہمارے نزدیک نہ کچھ وقعت ہے، نہ حاجت ہے۔ ''تفسیر کشاف'' میں لکھا ہے کہ بلقیس نے جو تحفے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں بھیجے تھے: پانچ سو غلام اور پانچ سو لونڈیوں کو خوب آراستہ کیا، اور ہزار سونے کی اینٹیں، ایک سونے کا تاج جس میں یاقوت اور موتی بیش قیمت جڑے ہوئے تھے، اور کچھ مشک اور عنبر اور ایک ڈبہ موتیوں کا، اور کہہ دیا کہ جس وقت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں جاؤ تو لحاظ کرنا کہ اگر تم سے غصہ کی آنکھ سے ملیں تو معلوم کر لینا کہ وہ بادشاہ ہیں۔ اگر خندہ پیشانی سے ملیں تو جان لینا کہ بیشک وہ خدا کے رسول ہیں۔ پس جب وہ قاصد ان کے حضور میں پہنچا تو سلیمان علیہ السلام اس سے بہت خوشی اور خندہ پیشانی سے ملے، اور نہایت عمدہ اچھی طرح سے اس کی مزاج پرسی کی، اور تحفہ قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور اس سے فرمایا کہ جاؤ جا کر کہدو کہ حاضر ہو جاؤ، اور اگر نہ حاضر ہو گے تو بیشک ہم ان پر ایسا لشکر بھیجتے ہیں کہ جس کی قوت اور کثرت کی وجہ سے وہ طاقت مقابلے کی نہیں رکھتے، اور قطعاً ہم ان کو اس شہر سبا سے ذلیل اور خوار کر کے نکال دیں گے۔ جب قاصد تحفہ واپس لے کر گئے اور تمام واقعات سنائے، تو اس نے کہا: ''بیشک وہ نبی ہیں، اور ہمیں ان سے مقابلہ کی طاقت نہیں''۔ اور اس نے اپنا تخت اپنے سات محلوں میں سب سے پیچھے محل میں محفوظ کر کے تمام دروازے مقفل کر دیئے۔ اور ان پر پہرہ دار مقرر کر دیئے، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کا انتظام کیا تا کہ دیکھے کہ آپ اس کو کیا حکم فرماتے ہیں۔ اور وہ ایک لشکر گراں لے کر آپ کی طرف روانہ ہوئی۔ جس میں بارہ ہزار نواب، اور ہر نواب کے ساتھ ہزاروں لشکری، جب اتنی قریب پہنچ گئی کہ حضرت سے صرف ایک فرلانگ کا فاصلہ رہ گیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ: ''اے اہل دربار! تم میں کون ایسا ہے جو بلقیس کا تخت ان کے آنے سے پہلے حاضر کر دے''۔ اس سے آپ کا مدعا یہ تھا کہ اس کا تخت حاضر کر کے اس کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اپنی نبوت پر دلالت کرنے والا معجزہ دکھادیں۔

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۫ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾

بلقیس کہنے لگی: ''بیشک جب کسی بستی میں (مخالفانہ طور پر) بادشاہ داخل ہوا کرتے ہیں تو اس کو تباہ کر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت دار لوگوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں اور اسی طرح یہ لوگ بھی کریں گے ﴿۳۴﴾ اور میں ان کی طرف کچھ تحفہ بھیجتی ہوں پھر دیکھوں گی کہ ایلچی کیا جواب لے کر واپس آئے'' ﴿۳۵﴾ پھر جب وہ سلیمان کے پاس پہنچا (اور تحفہ پیش کیا تو سلیمان (علیہ السلام) نے) کہا کہ تم مجھے مال سے مدد دیتے ہو تو (سمجھ لو) اللہ نے جو کچھ مجھ کو عطا کیا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تم کو دیا ہے بلکہ تم ہی اپنے تحفہ پر خوش ہوتے ہو ﴿۳۶﴾ واپس ان کی طرف جا پس ضرور ہم ان پر ایک ایسا لشکر لائیں گے کہ جس کے مقابلہ کی ان لوگوں کو طاقت نہ ہوگی اور ضرور ان کو ہم اس بستی سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اور وہ رسوا ہوں گے ﴿۳۷﴾ سلیمان نے کہا: ''اے اہل دربار! تم میں کون ایسا ہے جو بلقیس کا تخت اس سے پہلے کہ وہ لوگ میرے پاس مسلمان ہو کر آئیں میرے سامنے حاضر کر دے'' ﴿۳۸﴾ ایک قوی جن نے عرض کیا کہ میں وہ تخت حضور میں حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخاست کریں اور بیشک میں اس کے اٹھانے کی طاقت رکھتا ہوں (اور) امانت دار ہوں ﴿۳۹﴾

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۖ۫ لِیَبْلُوَنِیْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَ مَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ﴿۴۰﴾

اس لے نے عرض کی جس کے پاس کتاب (الٰہی یعنی اسم اعظم) کا علم تھا کہ میں اس کو حضور میں آنکھ جھپکنے سے پہلے حاضر کر دوں گا۔ پھر جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا کہا کہ یہ میرے پروردگار کے فضل سے ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور (ظاہر ہے کہ) جو شخص شکر کرتا ہے تو وہ اپنے ہی نفع کے لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا پروردگار بے پرواسب خوبیوں والا ہے ﴿۴۰﴾

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر، بلقیس سورج پرست کا مسلمان ہونا اور اس کے تخت کا ذکر

لے آپ کے وزیر آصف بن برخیا تھے۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت کی بابت کہا تو انہوں کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جانتا ہوں، اس کو آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے لے آتا ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ہی لے آؤ اس کے بعد وہ سجدہ میں جا کر یہ کہنے لگا: ''یا حیّ یا قیّوم اور بعض کہتے ہیں: یا ذوالجلال والاکرام، کہا تو فوراً وہ تخت اپنی جگہ سے زمین میں غائب ہوگیا، ایک پلک کے جھپکتے ہی زمین سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کے برابر زمین سے برآمد ہوگیا۔ پھر جب اس تخت کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے پاس دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ میرے پروردگار کے فضل سے ہے تاکہ مجھے آزمائے، کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری، اور ظاہر ہے کہ جو شخص شکر کرتا ہے تو وہ اپنے ہی نفع کیلئے شکر کرتا ہے، اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار بھی بے پرواہ، عزت والا ہے۔ بلقیس کا تخت بہت بیش قیمت تھا، اور بڑے بڑے قیمتی جواہرات اور موتی اس میں جڑے ہوئے تھے۔ سلیمان نے اپنے درباریوں سے کہا کہ اس تخت کی ایسی وضع بدل دو کہ اس کی پہلی صورت بدل جائے، اور اس کے جواہرات کو سبز کی بجائے سرخ اور سفید کی بجائے زرد سے آراستہ کردو، جب بلقیس آوے تو اس کی عقل کا امتحان کروں کہ دنیاوی چیزوں کے ان کی پہچان میں جب یہ حال ہے تو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے پہچاننے میں تم نے کتنی بھاری غلطی نہ کی ہوگی۔ جب بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئی تو اس کا تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے رکھا ہوا تھا پوچھا گیا کہ کیا آپ کا ایسا ہی تخت ہے، اس کو پہچان نہ سکی، دھوکے میں آگئی۔ کہنے لگی: ''گویا کہ یہ ویسا ہی ہے''۔ اس لئے کہ ممکن تھا کہ یہ تخت اس جیسا ہوتا، اور یہ بڑی عقلمندی کی بات تھی۔ مگر جب اس کو

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْۤ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ؕ۬

سلیمان نے حکم دیا کہ عورت کا تخت اس کے سامنے وضع بدل کر بیگانہ کردو کہ ہم دیکھیں کہ وہ راہ پاتی ہے یا ان لوگوں میں ہوتی ہے جو ناواقف رہے ﴿۴۱﴾ پھر جب بلقیس آئی تو اس سے کہا گیا: کیا تمہارا تخت یہی ایسا ہی ہے بلقیس نے کہا کہ گویا یہ وہی ہے اور ہم کو اس واقعہ سے پہلے ہی علم ہو گیا تھا (کہ آپ برگزیدہ نبی ہیں) اور ہم فرمانبردار ہوئے ﴿۴۲﴾ اور سلیمان نے اس عورت کو ان چیزوں کی عبادت سے روک دیا جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتی تھی، بے شک وہ کافروں کے گروہ میں سے تھی ﴿۴۳﴾ بلقیس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو، تو جب اس نے اس کا صحن دیکھا تو اس کو گہرا پانی سمجھی اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا، سلیمان [۱] نے فرمایا: ''یہ ایک چکنا صحن شیشوں کا جڑا ہے (پانی نہیں ہے)''۔

تھوڑی دیر بعد بتایا گیا کہ یہ وہی تخت ہے۔ اس پر اس نے بطور معذرت کے کہا کہ حضور ہم کو کیا آزماتے ہیں، ہم کو تو پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ آپ برگزیدہ نبی ہیں۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو ان چیزوں سے روک دیا، جسے وہ اللہ کے سوا پوجتی تھی۔ بیشک وہ کافروں کے گروہ میں سے تھی۔ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک ایسا محل بنایا تھا جس کے صحن میں پانی کا حوض تھا، جس میں رنگ برنگ کی مچھلیاں تھیں مگر اس کو اوپر سے صاف سفید شیشے سے پاٹ دیا تھا۔ اس کے اوپر آنے جانے کا راستہ تھا۔ جب بلقیس محل میں گئیں تو بلقیس شیشہ وبلور میں پانی لہرانا اور مچھلیوں کا پھرنا دیکھ کر سمجھیں کہ یہ تو حوض ہے۔ اسلئے اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا تا کہ پاؤں پانی میں رکھے۔

[۱] حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ حوض پانی کا شیشوں سے پٹا ہوا ہے، کپڑا اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں''۔ اس کی بے عقلی ثابت ہو جانے سے اس کو سخت ندامت ہوئی، اور سمجھ گئی کہ مجھ کو خاک بھی عقل نہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے

قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۴﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِیْقٰنِ یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ یٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّیِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْ لَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا اطَّیَّرْنَا بِكَ وَ بِمَنْ مَّعَكَ ؕ

بلقیس نے عرض کیا: ''اے میرے پروردگار! بیشک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور اب میں سلیمان کے ساتھ اللہ کے آگے حکم بردار ہوئی جو پروردگار سارے جہان کا ہے'' ﴿۴۴﴾ ہم[۱] نے ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو پس ناگہاں وہ دو فریق ہوگئے (جو دین کے بارے میں) باہم جھگڑنے لگے ﴿۴۵﴾ صالح نے فرمایا: ''اے میری قوم! کیوں برائی کی جلدی کرتے ہو بھلائی سے پہلے، تم لوگ اللہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے تاکہ تم پر رحم کیا جاوے'' ﴿۴۶﴾ وہ لوگ بولے کہ ہم نے تم سے اور ان لوگوں سے جو تمہارے ہمراہ ہیں، برا شگون لیا۔

روبرو صاف کہہ دیا کہ اے میرے پروردگار! بیشک میں نے اس نفس پر ظلم کیا تھا، اور میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ہو کر ربّ العالمین پر ایمان لائی اور مسلمان ہوگئی۔

[۱] ان آیتوں میں قریش کے لئے تنبیہ ہے کہ نبی وقت کی اطاعت کا انجام تو یہ ہوتا ہے جو بلقیس کا ہوا کہ دنیا کی بادشاہت بھی قائم رہی، اور عاقبت بھی سدھر گئی۔ اگر قریش نبی وقت کی مخالفت کریں گے تو ایسے لوگوں کا انجام آخر وہی ہونے والا ہے جو ثمود اور قوم لوط کا ہوا۔ اور یہاں صالح علیہ السلام کے قصے اور ان آیتوں میں خاص کر قریش کو تنبیہ مقصود تھی، اس لئے حضرت صالح علیہ السلام کے قصے سے یہاں کلام کا سلسلہ شروع فرمایا ہے کہ ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا۔ یہ حکم دے کر کہ اللہ کی عبادت کرو، پھر وہ دو فریق ہوگئے: ❶ ایک اہل توحید کا ❷ دوسرا وہی گمراہوں کا۔ اور دین کے بارے میں باہم جھگڑنے لگے۔ اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم نہ مانو گے تو عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ وہ کہنے لگے کہ پھر کیوں نہیں آتا۔ اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: ''اللہ سے توبہ استغفار کرو، عذاب کی خواہش کیوں کرتے ہو۔ کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر معافی اور بخشش مانگنے پر رحم کرے، اور عذاب سے چھوڑ دے''۔

قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَانَ فِی الْمَدِیْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ یُّفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَیِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِیِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۵۱﴾

صالح [۱] نے فرمایا: "تمہاری (اس) بدشگونی (کا سبب) اللہ کے علم میں ہے بلکہ تم وہ لوگ ہو کہ (اس کفر کی بدولت) عذاب میں مبتلا ہو" ﴿۴۷﴾ اور (کفر کے سرغنہ) اس شہر میں نو شخص تھے جو زمین میں فساد کرتے تھے اور اصلاح نہ کرتے تھے ﴿۴۸﴾ انہوں نے کہا کہ سب آپس میں اللہ کی قسم کھاؤ کہ صالح اور اس کے گھر والوں پر (رات کے وقت) ضرور چھاپا ماریں گے، پھر اسکے وارث سے کہیں گے کہ ہم اس کے گھر والوں کے قتل کے وقت موجود نہ تھے اور بیشک ہم سچے ہیں ﴿۴۹﴾ اور (یہ مشورہ کر کے) انہوں نے اپنا سا مکر کیا اور خفیہ تدبیر کی اور ہم نے اپنی کی اور وہ غافل رہے ﴿۵۰﴾ پس دیکھو انکے مکر کا کیسا انجام ہوا کہ ہم نے انکو اور ان کی ساری قوم کو (آسمانی عذاب سے) ہلاک کر دیا ﴿۵۱﴾

حضرت صالح اور لوط علیہما السلام اور ان کی قوموں کا قصہ

[۱] حضرت صالح علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہم تم کو اور تمہارے ساتھ والوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔ اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: "یہ تمہارے اعمال کی نحوست کا سبب اللہ کے علم میں ہے، بلکہ تم ایسی قوم ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو پے در پے مال و جاہ دیتا ہے اور سختی اور آسانی سے آزماتا ہے"۔ اس شہر میں نو شخص کفر کے سرغنہ تھے جو رات دن آمادہ فساد رہتے تھے۔ اور حضرت صالح علیہ السلام کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے، اب تک تو معمولی آزار دے چکے تھے۔ یہ اپنے کفر اور گناہ کی وجہ سے اس زمین میں تباہی کرتے تھے اور اپنے کام میں اصلاح نہیں کرتے تھے۔ جب ان ناعاقبت اندیشوں نے عذاب کی وعید سنی تو آپس میں کہنے لگے کہ سب آپس میں اللہ کی قسم کھاؤ کہ رات کو حضرت صالح علیہ السلام اور اس کی بیوی کو اس کے گھر میں گھس کر شہید کر ڈالو اور ہرگز کسی کو ان دونوں میں سے نہ چھوڑو، جب تک وہ زندہ ہیں تب تک ہی یہ دشواریاں ہم کو پیش

فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾

پس یہ انکے گھر ہیں جو ڈھے پڑے ہیں انکے ظلم کے سبب سے، بیشک اس قصہ میں بڑی نشانی ہے ان لوگوں کیلئے جو جانتے ہیں ﴿۵۲﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے تھے ہم نے انکو نجات دی ﴿۵۳﴾ اور [۱] لوط کو (یاد کرو) جب کہ لوط نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا تم (ایسی) بے حیائی کا کام کرتے ہو اور تم دیکھتے ہو ﴿۵۴﴾ کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت کے ارادے سے آتے ہو (تم اچھا نہیں کرتے) بلکہ تم جاہل لوگ ہو (جو ایسا کرتے ہو) ﴿۵۵﴾

آ رہی ہیں جب ان کو شہید کر ڈالیں گے، چین سے اپنی اوقات پوری کریں گے۔ پھر ان کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم تو اس کے گھر والوں کی ہلاکت کے وقت موجود ہی نہیں تھے اور ہم البتہ اس معاملہ میں بالکل سچے ہیں۔ ہم سے کیا ان کی عداوت تھی کہ جو ہم ان کو شہید کر ڈالتے''۔ انہوں نے مکر کیا اور ہم نے بھی ان کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیا، انہوں نے تو حضرت صالح علیہ السلام کے شہید کرنے کیلئے فریب کیا تھا، لیکن ہم نے ان کو ہلاک ہی کر کے چھوڑا اور ان کو اس بات کی خبر بھی نہ ہوئی۔ پس ان کے مکر کا انجام یہ ہوا کہ وہ اور ان کی قوم کے لوگ جو ان کے مشورے میں تھے، آسمانی عذاب سے ہلاک ہو گئے۔ پس یہ ان کے گھر ہیں جو ان کے کفر و ظلم کے سبب سے ویران پڑے ہیں۔ بیشک اس میں جاننے والوں کے لئے عجب حیرت انگیز نشانی ہے، اور جو لوگ جانتے ہی نہیں، اور بالکل ناعاقبت اندیش ہیں، ان کے لئے ان قصوں کا بیان کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہیں۔ وہ نصیحت نہیں پکڑ سکتے۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے تھے اور ہم سے ڈرتے تھے، اور شرک اور کفر سے بچتے تھے، ان کو بچا دیا اور یہ لوگ چار ہزار تھے، جن کو حضرت صالح علیہ السلام یمن کے ایک شہر میں اپنے ساتھ لے کر چلے گئے تھے۔

[۱] ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے حضرت لوط علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے جا کر کہا: ''کیا تم دیدہ دانستہ بے حیائی کا کام کرتے ہو، اگرچہ برے کام کو جو شخص کرے وہ برا ہی کام ہے، لیکن بہ نسبت ناواقف کے، واقف پر برے کام کے کرنے کا زیادہ تر افسوس ہے''۔ فرمایا کہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے شہوت رانی کرتے ہو، بلکہ تم جاہل لوگ ہو کہ نہیں جانتے اس بات کو کہ اس فعلِ بد کا کیا انجام ہوگا۔ پس اس کا حضرت لوط علیہ السلام کی قوم سے کوئی معقول جواب نہ بن پڑا۔ بلکہ آپس میں یہ کہتے تھے اور ہر جگہ یہ ہی چرچا رکھتے تھے کہ حضرت لوط علیہ السلام کو اور ان کے گھر والوں کو

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْیَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۵۸﴾ ع قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ ط

ع ۱۴ / ۱۹

پس لوط کی قوم سے کوئی (معقول) جواب نہ بن پڑا بجز اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ لوط کے گھرانے کو اپنی بستی سے نکال دو بیشک یہ لوگ (بڑی) ستھرائی چاہتے ہیں ﴿۵۶﴾ پس ہم نے لوط اور اس کے گھر والوں کو بچالیا مگر اس کی بیوی کو کہ ہم نے ٹھہرا دیا تھا کہ وہ رہ جانے والوں میں ہے ﴿۵۷﴾ اور ہم نے ان پر ایک (نئی طرح) کا مینہ برسایا پس کیا ہی برا برساؤ تھا ڈرائے ہوؤں کا ﴿۵۸﴾ تم کہو: ''سب خوبیاں اللہ کو اور سلام اس کے چنے ہوئے بندوں پر، کیا اللہ بہتر ہے یا ان کے ساختہ شریک (یعنی بت)'' ﴿۵۹﴾

اپنی بستی سے نکال دو، یہ بڑا افسادی ہے۔ اس نے ہماری زندگی تلخ کر رکھی ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اپنے آپ کو پاک اور ہم کو ناپاک کہتے ہیں، یعنی اپنے فعلوں کو اچھا اور ہمارے فعلوں کو برا بتاتے ہیں۔ غرض یہ کہ جب حضرت لوط علیہ السلام نصیحت کرتے تو یہ لوگ طرح طرح سے جواب دیا کرتے تھے۔ آخر اس کا انجام یہ ہوا کہ اس قوم پر عذاب نازل ہوا کہ پتھروں کا مینہ برسا، پس کیا ہی برا مینہ تھا۔ اگر اپنے رسول کی تابعداری کرتے تو آج ان مصیبتوں اور ہلاکتوں میں نہ پڑتے۔ آگے فرمایا کہ ہم نے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو بچالیا، مگر ان کی بیوی کو بوجہ ایمان نہ لانے کے ہم نے نہیں بچایا۔ پس صاف ظاہر ہو گیا اس سے کہ جو کوئی ایسی حرکت کرے اور اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو اس کی بھی عاقبت ایسی ہی خراب ہوگی۔ آگے فرمایا کہ تم کہہ دو سب خوبیاں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں، جس نے اپنے ایمان دار بندوں کو سچا کیا اور سرکشوں کو ہلاک اور برباد کیا۔ ان تمام برگزیدوں پر سلام وصلوٰۃ کہ جنہوں نے خدا کی راہ میں مخالفوں کے کیسے جور و جفا اٹھائے۔ آگے فرمایا کہ کیا اللہ بہتر ہے یا وہ چیزیں کہ جن کو وہ کفار شریک ٹھہراتے ہیں۔

الجزء ۲۰

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ؕ ﴿۶۰﴾

(بلکہ ہم پوچھتے ہیں [ل]) آیا کس نے آسمان اور زمین بنائے اور تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا، پس اس (پانی) کے ذریعہ سے ہم نے تروتازہ باغ اُگائے، تمہاری طاقت نہ تھی کہ تم ان (باغوں) کے درخت اُگاتے، (بتاؤ کہ) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟ بلکہ وہ لوگ راہ سے کتراتے ہیں ﴿۶۰﴾

خدا کی وحدانیت کی دلیلیں

[ل] **شانِ نزول:** ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کون ہے وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا''۔ فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اسی کا کام ہے کہ جس کے سب محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس لئے کہ ان کا بنانا کچھ ایسا کام نہیں ہے کہ جو یہ حضرت انسان ایک ادنیٰ چیز بناتے ہیں تو وہ محنت اور مشقت کرتے ہیں کہ اس کا ذکر محتاج بیان نہیں۔ بس صاف اس سے معلوم ہو گیا کہ قابل عبادت کے وہی ذات ہے جس نے ایسے بڑے بڑے جسم بنا کے اپنی قدرت دکھائی، اور تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا، اور ہم نے اس سے کیسے کیسے عمدہ باغ سرسبز تروتازہ اُگائے تاکہ تم اس سے نفع اٹھاؤ۔ کیا تم میں یہ طاقت اور مجال تھی جو ایسے آراستہ اور خوش رنگ باغوں کے درخت اُگاتے۔ بتاؤ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے کہ اس کو ان فعلوں میں مدد دے۔ یعنی ہرگز کوئی دوسرا خدا نہیں کہ جو اس وحدہٗ لاشریک کو ان عجیب وغریب صنعتوں اور کاریگریوں میں مدد دے، وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ بلکہ سچ پوچھو تو یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے سیدھے رستہ سے ٹیڑھے چل رہے ہیں۔ یعنی خدا کی توحید کو چھوڑ کر اس کا شریک بنا رہے ہیں۔ دنیا میں ذلیل اور خوار ہیں، اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے اگر توبہ نصیب نہ ہوئی۔ یہ دوسری دلیل ہے کہ خدا کے وحدہ لاشریک ہونے اور قادرِ مطلق ہونے پر، یعنی جس کو اللہ تعالیٰ کا شریک اور مثل بتاتے ہو بھلا وہ بہتر ہے، یا وہ جس نے زمین کو تمہارے اور سب کے لئے آرام گاہ بنایا۔ اس لئے کہ اگر زمین کو سکون نہ ہوتا تو کس چیز پر سکون اور آرام پاتے۔ بڑے سخت گمراہ ہیں باوجودیکہ ایسی ایسی زبردست دلیلیں اس کی قدرتِ کاملہ کی دیکھتے ہیں، پھر بھی اس کو ایک نہیں مانتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے صرف اتنی ہی قدرت نہیں دکھائی، بلکہ اس میں نہریں جاری کیں جو تمہارے آرام کا سبب ہیں۔ اور دیکھو اس کی قدرت کہ پہاڑوں کو پیدا کیا تاکہ اس سے زمین کی مضبوطی ہو۔ اس لئے کہ اگر پہاڑ نہ ہوتے تو زمین کو حرکت رہتی۔ اور پہاڑوں کے پیدا کرنے میں اور بھی فائدے ہیں۔ سونے چاندی گندھک وغیرہ کی کانیں انہیں میں سے نکلتی ہیں، جن سے ہزاروں کام نکلتے ہیں۔ اور ان میں سے طرح طرح

أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَآ أَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَ جَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾ أَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْأَرْضِ ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾ أَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا ۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ

(ہم پوچھتے ہیں): ''آیا کس نے زمین کو (مخلوق کی) قرار گاہ بنایا اور اس کے بیچ میں نہریں نکالیں اور (اس زمین کے ٹھہرانے کے لئے) پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے درمیان آڑ رکھی (بتاؤ کہ) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے، بلکہ ان میں اکثر لوگ (اس کی قدرت کو) نہیں جانتے ہیں'' ﴿٦١﴾ (ہم پوچھتے ہیں): ''آیا وہ کون ہے جو بیقرار کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے اور (اس کی) مصیبت کو دور کرتا ہے اور تم کو اگلوں کا زمین میں قائم مقام کرتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ اور خدا ہے تم بہت ہی کم دھیان کرتے ہو'' ﴿٦٢﴾ (ہم پوچھتے ہیں) آیا کون تم کو راہ دکھاتا ہے خشکی اور تری کی اندھیریوں میں، اور کون خوشخبری کی ہوا میں بھیجتا ہے اپنی رحمت (یعنی بارش) کے آگے، (بتاؤ کہ) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے۔

کے چشمے نکلتے ہیں۔ اور وہ اللہ ہے کہ جس نے اپنی قدرت سے دونوں دریاؤں یعنی شیریں اور کھاری میں اپنی قدرت سے آڑ رکھی تاکہ وہ آپس میں نہ مل سکیں۔ جس نے یہ عجیب وغریب چیزیں بنائی ہیں وہی عبادت کے لائق ہے۔ بلکہ ان میں اکثر لوگ بے علم ہیں، نہیں جانتے اس بات کو کہ خدا ان چیزوں کے پیدا کرنے میں ایک ہے، بلکہ کوئی اس کا مددگار اور شریک نہیں۔ بھلا کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرے، جب وہ اس خدا کو پکارتا ہے تو اس مصیبت کو دور کر دیتا ہے۔ اور تم کو زمین کا خلیفہ بناتا ہے۔ ایک کے بعد دوسرا وارث اور مالک ہوتا آتا ہے، یعنی اس کا احسان تم پر پشت در پشت ہے۔ پھر تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو، اور خدا کی کم یاد کرتے ہو۔ اور تم کو جنگل اور دریا کی تاریکیوں میں راستہ وہی تو بتاتا ہے۔ اسی طرح سمندر کے سفر میں جب راستہ بھول جاتا ہے، وہاں بھی وہی راستہ بتاتا ہے۔ غرض مشرکین منکرین کو ہر آیت میں اپنی عجائبات قدرت دکھاتا ہے، اور ہر جگہ پوچھتا جاتا ہے کہ بتلاؤ اللہ کے سوا یہ اور کسی کے کام ہیں۔

تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾

(ہرگز نہیں بلکہ) اللہ برتر ہے اس چیز سے کہ شریک بناتے ہیں ۶۳ (ہم پوچھتے ہیں) آیا وہ کون ہے ۱؎ جو خلق کی ابتدا فرماتا ہے پھراس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور کون آسمان اور زمین سے تم کو روزی دیتا ہے (یعنی آسمان سے بارش اور زمین سے نباتات) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے (ہرگز نہیں) تم فرماؤ کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو ۶۴

قیامت میں دوبارہ زندہ ہونے کی دلیل

۱؎ ان آیتوں میں فرمایا کہ بھلا کون خوشخبری کی ہوائیں بارش سے پہلے چلاتا ہے، کیا تم ان کاموں کے کرنے میں شریک جانتے ہو، کیا کوئی معبود ہے جو خلق اور ان اشیاء میں خدائے برحق کا شریک ہو، ہرگز نہیں۔ پاک اور بزرگ ہے بلا دلیل شرک کرنا کس قدر وبال کی بات ہے، اور یہ کہ آسمان و زمین سے جس قدر چیزیں پیدا ہوتی ہیں، اگرچہ بار بار پیدا ہونے کی وجہ سے لوگوں کے آگے یہ ایک معمولی بات ہوگئی ہے، مگر درحقیقت ہر ایک بات عقل کے خلاف ہے۔ خود انسان کی پیدائش منی کے ایک قطرہ سے ہے، بھلا کونسی عقل کی بات ہے۔ پھر اگر حشر کے روز جسم کا ایک ایک ذرہ جمع کر کے جسم تیار کرے، پھر اس میں وہی روح ڈال دے، جو جسم سے نکلی تھی تو یہ کیا تعجب کی بات ہے۔ وہی ابتدا میں پیدا کرتا ہے، وہی مرنے کے بعد قبروں سے اٹھائے گا۔ اور جب اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھے گا کہ تم دنیا میں اتنے عرصہ تک رہے، خوب عیش کی، یہ سب کچھ ہماری نعمتوں اور فضل کے طفیل تھا۔ ہمارے لئے ایمان اور عبادت کا کیا تحفہ لائے، تو وہ کچھ جواب نہ دے سکیں گے۔ اور سوائے حسرت اور پشیمانی کے اور کچھ نہ کریں گے تو اوندھا منہ کر کے جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ فرمایا کہ آیا وہ بہتر ہے جس کو تم اس کا شریک بتاتے ہو، یا وہ کہ تم کو آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہے۔ آسمان سے بارش کے سبب سے تم کو روزی بخشتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”تمہارے بتوں کے خدا کے شریک ہونے کی اور معبود ہونے کی کیا دلیل ہے۔ مشرکوں سے کہہ دو اگر تم اپنے اس دعوے میں کہ ان اشیاء کے پیدا کرنے میں سوائے خدا کے اوروں کو بھی قدرت ہے تو کوئی سند پیش کرو، تم کہہ دو کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں کوئی بھی خود غیب کی بات نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔ پھر وہ خدا کے شریک کس بات سے ہوگئے، بلکہ ان کو تو یہ بھی خبر نہیں کہ مر کر کب زندہ کئے جائیں گے۔ بلکہ آخرت کے معاملہ میں بالکل بے سمجھ ہوگئے۔ حالانکہ مشرکوں کو معلوم کرا دیا گیا کہ آخرت برحق ہے۔ تب بھی نہ سمجھے بلکہ وہ لوگ اس بات سے پوشیدہ ہیں۔ مشرکین حشر کے برپا ہونے پر انکار کرتے اور نہایت تعجب سے اس میں دخل دیا کرتے، اور کہا کرتے کہ ہم کو تو نہایت عجیب و غریب یہ امر

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَاۤ اَىِٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾

تم فرماؤ کہ جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں خود غیب نہیں جانتے مگر اللہ (جس کو چاہے بتائے) اور انہیں خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے ﴿۶۵﴾ کیا ان کے علم کا سلسلہ آخرت کے جاننے تک پہنچ گیا، کوئی نہیں بلکہ وہ لوگ اس سے شک میں ہیں، بلکہ وہ لوگ آخرت سے اندھے ہیں ﴿۶۶﴾ وہ کافر کہتے ہیں کہ کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے کیا ہم (اپنی قبروں سے زندہ) پھر نکالے جائیں گے؟ ﴿۶۷﴾

معلوم ہوتا ہے کہ جب اس کا بدن بعد مرنے کے بالکل خاک ہو گیا، اور ریزہ ریزہ ہو کر بالکل فنا ہو گیا، تو کیونکر یہ بات ہو سکتی ہے کہ یہ پھر ویسا ہی مثل سابق ہو جاوے۔ اللہ تعالیٰ اپنا کمال قدرت ثابت کر چکا کہ ہم نے آسمان و زمین بنائے اور تمہارے رزق کے کیسے کیسے سامان کئے۔ کیسی کیسی نہریں اور پہاڑ تمہارے نفع کیلئے پیدا کئے، اس نے اپنی قدرت اور وحدانیت کو اس طرح سے ثابت کر دیا کہ گویا آنکھوں سے دکھا دیا۔ اس کے بعد اس کی قدرت میں کلام کرنا بھی سخت حماقت ہے۔ پس انہوں نے گویا اس کی قدرت کا بھی انکار کیا اور علم کا بھی۔ اور کہنے لگے ہم سے بلکہ ہمارے باپ دادا سے بھی پہلے جو رسول تھے، سب یہی کہتے آئے لیکن کسی نے اس کا انجام نہ دیا تھا۔ یہ تو پہلوں کی کہانیاں ہیں، حقیقت میں اس کی کچھ بھی اصل نہیں۔ ورنہ کبھی تو کچھ نہ کچھ ان باتوں کا ظہور ہوتا۔ فرمایا اے محبوب ﷺ! ان منکرین سے کہہ دو: ”اے جھوٹے منکرو! تم زمین میں چل پھر کے دیکھو اور عبرت پکڑو کہ منکرین کا کیا انجام ہوا۔ طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہوئے، مارے گئے، گھر ان کے برباد ہوئے۔ اور تم ان کی مخالفت پر غم نہ کرو، اور جو کچھ یہ شرارتیں کر رہے ہیں، اس سے دل تنگ نہ ہو“۔ اور کفار کہتے ہیں: ”کیوں جی اگر سچے ہو تو بتلاؤ کہ عذاب کہاں ہے اور کب آئے گا“۔ اے محبوب ﷺ! کہہ دو کہ جس عذاب کی تم جلدی کر رہے ہو، اور اب تک دیر ہو رہی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارا پروردگار لوگوں پر اپنا بڑا فضل رکھتا ہے۔ اور اکثر ان میں سے اس بات پر شکر نہیں کرتے اور نہیں سمجھتے کہ عذاب وقت مقررہ پر آجائے گا تو ان کو جان کا بچانا دشوار ہوگا۔ پھر فرمایا کہ وہ ایسا عالم الغیب ہے کہ جن باتوں کو یہ لوگ چھپا رہے ہیں، ان کو بھی جانتا ہے، اور جو ظاہر کرتے ہیں وہ بھی جانتا ہے۔ پھر فرمایا کہ کوئی چیز آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ نہیں۔ سب کچھ کتاب روشن یعنی لوح محفوظ میں موجود ہے۔

لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ لَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَ مَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾

بیشک اس کا ہم سے اور پہلے ہمارے باپ داداؤں سے وعدہ کیا گیا یہ تو نہیں مگر پہلوں کی کہانیاں ﴿۶۸﴾ تم فرماؤ کہ تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ گنہگاروں کا انجام کیسا ہوا ﴿۶۹﴾ اور تم ان (کے حال) پر غم نہ کھاؤ اور جو کچھ یہ مکر کر رہے ہیں اس سے دل تنگ نہ ہو ﴿۷۰﴾ اور یہ کافر یوں کہتے ہیں کہ یہ وعدہ (عذاب) کب ہوگا اگر تم سچے ہو ﴿۷۱﴾ (تو بتاؤ) تم فرماؤ کہ شاید تمہارے نزدیک کچھ اس میں سے آ لگا ہو جس (عذاب) کی تم جلدی کرتے ہو اور (اسی لئے عذاب میں تاخیر فرماتا ہے کہ) ﴿۷۲﴾ بیشک تمہارا پروردگار لوگوں پر بڑا فضل والا ہے ولیکن اکثر لوگ ان میں سے (اس بات پر) شکر نہیں کرتے ﴿۷۳﴾ اور بیشک تمہارا پروردگار جانتا ہے جو کچھ ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے اور جس کو وہ (زبان سے) ظاہر کرتے ہیں ﴿۷۴﴾ اور جتنے غیب ہیں آسمانوں اور زمین کے سب روشن کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں موجود ہیں ﴿۷۵﴾

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَكْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾ وَ اِنَّهٗ لَهُدًی وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۷۷﴾ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ ﴿۷۸﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَی الْحَقِّ الْمُبِیْنِ ﴿۷۹﴾ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۸۰﴾ وَ مَاۤ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾

بیشک [۱] یہ قرآن بنی اسرائیل پر اکثر ان چیزوں کو ظاہر کرتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں ﴿۷۶﴾ اور بیشک یہ قرآن مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے ﴿۷۷﴾ بے شک تمہارا پروردگار ان کے درمیان میں اپنے حکم سے فیصلہ (قیامت کے دن) کرے گا اور وہی ہے غالب علم والا ﴿۷۸﴾ پس تم اللہ پر بھروسہ کرو بیشک تم صریح حق پر ہو ﴿۷۹﴾ بیشک تم مردوں (یعنی کفار) کو (نصیحت) نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو آواز پڑھنے کی سنا سکتے ہو جس وقت کہ وہ پیٹھ پھیر کر چلے جاویں ﴿۸۰﴾ اور تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہدایت کرنے والے نہیں، تم تو صرف انہی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں (یعنی قرآن) پر ایمان لاتے ہیں پس وہ مسلمان ہیں ﴿۸۱﴾

قیامت سے پہلے ایک جانور کا نکلنا جو لوگوں سے کلام کرے گا

[۱] ان آیتوں میں فرمایا کہ یہ قرآن بنی اسرائیل کے لئے اکثر وہ قصے بیان کرتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ جیسے عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام کے باب میں یہود و نصاریٰ مختلف القول ہیں۔ لیکن قرآن سراسر ہدایت اور رحمت ہے ایمانداروں کے حق میں۔ اس سراسر ہدایت کو چھوڑ کر اب جو لوگ اختلاف میں پڑے ہیں، ان کے اس اختلاف کا پورا فیصلہ قیامت کے دن ہو جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے علم اور فیصلہ میں بڑا زبردست ہے۔ پھر فرمایا: ''اے محبوب ﷺ! تم اللہ پر ہی بھروسہ رکھو، کیونکہ تم صریح حق پر ہو۔ اور لوگوں کو راہ حق پر بلانے میں لگے رہو۔ پھر اس راہ حق پر جو نہ آوے تو وہ مثل مُردہ کے ہے۔ اور تم مردوں یعنی کفار کو نہیں سنا سکتے، اور نہ تم اندھوں کو راستہ بتا سکتے ہو، یعنی وہ لوگ دوزخ کے قابل ٹھہر چکے ہیں۔ اور نہ بہروں کو کوئی بات سنا سکتے ہو کیونکہ قدرتِ الٰہی کے نمونہ کے دیکھنے اور سننے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ تم تو ان لوگوں کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں یعنی قرآن پر ایمان لاتے ہیں پس وہ لوگ مسلمان ہیں۔

وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَ یَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ یُّكَذِّبُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰیٰتِیْ وَ لَمْ تُحِیْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

اور[۱] جب ان کافروں پر وعدہ صادق آجائے گا تو ہم ان کے لئے ایک (عجیب) جانور زمین سے نکالیں گے جو لوگوں سے کلام کرے گا، اس لئے کہ (کافر) لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہ لاتے تھے ﴿۸۲﴾ اور[۲] (اس دن کو یاد دلاؤ) جس دن ہم ہر امت میں سے ان لوگوں کی ایک جماعت اٹھائیں گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتی تھی، ان کے اگلے روکے جائیں گے کہ پچھلے ان سے آملیں ﴿۸۳﴾ یہاں تک کہ جب سب حاضر ہولیں گے فرمائے گا: ''کیا تم نے میری آیتیں جھٹلائیں حالانکہ تمہارا علم ان تک نہ پہنچتا تھا۔ بھلا تم کیا کام کرتے تھے'' ﴿۸۴﴾

[۱] قیامت کے قریب جو دس نشانیاں ظاہر ہوں گی ان میں سے ایک اس جانور دابۃ الارض کا ظہور ہوگا جو کوہ صفا واقع قرب مکہ سے نکلے گا۔ اس وقت سورج مغرب سے طلوع ہوا ہوگا اور یہ لوگوں سے کہے گا، کہ افسوس تم نے خدا کی باتوں کا یقین نہ کیا، یہاں تک کہ اب توبہ کا دروازہ بند ہوگیا۔ اس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی۔ ایمان والوں کی پیشانی پر عصا سے ایک قسم کا چھاپہ لگادے گا۔ اس روز سے ایک دسترخوان پر بیٹھنے والوں میں صاف فرق دکھائی دے گا کہ یہ ایماندار ہے اور یہ کافر ہے۔ اس کی رفتار بہت تیز ہوگی۔

[۲] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کا حال بیان فرمایا ہے کہ جس روز ہم قرآن کے جھٹلانے والوں کے ہر ایک فرقہ کو گھیر کر بلائیں گے، پھر اس کی مثل بنے گی۔ ہر قسم کے گناہ والے ہوں گے، زنا کرنے والے علیحدہ، چور علیحدہ، شرابی علیحدہ۔ پھر اللہ تعالیٰ جھڑکی کے طور پر احکام کے جھٹلانے والوں کو، اور ٹالنے والوں سے سوال کرے گا کہ تم دنیا میں کیا کام کرتے رہے۔ اس جھڑکی کے سوال کے بعد مشرک فوراً عذاب کے قابل قرار پائیں گے۔ اور جب وہ لوگ اپنے شرک سے انکار کریں گے تو ان کے ہاتھ پاؤں سے گواہی لی جائے گی۔ اب آگے اللہ تعالیٰ نے حشر کے منکروں کو اس طرح اپنی قدرت پر متنبہ کیا کہ یہ لوگ کیا غور وفکر نہیں کرتے کہ ہم نے ان کے آرام کے لئے رات بنائی۔ اور یہ آرام مشابہ موت کے ہے، اور دیکھنے کے لئے دن بنادیا ہے جو مشابہ حیات بعد الموت کے ہے۔ اس انقلاب میں ہزار ہا خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے، جو ایمان رکھتے ہیں کہ خدا کو ہر طرح کی قدرت ہے۔

وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنْطِقُونَ ﴿٨٥﴾ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا اللَّيْلَ لِيَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٨٦﴾ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ۚ وَكُلٌّ أَتَوْهُ دَاخِرِينَ ﴿٨٧﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۚ صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ ﴿٨٨﴾

اوران پر وعدہ (عذاب کا) ثابت ہوا ان کے ظلم کے سبب سے پس وہ اب کچھ نہیں بول سکیں گے ﴿۸۵﴾ کیا انہوں نے دیکھا کہ ہم نے انکے آرام کیلئے رات بنائی (جو مشابہ موت کے ہے) اور دیکھنے کیلئے دن پیدا کیا، بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں ﴿۸۶﴾ اور [1] جس دن صور پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں گھبرا جاویں گے مگر جس کو خدا چاہے، اور سب لوگ اللہ کے حضور میں عاجزی کرتے ہوئے آئیں گے ﴿۸۷﴾ اور تو پہاڑوں کو دیکھے گا تو انہیں جما ہوا سمجھے گا اور وہ (اس دن) بادل کی چال کی مانند چلتے ہوں گے، یہ اللہ کا کام ہے جس نے حکمت سے بنائی ہر چیز، بیشک وہ اس سے واقف ہے کہ جو کچھ تم کرتے ہو ﴿۸۸﴾

قیامت کی علامات

[1] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ قیامت کے اس ہول کی خبر دیتا ہے جو صور کے پھونکے جانے کے وقت پیدا ہوگا۔ ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عمرو عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسرافیل علیہ السلام پہلا صور پھونکیں گے، جس سے تمام مخلوق پہلے گھبرا جائے گی اور پھر مر جائے گی۔ بعد اس کے خدا کے روبرو کھڑے ہونے کے لئے دوسرا صور پھونکا جائے گا، جس سے تمام مُردے قبروں سے نکل کر خدا کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔ پھر فرمایا کہ یہ پہاڑ جو اللہ کی قدرت اور صنعت سے مضبوط اور جمے ہوئے ہیں، کہ وہ مثل میخ کے گڑے ہوئے ہیں، کہ ان میں آج کسی قسم کی حرکت و لغزش نہیں ہے، اپنی جگہ قائم ہیں۔ قیامت کے روز صور کے صدمہ سے مثل بادلوں کے اُڑتے ہوئے معلوم ہوں گے۔ اب یہاں سے اس قادر ذوالجلال کی قدرت معلوم ہوتی ہے کہ آج جو تم اس وقت غافل ہو، اور دنیا کے مزوں میں ڈوب رہے ہو،

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ یَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ ؗ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۱﴾ۙ

جو کوئی [۱] نیکی لائے پس اس سے بہتر اجر ہے، اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے بے خوف ہیں ﴿۸۹﴾ اور جو کوئی بدی (یعنی شرک) لے کر آئے تو وہ اوندھے منہ آگ میں ڈالے جائیں گے، (ان سے کہا جائے گا): ''تمہیں کیا بدلہ ملے گا مگر اسی کا جو تم (دنیا میں) کرتے تھے'' ﴿۹۰﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم [۲] تم فرماؤ): ''مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں جس نے اس (شہر) کو حرمت والا کیا ہے اور سب کچھ اسی کا ہے اور مجھ کو حکم ہوا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں ﴿۹۱﴾

اور نہیں یاد کرتے اس وقت کو کہ جس میں دنیا و مافیہا کی سب چھوٹی بڑی چیزیں ایک ہی صور میں نیست و نابود ہو جائیں گی۔ فرمایا کہ اس کو تمہارے سب کام کاج معلوم ہیں۔ جو آپس میں حشر کی باتیں کرتے ہو اور اس کے وجود کے منکر ہو، اور ان سے خبردار ہے۔ پس ڈرو اس اللہ سے جس کی قدرت میں تمہاری سب کی جانیں ہیں۔

[۱] ارشاد فرماتا ہے کہ قیامت کے روز اس قانون پر عمل ہوگا۔ جو کوئی نیکی لے کر آئے گا وہ اس کا اس سے بہتر اجر پائے گا۔ اور وہ اس روز کی گھبراہٹ سے امن میں رہیں گے، اس لئے کہ اس دن گھبراہٹ ان کو جب ہوتی کہ وہ کچھ کام نیک نہ کرتے۔ پس یہ لوگ بے خوف اور نڈر ہو گئے، بلکہ ادنیٰ ادنیٰ نیکی کا ثواب حاصل کریں گے۔ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے کہ جو رائی کے برابر بھی نیک کام کرے گا تو اس کا بھی ثواب پائے گا، اور جو شخص بدی شرک و گناہ لے کر آئے گا تو وہ لوگ منہ کے بل آگ میں ڈال دیئے جائیں گے۔ یعنی ان کے شرک کی سزا ان کو یہ ملے گی کہ ان کے مونہوں کو سرنگوں کر کے ان کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر اس کی سزا وہ بھگتیں گے جو دنیا میں کر گئے ہیں۔ تب فرشتے ان سے کہیں گے کہ تم کو تو ان ہی عملوں کی سزا دی جا رہی ہے جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔ یعنی رسولوں نے تم کو خدا پرستی کا سیدھا راستہ بتایا، تم نے اس کو مسخرا پن جانا۔ اور تم نے خدا کو چھوڑ کر بتوں کو پوجا، اور تم اپنی سرکشی اور سرتابی میں غرق ہو گئے تھے۔

[۲] ان آیتوں میں فرمایا: ''اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! تم فرماؤ کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر مکہ کے رب کی عبادت کروں۔ جس نے اس شہر کو امن والا کیا کہ وہاں آدمی جانور قتل وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے۔ اور اس کے واسطے ہر چیز ہے، اور مجھ کو حکم ہے کہ

وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

اور یہ کہ میں قرآن کی تلاوت کروں۔ پس جس نے (میری تبلیغ کے بعد) راہ پائی اس نے اپنے بھلے کو راہ پائی اور جو کوئی گمراہ رہے تو تم فرمادو کہ میں تو یہی ڈر سنانے والا ہوں" ﴿۹۲﴾ اور فرماؤ کہ سب خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں وہ تم کو عنقریب اپنی نشانیاں (یعنی شق القمر وغیرہ معجزات اور بدر کے واقعات) دکھائے گا، تو تم ان کو پہچان لوگے اور تمہارا پروردگار ان کاموں سے بے خبر نہیں ہے اے لوگو! جو کچھ تم کرتے ہو ﴿۹۳﴾

میں مسلمانوں میں سے ہوں، اور اللہ کو ایک جانوں اور تمہارے سامنے قرآن پڑھ کے تم کو ایمان کی طرف بلاؤں۔ تو جو راہ پر آوے گا تو اپنے بھلے کو آوے گا، اور جو کوئی بہکا رہے تو تم فرمادو کہ میں تو ڈرانے والے پیغمبروں میں سے ہوں۔ اور میرے ذمہ تو حکم پہنچادینا ہے، اور سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں۔ تم کو عنقریب اپنی نشانیاں شق القمر وغیرہ معجزات اور بدر کے واقعات کہ قتل کا ہونا، قید ہونا، فرشتوں کا ان کے چہروں اور پشتوں کو مارنا، وغیرہ دکھائے گا۔ سو تم ان کو پہچان لوگے، اور تمہارا پروردگار ان کے عملوں سے بے خبر نہیں ہے۔

رکوعاتها ۹	۲۸ سورۃ القصص مکیۃ ۴۹	اٰیاتها ۸۸

سورۂ قصص مکہ میں نازل ہوئی، اس میں اٹھاسی آیتیں اور نو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورۂ قصص: جو اس سورت کو روزانہ پڑھے تو قیامت کے دن فرشتے گواہی دیں گے اور جنت نصیب ہوگی اور اس سورت کو پڑھ کر بارش کے پانی پر دم کر کے بیمار کو پلادے تو ان شاء اللہ بیمار شفا پائے گا۔

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَ فِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَ يَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾ وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ

یہ ؎ آیتیں (جو تم پر اے محبوب ﷺ وحی کی جاتی ہیں) روشن کتاب (یعنی قرآن) کی ہیں ﴿۲﴾ ہم تم پر موسیٰ اور فرعون کا کچھ قصہ سچائی کے ساتھ پڑھ کر (یعنی نازل کر کے) سناتے ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں ﴿۳﴾ بیشک فرعون نے زمین (مصر) میں تکبر کیا اور اس نے وہاں کے رہنے والوں کو کئی گروہ کر رکھا تھا، ان میں سے ایک گروہ (یعنی بنی اسرائیل) کو کمزور دیکھتا تھا انکے لڑکوں کو ذبح کرتا تھا اور زندہ رکھتا تھا انکی لڑکیوں کو (اپنی خدمت کیلئے) بیشک وہ فسادی تھا ﴿۴﴾ اور ہم چاہتے تھے کہ ؎ ان پر احسان کریں جو (مصر کی سر) زمین میں کمزور کر دیئے گئے ہیں۔

فرعون کا واقعہ

؎ ان آیتوں میں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ بیان فرمایا کہ فرعون نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ فرعون نے مصر کے رہنے والوں کے کئی گروہ کر ڈالے تھے۔ ان میں سے ایک گروہ بنی اسرائیل کو ہر طرح سے کمزور اور ضعیف کر رکھا تھا، اور ان سے ذلیل کام لیتا تھا۔ بنی اسرائیل اپنے زمانہ کے لوگوں میں عزت دار تھے۔ فرعون نے ان کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ یہاں تک کہ فرعون ان کے لڑکوں کو ذبح کرا دیتا تھا، اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ یہاں تک کہ ننانوے ہزار معصوم بچوں کو ذبح کرا دیا۔ اور جو لڑکی پیدا ہوتی تھی، اس کو خدمت کے لئے چھوڑ دیتا تھا۔ اور یہ اس لئے کرتا تھا کہ کسی نجومی نے اس کو خبر دی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو تیرے ملک کو چھین لے گا، اور تیری بادشاہت کے زوال کا موجب ہوگا۔ بیشک وہ بڑا فسادی تھا کہ اس نے اس قدر معصوم جانیں ناحق تلف کیں، اور اس خدا سے خوف نہیں کیا جس نے ان جانوں کو پیدا کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر

؎ ان آیتوں میں فرمایا کہ فرعون تو اپنا مکر کر رہا تھا، اور ہم یہ ارادہ کر رہے تھے کہ جو لوگ زمین میں ذلیل اور ناتواں سمجھے گئے ہیں۔ یعنی بنی اسرائیل پر اپنا فضل کریں، اور نجات دیں، اور ان کو امام بنائیں، اور اس ملک کا وارث اور مالک بنائیں، اور اس

وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ نُرِيَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ

اوران کو ہم (لوگوں کا) پیشوا بنائیں اوران کے ملک و مال کا ان کو وارث بنائیں ۝ اوران کو زمین میں قبضہ دیں اورفرعون اور ہامان اوران کے لشکروں کو ان کمزوروں کے ہاتھ سے وہی دکھادیں جس کا انہیں خطرہ تھا ۝ اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام فرمایا کہ موسیٰ کو دودھ پلا پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہوتو اسے دریا (نیل) میں ڈال دے اورنہ تو (غرق ہونے کا) خوف کراورنہ (مفارقت پر) غم کر، بیشک ہم اسے تیری طرف پھیرلائیں گے اور اس کو ہم پیغمبر بنائیں گے ۝ پس [۱] فرعون کے گھروالوں نے موسیٰ کو اٹھالیا کہ وہ ان کا دشمن اورغم کا سبب ہو۔

زمین میں ان کو قابض کردیں۔اوردکھائیں فرعون اوراس کے وزیرہامان اوران دونوں کے لشکروں کو، اس بنی اسرائیل سے وہ چیز جس کا ڈرتھا کہ یہ ملک کہیں ہمارے قبضے سے نہ نکل جائے۔فرعون تو یہ تدبیریں کررہا تھا کہ جابجا جاسوس بٹھا رکھے تھے کہ جب کسی عورت کو حمل ہوتا تھا تو وضع حمل تک نگرانی کی جاتی تھی۔پھر اگرلڑکا پیدا ہوتا تو ذبح کردیا جاتا تھا، اور اگرلڑکی ہوتی تھی تو زندہ چھوڑدی جاتی تھی۔لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنی والدہ کے شکم میں تشریف لائے تو کوئی ظاہری علامت حمل کی ان میں نہ پائی جاتی تھی جیسے عورتوں میں ہوتی ہے۔اس کا حال کسی شخص کو بھی نہ معلوم ہوا۔غرض جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے شکم سے تشریف لائے، تب اللہ تعالیٰ نے ان کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ دودھ پلا اس کو، اور جہاں تک تجھ سے ہوسکے اس کی پرورش کر۔پس جب تُو اس بات سے ڈرے کہ لوگ اس پر مطلع ہوجائیں گے انکے رونے کی آواز سے، یا اور کسی وجہ سے تو اس کو دریائے نیل میں جو ان کے مکان کے نیچے سے جاری تھا، ڈال دینا۔اس کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے۔چنانچہ انکی والدہ نے ان کو صندوق میں بند کرکے دریا میں چھوڑ دیا۔اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اے موسیٰ کی ماں! تو غرق ہونے کا اندیشہ نہ کرنا، اور نہ غم کرنا کیونکہ ہم ان کو تیرے ہی پاس واپس پہنچادیں گے، اوران کو رسولوں میں سے ایک رسول بناویں گے۔

[۱] پس فرعون کے آدمیوں نے اس کو اپنا دشمن اور آزار کا باعث بنانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مع صندوق کے دریا

اِنَّ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ﴿۸﴾ وَ قَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَ لَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖۗ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹﴾ وَ اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْ لَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَ قَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ٞ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱﴾ۙ

بیشک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے ﴿۸﴾ اور فرعون کی بی بی (حضرت آسیہ) نے فرعون سے کہا کہ یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرو، شاید یہ (بڑا ہو کر) ہم کو نفع دے یا ہم اسے (اپنا) بیٹا بنالیں اور انہیں انجام کی خبر نہ تھی ﴿۹﴾ اور صبح کو ۱؎ موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہو گیا، بیشک قریب تھا کہ وہ موسیٰ کا حال ظاہر کر دیتی اگر ہم اس کی دلبستگی نہ کرتے (یعنی صبر نہ دیتے) کہ اسے ہمارے وعدہ پر یقین رہے ﴿۱۰﴾ اور اس کی ماں نے اس کی بہن سے کہا کہ تو اس ۲؎ کے پیچھے پیچھے چلی جا تو وہ اس کو دور سے دیکھتی رہی اور فرعون کی قوم والوں کو خبر نہ تھی ﴿۱۱﴾

سے نکال لیا۔ جب منظور الٰہی ہوتا ہے تو اپنے ہاتھوں سے آدمی ہلاکت کا سامان کرتا ہے۔ ان کو کیا معلوم تھا کہ اپنی موت اپنے ہاتھوں لیتے ہیں۔ بیشک فرعون اور ہامان اور ان کا لشکر اس بارے میں بہت خطاوار تھے۔ فرعون کی بی بی حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا کہ یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اس کو نہ مارو شائد کہ بڑا ہو کر ہم کو کچھ فائدہ پہنچائے۔ کیونکہ اس کی پیشانی سے خوش نصیبی معلوم ہوتی ہے، یا اس کو اپنا بیٹا ہی بنالیں کیونکہ یہ بیٹا بنانے کے لائق ہے۔ اور انہیں انجام کی خبر نہ تھی۔

۱؎ ادھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل ان کی جدائی سے بے قرار ہو گیا، اور فرعون کے ہاتھوں میں جانے سے موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ سے کہا کہ تو اس کی خبر لا کہ اس کا کیا حال ہو۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے جو ان سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہارے پاس لوٹا کر موسیٰ علیہ السلام کو لاؤں گا اس کو پورا کر دیا۔

۲؎ انکی بہن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے آدمیوں کے پاس دیکھا اور وہ لوگ بے خبر تھے۔ اور ہم نے سب دودھ پلانے والیوں کا دودھ ان پر حرام پہلے سے کر دیا، اور اس کی طبیعت میں سب کی طرف سے کراہت ڈال دی کہ کسی کا دودھ نہیں پیتے تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو اپنا وعدہ پورا کرنا تھا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے جس کا نام مریم تھا، کہا: ”کیا میں تم

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿۱۲﴾ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾

اور ہم نے پہلے ہی سے موسیٰ پر سب دائیوں کا دودھ حرام کردیا تھا۔ پس موسیٰ کی بہن نے کہا: ''کیا میں ایسے گھر والے بتاؤں کہ تمہارے اس بچہ کو پال دیں (پرورش کریں) اور وہ اس کے خیر خواہ ہوں'' ﴿۱۲﴾ پس ہم نے موسیٰ کو اس کی ماں کی طرف (اپنے وعدہ کے موافق) پہنچادیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کھائے اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۱۳﴾ اور جب [۱] موسیٰ اپنی جوانی کی حد کو پہنچا اور (قوت جسمانیہ وعقلیہ سے) درست ہوگیا تو ہم نے اس کو حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ﴿۱۴﴾

کو ایسی آیا بتادوں جو اس کو اپنی سپردگی میں رکھیں، اور اس کو دودھ پلانے کے لئے ضامن ہوجائیں۔ اور وہ اس بچہ کی خیر خواہ ہووے کہ اس کو آرام سے رکھیں، اور دودھ پلانے کی کوتاہی نہ کریں''۔ انہوں نے کہا کہ وہ کون ہے کہا: ''وہ میری ماں ہیں، وہ اس بچہ کو دودھ پلانے کی ضامن ہوسکتی ہیں''۔ بس فرعون نے ان کی ہمشیرہ کو حکم دیا کہ اپنی ماں کو یہاں بلاؤ۔ وہ اپنی ماں کو بلا لائیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی گود میں تھے۔ وہ بہلاتا جاتا تھا اور وہ روتے جاتے تھے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی ماں کی گود میں دیدیا، وہ اپنی ماں کی بو پہچان گئے اور دودھ پینے لگے، اور ان کی اُجرت مقرر کردی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ کے پاس اپنے وعدہ کے موافق پہنچادیا تاکہ ان کی آنکھوں میں ٹھنڈک پڑے، اور اس کی جدائی میں غمگین نہ ہوں، اور وہ جان لیں کی خدا کا وعدہ سچا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک فرعونی کو مار ڈالنے کا ذکر

[۱] جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نابالغی اور بچپن کا حال بیان کردیا تو فرمایا کہ جب وہ جوانی کو پہنچ گئے، اور دشمن کے گھر پرورش پاکر سب طرح سنبھل گئے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو قوت جسمانیہ وعقلیہ دونوں عنایت کیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر سے نکل کر مدین میں جانے کا سبب بیان فرمایا کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر کے

وَ دَخَلَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰی حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِیْهَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِیْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَی الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰی فَقَضٰی عَلَیْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶﴾

اور موسیٰ شہر (مصر) میں ایسے وقت داخل ہوا کہ جس وقت شہر والے دوپہر کے خواب میں بے خبر تھے تو اس جگہ دو مردوں کو لڑتے پایا، ایک تو موسیٰ کی قوم میں سے تھا اور وہ دوسرا اس کے دشمنوں میں سے۔ پس وہ جو اس کی قوم میں تھا، اس نے موسیٰ سے اس دوسرے پر کہ جو اس کے دشمنوں میں سے تھا مدد مانگی۔ تو موسیٰ نے اس کو گھونسا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا۔ موسیٰ نے کہا: ''یہ کام شیطان کی طرف سے ہوا بیشک شیطان گمراہ کرنے والا ظاہر دشمن ہے'' ﴿۱۵﴾ عرض کی: ''اے میرے پروردگار! بیشک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا پس مجھے بخش دے'' پس اللہ نے اسے بخش دیا، بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۶﴾

بازار میں تھے کہ انہوں نے دو شخصوں کو لڑتے دیکھا۔ جس میں ایک اسرائیلی تھا اور دوسرا ایک فرعونی تھا۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعونی کے ایک گھونسا مارا، جس سے وہ فرعونی مر گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ تو شیطانی حرکت سرزد ہوگئی ہے، اور شیطان کھلا دشمن ہے بہکانے والا''۔ حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کی کہ اے رب میرے! بیشک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، پس مجھے بخش دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ چوک بخش دی۔ بیشک وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اس کے مرنے کے بعد پچھتائے۔ غرض یہ کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعونی کو مار ڈالا تو صبح کے وقت راہ دیکھتے اٹھے کہ فرعونی کے وارث فرعون کے پاس فریادی گئے ہوں گے۔ دیکھنا چاہئے کہ کس کے اوپر خون ثابت ہوا۔ ابھی تک یہ بات پوشیدہ تھی کہ کس نے مارا، کہ ناگہاں وہی شخص جس کی مدد میں حضرت موسیٰ نے کل فرعونی کو مارا تھا، دوسرے فرعونی کے ساتھ جھگڑا کر رہا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام اس پر سے گذرے تو پھر اس نے فریاد کی۔ موسیٰ علیہ السلام نے خفا ہو کر اس سے کہا: ''تو تو کھلا گمراہ اور بے راہ آدمی ہے، ہر روز ہر ایک سے جھگڑا کرتا ہے''۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾ فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ۭ قَالَ لَهٗ مُوْسٰٓى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾

موسیٰ نے عرض کی: ''اے میرے پروردگار! جیسا تو نے مجھ پر انعام فرمایا ہے پس اب میں ہرگز مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا'' ﴿۱۷﴾ پس موسیٰ نے صبح کی اس شہر میں ڈرتے ہوئے اس انتظار میں کہ کیا ہوتا ہے، پس ناگہاں وہی شخص کہ جس نے کل موسیٰ سے مدد چاہی پھر فریاد کر رہا ہے، کہا اس سے موسیٰ نے: بیشک تو کھلا گمراہ ہے ﴿۱۸﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سفر

لے جب فرعونی ظالم پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ ڈالنا چاہا تو اسرائیلی نے جانا کہ مجھے مارنا چاہتے ہیں، کیونکہ مجھ ہی پر خفا ہوئے ہیں۔ اور اپنے بچانے کے واسطے کہنے لگا: ''حضرت موسیٰ علیہ السلام! تم چاہتے ہو کہ جس طرح تم نے کل ایک آدمی کو مار ڈالا، اسی طرح مجھ کو بھی آج مار ڈالو گے''۔ اس سے پیشتر پہلے روز کا معاملہ سوائے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اس اسرائیلی کے کوئی اور نہیں جانتا تھا۔ فرعونی نے جب یہ بات سنی تو اس نے دوڑ کر فرعون سے جا کر کہا: ''کہ کل کے روز جو تمہارا آدمی مارا گیا ہے، اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قتل کیا ہے''۔ فرعون بہت غصہ ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کے مارنے کا ارادہ کیا۔ کئی پیادے مقرر کیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تلاش کر کے لاؤ۔ پیادوں کے آنے سے پہلے ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آ کر کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! تم اس شہر سے کہیں اور چلے جاؤ، فرعونی لوگ تمہارے مارنے کی صلاح کر رہے ہیں، اس لئے میں نے تم کو یہ خبر کر دی ہے۔ اس شخص کا نام خرقیل تھا، فرعون کے لوگوں میں سے ایک یہ ہی مسلمان تھا۔ اس وقت موسیٰ علیہ السلام اکیلے شہر سے باہر نکلے، اور اس سے پیشتر انہوں نے کبھی سفر نہیں کیا تھا، ڈرتے ہوئے شہر سے باہر نکلے۔ غرض یہ کہ مدین کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ''مجھ کو امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھا راستہ بتاوے گا''۔ جب مدین کے پانی پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک کنوئیں پر لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں، اور دو عورتیں اپنے جانوروں کو روکے ہوئے الگ کھڑی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان عورتوں سے پوچھا کہ تم کیوں نہیں ان کے ساتھ اپنے جانوروں کو پانی پلاتیں۔ انہوں نے کہا: ''جب یہ لوگ فارغ ہو کر چلے جائیں گے تو ان کا بچا ہوا پانی ہم اپنے جانوروں کو پلائیں گے، کیونکہ ہم خود تو پانی کا ڈول کھینچ نہیں سکتیں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں''۔ جب کنوئیں پر سے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا چکے تو کنوئیں کے منہ پر انہوں نے ایک پتھر رکھ دیا جس کو دس آدمی اٹھاتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام پتھر کے نزدیک آئے، اور اس کو اٹھایا اور دونوں عورتوں کے جانوروں کو اچھی طرح پانی پلا دیا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے جو

فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۡ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۡ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾

ع ۵

پس جب موسیٰ نے چاہا کہ گرفت کرے اس پر جو موسیٰ کا اور فریاد کرنے والے کا دشمن ہے وہ اسرائیلی کہنے لگا: ''اے موسیٰ! کیا تم مجھ کو ایسا ہی قتل کرنا چاہتے ہو جیسا کہ کل تم نے ایک آدمی کو قتل کیا، تم تو یہی چاہتے ہو زمین میں سخت گیر بنو اور تم نہیں چاہتے یہ کہ اصلاح کرنے والوں میں سے ہو'' ﴿۱۹﴾ اور ایک شخص شہر کے پرلے کنارے سے موسیٰ کے پاس دوڑتا ہوا آیا۔ کہنے لگا کہ اے موسیٰ! بیشک دربار والے تمہارے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں پس تم (یہاں سے) چلے جاؤ۔ بیشک میں تمہارا خیر خواہ ہوں ﴿۲۰﴾ پس (یہ سن کر) موسیٰ شہر سے ڈرتے ہوئے نکلے اس انتظار میں کہ اب کیا ہوتا ہے عرض کی: ''اے میرے رب! مجھے ظالموں سے بچالے'' ﴿۲۱﴾ اور جب موسیٰ نے مدین کی طرف رخ کیا، کہا: ''امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھا راستہ بتائے (چنانچہ ایسا ہی ہوا)'' ﴿۲۲﴾

مدین تک سفر کیا تو ان کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ تھی وہ درخت کے سایہ میں جا بیٹھے۔ مدین فرعون کی عملداری سے باہر مصر سے دس دن کے راستہ پر تھا۔ غرض یہ کہ جب وہ دونوں لڑکیاں ہر روز کی بہ نسبت جلدی سے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر باپ کے پاس آئیں تو باپ کو تعجب ہوا۔ جب لڑکیوں کی زبانی سب قصہ سنا تو باپ نے ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بلانے کو بھیجا۔ وہ آئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ''میرا باپ تم کو بلاتا ہے کہ پانی پلانے کی اُجرت دے''۔ یہ لڑکی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس شرماتی ہوئی منہ ڈھانک کر آئی تھی۔

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ ۖ وَوَجَدَ مِن دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ ۖ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۖ قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّىٰ يُصْدِرَ الرِّعَاءُ ۖ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ ﴿٢٣﴾ فَسَقَىٰ لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّىٰ إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ ﴿٢٤﴾ فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۚ فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ ۖ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢٥﴾

اور جب مدین کے پانی (یعنی کنوئیں) پر پہنچے تو وہاں لوگوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان سے اس طرف دو عورتیں دیکھیں کہ اپنے جانوروں کو روکے ہوئے ہیں۔ موسیٰ نے ان دونوں سے فرمایا تمہارا کیا حال ہے وہ بولیں کہ ہم پانی نہیں پلاتے جب تک یہ سب چرواہے پلا کر نہ ہٹالیں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں ﴿۲۳﴾ تو موسیٰ نے ان دونوں کے جانوروں کو پانی پلا دیا پھر سایہ کی طرف رخ کیا پس عرض کی: ''اے میرے پروردگار! میں اس نعمت کا جو تو میرے لئے اتارے اس کا محتاج ہوں'' ﴿۲۴﴾ پس ان دونوں میں سے ایک عورت موسیٰ کے پاس آئی کہ شرمائی ہوئی چلتی تھی، بولی: ''میرا باپ تمہیں بلاتا ہے تا کہ تمہیں اس کی مزدوری دے جو تم نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے''، پس [۱] جب موسیٰ شعیب کے پاس آئے اور سب قصہ (اپنے مصر سے آنے کا) ان سے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ خوف نہ کرو تم ظالم قوم سے بچ آئے ﴿۲۵﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت شعیب علیہ السلام سے ملاقات کرنا اور ان کی صحبت میں رہنا

[۱] جب حضرت موسیٰ علیہ السلام شعیب علیہ السلام کے پاس آئے اور انہوں نے اپنی تمام داستان بیان کی کہ جس کے سبب سے مصر سے نکلے تھے، تو حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا: ''اب کچھ نہ ڈرو، تم ظالم قوم کے ظلم سے بچ گئے''۔ لڑکی نے کہا: ''اے باپ! ان کو بکریاں چرانے کے واسطے نوکر رکھ لو''۔ اور جب لڑکی نے یہ بات کہی کہ یہ صاحب قوت اور امانت دار ہے،

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾ ع

ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک لڑکی بولی کہ اے میرے باپ! ان کو نوکر رکھ لو بیشک بہتر نوکر وہ جو طاقتور اور امانت دار ہو ﴿۲۶﴾ شعیب نے (موسیٰ سے ۱) کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو لڑکیوں میں سے ایک تمہارے نکاح میں دوں اس (مہر) مہر پر کہ تم آٹھ برس میری ملازمت کرو، پھر اگر تم دس برس پورے کر دو تو وہ تمہاری طرف سے (احسان) ہے اور میں تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ بیشک تم مجھ کو ان شاء اللہ نیک لوگوں میں سے پاؤ گے ﴿۲۷﴾ موسیٰ نے کہا کہ (بس تو) یہ عہد میرے اور آپ کے درمیان ہو چکا، میں ان دونوں میں جو میعاد پوری کر دوں تو پھر مجھ پر کوئی مطالبہ نہیں اور ہمارے اس کہنے پر اللہ گواہ (کافی) ہے ﴿۲۸﴾

تو باپ نے کہا: ''تجھ کو اس شخص کی طاقت اور امانت کا حال کیونکر معلوم ہوا''۔ اس نے جواب میں کہا کہ کنوئیں کے منہ پر سے اس پتھر کو اٹھا لیا جس کو دس آدمی اٹھاتے ہیں، اور جس وقت میں ان کو بلا کر لائی تو اسکے آگے آگے چلتی تھی۔ اس نے کہا کہ میرے پیچھے پیچھے چلو، جب کوئی راستہ نیا آئے یا کئی راہیں ہوں تو جونسے راستہ پر چلنا ہو اس کی طرف کنکر پھینک دینا میں سمجھ جاؤں گا۔ پس اس بات سے معلوم ہوگیا کہ یہ صاحب قوت اور امانت دار ہیں۔

۱ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا اگر اس شرط پر راضی ہو کہ آٹھ برس یہاں مدین میں رہ کر میری بکریاں چراؤ تو ان دونوں لڑکیوں میں سے اپنی ایک لڑکی کا نکاح میں تمہارے ساتھ کر دوں گا، اور اس شرط سے بڑھ کر اور دو برس تم یہاں رہو تو یہ تمہارا احسان ہے۔ دو برس کی زیادتی میں تمہارے اوپر کچھ زبردستی نہ کروں گا، اور اللہ نے چاہا تو تم مجھ کو حسن واخلاق اور وعدہ کے پورا کرنے میں نیک خصلت پاؤ گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: ''یہ شرط مجھ کو

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ﴿۳۰﴾ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾

پھر[۱] جب موسیٰ نے اپنی میعاد پوری کر دی اور اپنی بی بی کو لے کر روانہ ہوئے تو (رستہ میں کوہ) طور کی طرف ایک آگ دیکھی، اپنی بی بی سے کہا: "تم ٹھہرو! بیشک میں نے ایک آگ دیکھی ہے شاید میں تمہارے پاس وہاں سے (رستہ کی) کچھ خبر لاؤں یا کوئی آگ کی چنگاری لے کر آؤں تا کہ تم تاپو" ﴿۲۹﴾ پس جب آگ کے پاس پہنچے تو ان کو اس میدان کے داہنے کنارے سے (جو موسیٰ کی داہنی جانب تھا) اس برکت والے مقام میں درخت سے ندا کی گئی کہ اے موسیٰ! بیشک میں ہی ہوں اللہ تمام جہان کا پروردگار ﴿۳۰﴾ اور یہ کہ اپنا عصا (زمین پر) ڈال دے، پھر جب موسیٰ نے اسے لہراتا ہوا دیکھا گویا وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر چلے اور مڑ کر نہ دیکھا، (ہم نے کہا): "اے موسیٰ! سامنے آ اور ڈر نہیں، بیشک تو امن والوں میں سے ہے ﴿۳۱﴾

منظور ہے۔ آٹھ برس تو ضرور میں یہاں رہوں گا اس کے بعد دو برس کی زیادتی میرے اختیار پر چھوڑ دی جائے"۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس جواب کے بعد معاہدہ پورا ہو گیا۔ اس لئے حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ اب ہم اس معاملہ کے پورا ہو جانے کا اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں کہ وہ اس معاہدہ کو سچائی سے پورا کر دے۔

[۱] جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس برس کی مدت کو پورا کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصر کے جانے کا اور اپنے بھائی اور اپنی ماں سے ملنے کا شوق ہوا۔ اور حضرت شعیب علیہ السلام سے رخصت ہوئے۔ انکے ساتھ ان کی بیوی اور بکریاں تھیں جو

اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ٘ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۳۲

اپنا[1] ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال وہ بلا کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا اور خوف زدہ کرنے کو اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھ لے۔ پس یہ دو نشانیاں تمہارے پروردگار کی طرف سے ہیں فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف (جاؤ)۔ بیشک وہ فاسق لوگ ہیں'' ۝۳۲

حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو دی تھیں۔ یہ سفر جاڑے کے موسم کا تھا، اور اندھیری رات میں راستہ بھی بھول گئے تھے۔ اس حالت میں انہوں نے ایک آگ دیکھی تو اپنی بیوی سے کہا: ''تم ٹھہرو! میں جاتا ہوں تاکہ راستہ کی کچھ خبر لاؤں اور تاپنے کیلئے کچھ آگ بھی لیتا آؤں''۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس آئے جو کوہ طور کی جانب کو تھی۔ یہ آگ ایک سبز درخت میں دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تعجب ہوا۔ اتنے میں میدان کے داہنے کنارے کے درخت سے یہ آواز آئی کہ: ''اے موسیٰ (علیہ السلام)! میں تمام جہان کا پرورش کرنے والا اللہ رب العالمین ہوں''۔ پھر فرمایا: ''اے موسیٰ (علیہ السلام)! تم اپنے ہاتھ کا عصا یعنی لکڑی زمین پر ڈال دو''۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کی لکڑی زمین پر ڈال دی تو وہ سانپ بن کر دوڑنے لگا۔ موسیٰ علیہ السلام ڈر کر پیٹھ پھیری اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے موسیٰ (علیہ السلام) آگے آؤ اور ڈرو مت تم ہر طرح سے امن میں ہو''۔

فرعونی لوگوں پر عذاب الٰہی کا آنا

[1] جب موسیٰ علیہ السلام پہلی جگہ آ کھڑے ہوگئے تو پھر فرمایا: ''اپنا ہاتھ اپنی بغل کے اندر ڈالو، اور پھر نکالو۔ وہ بلا کسی مرض کے نہایت روشن ہو کر نکلے گا''۔ پھر فرمایا: ''اگر لکڑی کے سانپ بن جانے سے کچھ ڈر لگے تو سینہ پر ہاتھ رکھ لینے سے یہ ڈر جاتا رہے گا''۔ پھر فرمایا: ''یہ دونوں معجزے ہیں اور یہ تمہارے سندیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف دونوں معجزے خدا نے بھیجے ہیں کہ وہ لوگ نافرمان ہیں''۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ یہ دونوں معجزے لے کر فرعون کے پاس جاؤ، تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں نے تو ایک فرعونی کو قتل کیا تھا۔ میں اندیشہ کرتا ہوں کہ جب وہ لوگ مجھ کو دیکھیں گے تو جان سے مار ڈالیں گے۔ اور میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ رواں ہے پس ان کو میرے ہمراہ بھیج دے۔ کہ وہ میری تقریر کی تائید اور میری تصدیق کرے، کیونکہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ لوگ یعنی فرعون اور اس کے درباری مجھ کو جھٹلائیں گے، اور میرے کلام کو رد کر دیں گے۔ اور میں بوجہ زبان کی لکنت کے صاف صاف فوراً

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَ اَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ ؗ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ وَ نَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْكُمَا ۚۛ بِاٰیٰتِنَاۤ ۚۛ اَنْتُمَا وَ مَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

موسیٰ نے کہا: ''اے میرے پروردگار! بیشک میں نے ان میں سے ایک آدمی کو مار ڈالا ہے پس میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں ﴿۳۳﴾ اور میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے۔ تو اسے میری مدد کے لئے رسول بنا کہ وہ میری تصدیق کرے بیشک مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگ مجھ کو جھٹلائیں گے'' ﴿۳۴﴾ اللہ نے فرمایا: ''ہم تمہارے بازو کو تمہارے بھائی سے قوت دیں گے [۱] اور تم دونوں کو غلبہ دیں گے، تو وہ تم دونوں کا کچھ نقصان نہ کر سکیں گے ہماری نشانیوں کے سبب تم دونوں اور جو تمہاری پیروی کریں گے غالب آؤ گے'' ﴿۳۵﴾

جواب نہ دے سکوں گا۔ اس کے جواب میں فرمایا: ''اے موسیٰ (علیہ السلام)! ہم ہارون (علیہ السلام) کو تمہاری قوت بازو بنائے دیتے ہیں، اور حکم دیتے ہیں کہ ان معجزوں کے سبب سے تم کو اور تمہارے ساتھیوں پر کوئی غالب نہ آ سکے گا''۔

[۱] اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ فرعون کے ساتھ اگرچہ بہت کچھ لشکر کا جمگھٹا تھا، اور اس لشکر کے مقابلہ میں ادھر موسیٰ اور ہارون علیہما السلام دو ہی شخص تھے۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے موافق ہمیشہ فرعون اور اس کے ساتھیوں پر ایسے غالب رہے کہ فرعون اور اس کے ساتھی عاجز آ گئے۔ اور باوجود اس قدر لاؤ لشکر کے دو آدمیوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ پہلے برسر میدان جادوگروں نے مقابلہ کیا، وہ عاجز ہو کر مسلمان ہو گئے، پھر قحط پڑا تو خدا کی پناہ! کہ جنگل میں تمام کھیت اور شہر میں تمام باغ خشک ہو گئے۔ پھر آٹھ روز تک مینہ برسا کہ بنی اسرائیل کے محلہ میں تو ایک قطرہ پانی کا نہیں پڑا۔ اور ہر فرعونی کے محلے میں قد آدم پانی کھڑا رہا۔ پھر ٹڈیوں کا بادل آیا تو ایسا ہی آیا کہ جس سے بنی اسرائیل کو کچھ صدمہ نہ پہنچا، اور فرعونیوں کی زراعت، انکے باغ، مکان کی چھتیں، بدن کے کپڑے، گھر کا سب سامان کھا کر برابر کر دیا۔ پھر جوؤں کا وبال ایسا ہی آیا جس ہر ایک فرعونی زیست سے بیزار ہو گیا۔ پھر مینڈکوں کا عذاب ایسا ہی آیا کہ کھانے پینے میں مینڈک تھے۔ پھر خون کا عذاب آیا کہ تمام پینے کا پانی یہاں تک کہ دریائے نیل سب خون ہی خون ہو گیا۔ ان عذابوں کی تفصیل سورۂ اعراف میں گذر چکی ہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْۤ اٰبَآىٕنَا الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۶﴾ وَ قَالَ مُوْسٰى رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ ۚ فَاَوْقِدْ لِیْ یٰهَامٰنُ عَلَى الطِّیْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۳۸﴾

پس جب [۱] موسیٰ ان کے پاس ہماری روشن نشانیاں لائے تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ تو نہیں مگر بناوٹ کا جادو اور ہم نے ایسا اپنے اگلے باپ داداؤں کے وقت میں نہیں سنا ﴿۳۶﴾ اور موسیٰ نے فرمایا کہ میرا رب خوب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لایا اور جس کے لئے آخرت کا گھر اچھا ہوگا (یعنی جنت) بیشک ظالم لوگ فلاح نہ پائیں گے ﴿۳۷﴾ اور فرعون نے کہا کہ اے درباریو! میں تمہارے لئے اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا۔ پس اے ہامان! تو میرے لئے گارا (کی اینٹیں بنوا کر ان کو) آگ میں پکوا کر ایک (بلند) محل تیار کرتا کہ میں اس پر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کو [۲] جھانک آؤں اور بیشک میرے گمان میں تو وہ جھوٹا ہے ﴿۳۸﴾

[۱] جب موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس معجزات لے کر گئے تو انہوں نے سرکشی کی راہ سے ان معجزات کو یہ کہا کہ یہ جادو بناوٹی ہے، اور ہم نے اپنے باپ دادا سے کبھی یہ نہیں سنا کہ فرعون کے سوا اور کوئی خدا ہے۔ ہم نے تو یہی بات ہمیشہ دیکھی ہے کہ لوگ فرعون کو خدا جانتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میرا پروردگار ایسے شخص کے عقبیٰ کی بہتری کو خوب جانتا ہے، جو اس کے پاس سے ہدایت لایا۔ یہ یاد رہے کہ مشرک لوگ کبھی فلاح نہ پائیں گے، میرے اور تمہارے درمیان میں پروردگار جلد فیصلہ کرے گا۔

فرعون کے غرق ہونے کا ذکر

[۲] قرآن شریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرعون دہریہ اور خدا کا منکر تھا، اور گمراہی کے سبب سے اپنے آپ کو خدا کہلواتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا ذکر کیا تو اس نے صاف کہہ دیا کہ میرے سوا کوئی دوسرا خدا تم قرار دو گے تو تم کو قید کر دوں

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُونَ ﴿٣٩﴾ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ﴿٤٠﴾ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ ﴿٤١﴾

اور فرعون اور اس کے لشکر نے ناحق زمین میں تکبر کیا اور انہوں نے گمان کیا کہ ان کو ہماری طرف لوٹ کر آنا نہیں ہے ﴿۳۹﴾ پس ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا (یعنی غرق کر دیا) پس دیکھو کیسا انجام ہوا ظالموں کا ﴿۴۰﴾ اور ہم نے ان کو دوزخیوں [۱] کا پیشوا بنایا کہ آگ کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ ہوگی ﴿۴۱﴾

گا"۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ملعون دہریہ اس قدر خدا کا منکر تھا کہ خدا کے نام لینے والے کو قید کے قابل مجرم گنتا تھا۔ اس لئے اس نے اپنے تمام ارا کین کو جمع کر کے ڈھنڈورا پٹوایا تھا کہ فرعون سب کا خدا ہے۔ چنانچہ اس ڈھنڈورے کا ذکر سورہ والنازعات میں آئے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "فرعون نے دو باتیں کہی ہیں ﴿۱﴾ ایک تو یہ کہ سوا اپنے اس کو اور کوئی خدا معلوم نہیں، ﴿۲﴾ اور دوسری یہ کہ اس نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ وہی ان کا خدا ہے۔ دوسری بات اس نے پہلی بات کے چالیس برس کے بعد کہی۔ اس دوسری بات کے کہتے ہی خدا کے عذاب میں گرفتار ہو گیا۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا خیال کرتا تھا کہ یہ نہ تو رسول ہیں اور نہ میرے سوا کوئی خدا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جھوٹ کو لوگوں پر ظاہر کرنے کیلئے ہامان کو حکم دیا کہ میرے لئے ایک اونچا محل بنواؤ کیونکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا خیال کرتا ہوں۔ اور اس پر چڑھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو دیکھ لوں جو ایک غلط بات ہے۔ فرعون کو کبھی خدا کے وجود کا یقین نہ ہوا۔ وہ معجزہ کو جادو سمجھتا تھا، پھر جب ڈوبنے لگا تب اسکو یقین ہوا کہ خدا ضرور ہے۔ مگر اس وقت کے یقین سے اس کو نفع نہ ہوا۔ اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ جب فرعون کے حکم کے موافق یہ اونچا محل اسکے وزیر ہامان نے بنایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اس کو اپنا پر مار کر گرا دیا، جس سے بہت سے آدمی فرعون کے لشکر کے ہلاک ہو گئے۔ اب اس محل کے قصہ کے بعد مختصر طور پر اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اسکے لشکر کی سرکشی اور فرعون کے غرق ہونے کا ذکر اسلئے فرمایا ہے کہ مشرکین کو عبرت ہو جائے کہ اللہ کے رسول کو جھٹلانے والوں کا انجام یہ ہوتا ہے۔

[۱] فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تھا، اس کو تمام کر کے اس قصہ کے نتائج کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب پہلے قرن یعنی زمانے والے ہلاک ہو چکے تو خلق کی راہنمائی کیلئے ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ اس کو یہ باتیں پیش

وَ اَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً ۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ ﴿۴۲﴾ ع وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآىِٕرَ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَ مَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۴۴﴾ ۙ وَ لٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَیْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَ مَا كُنْتَ ثَاوِیًا فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ تَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا ۙ وَ لٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ ﴿۴۵﴾

اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگائی اور قیامت کے دن بھی وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے (۴۲) اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اگلی امتوں کے ہلاک کر چکنے کے بعد کتاب (یعنی توریت) عطا فرمائی جس میں لوگوں کے (یعنی بنی اسرائیل کے) دل کی آنکھیں کھولنے والی باتیں اور ہدایت اور رحمت تھی تا کہ وہ نصیحت مانیں (۴۳) اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم (کوہ) طور کی مغربی جانب میں نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کی طرف رسالت کا حکم بھیجا اور اس وقت تم حاضر نہ تھے (۴۴) ولیکن ہم نے (موسیٰ کے بعد) بہت سی امتیں پیدا کیں پس ان پر زمانہ دراز گزرا اور نہ تم مدین کے رہنے والوں میں مقیم تھے کہ ان لوگوں کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے۔ ولیکن ہم رسول بنانے والے ہوئے (۴۵)

آئیں: (۱) جنگل میں کلام کیا (۲) معجزات دیئے اور (۳) کتاب تورات عطا کی، جو بصارت اور ہدایت اور رحمت تھی سمجھداروں کیلئے۔ اس طرح موسیٰ علیہ السلام کے بعد جب گمراہی کا ایک زمانہ دراز گزر گیا تو خلق کی ہدایت کے لئے اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تم کو بھیجا اور تم پر قرآن نازل کیا جس میں گزشتہ رسولوں کے واقعات تم پر ظاہر کئے۔ حالانکہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس زمانہ میں تم موجود نہیں تھے۔ اپنے رب کی رحمت سے رسول بنائے گئے تا کہ تم ایسے لوگوں کو ڈراؤ جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانے والا نبی نہیں آیا۔ کیا عجب ہے کہ نصیحت قبول کرلیں۔ ان پہلی قوموں کے قصے اس واسطے سنا دیئے گئے کہ تمہاری قوم کے لوگوں کی بھی وہ نوبت نہ آئے کہ جس طرح وہ پہلے لوگ دنیا کی زندگی کو اچھا سمجھ کر آخرت سے بالکل غافل ہو گئے، اور اللہ کے رسولوں کو جھٹلانے لگے۔ آخر طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہو گئے۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

اور نہ تم طور کے کنارے تھے جب کہ ہم نے موسیٰ کو آواز دی ولیکن تمہارے پروردگار کی مہربانی ہے (جو بذریعہ وحی کے تمہیں یہ غیب کے علم دیئے) کہ تم ایسی قوم کو ڈرسناؤ جس کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرسنانے والا نہ آیا۔ یہ امید کرتے ہوئے کہ ان کو نصیحت ہو ﴿۴۶﴾ اور اگر نہ ہوتا یہ کہ [۱] کوئی مصیبت کبھی پہنچتی اس کے سبب جوان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا، تو وہ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا تا کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور (ان احکام اور رسول پر) ایمان لاتے ﴿۴۷﴾

آنحضرت ﷺ پر مشرکین کا اعتراض

[۱] ان آیتوں میں قریش کو یوں قائل کیا کہ جب ان لوگوں میں سے کوئی رسول نہ تھا، اور کوئی کتاب اللہ کی طرف سے ان پر نہ اتری تھی، تو یہود اور نصاریٰ کو اہل کتاب دیکھ کر قریش کہتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمارے پاس رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں کا اتباع کرتے، اور ان احکام اور رسول پر ایمان لاتے۔ پس جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق کتاب یعنی قرآن آیا تو اب ان کو مناسب تھا کہ اس نعمت کا شکر یہ ادا کرتے، اور اس کی پیروی کرتے۔ لیکن یہ تو نہ کیا بلکہ رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ عصا اور ید بیضا اور دریائے قلزم کے بیچ میں سے راستہ کا معجزہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملا تھا، اسی طرح کا ظاہر آتا ہوا کوئی معجزہ آپ کو بھی خدا کی طرف سے مل جائے، تو ہم ضرور آپ کو سچا نبی مان لیویں گے۔ اور قریش یہ کہتے تھے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک ہی مرتبہ پوری کتاب دیدی گئی، اسی طرح اس رسول پر کتاب پوری کیوں نہ اتاری گئی۔ اب اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں ارشاد فرماتا ہے: ''پہلے موسیٰ علیہ السلام پر جو کتاب اور معجزہ عصا، ید بیضا دیا گیا تو کیا انہوں نے اس کا انکار نہ کیا تھا، اگر اپنے محبوب پر بھی اسی طرح اتارتے تو کیا ایمان لے آتے۔ اگر ایک ہی دفعہ کتاب کا اتار دینا ان کے ایمان کے لئے کافی ہو جاتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کیوں ایمان نہیں لائے''۔ قریش

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِیَ مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی ؕ اَوَلَمْ یَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ٝ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰی مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًی مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۰﴾ ع وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾ؕ

پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو کہنے لگے کہ ان پیغمبر کو کیوں نہ دیا گیا جیسا کہ موسیٰ کو دیا گیا تھا؟ کیا اس کے منکر نہ ہوئے تھے جو موسیٰ کو پہلے دیا گیا، کہہ دیا تھا کہ[1] دونوں جادوگر ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور کہہ دیا کہ بیشک ہم ان دونوں کے منکر ہیں ﴿۴۸﴾ تم فرماؤ: ''تو اللہ کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ جو ہدایت کرنے میں ان دونوں کتابوں (یعنی توراۃ وقرآن) سے بہتر ہو میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم (اپنے قول میں) سچے ہو'' ﴿۴۹﴾ پھر اگر وہ یہ تمہارا فرمانا قبول نہ کریں تو جان لو کہ بس وہ لوگ محض اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی نفسانی خواہش کے پیچھے چلے، بیشک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں فرماتا ﴿۵۰﴾ اور[1] بیشک ہم نے اس کلام (یعنی قرآن) کو ان کے لئے مسلسل بھیجا تاکہ وہ نصیحت قبول کریں ﴿۵۱﴾

نے کہا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ دونوں جادوگر ہیں، آپس میں دونوں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، اور کہا بیشک ہم دونوں کے منکر ہیں۔

[1] **شان نزول:** مشرکین مکہ نے یہود مدینہ کے سرداروں کے پاس قاصد بھیج کر دریافت کیا کہ کیا آنحضرت ﷺ کی نسبت کتب سابقہ میں کوئی خبر ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں حضور ﷺ کی نعت وصفت ان کی کتاب توریت میں موجود ہے۔ جب یہ خبر قریش کو پہنچی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کی نسبت کہنے لگے کہ وہ دونوں جادوگر

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓىٕكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ٘ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ٘ لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ ﴿۵۵﴾

جن کو[1] ہم نے قرآن سے پہلے (آسمانی) کتاب دی وہ اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں ﴿۵۲﴾ اور جب یہ قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے بیشک یہی حق ہے ہمارے پروردگار کی طرف سے بیشک ہم اس کے نزول سے پہلے ہی (رسول کو) مانتے تھے ﴿۵۳﴾ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو دوگنا اجر دیا جائے گا اس سبب سے کہ انہوں نے صبر کیا اور یہ لوگ بھلائی سے برائی کو دفع کرتے ہیں، اور ہم نے (جو) (مال) ان کو دیا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں ﴿۵۴﴾ اور جب کوئی بیہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں (کچھ جواب نہیں دیتے) اور کہتے ہیں: ”ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال، پس تم پر سلام! ہم جاہلوں کے غرضی نہیں“ ﴿۵۵﴾

ہیں۔ ان میں ایک دوسرے کا معین و مددگار ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی کتاب میں لکھ گئے کہ ایک ایسا ایسا شخص پیدا ہوگا، ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہم تو نہ اِن کو سچا جانیں نہ اُن کو بلکہ دونوں کے منکر ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ہم نے اس کلام یعنی قرآن کو ان لوگوں کی ہدایت کیلئے مسلسل بھیجا، تا کہ وہ نصیحت قبول کرلیں، تو اپنی جہل سے اعتراض کردیتے تھے کہ قرآن ایک دفعہ کیوں نہ اُتارا گیا“۔ یہ نہیں جانتے کہ ہماری حکمت ہے کہ قرآن کی آیات یکے بعد دیگرے ہم اسلئے نازل کرتے ہیں کہ وہ خُوب غور کرکے سمجھ لیں، اور ہر روز ایک نئے فائدہ اور نئی حکمت سے فیض اٹھائیں۔

[1] **شان نزول:** یہ آیت مومنین اہل کتاب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور انکے اصحاب کے حق میں نازل ہوئی، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اُن اہلِ انجیل کے حق میں نازل ہوئی جو حبشہ سے آکر آنحضرت پر ایمان لائے۔ یہ چالیس حضرات

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾ وَقَالُوا إِن نَّتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَا ۚ أَوَلَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ حَرَمًا آمِنًا

بیشک ۱ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم (اپنی طرف سے) جس کو چاہو ہدایت نہیں کر سکتے، لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے اور ہدایت پانے والوں کو وہ خوب جانتا ہے ﴿۵۶﴾ اور کفار ۲ کہتے ہیں کہ اگر ہم تمہارے ساتھ ہو کر ہدایت کی پیروی کریں تو اپنے (وطن کی سر) زمین سے اچک لئے (یعنی نکالے) جائیں، کیا ہم نے ان کو امن والے حرم میں جگہ نہیں دی۔

تھے جو حضرت جعفر ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے۔ جب انہوں نے مسلمانوں کی حاجت اور تنگی معاش دیکھی تو بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ ہمارے پاس مال ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت دیں تو ہم واپس جا کر اپنے مال لے آئیں، اور ان سے مسلمانوں کی خدمت کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی اور وہ جا کر اپنے مال لے آئے۔ اور ان سے مسلمانوں کی خدمت کی، ان کے حق میں یہ آیت مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ تک نازل ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیتیں انہیں اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئیں جن میں چالیس نجران کے اور بتیس حبشہ کے اور آٹھ شام کے تھے۔

ابوطالب کے ایمان لانے کا ذکر

۱ **شان نزول:** مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے اُن کی موت کے وقت فرمایا: ”اے چچا کہہ دو لاَ الٰہ الا اللہ وہ کلمہ کہ اسکو خدا کے سامنے تمہاری بخشش کیلئے حجت پیش کر سکوں“۔ کہا: ”اے میرے بھتیجے! میں یہ جانتا ہوں کہ تم سچے ہو، لیکن اس بات سے ڈرتا ہوں کہ لوگ کہیں گے کہ مرتے وقت اپنے قدیمی دین کو چھوڑ کر بھتیجے پر ایمان لے آیا“۔ اس کے بعد انہوں نے یہ شعر پڑھے جس کا ترجمہ یہ ہے: ”میں یقین سے جانتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین تمام جہانوں کے دینوں سے بہتر ہے۔ اگر ملامت و بد گوئی کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں نہایت صفائی کے ساتھ اس کو قبول کرتا“۔ اس کے بعد ابوطالب کا انتقال ہو گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی فرمائی۔ کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے جنتی اور دوزخی اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے قرار پا چکے ہیں، اس لئے جو شخص دائرہ اسلام میں داخل نہ ہو تو اس کا کچھ رنج نہیں کرنا چاہیے۔

۲ **شان نزول:** یہ آیت حارث بن عثمان بن نوفل بن عبد مناف کے حق میں نازل ہوئی۔ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ ہم جانتے ہیں کہ آپ سچے ہیں، اور آپکی تابعداری میں ہماری بھلائی ہے۔ مگر ہمیں ڈر ہے کہ عرب لوگ شہر بدر

يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى

جہاں ہر قسم کے پھل روزی کے لئے ہماری طرف سے پہنچائے جاتے ہیں ولیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۵۷﴾ اور ہم ۱؎ نے بہت سی بستیاں ہلاک کر دیں جو اپنے عیش پر اترا گئی تھیں، پس یہ ان کے گھر (اجڑے ہوئے) پڑے ہیں کہ جو ان کے بعد بہت ہی کم آباد ہوئے، اور ہم ہی (ان کے) وارث بنے ﴿۵۸﴾ اور تمہارا پروردگار بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا۔

کردیں گے، اور ہمارے وطن میں نہ رہنے دیں گے۔ اس آیت میں اس کا جواب دیا گیا حرم کو جب سب عرب اس کی حرمت جانتے ہیں، تو کیونکر نکال دیں گے۔ اور کس طرح تم کو قتل کریں گے جو تم اس بات کا خوف کرتے ہو۔ اب تو تم کفر کی حالت میں ہو، اور امن سے اور آرام سے، ہو کہ تم ملکوں کے پھل اور طرح طرح کے میوے اور دنیا کی نعمتیں کھاتے ہو۔ کیا جب ایمان لے آؤ گے اس وقت خدا تم کو امن سے نہ رکھے گا، لیکن وہ اس بات کو نہیں جانتے۔ اگر جانتے تو ایمان لانے میں کیوں دیر کرتے۔ ان کو تو مناسب یہ تھا کہ ہم سے خوف کرتے، اور لوگوں سے امن میں رہتے، وہ بغیر ہمارے حکم کے کیا کر سکتے ہیں۔ انہوں نے اُلٹا کیا کہ ہم سے تو کچھ بھی خوف نہیں کیا، اور لوگوں سے ڈرتے ہیں۔ ہماری قدرت کاملہ اور ہمارے غضب سے بھی تو ڈرے ہوتے کہ ہم نے کیسے کیسے شہر بسبب ان کی نافرمانی اور سرکشی کے نیست و نابود کر ڈالے۔

۱؎ ارشاد ہوتا ہے کہ اور بہت سی بستیاں ہم نے ہلاک کر ڈالیں کہ ان کے رہنے والوں نے اپنی زندگی میں سرکشی کی تھی۔ پس جس بستی نے ہمارا کفر ان نعمت کیا اور عیش و عشرت میں ہمارے احکام کو پس پشت ڈال دیا، ہم نے ان کو ایسا برباد و ہلاک کیا کہ آج صفحۂ ہستی پر ان کا نشان تک باقی نہیں ہے۔ لیکن ہلاک کرنے سے قبل یہ ہم نے ضرور کیا ہے کہ ان کے پاس اپنے رسول بھیجے ہیں کہ وہ ہمارے احکام انہیں پڑھ کر سنائیں۔ جب ان لوگوں نے پشت پھیری اور نافرمانی کی، تو ہم نے ان کو ہلاک و برباد کر دیا۔ آگے فرمایا: "جو کچھ چیز تم کو دنیا میں دی گئی ہے، تو وہ محض چند روزہ دنیا میں دی گئی ہے، تو وہ محض چند روزہ دنیا کی زندگی کا برتاوا، اور اس کی زینت ہے۔ اور جو کچھ ثواب اللہ کے ہاں ہے۔ وہ اس سے بدرجہا بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ تو کیا تم اتنی بھی عقل نہیں رکھتے کہ جس شخص سے جنت کا ہم نے وعدہ کیا ہے پھر وہ اسے پانے والا ہے۔ کیا وہ شخص اُس جیسا ہو سکتا ہے جسے ہم نے دنیا کی چند روزہ زندگی کا فائدہ دیا، پھر وہ قیامت کے دن گرفتار کر کے حاضر کیا جائے گا۔

حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾

ع

جب تک ان (بستیوں) کے صدر مقام میں رسول نہ بھیجے جو ان کو ہماری آیتیں سنائے اور ہم بستیوں کے ہلاک کرنے والے نہیں مگر اسی حال میں کہ وہاں رہنے والے ظالم ہوں ﴿۵۹﴾ اور جو کچھ چیز تم کو دی گئی ہے پس وہ محض دنیا کی زندگی کا برتاوا اور اس کی آرائش ہے، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس سے بدرجہا بہتر، اور باقی رہنے والا ہے، پس کیا تمہیں (اتنی بھی) عقل نہیں ﴿۶۰﴾ پس کیا وہ شخص جسے ہم نے اچھا وعدہ دیا (یعنی جنت) پھر وہ اسے پانے والا ہے، کیا وہ شخص اس جیسا ہے جس کو ہم نے دنیا کی زندگی کے فائدے سے بہرہ مند کیا، پھر وہ قیامت کے دن گرفتار کر کے حاضر کیا جائے گا ﴿۶۱﴾ اور جس دن اللہ ان کافروں کو آواز دے گا، پس فرمائے گا: ''کہاں ہیں[1] میرے وہ شریک جن کا تم گمان کرتے تھے'' ﴿۶۲﴾

توحید کا بیان

[1] ان آیتوں میں ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن مشرکوں سے کہا جائے گا: ''کہاں ہیں وہ اللہ کے شریک، جن کا تم کو دنیا میں بڑا گھمنڈ تھا، کیا وہ عذاب سے بچانے میں تمہاری کچھ مدد کر سکتے ہیں''۔ پھر فرمایا کہ بہکانے والے کہیں گے: ''اے رب ہمارے! یہ لوگ ہیں جن کو بہکایا ہم نے جس طرح ہم بہکے''۔ پھر اپنے پوجا کرنے والوں سے بیزاری ظاہر کریں گے۔ پھر مشرکوں سے کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو تو بلاؤ کہ وہ تم کو اس عذاب سے بچاویں۔ یہ مشرک اُن کو پکاریں گے لیکن کچھ جواب نہ پائیں گے، اور جب دیکھیں گے عذاب، اُس وقت یہ آرزو کریں گے کہ ہم بھی کاش دنیا میں ہدایت پانے والوں میں سے ہوتے تو یہ عذاب کیوں دیکھتے۔

قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶۵﴾

وہ کہیں گے جن پر عذاب کا حکم ثابت ہو چکا: ''اے ہمارے پروردگار! یہ ہی وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے گمراہ کیا ہم نے ان کو گمراہ کیا جیسے خود گمراہ ہوئے تھے، ہم ان سے بیزار ہو کر تیری طرف رجوع لاتے ہیں، وہ ہمیں نہیں پوجتے تھے'' ﴿۶۳﴾ اور (اس وقت ان مشرکین سے) کہا جاوے گا کہ اپنے شریکوں کو پکارو پس وہ ان کو پکاریں گے، وہ ان کی نہ سنیں گے اور (جب) یہ لوگ عذاب کو دیکھیں گے تو تمنا کریں گے: ''کیا اچھا ہوتا اگر وہ (دنیا میں) راہ پاتے'' ﴿۶۴﴾ اور [۱] جس دن خدا ان کافروں کو پکارے گا پس فرمائے گا کہ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟ ﴿۶۵﴾

[۱] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ ان کو اپنے سامنے کھڑا کر کے ان سے پوچھے گا کہ بتلاؤ تم لوگوں نے اللہ کے رسولوں کی فرمانبرداری کی، تو ان کے ہوش اُڑ جائیں گے، اور ان کو جواب تک نہ آئے گا۔ یہ توحید اور اطاعتِ رسول کا سوال گویا آخری سوال ہے۔ جو میدان قیامت میں خاص اللہ تعالیٰ کے روبرو ہوگا، اور یوں تو توحید اور اطاعت رسول کی پرسش آدمی کو قبر میں دفناتے ہی شروع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ دفنانے والے لوگ ابھی قبرستان سے پلٹ کر بھی نہیں آتے کہ منکر نکیر یہ دو فرشتے مُردہ کے پاس آن کر اس سے توحید اور اطاعت رسول کا سوال کرتے ہیں۔ جو شخص توحید اور اطاعتِ رسول پر ثابت قدم دُنیا سے اٹھا ہے، وہ انکے سوال کا جواب پورا پورا دیتا ہے، اور طرح طرح کی راحت ایسے شخص کیلئے اُس وقت سے پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جو توحید اور اطاعتِ رسول میں جھوٹا ہے، وہ انکے سوال کے جواب کے وقت ہائے ہائے کر کے رہ جاتا ہے، اور اُس وقت سے طرح طرح کے عذاب میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ غرض تھوڑے دنوں کی دنیا کی زیست ہے، اور اس زیست میں کمائی کی چیز توحید اور اطاعتِ رسول سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ اللہ سب کو اس کمائی کا شوق دے، جب سب نبی اور اُمتیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہوں گے، تو پہلے ہر ایک اُمت کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تم کو تمہارے نبی نے اللہ کی وحدانیت اور شرک سے بچنے کی جو نصیحت کی، تو تم لوگوں نے اس نصیحت پر کیا عمل

فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى أَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿٦٧﴾ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۗ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٨﴾

پس اس دن ان پر خبریں اندھی ہو جائیں گی (اور کوئی عذر ان کو نظر نہ آئے گا) پس وہ ایک دوسرے سے (بسبب دہشت کے) کچھ پوچھ گچھ نہ کریں گے ﴿۶۶﴾ پس وہ جس نے (کفر وشرک سے دنیا میں) توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل کئے اچھے، تو امید ہے کہ وہ (آخرت میں) نجات پانے والوں میں سے ہو ﴿۶۷﴾ اور تمہارا پروردگار جس چیز کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے پسند فرماتا ہے، ان کا کچھ اختیار نہیں ہے، اللہ پاک ہے اور بلند تر ہے اس سے جنہیں یہ شریک بناتے ہیں ﴿۶۸﴾

کیا''۔ اس کا جواب نہ ہر ایک مشرک کو خود سوجھے گا، نہ ایک کو دوسرا اعزیز قریب کچھ مدد دے سکے گا۔ غرض اس موقع پر جنہوں نے مرنے سے پہلے شرک چھوڑ کر کچھ نیک عمل دنیا میں کر لئے، اُن کو نجات کی اُمید ہو سکتی ہے۔ ورنہ ایسے موقع پر مشرک کو اپنی نجات کی کچھ اُمید نہ رکھنی چاہئے۔ روایت ہے کہ مشرکین عرب کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان محمد ﷺ کو کیوں نبی بنایا۔ مناسب تو یوں تھا کہ عرب کے کسی سردار کو نبی بنایا جاتا جیسے ولید بن مغیرہ کہ مکہ کے بڑے بزرگ ہیں، یا عروہ بن مسعود ثقفی کہ طائف کے سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے خام خیال کا جواب دیتا ہے کہ خدا جو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے۔ جیسے اس کے پیدا کرنے میں کسی کو دخل نہیں ہے، وہ خود مختار ہے، کسی کو ان باتوں میں کچھ دخل نہیں، اس پر کوئی حکومت کرنے والا نہیں، وہ سب کا حاکم ہے۔ وہ دنیا کے بادشاہوں کی طرح بادشاہ نہیں کہ کسی کی رائے اور مشورہ کی اس کو ضرورت ہو۔ اسکے سب کام حکمت سے ہیں۔ تم اسکی حکمتوں پر کب مطلع ہو سکتے ہو۔ جب سب مخلوقات اس کے رُوبرو کھڑی ہوگی تو ان مشرکوں کو اپنی اس بکواس کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔ اب آگے رات دن کی نعمت کا احسان جتلایا کہ اگر خدا رات دن کا موجودہ انتظام درہم برہم کردے تو ان کے بتوں میں یہ قدرت نہیں کہ اس ہرج کے رفع کرنے کیلئے اللہ کے انتظام کے موافق پھر رات دن قائم کردیں۔ یہ تو ان کے بتوں اور شیاطینوں کی عاجزی کا حال ہے۔ اس کی مہربانی ہے کہ تم پر اس نے تمہارے لیے رات دن بنا دیئے۔ رات میں تو آرام اور چین کرتے ہو، اور دن میں اپنے اللہ کے فضل سے روزی کی تلاش کرتے ہو۔ یہ احسانات اللہ تعالیٰ نے کئے تا کہ تم اس کا شکر کرو۔ رات اور دن میں مختلف عبادات کے ساتھ اور اس کی نعمتوں پر بھی تم اللہ کا شکر کرو۔

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿۶۹﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُولٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۷۰﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾

اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی تعریف دنیا اور آخرت میں ہے ﴿۶۹﴾ اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف (تم سب لوگ مرنے کے بعد) لوٹائے جاؤ گے ﴿۷۰﴾ تم فرماؤ: ''بھلا دیکھو تو اگر اللہ تم پر ہمیشہ کے لئے قیامت تک رات ہی رہنے دے تو خدا کے سوا کون اللہ ہے جو تمہارے پاس روشنی کو لے آئے، پس کیا تم (امر حق) نہیں سنتے ہو'' ﴿۷۱﴾ تم فرماؤ: ''بھلا دیکھو تو اگر اللہ تم پر ہمیشہ کے لئے قیامت تک دن ہی رہنے دے تو خدا کے سوا کون اللہ ہے جو تمہارے پاس رات کو لے آئے جس میں تم آرام کرو، پس کیا تمہیں سوجھتا نہیں ﴿۷۲﴾ اور اپنی رحمت سے اس نے تمہارے لئے رات اور دن بنائے تاکہ رات میں آرام کرو اور تاکہ دن میں اللہ کا فضل (یعنی روزی) تلاش کرو اور تاکہ (ان نعمتوں پر) تم (اللہ کا) شکر کرو ﴿۷۳﴾ اور جس دن کہ اللہ ان کو پکارے گا پس فرمائے گا کہ کہاں ہیں وہ میرے شریک جن کا تم گمان کرتے تھے ﴿۷۴﴾

وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٧٥﴾ ع إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ

اور ہم ۱؎ ہر گروہ میں سے ایک گواہ نکالیں گے پھر ہم کہیں گے کہ اپنی دلیل لاؤ۔ پس وہ جان لیں گے کہ حق اللہ ہی کا ہے اور (دنیا میں) جو کچھ افترا کرتے تھے (آج) ان سے گم ہو جائے گا ﴿۷۵﴾ بے شک ۲؎ قارون موسیٰ کی قوم سے تھا، پس اس نے (کثرت مال کی وجہ سے) ان پر زیادتی کی اور ہم نے اس کو اس قدر خزانے دیئے تھے کہ

قیامت میں رسولوں کی گواہی

۱؎ مشرکین قیامت کے دن اللہ سے یہ کہیں گے کہ یا اللہ! ہم کو کسی نبی نے تیرا کوئی حکم نہیں پہنچایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ ہر ایک نبی سے دریافت فرمائے گا کہ تم نے دنیا میں احکام پہنچائے تھے۔ وہ کہیں گے کہ ہاں، ہم نے تو ان کو ہر طرح کا حکم پہنچا دیا تھا۔ کفار کہیں گے: ''ہرگز نہیں''۔ تمام رسولوں کی طرف سے رسول کریم ﷺ اور آپ کی اُمت پیش ہوگی اور شہادت دیں گے کہ اے اللہ! ہر ایک نبی نے اپنی اُمت کو اللہ کا حکم پہنچا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان گواہی دینے والوں سے پوچھے گا کہ تم کو کیا خبر کہ ہر ایک نبی نے اپنی اُمت کو اللہ کا حکم پہنچا دیا تھا۔ وہ جواب دیں گے کہ دنیا میں ہمارے آقا، سردار دو جہاں محمد رسول اللہ ﷺ نے قرآن کے ذریعہ خبر دی تھی کہ دنیا میں ہر ایک نبی ظاہر ہوئے، اور انہوں نے تبلیغ احکام کا کام پورا کیا۔ اس پر بھی جب کافر نہ مانیں گے تو خود ان کے ہاتھ پاؤں ان کے اعمال بد کی شہادت دیں گے۔

قارون کا عبرتناک واقعہ

۲؎ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا دشمن منافق تھا، جیسے سامری منافق تھا۔ کثرت مال کے سبب سے اِترا گیا تھا، اُس کے اِترانے پر اللہ تعالیٰ نے اس کو برباد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قارون کو اس قدر خزانے دیئے تھے کہ ان کی کنجیاں ایک طاقت والی جماعت پر بھاری تھیں۔ وہ کنجیاں اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ اِس قدر خزانے کی وجہ سے وہ اِترا گیا۔ اور جب اس کی قوم نے اُس سے کہا کہ مت اِترا اپنے مال وحشمت، پر کیونکہ اللہ اِترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ اور جو تجھ کو خدا نے دیا ہے اُس سے اپنے لئے آخرت کی اصلاح تلاش کر، اور دنیا سے اپنا حصہ آخرت میں لے جانا نہ بھول۔ اس مال میں سے تیسرا حصہ اللہ کی اطاعت میں خرچ کر، مرنے کے بعد صرف ایک کفن ہے، کیا سب اس مال کو قبر میں لے جائے گا۔ اور خدا کی مخلوق کے ساتھ بھلائی کر، جیسے خدا نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے۔ اور دنیا میں فساد نہ کر، اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اس کے بعد قارون نے اپنی قوم

مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ ﴿۷۶﴾ وَ ابْتَغِ فِیْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا وَ اَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۷۷﴾ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِیْ ؕ اَوَ لَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَ لَا یُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾

کہ ان کی کنجیاں ایک قوت والی جماعت پر بھاری تھیں، جب اس سے اس کی قوم نے کہا کہ تو (اس مال و حشمت پر) اترا نہیں بیشک اللہ اترانے والوں (غرور کرنے) کو دوست نہیں رکھتا ﴿۷۶﴾ اور جو مال تجھ کو اللہ نے دیا ہے اس سے اپنے لئے آخرت کی اصلاح تلاش کر اور دنیا میں اپنا حصہ (آخرت میں لے جانا) نہ بھول (یعنی اعمال صالحہ) اور جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی (بندوں کے ساتھ) احسان کر، اور زمین میں فساد کرنے کی خواہش نہ کر، بیشک اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ﴿۷۷﴾ (قارون یہ سن کر) کہنے لگا کہ یہ تو سب کچھ ایک علم سے ملا ہے جو میرے پاس ہے کیا اسے یہ نہیں معلوم کہ بے شک اللہ نے اس سے پہلے وہ امتیں ہلاک کر ڈالیں جو قوت (مال) میں اس سے زیادہ اور جمعیت میں بہت زیادہ تھیں، اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے (تحقیق کرنے کی غرض سے) پوچھ نہ ہوگی ﴿۷۸﴾

کے لوگوں کی نصیحت کا یہ جواب دیا کہ یہ مال مجھ کو میری عقلمندی کے سبب سے ملا ہے۔ میں مال کمانا جانتا ہوں، اس لئے مجھ کو یہ مالداری کی فضیلت ملی ہے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "کیا اس کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہلاک کر چکا ہے پہلے لوگ جو قارون سے قوت اور مال میں زیادہ تھے مثلاً فرعون کہ وہ قوت اور مال میں زیادہ تھا۔ اگر مال اور قوت باعث فضیلت ہوتے تو اس کو اللہ تعالیٰ ہلاک نہ کرتا"۔ پھر فرمایا کہ مجرموں سے ان کے گناہوں کا سوال نہ کیا جائے گا، بلکہ ان کے ہاتھ پاؤں سے گواہی لے کر ان کا فیصلہ ہو جائے گا۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۷۹﴾

تو (ایک روز)[۱] قارون اپنی قوم پر اپنی آرائش میں نکلا کہا انہوں نے جو دنیا کی زندگی چاہتے تھے: ''اے کاش! کسی طرح ہم کو بھی ایسا ہی ملتا جیسا قارون کو ملا، بیشک وہ بڑے نصیب والا ہے'' ﴿۷۹﴾

قارون کا دھنسنا

[۱] ایک روز اپنی قوم کے روبرو بڑی تیاری وسامان زیوروں سے آراستہ ریشمی لباس پہنے گھوڑوں پر سوار نکلا۔ جب دنیا کے طلبگاروں نے یہ دیکھا تو تمنا کی کہ کسی طرح ہم کو بھی ایسا ہی سامان ملتا۔ اور یہ بھی ان دنیا کے طلبگاروں نے کہا کہ قارون بڑا نصیبے والا ہے۔ جب ان کی یہ بات قوم کے علم والوں نے سنی تو کہنے لگے کیوں خرابی میں پڑتے ہو۔ اللہ کا دیا ہوا ثواب دنیا کے مال ومتاع سے ہزار درجہ بہتر ہے''۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اسکے گھر والوں کو زمین کے اندر دھنسا دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ''حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جب خدا کی طرف سے زکوٰۃ کا حکم آیا کہ دسواں حصہ مال کا ادا کریں۔ حکم الٰہی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون سے اس بات پر فیصلہ کیا کہ ہزار دینار میں سے ایک دینار، اور ہزار درہم میں سے ایک درہم، اور ہزار بکریوں میں سے تو ایک بکری دیدیا کر''۔ جب اس نے زکوٰۃ کا حساب جوڑا تو بہت مال ہوا۔ اور اس کی حرص اور بخل اس پر غالب آ گیا۔ اس قدر مال جی سے نہ چھٹا، اپنے لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہر بات میں تابعداری کی اب وہ چاہتا ہے کہ تمہارا مال بھی چھین لے۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ تو ہمارا بڑا ہے، اب تو جو کہے وہ کریں۔ قارون نے کہا کہ میری یہ صلاح ہے کہ اس کو بنی اسرائیل میں بدنام کرادوں تاکہ پھر لوگ اس کے کلام کو نہ سنیں۔ پس اس نے حکم دیا کہ فلاں بدکار عورت کو بلاؤ، ہم اس کو کچھ انعام مقرر کردیں، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے سے زنا کی تہمت لگاوے۔ جب وہ عورت ایسا کرے گی تو بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ دیں گے۔ اور قارون نے اس عورت کیلئے ہزار دینار اور ایک زریں طشت انعام میں مقرر کیا کہ جب بنی اسرائیل کل عید کے دن جمع ہوویں تو ایسا کیجئے۔ جب کل ہوئی تو لوگ جمع ہوئے، اور موسیٰ علیہ السلام خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے اور خطبہ میں کہنے لگے کہ اگر کوئی چوری کرے گا ان کا ہم ہاتھ قطع کریں گے، جو بہتان لگائے اس کے اسی کوڑے لگائے جائیں گے، اور جو زنا کرے گا اس کے اگر بی بی ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا، یہاں تک کہ مرجائے۔ قارون کہنے لگا: ''یہ حکم سب کیلئے ہے خواہ آپ ہی ہوں''۔ فرمایا ''خواہ میں ہی کیوں نہ ہوں''۔ کہنے لگا کہ آپ نے فلاں بدکار عورت کے ساتھ بدکاری کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''اسے بلاؤ وہ آئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس نے بنی اسرائیل کے لئے دریا پھاڑا، اور اس میں راستے بنائے اور توریت نازل کی۔ سچ کہہ دے'' وہ عورت ڈر گئی، اور اللہ کے رسول پر بہتان لگانے اور انہیں ایذا

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۛ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾

اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ (ان حریصوں سے) کہنے لگے کہ تمہاری خرابی ہو اللہ کا ثواب (اس سے) بہتر ہے اس کے لئے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے، اور یہ (ثواب) ان ہی کو ملتا ہے جو (دنیا کی حرص وطمع پر) صبر کرنے والے ہیں ﴿۸۰﴾ پس ہم نے قارون کو اور اس کے گھر کو (اس کی شرارت بڑھ جانے سے) زمین میں دھنسا دیا، پھر اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی، اللہ (کے عذاب) سے بچانے میں اس کی مدد کرتی ﴿۸۱﴾

دینے کی جرأت اُسے نہ ہوئی، اور اس نے اپنے دل میں کہا کہ اس سے توبہ کرنا بہتر ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ جو قارون کہلانا چاہتا ہے اللہ کی قسم! یہ بات جھوٹ ہے، اور اس نے آپ پر تہمت لگانے کے عوض میں میرے لئے بہت مال کثیر مقرر کیا ہے"۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے حضور میں روتے ہوئے سجدہ میں گرے، اور یہ عرض کرنے لگے: "یارب! اگر میں تیرا رسول ہوں تو میری وجہ سے قارون پر غضب نازل فرما"۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو وحی فرمائی کہ میں نے زمین کو آپ کی فرمانبرداری کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ اس کو جو چاہیں حکم دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا: "اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ نے مجھے قارون کی طرف بھیجا ہے جیسا فرعون کی طرف بھیجا تھا۔ جو قارون کے ساتھ رہنا چاہے وہ ان کے ساتھ رہے، اور جو میرے ساتھ ہو وہ علیحدہ ہو جائے"۔ سب لوگ قارون سے جدا ہو گئے، اور سوا دو شخصوں کے کوئی اس کے ساتھ نہ رہا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ انہیں پکڑ لے تو وہ گھٹنوں تک دھنس گیا۔ پھر آپ نے یہی فرمایا تو کمر تک دھنس گیا پھر آپ یہی فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ گردن تک دھنس گیا، اب وہ بہت منت اور آہ وزاری کرنے لگا، اور بہت فریاد کرنے لگا۔ آپ نے التفات نہ فرمایا یہاں تک کہ وہ بالکل دھنس گیا اور زمین برابر ہو گئی۔ پس سوائے خدا کے کوئی گروہ اس کا مددگار بن کر نہ آیا۔ نہ وہ ہمارے عذاب سے بچ سکا۔ فرمایا: "جو لوگ کل اس کے مرتبہ کی تمنا کرتے تھے، صبح قارون کو زمین میں دھنستا دیکھ کر یہ کہنے لگے: "خدا اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے زمین تنگ کر دیتا ہے۔ اگر خدا ہمارے اوپر مہربانی نہ کرتا تو ہم کو بھی زمین میں دھنسا دیتا، اچھا ہوا"۔ پس معلوم ہوا کہ کافروں کو فلاح نہیں ہوتی۔ دنیا تو سرائے ہے مگر یہ آخرت کا گھر ہم خاص ان کو ہی دیتے ہیں جو دنیا میں سرکش وظالم نہیں ہوتے۔ اور خوبی عافیت کی پرہیزگاروں کیلئے ہے، جو شخص قیامت کے دن نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لئے اس سے بہتر بدلہ ملے گا۔ اور جو کوئی بدی لائے گا تو بدی کرنیوالوں کو اسی قدر سزا دی جائے گی۔

وَاَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ یَقُوْلُوْنَ وَیْكَاَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ ۚ لَوْلَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَیْكَاَنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزَى الَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ

ع ۸ / ۱۱

اور نہ وہ (موسیٰ سے) بدلہ لے سکا اور کل جو لوگ اس کے مرتبہ کی آرزو کر رہے تھے، وہ صبح (قارون کو زمین میں دھنستا دیکھ کر) کہنے لگے: ''بس جی! معلوم ہوا کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے رزق کو کشادہ کرتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کرتا ہے، اگر اللہ ہم پر احسان نہ کرتا تو ہم کو بھی دھنسا دیتا، بس معلوم ہوا کہ کافروں کو فلاح نہیں ہوتی'' ﴿۸۲﴾ (دنیا تو سرائے ہے مگر) یہ آخرت کا گھر (یعنی جنت) ہم ان لوگوں کے لئے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر اور فساد نہیں چاہتے اور عاقبت (کی خوبی) پرہیزگاروں کے لئے ہے ﴿۸۳﴾ جو شخص (قیامت کے دن) نیکی لے کر آوے تو اس کے لئے اس سے بہتر بدلہ ہے اور جو کوئی بدی لائے تو بدکام کرنے والوں کو بدلہ نہ ملے گا مگر جتنا وہ کرتے تھے ﴿۸۴﴾ بیشک جس نے تم پر قرآن (کی تلاوت و تبلیغ[۱] واس کے احکام) کو فرض کیا ہے، وہ تمہیں پھر لے جائے گا جہاں پھرنا چاہتے ہو (یعنی مکہ مکرمہ میں)۔

توحید کا بیان

[۱] ان آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ قرآن شریف کی نصیحت سن کر راہ راست پر آنے والوں کا اور گمراہی پر جمنے والوں کا حال اللہ کو خوب معلوم ہے۔ اے محبوب ﷺ! تم اپنا کام تبلیغ کا کئے جاؤ۔ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ ان گمراہی پر جمے رہنے والوں سے سوال کرے گا تو یہ پچھتائیں گے۔ پھر فرمایا: ''اے محبوب ﷺ! تم ان مشرکوں سے کہہ دو کہ میرا پروردگار خوب

قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۸۵﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ قف كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾ ع

وقف لازم — ع ۹ / ۱۲

تم فرماؤ: ''میرا پروردگار خوب جانتا ہے اسے جو ہدایت لایا اور جو صریح گمراہی میں ہے اور تم امید نہ رکھتے تھے ﴿۸۵﴾ کہ تم پر کتاب بھیجی جائے گی مگر تمہارے پروردگار نے رحمت فرمائی''، پس تم ہرگز کافروں کے مددگار نہ ہونا ﴿۸۶﴾ اور تمہیں یہ (کافر) اللہ کی آیتوں (کی تبلیغ) سے نہ روکیں بعد اس کے کہ وہ تمہاری طرف اتاری گئیں اور تم لوگوں کو) اپنے پروردگار کی راہ کی) طرف بلاؤ اور ہرگز شرک والوں میں نہ ہونا ﴿۸۷﴾ اور اللہ کے ساتھ دوسرے کو معبود (سمجھ کر) نہ پکارنا، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں بجز اس کی ذات کے، اسی کا حکم ہے اور اسی کے پاس تم سب لوٹائے جاؤ گے (پس سب کو ان کے عمل کی جزا دے گا) ﴿۸۸﴾

جانتا ہے اس کو جو ہدایت پر ہے، اور جو کھلا گمراہ ہے۔ اور تم اُمید بھی نہیں رکھتے تھے کہ تم پر خدا کی کتاب بھیجی جائے گی، مگر محض تمہارے پروردگار کی مہربانی سے نازل کی گئی ہے۔ پھر تم کافروں کے مددگار نہ ہونا کہ یہ کافر تم کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی نصیحت سے نہ روک دیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارا بول بالا کرنے والا ہے۔ اس لئے تم لوگوں کو اس معبود کی عبادت کی رغبت دلاؤ جو وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس کے بعد اپنے محبوب ﷺ کو مخاطب کر کے مشرکوں کو جتلایا کہ سوا اللہ کے اور کسی کی عبادت صحیح نہیں ہے، کیونکہ سوا اس کی ذات پاک کے اور سب کو فنا ہے۔ پھر فنا ہونے والی چیز عبادت کی لائق نہیں ہے۔ اسی کے ہاتھ میں جزا اور سزا ہے بلکہ جزا و سزا کیلئے سب اسی ذات پاک کے روبرو ایک دن حاضر کئے جائیں گے۔

ایاتھا ۶۹ ۲۹ سُورَۃُ الْعَنْکَبُوتِ مَکِّیَّۃٌ ۸۵ رکوعاتھا ۷

سورۂ عنکبوت مکہ میں نازل ہوئی، اس میں انہتر آیتیں اور سات رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

الٓمّٓ ۚ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳﴾

کیا[1] لوگوں نے یہ گمان کرلیا ہے کہ صرف یہ کہہ دینے سے چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے، اور ان کی (قسم قسم کے مصائب سے) آزمائش نہ ہوگی ﴿۲﴾ اور بیشک ہم نے (ایسے واقعات سے) ان لوگوں کی آزمائش کی جوان سے پہلے (مسلمان) تھے تو اللہ ان کو ضرور معلوم کرے گا کہ کون (ایمان کے دعوے میں) سچے ہیں اور ضرور جھوٹوں کو معلوم کرے گا ﴿۳﴾

خواص سورہ عنکبوت: اس سورت کو سات مرتبہ بعد نماز عشاء پڑھ کر دعا کریں ان شاء اللہ ہر قسم کے رنج وغم سے محفوظ رہے گا، اور امراض چشم کے لئے بھی مفید ہے اور اس سورۃ کو زعفران سے لکھ کر پانی سے دھوکر چوتھیا بخار والے کو پلادے ان شاء اللہ فائدہ ہوگا۔

مسلمانوں کی آزمائش کا ذکر

[1] **شان نزول:** آنحضرت ﷺ کے مکہ سے ہجرت فرمانے کے بعد کچھ مسلمان مکہ میں ایسے رہ گئے تھے جن کو مشرک لوگ ہجرت سے بھی روکتے تھے۔ اور مکہ میں بھی ان کو امن سے نہیں رہنے دیتے تھے، بلکہ طرح طرح کی تکلیفیں ان مسلمانوں کو ہر وقت دیتے تھے۔ جن تکلیفوں سے وہ مسلمان تنگ دل تھے۔ ان کی ہمت بڑھانے کیلئے مدینہ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ جب مدینہ سے انکے دوست صحابہ نے انکو ان آیتوں کے نازل ہونے کا حال لکھ کر مکہ میں بھیجا تو وہ مشرکین سے لڑکر ہجرت کے لئے مکہ سے نکلنے کو مستعد ہوگئے۔ اور کچھ مدینہ میں مہاجر بن کر پہنچ گئے۔ فرمایا کہ دار آخرت کی طرف کامیابی کے ساتھ جانا آسان بات نہیں، اس میں بڑی بڑی جانفشانیاں کرنی پڑتی ہیں۔ اور بڑی سختیوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے اس لئے اس سورۃ میں الٓمّٓ سے ایک خاص مطلب کی طرف اشارہ کرکے یہ فرمادیا کہ کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ لا الہ الا اللہ کہہ

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّاٰتِ أَنْ يَّسْبِقُونَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝۴ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۵ وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۷

کیا یہ سمجھے ہوئے ہیں، وہ لوگ جو برے کام کرتے ہیں کہ ہمارے قابو سے کہیں نکل جائیں گے کیا ہی وہ بری تجویز کرتے ہیں ۝ جس کسی کو اللہ[1] سے ملنے کی امید ہو تو بیشک اللہ (سے ملنے) کا وہ معین وقت ضرور آنے والا ہے، اور وہی سننے والا جاننے والا ہے ۝ اور جو کوئی اللہ کی راہ میں کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے ہی نفع کے لئے کوشش کرتا ہے، بیشک اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے ۝ اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے تو بیشک ہم انکی برائیاں دور کردیں گے اور ضرور انہیں اس کام پر بدلہ دیں گے جو ان کے سب کاموں میں اچھا تھا (یعنی نیک عمل) ۝

دینا اور صرف ایمان لاکر بیٹھ رہنا کافی ہے۔ اور ان کی کوئی آزمائش نہ ہوگی ضرور ہوگی۔ اسلئے کہ ان سے پہلے بھی ایمانداروں نے بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائی ہیں، آزمائے گئے ہیں، گھربار لوٹے گئے ہیں، ماریں پڑی ہیں، دیس سے نکالے گئے ہیں، اس سے اہل اسلام کو مضبوط کیا جاتا ہے کہ اسلام میں تکالیف دیکھ کر نہ گھبرائیں۔ ایسی آزمائشوں میں سچے جھوٹے کا امتیاز ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں خصوصاً ہجرت سے پہلے ایمانداروں کو بڑی بڑی مصیبتوں کا منہ دیکھنا پڑتا تھا۔ (حقانی)

مسلمانوں کا ذکر

[1] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جس کو آخرت میں اللہ تعالیٰ سے ملنے کی اُمید اور اپنے اچھے کاموں کے ثواب پانے کا بھروسہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کی اُمید کو پورا کرے گا کہ وہ دعا کا سننے والا اور تمام عملوں کا دیکھنے والا ہے۔ پھر فرمایا: "جو محنت کرکے اچھے عمل کرے وہ اپنے ہی واسطے کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بندوں کے نیک عملوں سے بے نیاز ہے۔ کسی کا نیک اور پرہیزگار ہونا خدا کی بادشاہت میں کچھ رونق نہیں بڑھاتا۔ اس پر بھی ایمان والوں کو عمدہ جزا دے گا، اور ان کی برائیوں کو ان کے ایمان اور نیک عمل کی برکت سے دُور کردے گا۔ اور اچھے سے اچھا ان کے عملوں کا بدلہ دے گا۔ اور برائی کی سزا بقدر برائی کے دے گا بلکہ معاف کردے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق دل میں رکھتا ہے اللہ تعالیٰ

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِن جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

اور۱ ہم نے انسان کو تاکید کی کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرے اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرا جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان، تم سب کو میرے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے، پس میں تم کو بتا دوں گا جو کچھ تم کرتے تھے ﴿۸﴾ اور۲ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے۔

بھی اسی کو ایسے نیک کاموں کی توفیق دیتا ہے کہ وہ اچھی حالت سے اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہوگا۔ اور یہ حشر کے منکر لوگ اللہ تعالیٰ کے ملنے کا شوق دل میں نہیں رکھتے، اس لئے اللہ تعالیٰ بھی خوشی سے ان کو اپنے روبرو بلانا نہیں چاہتا۔

ماں باپ کی فرمانبرداری کا ذکر

۱ **شانِ نزول:** جب حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا تو ان کی ماں نے کہا کہ تو نے یہ کیا نیا کام کیا، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو اختیار کیا۔ خدا کی قسم اگر تو اس سے باز نہ آیا تو نہ میں کھاؤں نہ پیوں، یہاں تک کہ مر جاؤں اور تیری ہمیشہ کیلئے بدنامی ہو، اور تجھے ماں کا قاتل کہا جائے۔ پھر ان کی ماں نے فاقہ کیا اور شبانہ روز نہ کھایا نہ پیا، نہ سایہ میں بیٹھی، اس سے ضعیف ہوگئی۔ پھر ایک دن اور اسی طرح رہیں۔ تب حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسکے پاس آئے اور آپ نے اس سے فرمایا کہ: "اے ماں! اگر تیری سو جانیں ہوں، اور ایک ایک کر کے سب ہی نکل جائیں، تو بھی اپنا دین اسلام چھوڑنے والا نہیں۔ تو چاہے کھا چاہے مت کھا۔ جب وہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مایوس ہوگئی کہ یہ دین محمدی چھوڑنے والا نہیں تو کھانے پینے لگی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور فرمایا کہ اگرچہ ماں باپ کا حق بہت بڑا ہے۔ اس کے حکم کے مخالف ماں ہو یا باپ کسی کی فرمانبرداری جائز نہیں ہے۔ آخر آیت میں فرمایا کہ ایک دن سب کو اللہ کے روبرو حاضر ہونا پڑے گا۔ اور فرمانبرداروں کی جزا اور نافرمانوں کی سزا کا پورا پورا فیصلہ ہو جائے گا۔

۲ ان آیتوں میں فرمایا کہ ہم ایمانداروں کو اور ان کو جنہوں نے اچھے عمل کئے ہیں، اپنے بندوں میں شامل کریں گے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ نیک بندوں کے رہنے کی جگہ جنت میں ان کو رکھا جائے گا۔ اسکے بعد ارشاد کیا کہ لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں، جو کہتے ہیں: "ایمان لائے ہم اللہ پر، لیکن وہ لوگ یہ بات صرف زبان سے کہتے ہیں، انکے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا ہے۔ اس واسطے ان کا یہ حال ہے کہ جب ان کو کوئی تکلیف دی جاتی ہے تو پھر یہ لوگ دین اسلام سے پھر جاتے ہیں۔ غرض کہ ان لوگوں کو اگر بھلائی حاصل ہو تو اطمینان ہے، اور اگر جانچ ہوئی تو پھر گئے"۔ پھر فرمایا کہ ان لوگوں کا

لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ۝۹ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ۝۱۱ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ

ضرور ہم انہیں نیکوں میں شامل کریں گے ۹ اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں (جو زبان سے) کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب ان کو اللہ کی راہ میں کوئی تکلیف دی جاتی ہے تو لوگوں کی ایذاؤں کو اللہ کے عذاب کے برابر سمجھتے ہیں، اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے کوئی مدد آئے تو (اس وقت) ضرور کہیں گے کہ بے شک ہم تو (دین میں) تمہارے ہی ساتھ تھے، کیا اللہ دنیا جہان والوں کے دلوں کی باتیں خوب نہیں جانتا ۱۰ اور بیشک اللہ ایمان لانے والوں کو ظاہر کردے گا اور بیشک منافقوں کو بھی ظاہر کردے گا ۱۱ اور کافر مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم (دین میں) ہماری [1] راہ کی پیروی کرو اور (قیامت میں) تمہارے گناہ ہم اٹھالیں گے۔

یہ حال ہے کہ اگر کبھی کوئی مدد اور فتح تمہارے رب کی طرف سے آجائے تو کہتے ہیں کہ ہم تو دین میں تمہارے ساتھ ہیں"، اللہ دنیا جہان والوں کے دلوں کی باتیں خوب جانتا ہے۔ جو ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے۔ اگرچہ وہ منافق ظاہر میں مسلمانوں کے ساتھ ہونے کا دم بھریں، لیکن اللہ خوب جان لے گا ایمان والوں کو، اور خوب جان لے گا منافقوں کو کہ کون مطیع ہے اور کون نافرمان ہے"۔

مشرکوں کا ذکر، نوح اور ابراہیم علیہما السلام کی نصیحت

[1] **شان نزول:** ہجرت سے پہلے مکہ میں جو تھوڑے سے مسلمان تھے وہ کافر بیکس مسلمانوں کو ازحد ستاتے تھے، اور ان سے یہ کہتے تھے کہ تم یہ تکالیف کس لئے اٹھاتے ہو کس لیے، اسلام نہیں چھوڑ دیتے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم اپنے اس گناہ سے ڈرتے ہیں، آخرت کا خوف ہے۔ مسلمانوں سے ابوسفیان اور مشرک لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ اول تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مرنے کے

وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑫ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۫ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ⑬ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ⑭

حالانکہ یہ لوگ انکے گناہوں میں سے کچھ بھی نہ اٹھائیں گے، بیشک وہ جھوٹے ہیں ⑫ اور بیشک ضرور یہ لوگ اپنے گناہوں کے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور (دوسروں کے گناہوں کے) بوجھ اٹھائے ہوں گے اور ضرور قیامت کے دن ان سے پوچھ ہوگی جو کچھ بہتان اٹھاتے تھے ⑬ اور [۱] بیشک ہم نے نوح کو انکی قوم کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا پھر وہ ان میں پچاس سال کم ہزار برس رہے، (اور قوم کو توحید وایمان کی دعوت دیتے رہے) اور انکی ایذاؤں پر صبر کیا، پھر (جب باز نہ آئے تو) انکو طوفان نے آ پکڑا اور وہ بڑے ظالم لوگ تھے ⑭

بعد پھر جئیں گے، اور نیکی بدی کا حساب و کتاب ہو کر جزا و سزا ہوگی۔ اگر ایسا ہوا بھی تو تمہاری بدیوں کی سزا ہم اپنے ذمہ لے لیں گے۔ تم اپنے قدیمی دین پر قائم ہو جاؤ، اور دنیا کے مزے اٹھاؤ''۔ ان کے اس قول کا جواب ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے کہ یہ لوگ بالکل جھوٹے ہیں، جو آخرت کے مواخذہ کا غیروں کا بوجھ اپنے ذمہ لیتے ہیں۔ وہاں ایسی نفسا نفسی ہوگی کہ باپ بیٹے اور بیٹا باپ سے دور بھاگے گا، کہ ایک کا وبال دوسرے پر نہ پڑ جائے، اور جتنے لوگوں کو گمراہوں نے بہکایا ہے گمراہ ہونے اور گمراہ کرنے کے دو وبال ایسے لوگوں کی گردن پر اس دن پڑیں گے۔ دار آخرت کی تکلیف، پھر کوئی اپنی تکلیف کی برداشت نہیں کر سکتا، دوسرے کی تکلیف تو کیا برداشت کر سکتا ہے۔ اور یہ لوگ جیسی جیسی جھوٹی باتیں بناتے ہیں، ان کی اس افتراء پردازی کی قیامت کو باز پرس ہوگی کہ تم کس جرأت اور بیباکی سے ایسی باتیں بناتے تھے۔ کیا یہ نہ جانتے تھے کہ ہمارے ہاں آج کے دن ذرہ ذرہ کا حساب پیش ہوگا۔

[۱] اوپر مشرکین کی سرکشی کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو تسلی دینے کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کے حال سے آگاہ کیا۔ فرمایا کہ وہ اپنی قوم میں اس قدر عرصہ دراز تک رہے، اور پوشیدہ اور علانیہ دن رات ان کو سمجھاتے رہے۔ جب بھی قوم کے لوگ نہ سمجھے اور اللہ کے رسول کو جھٹلاتے رہے، اور اتنی مدت میں انکی قوم میں سے اسی

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَصْحٰبَ السَّفِیْنَةِ وَ جَعَلْنٰهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۵﴾ وَ اِبْرٰهِیْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ ؕ

پس ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو (اس طوفان سے) بچالیا اور اس کشتی کو سارے جہان کے لئے نشانی کیا ﴿۱۵﴾ اور ہم نے ابراہیم کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو۔

(۸۰) آدمی ایمان لائے۔ جب اس قدر مدت دراز تک نوح علیہ السلام کی نصیحت اور ڈرانے نے کچھ فائدہ نہ دیا تو اے محبوب ﷺ! اپنی اُمت کے حال پر کچھ غم نہ کریں۔ چالیس سال کی عمر میں نوح علیہ السلام رسول کر کے بھیجے گئے۔ اور قوم کے لوگوں میں ساڑھے نو سو برس رہے۔ اور طوفان کے بعد ساٹھ برس زندہ رہے۔ وقت انتقال کے عزرائیل علیہ السلام نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے سب پیغمبروں سے زیادہ عمر پائی۔ دنیا کی تو خوب سیر کی ہوگی، آپ نے فرمایا: ''کیا سیر کری، دنیا کی مثل ایک مکان کے دو درہ ہیں، ایک وہ جدھر سے آئے دوسرا وہ جدھر کو جاتے ہیں صرف اتنی دیر ہوئی''۔ سورہ ہود میں گزر چکا ہے کہ قوم نوح نے نوح علیہ السلام کی نصیحت اور عذاب کے وعدہ کو جھوٹا جان کر خود اپنی زبان سے عذاب کے نازل ہونے کی خواہش کی۔ آخر طوفان کے عذاب آنے سے سوا اسی آدمیوں کے، اور باقی سارے قوم کے لوگ ہلاک ہو گئے۔ پھر ہم نے نوح علیہ السلام کو اور جو انکے ساتھ کشتی میں تھے یعنی بیٹے اور چند ایماندار کل اسی تھے، جن کو غرق ہونے سے بچالیا۔ اور قرنوں تک اس کشتی کو اپنی قدرت کی نشانی دکھانے کے لئے باقی رہنے دیا، تا کہ لوگ اس کو دیکھ کر عبرت پکڑیں، اور اس عہد کو یاد کریں اور سرکشی سے باز آئیں''۔ اب آگے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے اپنی قوم کو خدا کی عبادت کی طرف بلایا، اور اس سے ڈرنے کو کہا کہ جب تم یہ کام کرو گے تو دنیا اور آخرت کی بہتری تم کو حاصل ہوگی۔ اور اللہ کے سوا جن بتوں کو اے کافرو! تم پوجتے ہو وہ تمہارے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ تم نے ہی ان کے نام گھڑ لئے ہیں، اور ان کو معبود ٹھہرالیا ہے، اور تم خود بت تراشتے ہو، اور ان کو اپنا معبود ٹھہراتے ہو۔ جن لوگوں کے نام کی یہ مورتیں ہیں ان کو تمہارے اس کام کی بالکل خبر نہیں۔ اس لئے قیامت کے دن وہ تم سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور جن بتوں کو پوجتے ہو، وہ تو تم کو رزق بھی دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ اس لئے تم اللہ کی ہی خالص عبادت کرو، اور اس سے کشائش رزق کی التجا کرو۔ اور اسی کا شکر ادا کرو، اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے، اور وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے موافق جزا وسزا دے گا۔ اور اگر تم ان باتوں کو جھٹلاؤ گے کہ جن لوگوں نے پہلے رسولوں کو جھٹلایا ہے، ان پر عذاب نازل ہوا ہے۔ ہر رسول اسی بات کا ذمہ دار ہے کہ خدا کا حکم اُمت کے لوگوں کو پہنچاوے''۔ پھر ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں کو جو حشر کے منکر تھے، یوں سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی دفعہ تم کو پیدا کیا جس سے تم سننے والے اور دیکھنے والے ہو گئے۔ پھر جس خدا نے پہلی بار تم کو بنایا دوسری بار بھی تمہیں بنا سکتا ہے، کیونکہ دوسری بار کا پیدا کرنا اس پر آسان ہے۔

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ اِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۸﴾ اَوَ لَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۹﴾

یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم جانتے ہو ﴿۱۶﴾ تم تو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہو اور نرا جھوٹ گھڑتے ہو، بیشک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں، پس تم اللہ سے روزی طلب کرو اور اس کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو، تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے ﴿۱۷﴾ اور اگر تم مجھ کو جھٹلاؤ پس (میرا کچھ نقصان نہیں کیونکہ) تم سے پہلے بھی بہت سی امتیں (اپنے پیغمبروں کو) جھٹلا چکی ہیں، اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف طور سے پیغام کا پہنچا دینا ﴿۱۸﴾ کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ مخلوق کو کس طرح اول بار پیدا کرتا ہے، پھر وہی دوسری بار اس کو پیدا کرے گا (آخرت میں) [۱] بیشک یہ اللہ کو آسان ہے ﴿۱۹﴾

[۱] ان آیتوں میں فرمایا کہ زمین میں سیر کرو اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر عبرت پکڑو، کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اب پہاڑوں اور درختوں بوٹیوں اور کھیتوں کو پیدا کیا ہے، اسی طرح جس چیز کا دوبارہ پیدا کرنا اس کو منظور ہوگا وہ پیدا کردے گا۔ اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے، اور یہ دوبارہ پیدا کرنا جزا و سزا کیلئے ہوگا تاکہ پہلی دفعہ کا پیدا کرنا ٹھکانے لگے۔ اس سزا کے وقت تم آسمان و زمین میں کہیں بھاگ نہ سکو گے۔ اس لئے تم اللہ کو اپنا معبود ٹھہراؤ، اس لئے کہ اس شرک کے مواخذہ میں پکڑ لئے گئے تو تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے کہ وہ تم کو گرفتار نہ کر سکے۔ غرض کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی عاجز نہیں کر سکتا، اور خدا کے سوا نہ تمہارا کوئی مددگار ہے۔ پھر فرمایا ہے: ”جو لوگ اللہ کی آیتوں اور اس کی قدرت کی نشانیوں اور آخرت کے منکر ہیں، وہ خدا کی رحمت سے نا اُمید ہیں، اور دنیا و آخرت میں ان لوگوں کے واسطے سخت عذاب ہے“۔

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۚ ﴿۲۰﴾ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۧ ﴿۲۲﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾

تم (ان لوگوں سے) فرماؤ کہ تم لوگ زمین میں سفر کر کے دیکھو کہ اللہ نے مخلوق کو کس طور پر اول بار پیدا کیا ہے، پھر اللہ ہی دوسری اٹھان (آخرت میں) اٹھائے گا، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۝۲۰ جس کو چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے، اور تم سب اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے ۝۲۱ اور نہ تم زمین میں (چھپ کر خدا کو) عاجز کر سکتے ہو اور نہ آسمان میں، اور خدا کے سوا نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار ۝۲۲ اور جو لوگ اللہ کی آیتوں سے اور اس کے سامنے جانے سے منکر ہوئے وہ لوگ (قیامت میں) میری رحمت سے نا امید، ہو گئے اور ان کے لئے درد دینے والا عذاب ہے ۝۲۳ تو[1] (ابراہیم علیہ السلام کے اس کہنے کے بعد) اس کی قوم کو کچھ جواب بن نہ آیا مگر یہ کہ (آپس میں) کہنے لگے کہ ان کو قتل کر ڈالو یا ان کو جلا دو (چنانچہ جلانے کا سامان ہوا) تو اللہ نے ان کو آگ سے بچالیا، بیشک اس قصہ میں ضرور نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں ۝۲۴

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا مشورہ

[1] ان آیتوں میں فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باتیں سن کر آپس میں یہ کہا کہ

وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

اور[1] ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا کہ تم نے جو خدا کو چھوڑ کر یہ بت بنا لئے ہیں، بس یہ تمہارے درمیان دوستی (یہیں) دنیا کی زندگی تک ہے، پھر قیامت کے دن تم میں ایک دوسرے کا منکر ہو جائے گا اور ایک دوسرے پر لعنت ڈالے گا اور اگر تم اس بت پرستی سے باز نہ آئے تو) تم سب کا ٹھکانا جہنم ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا ﴿۲۵﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مار ڈالو یا آگ میں جلا دو۔ چنانچہ سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ آگ میں ہی جلانا چاہیے۔ تو سب نے مل کر بہت ساری لکڑیاں ایک میدان میں اکٹھی کیں اور ان لکڑیوں کے گرد میں ایک احاطہ کھینچا۔ پھر ایسی آگ جلائی کہ جس کے شعلے آسمان تک پہنچے، ایسی بڑی آگ کبھی نہیں جلی۔ پھر انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو اس آگ میں ڈال دیا۔ ان کا حامی مددگار خداوند ذوالجلال تھا، اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وہ آگ ٹھنڈی اور راحت والی بن گئی، ابراہیم علیہ السلام وہاں سے صحیح وسالم نکلے، اور کسی جگہ آپ کو تکلیف نہ پہنچی۔ پس ایماندار لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عجیب عجیب نشانیاں ہیں کہ اس نے ایسے نازک وقت میں اپنے خلیل کی کیسی مدد کی کہ آگ جیسی چیز میں جلانے کی تاثیر باقی نہ رہی۔ اور آگ گلزار ہو کر راحت کا ساماں بن گئی اور اللہ کے خلیل سے جن لوگوں نے اپنے بتوں کو توڑنے کا بدلہ لینا چاہا تھا وہ لوگ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہوئے۔

[1] پھر ابراہیم علیہ السلام نے وعظ شروع کیا کہ آج دنیا میں جو تم نے اللہ کے سوا جو بت بنا رکھے ہیں اور انکی پرستش کرتے ہو، اور وہ خدا جس نے تم کو پیدا کیا اس کی عبادت سے بالکل غافل ہو، تو بس یہ تمہارے درمیان بتوں کی دوستی یہی دنیا کی زندگی تک ہے۔ پھر قیامت کے دن کچھ کام نہ آئے گی۔ بت اپنے پجاریوں سے بیزار ہوں گے، اور سردار اپنے ماننے والوں سے، اور ماننے والے سرداروں پر لعنت کریں گے، اور سردار ماننے والوں پر۔ غرض یہ کہ ایک دوسرے سے بیزار ہوگا، اور لعنت کرے گا، اور اگر تم اس بت پرستی سے باز نہ آئے تو تم سب کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا کہ جس کی مدد سے تم اس عذاب سے نجات پاؤ گے۔ بس اس قوم میں سے ابراہیم علیہ السلام کا بھتیجا لوط علیہ السلام ایمان لایا۔ پھر حضرت ابراہیم، لوط علیہ السلام اور حضرت سارہ سلام اللہ علیہا اپنی چچا زاد بہن سے فرمانے لگے کہ میں اپنے رب کی طرف وطن چھوڑ کر جاتا ہوں۔ البتہ وہ غالب ہے پس مجھ کو اس کی ذات سے امید ہے کہ میرے دشمنوں سے مجھ کو ذلیل نہ کروائے گا، اور وہ صاحب حکمت ہے۔ اس پر حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت سارہ سلام اللہ علیہا نے اتفاق کیا اور وہاں سے نجران اطراف کوفہ میں

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوۡطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّىۡ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّىۡ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۲۶﴾ وَوَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ وَ يَعۡقُوۡبَ وَجَعَلۡنَا فِىۡ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالۡكِتٰبَ وَاٰتَيۡنٰهُ اَجۡرَهٗ فِى الدُّنۡيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۲۷﴾ وَلُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖۤ اِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمۡ بِهَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنَ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲۸﴾

تو (اتنی نصیحت پر) لوط نے ابراہیم کی تصدیق (رسالت) کی اور ابراہیم نے (فرمایا کہ میں اپنے پروردگار کی بتائی ہوئی جگہ کی) طرف ہجرت کرتا ہوں، بیشک وہی زبردست، حکمت والا ہے ﴿۲۶﴾ اور ہم نے (ہجرت کے بعد) ان کو اسحٰق (بیٹا) اور (یعقوب (پوتا) عطا کیے اور ہم نے اسکی اولاد (یعنی نسل) میں نبوت اور کتاب (یعنی توریت، انجیل، زبور، قرآن شریف) کو (جاری) رکھا اور ہم نے اس کا صلہ اس کو دنیا میں بھی دیا اور بیشک وہ آخرت میں بھی (بڑے درجہ کے) نیک بندوں میں سے ہے ﴿۲۷﴾ اور ہم نے لوط کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا جب کہ اس نے اپنی قوم سے فرمایا کہ بیشک تم بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں سے نہیں کیا ﴿۲۸﴾

آئے۔ پھر وہاں سے ملک شام میں گئے۔ تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی عمر اس وقت پچھتر برس کی تھی، اور اسی سال میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا کیا، اور وہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے بیٹے ہیں، جو حضرت سارہ علیہا السلام کی لونڈی تھیں۔ اور جب سن شریف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک سو بارہ یا بیس برس کا ہوا تو حضرت سارہ علیہا السلام سے بھی ایک بیٹا یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ آگے فرماتا ہے۔

بدفعلی کا انجام

لہ ان آیتوں میں فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا تو ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب علیہما السلام دیئے۔ اور ہر ایک کو نبی کیا، حضرت اسحاق علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے، اور یعقوب علیہ السلام پوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں نبوت اور کتاب کے سلسلے کو قائم رکھا، یہ ایک اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔ بنی اسرائیل کے کل انبیاء حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام کے خاندان میں سے ہی ہوئے ہیں۔ سب سے آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں انہوں نے سب لوگوں میں کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کے نبی

أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ ۙ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنكَرَ ۖ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ

کہ تم شہوت کے ارادے سے مردوں کے پاس آتے ہو اور راہ مارتے ہو (راہ گیروں کو قتل کر کے انکے مال لوٹ کر) اور اپنی بھری مجلس میں برا کام کرتے ہو، پس اسکی قوم کا کچھ جواب نہ ہوا مگر یہ کہ کہنے لگے ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ۔

ہونے کی بشارت دی، جو اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے آنحضرت ﷺ کے سوا کوئی اور نبی نہیں ہوا۔ اسمٰعیل علیہ السلام بھی ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ پھر فرمایا: ''ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کا بدلہ دنیا میں بھی دیا کہ سب دین و مذہب والے ان کی تعریف کرتے ہیں، اور ان کو دوست جانتے ہیں''۔ اب آگے حضرت لوط علیہ السلام کا حال بیان فرمایا کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسے بُرے کام کرتے ہو جو تمام جہان میں کسی نے نہیں کیے۔ تم شہوت کے ارادہ سے مردوں کے پاس جاتے ہو، اور تم راہ مارتے ہو جو راہ سے گزرتا ہے اس کو قتل کر ڈالتے ہو، اور اس کا مال و اسباب لوٹ لیتے ہو، اور مجلس میں جمع ہو کر بُرے فعل کرتے ہو، اور کوئی کسی کو بُرا نہیں کہتا۔ مجاہد نے کہا مجلس میں سب کے روبرو ایک دوسرے سے بدکاری کرتے تھے۔ اور حضرت لوط علیہ السلام کے وعظ و نصیحت کا کچھ جواب نہ دیتے تھے۔ یہی کہتے: ''اگر تم سچے ہو تو خدا کا عذاب ہم پر لے آؤ''۔ حضرت لوط علیہ السلام نے عرض کی کہ اے رب میرے! اس فسادی قوم کے مقابلہ میں میری مدد کر، اور ان کو عذاب سے ہلاک کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے انکی دعا قبول فرمائی اور فرشتے ان کی مدد کو بھیجے۔ وہ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمانوں کی شکل میں آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے آگے کھانا رکھا، جب دیکھا کہ وہ نہیں کھاتے تو ان کو اجنبی جان کر ڈرے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ یہ فرشتے ہیں اور لوط علیہ السلام کی قوم کے ہلاک کرنے کو بھیجے گئے ہیں تو عذاب ہٹانے میں گفتگو کرنے لگے کہ شاید ان کو کچھ مہلت مل جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اس بستی میں حضرت لوط علیہ السلام بھی ہیں، فرشتوں نے کہا: ''ہم سب کو جانتے ہیں حضرت لوط علیہ السلام اور اس کے لوگوں کو ہم نجات دیں گے مگر اس کی بیوی نافرمان لوگوں کے ساتھ ہلاک ہوگی''۔ غرض یہ کہ وہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے رخصت ہو کر حضرت لوط علیہ السلام کے پاس خوبصورت لڑکوں کی شکل میں پہنچے تو لوط علیہ السلام ان کو دیکھ کر دل میں تنگ ہوئے۔ کیونکہ قوم کی بدفعلی سے اندوہناک تھے، حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو پہچانا نہ تھا کہ یہ فرشتے ہیں۔ اس لئے فرشتوں نے ان سے کہا کہ تم نہ ڈرو، اور غم نہ کھاؤ، ہم تم کو اور تمہارے اہل کو عذاب سے بچائیں گے، مگر تمہاری بیوی انہیں کے ساتھ ہلاک ہوگی۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے ان کی بستیوں کو زمین کی جڑ سے اکھاڑ کر پھر ان کو دے مارا، اور ان پر پتھروں کا مینہ برسایا، اور ان کو قیامت کے روز تک اوروں کے لئے عبرت کا نمونہ قرار دیا۔ اس واسطے فرمایا: ''ہم نے عقل والوں کیلئے ظاہر نشان باقی رکھے تاکہ عبرت حاصل کریں۔

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ڭ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڭ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

اگر تم (اس بات میں) سچے ہو ﴿۲۹﴾ لوط نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار! ان فسادی لوگوں پر میری مدد کر (اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی) ﴿۳۰﴾ اور جس وقت ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے انہوں نے کہا ہم ضرور اس بستی والوں کو ہلاک کریں گے، بیشک اس بستی کے لوگ بڑے ظالم ہیں ﴿۳۱﴾ ابراہیم نے فرمایا کہ وہاں تو لوط (بھی رہتا) ہے فرشتوں نے کہا: ''ہم خوب جانتے ہیں جو کوئی اس میں ہے۔ ضرور ہم لوط کو اور اس کے گھر والوں کو نجات دیں گے بجز اس کی بی بی کے کہ وہ (عذاب میں) رہ جانے والوں میں سے ہے'' ﴿۳۲﴾ اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو لوط کو ان کا آنا ناگوار ہوا اور ان کے سبب سے دل تنگ ہوا اور فرشتوں نے کہا: ''نہ ڈریئے اور غم نہ کیجئے بیشک ہم تم کو اور تمہارے گھر والوں کو نجات دیں گے بجز تمہاری بی بی کے کہ وہ (عذاب میں) رہ جانے والوں میں سے ہے ﴿۳۳﴾ بیشک ہم اس بستی کے باشندوں پر آسمان سے عذاب اتارنے والے ہیں اس سبب سے کہ وہ بدکاری کرتے تھے'' ﴿۳۴﴾ اور بیشک ہم نے اس بستی کے عقل والوں کے لئے کچھ ظاہر نشان باقی رکھے ﴿۳۵﴾

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾ ۙ

اور ۱؎ مدین کی طرف ہم نے ان کے ہم قوم شعیب کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا پس انہوں نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اور قیامت کے دن کی امید رکھو اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو'' ﴿۳۶﴾ پس ان لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا تو ان کو زلزلے نے پکڑ لیا پھر وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے زانو کے بل گرے ہوئے مردہ پڑے رہ گئے ﴿۳۷﴾ اور ۲؎ ہم نے عاد اور ثمود کو بھی (ان کے کفر کی وجہ سے) ہلاک کیا اور تم کو ان کے بعض مکان (اب تک) نظر آ رہے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال (بد) ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھائے پس انہیں راہ (حق) سے روک دیا اور وہ لوگ سمجھ بوجھ رکھتے تھے ﴿۳۸﴾

نافرمان لوگوں کا انجام

۱؎ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ اپنے بندے رسول حضرت شعیب علیہ السلام کا حال بیان فرماتا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم مدین کے باشندوں کو حکم دیا کہ تم اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرو، اور آخرت کے دن جزا کی توقع رکھو، اور لین دین میں لوگوں کے ساتھ دغابازی نہ کرو۔ یہ لوگ تولنے میں دغابازی کرتے تھے، اور راستہ بھی لوٹتے تھے، اور اللہ و رسول کو جھٹلاتے تھے۔ اس لئے ان کو زلزلہ اور سخت آواز نے پکڑا۔ جس سے وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل اوندھے مردہ پڑے ہوئے رہ گئے۔ پورا قصہ سورہ اعراف میں اور سورہ ہود میں اور سورہ شعرا میں بیان ہو چکا ہے۔

۲؎ ان آیتوں میں فرمایا کہ عاد حضرت ہود علیہ السلام کی اُمت ہے، اور ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی اُمت ہے۔ عرب کے لوگ انکے مکانوں کو خوب جانتے پہچانتے تھے، اور رات دن عرب کے لوگوں کا ان پر گزر ہوتا تھا۔ قارون بڑے خزانوں والا تھا، اور فرعون شہر مصر کا بادشاہ تھا، اور اس کا وزیر ہامان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بسبب کفر کے ہر ایک کو اس کے گناہ کے مناسب عذاب میں پکڑا۔ قوم عاد نے دعویٰ کیا کہ ہم سے زیادہ قوت میں کون ہے۔ ان کے اوپر بہت سخت آندھی آئی جو زمین سے کنکر

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۖ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾

اور ہم نے قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی (ان کے کفر کے سبب) ہلاک کیا اور بیشک ان (تینوں) کے پاس موسیٰ ظاہر نشانیاں لے کر آئے، پس ان لوگوں نے زمین میں تکبر کیا اور وہ ہمارے (عذاب) سے نکل جانے والے نہ تھے ﴿۳۹﴾ تو ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کے وبال میں پکڑا تو ان میں سے کسی پر ہم نے پتھراؤ بھیجا اور ان میں سے کسی کو ہولناک آواز نے آ پکڑا، اور ان میں سے کسی کو زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے کسی کو ہم نے (پانی میں) ڈبو دیا، اور اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرے ولیکن وہ خود ہی (شرارتیں کرکے) اپنے اوپر ظلم کرتے تھے ﴿۴۰﴾

پتھر اٹھا کر ان کو مارتی، اور ان کو اڑا کر آسمان سے سر کے بل پٹخ دیتی کہ جس کے صدمہ سے دھڑ سے سر جدا ہو کر دھڑ کھجور کے تنے کی طرح زمین پر گر پڑتا۔ اور ثمود کہ انکی درخواست کے موافق ایک اونٹنی پتھر سے پیدا ہوئی، پھر بھی وہ یقین نہ لائے کفر پر اڑے رہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کو اور جو ان پر ایمان لائے تھے، ان کو ڈراتے کہ ہم تم کو بستی سے نکال دیں گے، سنگسار کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک چنگھاڑ سے ہلاک کر دیا۔ اور قارون کو کہ وہ اپنے آپ کو سب سے بہتر جانتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا، قیامت تک وہ دھنستا ہی چلا جائے گا، اور فرعون اور اس کے وزیر ہامان کو مع اس کے لشکر کے ایک تھوڑی سی دیر میں دریا میں ڈبو دیا۔ کوئی خبر دینے والا بھی باقی نہ بچا۔ پھر فرمایا: "یہ اللہ تعالیٰ نے تو ہر ایک کے واسطے ان کے پاس رسولوں کو بھیج دیا تھا، اور کتابیں بھی نازل فرمائیں، غرض یہ کہ کوئی دقیقہ ان کے سمجھانے کا باقی نہ رکھا مگر وہ کم بخت اپنے کفر اور جھٹلانے پر اڑے رہے، اور گناہوں اور نافرمانیوں سے اپنی شرارت کے سبب سے باز نہ آئے۔ غرض یہ کہ نوح علیہ السلام کی قوم سے قارون تک جو لوگ طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ظلم کے طور پر بے قصور ان کو ہلاک نہ کیا، کیونکہ ظلم کو اس نے اپنی ذات پاک پر حرام ٹھہرایا ہے۔ اس لئے ان لوگوں کی سرکشی ہلاک کے درجہ کو پہنچ گئی۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیا۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾

وقف لازم

ان لوگوں کی مثال جنہوں نے لے بنا لئے ہیں اللہ کے سوا اور مالک، مکڑی کی طرح ہے، اس نے جالے کا گھر بنایا اور بیشک سب گھروں میں زیادہ کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر جانتے (کہ ان کا دین اس قدر نکما ہے تو ایسا نہ کرتے) ﴿۴۱﴾ بیشک اللہ جانتا ہے جس چیز کی اس کے سوا پوجا کرتے ہیں (کہ وہ کچھ حقیقت نہیں رکھتی اور وہی (اللہ) زبردست، حکمت والا ہے ﴿۴۲﴾

غیروں کو معبود بنانے کا رد

لے ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مثال بیان فرماتا ہے جو خدا کو چھوڑ کر اوروں کو معبود ٹھہراتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے مکڑی کا گھر جو نہایت بودا ہے، اور گرمی جاڑے بارش کا اس میں کچھ بچاؤ نہیں۔ اسی طرح ان جھوٹے معبودوں سے ان کے پوجنے والوں کو کچھ فائدہ نہیں۔ ان کا دین مکڑی کے گھر کی طرح بودا ہے۔ فرمایا: ''اگر ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ آفت آ جائے، تو ان کو اپنے جھوٹے معبودوں سے اس طرح کچھ مدد نہ ملے گی، جس طرح مکڑی کو اپنے گھر سے جاڑے گرمی میں کچھ بچاؤ کی مدد نہیں ملتی''۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان جھوٹے معبودوں کے پوجنے والوں کو دھمکایا کہ ہم سب کچھ جانتے ہیں، جن کو تم ہمارے سوا پوجتے ہو۔ ہم تم سے سمجھ لیں گے، ہم زبردست حکمت والے ہیں۔ پھر فرمایا: ''ہم ان کہاوتوں اور مثالوں کو جو قرآن شریف میں لوگوں کے سمجھانے کیلئے بیان کرتے ہیں، ان مثالوں کو بس علم والے ہی لوگ سمجھتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے لے کر قارون تک کے قصے کی آیتیں جو اوپر گذری ہیں کہ یہ نافرمان لوگ اپنے جھوٹے معبودوں کی مدد کے بھروسہ پر شرک میں گرفتار رہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کی پکڑ ہوئی تو جس طرح جاڑے گرمی میں مکڑی کا گھر اس کے کچھ کام نہیں آتا، اسی طرح ان مشرکوں کے جھوٹے معبود بھی ان کے کچھ کام نہ آئے۔

فائدہ۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اپنے گھروں سے مکڑیوں کے جالے دُور کرو کہ یہ ناداری کا باعث ہوتے ہیں''۔

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ ع

ع ۱۴/۱۶

اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے (سمجھانے کے لئے) بیان کرتے ہیں اور ان مثالوں کو بس علم والے ہی سمجھتے ہیں ﴿۴۳﴾ اللہ تعالیٰ [1] نے آسمان اور زمین کو درست تدبیر سے پیدا کیا، بے شک اس میں (اس کے استحقاق عبادت کی) بڑی نشانی ہے مسلمانوں کے لئے ﴿۴۴﴾

[1] ان آیتوں میں اپنی قدرت کا حال بیان فرماتا ہے کہ اس نے آسمان اور زمین کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا بلکہ اس واسطے پیدا کیا کہ ہر ایک شخص کو اس کے عمل کا بدلہ ملے، بُرے کو بُرا، اچھے کو اچھا۔ اس آیت میں ایمان والوں کو ہدایت ہے کہ اللہ اکیلا جہان کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہی اکیلا عبادت کے قابل ہے، اور منکرین حشر کو یہ تنبیہ ہے کہ یہ لوگ خود تو دنیا میں جو کام کرتے ہیں اس میں کوئی نہ کوئی فائدہ ان کے مدِّ نظر ہوتا ہے، مثلاً کھیتی میں پیداوار کا فائدہ، تجارت میں نفقدی کا فائدہ، ان کا مقصود ہوتا ہے۔ پھر یہ نادان اللہ تعالیٰ کے اتنے بڑے انتظام کو بے فائدہ کیوں ٹھہراتے ہیں، اتنا نہیں سمجھتے کہ دنیا کے ختم ہو جانے کے بعد اگر جزا و سزا نہ ہو تو دنیا کا پیدا کرنا بالکل بے ٹھکانا ٹھہرتا ہے، جو اللہ کی شان سے بہت بعید ہے۔

الجزء ۲۱

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ لَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۗ

(اے محبوب ﷺ) ل جو کتاب تمہاری طرف وحی کی گئی پڑھو اور نماز قائم رکھو، بیشک نماز بے حیائی اور بری بات سے روکتی ہے، اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے، اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۝ اور (اے مسلمانو!) اہل کتاب سے نہ جھگڑو مگر اسی طریقہ سے جو بہت بہتر ہو۔

نماز بری باتوں سے روکتی ہے

ل ان آیتوں میں فرمایا: ''اے محبوب ﷺ! چونکہ تم رسول ہو، اس لئے جو کتاب تم پر وحی کی گئی ہے تم اس کی تبلیغ کرو۔ اور اس کو لوگوں کے سامنے پڑھا کرو۔ کیونکہ اس میں نوح، ابراہیم، لوط، موسیٰ علیہم السلام کی اُمتوں کا پورا بیان ہے۔ کہ پہلے بھی کافر اور بت پرستوں نے اپنے انبیاء کے ساتھ یہ کچھ کیا جس پر برباد ہوئے۔ اور نماز کی، جو کہ اعظم عبادت ہے خوب کوشش و سرگرمی سے ادا کرو۔ کیونکہ نماز بری اور بے حیائی کی باتوں سے روکتی ہے۔ اول تو ان میں ہر رکعت میں الحمد شریف پڑھی جاتی ہے جس کا ہر ہر جملہ انسان کی روحانی قوتوں کو اُبھارنے والا ہے۔ پھر اسکے آگے کھڑا ہونا، حمد و ثنا کرنا، اس شاہ دو جہان ربّ العالمین کے آگے سر رکھ کر اس کی تعریف کرنا بیشک روح کو تازہ کرتا ہے۔ اور جب روح پر تازگی آتی ہے تو نفسانی باتیں جاتی رہتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے صحابہ نے کہا کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے، مگر دن کو لوگوں کا مال چراتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بہت جلد اس کی نماز اس کو برُے کاموں سے باز رکھے گی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھی ہے کہ نماز پڑھنے والا شخص رفتہ رفتہ برے کاموں سے بچنے لگتا ہے۔ غرض نماز کی اس تاثیر کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا، اور نماز کے ذکر کے ساتھ اللہ کی یاد کا ذکر جو اس آیت میں آیا ہے اس کی تفسیر عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یوں فرمائی ہے کہ نماز میں کچھ نہ کچھ قرآن پڑھا جاتا ہے۔ جب بندہ اللہ کو یاد کرے تو اللہ تعالیٰ بندہ کو یاد کرتا ہے۔ اسی کا ذکر اس آیت میں ہے کہ جو نماز میں اللہ کو یاد کرتے ہو، تو اللہ تعالیٰ تم کو یاد کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا تم کو یاد کرنا اے بندو! تمہارے لئے ایک بڑی چیز ہے۔ جتنی دیر نماز میں لگے، اتنے ہی ہر گناہ سے بچے، اور آگے بھی بچتا آئے گا۔

مسئلہ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس شخص کو اس کی نماز بے حیائی اور بری باتوں سے نہ روکے، تو اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ خلوص سے عبادت کیا کرو وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ اس کے بعد اہل کتاب کے مناظرے اور جھگڑے سے بھی روک دیا۔ جو وہ بسا اوقات مسلمانوں سے اُلجھا کرتے تھے۔ فرمایا: ''اے مسلمانو! نہ جھگڑو تم اہل کتاب سے مگر ساتھ اس

اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَ مِنْ هٰۤؤُلَآءِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ

مگر وہ لوگ جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا (ان سے پورا مقابلہ کرو) اور کہو کہ ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف اترا اور جو تمہاری طرف اترا اور ہمارا اور تمہارا خدا ایک ہے اور ہم اسی کی اطاعت کرتے ہیں ﴿۴۶﴾ اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح ہم نے پہلے کتابیں اتاری تھیں) اسی طرح ہم نے تمہاری طرف کتاب اتاری، پس وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب (یعنی توریت) عطا فرمائی وہ اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور کچھ ان (اہل مکہ) میں سے ہیں جو اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں، اور ہماری آیتوں سے منکر نہیں ہوتے مگر کافر لوگ ﴿۴۷﴾ اور (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) [1] اس قرآن کے نزول ہونے سے پہلے تم نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ کوئی کتاب اپنے داہنے ہاتھ سے لکھی۔

عادت کے جو بہتر ہے، ان کی سختی کے مقابلہ میں تم ان سے نرمی سے پیش آؤ۔ مگر جو ان میں سے ہٹ دھرمی کرتے ہیں، اور جو ضدی متعصب، زبان دراز ہوں تو ان سے پورا مقابلہ کرو، اور کہو کہ الہام اور نبوت کا دروازہ بند نہیں ہو گیا۔ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ ہم اس پر ایمان لائے، اور جو تمہارے انبیاء سابقین کی طرف اُترا ہے، جس کو تم بھی مانتے ہو اس کو بھی ہم مانتے ہیں۔ توریت، انجیل، زبور پر ہمارا ایمان ہے اور ہمارا تمہارا ایک ہی خدا ہے، پھر جس نے پہلی کتابیں اور رسول بھیجے، اسی نے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ کتاب یعنی قرآن شریف بھی بھیجا۔ فرمایا اور جیسا کہ ہم نے انبیاء پر کتابیں نازل کیں، ایسے ہی ہم نے تمہاری طرف قرآن کو نازل کیا، کہ جو موافق پہلی کتابوں کے اصول میں ہے۔ پھر جن کو ہم نے کتاب دی مثل عبداللہ بن سلام اور ان کے احباب، وہ تو اس قرآن شریف پر ایمان رکھتے ہیں، اور ان گردہ عرب میں سے بعض ایسے منصف ہیں کہ قرآن شریف پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جو ان کا منکر ہے تو وہی ازلی کافر ہے، مثل کعب بن اشرف اور ابوجہل وغیرہ کے۔

قرآن شریف کا حق ہونا

[1] ان آیتوں میں فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! قرآن کے نازل ہونے سے پہلے تم نہ تو کوئی کتاب پڑھتے تھے، اور نہ کوئی

إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ ﴿۴۸﴾ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ ﴿۴۹﴾ وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِ ۖ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ ۖ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۵۰﴾

(اگر لکھے پڑھے ہوتے) تو اس وقت یہ جھوٹے لوگ (یعنی اہل کتاب) شک لاتے ﴿۴۸﴾ بلکہ یہ آیتیں روشن قرآن کی ہیں (جو) ان (مسلمان) لوگوں کے سینوں میں کہ جن کو علم دیا گیا ہے محفوظ ہیں اور ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر ظالم لوگ ﴿۴۹﴾ اور[1] کہتے ہیں کہ ان پیغمبر پر ان کے پروردگار کی طرف سے کچھ نشانیاں کیوں نہیں بھیجی گئیں؟ تم فرماؤ: ''نشانیاں تو خدا ہی کے پاس ہیں اور سوائے اس کے نہیں کہ میں تو (نافرمانی کرنے والوں کو عذاب کا) صاف ڈر سنانے والا ہوں'' ﴿۵۰﴾

کتاب اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے۔ تو ان مشرکوں کے دل جانتے ہیں کہ اُمی شخص ایسی کتاب تو اپنے دل سے ہرگز نہیں بنا سکتا جس کا بنانا پڑھے لکھے لوگوں کی قدرت سے بھی باہر ہے۔ اور پہلی کتابوں میں تمہارے اوصاف ایسے تفصیل سے ہیں کہ اہل کتاب کے دل بھی خوب جانتے ہیں کہ تم اللہ کے رسول ہو، اور قرآن شریف کلام الٰہی ہے۔ پس اس روشن دلیل سے ظاہر ہو گیا کہ یہ کتاب اس کے برگزیدہ اور سچے بندے محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔ جو اس پر ایمان لایا اس نے کامیابی حاصل کر کے اس کے مہمان خانہ فردوس بریں میں قیام پذیر ہوا۔ اور جو اس پر ایمان لانے سے بوجہ اپنی شامت اعمال کے محروم ہوا، وہ دنیا میں خدا کی لعنت میں بسر کرے گا، اور عقبیٰ میں سرنگوں کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ فرمایا کہ یہ قرآن شریف کھلی کھلی آیتیں ہیں جو ان مسلمان لوگوں کے سینوں میں کہ جن کو علم دیا گیا ہے محفوظ ہیں۔ نہ کہ کاغذوں پر آنحضرت ﷺ نے لکھ رکھی ہیں۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات صاف اور روشن ہیں یعنی ان کے مطالب الہامی ہیں۔ اہل علم کے دلوں میں پیوست ہیں۔ وہ اہل علم دل سے یقین کرتے ہیں یعنی کچھ اس کے معجزہ پر بس نہیں کہ ایک اُمی سے ایسی کتاب ظاہر ہووے، بلکہ نفس مضامین قرآن آفتاب کی مثل اہل علم کے نزدیک آپ دلیل ہیں۔ پھر جو کوئی ایسی آیتوں کا انکار کرے تو بڑا بے انصاف ہے۔

[1] جب آنحضرت ﷺ کی نبوت دلائل سے ثابت ہوئی اور یہ بتلایا گیا کہ جس طرح پہلے نبیوں پر کتاب نازل کی گئی تھی، اسی طرح آنحضرت ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے نازل کی۔ اس پر کفار قریش نے کہا کہ محمد ﷺ کو وہ نشانیاں کیوں نہ دی گئیں تھیں۔ فرمایا: ''کیا ان کو یہ کتاب کا معجزہ کم ہے جس کا عام اعلان ہے کہ ایسی ایک سورت بنا دو سب عاجز ہو گئے۔ اور قرآن

اَوَلَمْ یَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰى عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ شَهِیْدًا ۚ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ یَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَ لَوْ لَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَ لَیَاْتِیَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾

ع ۵

کیاان کو یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب (یعنی قرآن ایسی نشانی) نازل فرمائی جو ان پر پڑھی جاتی ہے، بیشک اس میں رحمت اور نصیحت ہے ان لوگوں کیلئے جو یقین رکھتے ہیں ﴿۵۱﴾ تم فرماؤ[۱] کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی کو اللہ کافی ہے، وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ جو باطل پر یقین لائے اور اللہ کے منکر ہوئے وہی لوگ گھاٹے میں ہیں ﴿۵۲﴾ اور تم سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں اور اگر (علم الٰہی میں عذاب آنے کا) ایک وقت مقرر نہ ہوتا تو ضرور ان پر عذاب آجاتا، اور بیشک وہ عذاب ان پر اچانک آئے گا اور ان کو خبر بھی نہ ہوگی ﴿۵۳﴾

پاک اگلے نبیوں کے سب معجزوں سے پورا اور کامل معجزہ ہے، جس کے ہوتے ہوئے اور کسی نشانی و معجزہ کی حاجت نہیں۔ کیونکہ یہ نشانی معجزہ جب تک جہان میں رہے گا تب تک اس کو زوال نہیں۔ فرمایا کہ اس قرآن شریف میں ایمان والوں کے لئے قرآن کی نصیحت پر عمل کرنے کا نتیجہ اللہ کی رحمت سے جنت ہے۔ اور اس قرآن میں یہ بھی ہے کہ جو اس کی نافرمانی کرے گا اس پر عذاب ہوگا۔

[۱] تم کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے جو سب کچھ جانتا ہے، اگر میں جھوٹ کہتا ہوں گا تو وہ مجھ سے بدلہ لے گا، لیکن وہ تو دن بدن اسلام کو ترقی دے رہا ہے، جس سے اسلام کا حق ہونا صاف ظاہر ہے۔ اب اللہ تعالیٰ مشرکوں کی دوسری جہالت بیان کرتا ہے کہ وہ خدا کا عذاب جلد طلب کرتے ہیں۔ ان سے کہہ دیا جائے کہ اگر عذاب کیلئے وقت مقرر نہ ہو چکا ہوتا تو بہت جلد ان پر عذاب آچکا ہوتا۔ اور وہ عذاب ان پر یکا یک بے خبری میں آجائے گا، اور دوزخ ان کی تاک میں ہے۔ قیامت کے دن جب ان کو دوزخ کی آگ میں جھونک دیا جائے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے فرماوے گا کہ اب عذاب کی جلدی کرنے کا، اور اپنی بداعمالی کا مزہ چکھو۔

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَ يَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۫ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾

یہ لوگ تم سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں اور بیشک دوزخ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے ﴿۵۴﴾ جس دن انہیں عذاب ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانک لے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''جو کچھ تم کرتے تھے (اب اس کا) مزا چکھو ﴿۵۵﴾ اے میرے[۱] ایماندار بندو! بیشک میری زمین کشادہ ہے پس تم میری ہی عبادت کرو ﴿۵۶﴾ ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے، پھر تم سب ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے'' ﴿۵۷﴾

ہجرت کا حکم

[۱] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ہجرت کا حکم فرماتا ہے کہ جس شہر میں آدمی دین پر پورا نہ چل سکے، وہاں سے ہجرت کر کے دوسرے شہر میں چلا جائے، جہاں دین پر آزادی سے چل سکے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''سب شہر اللہ کے ہیں، اور سب بندے اللہ کے ہیں۔ جہاں نیکی کر سکے وہاں قیام کرو''۔ پہلے پہل بے وطن ہونے میں تنگی معاش کے اندیشہ سے لوگوں کو مکہ کے چھوڑنے میں پس و پیش تھا، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اللہ کی زمین کشادہ اور اللہ ہر جگہ رزاق ہے، اس خوف و خطرناک جگہ سے حبشہ کو ہجرت کی تا کہ وہاں بے خوف اپنے دین پر چلیں۔ وہاں کے بادشاہ نجاشی نے ان کو جگہ دی اور بڑی مدد کی۔ وطن چھوڑنا یوں ہی ایک آسان بات نہیں، اس پر مسلمانوں کو آنحضرت ﷺ کی جدائی، اور اپنے دینی بھائیوں کا فراق شاق گزرتا تھا۔ ان دونوں باتوں سے تسکین اور اطمینان کامل دلاتا ہے۔ اول بات کا اطمینان اس آیت میں دلاتا ہے کہ ہر ایک شخص کو ایک روز موت کا مزہ چکھنا ہے۔ پھر تم ہمارے پاس آؤ گے، اس واسطے تم کو چاہئے کہ اللہ کی بندگی میں رہو۔ جو ایمان لائے اور اچھے عمل بھی کئے ان کی جگہ بہشت میں اونچے محل اور نیچے نہریں ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے۔ ان میں یہ اچھا بدلہ ان نیک عمل کرنے والوں کا ہے، جنہوں نے دین کے کاموں کی تکلیف اور مخالفوں کی ایذا پر صبر کیا، اور دین پر جمے رہے، اور اپنے رب پر بھروسہ رکھا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۰﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے، بیشک ہم ان کو جنت کے بالا خانوں میں جگہ دیں گے، جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ کیا ہی اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا ﴿۵۸﴾ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ کرتے ہیں ﴿۵۹﴾ اور[1] بہت سے ایسے زمین پر چلنے والے ہیں کہ (دوسرے دن کے لئے) اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتے، اللہ انہیں اور تمہیں روزی دیتا ہے اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے ﴿۶۰﴾ اور[2] اگر تم ان سے پوچھو گے کہ وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور سورج کو اور چاند کو کام میں لگایا۔

[1] **شان نزول:** مومنین مکہ نے جب اوپر کی آیتوں کو سنا فوراً ہجرت کا قصد کیا، لیکن ایک اور دغدغہ (اندیشہ) پیش آیا کہ وہاں رزق کا کیا سامان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ گھر پر بھی تو بغیر مدد خدا کے کچھ کام نہیں چلتا، پھر سفر میں بھی وہی دے گا۔ اطمینان کیلئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی فرمایا بہت سے جانور ہیں جو اپنی روزی کا آپ بندوبست نہیں کرتے یعنی روزی کے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ حاصل یہ ہے کہ ایسے بہت جانور ہیں کہ جو اپنی روزی کا خیال بھی نہیں کرتے کہ کل ہم کہاں سے کھائیں گے۔ ہوا کے پرندوں اور زمین کے سوراخوں میں رہنے والوں کو دیکھو، اللہ ہی ان کو اور تم کو روزی دیتا ہے۔ پس ظاہری روزی کے اسباب بہم نہ پہنچنے سے ہجرت کرنے میں کیوں اندیشہ کرتے ہو، جب تم اپنی ماں کے رحم میں تھے تو کیونکر تم کو روزی پہنچی تھی۔ جب پیدا ہوئے تو تمہاری ماں کے پستان سے دودھ کس نے اتارا۔ جس نے ایسے وقت نازک میں تم کو یاد کیا تو آج وہ تم کو بھول جائے گا، نہیں ہرگز نہیں۔ جب تمہاری روزی دینے کا ایسے قادر ذوالجلال کو خیال ہے تو پھر تم کو کیا پرواہ ہے۔

[2] اللہ تعالیٰ ان آیتوں میں اپنا معبود ہونا بیان فرماتا ہے کہ اس کے سوائے کوئی لائق بندگی نہیں۔ اس واسطے کہ مشرک لوگ اگرچہ اللہ کے سوا اوروں کو بھی پوجتے ہیں، لیکن آسمان و زمین، چاند و سورج، رات دن کا پیدا کرنے والا اللہ ہی کو جانتے ہیں، اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ بندوں کا روزی دینے والا اور مارنے والا بھی وہی اللہ ہے۔ پھر فرمایا ان سے پوچھئے کہ کس

لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾ وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ ع

تو ضرور یہی کہیں گے کہ وہ اللہ ہے پھر وہ کہاں (توحید کے راستہ سے) بہکے چلے جاتے ہیں ﴿۶۱﴾ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے روزی کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے، بیشک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ﴿۶۲﴾ اور اگر تم ان سے پوچھو گے کہ وہ کون ہے جو آسمان سے پانی اتارتا ہے پھر اس سے زمین کو مردہ (یعنی خشک) ہو جانے کے بعد زندہ (یعنی سرسبز) کر دیتا ہے تو ضرور یہی کہیں گے کہ وہ اللہ ہے، تم فرماؤ: ''سب خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں بلکہ ان میں اکثر لوگ بے عقل ہیں ﴿۶۳﴾

نے اتارا آسمان سے پانی، پھر جلایا۔ اس سے زمین کو اس کے مرے پیچھے یعنی خشک کو تر و تازہ کیا تو البتہ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔ مطلب یہ کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے کے کافر اقرار کرتے تھے کہ آسمان سے مینہ وہی برساتا ہے، جب لوگ قحط سے مرنے لگتے ہیں۔ اور بندوں کا رازق، اور ان کی موت اور روزی کا آگے پیچھے، کم و بیش کرنیوالا وہی ہے۔ کسی کو غنی دولت مند بنا دے، کسی کو فقیر محتاج۔ جیسے مناسب دیکھتا ہے جس کو جس کا مستحق جانتا ہے ویسا ہی کرتا ہے۔ سب کا خالق ہے، وہی اکیلا سب کی تدبیر کرتا ہے۔ یہ سب کچھ کہ کر پھر بتوں کو اپنا معبود جانتے ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ اکثر ان مشرکوں میں کے عقل نہیں رکھتے، یہ مشرک آخرت کے منکر تھے۔ اور انہوں نے اپنے سب کاموں کا دار و مدار دُنیا کی زندگی پر رکھا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت کی تعریف بیان فرمائی ہے کہ دُنیا کی زندگی ناپائیدار ہے جس کو بقا نہیں، اور آخرت کا جینا ہمیشہ کا جینا ہے، اگر یہ مشرک اس بات کو سمجھتے تو فانی کو باقی پر اختیار نہ کرتے۔ دُنیا کی زندگی محض کھیل کود ہے مثلاً لڑکے تھوڑی دیر تک مل کر کھیل کود لیتے ہیں، پھر تھک کر الگ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح عالم وجود میں لوگ آتے ہیں، دنیا کی چیزوں پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے اصلی راستہ کو جہاں جانا ہے، اور اپنے اصلی کام کو جو یہاں کرنا تھا بھول جاتے ہیں۔ اتنے میں جام عمر لبریز ہوا، دنیا سے بڑی تلخ کلامی کے ساتھ سب کو چھوڑ چھاڑ ایسے گئے کہ پھر کبھی کسی نے اس طرف آکر بھی نہ جھانکا۔ غرض یہ کہ یہ جس طرح کھیل کود بے بنیاد ہے، اسی طرح دنیا کی زندگی بھی نقش بر آب ہے۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ

اور یہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل اور کود اور بیشک آخرت کا گھر وہی (اصل) زندگی ہے، کاش اگر وہ جانتے (دنیا و آخرت کی حقیقت) ﴿۶۴﴾ پھر[1] جب وہ (لوگ) کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں ایک اسی پر عقیدہ لا کر کہ اس مصیبت سے نجات وہی دے گا، پس جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو فوراً وہ شرک کرنے لگتے ہیں ﴿۶۵﴾ تا کہ جو کچھ نعمت ہم نے ان کو عطا کی ہے اس کی ناشکری کریں۔

شاہ روم کا قصہ

[1] ان آیتوں میں فرمایا کہ جب یہ مشرکین جو حیات دنیا میں محو ہو رہے ہیں، کشتی پر سوار ہو کر دریا کا سفر کرتے ہیں، اور دریا کی موجیں جب کشتی کو تہ و بالا کرتی ہیں، اور موت سامنے دکھائی دیتی ہے، تب ان کی فطری حالت عود کر آتی ہے۔ تو پھر خاص اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں جیسے کبھی شرک کی ہوا بھی نہ دکھائی تھی۔ پھر جب وہ ان کو خشکی میں بچالاتا ہے، اور وہ بے خوف ہو جاتے ہیں، تو اس وقت بتوں کو اللہ کا شریک ٹھہرانے لگتے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے جو نعمت ان کو عطا کی ہے اس کی ناشکری کرتے ہیں، اور ان کا مقصد اس سے یہ ہوتا ہے کہ ہم دنیا میں شاد مراد رہیں گے، دنیا کو برتیں۔ اس ناشکری کی سزا یہ بات مرنے کے بعد بخوبی معلوم ہو جائے گی۔ اب آگے اللہ تعالیٰ قریش پر اپنا احسان جتلاتا ہے کہ ان کو حرم میں اس طرح آباد کیا کہ جو اس میں آیا اس کو امن ملا۔ مکہ والے امن میں تھے، اور سارے ملک میں فساد تھا۔ ایک کو ایک لوٹتا قتل کرتا۔ اس نعمت کا شکر یہ ان لوگوں نے یہ کیا کہ اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہرایا، اور بتوں کی بندگی کی۔ اللہ کے احسان کے بدلے میں ناشکری کی۔ ان کو چاہئے تھا کہ خاص اللہ کی بندگی کرتے، اور کسی کو اس کا شریک نہ کرتے۔ اور اس کے محبوب ﷺ کی تعظیم کرتے، انہوں نے بجائے تعظیم کے اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے شہر سے نکال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی نعمتیں ان سے لے لیں، اور بدر میں ان کو قتل کیا۔ پھر غلبہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور ایمان والوں کو ہو گیا، مکہ فتح ہوا، اور ان کو اللہ نے ذلیل و خوار کیا۔ پھر فرمایا ایسے شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، اور دین حق کو جھٹلائے۔ جبکہ وہ حق اس کے پاس آئے تو ایسے منکروں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جب اللہ تعالیٰ مشرکوں کا احوال بیان فرما چکا تو اب ان کے مقابل میں اپنے

وقف لازم

وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۗ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٦٩﴾ ع

اور تاکہ چند دن اور خوشی سے زندگی بسر کرلیں۔ پس حقیقت حال کو اب جان لیں گے ﴿٦٦﴾ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا؟ کہ ہم نے حرمت والی زمین کو امن والا بنایا ہے اور ان کے آس پاس والے لوگ اچک لئے جاتے ہیں پس کیا باطل پر ایمان لاتے ہیں اور خدا کی دی ہوئی نعمت سے ناشکری کرتے ہیں ﴿٦٧﴾ اور اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا حق کو جھٹلائے جبکہ وہ (حق) اس کے پاس آئے تو کیا ایسے کافروں کا جہنم میں ٹھکانا نہیں ہے ﴿٦٨﴾ اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا بیشک ہم انکو اپنے راستے دکھائیں گے اور بیشک اللہ نیکوں کیساتھ ہے ﴿٦٩﴾

نیک بندوں کا احوال بیان کرتا ہے، کہ جن لوگوں نے ہماری رضا مندی حاصل کرنے کیلئے محنت کی۔ ان کو ہم اپنی راہیں سوجھاویں گے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کو نیک راستوں کی طرف زیادہ ہدایت کریں گے اور توفیق اچھی عطا کریں گے۔

آیاتہا ۶۰ — ۳۰ سورۃ الروم مکیۃ ۸۴ — رکوعاتہا ۶

سورۂ روم مکہ میں نازل ہوئی، اس میں ساٹھ آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ روم: جو شخص اکیس مرتبہ اس سورت کو پڑھے تو دشمن پر فتح یاب ہو اور جو شخص اس سورت کو روزانہ پڑھے تو فرشتوں کی تعداد کے برابر اجر پاوے۔

الٓمّٓ ① غُلِبَتِ الرُّوْمُ ② فِیْۤ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ③ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ؕ۬ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَ یَوْمَىِٕذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ④

الٓمّٓ روم [1] والے نزدیک کی زمین (یعنی ملک شام) میں مغلوب ہو گئے ② اور وہ اپنے (اس) مغلوب ہو جانے کے بعد عنقریب چند سال میں (اہل فارس پر) غالب ہوں گے ③ حکم اللہ ہی کا ہے پہلے اور پیچھے بھی، اور اس دن مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے ④

[1] شان نزول: روم میں پہلے تو ستارہ پرست لوگوں کی بادشاہت تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تین سو برس کے قریب تک اس مذہب کے لوگ ملک روم کے بادشاہ رہے۔ پھر ان میں کا ایک بادشاہ جس کا نام قسطنطین تھا، نصرانی ہو گیا۔ اور یہ شہر قسطنطنیہ اس نے بنایا، اور بارہ ہزار کے قریب گرجا بنائے۔ اور بہت سے قانون جاری کئے، اور اسی کے زمانے میں دین عیسائی کی بہت باتوں میں ردوبدل ہو گیا۔ غرض اس کے زمانہ سے روم کے ملک میں نصرانی بادشاہت شروع ہوئی۔ اسی سلسلہ کا جب ہرقل بادشاہ تھا، اس سے اور ملک فارس سے، جس کا لقب کسریٰ تھا، لڑائی ہوئی اور کسریٰ کی فوج ہرقل کی فوج پر غالب آئی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جس وقت آنحضرت ﷺ مکہ میں تھے اور ابھی کچھ تھوڑے لوگ مسلمان ہوئے تھے۔ کسریٰ کی فتح سن کر مکہ کے مشرک لوگوں نے مسلمانوں سے یہ کہا کہ، جس طرح تم اپنے آپ کو آسمانی کتاب کا پیرو اور پابند بتلاتے ہو، اسی طرح ملک روم کے لوگ نصرانی ہیں اور جس طرح ہم لوگوں کو تم مشرک بتلاتے ہو، پارسی لوگ بھی ویسے ہی ہیں۔ آخر ان کا ہی دین غالب رہا اور وہی رومیوں پر غالب آئے۔ اے مسلمانو! اسی طرح ہم بھی تم پر آخر کو غالب آئیں گے۔ یہ خبر سن کر حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے ذکر کیا کہ مشرک لوگ یوں کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نو برس کے بعد پھر رومی لوگ پارسیوں پر غالب آئیں گے۔ اور آپ کے کلام کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کفار مکہ میں جا کر اعلان کر دیا کہ خدا کی قسم! رومی ضرور اہلِ فارس پر غلبہ پائیں گے۔ اے اہلِ مکہ! تم اس وقت کے نتیجہ جنگ سے خوش مت ہو، ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے خبر دی ہے۔ تو ابی بن خلف کافر آپ کے مقابلہ میں کھڑا ہو گیا، اور سو سو اونٹ کی شرط ہوئی، آخر نو برس کے بعد رومی پارسیوں پر غالب ہوئے، اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شرط جیت گئے۔ اس آیت میں جو ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس روز مسلمان خدا کی مدد سے اپنی فتح کی خوشی منائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اللہ کی طرف سے فرشتوں کی مدد آن کر بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کو مشرکین مکہ پر فتح حاصل ہوئی، اور بڑے بڑے سرکش خاک میں مل گئے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ جس بات کا وعدہ کر لے وہ کبھی

بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۙ﴿۵﴾ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾ یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚۖ وَ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۷﴾ اَوَ لَمْ یَتَفَكَّرُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ ۫ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾

وہ جسے چاہے مدد دیتا ہے اور وہی ہے غالب مہربان ۞ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں ۞ وہ لوگ تو دنیا کی ظاہری زندگی کو جانتے ہیں اور آخرت سے بے خبر ہیں ۞ کیا ۱؎ انہوں نے اپنے دلوں میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ کہ ان دونوں کے درمیان ہے، درست تدبیر ہی سے اور ایک وقت مقررہ تک کے لئے پیدا کیا ہے، اور بے شک بہت سے لوگ اپنے پروردگار سے ملنے کا انکار رکھتے ہیں ۞

خلاف نہیں ہوتا۔ لیکن جن لوگوں کا بھروسہ دنیا کے اسبابِ ظاہری پر ہے، وہ اللہ کے وعدہ پر بھروسہ رکھنا نہیں چاہتے، کیونکہ وہ لوگ تو دنیا کی زندگی پر گرویدہ اور آخرت کی جزا و سزا سے بالکل غافل ہیں۔

قیامت کے منکرین کا حشر

۱؎ ان آیتوں میں اللہ جل شانہٗ نے یہ بات فرمائی ہے کہ مشرک لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں غور و فکر کریں۔ اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر دلیل ہے کہ وہ پروردگار مخلوقات کے پیدا کرنے میں اکیلا ہے۔ اس واسطے اس کے سوا کوئی پوجنے کے لائق نہیں ہے، اور نہ کوئی بجز اس کے مخلوقات کا پالنے والا ہے۔ یہ ان لوگوں کی نادانی ہے جو یہ لوگ اپنے دلوں میں نہیں سوچتے کہ آسمان اور زمین میں طرح طرح کی مخلوقات اور رنگ برنگ کی چیزیں ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔ اس پر یہ لوگ اگر غور کریں تو اچھی طرح جان لیویں کہ یہ تمام مخلوق بیکار پیدا نہیں کی گئی ہے، بلکہ نیک و بد کی جزا و سزا کیلئے پیدا کی گئی ہے۔ اور ایک مدت معین تک اس کی میعاد مقرر کی گئی ہے۔ اور وہ قیامت کا روز ہے، لیکن اکثر لوگ اپنے رب کے روبرو کھڑے ہونے کے

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَ عَمَرُوْهَاۤ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۹﴾

کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا تا کہ دیکھتے کہ کیسا برا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے، وہ ان سے زیادہ زور آور تھے اور انہوں نے زمین کو (بویا) جوتا اور آباد کی، انکی آبادی سے زیادہ اور ان کے پیغمبر معجزے لائے (مگر انہوں نے نہ مانا)، پس اللہ کی شان ایسی نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا و لیکن وہ لوگ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ﴿۹﴾

منکر ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ جب یہ لوگ مثلاً کھیتی کرتے ہیں تو اناج کے فائدہ کی نیت سے، اور باغ لگاتے ہیں تو میوہ کھانے کے ارادہ سے، پھر اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی مخلوقات کیا بغیر کسی نتیجہ کے پیدا کی ہے، نہیں نہیں۔ بلکہ نتیجہ اس کا وہی جزا و سزا ہے جس کے موافق اللہ کے رسول نصیحت کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات پر تنبیہ فرمائی کہ جو کچھ احکام ہمارے رسول لائے وہ حق ہیں۔ جنہوں نے ان کو جھٹلایا خدا نے ان کو ہلاک کر دیا، اس واسطے فرمایا کہ کیا ان لوگوں نے زمین میں سیر نہیں کی، تا کہ ان کو معلوم ہو جاتا کہ کیا حال ہوا ان پہلی اُمتوں کا جو ان سے زور اور قوت میں زیادہ تھیں۔ اور بہ نسبت ان کے انہوں نے زمین کو بھی کھیتی اور عمارت سے زیادہ آباد کیا تھا۔ باوجود اس کے جب ان کے پاس ان کے رسول معجزے لے کر پہنچے، اور وہ اپنی دولت اور قوت کے گھمنڈ میں اللہ کے رسول کو جھٹلانے لگے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا۔ پھر خدا کے عذاب سے کوئی ان کو بچانے والا نہ ہوا۔ اس عذاب کے نازل کرنے میں اللہ نے کچھ ان پر ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے کہ اپنے پیدا کرنے والے کے احکام کو جھٹلاتے تھے۔ اس لئے انجام کار ان لوگوں کا جنہوں نے برا کام کیا تھا، بُرا ہی ہوا کہ دنیا میں وہ لوگ طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوئے، اور آخرت کا عذاب جدا بھگتیں گے۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ نے پہلی بار مخلوقات کو جس طرح پیدا کیا ایسا ہی دوبارہ پیدا کرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے جس طرح پہلی بار پیدا کرنے پر وہ قدرت رکھتا ہے، اسی طرح مرنے کے بعد پھر جلانے پر قادر ہے۔ پھر قیامت کے روز تم سب اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اس وقت ہر ایک اپنے عمل کا بدلہ پائے گا، اور جس روز قیامت قائم ہوگی، اس دن مجرم لوگ نا اُمید اور آس ٹوٹے رہ جائیں گے۔ بعض مفسرین نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ ان کا کلام منقطع ہو جائے گا، وہ ساکت رہ جائیں گے، کیونکہ ان کے پاس پیش کرنے کے قابل کوئی حجت نہ ہوگی۔

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَ كَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾

پھر جن لوگوں نے برائی کی ان کا انجام بھی برا ہوا، اسلئے کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے ﴿۱۰﴾ اور اللہ ہی مخلوق کو اول بار پیدا کرتا ہے، پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿۱۱﴾ اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن مجرم لوگ ملزم ہو کر خاموش رہیں گے (یعنی ناامید ہو جائیں گے) ﴿۱۲﴾ اور ان کے (بنائے ہوئے) شریکوں میں سے کوئی انکا سفارشی نہ ہوگا اور وہ اپنے شریکوں کے غیر معتقد ہو جائیں گے ﴿۱۳﴾ اور جس [1] دن قیامت قائم ہوگی اس دن مومن اور کافر ایک دوسرے سے) جدا جدا ہو جائیں گے ﴿۱۴﴾ پس وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے پس وہ (بہشت کے) باغ میں خوش حال کئے جائیں گے ﴿۱۵﴾

[1] اس آیت میں فرمایا کہ جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن نیک و بد ہر قسم کے لوگ الگ کر دیئے جائیں گے۔ پھر مومن اور کافر کبھی جمع نہ ہوں گے، جس طرح دنیا میں نیک و بد سب ایک جگہ مل کر رہتے ہیں۔ اور علیحدہ علیحدہ اپنے ٹھکانے پر پہنچا دیئے جائیں گے، یعنی جو لوگ جنتی ہیں جنت میں، اور جو لوگ دوزخی ہیں دوزخ میں چلے جائیں گے۔ اسکے بعد جن گناہگاروں کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا وہ آنحضرت ﷺ کی شفاعت سے دوزخ سے نکل آئیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب ارحم الراحمین کی باری ہے، یہ فرما کر ایسے لوگوں کو جنہوں نے عمر بھر کوئی نیک کام نہ کیا، لپ بھر کر دوزخ سے نکالے گا، اور جنت میں داخل فرمائے گا۔ اب دوزخ میں وہ لوگ رہ جائیں گے جو ہمیشہ دوزخ میں رہنے کے قابل ہیں۔ پھر جنت اور دوزخ کے مابین موت کو ذبح کر کے جنتیوں کو ہمیشہ جنت میں، اور دوزخیوں کو ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا حکم سنا دیا جائے گا۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ ع

اور وہ جو کافر ہوئے اور ہماری آیتیں اور آخرت کا ملنا جھٹلایا پس وہ عذاب میں لادھرے جائیں گے ﴿۱۶﴾ پس ۱ تم اللہ کو پاکی سے یاد کرو شام (یعنی مغرب وعشا) کے وقت اور صبح (یعنی فجر) کے وقت ﴿۱۷﴾ اور سب اسی کے واسطے تعریف ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور تیسرے پہر (یعنی عصر) کے وقت اور جب دوپہر (یعنی ظہر) کا وقت ہو ﴿۱۸﴾ وہی جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے (یعنی پرند کو انڈے سے، انسان کو نطفہ سے) اور بے جان کو جاندار سے (یعنی انڈے کو پرند سے، نطفہ کو انسان سے) نکالتا ہے اور زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے، اور اسی طرح تم (قبروں سے زندہ کر کے) نکالے جاؤ گے ﴿۱۹﴾

خدا کی قدرت کے انمول اور منفرد کرشمے، دوبارہ زندہ ہونے کی دلیل

۱ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ ہمارے نام کی تسبیح اور ہماری پاکی بیان کیا کرو۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت جامع ہے واسطے اوقات صلوٰۃ کے۔ تُصْبِحُوْنَ سے فجر کی نماز اور تُظْهِرُوْنَ سے ظہر کی نماز اور عَشِيًّا سے عصر کی نماز اور تُمْسُوْنَ سے مغرب کی نماز اور عشاء کی نماز ہے۔ یعنی پانچوں وقت تم ہماری تسبیح اور حمد ثنا کیا کرو، اس میں ہی تمہاری بہتری ہے، ورنہ تمہارے لئے سوائے نقصان کے اور کچھ نہیں۔ تم جانتے ہو اللہ کی قدرت کو، اس کی شان یہ ہے کہ بے جان چیز میں سے جاندار نکال کے موجود کر دیتا ہے۔ کسی کے خیال میں آتا ہے کہ انڈے سے بچہ، اور نطفہ سے چلتا پھرتا جاندار جسم پیدا ہو جائے۔ یہ تو ایسی چیز ہے جس کو تم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو۔ اور اگر آنکھوں سے نہ دیکھتے، اور ہم تم سے بیان کرتے تو تم کاہے کو یقین کرتے۔ ہم نے تو تمہارے سامنے اپنی قدرت کا نمونہ دکھا دیا ہے، اب تم کو ہماری قدرت میں شک کرنے اور یقین نہ کرنے کا کیا موقع ہے۔ اور دیکھو اس کی قدرت کی نشانی کہ وہ زندہ چیز سے بے جان چیز نکال کر موجود کرتا ہے۔ جس بے جان چیز سے جاندار چیز نکالی تھی، پھر اسی جاندار سے بے جان نکال دیتا ہے، یعنی حیوان سے نطفہ اور انڈا وغیرہ۔

بتاؤ تو سہی یہ سب کچھ کون بیٹھا ہوا کرتا ہے۔فرمایا تمام چیزیں ہمارے قبضہ قُدرت میں ہیں،اور جو ہم چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے۔
جس طرح ان سب چیزوں کو ہم مُردہ اور زندہ کرتے،اور مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ نکالتے ہیں،اسی طرح تم کو بھی قبروں سے نکال کر کھڑا کر دیا جائے گا۔اب تم شک کرتے ہو مگر عنقریب تم کو یقین ہو جائے گا لیکن اس وقت میں وہ یقین کچھ فائدہ نہ دے گا۔اس اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔پھر ناگہاں تم آدمی بن کر زمین میں چلتے پھرتے ہو،تم کو تو یہ ہی تعجب ہے کہ جب ہم مٹی ہو جائیں گے،اور بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گی،پھر ہماری زندگی اور از سر نو پیدا ہو جانے کی کیا صورت ہے۔تو دیکھو ہم نے تم کو مٹی ہی سے بنایا ہے،کیا ہم پھر مٹی سے نہیں بنا سکتے۔یا اس وقت ہم کو کوئی دقت پیش آ جائے گی،ہر گز نہیں۔پھر فرمایا کہ اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری قسم میں سے بیویاں پیدا کیں۔وہ تمہارا جوڑا اور بیبیاں ہوئیں تا کہ تم کو آرام اور چین ہو۔اگر بیبیاں غیر جنس سے ہوتیں تو بجائے محبت کے نفرت،اور بجائے آرام کے تکلیف ہوتی۔اسی واسطے تمہاری عورتیں تمہاری قسم سے بنائیں،اور ان میں اور تم میں محبت اور رحمت ڈال دی تا کہ نظام عالم کا قائم رہے،اور معاش دنیا کا سامان بہم پہنچا سکیں۔فکر کرنے والے لوگوں کے لئے بلاشبہ اس میں ہماری قُدرت کی نشانیاں ہیں،اور جو فکر ہی نہیں کرتے وہ ہماری نشانیوں سے اندھے ہیں۔
پھر فرمایا اللہ کی قُدرت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا ہے۔آسمان کو کیسا بلند اور فراخ بنایا، ستاروں سے اس کو رونق بخشی،اور دنیا کی چھت اس کو قرار دیا۔زمین کو کیسا پست کیا،اور اس کے اندر پہاڑ،میدان،دریا،سمندر، درخت غرض انسان کی ضرورت کی چیزیں پیدا کیں۔جس سے خدا کی قدرت ظاہر ہوتی ہے۔اور تمام زبانوں کا اختلاف کہ ہر ملک کی جدا جدا بولی ہے۔اسی طرح تمہارے رنگ صورتیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ایک کا چہرہ دوسرے کے چہرہ سے نہیں ملتا۔پھر بھی اس کی قُدرت کی بڑی نشانی سمجھداروں کیلئے ہے۔اور یہ بھی اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ رات میں تمہارے لئے نیند کو بنا دیا،جس کے سبب سے تم کو راحت ملتی ہے۔دن میں ادھر ادھر پھر کر روزی کے اسباب ڈھونڈھتے ہو،اور دور دور کے دریا اور خشکی میں سفر کرتے ہو۔ان باتوں میں قرآن شریف کی نصیحت کو جو دل سے سنتے ہیں،ان کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔اور اس کی قدرت کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ تم کو بجلی دکھلاتا ہے کہ کبھی تم ہیبت ناک بادل اور بجلی کی کڑک سے ڈر جاتے ہو۔اور دیکھو جب ہم بارش کے برسانے میں دیر کر دیتے ہیں،تو زمین خشک ہو کر مردہ ہو جاتی ہے،مر جانے کے بعد پھر اس کو زندہ کر دیتے ہیں۔تو بارش برساتے ہی تمام جڑی بوٹیاں پیدا ہو جاتی ہیں زمین پر سبزہ لہلہانے لگتا ہے۔درخت ہرے بھرے ہو جاتے ہیں جیسے مردہ میں جان پڑ جاتی ہے۔پس اس میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سمجھ رکھتے ہیں۔اور اللہ کی قدرت کی ایک نشانی یہ ہے کہ آسمان اور زمین اسکے حکم سے کھڑے ہیں۔آسمان کو زمین پر گرنے سے خدا نے روک رکھا ہے،بغیر اسکے حکم کے گر نہیں سکتا۔پھر فرمایا اب تو اللہ کی قدرت کی یہ سب نشانیاں دیکھ کر تم لوگ حشر کے منکر ہو۔لیکن جب تمہارے مر جانے کے بعد تمہارا پروردگار تم کو نیک و بد کے حساب کیلئے زندہ کرنا چاہے گا تو ناگہاں تم اسی وقت زندہ ہو ہو کر قبروں سے نکل آؤ گے۔پھر فرمایا کہ آسمان اور زمین میں جو کوئی ہے سب اس کی مِلک ہے،اور سب اس کے حکم کے فرمانبردار ہیں۔جس کا مطلب یہ ہے کہ جب آسمان و زمین میں کوئی اس کے حکم کو ٹال نہیں سکتا۔تو ان منکرین حشر کی کیا طاقت ہے کہ یہ حشر کے حکم کو ٹال دیویں۔

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ ابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾

اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تم کو (یعنی آدم کو) مٹی سے پیدا کیا، پھر تم دیکھو انسان بن کر دنیا میں پھیلے ہوئے ہو ﴿۲۰﴾ اور خدا کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کئے تا کہ ان سے تم کو آرام ملے، اور تمہارے آپس میں محبت اور ہمدردی پیدا کی، بیشک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لئے ﴿۲۱﴾ اور اسی کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے آسمان و زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں (یعنی لب ولہجہ) اور رنگتوں کا الگ الگ ہونا ہے، بیشک اس میں نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لئے ﴿۲۲﴾ اور اسی کی نشانیوں میں سے رات و دن میں تمہارا سونا اور تمہارا رزق تلاش کرنا اس کے فضل سے ہے۔ بیشک اس میں نشانیاں ہیں سننے والوں کے لئے ﴿۲۳﴾ اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمہیں ڈرانے اور امید دلانے کے لئے بجلی دکھاتا ہے اور آسمان سے پانی برساتا ہے، پھر اس سے زمین مردہ (یعنی خشک) ہو جانے کے بعد زندہ (یعنی تروتازہ) کرتا ہے، بیشک اس میں نشانیاں ہیں ان کے لئے جو عقل رکھتے ہیں ﴿۲۴﴾

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿٢٥﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢٧﴾ ع ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب تمہیں زمین سے ایک ندا فرمائے گا تو فوراً تم (زندہ ہو کر قبروں سے) نکل پڑو گے ﴿٢٥﴾ اور اسی کے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اس کے زیر حکم ہیں ﴿٢٦﴾ اور ۱ وہی ہے جو اول بار (مخلوق کو) پیدا کرتا ہے پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ دوبارہ پیدا کرنا اس کو بہت آسان ہے اور اس کی شان بلند ہے آسمانوں اور زمین میں، اور وہ غالب حکمت والا ہے ﴿٢٧﴾ اللہ ٢ تمہارے لئے تمہارے ہی حال میں سے ایک مثال بیان فرماتا ہے۔

منکرین حشر کو دوبارہ زندہ ہونے کی مثال

۱ **شان نزول:** مشرکین مکہ مر کر پھر زندہ ہونے کی آیتوں کے مضمون کو سن کر بڑا تعجب کرتے تھے۔ اور مر کر مٹی ہو جانے کے بعد پھر جی اٹھنا کسی طرح ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ اگر یہ اپنی عقل سے کام لیں تو سمجھ جائیں گے کہ ایک شخص جو ایک دفعہ ایک کام کر چکتا ہے تو دوسری دفعہ اس کو وہ کام آسان ہو جاتا ہے۔ پہلی دفعہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے جس طرح انسان کو پیدا کیا ہے وہ دوسری دفعہ بھی پیدا کر دے گا۔ اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں جو بتلائی گئی ہیں، ان کو دیکھ کر ان منکرین حشر کو لازم ہے کہ اللہ کو پہچانیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور قدرت میں ایسا زبردست اور بے مثل ہے کہ آسمان اور زمین کی تمام مخلوقات میں کوئی اس کا ثانی نہیں۔

٢ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے سمجھانے کو یہ مثال بیان فرمائی ہے کہ جو تمہارے لونڈی غلام ہیں، کیا وہ ہماری دی ہوئی روزی میں تمہارے ساجھی ہیں۔ بھلا تم اپنے غلاموں میں سے کسی کو اپنے برابر ہونا پسند کرتے ہو۔ وہ برابر ہو کر مال میں تصرف کرنے لگیں، یا تم ان سے ایسا ڈرتے ہو جیسا کہ اپنے بھائی بندوں سے ڈرتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ غلام لونڈی تمہارے مال میں شریک نہیں، نہ تم کو ان سے مال کی بانٹ لینے کا ڈر ہے۔ نہ غلام کو یہ اختیار ہے کہ تم سے مال بٹائے۔ پھر غور

هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ

کیا تمہارے غلاموں میں سے جو تمہارے ہاتھ کے مال ہیں تمہارے ساتھ ان چیزوں میں کچھ شریک ہیں، ہم نے تم کو مال دیا ہے تو (کیا) تم سب اس میں برابر استحقاق سمجھے ہو، (کیا) تم ان سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے ڈرتے ہو، ہم ایسی مفصل نشانیاں بیان فرماتے ہیں ان لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں ﴿۲۸﴾ بلکہ ظالموں نے بغیر علم کے اپنی خواہشوں کے پیروی کی، پس اس کو کون راہ دکھائے جسے خدا گمراہ کرے اوران کا کوئی مددگار نہیں ﴿۲۹﴾ پس لے تم اکیلے اسی کے ہوکر اپنا منہ اللہ کی اطاعت کیلئے سیدھا کرو، اللہ کے اس دین کی پیروی کرو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا اللہ کی بنائی ہوئی چیز نہ بدلنا (یعنی دین الٰہی پر قائم رہنا)۔

کرو جب غلام کو جو تمہارا بنایا ہوا نہیں، وہ بھی اللہ کا بندہ ہے تم جیسا، پھر تم اپنے مال میں کہ جو تم کو اللہ نے دیا ہے تمہارا بنایا ہوا نہیں، شریک اور برابر ہونا پسند نہیں کرتے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کو کب پسند ہوگا کہ تم اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں اس کا شریک بناؤ۔ پھر فرمایا ہم قرآن کی آیتوں کو اس طرح سے کھول کر سمجھدار لوگوں کو سمجھاتے ہیں۔ لیکن ان ظالم مشرکوں نے بغیر سمجھے بوجھے بتوں کے پوجنے میں اپنی خواہش نفس کی پیروی کی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جس کو اللہ گمراہ کردے، اس کو کون ہدایت کرسکتا ہے۔ وہ لوگ اللہ کے علم میں گمراہ ٹھہر چکے ہیں، نہ دنیا میں راہ راست پر آسکتے ہیں، نہ قیامت کے دن ان کا کوئی ایسا مددگار ہے جو ان کو عذاب سے بچاوے۔
لے اوپر کی آیتوں میں مشرکین کو الزام دے کر اور ان سے مایوسی ظاہر فرما کر آنحضرت ﷺ کی طرف خطاب کر کے حکم دیتا ہے کہ اے لوگو! تم اپنا منہ اللہ کی عبادت کیلئے سیدھا رکھو۔ ان آیتوں میں یہ اللہ کی وحدانیت کی تاکید ہے، اسی واسطے فرمایا کہ اللہ کے اس دین اسلام کی پیروی کرو جس پر اس نے پیدا کیا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اسکے ماں باپ اس کو بے دین کردیتے ہیں۔ پس خدا کی عبادت کرو، اور خدا سے ڈرو، اور نماز کی پابندی کرو، کیونکہ تمام عیب سے بچاتی ہے۔ اور شرک مت کرو۔

ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

یہی سیدھا دین ہے ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۞ (مومنو!) اسی (خدا) کی طرف رجوع کئے رہو اور اس سے ڈرو اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں میں سے نہ ہو ۞ ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا (معبود کے باب (بارے) میں اختلاف کر کے اور گروہ گروہ ہو گئے، ہر گروہ جو اس کے پاس ہے اس پر خوش ہے ۞ اور جب لوگوں کو کوئی سختی پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اسی کی طرف رجوع لاتے ہوئے، پھر جب اللہ ان کو اپنی طرف سے رحمت کا مزہ چکھاتا ہے تو ناگہاں ان میں سے بعضے لوگ اپنے پروردگار کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتے ہیں ۞

اسکے بعد مشرکوں کا حال بیان کیا کہ وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے دین میں پھوٹ ڈالی۔ کہ تغیر و تبدل کر کے دین کی بعض باتوں کو مانا اور بعض کو نہ مانا۔ جن لوگوں نے دین کی باتوں کو چھوڑ کر پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا ہے، جیسے یہود اور نصاریٰ، مجوس اور بت پرست، یہ ہر ایک فرقہ اپنے گھڑے ہوئے دین میں خوش و خرم ہے۔ اور اس کو حق سمجھ رہا ہے۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے اور خدا کے ہاں اس کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

خوشی میں خدا کا شکر، اور تکلیف میں صبر کرنا مومن کی شان ہے

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فطرت اسلامی کا یہ ثبوت بیان فرمایا کہ مشرک فطرت کے تقاضے سے ناچار ہونے کے وقت اللہ وحدہٗ لاشریک کو پکارتے ہیں۔ پھر جب اللہ ان کو اپنی طرف سے کچھ رحمت کا مزہ چکھا دیتا ہے، اور ان کا مطلب پورا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بالکل بھول جاتے ہیں، اور بتوں کی پوجا کرنے لگتے ہیں، اور اللہ کی نعمتوں کے منکر ہو جاتے ہیں، اور آسودگی کو بتوں کی مدد کا نتیجہ خیال کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ دنیا میں چند روزہ فائدہ اٹھالیں، عنقریب یہ لوگ معلوم کر لیں گے کہ ان کے عملوں کی شامت سے ان کو کیا بات پیش آئی، آگے اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی بے وقوفی کا ذکر فرمایا۔ کہ کیا ہم نے ان کے اوپر کوئی سند آسمان سے اُتاری ہے جو ان کو شرک کرنے کو کہتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب یہ لوگ شرک کو اچھا بتاتے ہیں،

لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۚ فَتَمَتَّعُوا ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾ أَمْ أَنزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ ﴿٣٥﴾ وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ﴿٣٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٣٧﴾

تاکہ ہماری دی ہوئی چیز کی ناشکری کریں، پس (دنیا میں چند روزہ) فائدہ اٹھالو، پھر عنقریب تم حقیقت حال جان لوگے ﴿۳۴﴾ کیا ہم نے ان پر کوئی سند اتاری ہے کہ وہ سند ان کو شرک کرنے کو بتا رہی ہے ﴿۳۵﴾ اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ دیتے ہیں پس اس پر خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے ان کے اعمال بد کے بدلہ میں جو پہلے اپنے ہاتھوں کر چکے ہیں تو فوراً وہ لوگ ناامید ہو جاتے ہیں ﴿۳۶﴾ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ جس کے لئے چاہتا ہے روزی کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگی فرماتا ہے، بیشک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں ﴿۳۷﴾

اور کوئی سند پیش نہیں کر سکتے تو ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کا انجام ٹھیک نہیں۔ پھر فرمایا جب ہم لوگوں کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں، تو اس کے ساتھ خوش ہو جاتے ہیں۔ اور اگر ان کو اپنے عملوں کے سبب سے کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو فوراً وہ لوگ نا اُمید ہو جاتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ انسان کی یہ جبلی خصلت ہے کہ عیش میں مارے خوشی کے پھولا نہیں سماتا، اور اترانے لگتا ہے۔ اور سختی میں نا اُمید ہو جاتا ہے، یہ خیال کر لیتا ہے کہ مجھ کو بھلائی اور بہتری کبھی حاصل نہ ہوگی۔ ہاں جو بندے عیش میں شکر کرتے ہیں، اور سختی میں صبر کرتے ہیں، وہ ہر حالت میں ثواب حاصل کرتے ہیں۔ اب فرمایا کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کیلئے چاہتا ہے روزی کشادہ کرتا ہے، اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگی کرتا ہے۔ ہر چیز میں اس کا تصرف ہے سب کام حکمت سے کرتا ہے۔ بیشک اس میں قدرت کی نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں۔ اب آگے قرابت دار، مسکین، محتاج اور مسافر کے حسن سلوک کا ذکر فرما کر فرمایا یہ کام بہتر ہیں، ان کو جو قیامت کے دن اللہ کا دیدار چاہتے ہیں، اور یہ اعلیٰ مقصود اور بڑی مراد ہے۔ اور وہی لوگ دنیا اور آخرت میں فلاح پانے والے ہیں، جو اس حکم کے موافق دنیا میں عمل کرتے ہیں۔

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ؗ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ مَاۤ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَاۡ فِیْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ مَاۤ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ؕ

پس (اے مخاطب!) قرابت دار کو اس کا حق دو اور مسکین کو اور مسافر کو، یہ (دنیا) ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ﴿۳۸﴾ اور ۱؎ تم جو چیز (یعنی ہدیہ یا تحفہ) زیادہ لینے کو دو تا کہ اس میں دینے والوں کے مال بڑھیں تو وہ اللہ کے یہاں نہ بڑھے گی، (کیونکہ یہ عمل خالصاً للہ نہیں ہوا) اور جو کچھ تم خدا کی رضامندی کیلئے خیرات دو پس یہ لوگ ہیں دوگنا کرنے والے ﴿۳۹﴾ اللہ وہ ۲؎ ہے کہ جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو روزی دی، پھر تم کو مارے گا پھر تم کو جِلائے گا۔

۱؎ اس آیت میں فرمایا کہ تم جو چیز ہدیہ یا تحفہ دوست احباب یا آشناؤں کو یا اور کسی شخص کو اس نیت سے دو، کہ وہ پلٹ کر اس سے زیادہ دے گا تو اس کا ثواب اللہ کے ہاں نہ ملے گا۔ کیونکہ یہ عمل خالصتاً للہ نہیں ہوا۔ آگے فرمایا صدقہ دینے سے ظاہر میں اگرچہ مال گھٹتا ہوا معلوم ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بڑھتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ ایسے مال میں برکت دیتا ہے، اور عقبیٰ میں ایک روپیہ خرچ کرنے کا اجر دس سے لے کر سات سو تک کا ہے۔ اب آگے مشرکوں کو یہ تنبیہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کو اور ان کی ضرورت کی سب چیزوں کو پیدا کیا۔ اور وہی وقت مقررہ کے آنے پر ان کو دنیا سے اٹھائے گا، اور پھر سزا و جزا کیلئے انہیں دوبارہ پیدا کرے گا۔ باوجود اس کے یہ اللہ کی تعظیم میں بتوں کو جو شریک کرتے ہیں، اور اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے بتوں کا حصہ ٹھہراتے ہیں، یہ ان لوگوں کی بڑی نادانی ہے۔

اعمالِ بد کی سزا دنیا میں بھی ہوا کرتی ہے

۲؎ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو ارشاد فرمایا ہے کہ ان مشرکوں سے دریافت کیا جائے کہ ان کا پیدا ہونا، ان کا جینا، ان کا مرنا، ان کا رزق، کونسی چیز ان کے بتوں کے اختیار میں ہے۔ اور جب آنکھوں دیکھتے ہیں کہ ان بتوں کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے، تو عبادت کے وقت ان بتوں کو یہ لوگ جو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں، ذرا ان کو نادم ہونا چاہئے کہ

هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾

کیا تمہارے بنائے ہوئے شریکوں میں سے بھی کوئی ایسا ہے؟ کہ جو ان کاموں میں سے کچھ کر سکے؟ وہ پاک اور بلند تر ہے اس چیز سے کہ شریک ٹھہراتے ہیں ﴿۴۰﴾ خشکی (یعنی زمین) اور تری (یعنی دریا) میں لوگوں کے اعمال کے سبب سے خرابیاں پھیل گئی ہیں تا کہ خدا لوگوں کو ان کے بعض عمل بد کا مزہ چکھا دے، شاید کہ وہ لوگ باز آجائیں ﴿۴۱﴾

ایسے بے اختیار اور عاجز کو جو خود دوسرے کے اختیار اور قابو میں ہو، معبود ہونے کا کون سا حق حاصل ہے۔ اللہ پاک ہے اور بلند تر ہے، اس سے جس کا وہ شریک کرتے ہیں۔

صفات خداوندی

پھر فرمایا کہ زمین میں قحط وبا اور دریا میں جہازوں، کشتیوں کے ڈوبنے اور دودھ گھی کے پیدا ہونے میں کمی آجانا، ہر چیز کا گراں ہو جانا، باہم ملک کے لوگوں میں جنگ و جدل ہونا، ہزارہا مخلوق خدا کا خانہ ویران ہونا، بیماری کی کثرت، ہیضہ کا زور، حیا و شرم اٹھ کر اس کی جگہ بے حیائی ہونا، یہ بلائیں لوگوں کی بدکاریوں اور گناہوں کے سبب سے آتی ہیں۔ پھر فرمایا کہ اگر تم اپنی اس فلسفہ اور صنعت، اور ہر قسم کی دستکاری و شہ زوری و دولت مندی پر گھمنڈ کر کے یہ کہتے ہو کہ ہم خود ان مصائب کو اپنی تدبیر سے دفع کر دیں گے، تو ملک خدا میں ذرا پھر کر تو دیکھو کہ تم سے پہلوں کا کیا انجام ہوا۔ وہ بھی یہ ہی دعویٰ کیا کرتے تھے۔ اور جو ہلاک ہو چکے ہیں وہ شرک میں مبتلا تھے۔ پس تم دین اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہو۔ فرمایا کہ قیامت جو ایک دن آنے والی ہے اللہ کی طرف سے ٹلنا نہیں ہے، اس دن سب لوگ حساب کے بعد جدا جدا ہو جائیں گے۔ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ کی طرف جائیں گے۔ جس نے کفر کیا اس کا وبال اس پر پڑے گا، اور جس نے نیک کام کیا سو وہ اپنے لئے جنت میں ٹھکانا بناتے ہیں، تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے صلہ دے، ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک کام کئے، بیشک اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ اس لئے ان کو جدا مکان دوزخ عنایت ہوا، ورنہ ایمانداروں کے ہمراہ وہ بھی جنت میں پہنچتے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہوا کے سبب سے جو بادل آتے ہیں، اور بادلوں کے سبب سے بارش جو ہوتی ہے، اور ہواؤں کے وجہ سے انسان زندہ رہ کر دنیا میں اس کی رحمت اور نعمت کے مزے لیتا ہے۔ اور انہیں سے پھل پھول کھیتی باڑی تیار ہوتی ہے، اور اسکے حکم سے ہواؤں کے ذریعہ سے دریا میں کشتیاں چلتی ہیں تا کہ تم دریائی سفروں کی وجہ سے روزی تلاش کرو۔ اور تم کو مناسب ہے کہ بمقابلہ ان نعمتوں کے ہمارا شکر کرو، فقط ایک ہوا میں تمہارے لئے اتنے نفع رکھے ہیں، ایسی ہی بہت سی چیزیں ہیں جن میں تمہارا نفع ہے۔ پھر فرمایا جس طرح نظام عالم جسمانی کے لئے ہوائیں چلاتے ہیں، اسی طرح نظام عالم روحانی کیلئے اپنے فضل سے انبیاء بھیجتے چلے آئے ہیں، جو اپنی قوموں کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے۔ پھر جس نے نہ مانا ہم نے ان لوگوں سے ان کی

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ

تم فرماؤ: ''زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ پہلوں کا کیسا انجام ہوا ان میں اکثر مشرک تھے ﴿۴۲﴾ پس تم اپنا رخ سیدھا دین (اسلام) کی طرف رکھو اس دن کے آنے سے پہلے کہ جسے اللہ کی طرف سے ٹلنا نہیں اس دن سب لوگ جدا جدا ہو جائیں گے ﴿۴۳﴾ جو شخص کفر کرے تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے اور جو نیک عمل کریں تو وہ لوگ اپنے ہی لئے آرام گاہ درست کرتے ہیں ﴿۴۴﴾ تاکہ اللہ اپنے فضل سے صلہ دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے، بیشک اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا ﴿۴۵﴾ اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے اور اس لئے کہ تم کو اپنی رحمت کا مزہ چکھائے اور اس لئے کہ اس حکم سے (ان ہواؤں سے دریا میں) کشتیاں چلیں، اور اس لئے کہ تم اس کے فضل سے روزی تلاش کرو ﴿۴۶﴾ اور اس لیے کہ تم شکر کرو اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لائے، (لیکن بعض نے ان کو جھٹلایا) پھر ہم نے بدلہ لیا ان لوگوں سے جنہوں نے نافرمانی کی۔

نافرمانی کی وجہ سے بدلہ لیا، اور ہم پر مسلمانوں کی مدد کرنی ضرور تھی، لہٰذا ہم نے ان کی مدد کی۔

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾ اَللّٰهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ وَيَجْعَلُهُ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهِ ۚ فَإِذَا أَصَابَ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿٤٨﴾

اور ہم پر مسلمانوں کی مدد لازم تھی ﴿۴۷﴾ اللہ وہ ہے کہ ۱؎ ہواؤں کو بھیجتا ہے پس وہ بادل اٹھاتی ہیں، پھر خدا اس بادل کو آسمان میں جس طرح چاہتا ہے پھیلاتا ہے، پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے، پس تو (اے مخاطب!) دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان میں سے مینہ نکل رہا ہے (بارش برس رہی ہے)، پھر جب وہ اپنے بندوں میں جس کی طرف چاہے اسے پہنچادیتا ہے جبھی وہ خوش ہو جاتے ہیں ﴿۴۸﴾

علاماتِ قیامت اور جنتی دوزخیوں کا ذکر

۱؎ ان آیتوں میں ہوا کا ذکر اور ہوا کے سبب سے بادل جو آتے ہیں ان کا ذکر، اور بادلوں کے سبب سے مینہ جو برستا ہے اس کا ذکر فرما کر، فرمایا ہے کہ جس طرح ہر سال برسات کے موسم میں زمین کی مری ہوئی مٹی زندہ ہو جاتی ہے۔ اور اس میں ہر طرح کے اناج کے پیدا ہونے کی قوت آجاتی ہے۔ اسی طرح حشر کے دن اللہ تعالیٰ ہر ایک مرے ہوئے شخص کے جسم کو پھر تیار کر کے ان جسموں میں پھر روح پھونکے گا۔ صحیح بخاری و مسلم کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث ہے کہ دوسرے صور سے پہلے شبنم کی طرح ایک مینہ برسے گا جس سے زمین میں کے سب مرے ہوئے لوگوں کے پتلے بن کر تیار ہو جائیں گے۔ پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا جس سے ان پتلوں میں روح پھونک دی جائے گی۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ جس طرح اب مینہ سے دریا میں موتی کا، اور زمین میں طرح طرح کی پیداوار کا جسم پیدا ہو جاتا ہے، اسی طرح حشر کے دن ایک مینہ سے انسان کا جسم پیدا ہوگا۔ اسی مشابہت کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ قرآن پاک میں زمین کی پیداوار سے حشر کی تشبیہ بیان فرمائی ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر یہ مشرک لوگ اللہ کی قدرت کی نشانیوں پر دھیان نہ کریں گے، تو اس طرح کی قدرت کے منکر پہلی اُمتوں کا جو انجام ہو چکا وہی ان کا ہوگا۔ تا کہ دشمنوں کی ہلاکت سے ایمان داروں کو ایک طرح کی مدد مل جائے۔ کیونکہ اس طرح کی مدد ہمیشہ سے اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ آخر کو فرمایا بارش کے برسنے، اور پیداوار کے زور پکڑ جانے کے بعد اگر اللہ کی قدرت سے کوئی ایسی مخالف ہوا چل جائے، تو اللہ تعالیٰ کے برسائے کے احسان کو بھول کر ایسی ناشکری کرنے لگتے ہیں کہ گویا اللہ تعالیٰ نے انکے ساتھ کوئی احسان ہی نہیں کیا۔

وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِیْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَاؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْیِ الْمَوْتٰىۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۵۰﴾ وَ لَئِنْ اَرْسَلْنَا رِیْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ یَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۵۲﴾ وَ مَاۤ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾ ع

اور اگر چہ اس مینہ (بارش) کے برسنے سے پہلے ناامیدی میں تھے ﴿۴۹﴾ تو اللہ کی رحمت (یعنی بارش) کے اثر دیکھو کہ اللہ زمین کو کیونکر زندہ (سرسبز) کرتا ہے اسکے مرنے (یعنی خشک ہونے) کے بعد بیشک وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور سب چیز پر قدرت رکھتا ہے ﴿۵۰﴾ اور اگر ہم کوئی ایسی ہوا بھیجیں جس سے یہ لوگ اپنی کھیتی کو زرد دیکھیں تو ضرور اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں ﴿۵۱﴾ پس تم ۱؎ مردوں (یعنی کافروں) کو نہیں سناتے اور نہ بہروں کو پکارنا سناؤ جب کہ وہ پیٹھ دے کر پھریں (یعنی حق کے سننے سے بہرے ہوں) ﴿۵۲﴾ اور نہ تم اندھوں (یعنی دل کے اندھوں) کو ان کی گمراہی سے ہدایت پر لاؤ تم تو اسی کو سناتے ہو جو ہماری آیتوں پر یقین رکھے، پس یہ لوگ فرمانبرداری کرنے والے ہیں ﴿۵۳﴾

۱؎ ان آیتوں میں فرمایا کہ یہ لوگ مردے اور بہرے کی مانند ہیں، اور بہرہ بھی وہ جس کی پیٹھ پھری ہوئی ہو۔ کیونکہ اگر بہرے آدمی کا منہ کسی بات کرنے والے شخص کی طرف ہو تو ہونٹوں کی حرکت یا اشارہ سے بھی کچھ سمجھ سکے۔ ان لوگوں میں وہ بات بھی نہیں، یہ ایسے بہرے ہیں کہ ان کا منہ بھی بات کرنے والے شخص کی طرف نہیں بلکہ پیٹھ پھری ہوئی ہے۔ جب کفار جنگ بدر میں مارے گئے تو آنحضرت ﷺ نے ان مردوں کے نام لے کر پکارا، اور فرمایا کہ ہم نے تو خدا کا وعدہ سچا پالیا۔ تم لوگوں کو بھی خدا کے فرمانے کا ظہور معلوم ہو گیا، اور اب تو تم کو معلوم ہو گیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے تو یہ دن آج نہ دیکھتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا: ''یارسول اللہ! آپ بے جان مردوں سے باتیں کرتے ہیں''۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مردے میری اس بات کو سنتے ہیں جو میں ان سے کہہ رہا ہوں۔ حضرت ابنِ عباس فرماتے ہیں کہ اہلِ قبور ہر حالت میں سنتے ہیں۔ امام شافعی نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے۔ آگے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے علم

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَةًؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُۚ وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ﴿۵۴﴾ وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ۬ مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا یُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَ الْاِیْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى یَوْمِ الْبَعْثِ٘

اللہ وہ ہے[۱] کہ جس نے تم کو شروع ناتوانی کی حالت میں پیدا کیا، پھر ناتوانی کے بعد تم کو قوت عطا فرمائی، پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی جاننے والا قدرت والا ہے ﴿۵۴﴾ اور[۲] جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم لوگ قسم کھائیں گے کہ ہم ایک گھڑی سے زیادہ (دنیا میں) نہیں رہے اسی طرح وہ لوگ دنیا میں راہ سے اوندھے جاتے تھے ﴿۵۵﴾ اور کہیں گے وہ لوگ جن کو علم اور ایمان ملا: ''بیشک تم لوگ اللہ کے لکھے ہوئے میں اٹھنے کے دن (یعنی قیامت) تک رہے۔

میں راہ ہدایت پر نظر آنے سے اندھے قرار پا چکے ہیں، ان پر قرآن کی نصیحت کا اثر نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ قرآن کی نصیحت کا اثر تو ان لوگوں پر ہی ہوگا جو علم الٰہی میں ایماندار اور فرمانبردار ٹھہر چکے ہیں۔

[۱] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کے حالات میں تغیر و تبدل، اول سے بڑھاپے تک ہے، وہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اول مٹی سے، پھر پانی جیسی پتلی چیز نطفہ سے، پھر جمے خون سے، پھر بوٹی سے انسان کو پیدا کیا۔ اس کے بعد پھر ہڈیاں، پھر ان پر گوشت چڑھایا، پھر روح پھونکی، پھر ماں کے پیٹ سے بچہ کمزور پیدا ہو کر پھر رفتہ رفتہ کچھ زور پکڑتا گیا۔ پھر بلوغ کے قریب ہوتا ہے، پھر جوان ہوتا ہے، یہ نہایت قوت کا زمانہ ہے۔ اس کے بعد پھر نقصان کا زمانہ شروع ہوتا ہے، طاقت کم ہونے لگتی ہے یہاں تک کہ بڈھا ہو جاتا ہے، بال سفید ہو جاتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اپنے بندوں میں اپنی قدرت کے موافق تصرف کرتا ہے۔ اور وہ کمال علم اور قدرت والا ہے، سب کچھ جانتا ہے اور کرسکتا ہے۔

[۲] اس آیت میں فرمایا ہے کہ وہ غافل دنیا کے فریفتہ لوگ جو دنیا کو اپنی غفلت سے اپنا ہمیشہ کا ٹھکانہ جانتے ہیں۔ پس مجرم لوگ قیامت کے دن لاکھوں کروڑوں برس کا عذاب دیکھیں گے، تو قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ اس لاکھوں برس کے عذاب کے حساب سے تو گویا ہم دنیا اور قبروں میں گھڑی دو گھڑی رہے۔ فرمایا یہ عذر ان لوگوں کے کچھ کام نہ آئے گا۔

فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾

تو یہ ہے لے وہ دن اٹھنے کا (جس کے تم دنیا میں منکر تھے) لیکن تم نہیں جانتے تھے ﴿۵۶﴾ پس اس دن ظالموں کا عذر کرنا کچھ فائدہ نہ دے گا اور نہ ان سے خدا کی خفگی کا تدارک چاہا جاوے گا ﴿۵۷﴾ اور بیشک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر ایک قسم کی مثال بیان فرمائی، اور اگر تم ان کے پاس کوئی نشانی لاؤ تو ضرور کافر کہیں گے: ''تم تو نہیں مگر باطل پر ہو'' ﴿۵۸﴾ اسی طرح مہر کر دیتا ہے اللہ جاہلوں کے دلوں پر (جن کو جانتا ہے کہ وہ گمراہی ہی اختیار کریں گے) ﴿۵۹﴾

قیامت کے دن کسی کا عذر نہیں سنا جائے گا

لے ان آیتوں میں فرمایا کہ دنیا میں گھڑی دو گھڑی یہ غافل لوگ اس عذر کے طور پر بتلا دیں گے کہ گویا دنیا میں زیادہ رہنے اور اللہ کے رسول کی نصیحت سننے کا موقع ان کو نہیں ملا۔ اس واسطے وہ لوگ جن کو علم اور ایمان ملا، قسم کھا کر غافلوں کے اس عذر کا جواب دیں گے۔ کیوں جھوٹ بولتے ہو جس قدر اللہ کے وعدہ کے موافق دنیا میں ہم رہے، اسی قدر تم بھی رہے، اور تم انکار کرتے تھے پھر مر کر زندہ ہونا، اور خدا کے سامنے جا کر حساب و کتاب ہونا، ہماری کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اب عذر کا وقت ہاتھ سے جاتا رہا، بے وقت اب عذر کرنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ ترمذی میں ہے کہ دنیا میں عقل مند وہی شخص ہے جو دنیا میں رہ کر اپنی عقبیٰ کو سنبھالنے کا کچھ کام کرے۔ ورنہ پھر عقبیٰ میں بڑی خرابی پیش آئے گی۔ اب آگے فرمایا قیامت کے دن ان ظالموں کا کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا، کہ قرآن میں طرح طرح کی مثالیں بیان کر کے ان کو آج کے دن کا انجام اچھی طرح سمجھا دیا تھا، مگر علم ازلی کے موافق انکے دلوں پر کفر اور شرک کا رنگ ایسا چھا گیا تھا کہ تمام عمر یہ لوگ اس انجام کو جھٹلاتے رہے، اور اس انجام سے اپنے آپ کو انجام بنا لیا، آخر آج وہ انجام ان کے روبرو آیا۔

فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَّ لَا یَسۡتَخِفَّنَّکَ الَّذِیۡنَ لَا یُوۡقِنُوۡنَ ﴿۶۰﴾ ع

پس صبر ا کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے (وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا) اور تمہیں بے برداشت نہ کردیں وہ لوگ جو یقین نہیں رکھتے (یعنی ان کے لئے عذاب کی جلدی فرمائیں) ﴿۶۰﴾

ا اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو مخاطب کر کے تسلی کے طور پر ارشاد فرماتا ہے کہ تم ان کی مخالفت اور دشمنی پر صبر کرو، بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے اور تمہارے ساتھ والوں سے غلبہ کا اور مدد کرنے کا جو وعدہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے اس وعدہ کو ضرور پورا کرے گا۔ اس وعدہ میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہے۔ آخر بدر کی لڑائی کے وقت اور فتح مکہ کے وقت اس وعدہ کا ظہور ہوا کہ بدر کی لڑائی میں بڑے بڑے مخالف دین مارے گئے۔ اللہ تعالیٰ سچا ہے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔

آیاتہا ۳۴ | ۳۱ سُوۡرَۃُ لُقۡمٰنَ مَکِّیَّۃٌ ۵۷ | رکوعاتہا ۴

سورۂ لقمان مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چونتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

الٓـمّٓ ﴿۱﴾ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۲﴾ هُدًی وَّ رَحۡمَۃً لِّلۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۳﴾

الٓمّٓ یہ ا حکمت والی کتاب (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں ﴿۲﴾ جو ہدایت اور رحمت ہے نیکوں کے لئے ﴿۳﴾

خواص سورہ لقمان: جو شخص اس سورت کو پڑھے گا وہ غرق ہونے سے محفوظ رہے گا۔ اور درد شکم کے لیے مفید ہے اس کو پڑھ کر اس جگہ دم کرے۔ اس سورت کو سات بار پڑھ کر پانی پر دم کر کے پلاوے ان شاء اللہ شفا پاوے گا۔

ا ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کو نیک کام کرنے والوں کی ہدایت کے لئے اتارا ہے۔ یہ قرآن ان کے حق میں رحمت ہے۔ نیک کام کرنیوالے محسنین وہ لوگ ہیں جو شریعت کے تابع ہو کر اچھے عمل کرتے ہیں۔ مثلاً نماز کو اس کے وقتوں پر فرض ہو یا سنت سب کو اچھی طرح ادا کرتے ہیں۔ اور ایسے ہی زکوٰۃ کو جو اس کے مستحق ہیں ان کو دیتے ہیں، اور صلہ رحمی کرتے ہیں، اور آخرت کی جزا و سزا کا یقین رکھتے ہیں، اور اللہ سے آخرت کے ثواب کی اُمید رکھتے ہیں، دنیا کے دکھاوے کو کسی نیک عمل میں ریاکاری نہیں کرتے۔ خالص عقبیٰ کے اجر کی نیت سے جو لوگ کرتے ہیں، انہیں کو فرمایا کہ یہ لوگ دنیا میں راہ راست پر ہیں جسکے سبب سے آخرت میں ان ہی کو کامیابی ہے۔

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ؕ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖۗ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۶﴾ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْۤ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۷﴾

وہ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں ﴿۴﴾ یہی لوگ اپنے پروردگار کی ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونیوالے ہیں ﴿۵﴾ اور ۱؎ کچھ لوگ ایسے ہیں جو کھیل کی بات (یعنی قصے کہانیاں خلاف شرع) خریدتے ہیں کہ بے سمجھے لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکادیں اور اللہ کی راہ کو ٹھٹھا بنالیں، یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے ﴿۶﴾ اور جب اسکو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو تکبر کرتا ہوا منہ پھیر لیتا ہے گویا اس ۲؎ نے سنا ہی نہیں۔ جیسے اس کے کانوں میں ڈاٹ ہے۔ پس اسکو عذاب درد دینے والے کی خبر سنادو ﴿۷﴾

۱؎ **شان نزول**: یہ آیت نضر بن حارث بن کلاہ کے حق میں نازل ہوئی، جو تجارت کے سلسلہ میں دوسرے ملکوں میں سفر کیا کرتا تھا۔ اس نے عجمیوں کی کتابیں خریدیں جس میں قصے کہانیاں تھیں۔ وہ قریش کو سناتا اور کہتا کہ سید کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں عاد اور ثمود کے واقعات سناتے ہیں، اور میں رستم اور اسفندیار اور شاہانِ فارس کی کہانیاں سناتا ہوں۔ کچھ لوگ ان کہانیوں میں مشغول ہوگئے، اور قرآن کی نصیحت کی باتیں سننے سے رہ گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ وہ خود بھی گمراہ ہیں، اور دوسرے لوگوں کو بھی بہکا کر گمراہی کا راستہ سکھاتے ہیں۔ قیامت کے دن ایسے لوگوں پر دوہرا عذاب ہوگا، ذاتی گمراہی کا جُدا، اور لوگوں کو بہکانے کا جدا، کیونکہ بہ نسبت اکہرے عذاب کے دوہرے عذاب میں جو ذلت کی زیادتی ہے ظاہر ہے۔

جنتیوں کے انعام کا ذکر

۲؎ اوپر کی آیتوں میں جن لوگوں کا ذکر تھا انہی کو فرمایا کہ ایسے لوگوں کے روبرو جب قرآن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں، تو وہ اپنی مالداری کے غرور میں پیٹھ موڑ کر اس طرح ٹل جاتے ہیں کہ گویا وہ بہرے ہیں۔ اس واسطے فرمایا اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! تم ایسے ہر شخص کو دکھ دینے والے اس عذاب کی خبر سنادو جو قیامت کے دن اس پر کیا جائے گا۔ حاصل یہ ہے کہ جس طرح وہ اللہ کی

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِیْمِ ﴿۸﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۹﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَ اَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَ بَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ ﴿۱۰﴾

بیشک جو لوگ کہ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے ان کے لئے نعمت کے باغات ہیں ﴿۸﴾ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے ﴿۹﴾ اسی نے آسمانوں کو بغیر ستون کے پیدا کیا جیسا کہ تم دیکھتے ہو اور زمین میں پہاڑ (کے لنگر) ڈالے تاکہ تم کو ادھر ادھر نہ ہلائے اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا پھر زمین میں ہر قسم کے نفیس جوڑے اگائے ﴿۱۰﴾

کتاب سے، اور اس کے محبوب سے گستاخی کر کے اللہ کے رسول کو رنج دیتا تھا، اسی طرح اللہ اس کو قیامت کے روز دکھ دینے والے عذاب میں ڈالے گا۔ اب آگے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا حال بیان فرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں، اور ان کو بڑی رغبت و توجہ کے ساتھ سنتے ہیں، اور ان سے بڑے بڑے فائدے اور نفع حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر ایمان لائے، اور تمام پیغمبروں کے رسول ہونے کی تصدیق کی، اور شریعت کے مطیع ہو کر اچھے عمل کئے، ان کے واسطے نعمتوں کے باغ ہیں۔ جس میں انواع اقسام کی لذتیں، اور طرح طرح کی خوشبوئیں ہیں، ان کے اندر ہمیشہ ہمیشہ چین اور مزے لیں گے۔ عمدہ عمدہ لطیف کھانے اور پینے کی چیزیں اور پوشاک و لباس قسم قسم کے پہنیں گے۔ اور بڑے بڑے عالی شان مکان میں رہیں گے، اور پاکیزہ بیبیاں ان کی ہم نشینی کے لئے موجود ہوں گی۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے کیونکہ وہ وعدہ کے خلاف کبھی نہیں کرے گا۔ اس لئے اس کی ذات بڑی کریم و رحیم ہے، اور وہ زبردست عزت والا اور حکمت والا ہے۔ پھر فرمایا کہ خدائے حکیم نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بنایا۔ جن کو تم آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ زیادہ تفصیل اس مسئلہ کی سورۂ رعد (پارہ ۱۳) میں گزر چکی ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر بوجھ بھاری پہاڑوں کے ڈالے تاکہ بوجھل ہو جائے، اور تم کو لے کر اُدھر اُدھر نہ ہلائے اور پھیلائے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندر طرح طرح کے حیوانات جن کی تعداد سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا، پیدا کیے۔ پھر فرمایا کہ اُتارا ہم نے آسمان سے پانی، پھر اُگائے ہم نے زمین میں اس کے سبب ہر قسم کے جوڑے خوشنما اور عمدہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر انعام اور فضل ہے۔

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۱﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾

یہ ۱؎ (سب) اللہ کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں، پس تم مجھے دکھاؤ کہ اس کے سوا اوروں نے کیا کیا چیزیں پیدا کیں، بلکہ یہ ظالم صریح گمراہی میں ہیں ﴿۱۱﴾ اور ۲؎ بیشک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی (اور ہم نے کہا) کہ اللہ کا شکر کر اور جو شخص شکر کرتا ہے تو وہ اپنے نفع کے لئے شکر کرتا ہے اور جو کوئی ناشکری کرتا ہے پس بیشک اللہ بے پرواہ تعریف والا ہے ﴿۱۲﴾

۱؎ اس آیت میں مشرکوں کو قائل کیا ہے کہ اللہ کی قدرت سے تو یہ سب کچھ پیدا ہوا ہے، اسی واسطے اللہ کے رسول یہ پیغام پہنچاتے ہیں کہ سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ کیونکہ معبود تو وہ ہے جس میں قدرت ہے، وہ اپنی قدرت کے سبب سے اپنے عبادت کرنے والوں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ تم جو اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتے ہو، اور اللہ کی عبادت میں بتوں کو شریک کرتے ہو، اور قرآن شریف کی نصیحت کے سننے سے جان بوجھ کر بہرے بنتے ہو تو بتلاؤ تو تمہارے جھوٹے معبودوں نے ان چیزوں میں کیا چیز پیدا کی ہے۔ اور جب تم اپنے جھوٹے معبودوں کی پیدا کی ہوئی کوئی چیز ایسی نہیں بتلا سکتے، جس سے تم کو آخرت یا دنیا میں کسی طرح کا فائدہ پہنچے۔ تو معبودوں کو کہاں سے یہ حق حاصل ہو گیا کہ تم ان کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو۔ پس یہ ظالم نافہم کھلی گمراہی میں ہیں۔

۲؎ ان آیتوں میں فرمایا کہ ہم نے لقمان کو حکمت دی۔ یعنی عقل کی راہ سے وہ باتیں کھولیں جو پیغمبروں کے موافق ہوں۔ حضرت داؤد علیہ السلام پیغمبری سے پہلے فتویٰ دیا کرتے تھے جب حضرت داؤد علیہ السلام پر نبوت اتری تو انہوں نے فتویٰ دینا چھوڑ دیا، اور کہا کہ جب اللہ ہی نے مجھ کو سبکدوش کیا پھر کیوں نہ میں سبکدوش ہو جاؤں۔ ان سے پوچھا گیا کہ سب میں برا شخص کون ہے۔ جواب دیا کہ لوگ اسے گناہوں میں پھنسا ہوا دیکھیں اور اسکو ذرا بھی پروانہ ہو۔ ہم نے اس سے کہا کہ خدا نے جو تم کو حکمت عطا کی ہے اس کا شکریہ ادا کرو۔ اور جو شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے واسطے کرتا ہے، کیونکہ اس کا ثواب تو وہی پائے گا، اور جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے، تو سمجھ لو کہ اللہ کو کچھ پروا نہیں، اس کے کام سب اچھے ہوتے ہیں۔ اور یاد کرو جس وقت کی لقمان نے اپنے بیٹے کی نصیحت کرنے میں یہ بات کہی کہ اے پیارے بیٹے! اللہ کا کسی کو شریک مت بنانا، کیونکہ شرک تو بڑا ظلم ہے۔ وہ اس نصیحت کے سنتے ہی سمجھ گیا اور ان کے حکم پر عمل کیا۔

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ نصیحت کرتا تھا: ''اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، بیشک شرک بڑا ظلم ہے'' ﴿۱۳﴾ اور ۱؎ ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے (اطاعت کے) بارے میں تاکید فرمائی، (کیونکہ) اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری اٹھائی اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹنا ہے یہ کہ میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر، آخر (سب کو) میری طرف لوٹ کر آنا ہے ﴿۱۴﴾ اور اگر وہ دونوں تجھے اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرا جس کا تجھے علم نہیں ہے تو ان کا کہنا نہ مان اور (ہاں) دنیا (کے کاموں) میں ان کا اچھی طرح ساتھ دے، اور اس شخص کی پیروی کر جو میری طرف رجوع لایا، پھر میری ہی طرف تمہیں لوٹ کر آنا ہے۔ پس میں تم کو بتادوں گا جو کچھ تم کرتے تھے ﴿۱۵﴾

حقوق والدین

۱؎ اس آیت میں فرمایا کہ انسان کو چاہئے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے۔ باپ کے احسان تو ہوش کے زمانہ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ کھلاتا پہناتا ہے، ماں کے احسان اسکے عالم بے خبری میں اس سے بڑھ کر تھے۔ اس لئے ان کو یاد دلاتا ہے کہ اس کی ماں نے اس کو پیٹ میں رکھا، ضعف پر ضعف اٹھائے۔ کس لئے کہ جوں جوں حمل بڑھتا جاتا ہے، ضعف زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ اور دو برس تک اس کے پاس رہا جدا نہ ہوا۔ دودھ پلاتی اور ساتھ سلاتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ماں کی محنت مشقت کا اس لئے ذکر کیا کہ بچہ ماں کے احسانوں کو نہ بھولے۔ ماں کا حق جتلانے کے بعد انسان کو فرمایا کہ اللہ کا اور اپنے ماں باپ کا شکر کر، تجھ کو میرے پاس دوبارہ زندہ ہو کر آنا ہے۔ اس وقت میں تجھ کو پورا بدلہ شکر کرنے کا دونگا۔ فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا ان کاموں میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔ اسی واسطے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ

یٰبُنَیَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۶﴾

(لقمان نے کہا) لے اے میرے بیٹے! اگر برائی رائی کے دانہ کے برابر ہو، پھر وہ کسی پتھر کے درمیان میں یا آسمانوں میں یا وہ زمین کے اندر کہیں ہو، اللہ اس کو (قیامت کے دن) لے آئے گا، بیشک اللہ ہر باریکی کا جاننے والا خبردار ہے ﴿۱۶﴾

نے اپنے حق کے ساتھ ماں باپ کے حق کا ذکر فرمایا۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ماں باپ کا بڑا حق ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر ماں باپ تجھ سے شرک کرنے پر زور ڈالیں تو ان کا کہنا ہرگز نہ ماننا۔ کیونکہ شرک ایسی بے سند چیز ہے جس کا پتہ دنیا میں کسی کو معلوم نہیں۔ اسی لیے اس بارے میں ماں باپ کی پیروی مت کرنا۔ ہاں معاملات دنیا میں تو ان کا ساتھی رہ، اور ان کے ساتھ سلوک کرتا رہ۔ دین میں ان لوگوں کی پیروی کرنا جو ایمان والے لوگ ہیں۔ آخر تم سب کو اللہ کے پاس جزا و سزا کیلئے آنا ہے، پھر میں تم کو بتلا دوں گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحت

لے لقمان اپنے بیٹے سے کہتے ہیں: ''اے میرے بیٹے! اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو، اور ہو وہ پتھر میں، یا آسمان یا زمین میں، کہیں ہو جزا و سزا کے وقت اللہ تعالیٰ اس کو حاضر کرے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ چھپی ہوئی باتوں کا جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے''۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی ٹھوس پتھر میں گھس کر عمل کرے، تو بھی اس کا عمل ظاہر ہو جائے گا خواہ کیسا ہی عمل ہو۔ فرمایا کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو یہ وصیت کی کہ نماز کو اسکے ارکان، اوقات کے ساتھ قائم رکھنا، اور لوگوں کو موافق شرع نصیحت کرنا، اور خلاف شرع سے منع کرنا، اور اس نصیحت کے کرنے میں کچھ تکلیف لوگوں کی طرف سے پہنچے تو صبر کرنا، کیونکہ صبر بڑی ہمت کی چیز ہے۔ اور تم تکبر نہ کرنا، اور بڑائی نہ مارنا، اور ایسا مت کرنا کہ خدا کے بندوں کو حقیر سمجھو، اور جب وہ تم سے بات کریں تو ان سے غرور نہ کرنا۔ پھر فرمایا زمین میں اترا کر مت چلو، کیونکہ وہ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ اور اپنی چال درمیانی اختیار کرنا، نہ بہت تیز نہ بہت آہستہ، بلکہ نہایت اطمینان کے ساتھ چلنا۔ اور باتوں میں اپنی آواز نرم کرلیا کرو۔ بیشک بری سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم گدھے کی آواز سنو تو اللہ سے پناہ مانگو۔ اس لئے کہ گدھا شیطان کو دیکھ کر چلاتا ہے۔ اور جب تم مرغ کی آواز سنو تو اپنے حق میں بہتری کی دعا مانگو، کیونکہ وہ اللہ کے فرشتوں کو دیکھ کر بولتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مرغ کی آواز سن کر جو کوئی دعا کرے گا تو فرشتے جو مرغ کو نظر آتے ہیں وہ آمین کہیں گے، اور ان کی آمین کی برکت سے عجب نہیں کہ وہ دعا قبول ہو جائے۔

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴿۱۹﴾ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾

ع ۲ / ۸

اے میرے بیٹے! نماز کو قائم رکھ اور اچھی باتوں کی نصیحت لوگوں کو کر اور بری باتوں سے منع کر اور تجھ پر جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کر، بیشک یہ ہمت کے کام ہیں ﴿۱۷﴾ اور اپنے رخساروں کو (تکبر سے) لوگوں کی طرف سے مت پھیر اور زمین میں اترا کر مت چل، بیشک اللہ کسی اترانے والے اپنی تعریف کرنے والے کو پسند نہیں کرتا ﴿۱۸﴾ اور میانہ چال چل اور اپنی آواز کچھ پست کر بیشک سب آوازوں میں بری (یعنی مکروہ) گدھے کی آواز ہے ﴿۱۹﴾ (اے لوگو!) کیا[1] تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اس نے تمہیں اپنی نعمتیں ظاہر اور پوشیدہ بھرپور دیں، اور بعضے آدمی ایسے ہیں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے، اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں ﴿۲۰﴾

[1] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان میں مثلاً سورج چاند، مینہ، زمین میں کھیتی باغ انسان کی یہ سب ضرورت کی چیزیں پیدا کیں۔ اس پر بھی بعضے ناشکر لوگ ایسے ہیں کہ بغیر علم کے، اور بغیر ہدایت، اور بغیر روشن کتاب کے اللہ تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک ہونے میں طرح طرح کی حجتیں نکالتے ہیں۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾ وَ مَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾

اور جب ۱ ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ (یہ ہم نہ کریں گے) بلکہ ہم اس چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، کیا اگرچہ ان کو شیطان دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو (جب بھی ان کی ہی پیروی کریں گے) ﴿۲۱﴾ اور ۲ جو کوئی اپنا رخ خدا کی طرف جھکا دے اور ہو نیکی کرنے والا، تو بیشک اس نے مضبوط دستاویز تھامی، اور ہر ایک کام کی انتہا خدا ہی کی طرف ہے ﴿۲۲﴾

۱ فرمایا کہ ان مشرکوں سے جب اللہ کی کتاب پر چلنے کو کہا جاتا ہے، تو یہ نادان کہتے ہیں کہ یہ ہم نہ کریں گے، بلکہ ہم بتوں کی پیروی کریں گے جس کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے۔ اس کا جواب اللہ پاک نے یہ دیا کہ کیا یہ لوگ باپ دادا کی چال چلیں گے، اگرچہ شیطان ان کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے باپ دادا شیطان کے پیرو اور گمراہ ہوں، تو کیا جب بھی یہ ان کا طریقہ اختیار کریں گے یہ عقل سے بہت بعید ہے۔

اللہ کریم کی صفات کا بیان

۲ ان آیتوں میں ذ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلتے ہیں، اور اسکے بعد اس دلی ارادہ کے مطابق نیک کام کریں، تو ان لوگوں نے بڑی مضبوط رسی کو پکڑ لیا ہے۔ یعنی نجات کا بڑا قوی ذریعہ ان کے ہاتھ آ گیا ہے۔ اللہ ایسے لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا۔ پھر فرمایا جو شخص اللہ کے حکم پر نہ چلے تو اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم انکے کفر پر رنج نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ ان سب کو ہمارے ہی پاس لوٹنا ہے، اس وقت ہم ان کو ان کے عملوں کو جتلا دیں گے اور سزا دیں گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو دلوں کی باتیں خوب معلوم ہیں، اس پر کچھ پوشیدہ نہیں ہے۔ پھر فرمایا ہم تھوڑے دنوں دنیا میں ان کو کچھ عیش دے رہے ہیں، جب تک وہ زندہ ہیں، پھر ہم آخرت میں ان کو ایسے عذاب میں گرفتار کریں گے جس سے وہ ہرگز نہیں چھوٹ سکتے۔ اور اگر مشرکوں سے سوال کرو کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے، تو یہ یہی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ مشرک اس بات کو جانتے ہیں کہ سب کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ سب خوبیاں اللہ ہی کو ہیں جس نے تم سے اپنی

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۭ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾

اور جو کوئی کفر کرے تو تم اس کے کفر سے غم نہ کھاؤ اور ان کو تو ہمارے ہی طرف لوٹنا ہے پس ہم ان کو بتلا دیں گے جو وہ کرتے تھے بے شک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے ﴿۲۳﴾ ہم ان کو (دنیا میں) چندروزہ عیش دیں گے، پھر ہم انہیں بے بس کر کے سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے ﴿۲۴﴾ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ نے تم فرماؤ: "سب خوبیاں اللہ کیلئے ہیں" بلکہ ان میں سے اکثر نہیں جانتے ﴿۲۵﴾ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے، بیشک اللہ ہی بے نیاز تعریف کیا گیا ہے ﴿۲۶﴾ اور اگر یہ ہو کہ جس قدر زمین میں درخت ہیں وہ سب قلمیں بن جائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہو جائے اس کے بعد سات سمندر اور (سیاہی کے ہوں) تو اللہ کی باتیں (یعنی صفتیں) ختم نہ ہوں گی، بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے ﴿۲۷﴾

توحید کا اقرار کروالیا۔ باوجود مشرک ہونے کے خود مشرکوں کے اقرار سے ان پر الزام ثابت ہو گیا۔ پھر ایسے جاہل ہیں کہ بتوں کو معبود جانتے ہیں۔ پھر فرمایا جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے، وہ سب اللہ کی مِلک ہے۔ پس وہی عبادت کا مستحق ہے۔ بیشک اللہ ہی بے پروا تعریف والا ہے۔ پس جس شخص نے اسلام کو مرتے دم تک مضبوط پکڑا اس نے گویا نجات کی رسی حاصل کی۔

لہ ان آیتوں میں فرمایا اگر تمام روئے زمین کے درخت قلم بنائے جائیں، اور ساتوں سمندر کی سیاہی بنا کر اس کی معلومات کو لکھنا چاہیں، جب بھی اسکی کلمات یعنی معلومات ختم نہ ہوگی۔ کیونکہ اللہ کی باتیں تو بے انتہا ہیں۔ وہ سب پر غالب ہے، اور سب کو جانتا ہے۔

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۡ كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾ ع

تم ۱؎ سب کا پیدا کرنا اور (مرے پیچھے یعنی مرنے کے بعد) اٹھانا ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک جان کا، بیشک اللہ سنتا دیکھتا ہے ﴿۲۸﴾ (اے مخاطب!) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ رات کو دن کے حصہ میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات کے حصہ میں داخل کرتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کام میں لگائے، ہر ایک ایک اپنے مقرر میعاد تک چلتا ہے اور یہ کہ اللہ تمہارے سب کاموں سے خبردار ہے ﴿۲۹﴾ یہ بہ سبب اس کے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور جن چیزوں کو اللہ کے سوا یہ لوگ پوجتے ہیں سب بے اصل ہیں، اور یہ بسبب اس کے ہے کہ اللہ ہی بلند مرتبہ بزرگ قدر والا ہے ﴿۳۰﴾

۱؎ مطلب یہ ہے کہ ساری مخلوقات کا پیدا کرنا، اور بعد مرنے کے پھر اس کا زندہ کرنا، اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے کچھ مشکل نہیں ہے۔ بلکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسا کہ ایک جان کا پیدا کرنا اور جلانا ہے۔ کس لئے کہ سب کا موجود کرنا فقط کُن کے کہنے سے ہوتا ہے۔ وہ قادر مطلق جب ارادہ کرتا ہے کسی شے کا تو فرماتا ہے: ''ہوجا'' وہ ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سُننے والا ہے، اور سب کے عملوں کو دیکھنے والا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ حشر کے منکر جو باتیں کرتے ہیں، اور حشر کو جھٹلا کر جس طرح کے کاموں میں مصروف ہیں، ان سب کی اللہ کو خبر ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب ایک کلمہ، کُن کے ساتھ ہی یہ حشر کے جھٹلانے والے دوبارہ زندہ ہوجائیں گے، اور ان کی گستاخی کی زبانی باتیں، اور ہاتھ پاؤں کے بداعمال، سب کچھ ان کی آنکھوں کے سامنے آجائے گا، تو اس وقت انکو حشر کے جھٹلانے کی حقیقت کھل جائے گی۔ اب آگے اللہ تعالیٰ اپنی اس قدرت سے آگاہ فرماتا ہے کہ اللہ بڑھا دیتا ہے رات کو دن میں، اس طرح کچھ حصہ رات کا دن میں داخل کرتا ہے، جس سے دن بڑا ہوجاتا ہے اور رات چھوٹی ہوجاتی ہے۔ یہ گرمی کے موسم کا حال ہے۔ پھر دن کم ہوجاتا ہے اور رات لمبی ہوتی ہے، یہ بات جاڑے کے موسم میں ہوجاتی ہے۔ پھر فرمایا کام میں لگا رکھا ہے سورج چاند کو، کہ ہر ایک ان میں سے ایک خاص وقت یعنی قیامت تک اپنا اپنا دورہ کئے جائے گا۔ ان حدیثوں کو اس آیت کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ دنیا کا کل انتظام ایک وقت مقرر

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَ اِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾

(اے مخاطب ۱) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی کے فضل سے کشتیاں دریا میں چلتی ہیں تاکہ وہ تم کو نشانیاں دکھائے، بیشک اس میں ہر صبر کرنے والے شکر گزار کیلئے نشانیاں ہیں ﴿۳۱﴾ اور ۲ جب انکو دریا کی موجیں سائبانوں کی طرح گھیر لیتی ہیں تو وہ خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارتے ہیں، پھر جب انکو نجات دے کر خشکی کی طرف پہنچا دیتا ہے رہتے ہیں اور ہماری آیتوں کے بس وہی لوگ منکر ہوتے ہیں جو بدعہد اور ناشکر ہیں ﴿۳۲﴾

تک کا ہے، ہمیشہ کیلئے نہیں۔ جو لوگ دنیا کی اس ناپائیدار زندگی پر عیش میں ہیں، وہ بڑے دھوکے میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے خبردار ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ پھر فرمایا کہ جب وہ ایسا صاحبِ قدرت ہے تو وہی معبودِ برحق ہے۔ اور اس کے سوا تم جس چیز کو پوجتے ہو وہ سب بے اصل ہیں۔ وہ ایسی ذات برتر و بلند ہے کہ کوئی چیز اس سے بلند نہیں ہے، اور وہ ایسا بڑا ہے کہ سب چیزیں اس کے روبرو عاجزی کرنے والی ہیں۔

توحید کا بیان

۱ اس آیت میں فرمایا دریا میں کشتیاں چلتی ہیں، تاکہ تم کو اپنی قدرت کی نشانی دکھائے کہ دریا کو تمہارا تابعدار بنا دیا ہے۔ یہ اس کی مہربانی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ پانی میں یہ طاقت پیدا نہ کرتا کہ کشتی اٹھائے تو کبھی پانی پر کشتیاں نہ چلتیں۔ پھر فرمایا اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے، شکر کرنے والے کے لئے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار ہیں، اور خالص اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اور تکلیف پر صبر کرتے ہیں، تو یہ صفتیں مومن کی ہیں۔ ایسوں کیلئے اللہ کی قدرت کی باتوں میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

۲ **شان نزول:** یہ آیت عکرمہ بن ابی جہل کے حق میں نازل ہوئی۔ جس سال مکہ مکرمہ کی فتح ہوئی تو وہ سمندر کی طرف بھاگ گئے۔ وہاں بادِ مخالف نے گھیرا اور خطرے میں پڑ گئے تو عکرمہ نے کہا کہ اگر اللہ ہمیں اس خطرہ سے نجات دے تو میں ضرور آنحضرت ﷺ کی اطاعت کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کیا، ہوا ٹھہر گئی، اور عکرمہ مکہ مکرمہ کی طرف آ گئے، اور اسلام لائے۔ اور بعض ان میں ایسے تھے جنہوں نے عہد وفا نہ کیا۔ اس پر یہ آیت نازل فرمائی۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمْ وَٱخْشَوْا۟ يَوْمًا لَّا يَجْزِى وَالِدٌ عَن وَلَدِهِۦ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِۦ شَيْـًٔا ۚ إِنَّ وَعْدَ ٱللَّهِ حَقٌّ ۖ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِٱللَّهِ ٱلْغَرُورُ ﴿٣٣﴾ إِنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥ عِلْمُ ٱلسَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ ٱلْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِى ٱلْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌۢ بِأَىِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌۢ ﴿٣٤﴾

اے لوگو!۱؎ اپنے پروردگار سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو کہ جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کے کام آوے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی اپنے باپ کو کچھ نفع دے گا (روز قیامت ہر انسان نفسی نفسی کہتا ہوگا) بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے، پس تم کو دنیا کی زندگی دھوکہ نہ دے اور تمہیں دھوکہ باز شیطان اللہ کے علم پر فریب نہ دے ﴿۳۳﴾ بیشک ۲؎ اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے، اور جانتا ہے جو کچھ حاملہ کے پیٹ میں ہے، اور کوئی جان نہیں جانتی کہ وہ کل کیا کام کرے گی، اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین پر مرے گی، بیشک اللہ سب باتوں کا جاننے والا بتانیوالا ہے ﴿۳۴﴾

۱؎ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سے ڈرو جس دن ہر انسان: ''نفسی نفسی'' کہتا ہوگا۔ یعنی کسی ظالم نے جس قدر ظلم کسی مظلوم پر کیا ہے، اس ظلم کے حساب سے کچھ ثواب اس ظالم کی نیکیوں کا مظلوم کو دلایا جائے گا۔ اور اگر اس طرح کے معاوضہ میں نیکیاں اور نیکیوں کا ثواب کچھ کم پڑ جائے گا تو ظلم کے حساب سے مظلوم کے گناہوں کا عذاب ظالم کو بھگتنا پڑے گا۔ اس ظلم اور زیادتی کے معاوضہ اور بدلہ کو باپ بیٹے اور بیٹا باپ کی شکل سے گھبراوے گا کہ کہیں باپ کی بیٹے پر یا بیٹے کی باپ پر کچھ زیادتی نہ نکل آئے۔ اور اس زیادتی کے بدلہ میں ایک کی نیکیاں دوسرے کے پاس نہ چلی جاویں۔ اور نہ کافروں کی مسلمان اولاد، نہ مسلمان ماں باپ کافر اولاد کو فائدہ پہنچائیں گے۔ اور وہ دن ضرور آنا ہے اور قیامت اور حساب و جزا کا وعدہ ضرور پورا ہونا ہے۔ سو تم کو دنیا کی زندگی نہ بہکاوے کہ نعمت ایمان سے محروم رہ جاؤ اور نہ شیطان کا دھوکا خدا کی یاد سے غافل کرے۔

علم غیب کا ذکر

۲؎ شان نزول: یہ آیت حارث بن عمرو کے حق میں نازل ہوئی جس نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر قیامت کا وقت دریافت کیا تھا۔ اور یہ کہا تھا کہ میں نے کھیتی بوئی ہے، خبر دیجئے کہ مینہ کب آئے گا، اور میری عورت حاملہ ہے،

مجھے بتائیے کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے لڑکا یا لڑکی۔ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ کل میں نے کیا کیا، یہ مجھے بتائیے کہ آئندہ کل کو کیا کروں گا۔ یہ بھی میں جانتا ہوں کہ میں کہاں پیدا ہوا، مجھے یہ بتائیے کہ کہاں مروں گا۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ان چیزوں کا علم کسی کو نہیں۔ اور اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے بتائے، اور اپنے پسندیدہ رسولوں کو بتانے کی خبر اس نے سورۃ جن (پارہ ۲۹) کی آیت میں دی ہے۔ اس کا مفصل بیان سورۃ الاعراف میں گذر چکا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

آیاتہا ۳۰ | ۳۲ سورۃ السجدۃ مکیۃ ۷۵ | رکوعاتہا ۳

سورۃ السجدہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں تیس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

الٓمّٓ ۚ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۗ ﴿۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳﴾

(اس) ۱؎ کتاب (یعنی قرآن) کا اتارنا پروردگارِ عالم کی طرف سے ہے اس میں کچھ شبہ نہیں ﴿۲﴾ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے) اس کو اپنے دل سے بنا لیا ہے (نہیں) بلکہ تمہارے پروردگار کی طرف سے وہ ہی حق ہے کہ تم اس قوم کو ڈراؤ کہ جن کے پاس کوئی ڈر سنانیوالا نہیں آیا تم سے پہلے اس امید پر کہ وہ راہ پائیں ﴿۳﴾

خواص سورہ السجدہ: اس سورت کو سات مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے بخار والے کو پلانا مفید ہے۔ جو شخص اس سورت کو ایک بار اپنے گھر میں پڑھے تو تین دن تک اس گھر میں شیطان داخل نہیں ہو پاتا ہے۔

قرآن کا ذکر

۱؎ اس آیت میں فرمایا یہ کتاب یعنی قرآن کہ جس کے برحق ہونے میں عاقل کو غور و تامل کرنے کے بعد کوئی بھی شبہ باقی نہیں رہتا۔ یہ اس کی طرف سے ہے جو تمام جہان کا پرورش کرنے والا ہے۔ روحانی پرورش سے اسی کا خاصہ ہے، اس لئے اس نے دنیا کی شائستگی کے لئے ایک ایسی کتاب نازل کی جو آفتاب کی طرح سے اپنے لئے خود گواہ ہے۔ آگے فرمایا کیا یہ کافر کہتے ہیں

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا شَفِیْعٍؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ④ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ⑤ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۙ⑥

اللہ وہ ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے سب کو چھ روز میں پیدا کیا، پھر عرش پر قرار لیا (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اے گروہ کفار! سوائے اس کے نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ سفارش کرنے والا، پھر کیا تم نہیں سمجھتے ④ وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے، پھر ہر کام اسی کی طرف رجوع کرے گا، ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار کے موافق ہزار برس کی ہے ⑤ یہ صفت ہے جاننے والے پوشیدہ اور ظاہر غالب مہربان کی ⑥

کہ محمد ﷺ نے اس کو اپنے دل سے بنالیا ہے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے یہ ان کا گمان بالکل غلط ہے، بلکہ یہ قرآن حق ہے۔ تیرے پروردگار کی طرف سے اُترا ہے۔ اب اس کے نازل ہونے کی وجہ بیان فرماتا ہے کہ اس لئے نازل کی گئی تا کہ اے محبوب ﷺ! تم اُن لوگوں کو ڈراؤ کہ جن کے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا۔ اس قوم کی خصوصیت نہیں کہ آنحضرت ﷺ خاص عرب ہی کے لئے مبعوث ہوئے تھے بلکہ تمام جہان کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے۔

انسان کی پیدائش کا ذکر

لہ ان آیتوں میں فرمایا کہ اللہ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو اور اس مخلوق کو جو ان دونوں کے درمیان میں موجود ہے چھ روز کی مدت میں پیدا کیا، یعنی اتوار سے شروع کیا جمعہ کو ختم کیا۔ اس کے بعد وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا یعنی تصرفات نافذ کرنے لگا۔ وہ ایسا عظیم ہے کہ سوائے اس کے نہ تمہارا کوئی مددگار ہے، اور نہ سفارش کرنے والا ہے۔ کیا تم سمجھتے نہیں ہو کہ ایسی ذات کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔ اور وہ ایسا ہے کہ آسمان سے لے کر زمین تک جتنے کام ہیں، ہر کام کی وہی تدبیر اور انتظام کرتا ہے۔ پھر ہر کام اسی کے حضور میں پہنچ جاوے گا۔ ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار کے موافق ایک ہزار برس کی ہوگی، یعنی قیامت میں سب کام مع ما لہا و ما علیہا اسی کے حضور میں پیش ہوں گے۔ وہ ہی پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا اور زبردست رحمت والا ہے۔ اس نے جو چیز بنائی یعنی جس مصلحت کیلئے اس کو بنایا اس کو مناسب اور بہت اچھا بنایا ہے۔

الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝۷ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝۸ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۹ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ڛ بَلْ هُمْ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝۱۰

وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی[1] اور انسان (یعنی آدم) کی پیدائش مٹی سے شروع کی ⑦ پھر اس کی نسل ایک بے قدر پانی کے خلاصہ سے (یعنی نطفہ) سے رکھی ⑧ پھر اس کے اعضا درست کیے اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل پیدا کیے (مگر پھر بھی) تم تھوڑا شکر کرتے ہو ⑨ اور یہ (کافر) کہتے ہیں: ''کیا جب ہم زمین (یعنی مٹی) میں مل جائیں گے کیا پھر نئے سرے سے پیدا ہوں گے'' بلکہ وہ لوگ اپنے پروردگار کے حضور حاضری سے منکر ہیں ⑩

[1] ان آیتوں میں حضرت انسان کی پیدائش کا حیرت انگیز حال بیان فرماتا ہے کہ انسان کی پیدائش مٹی سے ہے۔ مراد انسان سے حضرت آدم علیہ السلام ہیں جو سب آدمیوں کے باپ ہیں۔ ان کو اول اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا، پھر اس کی نسل کو مٹی سے، پھر اس کی ماں کے پیٹ میں اس کو ٹھیک کیا۔ سر کی جگہ سر، اور کان کی جگہ کان، آنکھ کی جگہ آنکھ، ناک کی جگہ ناک، غرض ہر ایک عضو کو اس اندھیرے میں اس موقع ومحل پر قائم کیا۔ اور ہر ایک عضو کو اس اندازہ سے بنایا کہ علم تشریح کے واقف ہونے کے بعد عالم وعاقل کو اس بات کا ضرور اقرار ہوگا کہ یہ کیسے بڑے مدبر حکیم کا فعل اور بڑے باکمال کی کاریگری ہے۔ اور اس کو ٹھیک کر کے اپنے پاس سے روح پھونک دی، یعنی چلنے پھرنے لگا۔ پھر تمہارے نفع کے واسطے اے اولاد آدم! شنوائی اور بینائی اور دل عطا کیے، مگر اس پر بھی تم بہت ہی کم اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہو۔ ان باتوں کو اپنے گھر کی باتیں خیال کرتے ہو آگے ارشاد فرماتا ہے کہ یہ مشرک لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم مر کر زمین میں رل مل جائیں گے، تو کیا ہم نئی پیدائش سے پھر جلائے جائیں گے، یہ بات عقل سے بعید ہے۔ یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ یہ بات ان کی کمزور طاقت کی نسبت تو بعید ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ بات ہرگز بعید نہیں۔ کیونکہ جب اس صاحب قدرت نے پانی سے ان کا پتلا بنا کر اس میں روح پھونک دی، تو اس وقت اس کے لئے کیا مشکل ہے۔ پھر فرمایا یہ مشرک اپنے پروردگار کے روبرو کھڑے ہونے سے جب منکر ہوں تو ان سے

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿١١﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿١٢﴾ وَ لَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ

تم فرماؤ: ’’تمہاری روح موت کا فرشتہ (یعنی عزرائیل) قبض کرتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے‘‘ ۱۱ اگر تم دیکھو ۱ تو تعجب کرو جب کہ یہ مجرم لوگ اپنے پروردگار کے سامنے (شرم وخوف سے) سر جھکائے ہوئے (کہہ رہے) ہوں گے کہ اے پروردگار ہمارے (اب) ہم نے دیکھا اور سنا ہم کو (دنیا میں) پھر بھیج تا کہ ہم اچھے عمل کریں بیشک ہم کو (اب) یقین آگیا ۱۲ اور ۲ اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو اس کی ہدایت عطا فرماتے ولیکن میری طرف سے بات قرار پا چکی۔

کہہ دیا جائے کہ ملک الموت تمہاری جان تو قبض کرے گا، جو کہ تمہارے اوپر تعینات کیا گیا ہے۔ پھر فرمایا کہ تم دوبارہ جلائے جاؤ گے، اور اپنے پروردگار کے روبرو اپنے عملوں کی جزا وسزا کے لئے حاضر کئے جاؤ گے۔

۱ ان آیتوں میں یہ ارشاد ہے کہ اب تو منکرین حشر دوبارہ زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے سے منکر ہیں، لیکن جب مرتے ہی انکو حشر کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔ اور اس نتیجہ کے ظہور کیلئے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے روبرو قیامت کے دن کھڑے ہوں گے، تو ان کا حال دیکھنے کے قابل ہوگا کہ وہ اپنے رب کے روبرو حقیر ذلیل ہو کر کھڑے ہوں گے۔ اور شرم کے مارے گردنوں کو جھکا کر کے زبان سے کہیں گے کہ اے پروردگار ہمارے! ہم نے دیکھا اور سنا، اب ہم تیرے حکم کو مانتے ہیں۔ دیکھا اور سنا کا مطلب یہ ہے کہ دوزخ کا عذاب آنکھوں سے دیکھ لیا، اور رسولوں کے بیان کی صداقت سن لی۔ پھر کہیں گے: ’’اب ہم کو دنیا میں پھر بھیج دیا جائے تا کہ ہم اچھے عمل کریں، کیونکہ اب ہم کو پورا یقین ہو گیا کہ تیرا وعدہ سچا اور برحق ہے‘‘۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اگر ان کو پھر دنیا میں بھیج دیا جائے، تو پہلے کی طرح پھر دنیا میں خدا کی آیتوں اور رسولوں کو جھٹلائیں گے، جیسا کہ سورہ انعام میں گذر چکا ہے۔

کفار کے عذاب اور مومن کی شان کا ذکر

۲ ان آیتوں میں فرمایا اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت کرتے، ایماندار نیک کردار کر دیتے۔ مگر ان میں صلاحیت نہ تھی، ان کو رسولوں اور ہماری کتاب نے بہت کچھ سمجھایا پر انہوں نے نہ مانا۔ لیکن میرا نوشتہ ازلی پورا ہو لیا، ہم تو قول کے سچے ہیں، اور

لَاَمۡلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الۡجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۱۳﴾ فَذُوۡقُوۡا بِمَا نَسِيۡتُمۡ لِقَآءَ يَوۡمِكُمۡ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيۡنٰكُمۡ وَ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡخُلۡدِ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا يُؤۡمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِّرُوۡا بِهَا خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوۡا بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَ هُمۡ لَا يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ﴿۱۵﴾ السجدة تَتَجَافٰى جُنُوۡبُهُمۡ عَنِ الۡمَضَاجِعِ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ خَوۡفًا وَّ طَمَعًا

کہ ضرور میں دوزخ کو بھردوں گا ان جنوں اور آدمیوں سب سے (جنہوں نے کفر اختیار کیا) ﴿۱۳﴾ پس اب عذاب کا مزہ چکھو، اس لئے کہ تم اپنے اس دن کی حاضری کو بھول گئے تھے، ہم نے بھی تم کو (اس عذاب میں چھوڑ کر) بھلا دیا اور تم اپنے اعمال کے بدلے اب ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو ﴿۱۴﴾ پس ہماری نشانیوں پر وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو وہ آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے پروردگار کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے ﴿۱۵﴾ (شب کو[1]) ان کی کروٹیں خوابگاہوں سے جدا ہوتی ہیں اور اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں خوف سے اور (اس کی رحمت کی) امید سے۔

بات کو پورا کر دکھاتے ہیں۔ اور وہ قول یہ ہے کہ ضرور دوزخ کو آدمیوں اور جنات سب سے بھر دیں گے، اور جب کافر دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو محافظانِ دوزخ ان سے کہیں گے کہ ذرا اپنے اس دن کے بھول جانے کا مزہ چکھو۔ ہم بھی تم کو اس عذاب میں چھوڑ کر بھول جائیں گے، اپنی بدکرداری، بے ایمانی کا ہمیشہ کا عذاب تو چکھو۔ فرمایا کہ یہ بدنصیب کیا ایمان لائیں گے۔ ہماری آیتوں پر تو وہ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو وہ آیتیں سمجھائی جاتی ہیں تو سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اور جو اوصاف اس کو شایاں ہیں ان سے اسکی تعریف کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب ان کو آیاتِ الٰہی سنا کر سمجھایا جاتا ہے تو وہ خوفِ الٰہی کے مارے سجدہ میں گر پڑتے ہیں، اور اس کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں۔ سُبحان اللہ وبحمدہ کہتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے، نہ تو دنیا میں کسی سے پیش آتے ہیں، نہ اللہ کے رسولوں اور اس کے احکام سے تکبر کر کے ہٹ دھرمی کرتے ہیں، ان میں کامل صلاحیت ہے۔ اس آیت کو سن کر سجدہ کرنا لازم ہے۔

[1] **شانِ نزول:** یہ آیت تہجد کے بارہ میں اتری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چند نیک کاموں کا ذکر کر کے فرمایا کہ تہجد کی نماز ایک ایسی چیز ہے جس کے ثواب کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا، اور پھر آپ نے یہ آیت پڑھی

وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ

وقف غفران

اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے کچھ خیرات کرتے ہیں ﴿۱۶﴾ پس [۱] کوئی نفس نہیں جانتا کہ (ہم نے) ان کے لئے جو آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے (جس سے وہ راحت پائیں گے)، ان کے اچھے عملوں کے بدلے میں ﴿۱۷﴾ تو کیا جو شخص [۲] ایمان والا ہے مانند اس شخص کے ہو جائے گا جو بے علم ہے یہ (دونوں ہرگز) برابر نہیں ہوسکتے ﴿۱۸﴾ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے پس ان کیلئے ہمیشہ بسنے کے باغ ہیں، یہ مہمانی ان کاموں کی جزا ہے جو وہ کرتے تھے ﴿۱۹﴾ اور جو لوگ بے حکم ہیں پس انکا ٹھکانا دوزخ ہے۔

ترمذی کی روایت جو انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، یہ ہے کہ یہ آیت عشاء کی نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ان دونوں روایتوں کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کچھ لوگوں پر تھکان اور نیند کے سبب سے عشاء کی نماز بھی شاق ہی ہوتی ہے، اس لئے عشاء کی نماز کی شان میں بھی اس آیت کا مطلب پایا جاتا ہے۔ اوپر جن ایماندار لوگوں کا ذکر تھا کہ وہ قرآن کی نصیحت کو کان لگا کر سنتے ہیں، اور احکام الٰہی کے تابع ہیں، یہ انہی کا ذکر فرمایا کہ جب اور لوگ آرام سے سوتے ہیں تو یہ لوگ اپنے بستروں کو خالی چھوڑ کر عذاب عقبیٰ کے خوف، اور راحتِ عقبیٰ کی اُمید سے تہجد کی نماز پڑھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت کی دعا مانگتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے صدقہ خیرات بھی کرتے ہیں

[۱] ان آیتوں میں فرمایا کہ اللہ نے اپنے بعضے نیک بندوں کے لئے جنت میں وہ وہ نعمتیں رکھی ہیں، جو کسی نے آنکھوں سے دیکھیں نہ کانوں سے سنی، نہ کسی کے دل میں انکا تصور گزر سکتا ہے۔ امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ فرمایا جن نعمتوں کا اس آیت میں ذکر ہے اس کی تفسیر انسان کے اختیار سے باہر ہے

[۲] **شان نزول**: ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور ایک شخص مشرک مکہ سے جس کا نام ولید بن عقبہ تھا، تکرار ہوگئی۔ ولید نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: ''تم میرے سامنے کے بچے ہو میں تم کو کیا سمجھتا ہوں''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کو جواب دیا: ''تو اللہ تعالیٰ کا منکر کافر ہے، میں تجھ کو کیا سمجھتا ہوں''، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۭ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗىِٕهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿۲۳﴾ ج

ع ۲/۱۱/۱۵

وہ لوگ جب اس میں سے باہر نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ عذاب دوزخ (کے مزے) چکھو کہ جس کو تم جھٹلاتے تھے ﴿۲۰﴾ اور بیشک ہم ان کو کچھ نزدیک کا (یعنی دنیاوی) عذاب بھی اس بڑے (عذاب (یعنی آخرت) سے پہلے چکھادیں گے تاکہ یہ لوگ باز آویں ﴿۲۱﴾ اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جس کو اس کے پروردگار کی آیتوں سے نصیحت کی گئی پھر اس نے ان سے منہ پھیر لیا بیشک ہم (ایسے) مجرموں سے بدلہ لینے والے ہیں ﴿۲۲﴾ ۱؎ اور بیشک ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (یعنی توریت) عطا فرمائی تو تم اس کے ملنے میں شک نہ کرو اور ہم نے موسیٰ کو بنی اسرائیل کے لئے ذریعہ ہدایت بنایا ﴿۲۳﴾

۱؎ ان آیتوں میں فرمایا کہ کافروں کیلئے دنیا میں بھی دکھ، بیماری، تنگی، قحط سالی یہ طرح طرح کے عذاب ہیں، تاکہ وہ اپنے کفر سے باز آویں۔ اس پر بھی جو لوگ اپنے کفر سے باز نہ آئیں گے، اور کفر کی حالت میں مرجائیں گے۔ تو عقبیٰ میں ان کو طرح طرح کا عذاب ہے، جس عذاب سے نہ ان کو موت ہے، نہ کہیں بھاگنے کا موقع ہے، کس لئے کہ ان مجرموں کو اللہ کے کلام سے نصیحت کی باتیں سناتے ہیں تو یہ لوگ مکڑائیاں کرتے ہیں۔ مرنے کے بعد ان کی مکڑائیوں کا بدلہ ان کو اچھی طرح مل جائے گا۔

آنحضرت ﷺ کی اطاعت کا ذکر

۲؎ ان آیتوں میں آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی کتاب توریت عطا فرمائی تھی۔ پھر آپ اے محبوب ﷺ! اس کتاب کے ملنے میں شبہ نہ کیجئے، کیونکہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں گمراہی بڑھ گئی تھی، بنی اسرائیل کے لئے توریت نازل کی گئی۔ اسی طرح آپ کے زمانہ میں تمام عالم گمراہ ہوگیا تھا، ان کی ہدایت کے

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ﳳ وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَوَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ

اور ہم نے بنی اسرائیل میں سے (دین کے) پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے (لوگوں کو) ہدایت کیا کرتے تھے جب کہ انہوں نے (کافروں کی ایذاؤں پر) صبر کیا اور وہ ہماری آیتوں پر یقین لائے ﴿۲۴﴾ بے شک تمہارا پروردگار قیامت کے دن ان میں فیصلہ کردے گا جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے تھے ﴿۲۵﴾ کیا[1] انہیں اس پر ہدایت نہ ہوئی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کردیں۔

لئے آپ کو نبی بنانا، اور آپ کو کتاب دینا ضروری ہوا۔ آنحضرت ﷺ کو اس میں کوئی شبہ نہ تھا، قرآن مجید پا چکے تھے بلکہ یہ اور لوگوں کے لئے فرمایا کہ تم اس میں شبہ نہ کرو۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں جیسا کہ مجاہد وکلبی وسدی کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اے محبوب ﷺ! ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ آپ اپنی زندگی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کریں گے۔ چنانچہ شب معراج میں آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی، جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں نے شب معراج میں چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے۔ ان آیتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی اُمت کا ذکر اس لئے فرمایا گیا کہ قریش اچھی طرح سمجھ لیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرمانبرداری سے جس طرح بنی اسرائیل کو دین دنیا کی دولت ملی، اسی طرح قریش بھی اگر نبی آخرالزمان ﷺ کی فرمانبرداری اختیار کریں گے، تو دین ودنیا کی دولت پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سچا ہے، اور اس کا وعدہ برحق ہے۔ جو لوگ قریش میں سے مطیع اسلام ہوئے، اور اللہ کے رسول کے فرمانبردار بن گئے۔ جس طرح کی بادشاہت دنیا میں ان کو ملی، اس سے تاریخ کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ اور جو مرتبہ ان کو عقبیٰ میں ملے گا اس کے حال کے دو سچے گواہ ایک قرآن شریف دوسرا حدیث شریف موجود ہیں۔ کیا اللہ کی شہادت اور اللہ کے رسول ﷺ کی شہادت سے بڑھ کر کوئی گواہی دنیا میں پیدا ہوسکتی ہے۔ اب بھی جس کسی کو دین اور دنیا کی خوبی درکار ہو، وہ سچے دل سے اللہ کے محبوب ﷺ کی فرمانبرداری اختیار کرے۔ پھر اللہ کے وعدہ کا ظہور جیسا جب تھا وہ اب بھی موجود ہے۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فیصلہ کرے گا کہ جن باتوں میں وہ جھگڑا کرتے ہیں کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر ہے۔

[1] ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ یہ مشرک اللہ کے رسول ﷺ کو جھٹلانے والے اتنا نہیں سمجھتے کہ رسولوں کے جھٹلانے کے جرم میں ان سے پہلے کتنی قومیں طرح طرح کے عذابوں سے ہم نے ہلاک کردی ہیں۔ ان لوگوں کو یہ بات ظاہر نہیں ہوتی، یہ جب

مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَ اَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۸﴾

کہ آج ان کے رہنے کے مقامات پر یہ لوگ چل پھر رہے ہیں، بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں، پس کیا یہ لوگ سنتے نہیں (جو عبرت حاصل کریں) ﴿۲۶﴾ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم پانی کو خشک زمین کی طرف رواں کرتے ہیں، پھر اس سے کھیتی نکالتے ہیں کہ جس میں سے انکے چوپائے کھاتے ہیں اور وہ خود بھی (کھاتے ہیں) پس کیا وہ (اتنا بھی) نہیں دیکھتے ﴿۲۷﴾ اور[ا] کافر کہتے ہیں: ''اگر تم سچے ہو تو یہ فیصلہ (جس سے تم ہم کو ڈراتے ہو) کب ہوگا'' ﴿۲۸﴾

ملک شام اور یمن کو سفر کرتے ہیں اُن کے گھروں کی اُجڑی ہوئی بستیاں یہ لوگ دیکھتے ہیں، ان کو چاہیے کہ ان کی حالت دیکھ کر ڈر جاویں۔ پھر کس لئے نہیں سنتے، پھر کیا اس سے ان کو ہدایت نہیں ہوتی۔ غور نہیں کرتے کہ انکے بنانے والے کون تھے، کہاں گئے، ان کے دل میں کیا کیا اُمیدیں ہوں گی۔ اسی طرح ایک دن تمہارے لئے ہے۔ آگے فرمایا کیا انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ زمین کو ہم پانی سے کس طرح شاداب کرتے ہیں، اور نباتات پیدا کرتے ہیں، جس میں سے ان کے چارپائے بھوسہ اور وہ خود غلہ کھاتے ہیں کہ وہ یہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے کمال قُدرت پر اِستدلال کریں، اور سمجھیں کہ جو قادر برحق خشک زمین سے کھیتی نکالنے پر قادر ہے، تو مُردوں کا زندہ کرنا اس کی قدرت سے کیا بعید ہے

[ا]**شانِ نزول:** صحابہ کرام آنحضرت ﷺ سے سُن کر مشرک لوگوں سے کبھی کبھی بات چیت کے وقت کہا کرتے تھے کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ اسلام کا غلبہ ہوگا، اور شرک سے مکہ بالکل پاک ہو جائے گا، اور مسلمانوں کو مشرکوں کے شرک کا کھٹکا بالکل نہ رہے گا، اور اللہ کے رسول ﷺ کے کلام کی تصدیق پوری ظاہر ہو جائے گی۔ پھر دنیا کے ختم ہونے کے بعد سب دوبارہ زندہ ہوں گے، اور اس دوبارہ زندگی میں مسلمان عزت سے رہیں گے، اور مشرک ذلت و خواری سے۔ مشرک لوگ مُسلمانوں کو جواب دیا کرتے تھے کہ آخر بتلاؤ تو سہی کہ یہ کب اور کونسے دن ہوگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی بعضے مفسّروں نے اس فتح سے فتح بدر مراد لی ہے، اور بعضوں نے فتح مکہ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مشہور شاگرد مجاہد نے کہا ہے کہ اس فتح کے دن اہلِ اسلام کی عزت ہوگی، ان کی شفاعت قبول ہوگی، ان کو جنت کی نعمتیں ملیں گی، اور مشرک اس دن طرح طرح سے خوار ہوں گے۔ دنیا میں پھر آنے اور اسلام پر قائم رہنے کا وعدہ کریں گے، مگر اس دن نہ ان کی

قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

تم فرماؤ کہ فیصلہ کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا کچھ فائدہ نہ دے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی ﴿۲۹﴾ پس ان سے منہ پھیر لو اور انتظار کرو بے شک وہ بھی منتظر ہیں ﴿۳۰﴾

کوئی ندامت کام آئے گی، نہ ان کے اسلام لانے کا وعدہ قبول ہوگا۔ اور اگر فیصلہ کے دن سے روزِ بدر یا روزِ فتح مکہ مُراد ہو تو معنی یہ ہیں کہ جبکہ عذاب آجائے، اور وہ لوگ قتل ہونے لگیں تو حالت قتل میں ان کا ایمان لانا قبول نہ کیا جائے گا، اور نہ عذاب موقوف کر کے انہیں مہلت دی جائے گی (ابن جریر، جمل وغیرہ)

ل اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ان منکرین حشر سے کنارہ کرلیں کچھ بحث نہ کریں، اور انکی عقلی حجتوں کا کچھ خیال نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اس دن کا انتظار کریں، اور ان لوگوں کو بھی اس کا انتظار کرنا چاہئے۔ وقت مقررہ پر وہ دن سب کی آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ فرمایا کہ جس طرح ہر ایک آدمی کی عمر کی مدت مقرر ہے۔

ایاتھا ۷۳ — ۳۳ سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ ۹۰ — رکوعاتھا ۹

سورۂ احزاب مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں تہتر آیتیں اور نو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ط

اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ل اللہ کا خوف رکھنا اور کافروں اور منافقوں کی (خلاف شرع بات) نہ سننا۔

خواص سورہ الاحزاب: لڑکیوں کے لئے پیغام بکثرت آنے کیلئے اس سورت کو ہرن کی جھلی پر لکھ کر ایک ڈبہ میں بند کر کے گھر میں رکھ دیں۔ اور جو شخص اس سورت کو ہمیشہ پڑھے اس کو رزق میں کشائش ہوگی اور ہر بلا سے اور عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ (خازن ومدارک)

ل **شان نزول:** ابوسفیان بن حرب اور عکرمہ بن ابی جہل اور ابوالاسود سلمی جنگ اُحد کے بعد مدینہ طیبہ میں آئے اور منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول کے یہاں مقیم ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کیلئے امان حاصل کر کے انہوں نے یہ کہا کہ "آپ لات، عزیٰ، منات وغیرہ بتوں کو جنہیں مشرکین اپنا معبود سمجھتے ہیں، کچھ نہ فرمائیے اور یہ فرما دیجئے کہ ان کی

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿٢﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿٣﴾ مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّن قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ ۚ وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ اللَّائِي تُظَاهِرُونَ مِنْهُنَّ أُمَّهَاتِكُمْ ۚ

بیشک اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے ① اور اسی کی پیروی کرنا جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہیں وحی بھیجی جاتی ہے۔ اے لوگو! اللہ تمہارے سب کام کی خبر رکھتا ہے ② اور (اے سننے والے) تو اللہ پر بھروسہ رکھ اور اللہ کافی ہے کام بنانے والا ③ اللہ تعالیٰ [1] نے کسی آدمی کے سینہ کے اندر دو دل نہیں بنائے، اور [2] تمہاری ان بیبیوں کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو (یعنی ماں کہہ بیٹھتے ہو) تمہاری ماں نہیں بنایا۔

شفاعت ان کے پجاریوں کے لئے ہے، اور ہم لوگ آپ کو، آپ کے رب کو کچھ نہ کہیں گے"۔ تو آنحضرت ﷺ کو ان کی گفتگو ناگوار ہوئی، اور مسلمانوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تو آنحضرت ﷺ نے قتل کی اجازت نہ دی، اور فرمایا کہ میں انہیں امان دے چکا ہوں اس لئے قتل نہ کرو، مدینہ شریف سے نکال دو۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکال دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس میں خطاب تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہے، اور مقصود ہے آپ کی اُمت سے فرمانا کہ جب نبی ﷺ نے امان دی تو تم اس کے پابند رہو۔ اور نقضِ عہد کا ارادہ نہ کرو، اور کفار اور منافقین کی خلافِ شرع بات نہ مانو۔

[1] **شانِ نزول:** ایک کافر ابو معمر حمید فہری کی یادداشت اچھی تھی، کفار نے کہا اسکے دو دل ہیں جبھی تو اس کا حافظہ اتنا قوی ہے۔ وہ خود بھی کہتا تھا کہ دو دل ہیں، ہر ایک میں محمد ﷺ سے زیادہ عقلمندی اور ہوشیاری ہے۔ جب بدر میں مشرک بھاگے تو ابو معمر اس شان سے بھاگا کہ ایک جوتی ہاتھ میں ایک پاؤں میں۔ ابوسفیان نے اس سے پوچھا کہ جنگ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کچھ تو مارے گئے، اور کچھ بھاگ گئے۔ ابوسفیان نے کہا: "اے بدبخت! تیرا کیا حال ہے، جو ایک جوتی تو پہن رکھی ہے اور دوسری ہاتھ میں لے رکھی ہے"۔ اس نے کہا: "اس کی مجھے خبر نہیں، میں تو یہی سمجھ رہا ہوں کہ دونوں جوتیاں پاؤں میں ہیں"۔ اس وقت ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ دو دل ہوتے تو جوتی جو ہاتھ میں لئے ہوئے تھا بھول نہ جاتا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ منافقین آنحضرت ﷺ کیلئے دو دل بتاتے تھے کہ ان کا ایک دل ہمارے ساتھ ہے، اور ایک دل اپنے اصحاب کے ساتھ ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ظہار کا بیان

[2] زمانہ جاہلیت میں جب کوئی اپنی بیوی سے ظہار کرتا تھا وہ لوگ اس ظہار کو طلاق کہتے، اور اس عورت کو اس کی ماں قرار دیتے

وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۗ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ ۝۴ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۗ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵

اور لـ نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارا (سچ مچ) کا بیٹا بنایا، یہ تمہارے اپنے منہ کا کہنا ہے، اور اللہ حق بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے ۝۴ (مسلمانو) لے پالکوں کو ان کے اصلی باپوں کے نام سے منسوب کیا کرو، یہ اللہ کے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔ پس اگر تم ان کے باپوں کو نہیں جانتے ہو تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں اور تمہارے رفیق ہیں اور جو بات تم سے نادانستہ ہوگئی ہو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں، ولیکن گناہ وہ ہے جو دل کے ارادے سے تم نے کیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۝۵

تھے۔ سو اللہ نے ان کو تمہاری مائیں نہیں بنا دیا۔ غصہ میں ماں کہہ دینے سے ماں کے مثل حرام نہیں ہو جاتی۔ ظہار منکوحہ کو ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو ہمیشہ کیلئے حرام ہو، اور یہ تشبیہ ایسے عضو میں ہو جس کو دیکھنا اور چھونا جائز نہیں ہے مثلاً کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ یا پیٹ کے مثل ہے تو وہ مظاہر ہو گیا۔ **مسئلہ** ظہار سے نکاح باطل نہیں ہوتا لیکن کفارہ ادا کرنا لازم ہو جاتا ہے، اور کفارہ ادا کرنے سے پہلے عورت سے علیحدہ رہنا، اور اس سے تمتع نہ کرنا لازم ہے۔ **مسئلہ**۔ ظہار کا کفارہ ایک غلام کا آزاد کرنا، اور یہ میسر نہ ہو تو متواتر دو مہینے کے روزے، اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کا کھانا کھلانا ہے۔ **مسئلہ**۔ کفارہ ادا کرنے کے بعد عورت سے قربت اور تمتع حلال ہو جاتا ہے۔ (ہدایہ)

لـ اس آیت میں فرمایا کی جن کو تم نے خوشی میں بیٹا کہہ کر بلایا وہ سچ مچ تمہارا بیٹا نہ بنا۔ حاصل یہ ہے کہ جیسے تمہارے غصے کی بات تمہاری ماں نہیں کر دیتی، اسی طرح تمہاری خوشی ان کو بیٹا نہیں بنا دیتی۔ جاہلیت میں دستور تھا کہ کوئی کسی کو بیٹا بنا لیتا تھا یعنی متبنّیٰ کر لیتا تھا، جس طرح ہندو گود لے لیتے ہیں، پھر وہ اصلی بیٹا سمجھا جاتا ہے اور میراث بھی پاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے نبوت سے پہلے زید بن حارثہ کو بیٹا بنایا تو لوگ زید ابن محمد کہنے لگے اور وہ آنحضرت ﷺ کا بیٹا مشہور ہوا۔ تب آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تو زید بن حارثہ بن شراحیل ہے۔ اب اسلام میں متبنّیٰ بنانا کوئی چیز نہیں رہا یہ صرف تمہارے مونہوں کی باتیں ہیں، اور اللہ تو حق بات فرماتا ہے وہ وہی سیدھی راہ بتاتا ہے اور تم کو سیدھا راستہ بتانے کے لئے حکم فرماتا ہے۔ کہ انکو ان

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۶

نبی[۱] مسلمانوں کے تصرف امور میں ان کی جانوں سے زیادہ سزاوار (حق دار) ہے اور نبی کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں، (تعظیم وحرمت میں) اور رشتہ والے اللہ کے حکم میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں، بہ نسبت اور مسلمانوں اور مہاجروں کے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر کوئی احسان کرو (تو وہ جائز ہے)، یہ حکم اللہ کی کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے ۝۶

کے اصلی باپوں کے نام سے پکارا کرو، یہ اللہ کے نزدیک بہتر اور انصاف کی بات ہے۔ اگر تم کو ان کے باپوں کے نام معلوم نہ ہوں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور رفیق ہیں، اور اگر آزاد ہے، اور اس کے باپ کا حال معلوم نہیں تو بھائی کہہ کر پکارو، اور اگر آزاد نہیں بلکہ غلام ہے تو اس کے آقا کے نام سے پکارو۔ اور غلطی اور خطاب سے تمہاری زبان سے نکل جائے اور غیر کی طرف اس کو منسوب کر دو تو کوئی مضائقہ کی بات نہیں ہے۔ ایسی ان سے بھول چوک ہوتی رہتی ہے اس میں کچھ گناہ نہیں ہے، ہاں گناہ تو اسی پر ہے جو جان بوجھ کر گناہ کا کام کرے۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اصل ایمان

[۱] صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایمان والا نہیں بنے گا یہاں تک کہ میں اس کی جان اور اس کے مال اور اولاد اور تمام لوگوں سے اس کے نزدیک زیادہ عزیز ہو جاؤں"۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: "یارسول اللہ! اللہ کی قسم! آپ مجھ کو ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں، یہاں تک کہ میری جان سے بھی"۔ آپ نے جواب دیا: "اے عمر! ایمان اسی کو کہتے ہیں"۔ آگے فرمایا کہ جو بیویاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آچکیں، تمہاری مائیں ہیں۔ یعنی جس طرح ماں کا ادب و تعظیم واجب بلکہ فرض ہے، اسی طرح ان کا بھی ہے۔ اور جس طرح سگی ماں سے نکاح حرام ہے، اسی طرح اُمت میں سے کسی مسلمان کو ان سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ ہاں سوا نکاح کے اور باتوں میں سگی ماں کا حکم الگ ہے مثلاً اس کی ماں اور بیٹے میں پردہ کا حکم نہیں ہے۔ یہاں موجود نکاح کے حرام ہونے کے اُمت میں کے اجنبی مسلمانوں سے، اللہ کے رسول کی بیویوں کو پردہ کا حکم ہے۔ اور کتاب اللہ کا حکم یہ ہے کہ بعض قرابت دار بعض کی میراث لینے کی بہ نسبت، اور مسلمانوں اور ہجرت کرنیوالوں کے زیادہ مستحق ہیں۔ پہلے

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۙ﴿۷﴾

اور[1] (اے محبوب ﷺ یاد کرو) جب کہ ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے (خصوصیت کے ساتھ) اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے اور ہم نے ان سے پکا عہد لیا ﴿۷﴾

میراث اور مسلمانوں اور ہجرت والوں پر منقسم ہو جاتی تھی، یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ ہاں اگر اپنے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہو کچھ وصیت کر جاؤ تو یہ جائز ہے۔ پہلے حکم کا منسوخ ہونا کتاب یعنی لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

[1] ان آیتوں میں فرمایا: ''یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا، اور خصوصاً آپ سے اے محبوب ﷺ! اور نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام مریم کے بیٹے سے بڑا مستحکم عہد لیا کہ اس میں کبھی فرق نہ آ سکے۔ نبی کو جب اسرارِ غیب کا راز داں بنایا جاتا ہے تو اس سے اس قسم کا سخت عہد بھی لیا جاتا ہے۔ اب گفتگو اس میں ہے کہ وہ کیا عہد تھا اور کب لیا گیا تھا۔ دوسری بات کی بابت حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں منقول ہے کہ یہ عہد اس وقت لیا کہ جب روز میثاق میں لوگوں کو آدم علیہ السلام کی پُشت سے باہر نکالا تھا، اور تمام بنی آدم سے عہد لیا تھا۔ اول بات کی بابت مفسرین نے یہ فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے جو عہد لیا گیا تھا وہ اس بات کا تھا کہ دینِ الٰہی کو قائم رکھیں، احکامِ الٰہی لوگوں کو سنائیں۔ اول تو جمیع انبیاء علیہم السلام کا ذکر عام طور سے بیان کیا، پھر ان میں سے پانچ نبیوں کا نام لیا جو بڑے اولوا العزم اور صاحبِ شریعت تھے۔ اگرچہ دنیا میں آنحضرت ﷺ کا ظہور سب نبیوں کے بعد ہو کر آپ ہی پر سلسلہ نبوت تمام کر دیا گیا، مگر آپ عالمِ ازلی میں سب سے پہلے نبی ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس آیت کی شرح میں فرمایا ہے کہ میں سب نبیوں سے پیدا ہونے میں اول ہوں، اور پیچھے جانے میں سب سے آخیر ہوں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عہد لینے کا نتیجہ بیان فرماتا ہے کہ یہ اس لئے لیا گیا ہے کہ قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام سے سوال کرے گا کہ تم نے اپنے کام کو پورا اور عہد کو سچا کر دیا، لوگوں کو احکام پہنچائے۔ وہ کہیں گے: ''ہاں''! اس سے منکروں کو الزام دے گا کہ تم نے ہمارے نبیوں کی تبلیغ کو نہ مانا۔ مسند امام احمد، صحیح بخاری، ترمذی وغیرہ میں چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایتیں ہیں جن کا ذکر سورۃ بقرہ میں گذر چکا ہے کہ سوائے اُمت محمدیہ ﷺ کے اور اُمتیں اپنے نبیوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو جھٹلائیں گی، اور کہیں گی: ''یا اللہ! ہم کو کسی نبی نے تیرا حکم نہیں پہنچایا۔'' اس پر اُمت محمدیہ ﷺ کے نیک لوگ قرآن کے حوالہ سے ان نبیوں کی تائید میں یوں کہیں گے کہ یا اللہ! تو نے نبی آخر الزمان ﷺ پر قرآن اُتارا تھا، اس کے موافق ہم گواہی دیتے ہیں کہ ان نبیوں نے تیرے سب احکام اپنی اُمتوں کو پہنچائے۔ اس گواہی پر فیصلہ ہو کر وہ نبیوں کے جھٹلانے والی اُمتیں دردناک عذاب میں جائیں گی۔

لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۚ ﴿۹﴾

تا کہ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ ان سچوں سے ان کے سچ کی بابت سوال کرے، اور کافروں کے لئے اس نے درد دینے والا عذاب تیار رکھا ہے ﴿۸﴾ اے مسلمانو! [۱] اللہ کی نعمت اپنے اوپر یاد کرو جس وقت تم پر لشکر (خندق کی لڑائی میں) آئے، پس ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آئے (یعنی ملائکہ) اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے ﴿۹﴾

غزوۂ خندق کا بیان

[۱] یہ خندق کی لڑائی کا قصہ ہے، یہ لڑائی ۵ ھ میں ہوئی۔ اس میں کافر قریب دس ہزار کے چڑھ آئے تھے۔ ابوسفیان اس کا سپہ سالار تھا۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو خندق کے کھودنے کا حکم کیا، مسلمانوں نے بڑی محنت کی۔ اور حضور ﷺ بھی خندق سے مٹی نکالنے میں اور کھودنے میں صحابہ کرام کے ساتھ شامل رہے۔ ایک مہینہ دشمن مدینہ کو گھیرے پڑے رہے، پھر ایک رات اللہ نے آندھی بھیجی جس کے سبب سے کافروں کا تمام لشکر تباہ ہو گیا۔ کافر ناچار ہو کر اُلٹے چلے گئے۔ اس لڑائی کو جنگِ احزاب بھی کہتے ہیں۔ اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مُسلمانو! اللہ کے احسان کو یاد کرو جس وقت تم پر لشکر کافروں کے آئے، پھر ہم نے ان پر آندھی بھیجی، اور ایسا لشکر فرشتوں کا پہنچا جس کو تم نہیں دیکھ سکتے تھے، اور دشمنوں کے دلوں پر ڈر اور خوف ڈال دیا۔ یہ احزاب کا قصہ سورہ بقر میں بھی گزر چکا ہے کہ ایماندار لوگوں نے ثابت قدمی سے خندق کے کھودنے کی جاڑے اور بھوک کی اس لڑائی میں جو جو تکلیفیں اٹھائی ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہیں۔ پھر فرمایا مدینہ کے مشرق کی طرف اونچی بستیاں جو ہیں، ادھر سے قبیلہ غطفان بنی قریش وغیرہ کی فوج، اور مدینہ کی مغرب کی پشت جانب مکہ سے قریش، جب یہ سب دشمن مشرک تمہارے اوپر چڑھ آئے۔ اس وقت کو یاد کرو جب کہ آنکھیں حیرت میں ہوئی تھیں، اور کلیجے تمہارے منہ کو آنے لگے تھے۔ اور تم اللہ پر طرح طرح کے گمان کرنے لگے کہ اس مرتبہ ہم نہیں بچیں گے۔ اس وقت مسلمانوں کا امتحان لیا گیا، اور اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیج دیئے۔ جنہوں نے کفار کو بہت ہی سختی سے جھنجھوڑا، اور ان کے دلوں پر دہشت ڈال دی۔ اور جبکہ منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں شک تھا، کہنے لگے کہ جو وعدہ ہم سے کیا ہے اللہ نے اور اس کے رسول نے فتح

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿۱۰﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ

جس وقت کافر تم پر چڑھ آئے تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے اور جب کہ (شدت رعب و ہیبت سے) آنکھیں حیرت میں ہوئیں تھیں اور دل گلوں تک پہنچے (یعنی خوف و اضطراب انتہا کو پہنچ گیا) اور تم اللہ پر طرح طرح کے گمان کرنے لگے (امید و یاس کے) ﴿۱۰﴾ اس موقع پر مسلمانوں کی جانچ ہوئی اور خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے ﴿۱۱﴾ اور جب کہ منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں شک کا مرض (یعنی ضعف ایمان) تھا۔ کہنے لگے کہ ہم سے تو اللہ نے اور اس کے رسول نے محض دھوکہ ہی کا وعدہ دیا تھا ﴿۱۲﴾ اور جب کہ ان (منافقوں) میں سے ایک گروہ نے کہا کہ اے مدینہ والو! تمہارے لئے یہاں ٹھہرنے کا موقع نہیں تم گھروں کو واپس چلو۔

کا، کیا وہ محض دھوکہ ہی کا وعدہ کر رکھا تھا"۔ بعضے منافقوں نے یہ بھی کہا کہ اے مدینہ والو! تم مقابلہ میں ٹھہر نہ سکو گے۔ تم اپنے اپنے گھر کو واپس چلو، اور ان میں سے کچھ لوگ نبی آخر الزماں ﷺ سے رخصت مانگنے لگے کہ ہمارے گھر بے حفاظت اور خالی پڑے ہیں۔ اس کہنے سے ان کی غرض گھروں کو بھاگنے کی تھی۔ پھر فرمایا: "یہ بہانہ کرنے والے لوگ اس حالت میں ہیں کہ اگر مدینہ کے ہر طرف سے دشمن آ جائیں اور ان کو گھیر لیں، پھر ان سے کفر میں داخل ہونے کا سوال کریں تو ضرور یہ لوگ مشرک بن جائیں، ڈر کے سبب سے ایمان کو چھوڑ دیں، اور پہلے وہ اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ لڑائی سے پیٹھ نہ پھریں گے، اب بدعہدی کے وبال کا ان کو کچھ خوف نہیں۔ ان سے کہہ دیا جائے کہ فائدہ نہ دے گا تم کو موت سے بھاگنا۔ کیونکہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے، اگر اس چند روزہ زندگی میں اللہ تم پر کوئی آفت ڈالے، تو وہ کون ہے جو تم کو اللہ کی آفت سے بچا سکے۔ بلکہ اس وقت نہ پاویں گے اللہ کے سوا کوئی حمایتی، اور نہ مدد کرنے والا، اور اللہ تعالیٰ ان پر نظر رحمت رکھے تو کوئی ان کو کسی طرح کی آفت میں نہیں ڈال سکتا۔

وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۖ إِن يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ﴿١٣﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِم مِّنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا ﴿١٤﴾ وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ مِن قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا ﴿١٥﴾ قُل لَّن يَنفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُم مِّنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَّا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٦﴾ قُلْ مَن ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُم مِّنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۚ وَلَا يَجِدُونَ لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿١٧﴾

اور ان میں سے کچھ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت مانگتے تھے یہ کہہ کر کہ ہمارے گھر بے حفاظت ہیں اور وہ بے حفاظت نہ تھے، وہ تو محض (اس لڑائی سے) بھاگنا چاہتے تھے ﴿١٣﴾ اور اگر ان پر فوجیں مدینہ کے اطراف سے آتیں، پھر ان سے فساد (یعنی کفر) چاہتیں تو ضرور یہ اس کو منظور کر لیتے اور اس میں دیر نہ کرتے مگر تھوڑی اور ﴿١٤﴾ بیشک اس سے پہلے وہ اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ کے عہد کی (قیامت میں) پرسش ہوگی ﴿١٥﴾ تم فرماؤ: "ہرگز تم کو بھاگنا فائدہ نہیں دے گا، اگر تم موت یا قتل ہونے (کے خوف) سے بھاگو گے اور (اگر بھاگ کر بچو گے بھی تو) صرف چند روز (اور) دنیا میں رہو گے" ﴿١٦﴾ تم فرماؤ کہ وہ کون ہے جو اللہ کا حکم تم پر سے ٹال دے، اگر وہ تمہارے حق میں برائی چاہے یا تمہارے حق میں مہربانی کرنا چاہے (تو کون اس کو روک سکتا ہے) اور وہ اللہ کے سوا اپنے لئے کوئی نہ دوست پائیں گے اور نہ مددگار ﴿١٧﴾

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَاۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًاۙ ﴿۱۸﴾

بیشک ۱؎ اللہ جانتا ہے تم میں سے ان کو جو اوروں کو جہاد سے روکتے ہیں اور اپنے (وطنی) بھائیوں سے کہتے ہیں کہ تم ہمارے پاس چلے آؤ اور وہ جہاد میں نہیں آتے مگر تھوڑے ﴿۱۸﴾

منافقین کا ذکر اور ان کا کردار

۱؎ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کا حال اپنے محبوب ﷺ کو ظاہر کر دیا، اور فرمایا کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے اپنی جان اپنا مال بچانے کیلئے یہ لوگ تھوڑی سی دیر کے لئے لڑائی میں شریک ہوئے ہیں۔ اسلئے یہ خود بھی لشکرِ اسلام کا ساتھ دینے میں دریغ کرتے ہیں، اور دوسروں کو بھی طرح طرح سے بہکا رہے ہیں، اور آنحضرت ﷺ کا ساتھ دینے میں ان کو یہ سب حال معلوم ہے۔ پھر مُسلمانوں کو منافقوں کی نشانی بتلا دی کہ جو جہاد کے وقت ایسی نامردی کی باتیں کرتے ہیں، وہ آپ کے حق میں بخیلی کرتے ہیں۔ پھر جب خوف کا وقت آئے تو تم نہیں دیکھو گے کہ تمہاری طرف یوں نظر کرتے ہیں کہ ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح پھر رہی ہیں کہ جس پر سکراتِ موت طاری ہو۔ اور پھر اس تکلیف کے جانے کے بعد لوٹ کا مال تقسیم ہونے کے وقت بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کرتے اور اپنی بہادری جتلاتے ہیں۔ وہی منافق ہیں کیونکہ جو لوگ خالص مسلمان ہیں، اور محض آخرت کے اجر کی غرض سے لڑتے ہیں، نہ وہ دشمن کے غلبہ کے وقت گھبرا کر اس طرح نامردی کی باتیں کرتے ہیں، نہ وہ دنیا میں کسی کو اپنی بہادری جتلانا چاہتے ہیں، اُن کا تو جو معاملہ ہے خالص اللہ کے ساتھ ہے ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ آخرت میں اجر دے گا۔ یہ اوپری دل سے جو لوگ مسلمانوں کے ساتھ ہیں، ان کو اللہ کی درگاہ سے اجر کی توقع نہیں رکھنا چاہئے۔ ایسے اوپری دل کے عملوں کا حال جان لینا اور ان کو بلا اجر ٹھہرا دینا اس کے نزدیک کچھ مشکل نہیں۔ البتہ انسان کے نزدیک یہ بات مشکل اور اس کے اختیار سے خارج ہے۔ پھر فرمایا کہ جو فوجیں مدینہ پر چڑھ کر آئی تھیں اگرچہ وہ پلٹ کر چلی گئیں۔ لیکن ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں، بلکہ یہ جانتے ہیں کہ وہ پھر آ جائیں گی۔ پھر فرمایا کہ اگر وہ فوجیں پھر کر آ جائیں تو یہ لوگ آرزو کریں گے، ہم اس وقت مسلمانوں کے لشکر میں نہ ہوتے بلکہ کہیں اور پرلے گاؤں میں ہوتے، اور دُور سے ہی اس لڑائی کی خبر سن لیتے۔ پھر فرمایا اگر فوجیں پھر کر آ جائیں اور لڑائی کا موقع پیش آ جائے تو لشکر اسلام کو ایسے لوگوں کے موجود ہونے سے کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ ان لوگوں کے دل میں عقبیٰ کے اجر کا یقین نہیں ہے، اس واسطے یہ لوگ برائے نام لشکر اسلام کا کچھ ساتھ دے کر لڑائی میں زیادہ دیر تک ہرگز نہ ٹھہر سکتے۔ جو لوگ اس لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے بلکہ مدینہ میں رہ گئے تھے، اب آگے ان کو نصیحت فرمائی کہ جن لوگوں کو عقبیٰ کے اجر کی توقع ہے، انہیں ہر حال میں اللہ کے رسول ﷺ کی پیروی بہتر ہے۔ آگے فرمایا کہ ایماندار لوگ، فوجوں کو دیکھ کر گھبرائے نہیں، بلکہ انہوں نے یہی کہا کہ اللہ اور رسول ﷺ

أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُم بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۚ أُولَٰئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿١٩﴾ يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا ۖ وَإِن يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوا لَوْ أَنَّهُم بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ عَنْ أَنبَائِكُمْ ۖ وَلَوْ كَانُوا فِيكُم مَّا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا ﴿٢٠﴾ لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾

ع ۱۸/۲

تمہاری مدد میں بخیلی کرتے ہیں، پھر جب خوف کا وقت آئے تو تم انہیں دیکھو گے کہ تمہاری طرف یوں نظر کرتے ہیں کہ ان کی آنکھیں پھر رہی ہیں جیسے کسی پر سکرات موت طاری ہو، پھر جب خوف دور ہو جائے تو تیز زبان سے تمہیں طعنے دینے لگیں مال غنیمت کے لالچ میں، یہ لوگ (حقیقت میں) ایمان لائے ہی نہ تھے، پس اللہ نے ان کے تمام اعمال اکارت (ضائع) کر دیئے اور یہ اللہ کو آسان ہے ﴿۱۹﴾ وہ (منافقین اپنی بزدلی سے) سمجھ رہے ہیں کہ کافروں کے لشکر ابھی نہیں گئے (حقیقت میں وہ بھاگ چکے) اور اگر وہ لشکر (دوبارہ) آ جائیں تو یہ (منافق) آرزو کریں کہ کاش ہم کسی طرح باہر گاؤں میں نکل کر تمہاری خبریں (مدینہ کے آنے جانے والوں سے) پوچھتے اور اگر (کسی مجبوری سے) تم میں رہتے جب بھی نہ لڑتے مگر تھوڑے ﴿۲۰﴾ بیشک تمہارے لئے رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس شخص کے لئے جو اللہ کے ثواب کی اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہو ﴿۲۱﴾

کے وعدہ میں جس آزمائش کا ذکر تھا یہ وہی آزمائش ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنے انجام کو اللہ اور اللہ کے رسول پر سونپ دیا، اور آخر کار فتح اسلام کے وعدہ پر ان کا یقین اور بڑھ گیا، اور سمجھ گئے کہ وعدہ کے ایک ٹکڑے کا جب ظہور ہو گیا، تو اب دوسرے ٹکڑے کا ظہور بھی ہو گا۔ اللہ سچا ہے، اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

وَ لَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۫ وَ مَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِیْمَانًا وَّ تَسْلِیْمًا ﴿۲۲﴾ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ ۫ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا ۙ ﴿۲۳﴾ لِّیَجْزِیَ اللّٰهُ الصّٰدِقِیْنَ بِصِدْقِهِمْ وَ یُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۚ ﴿۲۴﴾

اور جب مسلمانوں نے کافروں کے لشکر دیکھے تو بولے کہ یہ وہی ہے کہ جس کا ہم سے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ دیا تھا اور اللہ اور اسکے رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس واقعہ نے انہیں نہ بڑھایا مگر ایمان اور اللہ کی رضا پر راضی ہونا ﴿۲۲﴾ مسلمانوں [۱] میں کچھ وہ مرد ہیں کہ جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا، پس ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی منت کو پورا کر دیا (یعنی جہاد پر ثابت قدم رہے یہاں تک کہ شہید ہوگئے) اور ان میں سے بعض وہ ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے اپنے قول کو ذرا نہ بدلا ﴿۲۳﴾ تاکہ اللہ سچوں کو انکے سچ کا صلہ دے اور منافقوں کو چاہے عذاب دے یا چاہے انکو اپنی رحمت سے توبہ کی توفیق دے، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۲۴﴾

عہد کے پورا کرنے کا ذکر

[۱] مسلمانوں کا دل بڑھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت طلحہ اور حضرت سعید بن زید اور حضرت حمزہ اور حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق کا ذکر فرمایا ہے کہ کسی ضرورت کے سبب سے بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے تھے، انہوں نے نذر کی تھی اور اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر بدر کی لڑائی کے بعد پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی لڑائی کا موقع پیش آئے گا تو ہم بڑی جاںنثاری سے اور خوب دل کھول کر لڑیں گے۔ جنگِ بدر کے بعد جب اُحد کی لڑائی کا موقع پیش آیا اللہ تعالیٰ سے انہوں نے سب مسلمانوں کی طرف سے عذر خواہی کی، اور اپنا عہد پورا کرنے کو تلوار لے کر دشمن کے لشکر کی طرف بڑھے۔ اور حضرت انس بن نضر کو سعد بن معاذ راستے میں ملے، تو انہوں نے کہا کہ احد پہاڑ کی جانب سے مجھے جنت کی خوشبو آتی ہے''، اور نہایت جوانمردی کر کے دشمنوں سے لڑے اور کچھ اوپر اسّی زخم کھا کر شہید

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾

اور اللہ نے کافروں (کے لشکر) کو ان کے دلوں کی جلن کے ساتھ لوٹا دیا کہ (مسلمانوں پر چڑھائی کرکے) کچھ نفع نہ پایا اور اللہ نے مسلمانوں کو جنگ کی کفایت دی، اور اللہ زبردست غالب ہے ﴿۲۵﴾ اور جن اہل کتاب نے ان (کفار) کی مدد کی تھی انکو اللہ نے انکے قلعوں سے اوتار دیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا کہ ان میں ایک گروہ کو تم قتل کرتے ہو اور ایک گروہ (یعنی عورتوں اور بچوں) کو قید کرلیتے ہو ﴿۲۶﴾ اور (آخرکار) تم کو انکی زمین اور انکے مکان اور انکے مالوں کا وارث کیا اور ایسی زمین کا بھی جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھا تھا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۲۷﴾

ہوئے۔ اس قصہ کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے یاد دلایا ہے کہ سب مسلمانوں نے جس طرح اللہ کے رسول ﷺ سے دین کی لڑائی میں جاں بازی کرنے کا عہد کیا ہے، حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ان کو اپنے اس عہد پر قائم رہنا چاہئے، اور منافقوں کے بہکانے میں ہرگز نہیں آنا چاہئے۔ جو لوگ حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح احد کی لڑائی میں ثابت قدم رہے، ان کی یہ تعریف فرمائی کہ وہ بھی اپنی جاں بازی کے عہد پر قائم اور عہد کے پورا کرنے کے منتظر تھے۔ اس لئے اس لڑائی میں انہوں نے منافقوں کی طرح اپنے عہد کو نہیں بدلا۔ اخیر آیت میں عہد کو سچا کرنے والوں کا اور بدعہدی کرنے والوں کا نتیجہ ذکر فرمایا کہ عہد کو سچا کرنے والوں کے لئے عقبیٰ میں اجر عظیم ہے۔ اور بدعہدی کرنے والوں کے لئے عذاب۔ بدعہدی کرنے والوں میں بعضے لوگ اللہ کے علم میں توبہ کرنے والے بھی تھے، اس لئے فرمایا ان میں جن کو اللہ چاہے گا آئندہ بدعہدی سے توبہ کرنے کی ان کو توفیق دے گا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ توبہ کے بعد توبہ سے پہلے کے گناہوں کے معاف کردینے میں اللہ بڑا مہربان اور بخشنے والا ہے۔

لہ بنی قریظہ نے آنحضرت ﷺ کے مقابل قریش وغطفان وغیرہ احزاب کی مدد کی تھی، اس میں غزوہ بنی قریظہ کا بیان ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿۲۸﴾

اے نبی! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ا اپنی بیبیوں سے فرما دو: "اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ مال دوں اور تم کو اچھی طرح سے رخصت کر دوں (بغیر کسی ضرر کے)" ﴿۲۸﴾

یہ اخیر ذیقعدہ ۴ھ یا ۵ھ میں ہوا۔ جب غزوہ خندق میں شب کو مخالفین کے لشکر بھاگ گئے، جس کا اوپر کی آیات میں ذکر ہو چکا ہے۔ اس شب کی صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام مدینہ طیبہ میں تشریف لائے، اور ہتھیار اتار دیئے۔ اس روز ظہر کے وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک دھویا جا رہا تھا، جبرئیل امین حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہتھیار رکھ دیئے، فرشتوں نے چالیس روز سے ہتھیار نہیں رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بنی قریظہ کی طرف جانے کا حکم فرماتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ندا کر دی جائے کہ: "جو فرمانبردار ہو وہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں جا کر پڑھے"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرما کر روانہ ہو گئے، اور مسلمان چلنے شروع ہوئے اور یکے بعد دیگرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچتے رہے۔ لشکر اسلام نے پچیس روز تک بنی قریظہ کو گھیرے رکھا، اس سے وہ تنگ آ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: "کیا تم میرے حکم پر قلعوں سے اترو گے"۔ انہوں نے انکار کیا تو فرمایا: "کیا قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ کے حکم پر اترو گے"۔ اس پر وہ راضی ہوئے اور سعد بن معاذ کو ان کے بارے میں حکم دینے پر مامور فرمایا۔ حضرت سعد نے حکم دیا کہ مرد قتل کر دیئے جائیں، عورتیں اور بچے قید کئے جائیں، پھر بازار مدینہ میں خندق کھودی گئی اور وہاں لا کر ان سب کی گردنیں ماری گئیں۔ ان لوگوں میں قبیلہ بنی نضیر کا سردار حیی بن اخطب اور بنی قریظہ کا سردار کعب بن اسد جوان تھے جو گردنیں کاٹ کر خندق میں ڈال دیئے گئے۔ پھر فرمایا: "وارث کیا اللہ تعالیٰ نے تم کو ان کی زمین یعنی باغ اور کھیتوں کا، اور ان کے مکانات یعنی قلعوں کا، اور ان کے مال نقد و اسباب و مواشی کا، اور وہ زمین جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھے ہیں۔ اس زمین میں سلف کا اختلاف ہے زمین سے مراد خیبر ہے جو فتح قریظہ کے بعد مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ یا وہ ہر زمین مراد ہے جو قیامت تک فتح ہو کر مسلمانوں کے قبض میں آنے والی ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا، کا مطلب یہ ہے کہ بنی قریظہ پر فتح دینے کے علاوہ اور بہت سی فتوحات بھی اللہ کی قدرت سے باہر نہیں ہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ا **شان نزول:** بنی قریظہ کے قصہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کا ذکر اس سبب سے آیا کہ بنی قریظہ کا اکثر مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین کو دے دیا تھا، جس کے سبب سے مہاجرین کو کسی قدر آسودگی ہو گئی تھی۔ مہاجرین کی یہ آسودگی دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کو بھی آسودگی کا خیال ہوا، اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نان نفقہ کی مقدار میں کچھ زیادتی کر دینے کی خواہش پیش کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو سامانِ دنیا اور اس کا جمع کرنا گوارہ ہی نہ تھا، اس لئے آپ کو ایک

وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کا گھر (یعنی بہشت) چاہتی ہو تو بے شک اللہ نے تمہاری نیکی والیوں کے لئے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے'' ﴿۲۹﴾ اے نبی کی بی بیو! تم میں سے جو کوئی صریح حیا کے خلاف (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں) بے ادبی کی جرأت کرے گی تو اس کو اوروں سے دو گنا عذاب ہوگا، اور یہ بات اللہ پر آسان ہے ﴿۳۰﴾

طرح کا رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس رنج کے فیصلہ کے طور پر یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! تم اپنی بی بیوں سے فرما دو اگر تم دنیا کی زندگی اور اسکی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ دنیوی مال دے کر طلاق دیدوں، اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آخرت کی بہبودی کو چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری نیکی کرنے والیوں کے لئے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ دونوں امر میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے اللہ کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کو اختیار کیا، اور دنیا کی زندگی پر آخرت کے گھر کو ترجیح دی۔ بعد اسکے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دُنیا کی خُوبی اور آخرت کے ثواب کو جمع کر دیا۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواج مطہرات کو دنیا یا آخرت کو پسند کرنے کا اختیار دیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہلے پہل میرے پاس تشریف لائے، اور یہ آیت سنا کر اختیار دیا اور فرمایا کہ: ''جلدی نہ کرنا۔ اپنے والدین سے مشورہ کر کے جو رائے ہو اس پر عمل کرنا''۔ انہوں نے عرض کیا: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں مشورہ کیسا، میں اللہ کو اور اس کے رسول کو اور دارِ آخرت کو چاہتی ہوں''، اور باقی ازواج نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر فرمایا کہ اے نبی کی بیو یو! تم میں سے جو کوئی صریح حیا کے خلاف جرأت کرے گی، تو اس کو دو گنا عذاب دیا جائے گا۔ اور یہ بات اللہ پر آسان ہے۔

وَمَنۡ يَّقۡنُتۡ مِنۡكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتَعۡمَلۡ صَالِحًا نُّؤۡتِهَاۤ اَجۡرَهَا مَرَّتَيۡنِ ۙ وَاَعۡتَدۡنَا لَهَا رِزۡقًا كَرِيۡمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِىِّ لَسۡتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيۡتُنَّ فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِالۡقَوۡلِ فَيَطۡمَعَ الَّذِىۡ فِىۡ قَلۡبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلۡنَ قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا ۚ﴿۳۲﴾

اورلے جو تم میں فرمانبردار رہے اللہ اور اس کے رسول کی، اور نیک کام کرے تو ہم اس کو اوروں سے دوہرا ثواب دیں گے اور اس کے لئے ہم نے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے ﴿۳۱﴾ اے نبی کی بی بیو! تم (مرتبہ میں) اور عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو، پس تم (اجنبی مردوں سے) بات کرنے میں ایسی نرمی نہ کرو کہ جس (منافق) کے دل میں بیماری ہے کہ وہ لالچ کرے، اور بات معقول کہو (یعنی دین اسلام کی اور نیکی کی تعلیم اور پند ونصیحت کی) ﴿۳۲﴾

پردہ کا حکم، ازواج مطہرات اور اہل بیت (علیہم الرضوان) کے فضائل

لے اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو خدا اور اس کے رسول ﷺ کی دل سے ہمیشہ تابعدار رہے گی، اور عمل اچھے کرے گی تو ہم اس کو ثواب اوروں سے دوہرا دیں گے۔ یعنی اگر اوروں کو ایک نیکی پر دس گنا زیادہ ثواب دیں گے، تو تمہیں بیس گنا زیادہ دیں گے، کیونکہ تمام جہان کی عورتوں پر تمہیں شرف وفضیلت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا مرتبہ اُمت کی نیک عورتوں سے دُنیا اور عقبیٰ میں بڑھ کر ہے، کیونکہ دنیا میں اُمت کے ہر مرد کو حکم ہے کہ وہ اپنی ماں کے برابر تمہاری عزت کرے۔ اور عقبیٰ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ جنت کے اعلیٰ درجہ میں تمہارا مقام ہوگا۔ آگے آداب تعلیم ہیں کہ اگر بضرورت غیر مرد سے پس پردہ گفتگو کرنی پڑے تو قصد کرو کہ لہجہ میں نزاکت اور نرمی نہ آنے پائے۔ اور بات میں لوچ نہ ہو۔ عفت مآب خواتین کے لئے یہی شایاں ہے۔ اور "معقول بات کہو" کا مطلب یہ ہے یہ دین واسلام کی اور نیک تعلیم اور پند ونصیحت، کی اگر ضرورت پیش آئے تو بے لوچ لہجہ سے بات کہو۔ اور اسلام سے پہلے جس طرح عورتیں بے پردہ اور اپنا بناؤ سنگھار اجنبی مردوں کو دکھاتی پھرتی تھیں، کہ جن سے جسم کے اعضاء اچھی طرح نہ ڈھکیں۔ اور پچھلی جاہلیت سے آخر زمانہ مراد ہے جس میں لوگوں کے افعال پہلوں کی مثل ہو جائیں گے۔ پس اپنے گھروں میں بیٹھ کر نماز زکوٰۃ، اور اسی طرح کے اللہ اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کے کاموں میں لگی رہو۔

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝۳۳ۚ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝۳۴ۧ

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور دکھاتی نہ پھرو جیسا کہ پہلے جاہلیت (یعنی قبل اسلام) کے زمانہ میں بے پردگی کا دستور تھا۔ اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو، اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی (یعنی گناہوں کی نجاست) دور کر دے اور تم کو (ہر طرح ظاہراً و باطناً) پاک کر کے خوب ستھرا کر دے ۝۳۳ اور یاد کرو جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں اللہ کی آیتیں (یعنی قرآن) اور حکمت (یعنی حدیث شریف)، بیشک اللہ راز داں پورا خبردار ہے ۝۳۴

ل اس آیت سے اہل بیت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، اور اہل بیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما سب داخل ہیں۔ آیات واحادیث کو جمع کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے اور یہی حضرت امام ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے ان آیات میں اہلِ بیت کو یہ نصیحت فرمائی گئی ہے کہ وہ گناہوں سے بچیں۔ اور تقویٰ و پرہیزگاری کو پاکی سے استعارہ فرمایا گیا، کیونکہ گناہوں کا مرتکب ان سے ایسا ہی ملوث ہوتا ہے جیسا جسم نجاستوں سے۔ اس طرزِ کلام سے مقصود یہ ہے کہ اربابِ عقول کو گناہوں سے نفرت دلائی جائے، اور تقویٰ و پرہیزگاری کی ترغیب دی جائے۔ فرمایا تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں اور حکمت آمیز کلام رات دن پڑھے جاتے ہیں، اس کو تم یاد کرو اور لوگوں کو بطور نصیحت کے سناؤ۔ تمہارے گھروں میں دارین کی نعمتیں ہم نے اُتار رکھی ہیں، تم اس کی قدر کرو۔ بعض کے نزدیک آیات اللہ سے قرآن اور حکمت سے حدیث شریف کے حفظ کرنے پر کمال ترغیب ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کمال مہربان اور سب چیزوں سے پورے طور پر خبردار ہے۔ اور سب حکمتیں اس کو معلوم ہیں، جو مناسب جانتا ہے وہ کرتا ہے، اور سب کے انجام سے پورا پورا واقف ہے۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾

بیشک [۱] مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں اور اطاعت کرنے والے مرد اور اطاعت کرنے والی عورتیں اور سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنیوالی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور بکثرت اللہ کو یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں، ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے ﴿۳۵﴾

مومن کی دس نشانیاں

[۱] **شان نزول:** حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب اپنے شوہر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حبشہ سے واپس آئیں، تو ازواج نبی ﷺ سے مل کر انہوں نے دریافت کیا کہ کیا عورتوں کے باب میں بھی کوئی آیت نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''نہیں'' تو اسماء نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ حضور! عورتیں بڑے ٹوٹے میں ہیں۔ فرمایا: ''کیوں'' عرض کیا کہ ان کا ذکر خیر کے ساتھ ہوتا ہی نہیں جیسا کہ مردوں کا ہوتا ہے''۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کے دس مراتب مردوں کے ساتھ ذکر کئے گئے اور ان کے ساتھ عورتوں کی تعریف فرمائی گئی۔ اور مراتب میں سے ❶ پہلا مرتبہ اسلام ہے جو خدا اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری ہے ❷ دوسرا ایمان ہے کہ وہ اعتقاد صحیح اور ظاہر و باطن کا موافق ہونا ہے ❸ تیسرا مرتبہ قنوت یعنی عبادت ہے ❹ چوتھا مرتبہ کہ وہ صدق نیات و صدق اقوال و افعال ہے ❺ پانچواں مرتبہ صبر کا بیان ہے کہ طاعتوں اور عبادتوں کی پابندی کرنا، اور ممنوعات سے پرہیز کرنا، رضائے الٰہی کے لئے اختیار کیا جائے ❻ اس کے بعد چھٹے مرتبہ خشوع کا بیان ہے جو طاعتوں اور عبادتوں میں قلوب و جوارح کے ساتھ متواضع ہونا ہے ❼ اس کے بعد

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ (۳۶)

اور[1] نہ کسی مسلمان مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو (اختیار) پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم فرمائیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو شخص اللہ اور اسکے رسول کا حکم نہ مانے وہ بیشک صریح گمراہی میں بہکا (۳۶)

ساتویں مرتبہ صدقہ کا بیان ہے جو اللہ کے عطا کئے ہوئے مال میں سے اس کی راہ میں بطریق فرض ونفل دینا ہے (۸) پھر آٹھویں مرتبہ صوم کا بیان ہے۔ یہ بھی فرض ونفل دونوں کو شامل ہیں۔ منقول ہے کہ جس نے ہر ہفتہ ایک درم صدقہ کیا وہ متصدقین میں، اور جس نے ہر مہینہ ایامِ بیض کے تین روزے رکھے وہ صائمین میں شمار کیا جاتا ہے (۹) اس کے بعد نویں مرتبہ عفت کا بیان ہے، اور وہ یہ ہے کہ اپنی پارسائی کو محفوظ رکھے، اور جو حلال نہیں ہے اس سے بچے۔ (۱۰) سب سے آخیر دسویں مرتبہ کثرت ذکر کا بیان ہے۔ ذکر میں تسبیح تحمید تہلیل تکبیر، قرأت قرآن، علم دین کا پڑھنا، نماز وعظ نصیحت، میلاد شریف پڑھنا سب داخل ہیں۔ کہا گیا ہے کہ بندہ ذاکرین میں جب شمار ہوتا ہے جبکہ وہ کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرے۔ ان اوصاف کے مرد اور عورتوں کا انجام یہ ہے کہ تیار کر رکھی ہے اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور ثواب عظیم رکھا ہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ جو باتیں اس آیت میں ذکر کی گئیں ہیں جس مرد یا عورت میں یہ باتیں ہوں گی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے مرد اور ایسی عورتوں کو بڑا اجر عنایت فرمائے گا کہ وہ ہمیشہ کے لئے جنت میں رہ کر طرح طرح کی راحت پائیں گے۔ جنت کی ایسی نعمتیں ہیں جن کی تفسیر انسان کی طاقت سے باہر ہے۔

[1] **شان نزول:** یہ آیت حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسدیہ اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ ابن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب کے حق میں نازل ہوئی۔ ایک مرتبہ حضور پرنور رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ کی جن کو آنحضرت ﷺ نے آزاد کیا تھا، اور وہ حضور ہی کی خدمت میں رہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے زینب سے جو آپ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں منگنی کرنی چاہی۔ انہوں نے انکار کیا اور عرض کرنے لگیں: "یارسول اللہ! میں آپ کی پھوپھی کی بیٹی ہوں، اور قریش کی سردار ہوں۔ میں اپنے لئے زید کو پسند نہیں کرتی"۔ انکے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی انکار کیا۔ اس وقت میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی کہ جب خدا اور اس کا رسول (ﷺ) ایک بات کا حکم دے چکے تو پھر ایمان والوں کو اس میں اپنا کچھ اختیار باقی نہیں رہا، اور جو نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہ ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بھائی نے عرض کیا کہ جو آپ کا حکم ہو ہم اس میں راضی ہیں، پس آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب کا نکاح زید سے کر دیا، اور ان کا مہر دس دینار ساٹھ درم، ایک جوڑا جس میں تین کپڑے ہوتے ہیں، پچاس مد (ایک پیمانہ ہے) کھانا، تیس صاع کھجوریں دیں **مسئلہ**۔ اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلے میں کوئی اپنے نفس کا بھی خود مختار نہیں۔ جب حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہو چکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اللہ کی طرف سے وحی آئی کہ: ''حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کی ازواجِ طاہرات میں داخل ہوں گی، اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے''۔ آخر کار ایک مدت تک زینب زید کے نکاح میں رہیں، ان کی تقدیر میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی بننا لکھا تھا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خدا کی طرف سے اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ کسی روز حضرت زینب رضی اللہ عنہا میرے نکاح میں آئیں گی۔ لیکن آپ کسی سے ظاہر نہیں کرتے تھے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدم اطاعت، اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی شکایت کی، اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے تنگ ہو کر ان کو علیحدہ کرنا چاہا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ جانتے تھے کہ یہ امر ہونے والا ہے مگر آپ نے بطور مشورہ کے منع کیا کہ تم اس کو طلاق نہ دو اور خدا کا خوف کرو۔ بشریت سب کے ساتھ لگی ہے خاوند بیوی میں ایسا ہوتا ہی ہے۔ شدنی امر ہو کر رہتا ہے، جب حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے دی تو آپ کو لوگوں کے طعن کا اندیشہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تو ہے حضرت زینب کے ساتھ نکاح کرنے کا، اور ایسا کرنے سے لوگ طعنہ دیں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورت کے ساتھ نکاح کر لیا جو ان کی منہ بولے بیٹے کے نکاح میں رہی تھی۔ مقصود یہ ہے کہ امر مباح میں بے جا طعن کرنے والوں کا کچھ اندیشہ نہ کرنا چاہئے۔ جب زید نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دیدی اور عدت گزر گئی تو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت کا پیام لے کر گئے۔ اور انہوں نے سر جھکا کر کمال شرم و ادب سے انہیں یہ پیام پہنچایا۔ انہوں نے کہا کہ اس معاملہ میں اپنی رائے کو کچھ بھی دخل نہیں دیتی جو میرے رب کو منظور ہو اس پر راضی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ بارگاہ الٰہی میں متوجہ ہوئیں اور انہوں نے نماز شروع کر دی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس نکاح سے بہت خوشی اور فخر ہوا، فرمایا: ''اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! تم کہتے تھے کہ تو اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ اور علیحدہ نہ کر، اور خدا سے ڈر، اور اللہ تعالیٰ جس بات کو ظاہر کرنے والا تھا، تم اس کو ظاہر نہیں فرماتے تھے کہ زینب سے تمہارا نباہ نہیں ہو سکے گا، اور طلاق ضرور واقع ہو گی۔ اس کو زبان پر نہیں لاتے تھے کہ لے پالک کی بیوی سے نکاح کروں گا تو طرح طرح کی بدگوئی سننی پڑے گی، لیکن اللہ تعالیٰ کو اس رسم کا مٹانا منظور تھا''۔ فرمایا کہ ہم نے جو یہ کیا کہ اول زینب کا زید سے نکاح کر دیا، پھر اس سے چھڑا کر آپ کے ساتھ نکاح کر دیا، اس لئے ہم نے یہ کیا تاکہ مسلمانوں کو ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کر لینے میں کچھ دقت نہ ہو۔ جبکہ ان کے منہ بولے بیٹے ان سے مطلب حاصل کر چکے ہوں۔ طلاق دیدی ہو عدت پوری ہو گئی ہو۔ اللہ کا کام ہو کر رہتا ہے جیسا اللہ کو منظور تھا وہی ہوا۔

وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ ۚ وَ اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِیِّ مِنْ حَرَجٍ فِیْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ﴿۳۸﴾

اور (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یاد کرو) جب تم اس شخص سے فرماتے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا ہے اور تم نے بھی اس پر انعام کیا ہے کہ اپنی بی بی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور تم اپنے دل میں وہ (بات) پوشیدہ رکھتے تھے جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں (کے طعنوں) کا ڈر تھا، اور اللہ زیادہ سزاوار (حق دار) ہے کہ اس کا خوف رکھو، پس جب زید نے زینب سے اپنی حاجت انجام کو پہنچائی (اور طلاق دے دی اور عدت گزر چکی) تو ہم نے تمہارے نکاح میں دیدی تا کہ مسلمانوں پر ان کے لے پالکوں کی بیبیوں سے نکاح کے کرنے میں کچھ حرج نہ رہے جب کہ ان سے ان کا کام ختم ہو جائے، اور اللہ کا حکم ہو کر رہنے والا تھا ﴿۳۷﴾ نبی[1] پر اس بات میں کچھ حرج نہیں جو اللہ نے اس کے لئے مقرر فرمائی۔ اللہ کا دستور چلا آ رہا ہے ان (پیغمبروں) کے حق میں جو پہلے گزر چکے اور اللہ کا کام مقرر تقدیر ہے ﴿۳۸﴾

حقیقی باپ کا ذکر

[1] ان آیتوں میں فرمایا کہ اللہ نے جو طریقہ اپنے نبی کے واسطے جائز کر دیا ہے، وہ مثل اس طریق کے ہے جو پہلے نبیوں کا طریقہ تھا کچھ اس سے ملبوث میں فرق نہیں آتا۔ دیکھو حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک سو بیبیاں تھیں، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین سو بیویاں تھیں۔ اگر یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پر عمل درآمد کریں تو کوئی مضائقہ کی بات نہیں، اللہ کا جو حکم مقرر ہو چکا ہے وہ

الَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ یَخْشَوْنَهٗ وَ لَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ﴿۳۹﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۠ ﴿۴۰﴾ ع یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًاۙ ﴿۴۱﴾

وہ جو اللہ کے پیغام پہنچاتے اور اس سے ڈرتے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، اور اللہ حساب لینے کے لئے کافی ہے ﴿۳۹﴾ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ولیکن اللہ کے رسول ہیں اور آپ سب نبیوں کے مہر ہیں (یعنی نبوت آپ پر ختم ہے) اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ ﴿۴۰﴾ اے مسلمانو! اللہ کو بکثرت یاد کرو ﴿۴۱﴾

نہیں ٹلتا ہے۔ وہ انبیاء سابقین کیسے تھے جو اپنے رب کے پیغام اُمت کو پہنچایا کرتے تھے اور اس سے ڈرتے تھے۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم تو سب سے افضل ہو، پھر تم لوگوں کا خوف کیوں کرو گے"۔ پھر فرمایا نیکوں کی فرمانبرداری اور بدوں کی بدگوئی کے حساب کتاب کے لئے اللہ کا علم کافی ہے۔ ایک دن ان سب باتوں کا حساب و کتاب ہو کر جزا و سزا کا فیصلہ ہو جائے گا۔ پھر فرمایا کہ لوگوں کے زید بن محمد کہنے سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر کی اولاد کے باپ نہیں ہو سکتے کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منکوحہ آپ کیلئے حلال نہ ہوتی۔ آپکے فرزند تو حضرت قاسم اور طیب اور طاہر و ابراہیم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے، جو اس عمر کو نہ پہنچے کہ انہیں مرد کہا جائے۔ انہوں نے بچپن میں وفات پائی۔ اور سب رسول ناصح، شفیق اور واجب التوقیر و لازم اطاعت ہونے کے لحاظ سے اپنی اُمت کے باپ کہلاتے ہیں۔ بلکہ ان کے حقوق حقیقی باپ کے حقوق سے بہت زیادہ ہیں، لیکن اس سے اُمت حقیقی اولاد نہیں ہو جاتی، اور حقیقی اولاد کے تمام احکام وراثت وغیرہ اس کے لئے ثابت نہیں ہوتے۔

ختم نبوت

وہ تو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خاتم النبیین ہیں۔ نبوت آپ پر ختم ہو گئی، آپ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی تھی کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوت پہلے پا چکے ہیں، مگر نازل ہونے کے بعد شریعتِ محمدیہ پر عامل ہوں گے۔ اور اسی شریعت پر حکم کریں گے، اور آپ ہی کے قبلہ کی طرف نماز پڑھیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بعد کسی اور کو نبوت ملنا ممکن جانے تو وہ کافر خارج از اسلام ہے۔ پھر فرمایا اللہ کا علم بہت وسیع ہے، اس نے ہر بات اپنے علم کے موافق ٹھہرائی ہے، اس میں کسی کو کچھ دخل نہیں دینا چاہیے۔

لہ ان آیتوں میں فرمایا کہ اے مسلمانو! دل سے، زبان سے، ہاتھ پیروں سے، ذکر الٰہی میں لگے رہو، اور نمازوں میں صبح اور عصر کی نماز کا بڑا خیال رکھو کہ صبح کی نماز کا وقت غفلت کا وقت ہے، اور عصر کی نماز کا وقت کام کاج کا ہوتا ہے۔ آگے فرمایا کہ جو

وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿٤٢﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿٤٣﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَ اَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿٤٤﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ﴿٤٥﴾ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿٤٦﴾ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿٤٧﴾

اور صبح وشام اس کی پاکی بیان کیا کرو ﴿۴۲﴾ وہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تا کہ تم کو (گمراہی کے) اندھیروں سے (نور ایمان کی) روشنی کی طرف نکالے، اور اللہ مسلمانوں پر مہربان ہے ﴿۴۳﴾ ان کے لئے ملتے وقت کی دعا سلام ہے (یعنی موت یا قبروں سے نکلنے یا جنت میں داخل ہونے کے وقت) اور ان کے لئے (جنت میں) عزت کا ثواب تیار کر رکھا ہے ﴿۴۴﴾ اے نبی ﷺ! [ا] بیشک ہم نے تمہیں گواہی دینے والا اور خوشخبری پہنچانے والا اور ڈر سنانے والا ﴿۴۵﴾ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا آفتاب (بنا کر) بھیجا ﴿۴۶﴾ اور مسلمانوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے ﴿۴۷﴾

لوگ ذکر الٰہی اور نماز صبح اور شام کے پابند ہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کی دعاء خیر کی برکت سے وہ گمراہی کے اندھیروں سے راہ راست کے اُجالے میں رہیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر مہربان ہے، وہ ہمیشہ ایسے لوگوں کو دنیا میں راہ راست پر رکھے گا، اور عقبیٰ میں اس کے اجر میں ان کو جنت میں داخل کرے گا جہاں یہ لوگ خوشی سے آپس میں سلام علیک کریں گے۔ جس سلام علیک کا مطلب گویا یہ مبارکباد ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا کر امن وامان سے جنت میں داخل کیا۔

فضائل مصطفےٰ ﷺ

[ا] اے محبوب ﷺ! درحقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپ کے نورِ نبوت نے پہنچائی، اور کفر وشرکت کے ظلماتِ شدیدہ کو اپنے نورِ حقیقت افروز سے دور کر دیا، اور خلق کیلئے معرفت وتوحید الٰہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں، اور ضلالت کی وادیٔ تاریک میں گم کرنے والوں کو اپنے نورِ نبوت سے ضمائر وبصائر اور قلوب وارواح کو منور کیا۔ حقیقت میں آپکا وجود مبارک ایسا آفتابِ عالم تاب ہے جس نے ہزار ہا آفتاب بنا دیئے، اس لئے اس کی صفت میں مُّنِیْرًا ارشاد فرمایا گیا اور ایمان والوں کو خوشخبری دیدی کہ ان کے لئے خدا کی طرف سے بڑا فضل ہے، پھر فرمایا جو کافر اور منافق تمہارے رسالت کے

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۴۸﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ﴿۴۹﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِیْۤ اٰتَیْتَ اُجُوْرَهُنَّ

اور کافروں اور منافقوں کی خوشی نہ کرو اور ان کی طرف سے جو ایذا پہنچے اس سے درگزر کرو، اور اللہ پر بھروسہ کرو اور اللہ کافی کارساز ہے ﴿۴۸﴾ اے مسلمانو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر تم ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے (کسی وجہ سے) طلاق دے دو، پس تمہارے لئے ان پر کوئی عدت نہیں کہ تم اس کا شمار کرو، پس ان کو کچھ (مال سے) فائدہ دے دو اور اچھی طرح سے ان کو رخصت کر دو ﴿۴۹﴾ اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم ؁ ہم نے تمہارے لئے تمہاری وہ بی بیاں حلال کیں کہ جن کو تم ان کا مہر دو۔

کام میں فتور ڈالیں تو اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! اُن کا کہنا نہ سنو، اور اُن کی جہالت کی باتوں پر صبر کر کے اپنے کام کے پورا کرنے میں اللہ پر بھروسہ رکھو۔

عدت کا ذکر

پھر فرمایا اے مُسلمانو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو، اور پھر تم صحبت سے پہلے کسی وجہ سے طلاق دیدو، تو پھر عورتوں کو عدت میں بٹھانے کا کچھ حق نہیں ہے۔ جس سے تم مہینوں یا حیضوں سے گنتی کرنے لگو، پھر تم ان کو نہیں روک سکتے بلکہ اس وقت ان کو اختیار ہو جاتا ہے کہ دوسرا نکاح کر لے۔ پس ایسی عورت کو کچھ فائدہ اپنی حیثیت کے موافق دے کر اچھی طرح رخصت کر دو۔ **مسئلہ**۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورت کو قبل مباشرت طلاق دی تو اس پر عدت واجب نہیں ہوگی۔ **مسئلہ**۔ خلوتِ صحیحہ قربت کے حکم میں ہے تو اگر خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق واقع ہو تو عِدّت واجب ہوگی اگرچہ مباشرت نہ ہوئی ہو۔ **مسئلہ**۔ اگر عورت کا مہر مقرر ہو چکا ہے تو اس کو مباشرت سے پہلے طلاق دینے کی صورت میں آدھا مہر واجب ہوگا، اور اگر مہر مقرر نہیں ہوا تو آدمی پر اپنی حیثیت کے موافق فائدہ دینا ضرور ہے۔

نکاح کرنے کی شرط

؁ ان آیتوں میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم جن بیویوں کو مہر دے چکے ہو وہ اللہ نے تم پر حلال کر دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بیوں کا مہر پانسو درم تھا، مگر اس حکم سے تین بی بیاں مستثنیٰ ہیں ایک تو اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ ان کا

وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾

اور تمہارے ہاتھ کا مال کنیزیں جو اللہ نے تمہیں غنیمت میں دیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور تمہارے پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تمہارے ماموں کی بیٹیاں اور تمہاری خالاؤں کی بیٹیاں، جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی اور حلال کی ایمان والی عورت اگر وہ اپنا نفس نبی کو بخش دے (یعنی مہر لینے کے بغیر نکاح میں آنا چاہے) بشرطیکہ نبی اگر اسے نکاح میں لانا چاہے، یہ (اجازت اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خاص تمہارے لئے ہے سب مسلمانوں کیلئے نہیں، بیشک ہم جانتے ہیں جو کچھ ہم نے مسلمانوں پر ان کی بیویوں کے حق میں اور ان کے ہاتھ کے مال کنیزوں کے حق میں مقرر کیا ہے، یہ خصوصیت تمہاری اس لئے کہ تمہیں کسی قسم کی تنگی نہ ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۵۰﴾

مہر نجاشی بادشاہ حبشہ نے چار سو دینار دیا۔ حضرت صفیہ اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کہ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آزاد فرمایا اور ان سے نکاح کیا۔ **مسئلہ**۔ غنیمت میں ملنے کا ذکر بھی یہاں فضیلت کیلئے ہے کیونکہ مملوکات مملکت میں خواہ خرید سے ملک میں آئی ہوں، یا ہبہ سے، یا وراثت یا وصیت سے، وہ سب حلال ہیں۔ پھر فرمایا اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر کوئی مسلمان عورت بغیر مہر اور بغیر مشروط نکاح اپنی جان آپ کو نذر کرے، بشرطیکہ آپ اسے نکاح میں لانے کا ارادہ فرمائیں تو ہم نے آپ کیلئے اس عورت کو حلال کیا۔ یہ نکاح بے مہر خالص آپ کیلئے جائز ہے، امت کیلئے نہیں ہے۔ پھر فرمایا اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تمہارے نکاح کے حکموں کے علاوہ امت کے مسلمانوں کو چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور انکے ہر ایک نکاح میں عورت کے وارث کی اجازت اور گواہوں کی گواہی ضرور ہے، اور لونڈیوں کی صحبت میں رکھنے کی انکو اجازت ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ نکاح کے احکام اس واسطے تفصیل وار نازل فرمائے ہیں کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تمہاری امت کے مسلمان لوگوں کو اس باب میں کچھ تنگی نہ رہے۔ اور ان احکام کے نازل ہونے سے پہلے یہ لوگ جو بے احتیاطی کر چکے، اسکو اللہ معاف کرنیوالا اور بخشنے والا مہربان ہے۔

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿۵۱﴾ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ

تم [۱] ان بی بیوں میں سے جس کو چاہو علیحدہ رکھو اور جس کو چاہو اپنے پاس جگہ دو اور جسے تم نے کنارے کر دیا تھا ان میں سے تمہاری خواہش ہو تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں، یہ اجازت اس لئے ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غم نہ کریں اور جو کچھ تم ان کو دو اس پر سب کی سب خوش رہیں، اور اللہ جانتا ہے جو تم سب کے دلوں میں ہے، اور اللہ جاننے والا تحمل والا ہے ﴿۵۱﴾ ان کے بعد [۲] اور عورتیں تمہیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ تم ان (موجودہ) بی بیوں کی جگہ دوسری بیبیاں بدل لو۔

[۱] ان آیتوں میں فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! آپ کو اختیار دیا گیا ہے کہ جس بی بی کو چاہیں پاس رکھیں، اور بی بیوں میں باری مقرر کریں یا نہ کریں۔ لیکن باوجود اس اختیار کے سید عالم ﷺ تمام ازواج مطہرات کے ساتھ عدل فرماتے تھے، اور ان کی باریاں برابر رکھتے۔ بجز حضرت سودہ کے جنہوں نے اپنی باری کا دن حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیدیا تھا۔ اور بارگاہ رسالت میں عرض کیا تھا کہ میرے لئے یہی کافی ہے کہ میرا حشر آپ کی ازواج میں ہو۔ **مسئلہ**۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص چند بیویاں کر لے، اور پھر ان کے درمیان مساوات و انصاف قائم نہ رکھے تو قیامت کے روز ایسی حالت میں اٹھے گا کہ اسکا آدھا جسم گلا ہوا ہوگا۔ اور نیز یہ بھی فرمایا کہ جس کی ایک بیوی ہو اور اس کو تنگ رکھے، اس کا انجام بھی خراب ہوگا۔ آگے فرمایا ازواج میں سے آپ نے جس کو معزول یا ساقط القسمۃ کر دیا ہو، آپ جب چاہیں اس کو نوازیں۔ اس کا آپ کو اختیار دیا گیا ہے کیونکہ جب وہ جانیں گی کہ یہ تفویض اور یہ اختیار آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے، تو ان کے قلوب مطمئن ہو جائیں گے۔ اللہ سب کچھ جاننے والا تحمل والا ہے۔

[۲] ان آیتوں میں فرمایا کہ ان نو بیویوں کے بعد جو آپکے نکاح ہیں، جنہیں آپ نے اختیار دیا تو انہوں نے اللہ اور رسول ﷺ کو اختیار کیا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کیلئے ازواج کا نصاب نو ہے جیسے کہ اُمت کیلئے چار، فرمایا انہیں طلاق دے کر ان کی جگہ دوسری عورتوں سے نکاح کر لو۔ ایسا بھی نہ کرو۔ یہ احترام ان ازواج کا اس لئے ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے

وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۗ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۗ

اگرچہ تم کوان (دوسریوں) کا حسن اچھا معلوم ہو مگر تمہارے ہاتھ کا مال لونڈیاں (دوست) ہیں اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے ﴿۵۲﴾ اے مسلمانو! نبی کے گھروں میں نہ داخل ہو جب تک اذن نہ پاؤ مثلاً جس وقت تم کو کھانے کے لئے بلایا جاوے نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو۔ ولیکن جب تم کو بلایا جاوے (کہ کھانا تیار ہے) تب جایا کرو، پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جاؤ اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھے رہو، بیشک اس سے نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ کرتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا۔

انہیں اختیار دیا تھا تو انہوں نے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کیا اور آسائش دُنیا کو ٹھکرا دیا۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پر اکتفا فرمایا اور آخیر تک یہی بی بیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہیں۔ حضرت عائشہ و اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آخیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حلال کر دیا گیا تھا کہ جتنی عورتوں سے چاہیں نکاح فرمائیں۔ اس تقدیر پر آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ آیت انا احللنا لك ازواجك التی، ہے کہ وہ تمہارے لئے حلال ہے اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

معاشرتی آداب

لہ **شان نزول:** جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا اور ولیمہ کی عام دعوت فرمائی تو جماعتیں کی جماعتیں آتی تھیں، اور کھانے سے فارغ ہو کر چلی جاتی تھیں۔ آخیر میں تین صاحب ایسے تھے جو کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھے رہ گئے، اور انہوں نے گفتگو کا طویل سلسلہ شروع کر دیا، اور بہت دیر تک ٹھہرے رہے۔ مکان تنگ تھا اس سے گھر والوں کو تکلیف ہوئی اور حرج ہوا کہ وہ ان کی وجہ سے اپنا کام کاج کچھ نہ کر سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے، اور دورہ فرما کر تشریف لائے۔ اس وقت تک یہ لوگ اپنی باتوں میں لگے ہوئے تھے حضور پھر واپس ہو گئے۔ یہ دیکھ کر وہ لوگ روانہ ہوئے۔ تب حضور اقدس دولت سرائے میں داخل ہوئے۔ اور دروازہ پر پردہ ڈال دیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال حیا اور شانِ کرم و حسن اخلاق معلوم ہوتی ہے کہ باوجود ضرورت کے اصحاب سے یہ نہ فرمایا کہ اب آپ چلے جائیے، بلکہ جو طریقہ اختیار فرمایا وہ حسن آداب کا اعلیٰ ترین معلم ہے۔

وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْــٴَـلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّؕ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًاؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا۝۵۳ اِنْ تُبْدُوْا شَیْــٴًـا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۝۵۴ لَا جُنَاحَ عَلَیْهِنَّ فِیْۤ اٰبَآىٕهِنَّ وَ لَاۤ اَبْنَآىٕهِنَّ وَ لَاۤ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَاۤ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَاۤ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَ لَا نِسَآىٕهِنَّ وَ لَا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّۚ

اور ۱؎ جب نبی کی بیویوں سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو، اس میں تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی زیادہ ستھرائی ہے، اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ اللہ کے رسول کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیبیوں سے نکاح کرو، بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑا بھاری گناہ ہے ۵۳ اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو گے یا چھپاؤ گے تو بیشک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ۵۴ ۱؎ ان عورتوں پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے باپ اور بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور اپنے بھتیجوں اور اپنے بھانجوں اور اپنی دینی عورتوں اور اپنی کنیزوں سے پردہ نہ کریں۔

پردہ کا حکم

۱؎ ان آیتوں میں فرمایا کہ ازواج مطہرات سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر سے مانگا کرو۔ یہ بات وسواس اور خطرات سے امن میں رکھتی ہے۔ اور تم کو زیبا نہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی ایسا کام کرو جو خاطر اقدس پر گراں ہو۔ جس عورت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد فرمایا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہر شخص پر ہمیشہ کیلئے حرام ہوگئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو امت کے لوگوں کی ماں ٹھہرادیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بیوی سے امت کا کوئی شخص کبھی نکاح نہیں کرسکتا۔ اس میں اعلام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی عظمت عطا فرمائی اور آپکی حرمت ہر حال میں واجب کی۔ **شان نزول:** جب پردہ کا حکم نازل ہوا تو عورتوں کے باپ بیٹوں اور قریب کے رشتہ داروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا ہم اپنی ماؤں بیٹیوں کے ساتھ پردہ کے باہر سے گفتگو کریں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝۵۵ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰۗىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَي النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝۵۶ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝۵۷

اور اے عورتو! اللہ سے ڈرتی رہو، بیشک اللہ کے سامنے ہر چیز حاضر ہے ۝۵۵ بیشک ۱؎ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے مسلمانو! تم بھی (محمد ﷺ پر) درود اور خوب سلام بھیجا کرو ۝۵۶ بیشک جو (کفار) لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کو اور ۲؎ اس کے رسول ﷺ کو، ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے، اور ان کے لئے (آخرت میں) ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے ۝۵۷

درود شریف کے فضائل

۱؎ ان آیتوں میں فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے مسلمانو! تم بھی محمد ﷺ پر خوب درود اور سلام بھیجا کرو۔ جب اس نبی ﷺ کا ہمارے ہاں اتنا رتبہ ہے کہ خود ہم اور ہمارے فرشتے اس نبی پر درود بھیجتے ہیں، تو تم کو بہ طریق اولیٰ اس نبی ﷺ پر درود و سلام بھیجنا ضروری ہوا۔ اور اللہ پاک نے جو نبی ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ پاک نے آنحضرت ﷺ کو تمام عالم میں پسند کیا، اور مصطفیٰ اور اپنا محبوب گردانا تو جس طرح اللہ پاک کو اپنی تعریف بندوں کی زبان سے اچھی معلوم ہوتی ہے، اسی طرح اپنے محبوب ﷺ کے ذکر کو تعظیم اور دعا کے ساتھ پسند فرمایا۔ اس پر نبی ﷺ کا عجب رتبہ اور بارگاہ الٰہی میں دعا کا وسیلہ ہے۔ بخاری میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ درود شریف پڑھنے والے پر اللہ کی طرف سے ہر درود کے بدلے دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں، دس گنا اس کا مرتبہ بلند ہوتا ہے، دس نیکیاں اس کے واسطے لکھی جاتی ہیں، دس برائیاں اس سے دور کی جاتی ہیں۔ دعا مانگنے سے پہلے درود شریف پڑھا جاوے تو دعا قبول ہوتی ہے، ورنہ آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے۔ درود شریف سے آنحضرت ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔ گناہ معاف ہوتے ہیں، مشکلیں آسان ہوتی ہیں۔ حدیثوں میں ہزاروں فوائد لکھے ہیں، غرض یہ کہ ہر شخص کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت لازم ہے، کیونکہ جس کے دل میں آپ کی محبت نہ ہوگی، تو اس کے دل میں قرآن کی محبت بھی نہ ہوگی، اور خدا کی بھی نہ ہوگی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو لوگ درود پڑھنے سے غافل ہیں، قیامت کے دن درود شریف پڑھنے والوں کا ثواب دیکھ کر ان غافل لوگوں کو بڑی حسرت آوے گی۔ بعض حدیثوں اور کچھ روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ جو شخص درود

وَالَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ بِغَیۡرِ مَا اکۡتَسَبُوۡا فَقَدِ احۡتَمَلُوۡا بُہۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِیۡنًا ﴿۵۸﴾ ع یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡہِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِہِنَّ ؕ ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی اَنۡ یُّعۡرَفۡنَ فَلَا یُؤۡذَیۡنَ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۵۹﴾

اور جو لوگ مسلمان مردوں کو اور مسلمان عورتوں کو بغیر کسی برائی کے کہ عمل میں لائے ہوں ایذا پہنچاتے ہیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ اپنے سر لیا ﴿۵۸﴾ اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم [1] اپنی بیویوں سے اور صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں، یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو (کہ یہ شریف ہیں) پھر ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا، مہربان ہے ﴿۵۹﴾

شریف پڑھنا بھول گیا وہ گویا جنت کا راستہ بھول گیا۔ اس لئے مسلمانوں کو درود شریف کا زیادہ ورد رکھنا چاہئے۔

منافقوں کا انجام اور عظمت صحابہ کرام علیہم الرضوان

[2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ایذا دی، اس نے مجھ کو ایذا دی، اور جس نے مجھ کو ایذا دی، اس نے گویا اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اس حدیث کو ملا کر ان آیتوں کی تفسیر کا حاصل یہ ہوا کہ جس کسی نے نا سمجھی سے اللہ تعالیٰ کے ایذا کی کوئی بات منہ سے نکالی، یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا، آپ کے صحابہ کے ایذا کی کوئی بات، یا مسلمان مرد یا عورت پر کوئی جھوٹا بہتان لگایا، تو ایسا شخص اللہ کی رحمت سے دور قرار پا کر بڑا گنہگار اور سخت عذاب میں گرفتار ہوگا۔

[1] **شان نزول:** جب منافق لوگ شریف عورتوں کو راستہ میں چھیڑا کرتے تھے، اور جب ان منافقوں کو دھمکایا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ شریف مسلمان عورتوں کو تم کیوں چھیڑا کرتے ہو، تو کہتے تھے کہ ہم نے انکو شریف جان کر نہیں چھیڑا بلکہ لونڈی جان کر چھیڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں، پھر فرمایا کہ منافقوں کی ایک اور بھی ایذا رسانی تھی وہ یہ کہ مدینہ میں طرح طرح کی خوفناک خبریں اڑا کر لوگوں کو پریشان کیا کرتے تھے، کہ فلاں بادشاہ چڑھ کر آتا ہے وہ آکر یوں قتل عام کرے گا، فلاں قوم آتی ہے۔ ان سب کی نسبت فرمایا ہے کہ اگر یہ منافق اور وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے، شک وشبہ یا مرض زنا کاری ہے، اور وہ جو افواہیں اڑایا کرتے ہیں باز نہ رہیں گے۔ تو اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! تم کو ہم ان پر ابھاریں گے اور مسلط کریں گے، پھر مدینہ ان سے خالی کرالیا جائے گا۔ اور یہ مدینہ سے باہر نکل کر بھی خوش حال نہ رہیں گے بلکہ ذلیل وخوار ہو کر کہ جہاں پاویں پکڑیں جاویں اور قتل کئے جائیں گے۔ یہ جملہ بطور تہدید کے ہے کہ اگر منافق اس بات سے باز نہ آئیں گے

لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَةِ لَنُغْرِیَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَكَ فِیْهَاۤ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۶۰﴾ مَّلْعُوْنِیْنَ ۚۛ اَیْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ﴿۶۲﴾ یَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِیْبًا ﴿۶۳﴾

اگر باز نہ آئے منافق اور جن کے دلوں میں (برے خیال کی) بیماری ہے اور مدینہ میں جھوٹی خبریں اڑانے والے، تو بیشک ہم تم کو ان پر مسلط کر دیں گے پھر وہ تمہارے پاس مدینہ میں نہ رہیں گے، مگر تھوڑے دنوں ﴿۶۰﴾ لعنت کیے ہوئے جہاں کہیں ملیں پکڑے جاویں اور گن گن کر قتل کیے جاویں ﴿۶۱﴾ جیسا کہ اللہ کا دستور چلا آتا ہے ان لوگوں میں بھی جو پہلے گزر گئے اور تم خدا کا دستور ہرگز کہیں بدلا ہوا نہ پاؤ گے ﴿۶۲﴾ (منکر) لوگ [۱] تم سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں، تم فرماؤ اس کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو ﴿۶۳﴾

تو جہاں پائے جاویں گے قتل کیے جاویں گے۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ گزر چکے ان میں بھی اللہ پاک کا یہی دستور رہا ہے کہ ایسے لوگوں کو ہمیشہ غارت کرتا رہا ہے، اور خدا کے دستور کو تم بدلتا ہوا نہ دیکھو گے۔ اگر انہوں نے اپنے اعمال سے توبہ نہ کی تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے دستور کو ان کے ساتھ برتے گا، اور جو بیان کر دیا ہے وہ کر دکھاوے گا۔

[۱] **شان نزول:** مشرکین جو تمسخر و استہزاء اور ستانے کے طور پر گھڑی گھڑی اے محبوب ﷺ تم سے قیامت کا وقت دریافت کیا کرتے ہیں گویا کہ ان کو بہت ہی جلدی ہے، اور یہودی اس کو امتحاناً پوچھتے تھے کیونکہ توریت میں اس کا علم مخفی رکھا گیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو حکم فرمایا اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ صحیح بخاری و مسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے کہ جب لوگ اللہ کے رسول ﷺ سے قیامت کا حال پوچھا کرتے تو آپ ایک نوعمر لڑکے کی طرف نظر ڈال کر یہ فرمادیا کرتے کہ اس لڑکے کے بوڑھا ہونے سے پہلے موجودہ لوگوں میں سے اکثر لوگ مرجائیں گے، اور مرنے کے ساتھ ہی ان میں سے ہر ایک کو اپنا قیامت کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِیْنَ وَ اَعَدَّ لَهُمْ سَعِیْرًا ﴿۶۴﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًاۚ لَا یَجِدُوْنَ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا ﴿۶۵﴾ یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾ وَ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِیْرًا ﴿۶۸﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْاؕ وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًاؕ ﴿۶۹﴾

بیشک اللہ نے کافروں پر لعنت کی اور ان کے لئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے ﴿۶۴﴾ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اس میں نہ کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ مددگار ﴿۶۵﴾ جس دن کہ ان کے منہ آگ میں پھیرے جائیں گے کہیں گے اے کاش! ہم خدا کی فرمانبرداری کرتے ہوتے اور رسول کا حکم (دنیا میں) مانا ہوتا (تو آج اس عذاب میں نہ گرفتار ہوتے) ﴿۶۶﴾ اور کہیں گے: "اے ہمارے پروردگار! ہم اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کے کہنے پر چلے تو انہوں نے ہم کو (سیدھے) راستے سے گمراہ کردیا ﴿۶۷﴾ اے پروردگار! ہمارے! ان کو دوگنا عذاب دے (کیونکہ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا) اور ان پر بڑی لعنت کر" ﴿۶۸﴾ اے مسلمانو! [۱] تم ان لوگوں جیسے نہ ہوجانا کہ جنہوں نے موسیٰ (علیہ السلام) کو رنج پہنچایا، پس اللہ نے موسیٰ کو بری کردیا اس بات سے جو انہوں نے کہی اور موسیٰ اللہ کے نزدیک عزت دار ہے ﴿۶۹﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

[۱] ان آیتوں میں فرمایا اے مسلمانو! تم ان لوگوں جیسے نہ ہوجانا کہ جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ستایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس عیب سے جو لوگوں نے لگایا تھا بری کیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نزدیک بڑے عزت دار تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے حیادار اور بڑے پردہ کرنے والے تھے۔ شرم کے سبب سے ان کا بدن بنی اسرائیل میں سے کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس لئے بنی اسرائیل میں کچھ موذی (شرارتی) لوگوں نے انکو ستایا، اور کہنے لگے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بدن کے کسی عیب کے سبب سے اس قدر پردہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿٧٠﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧١﴾ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿٧٢﴾

اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو (۷۰) کہ اللہ (اسکے صلہ میں) تمہارے اعمال تمہارے لئے درست کر دے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے تو بیشک ۱؎ وہ بڑی کامیابی کو پہنچا (۷۱) بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر اپنی امانت پیش کی تو انہوں نے اسکے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور اسکو آدمی نے اٹھالیا، بیشک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے (۷۲)

کرتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس عیب سے یوں بری کیا کہ ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اکیلے جا کر اپنے کپڑے اتارے، اور ایک پتھر پر رکھ دیئے اور نہانے لگے، جب نہا چکے اور اپنے کپڑے لینے کے لئے آگے بڑھے تو پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی لاٹھی لے کر پتھر کے پیچھے دوڑے، اور فرمانے لگے: ''او پتھر! میرے کپڑے دیدے، او پتھر! میرے کپڑے دیدے'' یہاں تک کہ وہ پتھر بنی اسرائیل میں جا پہنچا اور ٹھہر گیا۔ ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تمام جسم نہایت صاف اور بے عیب دیکھا۔ اس کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی باتوں سے بری فرمایا۔ دوسری روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام ایک پہاڑ پر گئے تو وہیں حضرت ہارون علیہ السلام کا انتقال ہو گیا۔ بنی اسرائیل کہنے لگے کہ اے موسیٰ! تم نے ہی ان کو مار ڈالا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم دیا اور وہ حضرت ہارون علیہ السلام کا جنازہ اٹھا کر بنی اسرائیل کے روبرو لائے، اور جنازے میں سے آواز آئی کہ میں اپنی موت سے مرا ہوں۔ اس سے یہ مراد ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ادب و احترام بجالاؤ اور کوئی کام ایسا نہ کرو جو ان کے رنج و ملال کا باعث ہو۔ پھر فرمایا اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو، تا کہ اللہ اسکے صلہ میں تمہارے اعمال کو درست کر دے، اور تمہارے گناہ معاف کر دے، اور جس نے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کی تو وہ شخص بڑی مراد کو پہنچا۔ اور بڑی مراد کو پہنچنا یہی ہے کہ اللہ اس کو عذاب دوزخ سے بچائے گا، اور جنت میں داخل کرے گا، جہاں ہر طرح سے ہمیشہ کا عیش و آرام ہے۔

۱؎ اس آیت میں امانت کا جو ذکر ہے اس سے مراد وہ باتیں ہیں جو اللہ نے انسان پر فرض کی ہیں۔ جس کے ادا کرنے سے

لِّیُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِیْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ وَ یَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۧ﴿۷۳﴾

انجام کار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور اللہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں پر رحمت سے توجہ فرمائے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۷۳﴾

انسان کی نجات ہے۔ اس امانت کو اللہ نے آسمان اور زمین اور پہاڑوں کے روبرو پیش کر کے فرمایا تھا کہ اگر اس امانت کو تم پورے طور پر ادا کرو گے تو تم کو بڑا اجر ملے گا ورنہ تم کو سخت عذاب بھگتنا پڑے گا۔ وہ اس شرط سے ڈرے، اور اس امانت کو قبول نہیں کیا۔ پھر اللہ نے اس امانت کو حضرت آدم علیہ السلام کے روبرو پیش کیا، اور انہوں نے اپنے اور اپنی اولاد کے لئے اس امانت کو قبول کر لیا۔ اللہ کو اپنے علم ازلی سے یہ بات معلوم تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام کی بہت سی اولاد اس امانت میں خیانت کرے گی۔ اسی واسطے اللہ نے فرمایا کہ انسان بڑا نادان ہے کہ بغیر انجام سوچے اتنا بڑا بوجھ اپنے سر پر لے لیا۔ اور پھر انسان کی تسکین کیلئے یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ اس امانت میں کسی طرح کی خیانت کریں گے، تو اللہ غفور و رحیم ہے، وہ اس کی مغفرت فرماوے گا۔ ہاں جو شخص مرتے دم تک شرک و نفاق کی خیانت حق الٰہی میں کرے گا وہ آخرت کے عذاب میں پکڑا جائے گا۔ کس لئے کہ انتظام الٰہی کے موافق دنیا کے پیدا ہونے کی بنیاد اس جزا و سزا کے فیصلہ پر قائم ہوئی ہے۔ یہ انتظام آسمان و زمین اور پہاڑوں کو جتلایا گیا تھا جب انہوں نے ذمہ داری سے ڈر کر اس انتظام کو اپنے ذمہ نہیں لیا، اور سب بنی آدم کے باپ حضرت آدم علیہ السلام نے اس انتظام کو اپنے ذمہ لے لیا تو سب بنی آدم کو اس عہد پر قائم رہنا چاہیے۔

رکوعاتها ۶	۳۴ سورۃ سبا مکیۃ ۵۸	آیاتها ۵۴

سورۂ سبا مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چون آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ السبا: جو کوئی اس سورت کو سات مرتبہ صبح کے وقت پڑھے گا وہ ہر بلا سے محفوظ رہے گا اور دشمن کے ظلم و جفا سے دور رہے گا۔ اگر اس سورت کو بعد نماز فجر پڑھ کر یرقان والے پر دم کرے اور پانی دم کر کے وہ پانی یرقان والے کے منہ پر چھڑکے ان شاء اللہ ضرور فائدہ ہوگا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿۱﴾ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَ هُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ﴿۲﴾

سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے ۱ جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے، اور اسی کی تعریف ہے آخرت میں اور وہی حکمت والا، خبردار ہے ﴿۱﴾ وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ زمین سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہی مہربان، بخشنے والا ہے ﴿۲﴾

توحید کا ذکر

۱ ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ دنیا اور آخرت میں سب تعریف اللہ ہی کو زیبا ہے، کیونکہ انعام کرنیوالا دنیا اور آخرت کے لوگوں پر وہی ہے اور وہی سب کا مالک ہے۔ اور سب کے اوپر اسی کا حکم جاری ہے، سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں، اسی لئے اسی کیلئے تعریف ہے دنیا اور آخرت میں۔ اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے۔ پھر فرمایا پانی کی بوندیں جس قدر زمین میں جانے والی ہیں، اور جس قدر دانے زمین کے اندر بوئے ہوئے، اور چھپے ہوئے ہیں ان سب کی گنتی وہ جانتا ہے۔ اور جو کچھ زمین سے نکلتا ہے اس کی کیفیت اور شمار کو بھی جانتا ہے۔ اور اسی طرح جس قدر قطرے اور روزی آسمان سے اتری ہے، اور جو نیک عمل اور روحیں آسمان پر چڑھتے ہیں، ان سب کو بھی خوب جانتا ہے۔ اور وہی اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے، جو ان کی نافرمانیوں کے سبب سے ان پر جلدی عذاب نہیں بھیجتا۔ اور جو اس کے بندے اس کی طرف رجوع ہوتے ہیں، اور توبہ کرتے ہیں، ان کے خطاؤں سے بڑا درگزر کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ ان آیتوں میں مشرکوں کو یوں قائل کیا گیا ہے کہ جب انسان اور آسمان و زمین میں سب انسان کی ضرورت کی چیزیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی، اور اس کے اختیار اور علم میں ہیں، نہ ان مشرکوں کے بتوں نے ان میں سے کوئی چیز پیدا کی، نہ کسی چیز پر ان کا کچھ اختیار چلتا ہے، نہ ان بتوں کو کسی ضرورت کی چیز کا کچھ حال معلوم ہے۔ تو پھر ان بتوں کو اللہ کی تعظیم میں شریک ٹھہرانے کا کیا حق ہے۔ اب تو دنیا میں شیطان کے بہکانے سے یہ مشرک لوگ اپنے بتوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں مگر مرنے کے بعد ان کو معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں غلطی پر تھے۔ دونوں جہان کی تعظیم اور تعریف اللہ ہی کو زیبا ہے شرک سے توبہ کر کے اللہ کی وحدانیت کا جو شخص قائل ہو جائے تو اسکے زمانہ شرک کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ وَ لَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۟ۙ ﴿۳﴾ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۴﴾

اور[۱] کافر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ تم فرماؤ: "کیوں نہیں، میرے پروردگار کی قسم! وہ ضرور تم پر آئے گی (پروردگار) غیب کا جاننے والا ہے"، اس سے ذرہ بھر غائب نہیں کوئی چیز نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ اس سے چھوٹی نہ بڑی مگر یہ کہ وہ صاف بتانے والی کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے ۳ تا کہ صلہ دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے، یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے ۴

قیامت میں دوبارہ اُٹھنے کا ذکر

[۱] قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کا آنا جگہ جگہ قسم کھا کر تاکید سے فرمایا ہے کہ اس سے ایک تو ان منکروں کا جواب دینا مقصود ہے جو قیامت کے منکر تھے۔ اور آنحضرت ﷺ جب قیامت کا ذکر فرماتے تھے تو بڑا تعجب کرتے تھے، اور دوسرا مقصود یہ ہے کہ قیامت کے دن حساب کتاب، عملوں کا تولنا، جنت اور دوزخ میں داخل ہونا، جن جن باتوں کا ذکر ہے ان باتوں پر مسلمانوں کا ایمان مضبوط ہو جائے۔ کیونکہ جب تک ان باتوں پر ایمان مضبوط نہ ہوگا، خلوص سے نیک کام آدمی سے نہ ہو سکے گا۔ جب تک نیک نیت سے نیک کام نہ کیا جائے، تو اوپری دل سے کیا کام مقبول نہیں ہے۔ قرآن شریف اور حدیث شریف میں قیامت کا نام یوم آخر جو آیا ہے اس کا سبب علماء نے یہی لکھا ہے کہ پہلا دن تو ہر انسان کے لئے وہ ہے، جس دن وہ بالکل نیست سے ہست ہو کر دنیا میں پیدا ہوا، اور دوسرا دن وہ ہوگا کہ قیامت ہو کر پھر دوبارہ انسان نیست سے ہست ہو جائے گا۔ فرمایا آسمان اور زمین اور تمام مخلوقات کو پیدا کرنا یاد دلا کر منکروں کو قائل کیا ہے کہ جس طرح پہلی دفعہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب، کچھ نیست سے ہست کیا ہے، اسی طرح قیامت کے دن ہوگا۔ اور جس طرح پہلی دفعہ اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت سے کوئی چیز باہر نہ تھی، دوسری دفعہ بھی باہر نہیں ہے۔ کتابِ مبین سے مقصود لوح محفوظ ہے، جس میں ہر ایک چھوٹی بڑی چیز دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے لکھی جا چکی ہے۔ قیامت اس لئے آئے گی کہ نیک و بد کا فیصلہ کیا جائے، پھر فرمایا کہ

وَالَّذِیْنَ سَعَوْ فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ۝۵ وَیَرَى الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَیَهْدِیْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۝۶ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ یُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۝۷

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں میں ہرانے کی کوشش کی ان کے لئے سخت دردناک عذاب کی سزا ہے ۝۵ اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف اترا ہے (یعنی قرآن) وہی حق ہے، اور وہ خدائے غالب سب خوبیوں والے کی راہ بتاتا ہے ۝۶ اور[۱] کافر (آپس میں) کہتے ہیں کہ کیا ہم تم کو ایسا آدمی بتائیں جو کہ تم کو خبر دیتا ہے کہ جب تم (مر کر سڑ گل جاؤ گے اور) بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تم (اس کے بعد قیامت کو) پھر نئی پیدائش ہو گے ۝۷

جنت میں عزت کی روزی ہوگی، جنت میں جو نعمتیں مسلمانوں کو ملیں گی، وہ نہ کسی نے آنکھ سے دیکھیں، نہ کانوں سے سنیں، نہ کسی کے دل میں ان کا خیال گزر سکتا ہے۔

[۱] ان آیتوں میں فرمایا کہ جن لوگوں نے قرآن کی آیتوں کو جھٹلانے کی کوشش کی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر اور جادوگر کہہ کر جھٹلایا۔ ان بدبختوں کے واسطے سختی کا دردناک عذاب ہے۔ اب آگے فرمایا لوح محفوظ میں قیامت کا آنا جہاں لکھا ہے اور نیک و بد کی جزا و سزا کا حال لکھا ہے وہاں قیامت کے آنے کا یہ فائدہ بھی لکھا ہے کہ علم الٰہی کے موافق جن لوگوں نے قرآن کی نصیحت سے عقبیٰ کی بہبودی کی سمجھ حاصل کر لی ہے، وہ اس قرآن کی نصیحت سے روکنے والوں کا کہنا نہیں مانیں گے۔ جس کا نتیجہ ان کے حق میں یہ ہوگا کہ قیامت کے دن وہ قرآن کی ہدایت اور جزا و سزا کی صداقت کو آنکھوں سے دیکھ لیویں گے بعضے جنتی اپنے دنیا کے بہکانے والوں کو دوزخ میں دیکھ کر اپنی دنیا کی ثابت قدمی اور بہکانے والوں کے بہکانے میں نہ آئے اور اللہ کا شکر ادا کریں گے۔

اللہ کی قدرت کی نشانیاں

[۲] ان آیتوں میں منکرین حشر کی نادانی بیان فرمائی ہے کہ ان نادانوں کے پاس اور کوئی دلیل عقلی تو حشر کے ناممکن ہونے کی

اَفْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِی الْعَذَابِ وَ الضَّلٰلِ الْبَعِیْدِ ⑧ اَفَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَیْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ⑨ ع

کیااس شخص نے خداپر (قصداً) جھوٹ باندھ لیاہے، یااس کوجنون ہے (یہ دونوں باتیں نہیں) بلکہ وہ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ عذاب اور دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں ⑧ پس ا ؎ کیاانہوں نے نہیں دیکھا جوان کے آگے اوران کے پیچھے ہے آسمان اور زمین، اگرہم چاہیں توان کوزمین میں دھنسادیں یاان پرآسمان کاٹکڑا گرادیں، بیشک اس میں ہررجوع کرنے والے بندے کے لئے نشانی ہے ⑨

نہیں ہے، فقط یہی ایک نادانی کاتعجب انکے دل میں بساہواہے کہ ان کاگوشت پوست ہڈیاں سب کچھ گل گھل کر جب خاک ہوجائے گا، توپھریہ دوبارہ کیونکر پیداہوں گے۔اورمنکرین حشر کی اس نادانی کاجواب اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ قرآن میں یہی دیا ہے کہ آخران کاگوشت پوست ہڈیاں گل گھل کرایسی ہی خاک ہوجائیں گی۔جس طرح دنیاکے پیداہونے سے پہلے کی خاک تھی، جس خاک سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کاپتلا بنایا۔جس پتلے سے سلسلہ بہ سلسلہ کروڑہاپتلے پیداہوتے چلے آتے ہیں۔پھرایسے قادرمطلق کواسی خاک سے دوبارہ ہرایک پتلاکوعلیحدہ علیحدہ بنادیناکیامشکل ہے۔

ا ؎ اس آیت میں انہی قیامت کے منکرلوگوں کویوں سمجھایاگیاہے کہ یہ لوگ کیاآنکھوں سے دیکھتے نہیں کہ ان کے آگے اور پیچھے آسمان اورزمین ہے۔کہ جہاں کہیں آتے جاتے ہیں آسمان ان کے سروں پرہے، اورزمین ان کے نیچے ہے۔مطلب یہ ہے کہ آسمان اورزمین ان کوگھیرے ہوئے ہیں، آگے پیچھے وہی دکھائی دیتے ہیں۔کیاوہ اندھے ہوگئے ہیں جواتنانہیں دیکھتے کہ یہ دونوں اللہ کی قدرت کی کتنی بڑی نشانیاں ہیں۔جب ان کے پیداکرنے کی ہم میں پہلی دفعہ کی قدرت دیکھتے ہیں، توکیا ہم ان کودوسری بارپیدانہیں کرسکتے، یایہ سبب ان کے کفراورجھٹلانے کے ان کے اوپرعذاب نہیں نازل کرسکتے۔اگرہم چاہیں توان کوزمین میں دھنسادیں، یاان پرآسمان کاکوئی ٹکڑاگرادیں، لیکن ہم نے اپنی بردباری کے سبب سے ان کومہلت دے رکھی ہے۔اورپچھلی اُمتوں کے قصے جوان لوگوں کوسنائے گئے ہیں، ان میں سرکشی سے بازآنے والے اوراللہ کی طرف رجوع ہونے والے کیلئے عبرت پکڑنے کی بڑی نشانی ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۖ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿۱۰﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۖ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱﴾

اور بیشک [۱] ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو اپنی طرف سے بزرگی دی (ہم نے حکم دیا): ''اے پہاڑو! داؤد کے ساتھ تسبیح کرو'، اور پرندوں کو (ان کا مسخر کردیا) اور ہم نے ان کے لئے لوہے کو نرم کردیا ﴿۱۰﴾ اور (یہ حکم دیا) کہ تم کشادہ زرہیں بناؤ اور (کڑوں کے) بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھو، (اے داؤد کے گھر والو!) تم سب نیک کام کرو، بیشک میں تمہارے کام دیکھ رہا ہوں ﴿۱۱﴾

حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا واقعہ

[۱] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس انعام اور فضل کا حال بیان فرمایا ہے جو اس نے حضرت داؤد علیہ السلام پر کیا، کہ نبوت اور کتاب وسلطنت ان کو دی، اور بہت سالشکر اور سامان دیا، اور اس طرح کی آواز ان کو عطا کی جب وہ تسبیح کرتے تو ان کے ساتھ اونچے اونچے پہاڑ بھی تسبیح کرتے۔ اور پرندوں کو حکم دیا کہ جب وہ تسبیح کرتے تو پرند جھک آتے، اور طرح طرح کی آوازوں سے ان کا ساتھ دیتے، یہ آپ کا معجزہ تھا۔ پھر فرمایا ہم نے ان کے لئے لوہے کو مثل موم کے نرم کردیا یعنی آپ کے دست مبارک میں لوہا آ کر مثل موم یا گوندھے ہوئے آٹے کے نرم ہو جاتا تھا، اور آپ اس سے جو چاہتے بغیر آگ کے اور بغیر ٹھونکے پیٹے بنا لیتے تھے۔ اس کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ بنی اسرائیل کے بادشاہ ہوئے تو آپ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ لوگوں کے حالات کی جستجو کے لئے اس طرح نکلتے کہ لوگ آپ کو نہ پہچانیں، اور جب کوئی ملتا اور آپ کو نہ پہچانتا تو اس سے آپ دریافت کرتے کہ داؤد کیسا شخص ہے، سب لوگ تعریف کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ انسان کی صورت میں بھیجا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس سے بھی حسب عادت یہی سوال کیا تو فرشتے نے کہا کہ حضرت داؤد علیہ السلام ہیں تو بہت ہی اچھے آدمی، کاش ان میں ایک خصلت نہ ہوتی۔ اس پر آپ متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ بندہ خدا کونسی خصلت ہے۔ اس نے کہا کہ وہ اپنا اور اپنے اہل وعیال کا خرچ بیت المال سے لیتے ہیں۔ آپ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ ان کے لئے کوئی ایسا سبب کردے جس سے آپ اپنے اہل وعیال کا گزارہ کریں۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے لوہے کو نرم کیا، اور آپ کو صنعت زرہ سازی کا علم دیا۔ آپ روزانہ ایک زرہ بناتے وہ چار ہزار کو بکتی تھی۔ اس میں سے اپنے اور اپنے اہل وعیال پر بھی خرچ کرتے اور فقراء اور مساکین پر بھی صدقہ کرتے۔ پھر فرمایا کہ اس لوہے سے بڑی زرہ بناؤ کہ پہننے والا اس کو زمین میں گھسیٹتا جاوے یعنی بدن سے زیادہ ہو اور کڑیوں کے جوڑنے میں اندازے کا لحاظ رکھنا۔ اور اے داؤد کے گھر والو تم بھی اس کے ساتھ مل کر اچھے کام کرو۔ جو کچھ تم کرتے ہو میں سب کو دیکھ رہا ہوں اس کی جزا دوں گا۔

وَ لِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَ اَسَلْنَا لَهٗ عَیْنَ الْقِطْرِ ؕ وَ مِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَ مَنْ یَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ ﴿۱۲﴾ یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَ تَمَاثِیْلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَ قُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَ قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾

اور[۱] ہم نے ہوا کو سلیمان (علیہ السلام) کے تابع کر دیا، اس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی راہ اور شام کی منزل (بھی) ایک مہینہ کی راہ، اور ہم نے اس کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا، اور جنوں میں بعضے وہ تھے جو اس کے آگے پروردگار کے حکم سے کام کرتے اور جو ان میں ہمارے حکم سے پھرے ہم اسے (آخرت میں) دوزخ کا عذاب چکھائیں گے ﴿۱۲﴾ (وہ جنات) اس کے لئے وہ[۲] وہ چیزیں بناتے جو کچھ وہ چاہتا، اونچے اونچے محل اور تصویریں اور حوضوں کے برابر لگن اور (بہت بڑی) دیگیں جو ایک جگہ جمی رہتی تھیں، (ہم نے کہا): ''اے داؤد کے گھر والو! شکر کرو اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیں'' ﴿۱۳﴾

[۱] اللہ تعالیٰ نے جو انعام داؤد علیہ السلام پر کیا تھا، اس کے ذکر کے بعد اس انعام کا ذکر فرمایا جو ان کے بیٹے سلیمان علیہ السلام پر کیا۔ وہ یہ کہ ہوا کو تابع کر دیا کہ وہ ان کو صبح سے دوپہر کی سیر میں ایک مہینہ کا راستہ طے کرا دیتی تھی، اور ایسے ہی دوپہر سے شام تک کی سیر میں ایک مہینہ کی راہ لے پہنچتی تھی۔ اسی طرح ایک روز میں دو مہینہ کا راستہ طے ہو جاتا تھا۔ شاہ صاحب نے اپنے فوائد میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک تخت تھا جس پر سب لشکر چلتا تھا۔ ہوا اس کو لئے چلتی تھی ملک شام سے یمن اور یمن سے شام۔ ایک اور ہم نے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ نکالا تھا، جنات اس کو سانچوں میں ڈھال کر برتن بناتے۔ بہت بڑے لشکر کے موافق ان میں کھانا پکتا اور بٹتا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کی طرح سلیمان علیہ السلام کیلئے جنوں کو بھی تابعدار کر دیا تھا ہر طرح کا کام کرتے تھے۔ اور جو کوئی ان جنوں میں ہمارے حکم سے سرتابی کریگا تو اس کو آخرت میں ہم آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ دنیا ہی میں ان کو آگ کا عذاب دیا، اور ایک فرشتہ اس لئے مقرر کیا کہ جو جن کسی طرح کی نافرمانی کرے، تو وہ فرشتہ ایک آگ کا کوڑا اس جن کے مارتا تھا جس سے وہ جن جل کر بالکل خاک ہو جاتا تھا۔

[۲] سلیمان علیہ السلام کے حکم سے اونچے اونچے محل اور تصویریں اور مسجدیں بنیں، انہیں میں سے بیت المقدس بھی ہے۔ اور

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ج فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِى الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ط ﴿۱۴﴾

پھر[۱] جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم بھیجا تو جنوں کو اس کے مرنے کا پتہ نہ بتایا مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ سلیمان کے عصا کو کھاتا تھا، پس جب سلیمان زمین پر گر گئے تو جنوں کو حقیقت معلوم ہوئی اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو (ہرگز) اس ذلت کی تکلیف میں (ایک سال تک) نہ رہتے (کیونکہ وہ تو سلیمان کو زندہ سمجھ رہے تھے) ﴿۱۴﴾

ایسے بڑے بڑے لگن آپ نے تیار کرائے تھے جن میں ایک ہزار آدمی ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔ اور دیگیں ایسی بڑی بڑی بنوائی تھیں جن پر بغیر سیڑھی کے چڑھنا ہی ناممکن تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے داؤد کے گھر والو! جو نعمتیں اللہ نے تم کو عطا فرمائیں ہیں ان کا شکر ادا کرو۔

[۱] حضرت سلیمان علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی تھی کہ ان کی وفات کا حال جنات پر ظاہر نہ ہو۔ تاکہ انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ جن غیب نہیں جانتے۔ پھر آپ محراب میں داخل ہوئے اور حسب عادت نماز کے لئے اپنے عصا پر تکیہ لگا کر کھڑے ہو گئے۔ جنات حسب دستور اپنی خدمتوں میں مشغول رہے، اور یہ سمجھتے رہے کہ حضرت زندہ ہیں، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا عرصہ دراز تک اسی حالت پر رہنا ان کے لئے کچھ حیرت کا باعث نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ بارہا دیکھتے تھے کہ آپ ایک ایک ماہ دو دو ماہ اور اس سے بھی زیادہ عرصہ تک عبادت میں مشغول رہتے ہیں، اور آپ کی نماز بہت دراز ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ آپ کی وفات کے پورے ایک سال بعد تک جنات آپ کی وفات پر مطلع نہ ہوئے، اور اپنی خدمتوں میں مشغول رہے یہاں تک کہ بحکم الٰہی گھن کے کیڑے نے آپ کا عصا کھالیا، اور آپ کا جسم مبارک جو لاٹھی کے سہارے سے قائم تھا گر پڑا۔ اس وقت جنات کو آپ کی وفات کا علم ہوا اور اگر جنات غیب جانتے تو سلیمان علیہ السلام کی وفات سے مطلع ہو جاتے، اور ایک سال تک عمارت کے کاموں میں تکالیف شاقہ اٹھائے نہ رہتے۔ مروی ہے کہ داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی بنیاد اس مقام پر رکھی تھی جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ اس عمارت کے پورا ہونے سے قبل داؤد علیہ السلام کی وفات کا وقت آ گیا تو آپ نے اپنے فرزند ارجمند حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کی تکمیل کی وصیت فرمائی۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب پہنچا تو آپ نے دعا کی کہ آپ کی وفات جنوں پر ظاہر نہ ہو تاکہ وہ عمارت کی تکمیل تک مصروف عمل رہیں اور انہیں جو علم غیب کا دعویٰ ہے وہ باطل ہو جائے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِىْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَىْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَىْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِىْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾

بیشک ؂ قوم سبا کے لئے ان کی بستی میں نشانی تھی، دو باغ دائیں اور بائیں تھے (اور ان سے کہا گیا تھا): ''اپنے پروردگار کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کیا کرو، (یہاں تمہارے رہنے کو یہ) پاکیزہ شہر ہے اور (آخرت میں گناہوں کا) اللہ بخشنے والا ہے'' ﴿۱۵﴾ پس انہوں نے منہ پھیر لیا، ہم نے ان پر زور کا سیلاب بھیجا (جس نے باغ و مال وغیرہ سب کچھ ڈبو دیا) اور انہیں ان کے باغوں کے بدلے دو ایسے باغ دیئے جن کے میوے نہایت بدمزہ تھے اور جن میں کچھ تو جھاؤ اور تھوڑی سی بیریاں ﴿۱۶﴾ ہم نے انہیں یہ بدلہ دیا ان کی ناشکری (اور ان کے کفر) کی سزا اور ہم سزا ناشکرے ہی کو دیا کرتے ہیں ﴿۱۷﴾

قوم کی نافرمانی کا انجام

؂ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں فرمایا کہ قوم سبا کیلئے ان کی بستی میں یہ نشانی اللہ کی قدرت کی تھی کہ وہ دو باغ دائیں اور بائیں طرف رکھتے تھے۔ یہ باغ ایسے سرسبز تھے اور اس قدر کثرت سے ان میں میوے کی پیداوار تھی کہ کوئی عورت ٹوکرا سر کے اوپر رکھ کر درختوں کے نیچے سے گزرتی تو خود بخود ٹوکرا میوے سے بھر جاتا۔ اور ہم نے حکم دیا تھا کہ اپنے پروردگار کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔ تمہارے لئے دنیا میں رہنے کو عمدہ شہر ہے، اور آخرت میں گناہ بخشنے والا پروردگار ہے۔ جب ان لوگوں نے اللہ کی نصیحت کو نہ مانا اور بت پرستی نہ چھوڑی تو ان پر یہ آفت آئی کہ قوم سبا کے بادشاہوں نے دو پہاڑوں کے کنارے درخت لگا دیئے تھے۔ وہ بہت سبز اور میوے دار ہوئے، بند کی مضبوطی کے سبب سے انکی خاطر جمع تھی لیکن ان لوگوں کی نافرمانی کی سزا میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے گھونس نے اس بند میں سوراخ کر کے اس کو توڑ ڈالا۔ اور اس کثرت پانی سے آیا جس نے سب میوے کے درختوں کو، کھیتی اور بستی کے مکانات کو برباد کر دیا، اور ان میوہ دار باغوں کی جگہ کچھ جھاڑ پیلو اور بیری کے درخت پیدا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے قوم سبا کو پانی کے ریلے سے جو برباد کیا، یہ اس قوم کی نافرمانی اور ناشکری کی سزا تھی۔ کیونکہ بغیر جرم کے ظلم کے طور پر کسی قوم کو برباد کر دینا اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر حرام ٹھہرا رکھا ہے۔

وَ جَعَلْنَا بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَ الْقُرَى الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّ قَدَّرْنَا فِیْهَا السَّیْرَ ؕ سِیْرُوْا فِیْهَا لَیَالِیَ وَ اَیَّامًا اٰمِنِیْنَ ﴿۱۸﴾ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا وَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ وَ مَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾

اور ہم نے ان میں اور ان شہروں میں جن میں ہم نے برکت رکھی، بہت سے شہر ایک دوسرے سے ملے ہوئے آباد کردیئے، اور انکے سفر کا ایک انداز رکھا کہ بے خوف و خطر راتوں کو دنوں کو ان شہروں میں چلو ﴿۱۸﴾ پس وہ کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے سفروں میں دوری پیدا کردے اور (علاوہ اس کے اور بھی نافرمانیاں کر کے) انہوں نے خود اپنا ہی نقصان کیا، پس ہم نے انکو (بعد والوں کیلئے) افسانے بنادیئے اور انہیں پوری پریشانی سے پراگندہ کردیا، بیشک اس قصہ میں ہر بڑے صبر کرنیوالے ہر بڑے شکر کرنے والے کیلئے ضرور نشانیاں ہیں ﴿۱۹﴾

قوم سبا کی نافرمانی

لہ ان آیتوں میں قوم سبا کی باقی کی حالت کا ذکر ہے کہ یہ لوگ یمن سے ملک شام کو اکثر جایا کرتے تھے۔ اس راستہ میں گاؤں ایسے پاس پاس تھے کہ مسافر کو کھانا پینا اور سفر کا سامان لادنے کی حاجت نہیں ہوتی تھی، کہ جس جگہ کا ارادہ کیا بے تکلف وہاں چل دیا، جہاں ٹھہرا، پانی اور میوہ تیار پایا۔ چلنے والا ایک مقام سے صبح چلے تو وہ دوپہر کو ایک آبادی میں پہنچ جائے، اور جب دوپہر کو چلے تو شام کو ایک شہر میں پہنچ جائے۔ اور ہم نے ان سے کہا نہ راتوں میں کوئی کھٹکا، نہ دنوں میں کوئی تکلیف، نہ دشمن کا اندیشہ، نہ بھوک پیاس کا غم۔ جب ان لوگوں میں نعمت اور مالداری کے سبب سے حسد پیدا ہوا کہا کہ ہمارے اور غریبوں کے درمیان کوئی فرق ہی نہیں رہا کہ قریب قریب کی منزلیں ہیں۔ لوگ خوشی خوشی ہوا خوری کرتے چلے جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسری آبادی آجاتی ہے، وہاں آرام کرتے ہیں۔ نہ سفر میں تکان، نہ کوفت۔ اگر منزلیں دور ہوتیں، اور سفر کی مدت دراز ہوتی، راہ میں پانی نہ ملتا، جنگلوں اور بیابانوں میں گزر ہوتا، تو ہم توشہ ساتھ لیتے۔ پانی کا انتظام کرتے، سواریاں اور خدام ساتھ رکھتے، سفر کا لطف آتا، اور امیر و غریب کا فرق ظاہر ہوتا۔ یہ خیال کر کے انہوں نے کہا کہ ہمارے اور شام کے درمیان جنگل اور بیابان کردے کہ بغیر توشہ اور سواریوں کے سفر نہ ہو سکے۔ انہوں نے سختی کے سفر کی اللہ سے دعا کی جو حقیقت میں ایک بددعا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ بددعا قبول کرلی اور پانی کے ریلہ کا عذاب بھیج کر ملک یمن سے ان کو بالکل اجاڑ دیا۔ جس سے ان میں کچھ لوگ ملک شام کو، کچھ مدینہ اور عمان وغیرہ کو چلے گئے۔ اور وہ ملک یمن کی مراحت پھر ان کو خواب میں بھی نظر نہ

وَ لَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۲۱﴾ ع

اور بیشک شیطان نے ان لوگوں کے بارے میں اپنا گمان سچ کر دکھایا، پس اس کی پیروی کی مگر ایک گروہ کہ مسلمان تھا (وہ اس کی چالاکیوں میں نہیں آیا[1]) ﴿۲۰﴾ اور شیطان کا ان پر کچھ غلبہ نہ تھا مگر اس لئے کہ ہم دکھا دیں کہ کون آخرت پر ایمان لاتا ہے اور کون اس سے شک میں ہے اور تمہارا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے ﴿۲۱﴾

آتی۔ اور ان کی یمن کی راحت کی حالت، اور اس راحت کے بعد تکلیف کی حالت، اس وقت کے لوگوں میں ایک افسانہ کی طرح مشہور ہوگئی۔ بیشک ایسے قصے مصیبت کے وقت صبر، اور راحت کے وقت شکر کرنے والوں کے حق میں عبرت کی نشانیاں ہیں۔ اور یہ عبرت ایمان کی نشانی ہے۔ اس لئے تھوڑے سے مسلمانوں کے سوا اکثر لوگ مصیبت کے وقت گھبرا کر، اور رحمت کے وقت اِترا کر، بے صبری اور ناشکری میں شیطان کے تابع ہو جاتے ہیں۔ اور شیطان نے آسمان سے نکالے جانے کے وقت یہ جو کہا تھا کہ بنی آدم کو ہر طرح سے بہکاؤں گا، پس اس نے اپنا گمان سچ کر دکھایا۔

شیطانی وسوسہ کا انجام

[1] اس آیت میں فرمایا ہے کہ شیطان کا وسوسہ انسان کے پیچھے لگانا اسلئے ہے کہ اللہ کے علم ازلی میں یہ بات قرار پا چکی ہے، کہ خواہش نفسانی اور اس خواہش نفسانی کا اُبھارنے والا شیطان دنیا میں انسان کے ساتھ پیدا ہوگا۔ تو کچھ انسان شیطان کے بہکاوے میں آن کر اپنی عمر برے کاموں میں گزار دیویں گے، اور کچھ انسان اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت مان کر شیطان کے بہکاوے میں نہ آئیں گے۔ بلکہ شیطان کے وسوسہ سے ان کو اور یہ فائدہ ہوگا کہ جب شیطان ان کے دل میں کسی برے کام کا وسوسہ ڈالے گا، اور وہ خوف عقبیٰ سے اس وسوسہ کو ٹال دیویں گے، اور اس وسوسہ کے موافق برا کام کرنے کی جرأت نہ کریں گے۔ تو اس برے خیال کو چھوڑنے کے عوض میں ایک نیکی ان کے نامہ اعمال میں لکھی جاوے گی۔ پھر فرمایا کہ اس قدر انتظام الٰہی کے بعد کسی طرح کا شیطانی غلبہ انسان پر باقی نہیں رہتا ہے۔ جو کوئی اس انتظام سے غافل رہے گا، وہ عقبیٰ کا منکر اور قابل سزا قرار پائے گا۔ جو کوئی شیطان کے پھندے سے بچنے کے انتظام الٰہی کو کام میں لائے گا، اس کے لئے ایک نیکی ہے، سات سو تک یا اس سے بھی زیادہ بدلہ ہے اور ایسے لوگوں کی نگہبانی اللہ کے ہاتھ ہے اور اس کی نگہبانی ہر چیز کے لئے کافی ہے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾

(اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱) تم فرماؤ کہ جن کو تم خدا کے سوا (معبود) گمان کرتے ہو ان کو پکارو، وہ ذرہ بھر کے مالک نہیں (نہ) آسمانوں میں نہ زمین ہی میں اور نہ انکی ان دونوں میں کوئی شرکت ہے اور نہ اللہ کا ان میں سے کوئی مددگار ہے ﴿۲۲﴾ اور اللہ کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر جس کیلئے وہ اجازت دیدے (اس وقت تمام اہل محشر پریشان ہوں گے) یہاں تک کہ جب اجازت دے کر انکے ۲ دلوں سے گھبراہٹ دور کردی جاتی ہے تو (ایک دوسرے سے) کہتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا وہ کہتے ہیں جو فرمایا حق فرمایا کہ وہ بلند مرتبہ بڑی شان والا ہے ﴿۲۳﴾

۱ اس آیت میں فرمایا کہ مشرکین مکہ نے جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت مخالفت شروع کی، تو اس مخالفت کے اثر سے مکہ میں سخت قحط پڑا۔ اس قحط کے زمانہ میں مشرکین مکہ نے اپنے بتوں سے مینہ برسنے کی بہت کچھ التجا کی، لیکن ایک بوند پانی کی نہیں پڑی۔ آخر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ابوسفیان نے مینہ برسنے کی دعا کی التجا کی، اور آپ کی دعا سے مینہ برسا۔ اسی طرح کی بتوں کی بے اختیاری جتلانے کیلئے داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام اور قوم سبا کے قصے سنائے۔ فرمایا: ”اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان مشرکوں سے کہدو کہ اللہ کی قدرت کے مقابلہ میں ان جھوٹے معبودوں کا کوئی اختیار اسلئے نہیں چل سکتا کہ آسمان وزمین میں نہ ایک ذرہ کے یہ مالک ہیں، نہ آسمان کے پیدا کرنے میں ان کا کچھ ساجھا ہے، نہ کسی چیز کے پیدا کرنے میں اللہ نے ان سے کچھ مدد چاہی ہے۔

توحید اور مشرکین کا ذکر

۲ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مشرکین مکہ کو بت پرستی سے منع کرتے، اور آخرت کے عذاب سے ڈراتے، تو کہتے تھے کہ اول تو ہم مر کر جینے کے نہیں، اور اگر جئے اور حساب کتاب اور عذاب کا موقع پیش آیا تو جن مورتوں کی ہم پوجا کرتے ہیں، اللہ کی درگاہ میں ضرور ہماری سفارش کر کے ہم کو عذاب سے نجات دلوائیں گے۔ فرمایا کہ جن مورتوں کو یہ لوگ پوجتے ہیں نہ خدا کی

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾

تم ۱ فرماؤ کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہے، تم خود فرماؤ کہ اللہ دیتا ہے اور بیشک ہم یا تم (دونوں میں سے) یا تو ضرور ہدایت پر ہیں یا صریح گمراہی میں ﴿۲۴﴾ تم فرماؤ: ''ہم نے تمہارے گمان میں اگر کوئی جرم کیا تو اس کی تم سے پوچھ نہیں ہوگی نہ تمہارے اعمال کی ہم سے پوچھ ہوگی'' ﴿۲۵﴾

خدائی میں ان کو کچھ اختیار ہے کہ اپنے اختیار سے بچا سکتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت

صحیح بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی جو روایتیں ہیں کہ شفاعت دو طرح کی ہوگی: ❶ ایک محشر کے میدان میں گرمی اور پسینے سے تمام اہل محشر گھبرا کر جب اس بات کی شفاعت چاہیں گے کہ ان کا حساب و کتاب جلدی سے شروع ہو جائے، اور اس شفاعت کیلئے اہل محشر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب انبیاء کے پاس جائیں گے مگر سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس شفاعت پر کوئی نبی مستعد نہ ہوگا۔ اسی واسطے یہ شفاعت خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک کے ساتھ مخصوص ہے۔ ❷ دوسری شفاعت کلمہ گو گناہ گاروں کو دوزخ میں سے نکال کر جنت میں داخل کرانے کی ہوگی۔

۱ ان آیتوں میں فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تم ان بت پرستوں سے یہ پوچھو کہ آسمان سے مینہ برسا کر اور زمین میں ہر طرح کی پیداوار کی تاثیر پیدا کر کے تم لوگوں کے رزق کا سامان کون کرتا ہے، اور جب مکہ میں قحط پڑا تھا تو تم نے بتوں سے اس قحط کے رفع کی بہت ہی التجا کی۔ آخر کار ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا کرا کر اس قحط کو رفع کیا۔ اس کے بعد ان مشرکوں سے یہ بھی کہہ دیا جائے کہ مکہ کے قحط کے تجربہ سے یہ سمجھ لو کہ ہم میں اور تم میں کون حق پر ہے۔ پھر فرمایا ان سے کہہ دیا جائے جو نصیحت تم کو کی جاتی ہے، اگر تم لوگ اس کو نہ مانو گے، تو ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ ہمیں تمہیں سب کو اللہ کے روبرو کھڑا ہونا پڑے گا۔ اس دن حق ناحق سب کھل جائے گا۔ کیونکہ حق ناحق اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے، اور وہ اپنے علم کے موافق بڑے انصاف سے فیصلہ کرنے والا ہے۔ پھر فرمایا جن بتوں کو یہ لوگ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں، ان میں اللہ کی قدرت جیسی کوئی بات یہ لوگ دکھا سکتے ہیں تو دکھلا دیں، لیکن اللہ کی قدرت اور حکمت ایسی زبردست ہے کہ اس کی قدرت اور حکمت جیسی کوئی بات مخلوق میں ہرگز نہیں پائی جا سکتی۔ اب آگے اپنے محبوب کی تسکین کے لئے فرمایا: ''اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ تمہاری قوم کے لوگ تمہاری نصیحت کو نہیں مانتے تو اس کا کچھ رنج نہ کرنا چاہئے، کیونکہ اور رسولوں کی طرح تم کو اللہ نے کسی خاص قوم کا رسول بنا کر نہیں بھیجا، بلکہ تمہاری نبوت ایسی عام ہے کہ تمام انسان اس کے احاطہ میں ہیں۔ گورے ہوں یا کالے، عربی ہوں یا عجمی، پہلے ہوں یا پچھلے،

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَاۗءَ كَلَّا ۭ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ع وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ

ع ۹

تم فرماؤ کہ ہمارا پروردگار ہم سب کو (قیامت کے دن) جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان سچا فیصلہ کردے گا، اور وہی خوب فیصلہ کرنے والا جاننے والا ہے ﴿۲۶﴾ تم فرماؤ کہ مجھے تو دکھاؤ جن کو تم نے شریک (خدا) بنا کر اس کے ساتھ ملا رکھا ہے، ہرگز نہیں بلکہ وہی اللہ زبردست حکمت والا ہے ﴿۲۷﴾ اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے تم کو تمام لوگوں کیلئے (پیغمبر بنا کر) بھیجا ہے (مسلمانوں کو) خوشخبری اور (کافروں کو) ڈرسنانے کو، ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۲۸﴾ اور یہ لوگ (سن کر) کہتے ہیں کہ یہ (قیامت کا) وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو (تو بتاؤ) ﴿۲۹﴾ تم فرماؤ کہ تمہارے لئے ایک ایسے دن کا وعدہ (مقرر) ہے کہ جس سے تم نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکو اور نہ آگے بڑھ سکو ﴿۳۰﴾ اور کافر کہتے ہیں [1] کہ ہم ہرگز نہ اس قرآن پر ایمان لاویں گے اور نہ ان کتابوں پر جو اس سے پہلے تھیں

سب کے لئے آپ رسول ہیں، اور وہ سب آپکے اُمتی ہیں۔ غرض یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام خلق کے رسول ہیں، اور یہ مرتبہ خاص آپ کا ہے جو قرآن کریم کی آیات اور احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ سورہ فرقان کی ابتدا میں بھی اس کا بیان گذر چکا ہے (خازن)۔ آگے فرمایا کہ اکثر لوگ اس سے بے خبر ہیں، اسلئے سرکشی کی باتیں کرتے ہیں، اور ایسی سرکشی کے سبب سے قیامت کی باتوں کو ہنسی خیال کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ آخر ان باتوں کا ظہور کب ہوگا۔ اسکے جواب میں ان لوگوں سے کہہ دیا جائے کہ جب ان باتوں کے ظہور کا وقت آ گیا، تو پھر گھڑی بھر کی بھی دیر سویر نہ ہوگی۔

[1] آیتوں میں فرمایا کہ جب ان مشرکوں کو قیامت کا یہ جواب دیا گیا کہ وہ وقت آجائے گا تو گھڑی بھر کی بھی دیر سویر نہ ہوگی۔ تو

وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِۨالْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ

اور کاش تو دیکھے جبکہ یہ ظالم اپنے پروردگار کے پاس کھڑے کیے جائیں گے ان میں ایک دوسرے پر بات ڈالے گا، وہ جو ناتواں سمجھے گئے تھے اپنے سرداروں سے کہیں گے: ''(ہم تمہارے سبب سے برباد ہوگئے) اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مسلمان ہو جاتے'' ﴿۳۱﴾ (اس پر) یہ سردار لوگ ناتواں لوگوں سے کہیں گے: ''کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روک دیا بعد اس کے کہ وہ تمہارے پاس آئی (ہرگز نہیں) بلکہ تم خود گنہگار لوگ تھے'' ﴿۳۲﴾ اور (اس کے جواب میں) یہ ناتواں لوگ ان سرداروں سے کہیں گے (کہ نہیں) بلکہ تمہارا رات دن کا مکر تھا جبکہ تم ہم کو اللہ کا انکار کرنے اور اس کے لئے برابر والے (شریک) ٹھہرانے کا حکم دیتے تھے۔

ان مشرکوں نے یہ کہا کہ قرآن پاک یا اس سے پہلے کی جن کتابوں میں قیامت کا ذکر ہے، ان میں سے ایک کتاب کو بھی ہم نہیں مانتے۔ پھر فرمایا اب تو اپنی سرداری کے گھمنڈ سے یہ سردار لوگ اور ان کے ماننے والے لوگ ان سرداروں کے بہکانے کے سبب سے یہ سرکشی کی باتیں کرتے ہیں، لیکن قیامت کے دن جب اس سرکشی کی سزا کا موقع آئے گا تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کا دشمن ہو جائے گا۔ سردار لوگ اپنے تابع لوگوں کو گمراہ ہونے کا، اور تابع لوگ سرداروں کو رات دن کے بہکانے کا الزام لگاویں گے، اور کہیں گے کہ اگر تم ہم کو سیدھے ایمان کے راستے سے نہ بھٹکاتے تو ہم مسلمان ہو جاتے۔ اور یہ سردار اپنے ماننے والوں سے کہیں گے کہ کیا ہم نے تم کو ایمان سے روک لیا، اور تمہارا جی مسلمان ہونے کو چاہتا تھا ہرگز نہیں، بلکہ خود تمہارے دل ہی قصور اور گناہ کرنے کو چاہتے تھے، خود تمہی گنہگار ہوئے ہو۔ اور دونوں فرقہ عذاب دیکھیں گے تو وہ شرمندگی جو ایمان نہ لانے کی وجہ سے انکو حاصل ہوگی، ایک دوسرے سے چھپاویں گے۔ پھر فرمایا کہ تم ایک بہت بڑا امر دیکھو گے اور کافروں کی گردنوں میں ہم طوق ڈالیں گے جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا تھا اس کی جزا ان کو ملے گی۔

وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَ جَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِیْۤ اَعْنَاقِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۙ وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ ع

اور وہ لوگ جب عذاب کو دیکھیں گے تو اس وقت دل ہی دل میں پشیمان ہوں گے اور منکروں کی گردنوں میں ہم طوق ڈالیں گے، پس جو کچھ وہ (دنیا میں کفر اور معصیت) کرتے تھے انہیں کا بدلہ ان کو ملے گا ﴿۳۳﴾ اور ہم[۱] نے جب کبھی کسی بستی میں کوئی ڈر سنانے والا (رسول) بھیجا تو وہاں کے دولتمند لوگوں نے بھی کہا کہ تم جو لیکر بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں ﴿۳۴﴾ اور کہا: ''ہم تم سے مال اور اولاد میں بڑھ کر ہیں اور ہم کو عذاب نہ ہوگا'' ﴿۳۵﴾ تم فرماؤ: ''بیشک میرا پروردگار جس کو چاہتا ہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگی فرماتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے'' ﴿۳۶﴾

[۱] اس آیت میں آنحضرت ﷺ کی تسکین خاطر فرمائی گئی ہے کہ آپ ان کفار کی تکذیب وانکار سے رنجیدہ نہ ہوں، کفار کا انبیاء کے ساتھ یہ دستور رہا ہے، اور مالدار لوگ اسی طرح اپنے مال واولاد کے غرور میں انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرتے رہے۔

امت کے غربا ومساکین کی دین سے وفاداری

شان نزول: دو شخص شریک تجارت تھے ان میں سے ایک مکہ مکرمہ میں رہا، اور ایک ملک شام کو گیا۔ وہاں اس نے آنحضرت ﷺ کی خبر سنی تو اپنے ہم شریک کو مکہ مکرمہ میں خط لکھا، اور اس سے آنحضرت ﷺ کا مفصل حال دریافت کیا۔ اس شریک نے جواب میں لکھا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان تو کیا ہے لیکن سوائے غریب لوگوں کے کسی نے ان کا اتباع نہیں کیا۔ جب یہ خط اس کے پاس پہنچا تو وہ اپنے تجارتی کام چھوڑ کر مکہ مکرمہ آیا اور آتے ہی اپنے شریک سے کہا کہ مجھے رسول کریم ﷺ کا پتہ بتاؤ، اور معلوم کر کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ آپ دنیا کو کیا دعوت دیتے ہیں اور ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ فرمایا: ''بت پرستی چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت کرنا''، اور آپ نے احکام اسلام بتائے، یہ باتیں اس کے دل میں اثر کر گئیں۔ اور وہ شخص پچھلی کتابوں کا عالم تھا کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بیشک

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا٘ فَاُولٰٓىٕكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓىٕكَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۳۹﴾ وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ یَقُوْلُ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اَهٰۤؤُلَآءِ اِیَّاكُمْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾

اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد اس قابل نہیں کہ تمہیں ہمارے قرب تک پہنچائیں مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے، تو ایسے لوگوں کے لئے ان کے (نیک) اعمال کے سبب دوگنا بدلہ ہے اور وہ (بہشت کے) بالا خانوں میں اطمینان سے بیٹھے ہیں ﴿۳۷﴾ اور جو لوگ ہماری آیتوں میں ہرانے کی کوشش کرتے ہیں ایسے لوگ عذاب میں لا دھرے جائیں گے ﴿۳۸﴾ تم فرما دو: ''بیشک میرا پروردگار اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے کشادہ روزی دیتا ہے (اور جس کیلئے چاہے) تنگی فرماتا ہے، اور جو کچھ تم خرچ کرو (راہ خدا میں) پس اللہ اس کا بدلہ دیتا ہے، اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے ﴿۳۹﴾ اور جس دن اللہ ان سب (مشرکین) کو (مرے پیچھے) اٹھائے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا: ''کیا یہ لوگ تم کو پوجتے تھے؟'' ﴿۴۰﴾

اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم نے یہ کیسے جانا''۔ اس نے کہا: ''جب کبھی کوئی نبی بھیجا گیا ہے پہلے چھوٹے درجہ کے غریب لوگ ہی اسکے تابع ہوئے، یہ سنت الٰہیہ ہمیشہ ہی جاری رہی'' اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

خدا کے رسول کو جھٹلانے کا انجام

لہ مکہ کے مشرک لوگوں میں کا ایک گروہ فرشتوں کی مورتوں کی پوجا اس اعتقاد سے کیا کرتا تھا کہ اگر قیامت قائم ہوئی تو وہ فرشتے اپنی پوجا کرنے والوں کی سفارش کر کے انہیں عذاب دوزخ سے بچا لیویں گے۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ جس دن

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ؕ

فرشتے عرض کریں گے کہ تجھے پاکی ہے ہمارا تو تو ہی کارساز ہے نہ یہ بلکہ یہ لوگ جنوں کو پوجتے تھے ان میں سے اکثر لوگ جنوں پر اعتقاد لاتے تھے ﴿۴۱﴾ پس (کافروں سے کہا جاوے گا): ''آج تم میں سے کوئی کسی کے نفع ونقصان پہنچانے کا اختیار نہ رکھے گا'' اور (اس وقت) ہم ظالموں (یعنی کافروں) سے کہیں گے کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم (دنیا میں) جھٹلایا کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو ﴿۴۲﴾ اور[1] جب ان لوگوں کے سامنے ہماری روشن آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو (نبی کی نسبت) کہتے ہیں: ''یہ تو محض ایک ایسا شخص ہے جو چاہتا ہے کہ تم کو ان چیزوں (کی عبادت) سے روکے جن کو تمہارے باپ دادا پوجتے تھے اور کہتے ہیں: یہ قرآن محض ایک باندھا ہوا جھوٹ ہے۔

ان فرشتہ پرستوں کو سب مخلوقات کے ساتھ دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو ان کے قائل کرنے کے لئے فرشتوں سے اللہ تعالیٰ یہ دریافت فرمائے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری مورتوں کی دنیا میں پوجا کیا کرتے تھے؟ اللہ کے فرشتے یہ بات سن کر عرض کریں گے: ''خدایا! تُو تو پاک ہے تیرا دوسرا شریک کیا ہوسکتا ہے۔ ہمارا تُو ہی کارساز ہے اور ہم تیرے بندے ہیں، تُو خوب جانتا ہے وہ تو شیطانوں کی پوجا کرتے تھے۔ ہماری مرضی کا اس میں کچھ دخل نہیں ہے''۔ فرشتوں کے اس سچے جواب کے بعد اللہ تعالیٰ ان کافروں سے فرمائے گا کہ آج کے دن کا نفع نقصان عذاب ثواب سب اس کے ہاتھ ہے، اس کے سوا کوئی کسی کو نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس ارشاد کے بعد ظالموں یعنی کافروں سے کہے گا کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھٹلایا کرتے تھے اب اس کا مزہ چکھو۔

[1] ان آیتوں میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف سے پہلے نہ کوئی کتاب ان عرب پر اتاری اور نہ آنحضرت ﷺ سے پہلے کوئی رسول ان کی طرف بھیجا گیا۔ عرب کے لوگ پہلے چاہتے تھے اور کہتے تھے اگر کوئی ڈرانے والا ہمارے پاس آتا

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۴۳﴾ وَمَآ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ یَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِیْرٍ ﴿۴۴﴾ ؕ وَكَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَیْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِیْ ۫ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿۴۵﴾ ع قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ

اور کافروں نے کلام حق (یعنی قرآن) کو کہا جبکہ وہ ان کے پاس آیا کہ یہ محض ایک صریح جادو ہے، اور ہم نے مشرکین عرب کو نہ تو کچھ کتابیں دیں کہ جن کو وہ پڑھتے ہوں اور نہ تم سے پہلے ہم نے ان کے پاس کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) بھیجا ﴿۴۴﴾ اور جو (کافر) ان سے پہلے تھے انہوں نے بھی جھٹلایا اور یہ (مشرکین عرب) اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے ﴿۴۴﴾ جو کچھ ہم نے ان کو دیا تھا، پس انہوں نے میرے پیغمبروں کو جھٹلایا تو دیکھو میرا عذاب (ان پر) کیسا ہوا ﴿۴۵﴾ تم فرماؤ:ل "میں تم کو ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں۔

یا کوئی کتاب ہم پر نازل کی جاتی تو ہم اور قوموں کی نسبت زیادہ ہدایت پر ہوتے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو بھیجا۔ اور قرآن بھیجا تو بغیر کسی سند کے اللہ کے رسول کو جھوٹا کہنا، اور آسمانی کتاب کو جادو بتلانا ان لوگوں کی نادانی ہے۔ پھر فرمایا ان سے پہلے ایسی قوموں نے رسولوں کو جھٹلایا ہے کہ دولت اور قوت کے حساب سے یہ لوگ پہلی قوموں کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے۔ جب اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا اور ان کی دولت وقوت نے ان کو کچھ نفع نہ دیا، تو یہ لوگ جو کہ ان سے ہر بات میں کم ہیں، رسول ﷺ کے جھٹلانے کے بعد عذاب الٰہی سے کیونکر بچ سکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ پہلی قوموں کے قدم بقدم چلیں گے تو یہی انجام ان کا ہوگا جو ان کا ہوا ہے۔ اللہ سچا ہے، اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ آخر قریش میں کے بڑے بڑے لوگ جنہوں نے قرآن اور اللہ کے رسول کو جھٹلایا، ان کا انجام بدر کی لڑائی میں یہ ہوا کہ بڑی ذلت سے یہ لوگ مارے گئے۔

ل اے محبوب ﷺ تم ان سے کہہ دو کہ تم کو صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم خدا کے لئے اور اسکے راستے کی تلاش میں کھڑے ہو۔ تو دو دو اور ایک ایک، پھر سوچو کہ یہ (ﷺ) سچ کہتے ہیں یا جھوٹ، اور پہلے یہ کیسے تھے اور سابق میں ان کی کیا عادات تھیں، ان میں جھوٹ بولنے کا، اور خاص کر خدا پر افترا کرنے کا مادہ ہے، یا نہیں۔ کہیں کسی سے انہوں نے تعلیم پائی، جو یہ ایسے ایسے کلام بیان کرتے ہیں جس پر کوئی قادر نہیں۔ کچھ یہ عقلمندی کی باتیں کرتے ہیں، یا دیوانوں یا مجنونوں کی سی باتیں کرتے ہیں۔ اگر تم تنہا یا دو دو آدمی باہم مل کر فکر کرو گے تو تم کو معلوم ہو جائے کہ تمہارا صاحب یعنی محمد ﷺ مجنون آدمی نہیں

اَنۡ تَقُوۡمُوۡا لِلّٰهِ مَثۡنٰى وَ فُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوۡا ۟ مَا بِصَاحِبِكُمۡ مِّنۡ جِنَّةٍ ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا نَذِيۡرٌ لَّكُمۡ بَيۡنَ يَدَىۡ عَذَابٍ شَدِيۡدٍ ﴿۴۶﴾ قُلۡ مَا سَاَلۡتُكُمۡ مِّنۡ اَجۡرٍ فَهُوَ لَكُمۡ ؕ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ﴿۴۷﴾ قُلۡ اِنَّ رَبِّىۡ يَقۡذِفُ بِالۡحَـقِّ ۚ عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ ﴿۴۸﴾ قُلۡ جَآءَ الۡحَـقُّ وَمَا يُبۡدِئُ الۡبَاطِلُ وَمَا يُعِيۡدُ ﴿۴۹﴾

کہ تم اللہ کے لئے دو دو اور اکیلے اکیلے کھڑے رہو، پھر سوچو کہ تمہارے ان صاحب کو کچھ جنوں (تو) نہیں، وہ تو نہیں مگر تم کو ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرسنانے والے ہیں'' (۴۶) تم فرماؤ: ''میں نے تم سے اس (تبلیغ) پر کچھ معاوضہ مانگا ہو تو وہ تمہارا ہی رہا، میرا معاوضہ تو بس اللہ ہی پر ہے، اور وہ ہر چیز پر خبردار ہے'' (۴۷) تم فرماؤ بیشک میرا پروردگار اپنے انبیاء کی طرف حق ڈالتا ہے جاننے والا سب غیبوں کا'' (۴۸) تم فرماؤ: ''حق آیا اور معبود باطل نہ پہلی بار کچھ پیدا کرتا ہے اور نہ دوبارہ کرسکتا ہے'' (۴۹)

ہے۔ اور یہ جو تم نے غل مچا رکھا ہے اور مجمع کر رکھا ہے، اس میں تم کو حق نہیں نظر آئے گا۔ جب تم ٹھنڈے دل سے سوچو گے تو تم کو صاف حقانیت ظاہر ہو جائے گی۔ فرمایا اگر اس کی نافرمانی کرو گے تو اس پر آخرت میں جو عذاب مرتب ہونے والا ہے، یہ اس سخت عذاب کے آنے سے پہلے تم کو ڈرانے والے ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ کم سے کم دوزخ کا عذاب یہ ہوگا کہ دوزخی کو آگ کی جوتیاں پہنا دی جائیں گی، جس سے اس کا بھیجا کھول جائے گا۔ اس آیت میں دوزخ کے جس عذاب کو اللہ تعالیٰ نے بڑا سخت فرمایا ہے، اس کی تفسیر بیان سے باہر ہے۔

ل اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو ارشاد فرماتا ہے کہ مشرکوں سے اس طرح کہیں کہ میں جو تم کو اللہ تعالیٰ کا پیغام اور تبلیغ کرتا ہوں، اور خدا کی عبادت کا حکم کرتا ہوں، اس کے اوپر میں تم سے کچھ اُجرت نہیں طلب کرتا، نہ کچھ انعام چاہتا ہوں، تم اپنا اجر اپنے پاس رہنے دو۔ کیونکہ میں تو اللہ سے اس کا ثواب چاہتا ہوں، اور وہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے، اور میرے قول کی سچائی کو بھی جانتا ہے۔ فرمایا اس قرآن کے ذریعہ سے اب وہ دینِ حق آ گیا جس کے سبب سے نہ آئندہ شرک کی نئی رسم پیدا ہو سکتی ہے، نہ مٹی ہوئی رسم پھر رواج پکڑ سکتی ہے۔

قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِىْ ۚ وَ اِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِىْٓ اِلَىَّ رَبِّىْ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ۝٥٠ وَلَوْ تَرٰىٓ اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝٥١

تم فرماؤ۔۱ اگر میں بہکا اپنے ہی برے کو بہکا اور اگر میں ٹھیک راہ پر ہوں تو اس سبب سے ہے کہ میرا پروردگار میری طرف وحی بھیجتا ہے، بیشک وہ سننے والا نزدیک ہے ۝٥٠ اور ۲۔ کاش کہ تم دیکھو جب کہ یہ کفار گھبراہٹ میں ڈالے جائیں گے پھر عذاب سے بچ کر نہ نکل سکیں گے اور نزدیک ہی سے پکڑ لئے جائیں گے ۝٥١

۱۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا ہے کہ جو مشرکین مکہ آنحضرت ﷺ شان میں کیا کرتے تھے کہ آپ گمراہ ہو گئے معاذ اللہ۔ **مسئلہ**۔ انبیاء سب معصوم ہیں گناہ ان سے نہیں ہوسکتا، اور حضور ﷺ امام الانبیاء ہیں، اور کہنے لگے کہ ہم سے بھی باپ دادا کا دین چھڑانا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان سے فرمادیں کہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ میں بہکا تو اس کا وبال میرے نفس پر ہے، اور اگر جس طرح میں کہتا ہوں کہ میری جو کچھ نصیحت ہے، وہ اللہ کے حکم کے موافق ہے، اور تم لوگ اس نصیحت کی مخالفت کرتے ہو تو اس مخالفت کا سخت عذاب اللہ تعالیٰ کی جانب سے تم کو بھگتنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے قول و فعل سنتا اور دیکھتا ہے۔ جس طرح کا قول و فعل جس کسی کا ہوگا، اسی طرح کا بدلہ اللہ تعالیٰ اس کو دے گا۔ اب آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا میں تو یہ لوگ اس طرح کی باتیں کررہے ہیں، جس دن ان کے قول و فعل کا وبال ان پر پڑے گا اس دن ان لوگوں کی پریشانی کا حال دیکھنے کے قابل ہوگا۔

اعجاز قرآن مجید

تفسیر روح البیان میں ہے کہ عرب کے ایک مایہ ناز شاعر اسلام لائے تو مشرکین مکہ نے ان سے کہا کہ کیا تم اپنے دین سے پھر گئے، اور اتنے بڑے شاعر اور زبان کے ماہر ہو کر محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لے آئے۔ انہوں نے کہا ہاں وہ مجھ پر غالب آ گئے۔ قرآن کریم کی تین آیتیں میں نے سنیں اور چاہا کہ ان کے قافیہ پر تین شعر کہوں ہر چند کوششیں کی محنت اٹھائی، اپنی تمام قوت صرف کردی مگر یہ ممکن نہ ہوسکا۔ تب مجھے یقین ہوگیا کہ یہ بشر کا کلام نہیں وہ آیتیں قُلْ اِنَّ رَبِّىْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ سے سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ تک ہیں۔

منکرین حشر کا ذکر

۲۔ فرمایا اے محبوب ﷺ اگر آپ کافروں کے بدانجام احوال دیکھیں جب وہ موت کے قریب، یا دوبارہ زندہ ہوکر اٹھنے کے وقت، یا جنگ بدر کے دن گھبرائیں گے تو ایک عجیب ہولناک بات دیکھیں گے۔ یہ لوگ وہاں سے بھاگ کر کہاں جاسکتے ہیں، اور اس روز یہ ہمارے عذاب سے بھاگ نہ سکیں گے۔ اور پاس ہی کے مقام یعنی قبروں سے پکڑ لئے جائیں گے۔ اور کہہ رہے ہوں گے کہ ہم محمد ﷺ اور قرآن شریف پر ایمان لے آئے لیکن ایمان ان کے ہاتھ اس قدر دور مقام سے کیسے لگ سکتا

وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۚۖ (۵۲) وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ (۵۳) وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ۠ (۵۴)

ع ۱۲

اور کہیں گے: ''ہم اس پر ایمان لائے'' اور (اب) ایمان ان کے ہاتھ اس قدر دور جگہ سے کیسے لگ سکتا ہے (یعنی محال ہے) (۵۲) حالانکہ (عذاب دیکھنے سے) پہلے تو اس سے انکار کر چکے تھے اور بے تحقیق باتیں دور ہی دور سے ہانکتے ہیں (۵۳) اور آڑ کر دی گئی درمیان ان کے اور درمیان اس چیز کے کہ جسے چاہتے ہیں (یعنی توبہ و ایمان)، جیسا کہ ان کے پہلے گروہوں کے ساتھ کیا گیا تھا، بیشک وہ دھوکا ڈالنے والے شک میں تھے (۵۴)

ہے۔ یعنی ایمان کی جگہ تو دنیا تھی، اور یہ اس وقت آخرت میں ہیں۔ پہلے سے تو یہ لوگ کفر کر رہے تھے، اور ان باتوں میں جن کی ان کو خبر نہ تھی، اٹکلیں مارتے رہے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں جادوگر کہا، کہیں شاعر بنایا، کہیں کاہن ٹھہرایا، اور ایسے ہی قرآن کو کبھی جادو، کبھی شعر، کبھی کہانت، جو ان کے جی میں آیا سمجھتے رہے۔ ان لوگوں کا ایمان اس وقت کا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، اور رد کر دیا جائے گا جیسا کہ ان سے پہلے ان کے ہم خیالوں کو روک دیا گیا کہ جب انہوں نے علامات آخرت دیکھ لیں، اور ایمان لانا چاہا تو اس وقت ان کو اس ایمان سے کچھ نفع نہ دیا گیا۔ ایسے ہی ان کے ساتھ ہونا ہے، ان سے ان کے ہم خیال بڑے سک اور بے چینی کی حالت میں تھے۔

آیاتہا ۴۵ — ۳۵ سورۃ فاطر مکیۃ ۴۳ — رکوعاتہا ۵

سورۂ فاطر مکہ میں نازل ہوئی، اس میں پینتالیس آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ فاطر: جس کو کوئی سخت ضرورت حاکم سے ہو تو پچھتر مرتبہ یہ سورۃ پڑھے اور اول آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھے اللہ کے فضل سے ضرورت اس کی پوری ہو، اور اس سورت کو لکھ کر جانور کے گلے میں باندھے تو ہر آفت سے امن میں رہے گا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱﴾ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ

سب ۱ تعریف اللہ کے لئے (جو) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا (اور) فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے، جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار پر دار بازو ہیں، وہ بڑھاتا ہے پیدائش میں جو چاہتا ہے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۱﴾ اللہ ۲ لوگوں کے لئے جو رحمت کھول دے کوئی اس کو بند کرنے والا نہیں، اور جو کچھ روک لے تو اس کے روک لینے کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے ﴿۲﴾ اے لوگو! ۳ اپنے اوپر اللہ کی نعمتیں یاد کرو۔

۱ سب خوبیاں اللہ ہی کو ہیں جو آسمان اور زمین کا ابتدا ہی سے پیدا کرنے والا ہے۔ اور جس نے پیغمبروں تک وحی لے جانے کا قاصد ملائکہ کو کر دیا۔ کیسے ملائکہ جن کے دو دو تین تین چار چار پر ہیں، وہ اپنی مخلوق میں خواہ فرشتے ہیں، خواہ ان کے غیر۔ جو چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے بلا شبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں

۲ اس آیت میں ارشاد ہے جو اللہ تعالیٰ آدمیوں کیلئے رحمت کا دروازہ کھول دے تو کوئی اس رحمت کا روکنے والا نہیں، اور جو بند کر دے اور روک دے تو کوئی پھر اس کو کھولنے والا نہیں۔ غرض سب کچھ اسی کے قبضہ میں ہے، اور وہی غالب حکمت والا ہے۔ اسکے سامنے کسی کی مجال نہیں جو اس کے انتظام میں دخل دے سکے، اور جو کام وہ کرتا ہے حکمت کے ساتھ کرتا ہے۔

۳ ان آیتوں میں ارشاد ہے: ''اے لوگو! تم پر جو خدا کی نعمت ہے اس کو یاد کرو اور اس کا شکر کرو، سوائے خدا کے تمہارا کوئی اور پیدا کرنے والا ہے، جو تم کو آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہو۔ جب نہیں ہے تو اسی کی تابعداری میں کوشش کرو، اور سب جھگڑوں کو چھوڑو، جب اسی نے پیدا کیا، اور کھانے پینے کو بھی وہی دیتا ہے، تو اس کے برابر تمہارے اوپر کس کا حق ہے۔ تمہارے رگ اور پٹھوں میں اسکے انعامات سرایت کر رہے ہیں، اور خود اس کے بنائے ہوئے ہو، پھر اس کو چھوڑ کر کہاں جاتے

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ③ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ④ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۥ وقفة وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ⑤

کیا اللہ کے سوا کوئی اور بھی پیدا کرنے والا ہے جو تمہیں آسمان وزمین سے روزی دے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم کہاں اوندھے جاتے ہو (یعنی ایمان وتوحید سے پھرے جاتے ہو) ③ اور اگر یہ تم کو جھٹلائیں تو بیشک تم سے پہلے کتنے ہی پیغمبر جھٹلائے گئے ہیں، اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں ④ اے لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے پس تم کو دنیا کی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے (کہ آخرت کو بھول جاؤ)، اور دھوکا باز شیطان اللہ کے حکم پر تمہیں فریب نہ دے ⑤

ہو، اور اپنے ایسے محسن کو کیوں بھولے جاتے ہو۔ آگے فرمایا: ''اے محبوب ﷺ! تم کو یہ کافر جھوٹا بتادیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ تم سے پہلے جو رسول ہو چکے ہیں، ان کو بھی تو لوگ جھوٹا بتا چکے ہیں۔ اور سب کام اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ کیا تمہارا صبر کرنا اور ان کا تم کو جھوٹا بتانا ہمارے سامنے پیش نہ ہوگا، اور کیا ہم اس کی جزا وسزا نہ دیں گے''۔ پھر فرمایا: ''اے لوگو! خدا کا وعدہ سچا ہے، اور جو کچھ اس نے حشر ونشر اور جزا وسزا کی نسبت بیان فرمایا ہے، وہ ضرور ایک روز وقوع میں آنے والا ہے۔ جب یہ بات ضرور ایک روز ہونے والی ہے تو اب وقت کو غنیمت جانو، اور اس دن کے لئے کچھ ہماری رضامندی کا سامان کرلو، اور غفلت سے باز آؤ۔ پس تم کو دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے، اور آخرت سے غافل کرادے، اور شیطان فریب میں کہیں تم کو نہ ڈال دے۔ دیکھو اے لوگو! اگر ایسی بات ہوگئی تو ہمیشہ کے لئے سوائے حسرت اور افسوس، اور طرح طرح کی مصیبتوں اور ذلت کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اور شیطان کے فریب دینے کی بہت سی صورتیں ہیں۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ بندہ خوب سے گناہ کئے جاتا ہے، اور کچھ خوف وخطر نہیں کرتا، اور مغفرت کی اُمید کرے جاتا ہے۔ اور کہتا جاتا ہے کہ خدا غفار ہے، اور توبہ کرنے کی نوبت نہیں آنے دیتا، اور دل میں یہ خیال پیدا کردیتا ہے کہ توبہ کیلئے بہت سی فرصت ہے، لیکن یہ لذت کہاں ہاتھ آئے گی۔ البتہ شیطان ہمیشہ سے تمہارا دشمن ہے، تم اس کو اپنا دشمن سمجھو، اور اسکی مخالفت اور شرع کی موافقت کرو۔ دشمن کا کہنا کوئی نہیں مانا کرتا، اور جو مانے گا وہ ضرور ایک دن خوار اور ذلیل ہوگا۔ کیونکہ وہ تو اس کو ایسی ہی تعلیم کرے گا جو اسکے لئے مضر ہو۔ پھر فرمایا کافروں کیلئے ہمارے ہاں سخت عذاب ہے، اور جو ایمان لائے اور پھر کام بھی اچھے کئے، ان کیلئے ہماری بخشش ہے، اور بڑا اجر ہے۔

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّاؕ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِؕ۝۶ اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ۬ؕ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِیْرٌ۝۷ع اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًاؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۖؗ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ۝۸ وَ اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا

بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے پس تم بھی اسے دشمن سمجھو، شیطان تو اپنے گروہ کو اسی لئے بلاتا ہے تاکہ وہ لوگ دوزخیوں میں سے ہو جائیں ۝۶ (پس) جو لوگ کافر ہو گئے ان کے لئے عذاب سخت ہے، اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے ۝۷ پس کیا ا؎ وہ شخص جس کی نگاہ میں اس کا برا کام آراستہ کیا گیا کہ اس نے بھلا سمجھا تو (کیا وہ مثل مومن صالح کے ہو سکتا ہے ہرگز نہیں)، اس لئے جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہدایت کرتا ہے، تو تمہاری (اس غم میں کہ ایمان نہ لائے اور) ان کی اس حالت کی حسرتوں میں جان نہ جائے، بیشک اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ کہ وہ کرتے ہیں ۝۸ اور ۲؎ اللہ وہ ہے جس نے (بارش سے پہلے) ہوائیں بھیجیں، پھر وہ (ہوائیں) بادلوں کو ابھارتی ہیں۔

ا؎ **شان نزول**: ابو جہل وغیرہ مشرکین جو اپنے کفر و شرک جیسے قبیح افعال کو شیطان کے بہکانے کو بھلا سمجھانے سے اچھا سمجھتے تھے، اور برے کام اچھے معلوم ہونے لگے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ فرمایا کہ اس شخص کے مثل کوئی ہو سکتا ہے، جس کو خدا نے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے۔ ہرگز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گمراہ کرے، اور جس کو چاہے ہدایت کرے، اے محبوب ﷺ! آپ اس غم میں کہ یہ ایمان نہ لائے تو انکی اس حالت کی حسرت میں اپنی جان نہ کھوئیے۔ بلا شبہ اللہ تمام ان کاموں کو جو وہ کر رہے ہیں، بخوبی جانتا ہے، تو وہ ان کو ان عملوں کی سزا دے گا۔

۲؎ مشرکین کو حشر کا انکار تھا جس کے سبب سے عقبیٰ کی بہبودی کی باتیں ان لوگوں کے دل میں نہیں جمتی تھیں، اور اسی سے اللہ

فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝۹ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝۱۰

پھر ہم اسے مردہ (یعنی خشک) شہر کی طرف رواں کرتے ہیں، پھر ہم اسکے ذریعہ زمین کو اسکے مرے پیچھے (بنجر ہو جانے کے بعد) زندہ (یعنی سرسبز) کرتے ہیں، اسی طرح حشر میں مردوں کا اٹھنا ہے ۹ جو کوئی عزت چاہتا ہے تو (وہ یاد رکھے کہ) سب عزت اللہ ہی کیلئے ہے، لہ اسی کی طرف پاکیزہ کلام چڑھتا ہے، اور جو نیک کام ہے اسکو بلند کرتا ہے، اور جو لوگ لہ (ہمارے نبی کے خلاف) برے داؤں کرتے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہے اور ان لوگوں کا یہ مکر برباد ہو جائے گا ۱۰

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا۔ اس لئے اکثر جگہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے کھیتی کی مثال دے کر حشر کا حال ان لوگوں کو سمجھایا ہے کہ جس طرح زمین مردہ پڑی ہوتی ہے، اس میں گھاس تک نہیں ہوتی۔ پھر جس وقت اللہ تعالیٰ نے مینہ کی ہوا چلائی اور پانی کے بھرے ہوئے بادل بھیجے، اور مینہ برسایا تو اس وقت زمین حرکت کر کے اُبھرتی ہے، اور اس میں ہر طرح کی چیز پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی حال جسموں کا ہے جب اللہ ان کو دوبارہ اٹھانا چاہے گا تو عرش کے نیچے سے ایک ایسی بارش بھیجے گا کہ وہ تمام زمین کو پہنچے گی، پھر ہم تمام مُردوں کو قبروں سے نکال کر کھڑا کر دیں گے۔ خدا کی قدرت کے سامنے خشک زمین میں سے سبزہ پیدا کرنا، اور مردہ کو قبر سے نکال کر کھڑا کر دینا دونوں برابر ہیں۔ پھر فرمایا جو اپنی عزت ڈھونڈتا ہے اس سے کہہ دو کہ ساری عزت خدا کیلئے ہے۔ بندوں میں سے اسی کو عزت حاصل ہو سکتی ہے جو اس بڑی عزت والے کی تابعداری کرے۔

نیک عمل کا ذکر

لہ حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے جو اس آیت کے معنی بیان کئے ہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ نیک سے مراد وہ عمل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے۔ جیسے نماز روزہ حج زکوٰۃ، اور کلماتِ پاکیزہ سے مقصود نفلی ذکر الٰہی ہے جیسے تلاوت قرآن تسبیح تہلیل وظائف درود شریف دعا وغیرہ۔ جو شخص فرض عبادت کے ادا کرنے کے بعد یہ نفل ذکر الٰہی کرے گا، اس کے فرض عمل اس کے نفل ذکر الٰہی کو اس رتبہ کو پہنچا دیں گے کہ وہ نفلی ذکر آسمان پر چڑھ جائے گا۔ اور آسمان پر چڑھنے سے یہ مطلب ہے کہ وہ نفلی ذکر اللہ کی جناب میں قبول ہو جائے گا۔ اور وہ نیک عمل کرنیوالے کا مرتبہ بلند کرتا ہے۔

لہ اس آیت میں فرمایا کہ جو لوگ دار الندوہ میں ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑے بڑے مکر اور داؤں فریب کرتے ہیں،

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۱﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖۗ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ

اور اللہ نے ؎۱ تم کو (یعنی آدم کو) مٹی سے بنایا، پھر پانی کی بوند (یعنی نطفہ) سے، پھر تمہارے لئے مرد اور عورت کے جوڑے کیئے اور نہ کوئی عورت حاملہ ہوتی ہے اور نہ وہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے، اور نہ کسی بڑی عمر والے کو عمر زیادہ دی جاتی ہے اور نہ کسی کی عمر کم کی جاتی ہے، مگر یہ سب ایک کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے، بیشک یہ سب کام اللہ کو آسان ہے ⑪ اور ؎۲ دونوں دریا برابر نہیں، یہ ایک میٹھا پیاس بجھانے والا ہے جن کا پانی خوب میٹھا خوشگوار اور یہ دوسرا کھاری کڑوا ہے۔

اور کبھی ان کے قید کرنے کا مشورہ کرتے ہیں، کبھی ان کے قتل کرنے اور جلاوطن کرنے کا مشورہ کرتے ہیں، جس کا تفصیلی بیان سورہ انفال (پارہ ۹) میں گذر چکا ہے، ان کے واسطے سخت عذاب مقرر ہے۔ اور وہ اپنے داؤں فریب میں کامیاب نہ ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے شر سے محفوظ رہے، اور انہوں نے اپنی مکاریوں کی سزائیں پائیں کہ بدر میں قید بھی ہوئے، قتل بھی کیئے گئے، اور مکہ مکرمہ سے نکالے بھی گئے۔

صفات باری تعالیٰ

؎۱ اس آیت میں آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر فرما کر منکرین حشر کو یوں قائل کیا گیا ہے کہ جو صاحب قدرت پانی جیسی پتلی چیز سے اولادِ آدم کا پتلا بنا دینے پر قادر ہے۔ جس قدرت کو رات دن یہ لوگ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، تو پھر حشر کے دن آدم کے پتلے کی طرح مٹی سے تمام اولاد آدم کے پتلے بنا دینا، اور ان میں پیٹ کے بچوں کی طرح روحوں کا پھونک دینا، اسکی قدرت سے کیونکر باہر ہوسکتا ہے۔ اسی کو فرمایا کہ اللہ نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر پانی کی بوند یعنی نطفہ سے پھر تمہارے لئے مرد اور عورت کے جوڑے بنا دیئے۔ پھر فرمایا کہ کوئی عورت ایسی نہیں کہ اسکو حمل ہو یا وہ جنے، اور خدا کو اسکے حمل اور جننے کا علم نہ ہو۔ یعنی حمل اور وضع اور مدت سب اسکو معلوم ہے، اور کیوں معلوم نہ ہو سب چیزیں اسکے حکم سے اور اسکی قدرت سے عدم سے وجود میں آتی ہیں۔ آگے فرمایا کہ عمر کی زیادتی اور کمی سب لوح محفوظ میں موجود ہے، خدا کو سب کی عمروں کا حال خوب ظاہر ہے۔ آخر کو فرمایا کہ انسان کی عقل کے آگے یہ باتیں مشکل معلوم ہوتی ہیں، لیکن اللہ کے علم اور قدرت کے آگے یہ سب باتیں آسان ہیں۔

؎۲ اس آیت میں قدرت کی یہ نشانی فرمائی کہ زمین کے اوپر اللہ تعالیٰ نے دو طرح کے دریا پیدا کیئے ہیں ❶ ایک دریا تو

وَمِنْ كُلٍّ تَأْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿۱۳﴾

اور تم ہر ایک (دریا) میں سے (مچھلیاں نکال کران کا) تازہ گوشت کھاتے ہو اور زیور (یعنی موتی مونگا) نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو دریا میں دیکھتا ہے کہ پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں، تا کہ تم اس کے فضل سے روزی تلاش کرو اور اس لئے کہ تم شکر کرو ﴿۱۲﴾ ۱ وہ رات کو دن کے حصہ میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات کے حصہ میں داخل کرتا ہے، اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے کہ ہر ایک ایک میعاد مقرر تک چلتا ہے، یہ ہے پروردگار تمہارا اسی کی (دونوں جہان میں) بادشاہی ہے، اور جن کو تم اس کے سوا پوجتے ہو (یعنی بت) وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی مالک نہیں ﴿۱۳﴾

شیریں ہے پیاس کو بجھاتا ہے ❷ اور دوسرا دریا نہایت کھاری کڑوا ہے جو حلق کو جلا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان دونوں کے بیچ میں آڑ رکھ دی ہے۔ چنانچہ اسکا ذکر سورۃ الفرقان (پارہ ۱۹) میں گزرا، پھر فرمایا کہ تم دونوں دریاؤں میں سے تازہ گوشت مچھلیاں کھاتے ہو، اور پہننے کا زیور موتی اور مونگا نکالتے ہو۔ آگے فرمایا کہ سمندر میں جہاز چلتے ہیں، اور چھوٹے دریاؤں میں کشتیاں چلتی ہیں، جس میں تجارت کا مال اِدھر سے اُدھر جا کر بکتا ہے۔ جس کے سبب سے لوگوں کو بڑا فائدہ ہوتا ہے اور اس لئے کہ تم شکر کرو۔

۱ یہ ایک اور قدرت کی نشانی بیان فرمائی کہ گرمی کے موسم میں رات کا کچھ حصہ دن میں ملا کر دن کو بڑا کر دیا جاتا ہے، اور جاڑے کے موسم میں اسی طرح رات کو بڑھا دیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا سورج اور چاند کو اللہ تعالیٰ نے نفع کے لئے کام میں لگا رکھا ہے کہ ہر ایک بندھے ہوئے وقتوں پر چلتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہی اللہ پروردگار ہے تمہارا، جس نے یہ سارے کام کئے ہیں۔ اسی کے واسطے دونوں جہان میں بادشاہت ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور جن کو تم اس کے سوا پوجتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔ اور اگر تم بتوں کو پکارو تو وہ تمہاری پکار کو بھی نہیں سنتے۔ اس لئے کہ وہ پتھر ہیں جس میں

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَ لَا یُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِیْرٍ ﴿۱۴﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَ یَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ﴿۱۶﴾ ۚ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ

اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار کو نہ سنیں، اور بالفرض سن بھی لیں تو تمہارے کہنے کو قبول نہ کریں، اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے منکر ہوں گے، اور تجھ کو اللہ خبر دار کی طرح کوئی نہ خبر دے گا ﴿۱۴﴾ اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی بے نیاز، سب خوبیوں والا ہے ﴿۱۵﴾ اگر وہ چاہے تو تمکو نابود کر دے اور نئی مخلوق لے آئے ﴿۱۶﴾ اور یہ کام اللہ پر کچھ دشوار نہیں ﴿۱۷﴾ اور (قیامت کے دن) کوئی [۱] بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کے (گناہوں)

جان نہیں ہے۔ مفصل حال سورۃ یونس اور سورۃ سبا میں گذر چکا ہے۔ اوپر طرح طرح کی قدرت کی نشانیوں کا ذکر فرما کر آگے فرمایا "اے لوگو! تم اپنی ضرورت کی ہر ایک چیز میں اللہ کے محتاج ہو، اور اللہ تمہاری عبادت کا محتاج نہیں ہے، تمہاری ہی عقبیٰ کی بہبودی کے لئے تم کو شرک و کفر سے بچنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اور اوپر جن نعمتوں کا ذکر کیا گیا ان کے پیدا کرنے میں کوئی اللہ کا شریک نہیں، اس لئے تعریف کے قابل بھی وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔ پھر فرمایا اس فہمائش کے بعد بھی اگر تم لوگ نہ مانو گے تو اللہ کی قدرت سے یہ بات کچھ مشکل نہیں کہ وہ تم کو ہلاک کر کے تمہاری جگہ کسی فرمانبردار مخلوق کو پیدا کر دیوے۔

مسلمان اور کافر کی مثال

[۱] ان آیتوں میں فرمایا کہ کوئی شخص قیامت کے دن کسی دوسرے شخص کے گناہ کا ذمہ دار نہیں، اور اگر کوئی شخص اپنے گناہوں میں لدا ہوا کسی دوسرے شخص کو اس بوجھ کے اٹھانے کے واسطے پکارے گا، تو وہ شخص اگرچہ اس کا بہت قریب کا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو جیسے باپ یا بیٹا، جب بھی اس کے گناہوں کا بوجھ اپنے سر نہ لے گا۔ ان دونوں صورتوں میں بوجھ کا نہ اٹھانا اللہ کے حکم کی وجہ سے ہے۔ اب قیامت کی نفسا نفسی اور قرابت داروں کے غیر ہو جانے کا حال ذکر فرما کر فرمایا کہ بغیر دیکھے قیامت کی باتوں کا، اور خدا کے سامنے کھڑے ہونے کا جن کو خوف ہے، ان کو ہی اللہ کے رسول ﷺ کی نصیحت کچھ کارگر ہوتی ہے۔ دنیا کی محبت میں جو لوگ خدا کے سامنے کھڑے ہونے کو، اور قیامت کے حساب و کتاب کو بالکل بھول گئے ہیں۔ ان کے دل پر

وَ اِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ وَ مَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ ﴿۱۹﴾ وَ لَا الظُّلُمٰتُ وَ لَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾ وَ لَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ

اور اگر کوئی بوجھل (یعنی گنہگار) اپنا بوجھ بٹانے کو کسی کو بلائے تو اس کے بوجھ میں سے کوئی کچھ نہ اٹھائے گا اگرچہ وہ شخص اس کا قرابت دار ہی ہو، (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارا ڈر سنانا انہیں کو کام دیتا ہے جو بے دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں، اور جو کوئی (گناہوں سے) پاک ہوا تو اپنے ہی بھلے کو پاک ہوا، اور سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ﴿۱۸﴾ اور اندھا (یعنی جاہل) اور آنکھوں والا (یعنی عالم) برابر نہیں ﴿۱۹﴾ اور نہ اندھیریاں (یعنی کفر) اور اجالا (یعنی ایمان) ﴿۲۰﴾ اور نہ سایہ (یعنی جنت) اور تیز دھوپ (یعنی دوزخ) ﴿۲۱﴾ اور زندے (یعنی مسلمان) اور مردے (یعنی کفار) برابر نہیں۔

اس نصیحت کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا کہ اندھا اور آنکھوں والا یعنی جاہل اور عالم برابر نہیں ہوسکتے، اور نہ اندھیرے اور روشنی یعنی کفر اور ایمان برابر ہیں، اور نہ چھاؤں اور دھوپ یعنی جنت اور دوزخ برابر ہوسکتی ہے۔ اور زندے اور مُردے یعنی مومنین اور کفار بھی برابر نہیں ہوسکتے۔ اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت کرنا چاہتا ہے تو اس کو سناتا ہے، وہ ایمان لے آتا ہے۔ اور تم ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں یعنی کفار جن کے قلوب مردہ ہیں ان کو نہیں سنا سکتے کہ وہ تمہاری بات سن کر تم کو جواب دیں۔ یہاں پر اس آیت میں قبر والوں سے مُراد کفار ہیں نہ کہ مردے۔ اور سننے سے مراد وہ سننا ہے جس پر راہ یابی کا نفع ہو۔ مردوں کا سننا احادیثِ کثیرہ سے ثابت ہے، اور شاہ صاحب نے بھی اپنے فوائد میں لکھا ہے کہ قبر والوں یعنی مُردوں سے سلام علیک کرو، وہ سنتے ہیں اور بہت جگہ مُردے سے خطاب کیا ہے۔ یہ مثالیں بیان فرما کر کہ جس طرح یہ چیزیں ایک سی نہیں ہیں، اسی طرح اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانبردار اور نافرمان ایک سے نہیں ہیں۔ دنیا میں بھی دونوں فرقے الگ الگ ہیں اور آخرت میں بھی الگ الگ۔ دوزخ اور جنت میں ہوں گے۔ تمہارا کام فقط یہ ہے کہ ہر ایک کو عذاب الٰہی سے ڈراؤ۔

اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ مَاۤ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ؕ وَ اِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْہَا نَذِیْرٌ ﴿۲۴﴾ وَ اِنْ یُّکَذِّبُوْکَ فَقَدْ کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ ۚ جَآءَتْہُمْ رُسُلُہُمْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ بِالزُّبُرِ وَ بِالْکِتٰبِ الْمُنِیْرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ ﴿۲۶﴾ ع اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِہٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُہَا ؕ

بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے سناتا ہے اور تم ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں (یعنی کافر جن کے قلوب مردہ ہیں) نہیں سنا سکتے ﴿۲۲﴾ تم تو یہی ڈر سنانے والے ہو ﴿۲۳﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [۱]) بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ خوشخبری لانے والا اور ڈر سنانے والا بھیجا اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو ﴿۲۴﴾ اور اگر یہ (کفار) تم کو جھٹلائیں تو جو (کفار) ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انہوں نے بھی (پیغمبروں کو) جھٹلایا تھا، ان کے پاس ان کے پیغمبر روشن دلیلیں (یعنی معجزات) اور صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے ﴿۲۵﴾ پھر میں نے ان کافروں کو (طرح طرح کے عذاب میں) پکڑا تو میرا عذاب کیسا ہوا ﴿۲۶﴾ (اے مخاطب! [۲]) کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس سے مختلف رنگ کے پھل نکالے۔

[۱] ان آیتوں میں فرمایا: "اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے تم کو سچا دین دے کر ان لوگوں کے واسطے جو اس کو مانیں، خوشخبری دینے والا بھیجا ہے۔ اور جو اس کو نہ مانیں ان کا ڈرانے والا۔ اور کوئی اُمت ایسی نہیں ہے جس میں کوئی نبی اس اُمت کا ڈرانے والا نہ گزرا ہو۔ اور اگر مشرکین آپ کی تکذیب کریں تو ان سے پہلے لوگوں نے بھی تو اپنے اپنے نبی کی تکذیب کی تھی۔ باوجودیکہ وہ انبیاء ان کے پاس ظاہر دلیلیں یعنی معجزے اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے، پھر بھی انہوں نے انکار کیا۔ تو جیسے ان انبیاء نے صبر کیا آپ بھی صبر کیجئے۔ پھر ان کافروں کو جنہوں نے انبیاء کی تکذیب کی تھی ان کی تکذیب کی وجہ سے ہم نے عذاب میں گرفتار کیا، سو میرا انکار اور میرا ان کو ہلاک کر دینا کیسا ہوا یعنی سب اپنے موقع پر ہوا۔

کیسے لوگ خدا سے ڈرتے ہیں

[۲] یہ ایک اور نشانی قدرت کی بیان فرمائی کہ ایک ہی پانی کے اثر سے سب میوے پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن جس میوہ کا رنگ اللہ

وَ مِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَ غَرَابِیْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾ وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَآبِّ وَ الْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ لِیُوَفِّیَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ یَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾

اور (اسی طرح) پہاڑوں میں مختلف رنگ کے راستے ہیں، بعض سفید اور بعض سرخ رنگ کے اور بعض کالے نہایت کالے ﴿۲۷﴾ اور آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں کے رنگ اسی طرح مختلف ہیں (جیسے پھلوں اور پہاڑوں میں پس) خدا سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں، بیشک اللہ غالب، بخشنے والا ہے ﴿۲۸﴾ بیشک ۱؎ وہ لوگ جو اللہ کی کتاب (یعنی قرآن) پڑھتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت (یعنی ثواب) کے امیدوار ہیں جن میں کبھی گھاٹا ہی نہیں ﴿۲۹﴾ تا کہ اللہ ان کے ثواب انہیں بھرپور دے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دے بیشک وہ بخشنے والا، قدردان ہے ﴿۳۰﴾

تعالیٰ نے سرخ ٹھہرا دیا ہے اسکو پانی اپنے اثر سے سبز نہیں کر سکتا، اور سبز سرخ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح پہاڑوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے رنگ برنگ کا پیدا کیا ہے، اور ان میں رنگ برنگ کی گھاٹیاں رکھی ہیں۔ یہی حال انسان، چار پایوں اور کیڑے پتنگوں کا ہے۔ پھر فرمایا اللہ کی ان قدرتوں کو دیکھ کر وہی لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ اس میں سب قدرتیں ہیں۔ وہ نافرمان لوگوں کی گرفت کر لینے میں بڑا زبردست ہے۔ اور فرمانبرداروں کے گناہوں کے معاف کر دینے میں بڑا غفور رحیم ہے۔

۱؎ ان آیتوں میں فرمایا جو لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں، اور جو کچھ اس میں ہے اس پر ایمان لاتے ہیں اور عمل کرتے ہیں، اور نماز ہمیشہ پڑھتے رہتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے اُن کو دے رکھا ہے، ان میں سے پوشیدہ اور علانیہ ہماری راہ میں یعنی زکوٰۃ یا صدقہ کے طور پر خرچ کرتے ہیں۔ وہ ایک ایسی تجارت کے اُمیدوار ہیں جس میں ان کو کبھی گھاٹا ہی نہیں، کیونکہ اللہ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا، اور بڑھائے گا، اللہ اس ثواب کو اپنے فضل سے۔ بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے ان کے گناہ، اور قدردانی کرنے والا ہے ان کے تھوڑے عملوں کی۔ پھر فرمایا اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کتاب یعنی قرآن جو ہم نے تمہاری طرف

وَالَّذِيٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۳۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ

اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ کتاب (یعنی قرآن) جو ہم نے تمہاری طرف (بذریعہ) وحی بھیجی ہے وہ ہی حق ہے اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی، بیشک اللہ اپنے بندوں سے خبردار دیکھنے والا ہے ﴿۳۱﴾ پھر ہم نے اپنی کتاب (یعنی قرآن) کا وارث کیا اپنے ان بندوں میں سے جن کو ہم نے منتخب کر لیا (یعنی آپ کی امت کو)! تو کوئی [۱] ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے، اور کوئی ان میں درمیانی چال پر ہے، اور کوئی ان میں سے اللہ کے حکم سے نیکیوں کی طرف سبقت لے گیا، یہی اللہ کا بڑا فضل ہے ﴿۳۲﴾ ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں وہ لوگ داخل ہوں گے، ان کو اس جگہ سونے کے کنگن اور موتی کے زیور پہنائے جاویں گے۔

وحی کی ہے، وہ ہی حق ہے۔ اسی واسطے یہ تصدیق کرتا ہے ان کتابوں کی جو اس سے آگے ہیں جیسے توریت اور انجیل وغیرہ۔ اور یہ پہلی کتابوں کی صداقت دیتی ہیں بلاشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حال کی خوب خبر رکھتا ہے، اور دیکھتا ہے کہ کون مستحق فضیلت کا ہے۔ تمام رسولوں کو اس نے سارے آدمیوں پر فضیلت دی ہے، اور بعض نبیوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے۔ اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ سب نبیوں سے زیادہ کیا ہے۔ پھر فرمایا پہلی کتابوں کی صداقت جبکہ اس قرآن میں ہے۔ تو اس قرآن کے ذریعہ سے ان پہلی کتابوں کا ہم نے ان لوگوں کو وارث بنایا جن کو پسند فرمایا۔ ہم نے اپنے بندوں میں سے کہ وہ قائم رکھنے والے ہیں اسکے حکموں کو۔ مراد ان سے یہ امت محمدی ہے۔

[۱] اس آیت میں تین قسم کے لوگوں کا بیان فرمایا کہ: ❶ بعض تو ان میں سے گنہگار ہیں، اور گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں، اور عمل نہیں کرتے۔ صرف ایمان ہی ایمان ہے ❷ اور بعض ان میں سے ایسے ہیں جو اوسط درجے کے ہیں۔ پورے عامل نہیں اور ❸ بعض کامل ہیں ایمان میں بھی اور عمل میں بھی، ہر ایک نیک کام میں پیش قدمی کرتے ہیں، اور دوسروں کو بھی ہدایت کرتے ہیں خدا کے حکم سے۔ ان لوگوں کو کتاب یعنی قرآن کا عطا فرمانا یہ اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔

[۲] عذابِ دوزخ کا ذکر: جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کا وارث کیا یہ ان کا حال ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ کے

وَ لِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿٣٣﴾ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۨ ﴿٣٤﴾ لا الَّذِيْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿٣٥﴾ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۚ ﴿٣٦﴾

اور پوشاک ان کی وہاں ریشمی ہوگی (۳۳) اور کہیں گے: ”سب خوبیاں اللہ ہی کو ہیں جس نے ہم سے غم دور کر دیا، بے شک ہمارا پروردگار بخشنے والا قدر دان ہے (۳۴) وہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو ہمیشہ رہنے کے گھر (یعنی جنت) میں اتارا جہاں ہم کو نہ کوئی رنج پہنچے اور نہ ہم کو اس میں کوئی تکان لاحق ہو“ (۳۵) اور [1] جو لوگ کہ کافر ہوئے ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے، نہ ان کی قضا آئے کہ مر جائیں اور نہ دوزخ کے عذاب میں ان پر کچھ کمی کی جائے، ہم ہر بڑے ناشکرے (یعنی کافر) کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں (۳۶)

فضل سے جنت میں داخل ہوں گے، وہاں ان کو موتی اور سونے کے جڑاؤ کنگن اور ریشمی کپڑے پہنائے جائیں گے۔ اسی واسطے دنیا میں مردوں پر یہ دونوں چیزیں حرام ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت ہے کہ جنت میں کھانے پینے کے برتن سونے چاندی کے ہوں گے۔ دنیا میں آدمی کو معیشت کا جانی اور مالی نقصانات کا خاتمہ بخیر ہونے کا اور عبادات کے قبول ہونے کا طرح طرح کا فکر و غم تھا۔ جنت میں داخل ہونے کے بعد یہ سب غم جاتے رہیں گے۔ اس لئے جنتی لوگ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کریں گے اور کہیں گے کہ سب خوبیاں اللہ ہی کو ہیں، جس نے ہمیں سب غموں سے آزاد کیا۔ بیشک ہمارا پروردگار بڑا غفور و رحیم ہے کہ اس نے ہمارے گناہ معاف کر دیئے۔ اور وہ بڑا قدر دان ہے کہ اس نے ہماری تھوڑی سی عبادت کے بدلہ میں ہم کو جنت جیسا مقام عنایت فرمایا کہ جہاں بے محنت اور مشقت کے ہم ہمیشہ رہیں گے۔

[1] فرمانبردار لوگوں کے انجام کے ذکر کے بعد یہ نافرمان لوگوں کے انجام کا ذکر فرمایا کہ ان کا انجام ہمیشہ کے لئے دوزخ کی آگ میں جانا ہے۔ دنیا کی آگ کا ایک انگارہ اگر انسان کے جسم پر رکھ دیا جائے تو اس کی برداشت اس سے نہیں ہو سکتی۔ دوزخ کی آگ تو وہ آگ ہے جس میں دنیا کی آگ سے انہتر حصے تیزی زیادہ ہے۔ پھر فرمایا کہ دنیا کی تکلیف سے دو طرح چھٹکارا ہوتا ہے ❶ یا تو آدمی تکلیف کی سختی سے مر جاتا ہے ❷ یا رفتہ رفتہ تکلیف کچھ کم ہو جاتی ہے۔ دوزخ میں یہ دونوں

وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۳۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۳۸﴾

اور اہل دوزخ اس میں چلائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو (یہاں سے نکال تاکہ (اب) ہم (دنیا میں جاکر) اچھے عمل کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے ہم کہیں گے: '' کیا ہم نے تم کو اس قدر عمر نہیں دی تھی کہ جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور تمہارے پاس ڈرسنانے والا (رسول بھی) آیا تھا تو اب مزہ چکھو کہ ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ﴿۳۷﴾ بیشک [۱] اللہ جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین کی ہر پوشیدہ بات کا، بیشک وہ دلوں کی باتیں (خوب جانتا ہے) ﴿۳۸﴾

باتیں نہ ہوں گی دوزخ کی تکلیف تو ایسی ہوگی کہ چاروں طرف سے موت نظر آئے گی، اور وہاں ان کی موت کا بھی حکم نہ دیا جائے گا جس سے مر کر چھوٹ جائیں۔ اور نہ گھڑی بھر اس عذاب میں کسی قسم کی تخفیف کی جائے گی۔ جیسا کہ ہم ان کو عذاب میں گرفتار کریں گے، ایسے ہی ہر کافر کا حال ہونا ہے، اور وہ اس آگ میں چیخ چیخ کر پکار رہے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار! تو ہم کو اس آگ سے نکال دے، تاکہ ہم اچھے کام کریں اور وہ کام نہ کریں گے جو ہم دنیا میں خراب خراب کرتے تھے۔ اس بارگاہ عالی سے حکم ہوگا: '' کیا ہم نے تم کو اس قدر عمر نہ دی تھی کہ جو چاہتا اس مدت میں نصیحت پکڑ سکتا تھا، اور تمہارے پاس ڈرسنانے والا بھی ہمارے پاس سے آیا۔ اس وقت تم کو کچھ نہ سوجھی، اس وقت خدا اور رسول کو بھول گئے۔ اب کیا ہو سکتا ہے تمہارے عمل کرنے کا وقت تو گذر گیا۔ وہ تو دنیا ہی میں تھا اور اس عالم کو تو ہم نے جزا و سزا کے ہی لئے بنایا ہے۔ باوجود یکہ ہمارے پیغمبر بھی تمہارے پاس سمجھانے کو آئے سو تم نے ان کا کہنا نہ مانا، سو اب اس عذاب کا مزہ چکھو۔ کافروں کا کوئی ایسا مددگار نہیں ہے جو ان کو عذاب سے بچالے''۔

[۱] اوپر فرمانبردار اور نافرمان لوگوں کا قیامت کے دن کا انجام کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں فرمایا اللہ تعالیٰ غیب دان ہے۔ اس لئے اس نے اپنے علم کے موافق ابھی سے لوگوں کو قیامت کے انجام سے ہوشیار کر دیا، اور اس کو دلوں کا بھید تک معلوم ہے، اس واسطے جزا و سزا کے وقت اس سے دل کا اعتقاد یا ہاتھ پیر کا کام، یا منہ کی بھلی بری بات کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ پھر فرمایا کہ پہلے کے نافرمان لوگوں کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر کے ان لوگوں کو ان کی جگہ پر پیدا کیا۔ اس لئے پہلے

هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَکُمۡ خَلٰٓئِفَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ فَمَنۡ کَفَرَ فَعَلَیۡہِ کُفۡرُہٗ ؕ وَ لَا یَزِیۡدُ الۡکٰفِرِیۡنَ کُفۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ اِلَّا مَقۡتًا ۚ وَ لَا یَزِیۡدُ الۡکٰفِرِیۡنَ کُفۡرُہُمۡ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾ قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ شُرَکَآءَکُمُ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ اَرُوۡنِیۡ مَاذَا خَلَقُوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ اَمۡ لَہُمۡ شِرۡکٌ فِی السَّمٰوٰتِ ۚ اَمۡ اٰتَیۡنٰہُمۡ کِتٰبًا فَہُمۡ عَلٰی بَیِّنَتٍ مِّنۡہُ ۚ بَلۡ اِنۡ یَّعِدُ الظّٰلِمُوۡنَ بَعۡضُہُمۡ بَعۡضًا اِلَّا غُرُوۡرًا ﴿۴۰﴾

وہی ہے کہ جس نے تم کو زمین میں اگلوں کا جانشین کیا، پس جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا اور کافروں کو ان کا کفران کے پروردگار کے نزدیک نہیں بڑھائے گا مگر بیزاری اور کافروں کے حق میں ان کا کفر نہیں بڑھائے گا مگر نقصان (آخرت میں) ﴿۳۹﴾ تم فرماؤ: ''بھلا بتاؤ تو اپنے وہ شریک (یعنی بت) جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں سے کون سا حصہ پیدا کیا ہے یا آسمانوں میں کچھ ان کا ساجھا ہے، یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اس کی روشن دلیلوں پر ہیں'' (ان میں سے کوئی بھی بات نہیں)، بلکہ ظالم آپس میں ایک دوسرے کو وعدہ نہیں دیتے مگر فریب کا ﴿۴۰﴾

کے لوگوں کی اُجڑی ہوئی بستیاں دیکھ کر ان لوگوں کو سمجھنا چاہئے کہ اللہ کی نافرمانی سے پہلے کے مشرکوں کو کیا نقصان پہنچ چکا ہے۔ پھر فرمایا: ''اے محبوب ﷺ! تم ان مشرکوں سے پوچھو تو سہی کہ ان کے بتوں نے ان کی ضرورت کی کسی چیز کو پیدا کیا ہے، یا اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں ان کے بتوں کی کچھ شراکت ہے، یا اللہ تعالیٰ نے بتوں کی پوجا کرنے کی ان مشرکوں کے پاس کوئی سند بھیجی ہے۔ جب ان باتوں میں سے کسی بات کو یہ لوگ ثابت نہیں کر سکتے، تو ان کے بہکانے والوں نے بتوں کی سفارش کا وعدہ جو کر رکھا ہے کہ بت تمہاری سفارش کریں گے، یہ ایک دھوکے کی ٹٹی ہے۔ جس کا حال ان کو قیامت کے دن معلوم ہو جائے گا۔ پھر فرمایا یہ شرک ایسی بری چیز ہے جس کے خوف سے آسمان و زمین اپنی جگہ سے ہل جاویں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی بردباری سے آسمان کو گرنے اور زمین کو ہلنے سے روک رکھا ہے۔ اور اگر وہ موجودہ جگہ سے ہل جاویں تو پھر اللہ کے سوا اور کوئی ان کو تھام بھی نہیں سکتا۔ بیشک وہ تحمل والا بخشنے والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ۬ وَ لَىٕنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾ وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَىٕنْ جَآءَهُمْ نَذِیْرٌ لَّیَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِیْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَاۙ ﴿۴۲﴾ اسْتِكْبَارًا فِی الْاَرْضِ وَ مَكْرَ السَّیِّئِ ؕ

بیشک اللہ ہی نے آسمانوں کو اور زمین کو تھام رکھا ہے کہ وہ جگہ سے نہ ہٹیں، اور اگر بالفرض وہ ہٹ جاویں تو اللہ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جو ان دونوں کو تھام سکے، بیشک وہ بردبار بخشنے والا ہے ﴿۴۱﴾ اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنی قسموں میں حد کی کوشش سے کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرسنانے والا آیا تو وہ ہر امت سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں گے، پھر جب ان کے پاس ڈرسنانے والا (یعنی پیغمبر) آیا تو بس اس (کے حق وہدایت) سے ان کی نفرت ہی بڑھی ﴿۴۲﴾ زمین میں اپنے کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے اور برے داؤں سے (یعنی مکروفریب سے)

نافرمانی کا انجام

لہ شان نزول: آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ روسا قریش نے سنا تھا کہ اہل کتاب نے اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی ہے۔ آپس میں کہتے تھے کہ یہ کیسے دو گروہ ہیں کہ اپنے پیغمبروں کی تکذیب کرتے ہیں۔ قسم خدا کی اگر کوئی پیغمبر ہمارے پاس آتا تو ہم ان سے زیادہ راہ پائے ہوئے ہوتے، اور اللہ کے رسول کی پوری فرمانبرداری کرتے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہوئے، اور قریش نے آپ سے طرح طرح کی مخالفت کرنی شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے قریش کے قائل کرنے کو اس مضمون کی چند آیتیں نازل فرمائیں۔ اور فرمایا کہ پہلے تو یہ لوگ قوم عرب میں اللہ کے رسول کے آنے کی آرزو کرتے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے ان کی آرزو پوری کی تو اللہ کے رسول سے انہوں نے مخالفت نکالی۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ اللہ کے رسولوں کی مخالفت کے سبب سے کتنی قومیں ان سے پہلے ہلاک ہوچکی ہیں۔ اگر یہ لوگ اللہ کے رسول کی نافرمانی سے باز نہ آئیں گے تو ایک دن وہی انجام ان کا ہونے والا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دستور بدلنے اور ٹلنے والا نہیں۔ اگر قریش میں کے سرکش لوگ اپنی سرکشی اور اللہ کے رسول کی مخالفت سے باز نہ آئے تو ان کے داؤ پیچ ایک دن انہی پر الٹ پڑیں گے، اور دستور الٰہی کے موافق پہلے کے نافرمان لوگوں کی طرح انکی ساری سرکشی خاک میں مل جاوے گی۔

وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا ﴿٤٣﴾ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ﴿٤٤﴾

اور برے داؤں کا وبال (اصل میں) اس کے چلنے والے ہی پر (الٹ) پڑتا ہے، پس کا ہے کے انتظار میں ہیں مگر اسی کے جو اگلے (کافر) لوگوں کا دستور ہوا، پس تم ہرگز اللہ کے دستور کو بدلا ہوا نہ پاؤ گے، اور ہرگز اللہ کے قانون کو ٹلتا نہ پاؤ گے ﴿۴۳﴾ اور [۱] کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی تاکہ دیکھتے کہ جو (منکر) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا، حالانکہ وہ قوت میں ان سے بہت زیادہ تھے، اور اللہ ہرگز ایسا نہیں کہ کوئی چیز آسمانوں میں اور زمین میں اس کو عاجز کر سکے، بیشک وہ بڑا علم والا بڑی قدرت والا ہے ﴿۴۴﴾

[۱] ان آیتوں میں فرمایا کہ یہ لوگ تجارت پیشہ ہیں۔ اکثر شام کے ملک کا سفر کرتے ہیں کیا ان کو اس راستہ میں پہلے کے سرکشوں کی اُجڑی ہوئی بستیاں نظر نہیں آتیں۔ جو ان سے قوت میں مال و اولاد میں ہر طرح سے بڑھ کر تھے، لیکن ان کی سرکشی کے سبب سے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کرنا چاہا تو اللہ کی قدرت کے آگے ان کی قوت، مالداری کوئی چیز بھی ان کو آفت سے نہ بچا سکی۔ پھر فرمایا باوجود طرح طرح کی سرکشی کے یہ لوگ آفت سے اب تک اس واسطے بچے ہوئے ہیں کہ عادت الٰہی میں ایسے لوگوں کی پکڑ کی جلدی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ہر ایک کی بداعمالی پر لوگوں کو جلدی پکڑے تو زمین پر کوئی جاندار ہلاکت سے نہ بچ سکے۔ کس لیے کہ علم اس کا وسیع ہے جس سے فرمانبردار اور سرکش نافرمان سب بندے اس کی نگاہ میں ہیں، سب کے دلوں تک کا حال اس کو خوب معلوم ہے۔ قدرت اسکی زبردست ہے کہ پہلے کی بڑی بڑی سرکش قوموں کو جس عذاب سے اس نے چاہا ایک دم میں ہلاک کر دیا، لیکن اس کے انتظام میں ہر کام کا وقت مقرر ہے اور عادتِ الٰہی یہ ہے کہ وقت مقررہ سے پہلے وہ نافرمان لوگوں کو مہلت دیتا ہے، تاکہ ان نافرمان لوگوں کو مہلت کے زمانہ میں راہ راست پر آنے کا پورا موقع ملے۔ جو سرکش لوگ مہلت کے زمانہ میں اپنی سرکشی اور نافرمانی سے باز نہیں آتے، تو وقت مقررہ پر ان کو ایسے سخت عذاب میں پکڑ لیتا ہے جس سے وہ بالکل ہلاک ہو جاتے ہیں۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّ لٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ ع

اور اگر اللہ لوگوں کو انکے اعمال کے سبب پکڑتا تو روئے زمین پر کسی چلنے والے کو نہ چھوڑتا و لیکن اللہ انکو ایک وقت مقررہ تک ڈھیل دیتا ہے، پس جب ان کا وقت مقرر آئے گا تو بیشک اللہ کے سب بندے اسکی نگاہ میں ہیں ﴿۴۵﴾

آیاتہا ۸۳　۳۶ سورۃ یٰس مکیۃ ۴۱　رکوعاتہا ۵

سورۂ یاسین مکہ میں نازل ہوئی، اس میں تراسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

يٰسٓ ﴿۱﴾ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ ۙ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳﴾ ۙ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴﴾ ؕ

یٰسٓ حکمت [1] والے قرآن کی قسم ہے ﴿۲﴾ بیشک (اے محبوب ﷺ) تم ﴿۳﴾ سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو ﴿۴﴾

خواص سورہ یاسین: اس سورت کے بے حد خواص ہیں یہ سورت قرآن شریف کا دل ہے جو شخص کسی حاجت کیلئے پڑھے ان شاء اللہ کامیاب ہووے۔ محتاج پڑھے غنی ہو جاوے۔ اسکو لکھ کر بطور تعویذ کے اپنے پاس رکھے تو نظر بد اور آسیب وغیرہ اور بیماریوں سب سے محفوظ رہے۔ اور اس سورت کو قریب المرگ والے کے روبرو سناوے تو اللہ تعالیٰ اس پر آسانی کر دے گا اور جانکنی والے پر تین مرتبہ پڑھ کر دم کر دیں ان شاء اللہ فوراً روح اسکی آسانی سے نکل جائے گی۔ اگر بیمار پر پڑھ کر دم کریں تو ان شاء اللہ شفا پائے گا۔

[1] حدیث شریف میں ہے کہ ہر چیز کے لئے قلب ہے، اور قرآن کا قلب یٰسٓ ہے، اور جس نے یٰسٓ پڑھی اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس بار قرآن پڑھنے کا ثواب لکھتا ہے۔ بزرگان دین نے فرمایا ہے کہ ہر سختی کے وقت یٰسٓ پڑھنا چاہئے اس کی برکت

تَنۡزِیۡلَ الۡعَزِیۡزِ الرَّحِیۡمِ ﴿۵﴾ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اُنۡذِرَ اٰبَآؤُہُمۡ فَہُمۡ غٰفِلُوۡنَ ﴿۶﴾ لَقَدۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ عَلٰۤی اَکۡثَرِہِمۡ فَہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۷﴾

یہ لہ قرآن غالب مہربان کا اتارا ہوا ہے ﴿۵﴾ تا کہ تم اس قوم کو ڈرسناؤ کہ جس کے باپ دادا (پیغمبروں کے ذریعہ سے) نہ ڈرائے گئے تو وہ بے خبر ہیں ﴿۶﴾ بیشک اس میں سے اکثر لوگوں پر عذاب کا وعدہ ثابت ہو چکا ہے پس وہ ایمان نہیں لائیں گے ﴿۷﴾

سے وہ سختی دفع ہو جاتی ہے۔ مراد حاصل ہوتی ہے، اور موت کے آنے کے وقت پڑھنے سے میت کی روح آسانی سے نکلتی ہے، اور ایمان نصیب ہوتا ہے۔ اور یٰس کے معنی میں اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیونکہ آپ کے بہت سے نام ہیں، منجملہ ان کے یہ بھی آپ کا نام ہی ہے۔ ان آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ مکہ کے مشرک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو نہیں مانتے تھے۔ کبھی تو جادوگر بتلاتے تھے اور کبھی شاعر اور کاہن کہتے تھے، اور کبھی کہتے تھے کہ تم اللہ کے رسول نہیں ہو۔ اس لئے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ مشرکوں کو یقین دلانے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ذکر کیا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ بلاشبہ پیغمبروں میں ہیں، اور آپ سیدھے راستہ پر ہیں یعنی اس راستہ پر ہیں کہ جو انبیاء سابقین کا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تمام مخلوقات کیلئے ہے۔

قرآن کے جھٹلانے والوں کا انجام

لہ اوپر قرآن کی قسم کھا کر یہ اس کی تفصیل بیان فرمائی کہ جس قرآن کی قسم کھائی گئی ہے وہ قرآن ایسے کا اُتارا ہوا ہے جو قرآن کے جھٹلانے والے کو سزا دینے میں بڑا زبردست اور قرآن کے ماننے والوں کے حق میں بڑا صاحب رحم ہے۔ پھر قرآن کے نازل کرنے کا سبب بیان فرمایا کہ قرآن ایسے لوگوں کو عذاب آخرت سے ڈرانے کے لئے اتارا گیا ہے کہ جن میں بہت مدت سے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا۔ اس واسطے ان میں موروثی غفلت چلی آتی ہے۔ پھر فرمایا ان میں سے اکثر لوگوں پر بات تقدیری ثابت ہو چکی ہے، اس لئے اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! ایسے لوگوں کے حال پر تم کو کچھ افسوس نہ کرنا چاہئے۔ اب آگے ان نافرمان لوگوں کی مثال بیان فرمائی کہ ان لوگوں کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی کی گردن میں طوق ڈال دیا گیا ہو، اور اس کا سر آسمان کی طرف اونچا ہو کر رہ جائے، اور اس کو زمین پر کی کوئی چیز نظر نہ آئے۔ گردن میں طوق اس طرح ڈالا جاتا ہے کہ اس میں دونوں ہاتھ بھی جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے جب طوق مع دونوں ہاتھوں کے ٹھوڑی تک ہوا، تو ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے پھنس کر گردن اونچی ہوگئی، اور آنکھیں آسمان کو لگ گئیں۔ دوسری مثال یہ بیان فرمائی کہ ان کے آگے پیچھے دیوار اور آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، اس لئے یہ لوگ آگے پیچھے کی چیز تو درکنار دیوار پر کی چیز کو بھی نہیں دیکھ سکتے۔ پھر فرمایا کہ ان لوگوں کی گمراہی کا جب یہ حال ہے تو قرآن کی آیتوں میں ان کے بھلے برے کو جو جتلایا گیا ہے اس کو یہ لوگ کسی طرح ماننے والے نہیں۔ اس لئے ان

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿۸﴾ وَ جَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَ سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِیْمٍ ﴿۱۱﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰى وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَهُمْ ؕ۫

وقف غفران

بیشک ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈالے ہیں، پس وہ تھوڑیوں تک ہیں پس یہ اوپر کو منہ اٹھائے رہ گئے ﴿۸﴾ اور ہم نے ان کے آگے ایک دیوار اور ان کے پیچھے ایک دیوار قائم کردی، پس ہم نے (ہر طرف سے) ان کو ڈھانک دیا (یعنی ایمان کی راہ بند ہے)، پس وہ کچھ نہیں دیکھتے ﴿۹﴾ اور ان کے لئے تمہارا ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے ﴿۱۰﴾ پس تم تو اسی شخص کو ڈرسنا سکتے ہو جو نصیحت کی پیروی کرے اور اللہ سے بے دیکھے ڈرے، پس اسے مغفرت اور عزت کے ثواب (یعنی جنت) کی خوشخبری [۱] دو ﴿۱۱﴾ بے شک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھ رہے ہیں کہ جو اعمال انہوں نے آگے بھیجے اور جو نشانیاں (یعنی طریقے) پیچھے چھوڑ گئے۔

کو عذابِ آخرت سے ڈرانا اور نہ ڈرانا یکساں ہے۔ جو لوگ راہ راست پر یعنی مسلمان ہیں، اور انہوں نے نہیں دیکھا، لیکن اللہ کے کلام کا یقین ان کے دل میں ایسا جم گیا ہے کہ بن دیکھے عذاب کا خوف بھی ان کو نافرمانی سے روکتا ہے۔ اب اس خوف اور ایمان کا نتیجہ بیان فرمایا کہ ایسے لوگوں کے حق میں گناہوں کی معافی کا اور تھوڑی سی نیکی کے بڑے اجر کا اللہ کا وعدہ ہے۔ اے محبوب ﷺ! تم اللہ کا یہ وعدہ خوشخبری اللہ کی قدرت کی نشانی کے طور پر ایسے لوگوں کو سنا دو۔

اللہ کی قدرت کی نشانی

[۱] اس آیت میں فرمایا کہ کامل بدلہ پانے کا مقام آخرت ہے اور وہ اس طرح سے ہے کہ ہم مردوں کو زندہ کریں گے۔ پھر فرمایا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، اور نیک و بدعمل اور ان کی جزا و سزا دینے کے واسطے لوح محفوظ میں لکھتے ہیں۔ اور ہم انکے ان طریقوں کو بھی اس میں لکھتے ہیں جن کو وہ اپنے بعد والوں کے واسطے مقرر کر گئے ہیں۔ ہم نے لوح محفوظ میں تمام چیزوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنٰهُ فِيٓ إِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿١٢﴾ وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ إِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿١٣﴾

اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں شمار کر رکھا ہے ⑫ اور ان سے ایک داستان اس شہر والوں کی بیان کرو جب ان کی طرف فرستادے (پیغمبر) آئے ⑬

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

۱ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کا مختصر بیان یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دو حواریوں صادق و صدوق کو انطا کیہ بھیجا تا کہ وہاں کے لوگوں کو جو بت پرست تھے، دین حق کی دعوت دیں۔ جب یہ دونوں شہر کے قریب پہنچے تو انہوں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ بکریاں چرا رہا ہے اس شخص کا نام حبیب نجار تھا۔ اس نے ان کا حال دریافت کیا ان دونوں نے کہا کہ "ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے ہیں۔ تمہیں دین حق کی دعوت دینے آئے ہیں کہ بت پرستی چھوڑ کر خدا پرستی اختیار کرو"۔ حبیب نجار نے نشانی دریافت کی انہوں نے کہا: "نشانی یہ ہے کہ ہم بیماروں کو اچھا کرتے ہیں، اندھوں کو بینا کرتے ہیں، برص والے کا مرض دور کرتے ہیں"۔ حبیب نجار کا ایک بیٹا دو سال سے بیمار تھا انہوں نے اس پر ہاتھ پھیرا، وہ تندرست ہو گیا۔ حبیب نجار ایمان لائے اور اس واقعہ کی خبر مشہور ہو گئی، اور ایک خلقِ کثیر نے ان کے ہاتھوں اپنے امراض سے شفا پائی۔ یہ خبر پہنچنے پر بادشاہ نے انہیں بلا کر کہا: "کیا ہمارے معبودوں کے سوا اور کوئی معبود بھی ہے۔ ان دونوں نے کہا "وہی جس نے تجھے اور تیرے معبودوں کو پیدا کیا"، پھر لوگ ان کے درپے ہوئے اور انہیں مارا اور یہ دونوں قید کر لئے گئے۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون کو بھیجا، وہ اجنبی بن کر شہر میں داخل ہوئے، اور بادشاہ کے مصاحبین و مقربین سے راہ پیدا کر کے بادشاہ تک پہنچے اور اس پر اپنا اثر پیدا کیا۔ جب دیکھا کہ بادشاہ ان سے خوب مانوس ہو گیا تو ایک روز بادشاہ سے ذکر کیا کہ دو آدمی جو قید کئے گئے ہیں وہ کیا کہتے تھے۔ بادشاہ نے کہا کہ جب انہوں نے نئے دین کا نام لیا فوراً ہی مجھے غصہ آ گیا۔ شمعون نے کہا: "اگر بادشاہ کی رائے ہو تو انہیں بلا لیا جائے دیکھیں ان کے پاس کیا ہے"۔ چنانچہ وہ دونوں بلائے گئے شمعون نے ان سے دریافت کیا تمہیں کس نے بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا: "اس اللہ نے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا، اور ہر جاندار کو روزی دی اور جس کا کوئی شریک نہیں"۔ شمعون نے کہا کہ اس کی مختصر صفت بیان کرو۔ انہوں نے کہا: "وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے"۔ شمعون نے کہا: "تمہاری نشانی کیا ہے"۔ انہوں نے کہا: "جو بادشاہ چاہے" تو بادشاہ نے ایک اندھے لڑکے کو بلایا۔ انہوں نے دعا کی وہ فوراً بینا ہو گیا، شمعون نے بادشاہ سے کہا کہ اب مناسب یہ ہے کہ تو اپنے معبودوں سے کہہ کہ وہ بھی ایسا ہی کر کے دکھائیں تا کہ تیری اور ان کی عزت ظاہر ہو۔ بادشاہ نے شمعون سے کہا کہ تم سے کچھ چھپانے کی بات نہیں ہے، ہمارا معبود نہ دیکھے نہ سنے، نہ کچھ بگاڑ سکے نہ بنا سکے۔ پھر بادشاہ نے ان دونوں حواریوں سے کہا کہ

اِذْ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهِمُ اثْنَیْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلَیْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَاۤ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَ مَاۤ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّاۤ اِلَیْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَ مَا عَلَیْنَاۤ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْۤا اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَىٕنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَ لَیَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۸﴾

جب ہم نے ان کی طرف دو حواری بھیجے پس انہوں نے ان کو جھٹلایا، پھر ہم نے تیسرے سے قوت دی، اب ان تینوں فرستادوں نے کہا: ''بیشک ہم تمہاری طرف (ہدایت کیلئے) بھیجے گئے ہیں'' ﴿۱۴﴾ ان لوگوں نے کہا: ''تم تو ہم جیسے آدمی ہو اور نہ خدا نے کوئی چیز بھیجی ہے تم محض جھوٹ بولتے ہو'' ﴿۱۵﴾ انہوں نے کہا: ''ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ بیشک ضرور ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں ﴿۱۶﴾ اور ہمارے ذمہ نہیں مگر صاف صاف پیغام پہنچا دینا'' ﴿۱۷﴾ وہ لوگ بولے: ''بیشک ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں اگر تم باز نہ آئے تو ہم ضرور تمہیں سنگسار کریں گے اور بیشک تم کو ہمارے ہاتھوں دکھ کی مار پڑے گی'' ﴿۱۸﴾

اگر تمہارے معبود کو مردے کے زندہ کر دینے کی قدرت ہو تو ہم اس پر ایمان لے آئیں''۔ انہوں نے کہا: ''ہمارا معبود ہر شے پر قادر ہے''۔ بادشاہ نے ایک دہقان کے لڑکے کو منگایا جس کو مرے ہوئے سات دن ہو گئے تھے اور جسم خراب ہو چکا تھا، بدبو پھیل رہی تھی۔ ان کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ کیا، وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: ''میں مشرک مرا تھا، مجھ کو جہنم کی سات وادیوں میں داخل کیا گیا، میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ جس دین پر تم ہو بہت نقصان دہ ہے۔ ایمان لاؤ''۔ اور کہنے لگا کہ آسمان کے دروازے کھلے، اور ایک حسین جوان مجھے نظر آیا، جوان تین شخصوں کی سفارش کرتا ہے۔ بادشاہ نے کہا: ''کون تین''۔ اس نے کہا: ''ایک شمعون اور دو یہ''۔ بادشاہ کو تعجب ہوا۔ جب شمعون نے دیکھا کہ اس کی بات بادشاہ کے دل پر اثر کر گئی تو اس نے بادشاہ کو نصیحت کی، وہ ایمان لایا اور اس کی قوم کے کچھ لوگ ایمان لائے، اور کچھ ایمان نہ لائے اور عذاب الٰہی میں ہلاک کیے گئے۔ اکثر سلف کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اس قوم کے ہلاک کرنے کا حکم دیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس شہر کے دروازے پر آن کر ایک چنگھاڑ ماری جس سے ان کے کلیجے پھٹ کر فوراً مر گئے۔

قَالُوْا طَآىِٕرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَىِٕنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ جَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ رَجُلٌ یَّسْعٰى قَالَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْــٴَـلُكُمْ اَجْرًا وَّ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

انہوں نے فرمایا: ''کہ تمہاری نحوست تو تمہارے (کفر کے) ساتھ ہے، کیا اس لئے کہ تم کو نصیحت کی گئی بلکہ تم لوگ حد سے نکل جانے والے ہو'' ﴿۱۹﴾ اور ایک شخص (مسلمان) اس شہر کے پرلے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا کہنے لگا: ''اے میری قوم! بھیجے ہوؤں کی پیروی کرو ﴿۲۰﴾ ایسوں کی پیروی کرو جو تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ راہ راست پر ہیں'' ﴿۲۱﴾

وَمَالِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰي قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾ يٰحَسْرَةً عَلَي الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۰﴾

وقف غفران

اور مجھے کیا (عذر) ہے کہ میں اس (معبود) کی عبادت نہ کروں کہ جس نے مجھے پیدا کیا اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿۲۲﴾ کیا میں اللہ کے سوا اور (باطل) معبود ٹھہراؤں کہ اگر خدا مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو نہ ان (باطل معبودوں) کی سفارش میرے کچھ کام آئے اور نہ وہ مجھے بچا سکیں ﴿۲۳﴾ (اگر میں ایسا کروں) تو بیشک میں صریح گمراہی میں ہوں ﴿۲۴﴾ بیشک میں تمہارے پروردگار پر ایمان لایا، پس میری سنو ﴿۲۵﴾ اس سے فرمایا گیا کہ جنت میں داخل ہو، کہنے لگا: "کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہوتی ﴿۲۶﴾ کہ کس چیز سے میرے پروردگار نے میری مغفرت کی اور مجھ کو عزت والوں میں شامل کیا" ﴿۲۷﴾ اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر کوئی لشکر (فرشتوں کا اس کی ہدایت کے لئے) آسمان سے نہیں اتارا اور نہ ہم کو وہاں کوئی لشکر اتارنا تھا ﴿۲۸﴾ وہ سزا تو ایک آواز سخت تھی، پس وہ سب اسی دم (اس سے) بجھ کر (یعنی مر کر) رہ گئے ﴿۲۹﴾ اور (کہا گیا) کہ ہائے افسوس (ایسے) بندوں کے حال پر جب ان کے پاس کوئی رسول آتا ہے تو اس سے ٹھٹھا ہی کرتے ہیں ﴿۳۰﴾

اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَ اِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ اٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ ۚۖ اَحْیَیْنٰهَا وَ اَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ جَعَلْنَا فِیْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ وَّ فَجَّرْنَا فِیْهَا مِنَ الْعُیُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِیَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَ مَا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْهِمْ ؕ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتیں ہلاک کر دیں کہ وہ اب ان کی طرف (دنیا میں) لوٹ کر آنے والے ہیں اور جتنے بھی نہیں ﴿۳۱﴾ سب کے سب (قیامت کے دن) ہمارے پاس حاضر کیے جائیں گے ﴿۳۲﴾ اور ان کے لئے مردہ (یعنی خشک) زمین ایک نشانی ہے جس کو ہم نے (بارش سے) زندہ (یعنی سرسبز) کیا اور پھر اس سے اناج نکالا پس اس میں سے (وہ) کھاتے ہیں ﴿۳۳﴾ اور ہم نے اس (زمین) میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کیے اور ہم نے اس میں چشمے جاری کیے ﴿۳۴﴾ تا کہ لوگ اس کے پھلوں میں سے کھائیں اور اسے ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا (یہ سب خدا کا دیا ہوا ہے) تو کیا (یہ لوگ اس نعمت کا) شکر نہیں کریں گے ﴿۳۵﴾

اللہ کی قدرت کی نشانیاں

لے ان آیتوں میں فرمایا کہ ہر سال حشر کا حال سمجھنے کے لئے وہ مُردہ یعنی خشک زمین کو جس میں گھاس تک نہیں اُگتی منکرینِ حشر کے حق میں ایک نشانی ہے۔ کہ جس وقت ہم نے اس پر مینہ برسایا تو مُردہ زمین یعنی خشک زمین کا پانی سے ہرا بھرا کر دینا یعنی بعد مرنے کے زمین کو زندہ کر دیا۔ جس سے ہم نے اناج پیدا کیا جس کو وہ سب لوگ کھاتے ہیں، یہ نشانیاں دوبارہ پیدا کرنے کی دلالت کرتی ہیں، اور ہم نے اس زمین میں طرح طرح کے باغ کھجوروں اور انگوروں کے پیدا کیے، اور جاری کیے زمین میں چشمے اور ندیاں، تا کہ لوگ باغ کے میوے اور پھلوں میں سے کھائیں۔ پھر فرمایا یہ چیزیں ان کی بنائی ہوئی نہیں، نہ ان کے معبودوں کی، بلکہ صرف اسکی قدرت سے پیدا ہوئی ہیں۔ پھر فرمایا یہ لوگ اس نعمت کا شکر کیوں نہیں کرتے۔ وہ اللہ تمام عیوب اور نقائص سے پاک ہے جس نے زمین کی اُگنے والی چیزوں کو طرح طرح سے پیدا کیا، اور بہت سی ایسی عجیب اور غریب چیزیں پیدا کی ہیں جس کو تم جانتے تک بھی نہیں ہو۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَ اٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ۙ وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۳۸﴾ؕ

پاک ذات ہے وہ کہ جس نے سب جوڑے پیدا کئے ان چیزوں سے جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود ان سے اور ان چیزوں سے کہ جن کی انہیں خبر نہیں ﴿۳۶﴾ اور ۱ ان کے لئے ایک نشانی رات ہے کہ ہم اس (رات) پر سے دن کو اتار لیتے ہیں، پس ناگہاں وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں ﴿۳۷﴾ اور ۲ سورج اپنی مقررہ راہ پر چلتا رہتا ہے یہ اندازہ خدائے غالب جاننے والے کا (بنایا ہوا) ہے ﴿۳۸﴾

رات اور دن قدرت کی نشانیاں

۱ یہ ایک قدرت کی نشانی کا ذکر فرمایا کہ ایک نشانی ہماری قدرت کی ان کے واسطے رات ہے۔ فرمایا کہ ہم اس رات پر سے دن اتار لیتے ہیں۔ وہ لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں، راہ کا اندھیرا اور دن کا اُجالا دونوں خدا کی قدرت کی نشانی ہیں۔ رات آتی ہے تو دن چلا جاتا ہے اور جب دن آتا ہے تو رات چلی جاتی ہے۔ رات کو انسان آرام پاتا ہے اور دن کو ہر طرح کا کام دھندہ کرتا ہے۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نیند کو موت اور سو کر اٹھنے کو دوبارہ جینا فرمایا ہے۔ نیند میں آدمی کے ہوش وحواس جاتے رہتے ہیں، اسلئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رات کو سونا اور دن کو پھر جاگ اٹھنا، حشر کا ایک نمونہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے رات دن کا ذکر فرمایا۔

۲ ایک اور قدرت کی نشانی کا ذکر فرمایا کہ آفتاب کے دورہ کا یہ ہے کہ قیامت تک مشرق سے نکلنے اور مغرب میں غروب ہونے کا دورہ۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس کے پیچھے لگا دیا ہے، وہی اس کا دور ہے، قیامت کے دن اس کی حرکت جاتی رہے گی۔ آنحضرت ﷺ نے ایک روز حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ یہ سورج جو غروب ہوتا ہے تو تم کو معلوم ہے کہ یہ کہاں جاتا ہے۔ انہوں نے کہا: ''کچھ معلوم نہیں''۔ آپ نے فرمایا: ''یہ عرش معلیٰ کے بیچ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں سجدہ کرتا ہے، اور معمول کے موافق مشرق سے نکلنے کی اس کو اجازت ملتی ہے۔ جب قیامت آنے کو ہوگی تو مغرب کی طرف سے نکلنے کا اس کو حکم ہو جائے گا، پھر کسی کا ایمان قبول نہ ہوگا۔ اور سورج مغرب سے نکلتے ہی دابۃ الارض نکل آوے گا، اور مسلمان اور کافر کو الگ الگ کر دیوے گا''۔ آخر کو فرمایا سورج کی چال کا یہ اندازہ ایسے زبردست صاحب علم کا ٹھہرایا ہوا ہے کہ اس میں کبھی فرق نہیں پڑ سکتا۔

وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِؕ وَ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَ اٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِۙ ﴿۴۱﴾ وَ خَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾

اور ۱ چاند کیلئے بھی ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ (گھٹتے گھٹتے) کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے ﴿۳۹﴾ نہ تو سورج ہی سے ہوسکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے اور آسمان میں ہر ایک ایک (سورج اور چاند اور ستارے) سیر کرتے ہیں ﴿۴۰﴾ اور ۲ ان کے لئے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے بنی آدم کی نسل کو (نوح کی) بھری کشتی میں سوار کیا ﴿۴۱﴾ اور ہم نے ان کے لئے کشتی کی مانند اور چیزیں پیدا کیں کہ جن پر وہ سوار ہوتے ہیں ﴿۴۲﴾

چاند اور سورج قدرت کی عظیم نشانیاں

۱ منجملہ دلائل کے ایک یہ بھی ہے کہ ہم نے چاند کے واسطے اٹھائیس منزلیں مقرر کردی ہیں۔ کہ وہ ہر ماہ کی اٹھائیس رات دن میں ان میں سے گذرتا ہے۔ اگر تیس کا مہینہ ہوتا ہے تو دو دن غائب رہتا، اور جو انتیس روز کا مہینہ ہوتا ہے تو ایک روز غائب رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ پچھلی تاریخوں میں بہ سبب باریکی اور زردی اور کجی مثل پتلی سوکھی خمدار ٹہنی کھجور کے ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ سورج کو نہیں لائق کہ چاند کو پکڑ لیوے۔ مطلب یہ ہے کہ چاند کی چال سے سورج کی چال کم ہے، اس لئے سورج چاند کو پکڑ نہیں سکتا۔ اور رات بھی دن سے آگے بڑھنے والی نہیں ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ دن تو آئے نہیں اور دوسری رات شروع ہو جائے۔ ان کے لئے یہی ایک حد اللہ تعالیٰ نے ٹھہرادی ہے کہ اس سے تجاوز نہیں کرسکتے۔ اور رات اور دن اور سورج اور چاند ستارے سب کے سب الگ اپنے اپنے دورہ میں سیر کررہے ہیں۔

۲ ان آیتوں میں فرمایا کہ اور نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ ہم نے اپنی قدرت سے دریا کو بھی تمہارا تابعدار بنادیا کہ تم اس میں جو سامان و اسباب کی کشتیاں لئے پھرتے ہو۔ فرمایا کہ ہم نے ان کے باپ داداؤں کو نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند۔ چھوٹی بڑی کشتیاں بھی پیدا کردیں جن پر وہ چڑھتے پھرتے ہیں، اگر ہم چاہیں تو ان کو ڈبو دیں ان کو جو کشتیوں میں سوار ہیں، پھر کوئی ان کی فریاد کو پہنچنے والا نہیں جو ان کو اس مصیبت سے نجات دیوے۔ مگر ہم اپنی رحمت سے دریا اور خشکی میں سفر کراتے ہیں، اور ایک وقت مقررہ تک تم کو ہر ایک آفت سے بچاتے ہیں۔

وَ اِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ وَ لَا هُمْ یُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَ مَتَاعًا اِلٰى حِیْنٍ ﴿۴۴﴾ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَ مَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ مَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ﴿۴۶﴾ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۴۷﴾

اور اگر ہم چاہیں تو انہیں غرق کر دیں، پھر نہ تو ان کا کوئی فریادرس ہو اور نہ وہ رہا کئے جائیں ﴿۴۳﴾ لیکن ہم نے اپنی طرف سے رحمت کی اور ان کو ایک وقت مقررہ تک بہرہ مند کیا ﴿۴۴﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم لوگ اس عذاب سے ڈرو جو تمہارے سامنے (یعنی عذاب دنیا) ہے اور جو تمہارے پیچھے آنے والا (یعنی عذاب آخرت) ہے شاید کہ تم پر رحم کیا جائے ﴿۴۵﴾ اور جب بھی ان کے پروردگار کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ان کے پاس آتی ہے تو اس سے منہ ہی پھیر لیتے ہیں ﴿۴۶﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے دیئے میں سے کچھ اس کی راہ میں خرچ کرو تو کافر لوگ مسلمانوں کے لئے کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسے لوگوں کو کھلائیں کہ اگر اللہ چاہتا تو (خود) کھلا دیتا تم تو نہیں مگر ظاہر گمراہی میں ﴿۴۷﴾

قیامت کس حالت میں قائم ہوگی

۱ مشرکین مکہ کو جب پہلی قوموں کے حال سے ڈرنے کو کہا جاتا، اور ان کی گمراہی کے آئندہ کے نتیجہ کی انہیں یاد دلائی جاتی ہے، تو بجائے راہ راست پر آنے کے یہ لوگ قرآن کی ان نصیحتوں کو ٹال دیتے تھے۔ اسی طرح جب ان لوگوں سے یہ کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو خوشحال جو کیا ہے اس کے شکریہ میں غریب محتاج لوگوں کے ساتھ کچھ سلوک کیا کرو۔ تو اسکے جواب میں یہ لوگ کہتے تھے کہ کیا ان لوگوں کو کھانا کھلاویں اور کچھ خیرات دیں، جس کے اعتقاد میں یہ ہے کہ اللہ ہی ان کو رزق دے سکتا ہے۔ تم لوگ جو باوجود اس بات کے کہ خدا کو رازق سمجھے ہوئے ہو، اور پھر ہم سے کہتے ہو کہ غریب اور محتاج لوگوں کے ساتھ سلوک کرو، تو تم صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾

ع ۱۸ / ۲

اور ۱ (کافر لوگ) کہتے ہیں کہ یہ (قیامت کا) وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو ﴿۴۸﴾ (تو بتاؤ) وہ لوگ بس ایک سخت آواز کا انتظار کر رہے ہیں جو ان کو آ پکڑے گی اور وہ دنیا کے جھگڑے میں پھنسے ہوں گے ﴿۴۹﴾ پس (اس وقت) نہ یہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھروں میں واپس جا سکیں گے ﴿۵۰﴾ اور جب (دوبارہ) صور پھونکا جائے گا پس وہ سب فوراً اپنی قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف دوڑتے چلیں گے ﴿۵۱﴾

قیامت کا منظر

۱ جس طرح کوئی کسی چیز کا منتظر ہوتا ہے اس طرح کافر لوگ قیامت کا حال سن کر مسخرے پن اور تعجب سے یہ بات مسلمانوں سے کہتے کہ جو کچھ تم قیامت کا حال کہتے ہو کہ مر کر پھر جینا ہوگا، اگر یہ تمہارا بیان سچ ہے تو آخر اس کا ظہور کب ہوگا، اور قیامت کی ابتدا کس صورت سے ہوگی جس کو نفخة الفزع کہتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے جواب میں فرمایا کہ جب یہ لوگ ایک منتظر آدمی کی طرح قیامت کے انتظار میں ہیں، تو ان کو ایک سخت آواز کا انتظار کرنا چاہئے کہ لوگ اپنے دنیا کے کاروبار میں معمول کے موافق اسی طرح مصروف ہوں گے، جس طرح آج کاروبار میں مصروف ہیں کہ یکا یک ایک سخت آواز آن کر تمام دنیا فنا ہو جائے گی۔ کہ نہ کوئی اپنے مال کی کسی کو کچھ وصیت کر سکے گا، نہ گھر کے باہر گیا ہوا شخص پھر کر گھر کو آ سکے گا، اس کے بعد چالیس برس تک تمام دنیا ویران پڑی رہے گی۔ پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا تو اس آواز سے سب جی اٹھیں گے، اور اپنے رب کے روبرو حاضر ہونے کے لئے قبروں سے نکل کر چل نکلیں گے۔ اس دوسرے صور کا نام نفخة البعث ہے۔ دونوں صور کے مابین چالیس برس کے زمانہ میں عذاب قبر موقوف ہو جائے گا، اور عذاب قبر والے لوگوں کو ایک غنودگی سی آجائے گی۔ اسی واسطے جب یہ لوگ دوسرے صور کی آواز سے جاگ اٹھیں گے، تو اپنی قبروں کو اپنی خوابگاہ قرار دے کر یہ کہویں گے کہ افسوس! ہم کو ہماری خواب گاہ سے کس نے اٹھایا، کیا آج وہ دن ہے جس کو حشر کا دن اللہ کے رسول ﷺ نے دنیا میں بتلایا تھا۔ پھر فرمایا کہ دوسرے صور کی فقط ایک ہی آواز ان لوگوں کے اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہونے کے لئے ایسا گہرا تقاضا ہے کہ اس آواز کے ساتھ ہی یہ سب اللہ تعالیٰ کے روبرو پکڑے ہوئے آجائیں گے۔

قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَالْیَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْـًٔا وَّ لَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْیَوْمَ فِیْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآىِٕكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾

وقف منزل وقف غفران وقف لازم

(کافر) کہیں گے کہ ہائے ہماری خرابی! ہم کو کس نے ہماری خواب گاہوں سے جگا دیا، یا یہ وہی (قیامت) ہے جس کا خدا نے وعدہ دیا تھا اور رسولوں نے حق فرمایا تھا ﴿۵۲﴾ پس وہ ایک سخت آواز ہوگی جبھی وہ سب کے سب ہی ہمارے سامنے حاضر ہو جائیں گے ﴿۵۳﴾ تو آج [۱] کسی جان پر ذرا ظلم نہ ہوگا اور تم کو بس انہیں کاموں کا بدلہ ملے گا جو تم (دنیا میں) کرتے تھے ﴿۵۴﴾ بے شک بہشت والے آج کے دن اپنے کاموں میں خوش ہیں ﴿۵۵﴾ وہ [۲] اور ان کی بیبیاں سایوں میں تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں ﴿۵۶﴾

[۱] اوپر دوسرے صور کی آواز سن کر اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہو جانے کا ذکر تھا، اب اس کے نتیجہ کا ذکر فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر ظلم حرام کر لیا ہے۔ اسی واسطے فرمایا کہ قیامت کے دن کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا، مطلب یہ ہے کہ نیکیوں کے ثواب میں کمی نہ ہوگی، اور بدی کی سزا جرم کی حیثیت سے بڑھ کر نہ دی جائے گی۔

جنتیوں اور دوزخیوں کا انجام

[۲] ان آیتوں میں جنتیوں اور دوزخیوں کا ذکر فرمایا، کیونکہ دنیا کا پیدا ہونا اور حشر کا قائم ہونا سب اسی نتیجہ کے لئے تھا۔ جنتیوں کے حال کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اور اُن کی بیبیاں طرح طرح کی نعمتوں کے مشغلہ میں لگے ہوئے ہوں گے۔ جنت کے مکانوں اور درختوں کے سایہ کی ٹھنڈک میں چھپر کھٹوں کے گدوں، یا ان کے فرشوں پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے۔ اور طرح طرح کے میوے، اور جس چیز کو ان کا جی چاہے گا وہ سب کچھ وہاں موجود ہو جائے گا۔ اور ان کو پروردگار کی طرف سے السلام علیکم فرمایا جائے گا۔ اور جس وقت کہ مسلمان اور گنہگار جمع ہوں گے، اس وقت اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ اے گنہگارو! الگ ہٹ جاؤ، اور پھر ان کو یوں قائل کیا جائے گا کہ کیا رسولوں کی زبانی تم کو شیطان کی فرمانبرداری سے منع نہیں کیا گیا تھا کہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ اس پر بھی ایک بڑی جماعت ناسمجھی سے شیطان کے بہکانے میں آ گئی، تو ایسے لوگوں کا ٹھکانا آج

لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُونَ ﴿٥٧﴾ سَلٰمٌ ۚ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ ﴿٥٨﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿٥٩﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٦٠﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٢﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿٦٣﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٦٤﴾ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٦٥﴾

وقف غفران

وہاں ان کیلئے (ہر طرح کے) میوے ہیں اور جو کچھ چاہیں گے ان کو ملے گا۝۵۷ ان کو پروردگار مہربان کی طرف سے سلام فرمایا جائے گا۝۵۸ اور (دوزخیوں سے کہا جائے گا): "اے مجرمو! آج (جنتیوں سے) الگ ہو جاؤ"۝۵۹ اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم کو (انبیاء کی معرفت) تاکید نہیں کردی تھی کہ تم شیطان کو نہ پوجنا بیشک شیطان تمہارا صریح دشمن ہے۝۶۰ اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے۝۶۱ اور بیشک اس (شیطان) نے تم میں سے بہت سی خلقت کو بہکا دیا، تو کیا تمہیں عقل نہ تھی؟ (کہ تم اس کی گمراہی کو سمجھتے)۝۶۲ یہ ہے وہ دوزخ کہ جس کا تم کو وعدہ دیا جاتا تھا۝۶۳ آج اس میں داخل ہو بسبب اس کے کہ تم کفر کرتے تھے۝۶۴ آج[1] ہم انکے مونہوں پر مہر لگادیں گے (کہ وہ بول نہ سکیں) اور انکے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور انکے پاؤں گواہی دیں گے جو کچھ وہ کرتے تھے۝۶۵

کے دن بوجہ کفر کے دوزخ ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: "دوزخ کے عذاب کا جو حال مجھ کو معلوم ہے، اگر وہ میں پورا بیان کر دوں تو لوگ ہنسنا چھوڑ کر ہمیشہ روتے رہیں، اور گھر بار چھوڑ کر جنگل کو نکل جائیں"۔

[1] اس آیت میں قیامت کے دن لوگوں کا حساب و کتاب جس وقت ہوگا، اس وقت کی حالت کا ذکر ہے۔ جب نیک و بد سب طرح کے لوگ اللہ تعالیٰ کے رُوبرو کھڑے ہوں گے تو بعضے گنہگار لوگ یعنی مسلمان ایسے ہوں گے کہ اپنے نامہ اعمال کو دیکھ کر

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِى الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾

اور لے اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں مٹا دیتے پھر وہ راستہ کی طرف دوڑتے تے پس انہیں کچھ نہ سوجھتا ﴿۶۶﴾ اور اگر ہم چاہتے تو بیشک ان کے گھروں ہی میں ان کی صورتیں مسخ کر دیتے کہ جس سے نہ آگے بڑھ سکتے نہ پیچھے لوٹتے ﴿۶۷﴾ اور ہم جسے بڑی عمر کا کریں اسے پیدائش میں الٹا پھیریں (کہ وہ بچپن کے سے ضعف وناتوانی کی طرف واپس ہونے لگے) پس کیا وہ نہیں سمجھتے ؟ ﴿۶۸﴾

جس قدر گناہ اس میں لکھے ہوں گے ان کا اقرار کریں گے، ان کے اقرار پر اللہ تعالیٰ کو رحم آوے گا، اس لئے اللہ تعالیٰ ان کے سب گناہ معاف کردے گا۔

اعضاء انسانی کا کلام کرنا

اور بعضے کافر اور منافق ایسے ہوں گے کہ اپنے کفر اور گناہوں کا انکار کریں گے، اور کہویں گے کہ: ''یا اللہ! تیرے فرشتوں نے ہمارے نامہ اعمال میں وہ برے کام لکھ دیئے ہیں جو ہم نے ہرگز دنیا میں نہیں کئے''۔ اس پر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے منہ پر اپنی قدرت سے خاموشی کی مہر لگا دیوے گا، جس سے ان کی زبان بالکل بند ہو جائے گی۔ اور ان کے ہاتھ پیروں کو گویائی دے دے گا، ان کے ہاتھ پیران کے سب گناہوں کا حال اس طرح بیان کر دیویں گے۔ کہ جب ہاتھ گناہوں کا حال بیان کرے گا تو پیر اس کے بیان کے سچے ہونے کی گواہی دیوے گا۔ اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے فقط ہاتھ اور پاؤں کو گویائی دیئے جانے کا ذکر فرمایا ہے، اور سورۂ حم السجدہ میں ذکر آوے گا وہاں کان آنکھ اور سارے جسم کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن اعضاء سے آدمی دنیا میں برا کام کرے گا وہ سب قیامت کے دن گواہی دیویں گے۔

لے اس آیت میں فرمایا: ''اگر ہم یوں چاہتے تو ان کی آنکھیں اندھی کر دیتے، پھر وہ رستے کو ڈھونڈھتے اور رستہ نہ پاتے، حالانکہ ہم نے ایسا نہیں کیا ان کی ظاہری آنکھیں اور رستہ ظاہری پانا اس کی دلیل ہے، جس طرح ہم نے ظاہری آنکھیں دی ہیں، ہر ایک کو باطنی آنکھیں بھی عطا کی ہیں، لیکن وہ نہیں جانتے نہیں دیکھتے۔ شیطان نے ان کی آنکھوں پر لذات اور شہوات کے حجاب ڈال رکھے ہیں۔ پھر فرمایا: ''اگر ہم چاہیں تو ان کی صورتوں کو مسخ کر کے انکے گھروں ہی میں بندر یا خنزیر یا پتھر وغیرہ بنادیں، پھر وہ کہاں جاسکتے ہیں''۔ پھر فرمایا کہ ان کے اعضاء جس قدر اور جس طرح ہر وقت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں، کیا اس کا حال یہ لوگ اپنے بچپن جوانی اور بڑھاپے کی حالت سے نہیں سمجھ سکتے کہ جوانی سے پہلے ان کی کمزوری کیسی طاقت سے بدل گئی، اور بڑھاپا آتے ہی پھر وہی کمزوری کیونکر پلٹ کر آگئی۔ جب ہم ایسے ایسے امور پر قادر ہیں تو ہم ان کو مرے

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ ﴿۶۹﴾ لِّیُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَیًّا وَّ یَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۰﴾ اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾

اور ۱ ہم نے ان کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے، یہ تو (جو کچھ لائے ہیں) محض نصیحت اور روشن قرآن ہے ﴿۶۹﴾ تا کہ اس شخص کو ڈرائے جو زندہ ہو (یعنی صاحب فہم) اور کافروں پر (عذاب کی) حجت ثابت ہو جائے ﴿۷۰﴾ کیا انہوں نے نہ دیکھا ۲ کہ ہم نے اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے چوپائے ان کے (نفع) کے لئے پیدا کئے، پس یہ ان کے مالک ہیں ﴿۷۱﴾

پیچھے زندہ بھی کر سکتے ہیں پھر کیوں ایمان نہیں لے آتے۔

۱ جو لوگ سرکشی سے یہ زبان درازی کرتے ہیں کہ قرآن کو شعر اور اللہ کے رسول ﷺ کو شاعر کہتے ہیں، حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ ان میں چھوٹے سے بڑے ہوئے، ان لوگوں کو خوب معلوم ہے۔ اور ہم نے اپنے نبی ﷺ کو شعر نہیں سکھایا ہے، اور نہ شعر ان کی شان کے لائق ہے، یہ تو جو کچھ لائے ہیں وہ تو صرف نصیحت اور روشن قرآن ہے۔ جو احکام وغیرہ کو ظاہر کر رہا ہے تا کہ ان لوگوں کو جو زندہ اور سمجھدار قابل خطاب ہیں ان کو سنا دیں۔ یعنی مومنین کو اور کافروں پر عذاب کے فرمان کو ثابت کر دو تا کہ منکروں پر خدا کی حجت پوری ہو جائے، انکو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ دنیا میں کسی نے نہیں سمجھایا۔

منکرین حشر کا ذکر (اللہ کی نعمتیں اور بندوں کی ناقدری)

۲ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بے گنتی نعمتوں میں سے مثال کے طور پر فرمایا: "کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ ہم نے ان کے واسطے ان چیزوں کو پیدا کیا جیسے اونٹ گائے بھیڑ بکری۔ پس یہ لوگ ان پر قابض ہیں اور ہم نے ان اونٹ گائے بھیڑ بکری کو ان کا تابع کر دیا ہے کہ یہ ان پر سوار ہوتے ہیں، ان کا گوشت کھاتے ہیں، اور بھی ان کے مقاصد ہیں یعنی ان کے بالوں سے نفع اٹھانا، اور ان جانوروں میں ان کو دودھ پینے کا بھی نفع ہے، اور کھالوں کے کپڑے بنانے کا نفع ہے۔ نعمت کا ذکر فرما کر یہ فرمایا کہ ان لوگوں پر اللہ کے احسانات کا تو یہ حال، اور ان کی ناشکری کا یہ حال کہ اللہ کی نعمتوں کے بدلے میں انہوں نے خدا کے سوا بت عبادت کے واسطے ٹھہرا رکھے ہیں۔ شاید وہ خدا سے سفارش کر کے ان کو عذاب سے بچا لیں گے۔ وہ ان کی مدد کر ہی نہیں سکتے بلکہ وہ بھی ان کے ساتھ جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے، اور یہ تمام حال ان کو قیامت کے دن معلوم ہو جائے گا۔ اوپر کی مثال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی یہ تسکین فرمائی اے محبوب ﷺ! جب اللہ کے ساتھ ان لوگوں کا یہ حال ہے جو اس مثال میں بیان کیا گیا۔ وہ تم کو کہتے ہیں کہ تم سچے رسول نہیں ہو، تو تم اس کا خیال نہ کرو، ان کی زبانی بد

وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَ لَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَ مَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَ هُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَ لَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾ وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَ هِيَ رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾

وقف لازم

اور انہیں ان کے لئے تابع کر دیا تو ان میں سے کسی پر سوار ہوتے ہیں اور کسی کو کھاتے ہیں ﴿۷۲﴾ اور ان کے لئے ان میں کئی طرح کے فائدے ہیں اور پینے کی چیزیں ہیں (یعنی دودھ)، تو کیا شکر نہ کریں گے ﴿۷۳﴾ اور انہوں نے اللہ کے سوا اور (باطل) معبود ٹھہرائے کہ شاید ان سے مدد ملے ﴿۷۴﴾ (لیکن) وہ (بت) ان کی کچھ مدد نہیں کر سکتے اور وہ بت ان (کافروں) کے لشکر سب گرفتار کر کے حاضر کیے جائیں گے ﴿۷۵﴾ پس تم ان کی بات کا غم نہ کرو، بیشک ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں ﴿۷۶﴾ کیا[۱] آدمی نے نہ دیکھا کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا، پس وہ ناگہاں صریح جھگڑا کرنے والا ہے ﴿۷۷﴾ اور ہمارے لئے کہاوت کہتا ہے اور اپنی پیدائش بھول گیا، کہنے لگا: ''ایسا کون ہے کہ ہڈیوں کو زندہ کرے جب وہ بالکل گل گئیں'' ﴿۷۸﴾

گوئی، ان کے ہاتھ پیروں کے برے کام، ان کے دلوں کے برے خیال اللہ کو سب معلوم ہیں۔ وقت مقررہ پر ان سب کا بدلہ ان کی آنکھوں کے سامنے آ جائے گا۔ اللہ سچا ہے، اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

مرنے کے بعد زندگی کی دلیل

[۱] **شان نزول:** یہ آیت عاص بن وائل یا ابوجہل اور بقول مشہور ابی بن خلف جمحی کے حق میں نازل ہوئی۔ مرنے کے بعد اٹھنے کے انکار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث و تکرار کرنے آیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک گلی ہوئی ہڈی تھی، اس کو توڑتا جاتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتا جاتا تھا کہ کیا آپ کا خیال ہے کہ اس ہڈی کو گل جانے اور ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ زندہ کرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں اور تجھے بھی مرنے کے بعد اٹھائے گا اور جہنم میں داخل فرمائے گا''، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس کے جہل کا اظہار فرمایا گیا کہ گلی ہوئی ہڈی کا بکھرنے کے بعد اللہ کی قدرت سے

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِيٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ۙ (۷۹) الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ (۸۰) اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ڲ بَلٰى ۤ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ (۸۱)

تم فرماؤ کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے اول بار ان کو پیدا کیا اور وہ ہر قسم کی پیدائش سے واقف ہے (۷۹) وہ ایسا قادر ہے کہ جس ۱؎ نے تمہارے لئے ہرے درخت میں سے آگ پیدا کی، پس جبھی تم اس سے (اور آگ) سلگاتے ہو (۸۰) کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے دوبارہ پیدا کرے کیوں نہیں اور وہی بڑا پیدا کرنے والا، علم والا ہے (۸۱)

زندگی قبول کرنا اپنی نادانی سے ناممکن سمجھتا ہے، کتنا احمق ہے۔ اپنے آپ کو نہیں دیکھتا کہ ابتدا میں ایک گندا نطفہ تھا، گلی ہوئی ہڈی سے بھی حقیر تر۔ اللہ کی قدرت کاملہ نے اس میں جان ڈالی، انسان بنایا تو ایسا مغرور و متکبر انسان ہوا کہ اس کی قدرت ہی کا منکر ہو کر جھگڑنے آ گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس عقلی حجت کا یہ جواب دیا کہ یہ کم عقل اتنی بات نہیں سمجھتا کہ کوئی انسان تو ایک بوند پانی سے بچے کا پتلا نہیں بنا سکتا، پھر انسان کی قدرت سے باہر۔ اللہ کی جو قدرت اس کم عقل نے پہلی پیدائش میں آنکھوں سے دیکھ لی، وہی قدرت الٰہی اس کو مرنے کے بعد دوسری پیدائش میں آنکھوں سے دیکھنی ہوگی، کیونکہ وہ قادر برحق پانی کی بوند کو قوی اور توانا انسان بنا دیتا ہے۔ اس کی قدرت سے گلی ہوئی ہڈی کو دوبارہ زندگی بخش دینا کیا بعید ہے، اور اس کو ناممکن سمجھنا کتنی بڑی جہالت ہے۔

۱؎ انسان کی عقل کی رسائی سے باہر یہ اور قدرت کی نشانی بیان فرمائی ہے، کیونکہ انسان کا عقلی تجربہ تو یہی ہے کہ کسی ہرے درخت کی ٹہنیوں پر آگ ڈال دی جائے تو اس کی ٹہنیاں جل جائیں گی۔ یہ اسی کی قدرت ہے کہ بعضے درختوں میں اس نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ ان درختوں کی ہری ٹہنیوں کو توڑ کر ایک ٹہنی کو دوسری ٹہنی سے رگڑا جائے تو ان ٹہنیوں میں سے آگ نکلتی ہے، جس آگ کو مسافر لوگ کام میں لاتے ہیں۔ عرب میں دو درخت ہیں جو وہاں کے جنگلوں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں، ایک کا نام مرخ ہے دوسرے کا عفار۔ ان کی خاصیت یہ ہے کہ جب ان کی سبز شاخیں کاٹ کر ایک دوسرے پر رگڑی جائیں تو ان سے آگ نکلتی ہے، باوجودیکہ وہ اتنی تر ہوتی ہیں کہ ان سے پانی ٹپکتا ہوتا ہے۔ اس میں قدرت کی کیسی عجیب و غریب نشانی ہے کہ آگ اور پانی دونوں ایک دوسرے کی ضدوں کو جمع کر دیا، پھر فرمایا کہ جس خدا نے ان منکرین حشر کے سر

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

اس کی تو یہ شان ہے کہ جب وہ کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے: ''ہوجا'' پس وہ فوراً ہو جاتی ہے ﴿۸۲﴾ پس پاک ہے اسے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا قبضہ ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے ﴿۸۳﴾

پر بغیر ستون کے سات آسمان کھڑے کر دیئے، ان کے رہنے اور بسنے کے لئے پانی پر زمین بچھا دی، کیا ایک دفعہ پیدا کر کے پھر دوبارہ ان منکرین حشر کا پیدا کرنا کیا اس کی قدرت سے باہر ہے، نہیں نہیں، وہ بڑا خالق ہے اور اس کا علم بہت وسیع ہے۔ اس کی قدرت کے کارخانہ میں ہر ایک چیز کے پیدا ہو جانے کے لئے فقط حکم کی دیر ہے۔ یہ منکرین حشر اس کی شان میں جو بکواس لگاتے ہیں، اس سے وہ پاک ہے۔ ہر ایک چیز اس کے حکم کے تابع ہے، جنگل دریا میں جہاں کہیں ان منکرین حشر کی خاک ہوگی، اس کو جمع کیا جا کر ان کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا، اور عمر بھر کے سب نیک و بد کا ان کو حساب دینا پڑے گا۔

ایاتھا ۱۸۲ — ۳۷ سُورَةُ الصّٰفّٰتِ مَكِّيَّةٌ ۵۶ — رکوعاتھا ۵

سورۂ صافات مکہ میں نازل ہوئی، اس میں ایک سو بیاسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ﴿۳﴾

قسم ہے[1] ان جماعتوں کی جو باقاعدہ صف باندھے ہیں ﴿۱﴾ پھر ان جماعتوں کی جو جھڑک کر چلائیں ﴿۲﴾ پھر ان جماعتوں کی جو قرآن پڑھیں ﴿۳﴾

خواص سورہ والصّٰفّٰت: جس پر آسیب کا خلل ہو اس کے کان میں سات مرتبہ اذان دے اور یہ پوری سورت اور سورۃ فاتحہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور آیۃ الکرسی اور سورۃ الطلاق اور سورۂ حشر کی آیتیں ھو الذی سے آخر تک پڑھے ان شاء اللہ آسیب جل جائے گا۔ (شاہ ولی اللہ)

[1] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تین قسم کی قسم یاد فرمائی: ❶ چند گروہوں کی یا تو مراد اس سے ملائکہ کے گروہ ہیں جو نمازیوں کی طرح صف بستہ ہو کر اس کے حکم کے منتظر رہتے ہیں، یا علماء دین کے گروہ جو تہجد اور تمام نمازوں میں صفیں باندھ کر مصروف

إِنَّ إِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ﴿٤﴾ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿٥﴾ إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِينَةِ الْكَوَاكِبِ ﴿٦﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿٧﴾ لَا يَسَّمَّعُونَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلٰى وَيُقْذَفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿٨﴾ دُحُورًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴿٩﴾ إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿١٠﴾

بیشک تمہارا معبود ضرور ایک وہ پروردگار ہے ﴿٤﴾ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور پروردگار ہے مشرقوں کا (یعنی مشرق اور مغرب کا[۱]) ﴿٥﴾ بیشک ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے آراستہ کیا ہے ﴿٦﴾ اور ہر شیطان سرکش سے اس کی حفاظت کی ﴿٧﴾ (اب) وہ شیاطین عالم بالا کی باتوں کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور ان پر ہر طرف سے بھگانے کے لئے انگارے پھینکے جاتے ہیں ﴿٨﴾ اور ان کے لئے (آخرت میں) ہمیشگی کا عذاب ہے ﴿٩﴾ مگر جو کوئی (شیطان فرشتوں کا کوئی کلمہ کبھی) اُچک لے چلا، پس ایک جلانے والا شعلہ اس کے پیچھے لگا ﴿١٠﴾

عبادت رہتے ہیں، یا نمازیوں کے گروہ جو راہِ خدا میں صفیں باندھ کر دشمنانِ حق کے مقابل ہوتے ہیں۔ ❷ دوسری قسم جھڑک کر چلانے والوں سے مراد ملائکہ ہیں جو بادل پر مقرر ہیں، اور اس کو حکم دے کر چلاتے ہیں، یا یہ مُراد ہے کہ وہ علماء جو وعظ و پند سے لوگوں کو جھڑک کر دین کی راہ پر چلاتے ہیں، یا یہ کہ وہ غازی جو گھوڑوں کو ڈانٹ کر جہاد میں چلاتے ہیں۔ ❸ تیسری قسم قرآن شریف کی، یا تو قرآن شریف پڑھنے والوں سے وہ لوگ مُراد ہیں جو جنگ سے فارغ ہو کر تلاوت قرآن میں مصروف ہوتے ہیں، یا عام قرآن پڑھنے والے۔ ان چیزوں کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ آسمان و زمین اور ان کی درمیانی کائنات اور تمام حدود و جہالت سب کا مالک وہی ہے تو کوئی دوسرا کس طرح مستحق عبادت ہو سکتا ہے لہٰذا وہ شریک سے پاک ہے۔

[۱] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی یہ نشانی جتلائی ہے کہ اس نے آسمان میں ستارے پیدا کر کے آسمان کو زینت سے آراستہ کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ ہر شیطان سرکش سے ہم نے آسمان کو اوپر جانے سے محفوظ رکھا ہے۔ اب آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں وہ شیاطین عالم بالا کی باتوں کی طرف کان نہیں لگا سکتے، اور وہ طاقت نہیں رکھتے کہ باتیں سن سکیں، اور وہ ہر طرف سے دُردُر پھٹ پھٹ کر کے نکالے جاتے ہیں۔ اور ہر چہار طرف سے فرشتے ان پر آگ کے انگارے پھینکتے ہیں، اور ان کیلئے آخرت میں ہمیشگی کا عذاب ہے۔ مگر ہاں جو کوئی شیطان فرشتوں کا ایک آدھ لفظ سن بھاگا تو اس کا ایک دہکتا ہوا شعلہ اس کو جلانے کے لئے پیچھا کرتا ہے۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ ۠ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿۱۳﴾ ۠ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ ۠ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ ۚ

تو تم ان لے (کافروں) سے پوچھو: ''کیا ان کی پیدائش زیادہ سخت ہے یا ہماری پیدا کی ہوئی مخلوق، بے شک ہم نے ان کو چپکتی مٹی سے پیدا کیا ﴿۱۱﴾ بلکہ تمہیں ان (کافروں کی تکذیب کرنے) پر تعجب آیا اور وہ ہنسی کرتے ہیں ﴿۱۲﴾ اور جب انہیں نصیحت دی جائے تو نصیحت قبول نہیں کرتے ﴿۱۳﴾ اور جب یہ کوئی نشانی (مثل شق القمر وغیرہ) دیکھتے ہیں ہنسی اڑاتے ہیں ﴿۱۴﴾ اور کہتے ہیں: ''یہ تو نہیں مگر صریح جادو'' ﴿۱۵﴾

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا

لے ان آیتوں میں فرمایا کہ ان منکرین حشر سے ذرا پوچھو تو سہی کہ آسمان زمین ستارے فرشتے شیاطین وغیرہ مخلوقات کا پیدا کرنا ان کے خیال میں زیادہ مشکل کام ہے یا خود ان کا پیدا کرنا، اور وہ بھی ایک مرتبہ پیدا کر چکنے کے بعد۔ ظاہر ہے جو خدا ایسی عظیم الشان مخلوقات کا بنانے والا ہے اسے ان کا دوبارہ بنا دینا کیا مشکل ہوگا۔ آگے فرمایا ان کی اصل حقیقت ہمیں سب معلوم ہے ایک طرح کی چپکتی مٹی سے جس کا پتلا ہم نے تیار کیا، آج اس کے یہ دعوے ہیں کہ آسمان وزمین کا بنانے والا اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں۔ جس طرح پہلے تم کو مٹی سے بنایا، دوبارہ بھی مٹی سے نکال کر کھڑا کر دیں گے۔ آگے فرمایا ان کافروں کو حشر کا قائم ہونا تفصیل سے سمجھایا جاتا ہے اور یہ لوگ نہیں مانتے ہیں۔ اس پر اے محبوب ﷺ! تم کو ان لوگوں کے حال پر تعجب ہوتا ہے لیکن تعجب کی کچھ بات نہیں ہے۔ یہ لوگ قرآن کی نصیحت کو بغیر سوچے سمجھے مسخراپن کر کے اور معجزات شق القمر وغیرہ کو جادو بتلا کر ٹال دیتے ہیں۔ اس لئے ان کے دل پر قرآن کی نصیحت کا اور معجزہ کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ آگے فرمایا یہ لوگ اپنی قدیمی جہالت پر اڑے ہوئے کہتے ہیں کہ صاحب جب ہمارا بدن خاک میں مل کر مٹی ہو گیا، صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں، اور اس سے بھی بڑھ کر ہمارے باپ دادا جن کو مرے ہوئے قرن گذر گئے، شاید ہڈیاں بھی باقی نہ رہی ہوں، ہم کس طرح مان لیں کہ وہ سب پھر از سر نو زندہ کر کے کھڑے کر دیئے جائیں گے۔ فرمایا کہ ان سے فقط اتنا ہی کہہ دیا جائے کہ ہاں تم اور تمہارے بڑے حشر کے دن ضرور اٹھائے جاؤ گے اور اس وقت ذلیل ورسوا ہو کر اس انکار کی سزا بھگتو گے۔ پھر فرمایا کہ اب تو یہ لوگ حشر کا انکار کرتے ہیں مگر دوسرے صور کی آواز سنتے ہی دوبارہ زندہ ہو کر تعجب سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے گا، اور آپس میں یہ کہنے لگیں گے کہ ہائے افسوس یہ تو سچ مچ سزا وجزا کا دن تو آنکھوں کے سامنے آ گیا جس کی رسول خبر دیتے اور ہم ہنسی اڑایا کرتے تھے۔ پھر اللہ کے فرشتے ان نافرمانوں کو جواب دیویں گے کہ ہاں یہ وہی نیک وبد کے فیصلہ کا دن ہے

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ یَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا یٰوَیْلَنَا هٰذَا یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿۲۰﴾ هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِیْمِ ﴿۲۳﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾

رکوع ۵ — الربع

کیا جب ہم مرکر خاک اور ہڈیاں ہو جائیں گے کیا ہم ضرور اٹھائے جائیں گے ﴿۱۶﴾ (اور) کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی ﴿۱۷﴾ تم فرماؤ کہ ہاں اورتم ذلیل ہوگے ﴿۱۸﴾ پس وہ (قیامت) تو ایک سخت آواز ہوگی (یعنی دوسرے صور کی) پس ناگہاں وہ (زندہ ہوکر اپنے افعال) دیکھنے لگیں گے ﴿۱۹﴾ اور کہیں گے: ''ہائے خرابی ہماری! یہ جزا کا دن ہے'' ﴿۲۰﴾ (ان سے کہا جائے گا) کہ (ہاں) یہی فیصلے کا دن ہے جس کو تم (دنیا میں) جھٹلاتے تھے ﴿۲۱﴾ (اورفرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ) ہانکو ظالموں (یعنی کافروں) کو اوران کے ہمراہیوں (یعنی شیاطین) کو اور جن کی وہ خدا کے سوا پوجا کرتے تھے (یعنی بت) ﴿۲۲﴾ پس ان سب کو دوزخ کی طرف ہانکو ﴿۲۳﴾ اور ا ان کو (پل صراط کے قریب) ٹھہراؤ ان سے پوچھنا ہے ﴿۲۴﴾

جس کو تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔ اس کے بعد حساب وکتاب ہو کر بت پرستوں وغیرہ کی جماعتیں بنائی جا کر فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ ان جماعتوں اوران کے جھوٹے معبودوں کو دوزخ کی طرف ہانکو۔

قیامت میں کافروں سے پوچھ گچھ

لہ جن جماعتوں اوران کے جھوٹے معبودوں کو دوزخ کی طرف ہانکنے کا حکم ہوگا، ان کے دوزخ میں جھونکے جانے سے پہلے فرشتوں کو یہ بھی حکم ہوگا کہ ان جماعتوں کو ذرا پل صراط کے قریب ٹھہراؤ، کچھ ان سے پوچھنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار باتوں کی جواب دہی کیلئے ہرایک شخص کو خدا تعالیٰ کے دربار میں کھڑا ہونا پڑے گا:

❶ ایک تو ہر شخص سے پوچھا جاوے گا کہ اُس نے اپنی عمر کس کام میں گذاری۔

❷ دوسری بات یہ کہ اگر کچھ علم پڑھا تو اس علم کے موافق کیا عمل کیا۔

مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالُوْۤا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَ مَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَاۤ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾

تم کو کیا ہوا؟ ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ ﴿۲۵﴾ بلکہ وہ آج گردن جھکائے ہیں ﴿۲۶﴾ اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر سوال جواب (یعنی اختلاف) کرتے ہوئے کہیں گے ﴿۲۷﴾ کہ بیشک تم ہمارے داہنی طرف سے بہکانے آتے تھے (یعنی بزور قوت ہمیں گمراہی پر آمادہ کرتے تھے) ﴿۲۸﴾ وہ جواب دیں گے: ''بلکہ تم خود ہی ایمان نہ رکھتے تھے ﴿۲۹﴾ اور ہمارا تم پر کچھ قابو نہ تھا بلکہ تم سرکش لوگ تھے ﴿۳۰﴾ بس (اب) ہم پر ہمارے پروردگار کی بات ثابت ہوگئی کہ بیشک (اب) ہم کو عذاب کا مزہ چکھنا ہے ﴿۳۱﴾ پس ہم نے تم کو گمراہ کیا تھا جیسے ہم خود گمراہ تھے'' ﴿۳۲﴾ پس وہ سب کے سب اس روز عذاب میں شریک ہیں ﴿۳۳﴾ بیشک ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں ﴿۳۴﴾

❸ تیسری بات یہ کہ کس کس طریقہ سے دُنیا میں مال کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا۔

❹ چوتھی بات یہ کہ خاص کر جوانی کو کس مشغلہ میں صرف کیا۔

وہ اس روز نہایت عاجزی اور اطاعت سے گردن جھکائے ہوں گے۔ پھر ان سے یہ پوچھا جائے گا کہ جس عذاب کو دُنیا میں تم لوگ جھٹلاتے تھے، آج ایک دوسرے کی مدد کر کے تم اس عذاب کو کیوں نہیں ٹال دیتے۔ اب بہکنے والے اپنے بہکانے والوں کی طرف متوجہ ہوکر کہیں گے کہ تم ہی ہم کو بڑے زور وشور سے ہر وقت بہکاتے رہتے تھے۔ بہکانے والے جواب دیں گے کہ تم خود تو ایمان نہ لائے ہم پر الزام رکھتے ہو، ہمارا تم پر کیا زور تھا جو دل میں ایمان نہ گھسنے دیتے۔ تم لوگ خود ہی عقل وانصاف کی حد سے نکل گئے۔ اگر عقل وفہم اور عاقبت اندیشی سے کام لیتے تو ہماری باتوں پر کبھی کان نہ دھرتے۔ بہر حال جو ہونا تھا ہو چکا، خدا کی حجت ہم پر قائم ہوئی۔ اب سوا اس کے کچھ غلط کاریوں کا عذاب بھگتیں۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو اسی طرح قائل ومعقول کر کے جرم کے موافق سزا دے گا۔

إِنَّهُمْ كَانُوٓا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٣٥﴾ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوٓا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ﴿٣٦﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٣٧﴾ إِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْأَلِيمِ ﴿٣٨﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٩﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ أُولَٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ﴿٤١﴾

بیشک ۱؎ وہ لوگ ایسے تھے جب ان سے کہا جاتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تکبر کرتے تھے ﴿۳۵﴾ اور کہتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانہ شاعر کے کہنے سے چھوڑ دیں ﴿۳۶﴾ (اے بدبختو! ہمارے نبی دیوانے شاعر نہیں ہیں)۔ بلکہ وہ تو حق لائے ہیں اور انہوں نے پہلے پیغمبروں کی تصدیق کی ہے ﴿۳۷﴾ بیشک تم درد دینے والے عذاب (کے مزے) کو چکھو گے ﴿۳۸﴾ اور تم کو ویسا ہی بدلا دیا جائے گا جو کچھ تم کرتے تھے ﴿۳۹﴾ مگر جو اللہ کے چنے ہوئے بندے ہیں ﴿۴۰﴾ ان کیلئے وہ روزی ۲؎ ہے جو ہمارے علم میں ہے ﴿۴۱﴾

۱؎ قیامت کے دن جب ان لوگوں پر طرح طرح کا عذاب ہوگا، جس کا ذکر اوپر کی آیتوں میں ہے، تو اس وقت ان کو یاد دلایا جائے گا کہ تم پر عذاب اسی سبب سے ہے کہ تم توحید کی باتیں اللہ کے رسول ﷺ سے سن کر نخوت اور تکبر سے ان حق باتوں کو نہیں سنتے تھے، اور رسول ﷺ کو شاعر اور دیوانہ بتلاتے تھے کہ کیا ایک دیوانے کے کہنے سے ہم اپنے باپ دادا کے زمانہ کے معبودوں کو چھوڑ دیویں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کی بات کا جواب دیا کہ ہمارے رسول ﷺ کو شاعر کیسے کہتے ہو جو دنیا میں خالص سچائی لے کر آیا ہے، اور سارے جہان کے سچوں کی تصدیق کرتے ہیں، یا مجنون اور دیوانے ایسے سچے صحیح اور پختہ اصول پیش کیا کرتے ہیں۔ پس انکار توحید اور ان گستاخیوں کا مزہ چکھو گے جو بارگاہ رسالت میں کر رہے ہو جو کچھ کرتے تھے وہ سب سامنے آ جائے گا۔

اہل جنت اور اہل دوزخ کا ذکر

۲؎ ان آیتوں میں فرمایا کہ جنت میں جنتی لوگ اس طرح جڑاؤ تختوں پر بیٹھیں گے کہ ایک کی پشت دوسرے کی طرف نہ ہوگی۔ دنیا کی شراب سے دردسر ہوتا ہے، طبیعت نالش کرتی ہے، نشہ چڑھ کر عقل زائل ہو جاتی ہے۔ اس واسطے فرمایا کہ جنت کی شراب میں کوئی بات نہ ہوگی۔ نہروں میں جس طرح پانی بہتا ہے اس طرح جنت میں شراب اور دودھ اور شہد اور میٹھے پانی کی نہایت

فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۴۴﴾ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ﴿۴۵﴾ بَیْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ﴿۴۶﴾ لَا فِیْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا یُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِیْنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَیْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ قَآىِٕلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِیْنٌ ﴿۵۱﴾ یَّقُوْلُ اَىِٕنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ ﴿۵۲﴾

یعنی میوے، اور ان کی بڑی عزت ہوگی ﴿۴۲﴾ نعمت کے باغوں میں ﴿۴۳﴾ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ﴿۴۴﴾ ان پر نگاہ کے سامنے بہتی صاف شراب کے جام کا دور ہوگا ﴿۴۵﴾ جو رنگ میں سفید پینے والوں کے لیے لذت ﴿۴۶﴾ نہ اس شراب میں کچھ خرابی ہو اور نہ وہ اس سے مست ہوں ﴿۴۷﴾ اور ان کے پاس نیچی نگاہ رکھنے والی (یعنی شوہروں کے سوا دوسری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھنے والی) ﴿۴۸﴾ بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں بیٹھی ہوں گی گویا ان کی آنکھوں میں چھپائے ہوئے انڈے ہیں ﴿۴۹﴾ پس اہل جنت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے ﴿۵۰﴾ ان[1] میں سے ایک کہنے والا کہے گا: ''بیشک (دنیا میں) میرا ایک ہم نشین تھا (وہ قیامت کا منکر تھا) ﴿۵۱﴾ مجھ سے کہا کرتا تھا کیا تم قیامت کو سچ مانتے ہو'' ﴿۵۲﴾

صاف نہریں ہوں گی۔ اس شراب کا رنگ ایسا ہوگا کہ جس کے دیکھنے سے رغبت آوے گی۔ دودھ نہ کبھی جمے گا نہ کھٹا ہوگا۔ یہ شہد موم کے میل سے بالکل صاف ہوگا۔ جنت کی اور نعمتوں اور جنت کے میووں کا جو ان آیتوں میں ذکر ہے مختصر سی بندوں کو بتلا دیں، پوری صفت تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ ان آیتوں میں جنت کی حوروں کا بھی ذکر ہے کہ وہ شرم و ناز سے نگاہ نیچی رکھنے والی حوریں جو اپنے ازواج کے سوا کسی دوسرے کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں، اور خوبصورت و پیاری آنکھوں والیاں ہیں گویا ان کی آنکھیں چھپائے ہوئے انڈے ہیں۔ غرض جنت میں جانا نصیحت کرے گا، اسی وقت ان چیزوں کی قدر معلوم ہوگی۔
[1] ان آیتوں میں فرمایا کہ بہشتی لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے وقت متوجہ ہوں گے کہ میاں دنیا میں میرا ایک ہم نشین تھا، جو مجھے آخرت پر یقین رکھنے کی وجہ سے ملامت کیا کرتا اور احمق بنایا کرتا تھا۔ اس کے نزدیک یہ بالکل مہمل بات تھی کہ ایک شخص

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

کیا جب ہم مرجائیں گے اور خاک اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا ہم کو جزا وسزا دی جائے گی؟ ﴿۵۳﴾ کہا جائے گا: "کیا تم جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو" ﴿۵۴﴾ پس جھانکا تو اپنے ہم نشین کو دوزخ کے بیچ میں دیکھا کہ (عذاب میں گرفتار ہے) ﴿۵۵﴾ بولا: "خدا کی قسم! قریب تھا کہ تو مجھے ہلاک کر ڈالے ﴿۵۶﴾ اور اگر میرے پروردگار کا مجھ پر فضل نہ ہوتا تو میں بھی ان میں ہوتا جو (عذاب میں) پکڑے آئے ہیں" ﴿۵۷﴾ تو کیا ہمیں مرنا نہیں ﴿۵۸﴾ مگر ہماری پہلی موت (وہی جو دنیا میں ہوچکی) اور نہ ہم کو کوئی عذاب ہوگا ﴿۵۹﴾ بیشک یہی بڑی کامیابی ہے ﴿۶۰﴾ ایسی ہی نعمت کے واسطے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے ﴿۶۱﴾

مٹی میں مل جائے، اور گوشت پوست کچھ باقی نہ رہے محض بوسیدہ ہڈیاں رہ جائیں۔ پھر اسے اعمال کا بدلہ دینے کے لئے ازسر نو زندہ کردیں، بھلا ایسی بے تکی بات پر کون یقین کرسکتا ہے۔ تو پھر وہ اپنے احباب اہل جنت سے کہے گا کہ کیا تم اسکو دیکھنا چاہتے ہو وہ ہم نشین ضرور دوزخ میں پڑا ہوگا آؤ ذرا جھانک کر دیکھیں کس حال میں ہے۔ پھر جو دیکھا کہ بیچ دوزخ کی آگ میں پڑا ہوا ہے، یہ حال دیکھ کر اسے عبرت ہوگی اور اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان یاد آئے گا۔ کہے گا: "خدا کی قسم! تو نے تو مجھے بھی اپنے ساتھ برباد کرنا چاہا تھا محض اللہ کے فضل نے دستگیری فرمائی، جو اس مصیبت سے بچالیا اور سیدھی راہ پر قائم رکھا۔ ورنہ آج میں بھی تیری طرح پکڑا ہوا آتا اور اس دردناک عذاب میں گرفتار ہوتا"۔ اہل جنت اہل دوزخ کا حال دیکھ کر اپنے عیش و آرام کی بڑی قدر کریں گے، اور اس وقت فرطِ مسرت سے کہیں گے کہ ہم جنتی لوگ سدا اسی عیش میں رہویں گے، اور اس پہلی موت کے سوا جو دنیا میں آچکی اب ہم کو کبھی مرنا نہیں، اور نہ کبھی اس عیش و بہار سے نکل کر تکلیف وعذاب کی طرف جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔ بیشک بڑی بھاری کامیابی اسی کو کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صحیحین کی روایت میں ہے کہ جنتیوں کو جنت میں اور دوزخیوں کو دوزخ میں داخل ہوجانے کے بعد جنت اور دوزخ کے مابین موت کو ذبح کردیا جائے گا، اور پھر فرشتے پکار کر اہل جنت اور اہل دوزخ کو سنادیویں گے کہ اب جو جس حال میں ہے، ہمیشہ اسی حال میں رہوے گا اب کسی کو موت نہیں۔

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِالَى الْجَحِيْمِ ﴿۶۸﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿۶۹﴾ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿۷۰﴾

تو یہ ۱؎ مہمانی بہتر ہے یا زقوم کا درخت ﴿۶۲﴾ بیشک ہم نے اس زقوم کے درخت کو ظالموں کے لئے آزمائش کیا ہے ﴿۶۳﴾ بے شک وہ ایک درخت ہے کہ دوزخ کی جڑ میں نکلتا ہے ﴿۶۴﴾ اس کا پھل ۲؎ جیسے شیطانوں کے سر (یعنی نہایت بدہیبت) ﴿۶۵﴾ تو بیشک وہ دوزخی لوگ اس میں سے کھائیں گے پس وہ اس سے پیٹ بھریں گے ﴿۶۶﴾ پھر بیشک ان کے لئے اس پر کھولتے پانی کی ملونی ہے ﴿۶۷﴾ پھر آخر ٹھکانا ان کا ضرور دوزخ کی طرف ہے ﴿۶۸﴾ بیشک ان کافروں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا ﴿۶۹﴾ پس وہ انہیں کے قدم بقدم دوڑے جاتے ہیں ﴿۷۰﴾

اہل دوزخ کی خوراک

۱؎ اوپر بہشتیوں کی مہمانی کا ذکر تھا۔ ان آیتوں میں دوزخیوں کی مہمانی کا ذکر ہے کہ جنت کی نعمتیں بہترین یا دوزخیوں کی خوراک زقوم بہتر ہے۔ زقوم ایک درخت کا نام ہے جو سخت کڑوا بدذائقہ ہوتا ہے۔ دوزخ کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے یہ درخت لگایا ہے جس کو یہاں زقوم کے درخت سے موسوم کیا ہے۔

۲؎ قتادہ کا قول ہے کہ قرآن شریف میں تھوہر کے درخت کا ذکر آیا تو مشرکین تعجب سے کہنے لگے کہ سبز درخت دوزخ کی آگ میں کیونکر ہوگا۔ اس پر فرمایا یہ اللہ کی قدرت ہے کہ دوزخ کے کنارے پر نہیں بلکہ بیچ دوزخ کی جڑ میں یہ درخت نکلے گا۔ جو آخرت میں ظالموں کے واسطے ایک بلا ہے، کیونکہ جب دوزخی بھوک سے بے قرار ہوں گے تو یہی کھانے کو دیا جائے گا۔ جہنمی تھوہر سے ان کے پیٹ بھریں گے، وہ جلتا ہوگا پیٹوں کو جلائے گا، اس کی سوزش سے پیاس کا غلبہ ہوگا، اور مدت تک تو پیاس کی تکلیف میں رکھے جائیں گے، پھر جب وہ پانی ان کو پلایا جائے گا تو کٹ کر انتڑیاں نکل پڑیں گی۔ اس کھولتے ہوئے پانی کو ملونی کا پانی جو فرمایا۔ اس کی تفسیر سورۂ ابراہیم میں گزر چکی ہے کہ زیادہ بدمزہ کرنے کے لئے اس پانی میں پیپ بھی ملائی جائے گی۔ دوزخ کے درجے الگ الگ ہیں کہ بعض درجوں میں دوزخیوں کی خوراک تھوہر ہوگی، اور بعضوں میں کانٹے دار

وَ لَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَ نَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَ جَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾

اور بیشک ان سے پہلے اگلے لوگوں میں بھی بہت سے گمراہ ہوگئے تھے ﴿۷۱﴾ اور بیشک ہم نے ان کے درمیان ڈر سنانے والے (پیغمبر) بھیجے ﴿۷۲﴾ پس دیکھو ان کا کیسا (برا) انجام ہوا جن کو ڈر سنایا گیا تھا ﴿۷۳﴾ مگر اللہ کے خالص بندے (محفوظ رہے) ﴿۷۴﴾ اور [۱] بیشک نوح نے ہم کو (مدد کے لئے) پکارا، پس ہم دعا کو خوب قبول کرنے والے ہیں ﴿۷۵﴾ اور ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی تکلیف سے نجات دی ﴿۷۶﴾ اور ہم نے اسی کی اولاد (یعنی نسل) کو باقی رہنے دیا ﴿۷۷﴾ اور ہم نے آنے والی نسلوں میں نوح کی تعریف باقی رکھی ﴿۷۸﴾ نوح پر سلام ہو جہان والوں میں ﴿۷۹﴾

گھانس۔ عرب کے لوگ خوفناک چیز کو شیطان سے تشبیہ دیا کرتے۔ اس واسطے تھوہر کے پھل کو شیطان کے سر سے مشابہت دی ہے۔ آگے فرمایا: "مشرکین میں کے اور پچھلی اُمتوں کے نافرمان لوگ اس واسطے عذاب میں پکڑے گئے کہ انہوں نے اللہ کے رسولوں کی نصیحت کو نہ مانا، اور سرکشی کر کے اپنے بڑوں کی لکیر کے فقیر رہے۔ ہاں اللہ کے چنے ہوئے جن بندوں نے اللہ کے رسولوں کی نصیحت کو مان لیا، وہ اس عذاب سے بچ کر جنت میں داخل ہوئے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ

[۱] حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو برس سمجھایا اور نصیحت کرتے رہے مگر ان کی شرارت اور ایذا رسانی برابر بڑھتی رہی، آخر حضرت نوح علیہ السلام نے مجبور ہو کر یہ دعا مانگی: "یا اللہ! اب میں قوم کے لوگوں کی سرکشی سے عاجز آ گیا۔ اس لئے ان سے ایسا بدلہ لے کہ ان کا ایک گھر بھی زمین پر باقی نہ رہے"۔ آخر اللہ کے رسول کی بددعا کے اثر سے وہ قوم غرق ہو کر ہلاک ہوگئی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "طوفان کے بعد سام، حام اور یافث نوح علیہ السلام کے تین بیٹے جو طوفان سے بچے، ان کی نسل سے تمام دنیا چلی، پھر فرمایا کہ رہتی دنیا تک نوح علیہ السلام کا ذکر خیر لوگوں میں باقی چھوڑا۔ چنانچہ آج تک خلقت ان پر سلام بھیجتی ہے، اور سارے جہان میں نوح علیہ السلام کہہ کر یاد کئے جاتے ہیں۔ پھر فرمایا: "جس طرح اللہ تعالیٰ

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨١﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٨٢﴾ وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿٨٣﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿٨٤﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٨٥﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿٨٦﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٧﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿٨٨﴾ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿٨٩﴾

وقف لازم

بیشک ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ﴿٨٠﴾ بیشک نوح ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھا ﴿٨١﴾ پھر ہم نے دوسرے لوگوں (یعنی کافروں) کو غرق کر دیا ﴿٨٢﴾ اور بیشک ۱؎ نوح کے طریقہ پر چلنے والوں میں سے ابراہیم تھا ﴿٨٣﴾ جب کہ وہ اپنے پروردگار کے پاس وہ دل جو عیب سے پاک تھا لے کر آیا ﴿٨٤﴾ جب کہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو ﴿٨٥﴾ کیا اپنی رائے سے خدا کو چھوڑ کر (جھوٹ موٹ کے) اور معبودوں کو ڈھونڈتے ہو ﴿٨٦﴾ پس اس خدا کے ساتھ جو تمام جہان والوں کا پروردگار ہے۔ تمہارا کیا گمان ہے ﴿٨٧﴾ پھر ابراہیم نے ستاروں کو ایک نگاہ بھر کر دیکھا ﴿٨٨﴾ پھر کہا: ''بیشک میں بیمار ہونے والا ہوں'' ﴿٨٩﴾

...نے نوح علیہ السلام اور انکے ساتھ کے ایماندار لوگوں کو طوفان کی آفت سے بچا کر ان کے مخالفوں کو طوفان کے عذاب سے ہلاک کر دیا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کامل الایمان اور خالص دل سے عبادت کرنے والے بندہ کو اس کی نیکیوں کا صلہ دیتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ

۱؎ یہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ مختصر طور پر بیان فرمایا۔ سورۃ الانبیاء میں اس قصہ کی زیادہ تفصیل گزر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر اور قوم کے لوگوں کے روبرو بت پرستی کی مذمت بیان کی۔ جب ان لوگوں پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوا تو ابراہیم علیہ السلام نے دبی ہوئی آواز میں قسم کھائی کہ کبھی موقع پا کر میں ان بتوں کا پورا علاج کر دوں گا۔ سال بھر میں ایک میلہ بستی کے باہر ہوا کرتا تھا جس میں بستی کے سب لوگ جاتے تھے، اور میلہ میں جاتے وقت کچھ کھانا پکا کر بت خانہ میں رکھ جاتے تھے اور میلہ میں پلٹ کر جب آیا کرتے تھے تو وہ کھانا کھا لیتے۔ اس قصے کے سال جب یہ لوگ جانے لگے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بیماری کا عذر کر کے بستی میں رہ گئے۔

فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًۢا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

پس [1] وہ لوگ ابراہیم سے پیٹھ موڑ کر چلے گئے ﴿۹۰﴾ پس ابراہیم ان کے خداؤں کی طرف چھپ کر گیا تو کہا کہ تم (اس چڑھاوے کے کھانے کو) کھاتے کیوں نہیں ﴿۹۱﴾ تمہیں کیا ہوا کہ بولتے نہیں ﴿۹۲﴾ پھر تو ابراہیم بڑے زور سے ان کے مارنے پر متوجہ ہوا ﴿۹۳﴾ پس وہ (بت پرست) اس کی طرف دوڑتے ہوئے آئے ﴿۹۴﴾ ابراہیم نے کہا: ''کیا تم اپنے ہاتھ کے تراشے ہوئے (بتوں) کو پوجتے ہو ﴿۹۵﴾ حالانکہ [2] اللہ نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے عملوں کو جو کرتے ہو'' ﴿۹۶﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ

[1] اور ان لوگوں کے بستی کے باہر چلے جانے کے بعد بت خانہ کو اکیلا پا کر بت خانہ میں گئے اور بتوں کے سامنے کھانا دھرا ہوا دیکھ کر پہلے تو دل لگی کے طور پر بتوں سے یہ کہا کہ تم یہ کھانا کیوں نہیں کھاتے۔ جب بتوں نے اس کا جواب کچھ نہیں دیا تو پھر ان بتوں سے یہ کہا کہ تم بولتے کیوں نہیں، اس کے بعد سب میں بڑے بت کو ثابت چھوڑ دیا اور باقی سب چھوٹے بتوں کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جب یہ لوگ میلہ سے پلٹ کر آئے اور بت خانہ میں عادت کے موافق کھانا لینے گئے تو بتوں کو ٹوٹا ہوا پا کر آپس میں چرچا کرنے لگے کہ یہ کام کس نے کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب دبی ہوئی آواز سے وہ قسم کھائی تھی جس کا ذکر اوپر کی آیت میں گذر چکا ہے تو ان میں کے بعضے لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز سن لی تھی۔ اس واسطے ان لوگوں نے اس کام کا شبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت ظاہر کیا، اس پر ان لوگوں نے اس کی فریاد نمرود سے کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام جب نمرود کے سامنے بلائے گئے تو انہوں نے یہ کہا کہ تم لوگ بڑے بت کے ساتھ ملا کر ان چھوٹے بتوں کی پوجا کرتے تھے، اس لئے بڑے بت نے اس بات کو ناپسند کیا اور چھوٹے بتوں کو توڑ ڈالا۔ اگر یہ بت کچھ بات کر سکتے ہیں تو ان سے پوچھ لیا جائے کہ ان کو کس نے توڑ ڈالا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس بات سے جب وہ لوگ قائل ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو یوں بھی قائل کیا کہ تم لوگ اپنے ہاتھ کے تراشے ہوئے بتوں کی پوجا کرتے ہو جو عقل سے بالکل بعید ہے۔

[2] جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معقول باتوں کا کچھ جواب نہ بن پڑا تو ان بت پرستوں نے یہ تجویز کی کہ ایک بڑا آتش خانہ بنا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈال دو۔ اس تدبیر سے لوگوں کے دلوں میں بتوں کی عقیدت راسخ ہو جائے گی، اور ہیبت بیٹھ جائے گی کہ ان کے مخالف کا انجام ایسا ہوتا ہے، آئندہ کوئی ایسی جرأت نہ کرے گا، مگر اللہ نے ان ہی کو نیچا

قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَ قَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ؗ سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾ ج

وہ لوگ بولے کہ ابراہیم کے لئے ایک عمارت (یعنی آتش خانہ) تعمیر کرو، پھر ان کو بھڑکتی آگ میں ڈال دو ﴿۹۷﴾ تو ان لوگوں نے ابراہیم کے ساتھ برا داؤں (مکروفریب) کرنا چاہا پس ہم نے ان کو نیچا دکھایا ﴿۹۸﴾ اور ابراہیم نے (جبکہ ان کے باپ نے گھر سے نکال دیا تھا) یہ کہا کہ میں اپنے پرودگار کی طرف جانے والا ہوں وہ مجھے رستہ دکھائے گا ﴿۹۹﴾ (یہ دعا کی): ”اے رب! مجھ کو نیک فرزند عطا کر“ ﴿۱۰۰﴾ پھر ہم نے اس کو ایک بردبار لڑکے کی خوشخبری دی ﴿۱۰۱﴾ پھر ۱؎ جب وہ لڑکا ابراہیم کے ساتھ کام کے قابل ہوگیا تو کہا: ”اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا میں تجھ کو (امرالٰہی) سے ذبح کرتا ہوں (یعنی ذبح کا انتظام کر رہا ہوں) پس تو دیکھ تیری کیا رائے ہے“، اس نے کہا: ”اے باپ میرے! کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے، آپ مجھ کو ان شاءاللہ تعالیٰ صابر پائیں گے“ ﴿۱۰۲﴾ پس جب وہ دونوں ہمارے حکم کے تابع ہوئے اور باپ نے بیٹے کو (ذبح کرنے کے لئے) ماتھے کے بل لٹایا ﴿۱۰۳﴾

دکھلایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ گلزار کردی گئی۔ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے الہامِ الٰہی کے موافق ملک شام کی طرف ہجرت کی، اور ملک شام میں پہنچ کر نیک بیٹے کے عطا ہونے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اور اس دعا کے اثر سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔

قربانی اسمٰعیل علیہ السلام

۱؎ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے اثر سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہو کر اچھی طرح پھرنے چلنے کے قابل ہوگئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے اپنے اس خواب کا ذکر کیا تا کہ ان کا خیال معلوم کریں کہ خوشی سے آمادہ ہوتے ہیں یا زبردستی کرنی پڑے گی۔ کہتے ہیں کہ تین رات مسلسل یہی خواب میں دیکھتے رہے۔ تیسرے روز بیٹے کو اطلاع کی، بیٹے

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ۖ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

اور (چاہتے تھے کہ ذبح کرے اس وقت) ہم نے ابراہیم کو آواز دی ﴿۱۰۴﴾ کہ اے ابراہیم! بیشک تو نے خواب کو سچ کر دکھایا بیشک ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ﴿۱۰۵﴾ بیشک یہ صریح آزمائش تھی ﴿۱۰۶﴾ اور ہم نے ایک جانور (جنت سے) اس کے عوض میں دے کر اسے بچالیا ﴿۱۰۷﴾ اور ہم نے پیچھے آنے والی نسلوں میں اس کا ذکر خیر باقی رکھا ﴿۱۰۸﴾ کہ (ہماری طرف سے) ابراہیم پر سلام ہو ﴿۱۰۹﴾ ہم نیک بندوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ﴿۱۱۰﴾ بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے ایماندار بندوں میں سے ہے ﴿۱۱۱﴾ اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق کی خوشخبری دی کہ جو نیکوں میں سے نبی ہوگا ﴿۱۱۲﴾

نے بلا توقف قبول کیا کہنے لگے کہ ابا جان دیر کیا ہے آپ کو جس طرح اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس کے موافق عمل کریں، سو آپ ان شاء اللہ دیکھ لیں گے کہ کس صبر و تحمل سے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اوندھا اس لئے لٹایا کہ چھری پھیرتے وقت اسمٰعیل علیہ السلام کا چہرہ دیکھ کر جوشِ محبت کے سبب سے اللہ کے حکم کی تعمیل میں کچھ خلل نہ پڑے۔ جب اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی پر بالکل تیار پایا تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بدلے میں ایک دنبہ قربانی کے لئے بھیج دیا۔ اور غیب سے آواز آئی کہ اے ابراہیم علیہ السلام! تم نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔ پھر فرمایا کہ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں یہ بڑی آزمائش تھی لیکن اللہ تعالیٰ نیک لوگوں سے ایسا ہی برتاؤ برتا ہے جو برتاؤ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ برتا، کہ ان کے اکلوتے بیٹے کو بھی قربانی سے بچادیا اور ایک اور بیٹے کی خوشخبری ان کو سنادی۔ اور آزمائش میں پورے اُترنے سے انکا ذکر خیر دنیا میں پھیلا دیا کہ ہر ایماندار آدمی ان پر سلام بھیجتا ہے۔ پھر فرمایا علم الٰہی کے موافق حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں قیامت تک اچھی بُری طرح کے لوگ ہوں گے۔ کوئی نیک کام کرنے والا مومن ہوگا، اور کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا کافر ہوگا۔ پس بنی اسرائیل میں جو خرابیاں پیش آئیں اور قیامت تک پیش آویں گی، یہ ان کی غیب گوئی کا قرآن شریف میں ایک معجزہ ہے۔

وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾ ع وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ ج وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ ج وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ ج وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ ج وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ ج وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ لا سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾

اور ہم نے ابراہیم اور اسحاق پر برکتیں نازل کیں اور ان دونوں کی اولاد میں کوئی نیک کام کرنے والا (یعنی مومن) ہے، اور کوئی اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا (یعنی کافر) ہے ﴿۱۱۳﴾ اور لے بیشک ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا ﴿۱۱۴﴾ اور ہم نے ان کو اور ان کی قوم (یعنی بنی اسرائیل) کو بڑی مصیبت سے نجات دی ﴿۱۱۵﴾ اور ہم نے ان کی (فرعون کے مقابلہ میں) مدد کی، پس وہی لوگ غالب ہوئے ﴿۱۱۶﴾ اور ہم نے ان دونوں کو واضح کتاب (یعنی توریت) عطا فرمائی ﴿۱۱۷﴾ اور ان کو سیدھا راستہ دکھایا ﴿۱۱۸﴾ اور ہم نے پیچھے آنے والی نسلوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا ﴿۱۱۹﴾ (کہ ہماری طرف سے) موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو ﴿۱۲۰﴾ بیشک ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ﴿۱۲۱﴾ بیشک وہ دونوں ہمارے اعلیٰ درجہ کے ایماندار بندوں میں ہیں ﴿۱۲۲﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

لے ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان احسانوں کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام پر کیئے۔ اول یہ کہ ان دونوں کو نبوت عطا کی۔ دوسرے یہ کہ فرعون اور اس کی قوم بنی اسرائیل پر ظلم کرتے تھے کہ ان کے لڑکوں کو مار ڈالتے اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس سے اُن کو نجات دی اور مدد کی کہ یہ ان پر غالب ہوگئے۔ اور ان کی زمین اور مال سب کچھ ان کے ہاتھ لگا، اور ان کی آنکھوں کے روبرو ان کے دشمنوں کو ہلاک کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر توراۃ کو اُتارا اور ان کو سیدھی راہ بتائی، اور پچھلی خلقت میں ان کا یہ ذکر خیر رکھا کہ سب ایماندار ان پر سلام بھیجتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ بیشک ہم اسی طرح صلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو۔ پھر فرمایا: ”حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام ہمارے اعلیٰ درجہ کے ایماندار بندوں میں سے ہیں“۔

وَ اِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَ رَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

اور ۱؎ بیشک الیاس پیغمبروں میں سے ہے ﴿۱۲۳﴾ جبکہ اس نے اپنی قوم سے فرمایا: ''کیا تم پرہیزگاری نہیں کرتے ﴿۱۲۴﴾ کیا بعل کو (جو ایک بت کا نام ہے) پوجتے ہو اور چھوڑتے ہو سب سے بہتر پیدا کرنے والے ﴿۱۲۵﴾ اللہ کو جو تمہارا پروردگار ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا پروردگار ہے'' ﴿۱۲۶﴾ پس ان لوگوں نے اس کو جھٹلایا پس بیشک وہ لوگ (دوزخ میں) حاضر کیے جائیں گے ﴿۱۲۷﴾ مگر اللہ کے خالص بندے (محفوظ رہیں گے) ﴿۱۲۸﴾ اور ہم نے پیچھے آنے والی نسلوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا ﴿۱۲۹﴾ (کہ ہماری طرف سے) الیاس پر سلام ہو ﴿۱۳۰﴾ بیشک ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ﴿۱۳۱﴾ بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجے کے ایماندار بندوں میں ہے ﴿۱۳۲﴾

حضرت الیاس علیہ السلام کا واقعہ

۱؎ حضرت الیاس علیہ السلام کو اللہ نے ملک شام کے ایک شہر بعلبک کی طرف بھیجا۔ وہ لوگ بعل نامی ایک بت کو پوجتے تھے، جو سونے کا تھا، اس کی لمبائی بیس گز تھی، چار منہ تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے کہا کہ اے لوگو! جس اللہ نے تم کو اور تمہارے بڑوں کو پیدا کیا، اس کا شکر یہ کیا یہی ہے کہ تم اس کی عبادت کو چھوڑ کر اس بعل بت کی پوجا کرتے ہو۔ غرض ان کو خدا کے غضب اور بت پرستی کے انجام بد سے ڈرایا۔ جب انہوں نے نہ مانا تو دین و دنیا کے عذاب میں پکڑے گئے۔ دنیا کا عذاب تو یہ ہوا کہ ان لوگوں میں تین برس کا سخت قحط پڑا، اور عقبیٰ میں جو سب مشرکوں کا حال ہوگا وہی مصیبت ان لوگوں پر آوے گی۔ فرمایا: ''اس قوم میں سے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے جو حضرت الیاس علیہ السلام پر ایمان لائے، انہوں نے عذاب سے نجات پائی، پھر فرمایا: حضرت الیاس علیہ السلام اللہ کے کامل الایمان بندے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر خیر دنیا میں جاری رکھا، اور ہم نے ان پر سلام یعنی رحمت و سعادت نازل کی۔ فرمایا ہم قول و فعل میں احسان برتنے والوں کو یوں ہی اچھا صلہ دیتے ہیں۔

وَ اِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَ اِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَیْهِمْ مُّصْبِحِیْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَ بِالَّیْلِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَ اِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾

اور ۱؎ بیشک لوط پیغمبروں میں سے ہے ﴿۱۳۳﴾ جبکہ ہم نے اسکو اور اسکے سب گھر والوں کو نجات دی ﴿۱۳۴﴾ مگر ایک بڑھیا (یعنی اس کی زوجہ) کہ (اس عذاب میں) پیچھے رہ جانے والوں میں تھی ﴿۱۳۵﴾ پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا ﴿۱۳۶﴾ اور بیشک تم ان لوگوں کے مقامات پر صبح کو ﴿۱۳۷﴾ اور رات کے وقت بھی گزرتے ہو، پھر کیا تم (اس پر بھی) نہیں سمجھتے ﴿۱۳۸﴾ اور ۲؎ بیشک یونس پیغمبروں میں سے تھا ﴿۱۳۹﴾ جبکہ وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف دوڑا ہوا پہنچا۔ (لیکن کشتی ڈوبنے لگی) ﴿۱۴۰﴾

حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ

۱؎ حضرت الیاس علیہ السلام کے قصہ کے بعد یہ حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا۔ یہ قصہ سورۃ الاعراف، سورۂ ہود، سورۂ شعراء اور سورۃ النمل میں گزر چکا ہے حضرت لوط علیہ السلام جب ملک عراق سے ملک شام کو آئے تو سدوم کے لوگوں کی ہدایت کے لئے نبی مقرر ہوئے۔ مدت تک حضرت لوط علیہ السلام نے طرح طرح کی نصیحت سے ان لوگوں کو راہ راست پر لانا چاہا، ان لوگوں نے لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کی عادت نکالی تھی۔ جب یہ لوگ اپنی عادتِ بد سے باز نہ آئے، آخر اللہ کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام نے ان کی بستی کو اُلٹا دیا۔ یہ قریش کو فرمایا کہ مکہ سے شام کو جو قافلے آتے جاتے تھے، قوم لوط کی اُلٹی ہوئی بستیاں ان کے راستے سے نظر آتی تھیں۔ یعنی دن رات ادھر گذرتے ہوئے یہ نشان دیکھتے ہیں پھر بھی عبرت نہیں ہوتی، کیا سمجھتے نہیں کہ جو حال ایک نافرمان قوم کا ہوا وہ دوسری نافرمان اقوام کا بھی ہو سکتا ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ

۲؎ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو ہدایت کی جب ان کی نصیحت کو نہ مانا تو حضرت یونس علیہ السلام نے ان لوگوں کو عذاب الٰہی کے نازل ہونے کی خبر سنائی اور خود اس بستی کے باہر چلے گئے۔ جب ان لوگوں نے کچھ کچھ آثار عذاب الٰہی کے دیکھے تو جنگل میں جا کر بہت روئے، اور گڑگڑائے اللہ تعالیٰ نے ان کے حال پر رحم فرما کر ان پر عذاب نازل نہیں فرمایا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ وقتِ مقررہ پر عذاب نہیں آیا تو اپنے دل میں سوچا کہ جس قوم کے نزدیک جھوٹا ٹھہر چکا ہوں، اس قوم کی سرحد میں بھی ٹھہرنا مناسب نہیں۔ یہ سوچ کر آپ نے دریائی سفر کا ارادہ کیا، کشتی پر سوار ہوئے، کشتی دریا میں چلنے سے ٹھہر گئی جب قرعہ ڈالا کہ کس شخص کے سبب سے کشتی نہیں چلتی تو تین دفعہ حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکلا۔ یہ قصہ سورۂ یونس اور سورۂ انبیاء میں مفصل گذر چکا ہے وہاں اس کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾

تو قرعہ ڈالا پس (یونس ہی) گرا دینے والوں میں ہوا (تو دریا میں گرا دیا گیا) ﴿۱۴۱﴾ اس کو مچھلی نے (ثابت) نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا ﴿۱۴۲﴾ پس اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا ﴿۱۴۳﴾ ضرور اس (مچھلی) کے پیٹ میں رہتا جس دن کہ لوگ اٹھائے جائیں گے ﴿۱۴۴﴾ پھر ہم نے اس کو ایک صاف میدان میں (مچھلی کے پیٹ میں سے نکال کر) ڈال دیا اور وہ بیمار تھا ﴿۱۴۵﴾ اور ہم نے اس پر (سایہ کے لئے) ایک کدو کے قسم کا درخت اگایا ﴿۱۴۶﴾ اور ہم نے اسے ایک لاکھ آدمیوں کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا، بلکہ اس سے زیادہ ﴿۱۴۷﴾ پس وہ لوگ ایمان لے آئے تو ہم نے ان کو ایک زمانہ تک عیش دیا ﴿۱۴۸﴾ پس [ا] ان مشرکوں سے پوچھو کہ کیا تمہارے پروردگار کے لئے بیٹیاں ہیں اور ان کے لئے بیٹے ﴿۱۴۹﴾ کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں پیدا کیا ہے اور وہ اس وقت موجود تھے! ﴿۱۵۰﴾

اللہ تعالیٰ کی اولاد بتانا

[ا] ان آیتوں میں فرمایا کہ ان مشرکوں سے پوچھو کہ اتنی بڑی عظمت وقدرت والے خدا کے لڑکیاں ہیں، اور تمہارے لڑکے۔ تم لوگ خدا کیلئے ایسی چیز پسند کرتے ہو جو اپنے لئے پسند نہیں کرتے، اور یہ کہتے ہو کہ فرشتے عورتیں ہیں اور خدا کی لڑکیاں۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا ہے تم کو خوب معلوم ہے۔ کیا تم اس وقت موجود تھے جو گواہی دیتے ہو، بلکہ یہ لوگ اپنے شیطانی وسواس سے افتراء کر کے یہ کہتے ہیں کہ خدا کی اولاد ہے، یہ جھوٹے ہیں۔ کیا اس نے لڑکے چھوڑ کر لڑکیاں اپنے لئے بنائیں۔ عورتوں کو اپنے لئے پسند کیا، افسوس تمہارے حال وخیال پر۔ تم کیسے نامعقول حکم لگاتے ہو، خدا کو اپنے سے بھی کم کر دیا۔ تم جو بات منہ سے نکالتے ہو اس کو سمجھتے بھی نہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے، اور کون امر شان الٰہی

اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾

آگاہ ہو بیشک وہ لوگ اپنے بہتان سے کہتے ہیں ﴿۱۵۱﴾ کہ اللہ کی اولاد ہے اور وہ بیشک ضرور جھوٹے ہیں ﴿۱۵۲﴾ کیا اللہ نے بیٹوں کو چھوڑ کر بیٹیاں پسند کیں ﴿۱۵۳﴾ تم کو کیا ہو گیا، تم کیسا حکم کرتے ہو ﴿۱۵۴﴾ تم دھیان نہیں کرتے ﴿۱۵۵﴾ کیا تمہارے پاس (اس بارے میں) کوئی واضح دلیل موجود ہے ﴿۱۵۶﴾ تو اپنی کتاب لاؤ (جس میں یہ سند ہو) اگر تم سچے ہو ﴿۱۵۷﴾ اور مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے درمیان اور جنوں کے درمیان رشتہ مقرر کیا، اور[1] بیشک جنوں کو معلوم ہے کہ وہ (بیہودہ بات کے کہنے والے) ضرور (جہنم میں عذاب کیلئے) حاضر کئے جائیں گے ﴿۱۵۸﴾ اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو کچھ بیان کرتے ہیں ﴿۱۵۹﴾ مگر جو اللہ کے خاص چنے ہوئے بندے ہیں ﴿۱۶۰﴾ پس بیشک اے کافرو! تم اور وہ (بت) جس کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو ﴿۱۶۱﴾ تم اللہ کے خلاف کسی کو بہکانے والے نہیں ﴿۱۶۲﴾ مگر اسی کو جو کہ جہنم میں جانے والا ہے ﴿۱۶۳﴾

کے لائق ہے اور کون منافی۔ یا تمہارے پاس کوئی واضح کتاب آ گئی ہے جس کی دلیل عقلی یا نقلی سے یہ بات ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ فرشتے خدا کی عورتیں ہیں۔ اگر کوئی دلیل یا کوئی کتاب ہو تو پیش کرو اور اپنے دعویٰ کی سچائی دکھاؤ اگر سچے ہو۔

فرشتوں کو خدا کی اولاد کہنے کا الزام

[1] **شانِ نزول:** بعض لوگوں نے بنی خزاعہ میں سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں کے خاندان میں اپنی سسرال کی بعض جنات کے ساتھ ملنے سے فرشتے پیدا ہوئے، (معاذ اللہ) اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾

اور ۱؎ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم میں ہر ایک کا ایک مقام مقرر ہے (جہاں ہم خدا کی عبادت کرتے ہیں) ﴿۱۶۴﴾ خدا کی عبادت اور اس کے حکم میں صف باندھنے والے ﴿۱۶۵﴾ اور ۲؎ بیشک ہم (خدا کی) پاکی بیان کرنے والے ہیں ﴿۱۶۶﴾ اور بیشک یہ (کفار عرب) کہتے تھے: ﴿۱۶۷﴾ "اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت (کی کتاب) پہلے لوگوں کی (کتابوں کے طور پر) ہوتی ﴿۱۶۸﴾ تو ہم اس کی اطاعت کرتے (اور) اللہ کے خاص بندے ہوتے" ﴿۱۶۹﴾

۱؎ **شان نزول:** تفسیر قرطبی اور تفسیر مقاتل میں چند روایتوں سے جو شان نزول ان آیتوں کی بیان کی گئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ معراج کی رات جب آنحضرت ﷺ مقام سدرۃ المنتہیٰ تک حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ پہنچے تو اس مقام پر پہنچ کر حضرت جبرئیل علیہ السلام آگے جانے سے رکے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ ایسے مقام پر مجھ سے جدا ہوتے ہو۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان آیتوں کے مضمون کے موافق جواب دیا۔ اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے قائل کرنے کو ان تین آیتوں میں نازل فرمایا کہ یہ ظالم مشرک فرشتوں کو اللہ کی اولاد ٹھہراتے ہیں، اور ان مورتوں کی پوجا کر کے مورتوں والے فرشتوں کو اپنا سفارشی قرار دیتے ہیں۔ ان کو یہ نہیں معلوم کہ اللہ کی جناب میں عام فرشتوں کا تو کیا ذکر ہے مقرب فرشتوں کا بھی یہ حال ہے کہ جو جگہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ٹھہرا دی ہے، اس حد سے ایک قدم آگے وہ جنبش نہیں کر سکتے۔

۲؎ اوپر مشرکین مکہ کی گمراہی کی باتوں کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں ان مشرکوں کو یوں قائل کیا کہ اس کتاب کو دیکھ کر پہلے تو یہ لوگ حرص کرتے تھے کہ ان میں کوئی نبی آسمانی کتاب لے کر آوے، اور قسمیں کھا کر یہ بھی کہتے تھے کہ اگر ان میں کوئی نبی آیا تو یہ لوگ اللہ کے خاص بندے بن جائیں گے۔ پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی حرص کو پورا کر دیا تو یہ لوگ اللہ کے کلام کو جھٹلانے لگے اور وہ قول و قرار کچھ یاد نہ رکھا۔ سو اس انکار و انحراف کا جو انجام ہونے والا ہے عنقریب دیکھ لیں گے۔ پھر فرمایا کہ یہ بات علم الٰہی میں ٹھہر چکی ہے کہ منکرین کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو مدد پہنچاتا ہے، اور آخر کار خدائی لشکر ہی غالب ہو کر رہتا ہے۔ آگے فرمایا اب تو یہ لوگ عذاب کی جلدی کرتے ہیں کہ ہمارا انجام جلدی دکھلا دو۔ اس کا جواب دیا کہ اپنے اوپر جو آفت لائے جانے کی جلدی مچا رہے ہو جب وہ آئے گی تو بہت برا وقت ہوگا، عذاب الٰہی اس طرح آئے گا جیسے کوئی دشمن گھات میں لگا ہو، اور صبح کے وقت یکا یک میدان میں اتر کر چھاپہ مار جائے۔ عذاب آنے کے وقت یہی حشر ان

فَكَفَرُوا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾

جب ان کے پاس اگلوں کی سی کتاب آ گئی (یعنی قرآن نازل ہوا) اس کے منکر ہوئے، پس عنقریب (اپنے کفر کا انجام) جان لیں گے ﴿۱۷۰﴾ اور بے شک ہمارے بھیجے ہوئے بندوں (یعنی پیغمبروں) سے ہمارا وعدہ ہو چکا ہے ﴿۱۷۱﴾ کہ ضرور انہیں مدد دی جاوے گی ﴿۱۷۲﴾ اور بیشک ہمارا ہی (یعنی اہل ایمان کا) لشکر غالب رہے گا ﴿۱۷۳﴾ پس تم ان سے ایک وقت تک منہ پھیر لو اور انہیں دیکھتے رہو ﴿۱۷۴﴾ پس عنقریب یہ (طرح طرح کے عذاب دنیا و آخرت میں) دیکھ لیں گے ﴿۱۷۵﴾ پس کیا یہ کافر ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں ﴿۱۷۶﴾ تو (یاد رکھیں کہ) جس وقت (ہمارا عذاب) ان کی انگنائی (آنگن) میں اترے گا تو ڈرائے ہوؤں کی کیا ہی بری صبح ہوگی ﴿۱۷۷﴾ اور ایک وقت تک ان سے منہ پھیر لو اور دیکھتے رہو ﴿۱۷۸﴾ پس عنقریب یہ (طرح طرح کے عذاب دنیا و آخرت میں) دیکھ لیں گے ﴿۱۷۹﴾ تمہارا[1] پروردگار جو بڑی عزت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ (کافر) بیان کرتے ہیں ﴿۱۸۰﴾

لوگوں کا ہوگا تو ان کو اس جلدی کی حقیقت کھل جاوے گی۔ چنانچہ اس وعدہ کا ظہور بدر کی لڑائی کے وقت ہوا کہ اس لڑائی میں بڑے بڑے اسلام کے مخالف بڑی ذلت سے مارے گئے۔ پھر فرمایا کہ پہلا وعدہ دنیا کے عذاب کا تھا، اب آگے چل کر آخرت میں یہ کافر کیا کچھ دیکھتے ہیں۔

[1] اللہ کی ذات تمام عیوب ونقائص سے پاک، اور تمام محاسن وکمالات کی جامع ہے، سب خوبیاں اسی کی ذات میں مجتمع ہیں۔ اور انبیاء اور رسول پر اس کی طرف سے سلام آتا ہے۔ جو ان کی عظمت وعصمت اور سالم ومنصور ہونے کی دلیل ہے۔ احادیث سے بعد نماز اور ختم مجلس پر ان آیات کے پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طبرانی میں

وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٨١﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٢﴾

اور پیغمبروں پر سلام ہے (۱۸۱) اور تمام خوبیاں اللہ ہی کو جو سارے جہان کا پروردگار ہے (۱۸۲)

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فرضوں کے بعد تین دفعہ اس آیت کو پڑھنا بڑا ثواب ہے''۔

آیاتہا ۸۸ — ۳۸ سُورَۃُ صٓ مَكِّيَّةٌ ۳۸ — رکوعاتہا ۵

سورہ صٓ مکہ میں نازل ہوئی، اس میں اٹھاسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ﴿١﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ﴿٢﴾

صٓ قسم ہے [۱] اس قرآن کی جو نصیحت دینے والا ہے (جس سے تم دعوت کرتے ہو حق ہے) (۱) بلکہ کافر سرکشی اور مخالفت میں ہیں (اس سبب سے نہیں مانتے) (۲)

خواص سورہ صٓ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس سورت کو پڑھے گا اسے اللہ تعالیٰ ہر گناہ سے بچاوے گا۔ اگر اس سورۃ کو لکھ کر اپنے پاس رکھیں تو خلق اس کو عزیز بنادے اور اس سورۃ کو سات بار پڑھ کر دم کریں نظر بد دور ہوگی۔

[۱] **شان نزول:** حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے سے قریش میں ایک کھلبلی سی پڑ گئی تھی۔ اس لئے ایک جماعت قریش کی ایک روز ابو طالب کے پاس گئی، اور ابو طالب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح طرح کی شکایت کی۔ ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے میرے بھتیجے! یہ قوم کے لوگ تمہاری شکایت کرتے ہیں، کہ تم ان کے معبودوں کو برا کہتے ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ میں قوم کے لوگوں سے صرف ایک کلمہ چاہتا ہوں جس کے بعد تمام عرب و عجم ان کا فرمانبردار ہوجائے۔ وہ خوش ہوکر بولے کہ بتلایئے وہ کلمہ کیا ہے، آپ ایک کلمہ کہتے ہیں ہم آپ کے دس کلمے ماننے کے لئے تیار ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: ''زیادہ نہیں صرف ایک کلمہ توحید ہے، لا الٰہ الا اللہ'' یہ سنتے ہی طیش میں آکر کھڑے ہوگئے، اور کہنے لگے: ''کیا اتنے خداؤں کو ہٹا کر اکیلا ایک خدا بنا دیا۔ چلو جی یہ اپنے منصوبے سے کبھی باز نہ آئیں گے، یہ تو ابھی ہمارے معبودوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں۔ تم بھی مضبوطی سے اپنے معبودوں کی عبادت و حمایت پر جمے رہو''۔ اس پر یہ آیت نازل فرمائی۔

كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۝۳ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۡ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝۴ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰـهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝۵ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓي اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ۝۶ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝۷ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝۸

ان سے پہلے ہم نے بہت سی امتوں کو (عذاب سے) ہلاک کر دیا، پس وہ (عذاب کے وقت) لگے فریاد کرنے اور وہ وقت رہائی کا نہ تھا ۝۳ اور ان کفار نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس ان (ہی) میں سے ایک (پیغمبر) ڈرانے والا آیا اور کافر کہنے لگے کہ یہ ایک جھوٹا جادوگر ہے ۝۴ کیا اس نے بہت معبودوں کا ایک خدا کر دیا، بیشک یہ ایک عجیب بات ہے ۝۵ اور (توحید کا مضمون سن کر) ان کفار میں کے سردار آپس میں یہ کہتے ہوئے چلے کہ اس کے پاس سے چلو اور اپنے معبودوں کی پوجا پر صابر رہو، بیشک اس دین میں اس کا کچھ (ذاتی) مطلب ہے ۝۶ یہ بات تو ہم نے پچھلے دین میں بھی نہ سنی، یہ تو نری ایک بنائی ہوئی بات ہے ۝۷ کیا ہم سب لہ میں سے اسی شخص (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر قرآن نازل کیا گیا (یہ تو کچھ نہیں) بلکہ کافر میری نصیحت (یعنی قرآن) کی طرف سے شک میں ہیں۔ بلکہ انہوں نے ابھی میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا ۝۸

خدا پر اعتراض کرنا

لہ قرآن شریف کو جھٹلانے کی باتوں میں مشرکین ایک بات یہ بھی کہتے تھے کہ قرآن شریف اگر کسی انسان پر نازل ہوتا، تو ولید بن مغیرہ عروہ بن مسعود ایسے مالدار شخص پر نازل ہوتا۔ یہ کیا غضب ہے کہ ہم سب میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا انتخاب ہوا۔ کیا سارے جہان میں ایک یہ ہی اس منصب کے لئے رہ گئے تھے اور کوئی بڑا رئیس مالدار خدا کو نہ ملتا تھا۔ جس پر اپنا کلام نازل

أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ ﴿۹﴾ أَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا قف فَلْيَرْتَقُوا فِي الْأَسْبَابِ ﴿۱۰﴾ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ ﴿۱۱﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ﴿۱۲﴾ وَ ثَمُودُ وَ قَوْمُ لُوطٍ وَّ أَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ ط أُولٰٓئِكَ الْأَحْزَابُ ﴿۱۳﴾

کیا انکے پاس تمہارے پروردگار زبردست بخشنے والے کی رحمت کے خزانے ہیں؟ ۹ یا کیا انکی حکومت ہے؟ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ انکے بیچ میں ہے، تو انکو رسیاں لٹکا کر (آسمان پر) چڑھ جانا چاہئے ۱۰ یہ ایک ذلیل لشکر ہے ان ہی (کافروں کے) لشکروں میں سے جو ہیں بھگا دیا جائے گا ۱۱ ان سے پہلے جھٹلایا تھا نوح کی قوم نے اور عاد اور فرعون نے، جو (لوگوں کو باندھ کر سزا دینے کیلئے) میخیں رکھتا تھا ۱۲ اور ثمود نے اور لوط کی قوم نے اور بن والے (جو شعیب کی قوم سے تھے) یہ ہیں وہ گروہ ۱۳

کرتا۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا۔ بات صرف اتنی ہے کہ ابھی ہماری نصیحت کے متعلق ان کو دھوکا لگا ہوا ہے، وہ یقین نہیں رکھتے کہ جس خوفناک مستقبل سے آگاہ کیا جا رہا ہے، وہ ضرور پیش آ کر رہے گا۔ کیونکہ ابھی تک انہوں نے خدائی مار کا مزہ نہیں چکھا، جس وقت خدائی مار پڑے گی تمام شکوک وشبہات دور ہو جائیں گے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی رحمت کے خزانے اور آسمان وزمین کی حکومت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ زبردست ہے اور بڑی بخشش والا ہے۔ جس پر جو انعام چاہے کرے کون روک سکتا ہے، یا نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ اگر وہ کسی بشر کو منصب نبوت ورسالت پر سرفراز فرماتا ہے تو تم دخل دینے والے کون ہو کہ صاحب اس پر یہ مہربانی فرمائی، ہم پر نہ فرمائی۔ کیا رحمت کے خزانوں اور زمین وآسمان کی حکومت کے تم مالک ومختار ہو، جو اس قسم کے لغو اعتراضات کرتے ہو۔ اگر ہو تو اپنے تمام اسباب ووسائل کو کام میں لے آؤ، اور رسیاں تان کر آسمان پر چڑھ جاؤ تاکہ وہاں سے محمد ﷺ پر وحی کا آنا بند کر سکو۔ اور علویات پر قابض ہو کر اپنی مرضی ومنشاء کے موافق آسمان وزمین کے انتظام وتدبیر کا کام انجام دے سکو۔ اگر اتنا نہیں کر سکتے تو آسمان وزمین کی حکومت اور خزائن رحمت کی ملکیت کا دعویٰ عبث ہے۔ پھر خدائی انتظامات میں دخل دینا بجز بے حیائی یا جنون کے اور کیا ہوگا۔ فرمایا جس طرح ان سے پہلے لوگ قوم نوح علیہ السلام سے لے کر فرعون تک بڑی بڑی طاقتور قومیں بھی رسولوں کو جھٹلا کر سزا سے نہ بچ سکیں، ایک دن یہی حال ان کا ہونے والا ہے۔ اور پھر دوسرے صور کی آواز سے ان کو دوبارہ زندہ کر کے ان کی بد اعمالی کی پوری سزا ان کو دی جائے گی۔

إِنْ كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿١٤﴾ وَمَا يَنظُرُ هَٰؤُلَاءِ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِن فَوَاقٍ ﴿١٥﴾ وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّل لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿١٦﴾ اصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُودَ ذَا الْأَيْدِ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿١٧﴾ إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ﴿١٨﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً ۖ كُلٌّ لَّهُ أَوَّابٌ ﴿١٩﴾

ان میں کوئی ایسا نہیں جس نے پیغمبروں کو نہ جھٹلایا ہو پس میرا عذاب (ان پر) لازم ہو گیا ﴿۱۴﴾ اور یہ کفار پس ایک ہی سخت آواز کے منتظر ہیں (جو صور کی) کہ اس کو کچھ وقفہ ہوگا ﴿۱۵﴾ اور ۱ (کفار ہنسی سے) کہتے ہیں: "اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہمارا حصہ (یعنی عذاب) جلد دیدے حساب کے دن سے پہلے" ﴿۱۶﴾ (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲) تم ان کی باتوں پر صبر کرو اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کرو جو (عبادت کی بڑی) قوت رکھتا تھا بیشک وہ بڑا رجوع کرنے والا تھا ﴿۱۷﴾ بیشک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑوں کو تابع کیا، شام اور صبح تسبیح کرتے تھے ﴿۱۸﴾ اور (اسی طرح) پرندے جمع کیے ہوئے سب اس کے فرمانبردار تھے ﴿۱۹﴾

السلام سے لے کر فرعون تک بڑی بڑی طاقتور قومیں بھی رسولوں کو جھٹلا کر سزا سے نہ بچ سکیں، ایک دن یہی حال ان کا ہونے والا ہے۔ اور پھر دوسرے صور کی آواز سے ان کو دوبارہ زندہ کر کے ان کی بداعمالی کی پوری سزا ان کو دی جائے گی۔

۱ **شان نزول:** مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب یہ سنا کہ قیامت کے دن دائیں اور بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جائیں گے، اور جو لوگ جنت میں جائیں گے ان کو بڑی نعمتیں ملیں گی تو کفار بطور استہزاء و تمسخر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بولے کہ ہمارے نامۂ اعمال تو ہم کو یہیں دکھا دیں ہم دیکھ لیں کہ ہم نے کیا کیا ہے، اور ان میں کیا رکھا ہے۔ تب یہ آیت اتری کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ کفار قرآن کی خبروں کو نہیں مانتے۔ ہنستے ہیں کہتے ہیں کہ پروردگار حساب کے دن سے پیشتر ہمارے نامہ اعمال ہم کو دیدے، تو اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تم ان خرافات کا کچھ جواب نہ دو، صبر کرو ان کی باتوں پر دل ملول نہ کرو۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ

۲ حضرت داؤد علیہ السلام جب صبح شام ذکر الٰہی کرتے تھے، ان کے ساتھ پہاڑ اور جانور بھی ذکر الٰہی کیا کرتے تھے، اور حضرت داؤد علیہ السلام پہاڑوں اور جانوروں کے ذکر الٰہی کا مطلب سمجھتے تھے، اسی کا ذکر ان آیتوں میں فرمایا۔ پھر فرمایا، اللہ

وَ شَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَ اٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَ فَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَ هَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ

وقف لازم

اور ہم نے اس کی بادشاہی کو بڑا مضبوط کیا اور اسے حکمت اور فیصلہ کرنے والا قول عطا کیا ﴿۲۰﴾ اور کیا تمہیں آپس میں جھگڑنے والوں کی بھی خبر آئی۔ جبکہ وہ لوگ (داؤد کے) عبادت خانہ کی دیوار ﴿۲۱﴾ کود کر داؤد کے پاس آئے تو وہ (ان سے اس طرح آنے سے) گھبرا گیا، وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ خوف نہ کیجئے۔

تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو فوج ولشکر کی کثرت عطا فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ روئے زمین کے بادشاہوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کی بادشاہت بڑی مضبوط اور قوی بادشاہت تھی۔ چھتیس ہزار مرد آپ کے محراب کے پہرے پر مقرر تھے۔ پھر فرمایا کہ ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کو حکمت یعنی نبوت عطا کی۔ فصل خطاب یعنی وہ کلام وہ عقل جو مدعی، مدعی علیہ کے درمیان جلد فیصلہ کردے۔ کسی مقدمہ میں نہ رکتے، سچا حکم جھٹ سنا دیتے۔ آگے فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! کیا تمہیں وہ جھگڑے والوں کی بھی خبر آئی جبکہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عبادت خانہ میں جہاں کوئی پہنچ نہ سکتا تھا، دو جھگڑنے والے کود کر پہنچے۔ حضرت داؤد علیہ السلام باوجود اپنی قوت اور شوکت کے یہ ناگہاں ماجرا دیکھ کر گھبرا گئے کہ یہ آدمی ہیں، یا کوئی اور مخلوق ہے۔ آدمی ہیں تو بے وقت آنے کی ہمت کیسے ہوئی، دربانوں نے کیوں نہیں روکا، اگر دروازے سے نہیں آئے تو اتنی اونچی دیواروں کو پھاندنے کی کیا سبیل کی ہوگی۔ خدا جانے ایسے غیر معمول طور پر کس نیت اور کس غرض سے آئے ہیں۔ آنے والوں نے کہا کہ آپ گھبرائیے نہیں، اور ہم سے خوف نہ کھایئے ہم دو فریق اپنے ایک جھگڑے کا فیصلہ کرانے کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ہم میں منصفانہ فیصلہ کر دیجئے کوئی بے راہی اور ٹالنے کی بات نہ ہو۔ ہم عدل وانصاف کی سیدھی راہ معلوم کرنے کیلئے آئے ہیں۔ ہمارا مقدمہ یہ ہے کہ میرے اس دینی بھائی کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دُنبی ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ وہ ایک بھی کسی طرح مجھ سے چھین کر سو پوری کرے اور مشکل یہ آن پڑی ہے کہ جیسے مال میں یہ مجھ سے زیادہ ہے، بات کرنے میں بھی مجھ سے تیز ہے، جب بولتا ہے تو مجھ کو دبالیتا ہے۔ غرض میرا حق چھیننے کیلئے زبردستی کی باتیں کرتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے سن کر یہ فیصلہ کیا کہ جو شخص ننانوے دُنبیاں رکھ کر پھر اپنے دینی بھائی کے پاس ایک دُنبی بھی نہیں دیکھ سکتا وہ بڑی ناانصافی کرتا ہے۔ اس فیصلہ کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ ایک معاملہ میں جہاں چند شخص شریک ہوتے ہیں، وہاں اکثر ایسے معاملے پیش آتے ہیں کہ ایک بھائی دوسرے بھائی پر ظلم کرنے لگتا ہے کہ قوی حصہ دار چاہتا ہے کہ ضعیف کو کھا جائے، مگر جو لوگ کہ مسلمان ہیں، اعمالِ صالحہ خالصتاً للہ ادا کرتے ہیں، وہ ایسی باتوں سے بچتے ہیں، اور وہ دنیا میں بہت تھوڑے ہیں۔

خَصۡمٰنِ بَغٰی بَعۡضُنَا عَلٰی بَعۡضٍ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَنَا بِالۡحَقِّ وَلَا تُشۡطِطۡ وَاهۡدِنَاۤ اِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَاۤ اَخِیۡ ۟ لَهٗ تِسۡعٌ وَّتِسۡعُوۡنَ نَعۡجَةً وَّلِیَ نَعۡجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۟ فَقَالَ اَكۡفِلۡنِیۡهَا وَعَزَّنِیۡ فِی الۡخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدۡ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعۡجَتِكَ اِلٰی نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ كَثِیۡرًا مِّنَ الۡخُلَطَآءِ لَیَبۡغِیۡ بَعۡضُهُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِیۡلٌ مَّا هُمۡ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسۡتَغۡفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾ السجدة

ہم دو فریق ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، پس اس پر انصاف سے ہم میں فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے اور ہم کو سیدھی راہ بتایئے ﴿۲۲﴾ بیشک یہ میرا (دینی) بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے، اب یہ کہتا ہے کہ وہ بھی میرے حوالے کر دے اور مجھ پر بات میں زور ڈالتا ہے ﴿۲۳﴾ داؤد نے کہا: ''بیشک یہ تجھ پر زیادتی کرتا ہے کہ تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کو مانگتا ہے، اور بیشک اکثر ساجھے والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر ہاں جو ایمان لائے اور عمل اچھے کئے (وہ زیادتی نہیں کرتے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں'' اور اب [۱] داؤد نے سمجھا کہ ہم نے اس کو آزمایا تھا، پس اپنے پروردگار سے معافی مانگی اور سجدہ میں گرا اور خدا کی طرف رجوع ہوا ﴿۲۴﴾

[۱] حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ سن کر وہ دونوں فرشتے جیسے آئے تھے، ویسے ہی بے تامل کود کر چل دیئے۔ تب داؤد علیہ السلام کے خیال میں یہ بات آئی کہ اس مقدمہ کی صورت ان ہی کے حال کے موافق ہے۔ روایت ہے کہ آپ کی ننانوے بی بیاں تھیں، اس کے بعد آپ نے ایک اور عورت کو پیام دیدیا جس کو ایک مسلمان پہلے سے پیام دے چکا تھا۔ لیکن آپ کا پیام پہنچنے کے بعد عورت کے اعزا و اقارب دوسرے کی طرف کیا التفات کرنے والے تھے، آپ کے لئے راضی ہو گئے۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام نے مقدمہ کی روداد کو اپنے اوپر صادق پایا، اور سمجھے کہ درحقیقت یہ مقدمہ والے نہ تھے، بلکہ خدا کے فرشتے مجھے تنبیہ کرنے آئے تھے۔ اور اس بات کا ان کو یقین ہوا کہ ہم نے ان کو محنت و تکلیف میں مبتلا کیا، اور ان کا امتحان

فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾ ع

پس ہم نے اسے معاف فرمایا اور بیشک داؤد کے لئے ہمارے پاس اعلیٰ مرتبہ اور اچھا ٹھکانا ہے ﴿۲۵﴾ کہا اے داؤد! بیشک ہم نے تجھے زمین میں نائب ۱؎ کیا، پس تو لوگوں میں انصاف سے حکم کر اور نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرنا، پس وہ خدا کے رستہ سے تم کو بہکا دے گی، بیشک جو لوگ کہ خدا کے رستہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے، اس لئے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے ﴿۲۶﴾

لیا گیا۔ تب وہ اپنے رب سے استغفار کرنے لگے۔ اور سجدہ میں گر کر عاجزی، خضوع وخشوع، توبہ کرنے لگے۔ ہم نے ان کی مغفرت کی، اور صرف مغفرت ہی نہیں بلکہ ہمارے ہاں ان کا بڑا مرتبہ ہے۔ اور ہمارا مقرب بندہ ہے، اور اس کیلئے بہشت میں اچھی بازگشت ہے۔

۱؎ اے داؤد! (علیہ السلام) تم کو زمین میں اپنا نائب بنایا لہٰذا اسی کے حکم پر چلو، اور معاملات کے فیصلے عدل و انصاف کے ساتھ شریعت الٰہی کے موافق کرتے رہو۔ کبھی کسی معاملہ میں خواہش نفس کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ آنے پائے، کیونکہ یہ چیز آدمی کو اللہ کی راہ سے بہکا دینے والی ہے، اور جب انسان اللہ کی راہ سے بہکا تو پھر ٹھکانا کہاں۔ لہٰذا یہاں رہ کر وہاں کیلئے کچھ کام کرنا چاہئے، اور وہ کام یہی ہے کہ انسان اپنی خواہشات کی پیروی چھوڑ کر حق وعدل کے اصول پر کاربند ہو، اور خالق ومخلوق دونوں سے اپنا معاملہ ٹھیک رکھے۔ یہ نہ سمجھے کہ بس دنیا کی زندگی ہے، کھا پی کر ختم کر دیں گے، آگے حساب کتاب کچھ نہیں۔ یہ خیالات تو ان کے ہیں جنہیں موت کے بعد دوسری زندگی سے انکار ہے، سو ایسے منکروں کیلئے آگ تیار ہے۔ پھر فرمایا کہ ہمارے عدل وحکمت کا اقتضاء یہ نہیں کہ نیک ایماندار بندوں کو شریروں اور مفسدوں کے برابر کر دیں، یا ڈرنے والوں کے ساتھ بھی وہی معاملہ کرنے لگیں جو ڈھیٹ اور نڈر لوگوں کے ساتھ ہونا چاہئے۔ اسی لئے ضرور ہوا کہ کوئی وقت حساب وکتاب اور جزا وسزا کا رکھا جائے۔ لیکن دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے نیک اور ایماندار آدمی قسم قسم کے مصائب وآفات میں مبتلا رہتے ہیں، اور کتنے ہی بدمعاش بے حیا مزے چین اڑاتے ہیں۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ موت کے بعد دوسری زندگی حکمتِ الٰہی کے موافق نیکی کی جزا اور بدی کی سزا کے لئے دوسرا جہان مقرر ہے۔ کیونکہ نیک وبد کو ہمیشہ ایک حال میں رکھنا انصاف الٰہی کے بالکل

وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ؕ﴿۲۷﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْۤا اٰیٰتِهٖ وَ لِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾ وَ وَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَیْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ؕ﴿۳۰﴾

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بے فائدہ نہیں پیدا کیا، یہ تو کافروں کا گمان ہے پس کافروں کے لئے (آخرت میں) بڑی خرابی ہے ﴿۲۷﴾ دوزخ سے کیا ہم انہیں جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ان جیسا کر دیں گے جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر ٹھہرا دیں (ہرگز نہیں) ﴿۲۸﴾ یہ قرآن برکت والی کتاب ہے جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا اس لئے کہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور عقل مند نصیحت پکڑیں ﴿۲۹﴾ اور [۱] ہم نے داؤد کو ایک بیٹا سلیمان عطا فرمایا، سلیمان بہت اچھا بندہ تھا، بیشک وہ خدا کی طرف رجوع کرنے والا تھا ﴿۳۰﴾

خلاف ہے۔ اب قریش کو تنبیہ کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ یہ سراپا عقبیٰ کی بہبودی کی نصیحت کا قرآن اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تم پر اس لئے نازل فرمایا ہے کہ جو لوگ عقل سلیم رکھتے ہیں، وہ اس سے یہ نصیحت حاصل کریں کہ دنیا کے نیک و بد کی جزا و سزا کا فیصلہ ضرور ہونے والا ہے۔ کیونکہ بغیر اس کے دنیا کا پیدا کرنا بالکل بے ٹھکانے ٹھہرتا ہے جو اللہ کی شان سے بہت بعید ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کا تذکرہ

[۱] اوپر داؤد علیہ السلام کی خلافت کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ اس خلافت، نبوت اور نیابت بادشاہت کو اللہ تعالیٰ نے فقط حضرت داؤد علیہ السلام پر ختم نہیں کیا بلکہ ان کی اولاد میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی وہی مرتبہ عنایت فرمایا کہ وہ نبی بھی ہوئے، بادشاہ بھی ہوئے، اور باوجود بادشاہت کے وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے مرضی کے کاموں میں لگے رہے۔ اب آگے

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۭ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰي كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾

(یاد کرو) جبکہ تیسرے پہر کو اس کے سامنے تیز دوڑنے والے گھوڑے پیش کیے گئے ﴿۳۱﴾ پس سلیمان نے کہا: "میں نے ان گھوڑوں کی محبت چاہی اپنے پروردگار کے یاد سے یہاں تک کہ آفتاب پردہ میں چھپ گیا" ﴿۳۲﴾ پھر حکم دیا کہ انہیں میرے پاس واپس لاؤ، پس ان کی پنڈلیوں گردنوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا ﴿۳۳﴾ اور[1] بیشک ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ہم نے اس کے تخت پر ایک بے جان بدن ڈال دیا تو وہ (خدا کی طرف) رجوع ہوا ﴿۳۴﴾

ان کے جوشِ دینی اور مرضی الٰہی کے کاموں کی اُمنگ کی مثال گھوڑوں کے قصہ سے بیان فرمائی۔ شائستہ اور تیز و سبک رفتار گھوڑے جو جہاد کیلئے پرورش کیے گئے تھے، ان کے سامنے پیش ہوئے ان کا معائنہ کرتے ہوئے دیر لگ گئی۔ حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ اس شغل میں عصر کے وقت کا وظیفہ بھی نہ پڑھ سکے۔ اس پر کہنے لگے: "اگر ایک طرف ذکر اللہ سے بظاہر علیحدگی رہی، تو دوسری جانب جہاد کے گھوڑوں کی محبت اور دیکھ بھال بھی اسی کی یاد سے وابستہ ہے، جب جہاد کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے تو اس کے معدات و مبادی کا تفقد کیسے ذکر اللہ کے تحت میں داخل نہ ہوگا۔ آخر اللہ تعالیٰ جہاد اور آلات جہاد کے مہیا کرنے کی ترغیب نہ دیتا تو اس مال نیک سے ہم اس قدر محبت کیوں کرتے۔ اسی جذبہ جہاد کے جوش وافر میں حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو پھر واپس لاؤ۔ چنانچہ واپس لائے گئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام غایت محبت و اکرام سے ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ اس ہاتھ پھیرنے کے چند باعث تھے:

۱ ایک تو گھوڑوں کی عزت و شرف کا اظہار کہ وہ دشمن کے مقابلے میں بہتر معین ہیں۔

۲ دوسرے امور سلطنت کی خودنگرانی فرمانا کہ تمام عمال مستعد رہیں۔

۳ سوم یہ کہ آپ گھوڑوں کے احوال اور ان کے امراض و عیوب کے اعلیٰ ماہر تھے۔ ان پر ہاتھ پھیر کر ان کی حالت کا امتحان فرماتے تھے۔ وللہ الحمد (تفسیر کبیر)

بعض مفسران روایات کا کئی طرح سے مطلب بتاتے ہیں منجملہ ان کے ایک یہ کہ سلیمان علیہ السلام نے عصر کے وظیفہ میں دیر ہو جانے کے رنج سے گھوڑوں کو اللہ کی راہ میں ذبح کر ڈالا، اور ان کی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹ کر گوشت صدقہ کر دیا۔

[1] ان آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام قسم کے وقت ان شاء اللہ کہنا بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے گرفت

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ ۚ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّیٰطِیْنَ کُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾

عرض کی: ''اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا کر جو میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو، بیشک تو ہی دینے والا ہے'' ﴿۳۵﴾ پس ہم نے ہوا کو اس کے تابع کر دیا اور اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ پہنچنا چاہتا ﴿۳۶﴾ اور جنات بس میں کر دیئے ہر عمارت بنانے والوں کو اور غوطے خوروں کو ﴿۳۷﴾ اور دوسرے جناتوں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ (تابع کر دیا پھر ہم نے کہا) ﴿۳۸﴾

کے طور پر ان کی آزمائش کی۔ وہ آزمائش یہ تھی کہ بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں آج رات اپنی نوے بی بیوں پر دورہ کروں گا، ہر ایک حاملہ ہوگی اور ہر ایک سے راہ خدا میں جہاد کرنے والا سوار پیدا ہوگا۔ مگر یہ فرماتے وقت زبان مبارک سے ان شاء اللہ نہ فرمایا (غالباً حضرت کسی ایسے شغل میں تھے کہ اس کا خیال نہ رہا) تو کوئی بھی عورت حاملہ نہ ہوئی سوائے ایک کے، اور اس کے بھی ادھورا بچہ پیدا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان شاء اللہ فرمایا ہوتا تو ان سب عورتوں کے لڑکے ہی پیدا ہوتے، اور راہ خدا میں جہاد کرتے (بخاری پارہ تیرہ کتاب الانبیاء) بعض مفسرین کہتے ہیں کہ دایہ نے وہ ہی ادھورا بچہ ان کے تخت پر لا کر ڈال دیا کہ لو یہ تمہاری قسم کا نتیجہ ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام ندامت کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع ہوئے اور ان شاء اللہ نہ کہنے پر استغفار کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت

پھر جب اس آزمائش کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی بادشاہت کے عطا ہونے کی دعا کی کہ اے میرے پروردگار! تو ایسی عظیم الشان سلطنت عنایت فرما جو میرے سوا کسی کو نہ ملے۔ کہ جس کی مثال دنیا میں نہ پائی جاوے تو اللہ تعالیٰ نے ہوا اور جنات کو ان کا فرمانبردار کر دیا۔ وہ ہوا ظاہر میں تو نرم تھی آندھی نہ تھی، لیکن تاثیر میں ایسی تیز تھی کہ رات دن میں دو مہینہ کا راستہ طے ہو جاتا تھا۔ آگے فرمایا کہ جنات جو تعینات تھے وہ کچھ تو عمارتوں کے بنانے کا کام کرتے تھے، اور کچھ غوطے لگا کر سمندر میں سے موتی نکالتے تھے۔ اور کچھ اور کام کرتے تھے جن کاموں کا ذکر سورہ سبا وغیرہ میں تفصیل سے گذر چکا ہے۔ جو جنات سرکشی کرتے تھے، ان کو زنجیروں میں جکڑ کر قید کر دیا جاتا تھا۔ آخر کو فرمایا سلیمان علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں صاحب مرتبہ تھے، اس لئے اتنی بڑی بادشاہت عطا کر کے یہ حکم دیدیا گیا تھا کہ اس بادشاہت کے کاموں میں وہ جس طرح چاہیں تصرف

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾ وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌ ۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾

یہ ہمارا عطیہ ہے پس کسی کو دو یا نہ دو تم پر کچھ حساب نہیں ﴿۳۹﴾ اور بیشک سلیمان (علیہ السلام) کے لئے ہمارے ہاں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانا ہے ﴿۴۰﴾ اور لہ ہمارے بندے ایوب (علیہ السلام) کو یاد کرو، جب کہ اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ شیطان نے مجھ کو ایذا اور تکلیف دینے کیلئے ہاتھ لگایا ہے ﴿۴۱﴾ ہم نے حکم دیا کہ زمین پر پاؤں مار (جس سے چشمہ نکل آیا ہم نے فرمایا): "تمہارے نہانے اور پینے کے لئے یہ ٹھنڈا پانی ہے" ﴿۴۲﴾ اور ہم نے اس کو اس کے اہل و عیال اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور اپنی رحمت سے عنایت فرمائے اور عقلمندوں کے لئے نصیحت تھی ﴿۴۳﴾

کریں، کسی بات میں ان سے کسی طرح کی پرسش نہ ہوگی۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر

لہ ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دنیا میں سب سے زیادہ آزمائش انبیاء کی ہوا کرتی ہے"۔ اس عادتِ الٰہی کے موافق حضرت ایوب علیہ السلام کی یہ آزمائش ہوئی کہ ان کی سب اولاد مرگئی، سارا مال برباد ہوگیا۔ خود ایسے بیمار ہوئے کہ تمام بدن میں کیڑے پڑ گئے۔ بستی کے لوگوں نے بستی سے باہر ایک کونے میں ان کو ڈال دیا۔ سوا ان کی بی بی کے اور کوئی ان کا ساتھ دینے والا نہ رہا۔ تیرہ یا اٹھارہ برس تک یہی حال رہا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر اس لئے مشہور ہے کہ وہ اس سخت آزمائش میں گھبرائے نہیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے ایک دوست کی زبان سے ایک دن جب یہ کلمہ نکلا کہ حضرت ایوب علیہ السلام سے کوئی ایسا بڑا گناہ ہوا ہے جو تیرہ یا اٹھارہ برس کی تکلیف میں بھی معاف نہیں ہوا۔ تو یہ کلمہ سن کر حضرت ایوب علیہ السلام نے وہ دعا کی جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ اسکے بعد حضرت ایوب علیہ السلام کو خواب میں یہ حکم ہوا کہ زمین میں لات مارو، انہوں نے لات ماری تو زمین میں سے دو چشمے پیدا ہوگئے۔ انہوں نے ایک چشمہ کا پانی پیا، اور دوسرے چشمہ سے نہائے اور فوراً اچھے ہوگئے۔ اس واقعہ کا مفصل بیان سورہ انبیاء کے رکوع چھ میں گذر چکا ہے وہاں ملاحظہ کرلیا جائے۔

وَ خُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَ لَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ وَ اذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ اُولِی الْاَیْدِیْ وَ الْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ۚ وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ ؕ﴿۴۷﴾

اور حکم دیا[۱] کہ تم اپنے ہاتھ میں ایک سینکوں کا مٹھا لے کر (اپنی بیوی کو) مارو اور قسم میں جھوٹے نہ بنو، بیشک ہم نے ایوب کو صابر پایا وہ بڑا اچھا بندہ تھا، بیشک وہ خدا کی طرف رجوع ہونے والا تھا ﴿۴۴﴾ اور[۲] ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب (علیہم السلام) کو یاد کرو جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے (یعنی ہاتھ پیر کی عبادت اور دلوں کے نور ایمان والے) ﴿۴۵﴾ بیشک ہم نے ان کو ایک پاک فضیلت کے لئے جو دار آخرت کا یاد کرنا ہے خالص کرلیا تھا ﴿۴۶﴾ اور بیشک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے نیک لوگوں میں سے تھے ﴿۴۷﴾

[۱] حضرت ایوب علیہ السلام نے حالت مرض میں کسی بات پر خفا ہو کر قسم کھائی کہ تندرست ہوگئے تو اپنی بی بی کو سو لکڑیاں ماریں گے۔ وہ بی بی اس حالت کی رفیق تھی اور چنداں قصوروار بھی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے قسم سچا کرنے کی ایک تدبیر ان کو بتلادی کہ ایک سینکوں کا مٹھا لے کر بی بی کو مارو اور قسم میں جھوٹے نہ بنو، جوان ہی کے لئے مخصوص تھا۔ آج اگر کوئی اس طرح کی قسم کھا بیٹھے تو اس کے پورا کرنے کیلئے اتنی بات کافی نہ ہوگی۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر مشہور ہے اور ان کے صبر کی صداقت اس سے ہوتی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا حضرت ایوب علیہ السلام بہت اچھے بندے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو تکلیف کے وقت صبر کرنے والا اور اللہ کی طرح رجوع ہونے والا پایا۔

[۲] اے محبوب ﷺ! قرآن میں ہمارے مقبول بندوں، سچے رسولوں کا ذکر کرو۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کہ یہ لوگ اپنے زمانوں میں بڑے قوت والے، اللہ کی عبادت میں اور بڑے عمدہ سمجھ والے امور دین و یقین میں گزرے ہیں۔ ہم نے ان کو خاص ایک ہی بات کے لئے خالص کرلیا تھا۔ دوسری چیز کی طرف التفات ہی نہ کرتے تھے۔ وہ ذکر آخرت اور ذکر خدا یعنی سوائے یاد خدا اور ذکر آخرت کے دنیا کی طرف توجہ ہی نہ رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے موافق یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندوں میں سے تھے۔ اس لئے انکے ہاتھ پیروں کی عبادت ان کے دلوں کا نور ایمانی سب کچھ اللہ کی مرضی کے موافق تھا۔

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾

اور[۱] (اسمٰعیل اور یسع اور ذوالکفل (علیہم السلام) کو یاد کرو اور یہ سب اچھے لوگوں میں سے تھے ﴿۴۸﴾ یہ ایک نصیحت ہے، اور[۲] بیشک پرہیزگاروں کے لئے (آخرت) اچھا ٹھکانا ہے ﴿۴۹﴾ ان کے لئے باغات ہیں ہمیشہ رہنے کے جن کے سب دروازے کھلے ہوئے ہیں ﴿۵۰﴾ ان میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے وہ وہاں بہت سے میوے اور شراب منگوائیں گے ﴿۵۱﴾ اور ان کے پاس ہم عمر وہ بیبیاں (بیویاں) ہوں گی کہ اپنے شوہر کے سوا اور کی طرف آنکھ نہیں اٹھاتیں ﴿۵۲﴾

[۱] یہ قرآن شریف جس میں پہلے انبیاء اور پہلی اُمتوں کے قصے ہیں ان سے لوگوں کو نصیحت پکڑنی چاہئے تاکہ نیکی اور بدی کا انجام لوگوں کی سمجھ میں آوے۔ اور حضرت اسمٰعیل اور ذوالکفل کا ذکر پہلے گذر چکا ہے اور الیسع حضرت الیاس علیہ السلام کے خلیفہ تھے، ان کو بھی اللہ نے نبوت عطا فرمائی۔

اہل جنت اور اہل دوزخ کا ذکر

[۲] جو لوگ دنیا میں عذاب الٰہی سے ڈر کر مناہی کے کاموں سے بچتے، اور عقبٰی کے ثواب کا اعتقاد دل میں رکھ کر نیک کاموں میں لگے رہے، ان کیلئے اچھا ٹھکانا ہے۔ پھر اس اچھے ٹھکانے کی تفصیل بیان فرمائی کہ وہ بروز قیامت جنت کے دروازے انکے واسطے کھلے ہوئے ہونگے۔ ہر طرح سے آراستہ ہوں گے، وہ وہاں جا کر تخت عزت پر جلوہ افروز ہوں گے۔ چھپر کھٹوں پر بیٹھیں گے۔ تکیہ مسند لگائے ہوئے عیش و عشرت میں طرح طرح کے میوے اور قسم قسم کے شربت اور شرابیں منگائیں گے۔ اور جو خواہش ہوگی وہ فوراً انکے پاس حاضر ہو جائے گی، اور وہاں حوریں ہوں گی نیچی نگاہوں والیاں کہ اپنے خاوندوں کے سوا کسی کی طرف نگاہ نہ اٹھائیں، اور سب حوریں نوجوان ایک عمر کی ہوں گی، یا شکل و شمائل خوبی میں اپنے ازواج کی ہم عمر معلوم ہوں گی۔ جب جنتی لوگ جنت میں طرح طرح کی نعمتوں سے خوش ہوں گے، تو ان سے یہ کہا جائے گا یہ وہی نعمتیں ہیں جن کا وعدہ تم سے دنیا میں اللہ کے رسولوں نے کیا تھا۔ اور یہ جنت کی نعمت عیش ایسی ہوگی کہ کبھی اس کو فنا و انقطاع نہ ہوگا۔ اہل جنت کے ذکر کے بعد آگے اہل دوزخ کا ذکر فرمایا کہ جن لوگوں نے دنیا میں نافرمانی کی۔ مرنے کے بعد ان کیلئے برا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جس میں یہ لوگ جھونکے جاویں گے، اور انکو کھولتا ہوا پانی اور پیپ پلائی جاوے گی، اور بھی چند در چند اسی طرح کے عذاب ہوں گے۔

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝۵۳ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ۝۵۴ هٰذَا ۭ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ۝۵۵ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝۵۶ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ۝۵۷ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ۝۵۸ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ۭ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ۝۵۹

(اے مسلمانو!) یہ ہے وہ (نعمت) جس کا تم سے روزِ حساب آنے پر وعدہ دیا جاتا ہے ۝۵۳ بیشک یہ ہماری (دی ہوئی) روزی ہے جس کو (دنیاوی روزی کی طرح) کبھی زوال نہیں ۝۵۴ ان (ایمان والوں) کو تو یہ ہے، اور بیشک حد سے گزرنے والوں کا برا ٹھکانا ۝۵۵ دوزخ ہے جس میں وہ داخل ہوں گے۔ پس بہت بری جگہ ہے ۝۵۶ ان کو یہ عذاب ہے پس اسے چکھیں کھولتا پانی اور پیپ ۝۵۷ اور (اس کے علاوہ) اسی قسم کے طرح طرح کے عذاب ہیں ۝۵۸ (ان سے کہا جائے گا) یہ [۱] ایک اور جماعت تمہارے ساتھ دوزخ میں گھس رہی ہے جو تمہاری تھی، وہ کہیں گے: ''ان کو کشادہ جگہ آگ میں نہ ملے، بیشک ان کو دوزخ میں جانا ہی ہے وہاں بھی تنگ جگہ میں رہیں'' ۝۵۹

اہلِ دوزخ کا آپس میں جھگڑا

[۱] یہ گفتگو دوزخیوں کی آپس میں ہوگی جس وقت فرشتے ان کو یکے بعد دیگرے لا لا کر دوزخ کے کنارے جمع کریں گے۔ پہلا گروہ سرداروں کا ہوگا، بعد ان کے مقلدین واتباع کی جماعت آئے گی، اس کو دور سے آتے ہوئے دیکھ کر پہلے لوگ کہیں گے کہ لو یہ ایک اور جماعت داخل ہوگی، تمہارے ساتھ دوزخ میں گرنے کے لئے چلی آرہی ہے۔ خدا کی مار ان پر، یہ بھی یہیں آکر مرنے کو تھے۔ خدا کرے ان کو کہیں کشادہ جگہ نہ ملے۔ اس پر وہ جواب دیں گے کہ کم بختو! تم ہی پر خدا کی مار ہو، خدا تم کو ہی آرام کی جگہ نہ دے۔ تم ہی تھے جن کے اغوا و اضلال کی بدولت آج ہم کو یہ مصیبت پیش آئی۔ اب بتاؤ کہاں جائیں، جو کچھ ہے یہی جگہ ٹھہرنے کی ہے، جس طرح ہو یہاں ہی سب مرو کھپو۔ آپس میں لعن طعن کرکے پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اے پروردگار! جو اپنی شقاوت سے یہ بلا اور مصیبت ہمارے سر پر لایا، اس کو دوزخ میں دوگنا عذاب دیجئے۔ شائد سمجھیں گے کہ اس کا دوگنا عذاب دیکھ کر ذرا دل ٹھنڈا ہو جائے گا۔ حالانکہ وہاں تسلی کا سامان کہاں، ایک دوسرے کو کوسنا اور پھٹکارنا یہ بھی ایک مستقل عذاب ہوگا۔ پھر جب وہاں دیکھیں گے کہ سب جان پہچان والے لوگ ادنیٰ و اعلیٰ دوزخ میں

قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۫ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَ قَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ؕ ﴿۶۲﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾

(تابع) کہیں گے: ''بلکہ تمہیں کھلی جگہ نہ ملے یہ مصیبت تم ہمارے آگے لائے تو کیا ہی برا ٹھکانا ہے'' ﴿۶۰﴾ وہ کہیں گے کہ ہمارے پروردگار! جو اس مصیبت کو ہمارے آگے لایا ہے اس کو دوزخ میں دوگنا عذاب دے ﴿۶۱﴾ اور دوزخی بولے: ''ہمیں کیا ہوا ہم ان مردوں کو نہیں دیکھتے جنہیں ہم دنیا میں برا سمجھتے تھے ﴿۶۲﴾ کیا ہم ان سے ہنسی کرتے تھے یا آنکھیں ان کی طرف سے پھر گئیں ﴿۶۳﴾ بیشک یہ دوزخیوں کا آپس میں جھگڑنا حق ہے ﴿۶۴﴾ تم فرماؤ کہ [1] میں تو (عذاب الٰہی) سے ڈرسنانے والا ہوں اور بجز اللہ واحد قوت والے کے کوئی معبود نہیں ہے ﴿۶۵﴾

جانے کے واسطے جمع ہوئے ہیں، مگر جن مسلمانوں کو پہچانتے اور سب سے زیادہ برا جان کر مذاق اڑایا کرتے تھے، وہ اس جگہ نظر نہیں آتے، تو حیران ہو کر کہیں گے کہ کیا ہم غلطی سے ان کے ساتھ ہنسی کرتے تھے، وہ اس قابل نہ تھے کہ آج دوزخ کے نزدیک رہیں، یا اسی جگہ کہیں ہیں۔ یا آنکھیں ان کی طرف سے پھر گئیں، اس لئے وہ ہمارے دیکھنے میں نہیں آتے۔ دوزخیوں کے آپس کا یہ جھگڑا اور تکرار اور ایک دوسرے کا لعنت اور پھٹکار کرنا ضروری ہے جس میں شک نہیں۔

[1] اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! تم ان مشرکوں سے کہہ دو: ''میں اس عذاب سے ڈرانے آیا ہوں۔ تم مانو یا نہ مانو میرا کام کہہ دینا ہے تم کو خوب سمجھاتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ سوائے اللہ وحدہٗ لاشریک کے کوئی قابل عبادت نہیں، نہ اس کا کوئی ساجھی نہ اولاد۔ وہ یکتا ہے، قاہر ہے، سب مخلوق پر غلبہ والا ہے۔ آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی کوئی چیز نہیں، جو اس کے زیر تصرف نہ ہو۔ جب تک چاہے ان کو قائم رکھے، جب چاہے توڑ پھوڑ کر برابر کر دے، اس عزیز و غالب کا ہاتھ کون پکڑ سکتا ہے، اس کے زبردست قبضہ سے کون نکل کر بھاگ سکتا ہے، اور ساتھ ہی اس کی لامحدود رحمت و بخشش کو کس کی مجال ہے محدود

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِیْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾ مَا كَانَ لِیَ مِنْ عِلْمٍۭ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰۤى اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾ اِنْ یُّوْحٰۤى اِلَیَّ اِلَّاۤ اَنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷۰﴾

جو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب کا مالک ہے (اور وہ) زبردست بڑا بخشنے والا ہے ﴿۶۶﴾ تم فرماؤ: ''یہ ایک بڑی خبر ہے ﴿۶۷﴾ (مگر افسوس) تم اس سے غفلت میں ہو ﴿۶۸﴾ مجھے ۱؎ عالم بالا (یعنی فرشتوں) کی کیا خبر تھی جب وہ جھگڑ رہے تھے (یہ باتیں مجھے وحی سے معلوم ہوئیں اور) ﴿۶۹﴾ مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ میں تم کو صاف صاف ڈر سنا دوں ﴿۷۰﴾

کردے۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان مشرکوں سے یہ بھی کہہ دو کہ تم اس خبر قیامت کو کھیل سمجھ رہے ہو، یہ بڑی ڈراؤنی ہولناک خبر ہے۔ افسوس تم جس سے بے پروائی کرتے ہو، یا یہ کہ قرآن شریف کوئی ادنیٰ درجہ کا قصہ نہیں، اسکے مضامین کو تو دیکھو کیا کیا کہہ رہے ہیں۔ عجیب وغریب مقدس کتاب ہے، عظمت وکرامت والی کہ اس میں سب اگلے پچھلے قصے مذکور ہیں، اور سب سچے یقینی مگر پھر بھی اس کو تم جھٹلاتے ہو۔

۱؎ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہہ دو کہ مجھ کو کیا علم تھا کہ عالم بالا کے ملائکہ کس بات میں گفتگو کرتے تھے، میری طرف خدا سے وحی بھیجی جاتی ہے۔ اس کے ذریعہ سے مجھ کو اخبار غیب معلوم ہوتے ہیں۔ وہ وحی یہ ہے کہ میں تم کو قرآن کے قصص عبرت خیز سنا کر ڈراؤں کہ میں خدا کا نذیر مبین تمہارے لئے آیا ہوں۔ جو تم کو تمہاری صاف فصیح بامحاورہ زبان میں ڈراتا ہوں۔ یعنی اگر رسول نہ ہوتا تو مجھ کو وہ خبر جو عرب والوں نے کبھی نہ سنی تھی، کیونکر معلوم ہوتی۔ یہ ایک سچی یقینی دلیل نبوت ہے کہ بغیر تعلیم ظاہر اسرار غیبی ظاہر کردیئے۔

عظمت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ترمذی، مسند امام احمد، مسند عبد بن حمید اور دارمی وغیرہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی معتبر روایتیں ہیں۔ جن کا حاصل یہ ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے بہترین حال میں اپنے رب عزوجل کے دیدار سے مشرف ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عالم بالا کے ملائکہ کس بحث میں ہیں، میں نے عرض کیا: ''یا ربّ تو ہی دانا ہے'' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا دست رحمت وکرم میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا، اور میں نے اس فیض کا اثر اپنے قلب مبارک میں پایا، تو آسمان وزمین کی تمام چیزیں میرے علم میں آگئیں۔ پھر میں نے بتلا دیا کہ کفارات یہ ہیں:

❶ نمازوں کے بعد مسجد میں ٹھہرنا ❷ اور پیادہ پا جماعتوں کیلئے جانا اور ❸ اور جس وقت سردی وغیرہ کے باعث پانی کا استعمال

اِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ طِيۡنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّيۡتُهٗ وَنَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِىۡ فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِيۡنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الۡمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمۡ اَجۡمَعُوۡنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ؕ اِسۡتَكۡبَرَ وَكَانَ مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۷۴﴾

(وہ وقت یاد کرو) ۱؎ جب کہ تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا: ''بیشک میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں ﴿۷۱﴾ پس جب میں اس کو پورے طور سے بنالوں اور اس میں (اپنی طرف سے) روح پھونکوں پس تم اس کے آگے سجدے میں گرنا'' ﴿۷۲﴾ تو سب فرشتوں نے اکٹھے ہو کر سجدہ کیا ﴿۷۳﴾ مگر ابلیس نے (نہ کیا۔ کیونکہ اس نے) تکبر کیا اور وہ کافروں میں ہی تھا ﴿۷۴﴾

ناگوار ہو، اس وقت اچھی طرح وضو کرنا۔

جس نے یہ کیا اس کی زندگی بھی بہتر، موت بھی بہتر، اور گناہوں سے ایسا پاک وصاف نکلے گا جیسا اپنی ولادت کے دن تھا''۔ اور فرمایا: ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! نماز کے بعد یہ دعا کیا کرو: ''اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ فِعۡلَ الۡخَیۡرَاتِ وَ تَرۡکَ الۡمُنۡکَرَاتِ وَ حُبَّ الۡمَسَاکِیۡنِ وَ اِذَا اَرَدۡتَ بِعِبَادِکَ فِتۡنَةً فَاقۡبِضۡنِیۡ اِلَیۡکَ غَیۡرَ مَفۡتُوۡنٍ'' بعض روایتوں میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے ہر چیز روشن ہوگئی، اور میں نے پہچان لی''۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جو کچھ مشرق و مغرب میں ہے سب میں نے جان لیا۔ امام علامہ علاؤ الدین علی بن محمد ابن ابراہیم بغدادی معروف بہ خازن اپنی تفسیر میں اس کے معنی یہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک کھول دیا، اور قلب شریف کو منور کر دیا، اور جو کچھ نہ جانتے تھے، اس سب کی معرفت آپ کو عطا کر دی تا آنکہ آپ نے نعمت و معرفت کی سردی اپنے قلب مبارک میں پائی۔ اور جب قلب شریف منور ہو گیا اور سینہ پاک کھل گیا، تو جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے باعلام الٰہی جان لیا۔

۱؎ جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ قصہ اس جگہ بیان فرمایا ہے اسی طرح یہ قصہ اس سے پہلے سورۂ بقرہ، اعراف، حجر وغیرہ میں بیان ہو چکا ہے، مفصل تفسیر وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ مختصر یہ ہے کہ اے محبوب! یاد کرو جبکہ تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں مٹی سے آدمی بنانیوالا ہوں۔ جب میں اس کے قالبِ خاکی کو بنا کر تیار کرلوں اور وہ خاکہ پورا بن جائے، اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس وقت تم سب کے سب بے چون و چرا اس کے سامنے سجدہ کرنا۔ جب اللہ نے آدم علیہ السلام کو بنایا، اس میں اپنی روح ڈال دی تو سارے فرشتوں نے حکم کو مانا، اور سجدہ کیا، مگر ابلیس نے حکم نہ مانا اور سجدہ نہ کیا بلکہ تکبر کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس سے سجدہ نہ کرنے کا سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ یا اللہ! تو نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور مجھ کو آگ سے، اس لئے میں آدم سے بہتر ہوں۔ اس نافرمانی اور حکم الٰہی کے مقابلہ میں عقلی قیاس دوڑانے کے جرم میں اللہ تعالیٰ نے اس کو مردود ٹھہرا کر آسمان پر سے نکال دیا۔

قَالَ يٰۤاِبۡلِيۡسُ مَا مَنَعَكَ اَنۡ تَسۡجُدَ لِمَا خَلَقۡتُ بِيَدَىَّ‌ ؕ اَسۡتَكۡبَرۡتَ اَمۡ كُنۡتَ مِنَ الۡعَالِيۡنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَيۡرٌ مِّنۡهُ‌ ؕ خَلَقۡتَنِىۡ مِنۡ نَّارٍ وَّخَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِيۡنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخۡرُجۡ مِنۡهَا فَاِنَّكَ رَجِيۡمٌ ۚۖ ﴿۷۷﴾ وَّاِنَّ عَلَيۡكَ لَعۡنَتِىۡۤ اِلٰى يَوۡمِ الدِّيۡنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنۡظِرۡنِىۡۤ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الۡمُنۡظَرِيۡنَ ۙ ﴿۸۰﴾ اِلٰى يَوۡمِ الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُوۡمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغۡوِيَنَّهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ۙ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ ﴿۸۳﴾

اللہ نے فرمایا کہ اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا اس سے کہ سجدہ کرے تو اس چیز کو جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے کیا تجھے غرور آگیا یا (حقیقت میں) تو مغروروں میں تھا ﴿۷۵﴾ بولا: "میں اس سے بہتر ہوں (کیونکہ) تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا" ﴿۷۶﴾ ارشاد ہوا: "تو جنت سے نکل جا بیشک تو (اس حرکت سے) راندھا (رد کر دیا) گیا ہے ﴿۷۷﴾ اور بیشک تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت رہے گی" ﴿۷۸﴾ کہنے لگا: "اے میرے پروردگار! پس مجھے (مہلت دے اس دن تک کہ مردے اٹھائے جاویں" ﴿۷۹﴾ ارشاد ہوا: "بیشک تو مہلت والوں میں ہے ﴿۸۰﴾ اس روز تک جس کا وقت مقرر ہے (یعنی نفخہ اولی تک)" ﴿۸۱﴾ بولا: "تو مجھ کو قسم ہے [1] تیری عزت کی! ضرور میں گمراہ کروں گا ان سب کو ﴿۸۲﴾ مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں" ﴿۸۳﴾

شیطان کا اللہ تعالیٰ کے سامنے تکبر کرنا

[1] آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "شیطان نے قسم کھا کر اللہ سے کہا کہ انسان کے جسم میں جب تک جان رہے گی تب تک بہکانے میں کوتاہی نہ کروں گا، مگر تھوڑے سے لوگ جو تیری راہ میں اخلاص والے ہوں گے یعنی انبیاء و اولیاء"۔ اللہ نے قسم کھا کر جواب میں فرمایا کہ: "جب تک انسان کے جسم میں جان رہے گی اور گناہ کر کے توبہ کرتا رہے گا میں بھی ہمیشہ اس کے گناہ معاف کرتا رہوں گا"۔ اس حدیث کو اسی آیت کی تفسیر سمجھنا چاہئے کیونکہ یہاں فقط شیطان کا قول ہے، اور حدیث میں شیطان

قَالَ فَالْحَقُّ ۡ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾

ارشاد ہوا پس ٹھیک بات ہے اور میں ٹھیک ہی کہتا ہوں ﴿۸۴﴾ بیشک میں ضرور تجھ سے اور جو ان میں تیری پیروی کریں گے ان سب سے دوزخ بھردوں گا ﴿۸۵﴾ تم فرماؤ ۱ کہ میں تم سے اس قرآن (کی تبلیغ) پر نہ کچھ معاوضہ چاہتا ہوں اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں ﴿۸۶﴾ یہ قرآن تو بس سارے جہان والوں کے لئے نصیحت ہے ﴿۸۷﴾ اور ضرور ایک وقت کے بعد تم کو اس کی سچائی کا حال معلوم ہوجائے گا (یعنی مرنے کے بعد) ﴿۸۸﴾

کا قول بھی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس ملعون کے قول کی قسم کھا کر جو جواب دیا ہے وہ بھی موجود ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا میں اللہ نے جس طرح ہر مرض کو پیدا کر کے اس کی دوا پیدا کردی، اسی طرح آزمائش کے طور پر شیطان کو پیدا کر کے اس کی دوا پیدا کردی، اسی طرح آزمائش کے طور پر شیطان کو پیدا کر کے اس کا علاج بھی پیدا کر دیا ہے، جس کی تاثیر کو قسم کھا کر اپنے بندوں کو سمجھایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہ کرنے والا دل سے اور دوسرے گناہ کرنے سے، پہلے توبہ کرلیتا ہے تو وہ مٹ جاتا ہے، اور اگر بغیر توبہ گناہ پر گناہ کرتا چلا جاتا ہے تو داغ پر داغ پڑ جاتا ہے، یہاں تک کہ تمام دل کو زنگ لگ جاتا ہے۔ یہ فرما کر آپ نے یہ آیت پڑھی: کلا بل ران علی قلوبهم ما کانوا یکسبون۔ بعضے لوگ توبہ کرتے ہیں مگر اوپری دل سے اس طرح کہ توبہ کرتے وقت بھی ان کے دل میں آئندہ گناہ کی جانب سے پوری نفرت نہیں ہوتی، اس طرح کی توبہ کرنا نہ کرنا یکساں ہے کہ قبول نہیں ہوتی۔

۱ اے محبوب! ان مشرکوں سے یہ بھی کہہ دو کہ میں اس قرآن کی نصیحت پر تم لوگوں سے کچھ مزدوری نہیں مانگتا، جس کی وجہ سے تم قرآن کی نصیحت کے سننے سے بھاگتے ہو۔ اور ایک مدت سے میں تم لوگوں میں رہتا ہوں تم کو میری عادت معلوم ہے کہ میں اپنے دل سے بنا کر کوئی بات نہیں کہتا، اور قرآن کے مضمون کو بھی رات دن سنتے ہو کہ اس میں کوئی بات بناوٹ کی نہیں، بلکہ یہ قرآن تو سارے جہانوں کے لئے آدمی و جن سب کیلئے نصیحت ہے۔ اس پر بھی تم لوگ مجھ کو جھوٹا شاعر اور قرآن کو شعر جو کہتے ہو یہ تمہاری زبردستی ہے۔ اگر تم لوگ اپنی باتوں سے باز نہ آؤ گے تو کچھ دنوں کے بعد اس کا خمیازہ تم کو بھگتنا پڑے گا۔

آیاتھا ۷۵ ۳۹ سورۃ الزمر مکیۃ ۵۹ رکوعاتھا ۸

سورۂ زمر مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں پچھتر آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ② اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۘ

وقف لازم

اس کتاب ۱ (یعنی قرآن) کا اتارنا اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے ہے ① (اے محبوب! ﷺ) بیشک ہم نے حق کے ساتھ یہ کتاب تمہاری طرف اتاری ہے، پس تم اللہ کی عبادت کرو خالص اس کے بندے ہو کر ② یادرکھو خالص عبادت کرنا اللہ ہی کے لئے ہے اور ۲ جن لوگوں نے خدا کے سوا اور دوست بنائے ہیں۔

خواص سورہ الزمر: اس سورۃ کو جو شخص سات بار پڑھے تو بلند اقبال ہو اور رزق میں کشائش ہو اور ہمیشہ راحت میں رہے، اور جو کوئی اس سورت کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو وہ مخلوق کی نظر میں محبوب ہوگا۔

۱ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ قرآن مجید محمد ﷺ نے از خود نہیں بنالیا بلکہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے، خدا کی اُتاری ہوئی کتاب ہے۔ اے محبوب ﷺ! ہم نے بواسطہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تمہاری طرف کتاب اتاری، جو بالکل حق ویقین ہے باطل نہیں ہے۔ پس اے محبوب ﷺ! لوگوں کو پہنچاؤ، اور اپنے اللہ کی عبادت کرو سچے دل سے، اعلیٰ درجہ کے مرتبہ توحید محض کے ساتھ۔ نہایت اخلاص کے ساتھ خطاب آنحضرت ﷺ سے ہے، مگر مُراد سب اُمت ہے۔ آدمیوں کو چاہئے کہ اللہ کے لئے اپنے دین کو خالص کرلیں، شرک کی بو بھی باقی نہ رہے، اللہ اسی عبادت کو قبول کرتا ہے جو خالص اسی کیلئے ہو۔

۲ عموماً مشرک لوگ یہی کہا کرتے ہیں کہ ان مورتوں اور دیوتاؤں کو اس اعتقاد سے پوجتے ہیں کہ دنیا میں اللہ کی طرف سے اگر ہم پر کوئی مصیبت آوے گی تو وہ مورتیں جن کو پوجتے ہیں، اللہ کی درگاہ میں ان کی سفارش کر کے وہ مصیبت ٹال دیویں گی۔ یہاں اس سورۃ میں تو اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کے اس غلط خیال کا مختصر یہ جواب دیا کہ جس اختلاف میں یہ مشرک پڑے ہیں، ان کا فیصلہ قیامت کے دن ہو جاوے گا، مگر ان مشرکوں کے قیامت کے قائل نہ ہونے کے سبب سے سورۂ احقاف میں اللہ تعالیٰ

مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ فِىۡ مَا هُمۡ فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِىۡ مَنۡ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝ لَوۡ اَرَادَ اللّٰهُ اَنۡ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصۡطَفٰى مِمَّا يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبۡحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيۡلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيۡلِ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ

(کہتے ہیں) کہ ہم ان (بتوں) کو صرف اس واسطے پوجتے ہیں کہ ہم کو خدا کے پاس نزدیک کردیں، بیشک ان میں فیصلہ کردے گا اللہ اس بات کا جس میں وہ اختلاف کررہے ہیں، لے بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو راہ نہیں دکھاتا جو جھوٹا بڑا ناشکرا ہو ③ اگر اللہ اپنے لئے اولاد بناتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا پاکی ہے اس کے لئے وہی ہے ایک اللہ سب پر غالب ④ اس ؎ نے آسمانوں اور زمین کو درست تدبیر سے پیدا کیا، وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگایا۔

نے ان کے غلط خیال کا جواب دنیا کی حالت کو جتلایا ہے۔ جس جواب کا حاصل یہ ہے کہ پچھلی اُمتوں کے ہلاک ہوجانے کا ذکر فرما کر پھر یہ فرمایا ہے کہ اگر یہ بت پرست لوگ اپنے اعتقاد میں سچے ہیں کہ جن کی مورتوں کو یہ پوجتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ مصیبت کے وقت ان مورتوں کی اصلی صورتیں ان کی سفارشی بنیں گی تو پچھلے زمانہ کے بت پرستوں پر جو طرح طرح کے اللہ کے عذاب نازل ہوئے، اس وقت ان سفارشیوں نے سفارش کرکے اللہ کے عذاب کی مصیبت کو کیوں نہیں ٹالا۔

لے ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اسطرح کے جھوٹے منکر لوگوں کو زبردستی راہ راست پر لانا نہیں چاہتا۔ کیونکہ دنیا کو اس نے نیک و بد کے امتحان کیلئے پیدا کیا ہے۔ زبردستی میں وہ امتحان کی حالت باقی نہیں رہتی۔ جھوٹ تو ان مشرکوں کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کرتے ہیں، اللہ سب سے اعلیٰ، سب سے برتر ہے۔ اس کا کوئی شریک، نہ لڑکا نہ لڑکی، اگر اللہ اپنے لئے لڑکا لڑکی بنانے کا ارادہ کرتا تو اعلیٰ درجہ کا نئی طرح کا تمام مخلوقات سے نرالا برگزیدہ کرکے نہ بناتا، بلکہ جنت کی مخلوقات میں سے کوئی عمدہ مخلوق کو اپنی اولاد قرار دیتا۔ اللہ ایک ہے، جس کا نہ کوئی شریک نہ اولاد، ہر چیز اس کے سامنے دبی ہوئی ہے، اس پر کسی کا دباؤ نہیں۔ نہ کسی چیز کی اسے حاجت۔ پھر اولاد بنانا آخر کس غرض سے ہوگا۔

توحید کا بیان

؎ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طریقہ سے پیدا کیا، بیکار بے فائدہ فضول نہیں بنایا، ان میں لاکھوں حکم ہیں۔ اللہ کبھی

كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۞ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ

ہرایک میعاد معین تک چلتا ہے، یادرکھو کہ وہی غالب بخشنے والا ہے ۞ اس لہ نے تم کو ایک شخص (یعنی آدم) سے پیدا کیا، پھر اسی ایک شخص سے اسکی بی بی (حوا) کو پیدا کیا اور تمہارے لئے آٹھ جوڑے چار پایوں میں سے پیدا کئے، تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک طرح کے بعد دوسری طرح تین اندھیریوں میں بناتا ہے، یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار خاص اسی کی بادشاہی ہے۔

رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے، اور کبھی دن کو رات میں، یعنی کبھی دن کبھی رات، اور پھر کبھی دن بڑا رات چھوٹی، کبھی رات بڑی دن چھوٹا۔ یہ گردش زمانہ اس کی قدرت کا عجیب کرشمہ ہے۔ جب رات میں دن داخل ہوتا ہے رات بڑھ جاتی ہے، جب دن میں رات داخل ہوتی ہے دن بڑھ جاتا ہے۔ اور اس نے تو روشنی شمس وقمر کو مسخر وفرمانبردار بنایا ہے کہ تمام بنی آدم کو نفع پہنچا رہے ہیں۔ یہ ساری گردشیں رات دن آفتاب ومہتاب کی ایک وقت معین تک کیلئے مقرر ہیں، جو ہر وقت ہر آن اپنی معیاد تک چل رہے ہیں۔ اسی زبردست قدرت سے یہ انتظام قائم ہے، لوگوں کی گستاخیاں اور شرارتیں تو ایسی ہیں کہ سب انتظام درہم برہم کر دیا جائے لیکن وہ بڑا بخشنے والا ہے اور درگزر کرنے والا ہے۔ اپنی شان عفو ومغفرت سے ایک دم ایسا نہیں کرتا۔

لہ اے انسانو! خدا کی قدرت میں غور کرو کہ تم سب دنیا بھر کے انسانوں کو ایک اکیلی جان یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کر ڈالا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کا جوڑا یعنی بی بی حوا کو آدم ہی سے پیدا کیا، اور تمہارے واسطے قدرت غیبی سے جانوروں کے آٹھ جوڑے اُتارے بکری۔ گائے۔ اونٹ۔ بھیڑ نر اور مادہ آٹھ ہوئے، جس کا ذکر سورہ انعام میں گزر چکا ہے۔ آگے فرمایا کہ وہ خدا تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں کس کس طرح کے پلٹے دے کر پیدا کرتا ہے۔ پہلے نطفہ کا قطرہ چھوٹا سا ہوتا ہے، پھر وہی قطرہ جما ہوا خون ہو جاتا ہے، پھر لوتھڑا بنتا ہے، پھر ہڈیاں بنائیں اور ان پر گوشت منڈھا، پھر روح پھونکی اور تم تین اندھیری کوٹھڑیوں میں رہتے ہو، وہاں بھی تمہاری خبر گیری کرتا ہے:۔ ❶ ایک پیٹ ❷ دوسرا رحم ❸ تیسرا جھلی جس کے اندر بچہ ہوتا ہے، وہ جھلی بچہ کے ساتھ نکلتی ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اس طرح پیدا کیا کہ اس میں کوئی شریک نہ تھا۔ پھر جو کوئی اپنے خالق اور آسمانوں اور زمین کے بادشاہ کی تعظیم اور عبادت میں بلا سبب دوسروں کو شریک کرتا ہے، وہ راہِ راست سے پھرا ہوا ہے۔ اے غافلو! تم اپنے مالک پروردگار ایسی بڑی شان والے خدا کو چھوڑ کر کدھر بے فائدہ بھٹکتے پھرتے ہو۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝٦ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۫ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝٧ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ

اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم کہاں (حق سے) پھرے جاتے ہو ۝٦ اگر تم ا ناشکری کرو تو بیشک اللہ تم سے بے نیاز ہے، اور وہ اپنے بندوں کی ناشکری پسند نہیں کرتا، اور اگر تم شکر گزاری کرو تو اسے تمہارے لئے پسند فرماتا ہے اور ۲ (یاد رکھو) کوئی جان کسی دوسرے (کے گناہوں) کا بوجھ آخرت میں نہ اٹھائے گی، پھر تم کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے، پس وہ تم کو بتادے گا جو تم کرتے تھے، بیشک وہ دلوں کی باتوں کو جانتا ہے ۝٧ اور ۳ جس وقت انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے پس اپنے پروردگار کی جناب میں اسی کی طرف رجوع ہوکر (عاجزی سے) دعا کرتا ہے۔

ا اے کافرو! تم اپنے مالک کا شکر ادا نہیں کرتے، ایمان نہیں لاتے، رسول اور قرآن کے ساتھ کفر کرتے ہو، تو خوب سمجھ لو کہ خدا تمہارے ایمان کا محتاج نہیں ہے۔ وہ تو بے پرواہے۔ بے نیاز ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کا طریقہ پسند نہیں فرماتا، اور سوائے مذہب اسلام کے کسی مذہب کو قبول نہیں کرے گا کہ اس کا برگزیدہ پسندیدہ مذہب وہی ہے، جو محمد ﷺ قرآن میں لے کر آئے ہیں۔ اور اے آدمیو! اگر تم شکر بجالاؤ گے، ایمان قبول کرو گے، تو وہ قبول فرمائے گا تم سے راضی ہوگا۔

۲ اے لوگو! اپنی اپنی فکرِ عاقبت کرو، تمہارے گناہ کوئی دوسرا نہ اٹھاوے گا، ایسا نہ ہوگا کہ ایک کا گناہ دوسرا اٹھالے، یا ایک کے کئے کے بدلے دوسرا پکڑا جائے، یا کئے سے زائد ظلماً گناہ بڑھا دیئے جائیں، دنیا میں چند روزہ رہنا ہے رہ لو، پھر آخر کار تم سب کا مرجع اسی تمہارے پروردگار کے پاس ہے، سب مرکر وقت وقت سے وہیں پہنچو گے۔ وہ غافل نہیں تمہارے ہر کام کی ہر بات کی تم کو خبر دے گا کہ یہ کیا تھا۔ دلوں کی تہہ میں جو بات چھپی ہوئی ہو اسے بھی جانتا ہے۔

۳ کافروں کو جب کوئی مصیبت اور سختی پہنچتی ہے، بلا میں پڑتے ہیں تو اس وقت خدا یاد آتا ہے۔ خوب خدا کو پکارتے ہیں کہ یا اللہ! یہ مصیبت ٹل جائے۔ اور اللہ سے عاجزی کرتے ہیں، اس کی طرف بخضوع وخشوع متوجہ ہوتے ہیں۔ پھر جب خدا اپنی

ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِیَ مَا كَانَ یَدْعُوْۤا اِلَیْهِ مِنْ قَبْلُ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِیْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۝۸ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ یَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۹

پھر جب اللہ اپنی طرف سے اسے کوئی نعمت عطا فرما دیتا ہے تو وہ جس کے لئے (اللہ سے) پہلے دعا کرتا تھا اس کو بھول جاتا ہے اور اللہ کے شریک بنانے لگتا ہے تاکہ (لوگوں کو) خدا کے راستے سے گمراہ کرلے، تم فرماؤ کہ اپنے کفر سے تھوڑے دنوں اور فائدہ اٹھالے، بیشک تو دوزخیوں میں سے ہے ۝ کیا [1] وہ فرمانبردار جو رات کے اوقات میں سجدہ اور قیام کی حالت میں عبادت کرتا ہو اور آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید رکھتا ہو، کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا، تم فرماؤ: ''کیا جاننے والے اور انجان برابر ہیں مگر ان باتوں سے وہی لوگ نصیحت قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں'' ۝

رحمت سے وہ سختی دور کر کے نعمت دیتا ہے، تو اب سب خدا کی یاد بھول جاتا ہے، اور مصیبت میں جو خدا کو یاد کرتا تھا وہ سب فراموش کر دیتا ہے۔ اور ایسا غافل ہو جاتا ہے گویا کبھی ہم سے واسطہ ہی نہ تھا۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو دوسرے جھوٹے اور من گھڑت خداؤں کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے اور ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جو خدائے واحد کے ساتھ کرنا چاہئے تھا۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوتا ہے، اور اپنے قول و فعل سے دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ اے کافر! چند روز دنیا میں اور رہ سہہ لے، کفر میں عیش اڑالے، اس کے بعد تجھے دوزخ میں رہنا ہے جہاں سے کبھی چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔

[1] اس آیت میں فرمایا کہ جو بندہ رات کی نیند اور آرام چھوڑ کر اللہ کی عبادت میں لگا، کبھی اس کے سامنے دست بستہ کھڑا رہا، کبھی سجدہ میں گرا۔ ایک طرف آخرت کا خوف اسکے دل کو بے قرار کئے ہوئے ہے، اور دوسری طرح اللہ کی رحمت کا اُمیدوار بندہ اور وہ بدبخت انسان جس کا ذکر اوپر ہوا کہ مصیبت کے وقت خدا کو پکارتا ہے، اور جہاں مصیبت کی گھڑی ٹلی خدا کو چھوڑ بیٹھا، دونوں برابر ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ ایسا ہو تو یوں کہو کہ ایک عالم اور جاہل، یا سمجھدار اور بے وقوف میں کچھ فرق نہ رہا، مگر اس بات کو بھی وہ ہی سوچتے سمجھتے ہیں جن کو اللہ نے عقل دی ہے۔

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ⑩ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۙ⑪ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ⑫

(اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱) میری طرف سے تم فرماؤ: "اے میرے ایماندار بندو! اپنے پروردگار سے ڈرو جنہوں نے نیک کام کئے ہیں ان کیلئے اس دنیا میں بھلائی ہے اور اللہ کی زمین کشادہ ہے، صبر کرنے والوں ہی کو ان کا ثواب بے شمار ملتا ہے" ⑩ ۲ تم فرماؤ مجھے حکم ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں خالص اسکا بندہ ہو کر ⑪ اور مجھے حکم ہے کہ (اس امت میں) سب سے پہلے میں مسلمان ہوں ⑫

ہجرت حبشہ

۱ **شان نزول:** صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو قبل ہجرت کافر ستاتے تھے انکی تسکین کے لئے یہ آیت اُتری کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! برگزیدہ بندوں سے کہہ دیجئے کہ اللہ سے ڈرو، اور اس کی فرمانبرداری کرو، دنیا کی چندروزہ تکلیف کا خیال نہ کرو۔ جو آدمی دنیا میں اچھے کام کر جائیں گے، ان کو بھلائی ملے گی۔ یعنی مذہب مقدس توحید و اسلام اختیار کریں گے، ان کو قیامت میں جنت و رحمت ملے گی۔ پھر فرمایا اگر ایک ملک میں لوگ نیک راہ پر چلنے سے مانع ہوں، تو اللہ کی زمین کشادہ ہے، دوسرے ملک میں چلے جاؤ۔ جہاں آزادی سے اس کے احکام بجالاسکو۔ بلاشبہ اس طرح ترک وطن کرنے میں بہت مصائب برداشت کرنے پڑیں گے، اور طرح طرح کے خلاف عادت وطبیعت امور پر صبر کرنا پڑے گا۔ لیکن یہ عذر ہے کہ بے شمار ثواب بھی ملے گا، اس کے مقابلہ میں دنیا کی سب سختیاں اور تکلیفیں ہیچ ہیں۔ چنانچہ نبوت کے پانچ برس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اسّی آدمی کے قریب مکہ سے حبشہ کو چلے گئے تھے، اسی کو حبشہ کی ہجرت کہتے ہیں۔ مدینہ کی ہجرت کے بعد یہ لوگ پھر حبشہ سے مدینہ کو چلے آئے، اسی واسطے ان لوگوں کو دو ہجرتوں والا کہا جاتا ہے۔

نیک اور بد کا انجام

۲ کافروں نے کہا: "اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تم بت پرستی چھڑاتے ہو، اس کو بُرا کہتے ہو، آخر ہم نے تو نہیں نکال لی۔ پرانے زمانوں سے بڑے بڑے عقلاء اور باپ دادا کرتے چلے آئے، کسی نے بھی بُرا کہا۔ تم کو چاہئے کہ انہیں کی اتباع پر چلو، اور خلاف راہِ آبائی جو باتیں کر رہے ہو ان کو ترک کر دو"۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تم ان سے کہدو کہ مجھ کو اللہ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا کہ فقط اسی کی عبادت کروں، توحیدِ خالص نہایت اخلاص سے سچے دل سے مانوں، اور اپنا دین

قُلْ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣﴾ قُلِ اللَّهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُۥ دِينِي ﴿١٤﴾ فَاعْبُدُوا۟ مَا شِئْتُم مِّن دُونِهِۦ ۗ قُلْ إِنَّ الْخٰسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ أَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ﴿١٥﴾ لَهُم مِّن فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِن تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۚ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِۦ عِبَادَهُۥ ۚ يٰعِبَادِ فَاتَّقُونِ ﴿١٦﴾

تم فرماؤ بالفرض اگر مجھ سے نافرمانی ہو جائے تو مجھے بھی اپنے پروردگار سے ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے ﴿۱۳﴾ تم فرماؤ میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں، خالص اسی کا بندہ ہو کر ﴿۱۴﴾ پس تم اس کے سوا جس کی چاہو پرستش کرو۔ تم فرماؤ بیشک نقصان میں وہ لوگ ہیں کہ جو اپنی جان اور اہل وعیال کو قیامت کے روز ہار بیٹھے، یاد رکھو یہی صریح نقصان ہے ﴿۱۵﴾ ان کے لئے ان کے اوپر آگ کے سائبان ہوں گے اور ایسے ہی ان کے نیچے بھی آگ ہوگی یہ وہ (عذاب) ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ اے میرے بندو! مجھ سے (یعنی میرے عذاب سے) ڈرو ﴿۱۶﴾

وعبادت اسی کے لئے مخصوص کروں۔ اور یہ کہ اس زمانہ میں کہ توحید کا نام باقی نہ رہا ہے، میں سب سے پہلے خود مسلمان ہوں، بعد میں اوروں کو کروں۔ پھر فرمایا اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہہ دو کہ تم تو مجھ کو اپنے دین کی طرف بلاتے ہو، اور خدا کا حکم یوں ہے تو اگر میں تمہارا کہا مانوں، اور خدا کی نافرمانی کروں تو عذاب کا مستحق ہو جاؤں، اور مجھ کو ڈر ہے کہ بڑے ہولناک دن میں مجھ کو سزا نہ ملے۔ پھر فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! صاف صاف کہہ دو کہ میں تو اس دعوت توحید سے ہرگز منہ نہ موڑوں گا، اور اللہ ہی کی سچے خالص دل سے عبادت کرتا ہوں۔ اب تم کو اختیار ہے کہ جو چاہو کرو، جو مذہب چاہو رکھو، جس کو چاہو پوجو، شرک کرو خود سزا پاؤ گے۔ یہ اجازت شرک نہیں ہے بلکہ غصہ اور خفگی اور تہدید ہے۔ اے محبوب! کہہ دو کہ ٹوٹے اور نقصان والے تو وہ ہیں جو اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر رہے ہیں، اپنے کو آپ مصیبت میں پھنسا رہے ہیں، اور اچھی اچھی چیزیں عمدہ عمدہ گھر بار جو ان کے لئے ہیں، اس کو چھوڑ کر عذاب لیتے ہیں، بروز قیامت وہ ٹوٹے میں پڑیں گے، اور ان کافروں کیلئے دوزخ میں آگ کے سائبان ہیں۔ اوپر بھی اور نیچے بھی ہر طرف سے آگ محیط ہوگی جیسے گھٹا چھا جاتی ہے۔ یہ عذاب ہے جس سے خدا اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اور قرآن میں سمجھاتا ہے۔ اے لوگو! سمجھ لو یہ چیز ڈرنے کے قابل ہے یا نہیں، اگر ہے تو اللہ کے غضب سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہئے۔

وَ الَّذِیۡنَ اجۡتَنَبُوا الطَّاغُوۡتَ اَنۡ یَّعۡبُدُوۡهَا وَ اَنَابُوۡۤا اِلَی اللّٰهِ لَهُمُ الۡبُشۡرٰی ۚ فَبَشِّرۡ عِبَادِ ﴿ۙ۱۷﴾ الَّذِیۡنَ یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ فَیَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِکَ هُمۡ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنۡ حَقَّ عَلَیۡهِ کَلِمَةُ الۡعَذَابِ ؕ اَفَاَنۡتَ تُنۡقِذُ مَنۡ فِی النَّارِ ﴿ۚ۱۹﴾

اور وہ ۱؎ جو بتوں کی پوجا سے بچے اور اللہ کی طرف رجوع ہوئے ان ہی کیلئے خوشخبری ہے، پس تم میرے ان بندوں کو خوشخبری سنادو ﴿۱۷﴾ جو کان لگا کر بات سنتے ہیں، پھر اس کی بہترین باتوں کی پیروی کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی خدا نے ہدایت کی ہے اور یہی عقل والے ہیں ﴿۱۸﴾ پس کیا ۲؎ وہ شخص جس پر عذاب کا وعدہ ثابت ہو چکا ہے، تو کیا تم (ہدایت دے کر) اس دوزخی کو بچالو گے؟ ﴿۱۹﴾

۱؎ اے محبوب ﷺ! وہ اچھے بندے جنہوں نے عبادتِ شیطان و بت پرستی سے کنارہ کیا، اور سچے دل سے خدا کی طرف متوجہ ہوئے، اور تمام احکامِ اسلام مانے ان کو خوشخبری ہے۔ مژدۂ رحمت دیں گے، جب قیامت میں جنت کا حکم ہوگا، اور دروازہ پر پہنچیں گے تو مُبارک سلامت کا غل ہوگا۔ بشارتِ رحمت دی جائے گی۔ اے محبوب ﷺ! ان اچھے بندوں کو دنیا میں بشارت دیجئے جو بات سن کر غور و تحقیق کرتے ہیں۔ اور ہر بات میں عمدہ بات جو دیکھتے ہیں، اسی کو مانتے ہیں، مضبوطی کی طرف توجہ کرتے ہیں شبہوں میں نہیں پڑتے۔ حق واضح پر اعتقاد رکھتے ہیں، اور عمل کرتے ہیں۔ وہ ایسے آدمی ہیں کہ اللہ نے ان کو اپنے رستہ کی عقل سے کام لے کر توحیدِ خالص اور انابت الی اللہ کا راستہ اختیار کیا۔

۲؎ اے محبوب ﷺ! وہ شخص جس پر عذاب کا وعدہ ثابت ہو چکا، اور اس کی قسمت میں معذب ہونا لکھ چکا، تو کیا تم ایسے شخص کو جو آگ میں دیدہ و دانستہ پھنسا ہے، اور یقیناً بدبخت ازلی ہے، عذاب دوزخ سے بچا سکتے ہو، نجات دلا سکتے ہو، نہیں اور ہرگز نہیں۔ پس ان کے انکار سے غمگین نہ ہوں

مناظر جنت

لیکن وہ آدمی جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں موحد ہیں، ان کیلئے جنت میں بالا خانہ، دریچہ، محل بلند عالیشان، اور ان بالا خانوں پر اور بالا خانے، مضبوط بنے ہوئے، ہوا سے باتیں کرتے ہوئے، آراستہ و پیراستہ ہیں۔ انکے نیچے شراب ناب و آب صاف شفاف شیر و شہد خالص کی نہریں رواں ہوں گی۔ اللہ کا وعدہ مسلمانوں سے ہے، جس کو وہ ہرگز خلاف نہ کرے گا، اور خدا کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ آگے فرمایا کہ کیا یہ خدا کی قدرت کا کرشمہ نہیں کہ اللہ آسمان سے مینہ اتارتا ہے، اس کو چشمہ چشمہ کر کے زمین میں چلاتا ہے، نہریں چشمے ندیاں نالے تالاب وغیرہ، پھر ان کے ذریعہ سے مختلف مختلف قسم کی کھیتیاں، پھل پھول،

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾

لیکن جولوگ اپنے پروردگار سے ڈرے ان کیلئے (جنت کے) بالا خانے ہیں، اوران پر اور بالا خانے بنے ہوئے ہیں، ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، یہ اللہ نے وعدہ کیا ہے اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ﴿۲۰﴾ (اے مخاطب!) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے زمین میں چشمے بنائے، پھر اسکے ذریعہ سے مختلف قسم کی کھیتیاں نکالتا ہے پھر جب وہ کھیتی (پک کر) خشک ہو جاتی ہے تو اسکو زرد ہوئی دیکھتا ہے، پھر اسے ریزہ ریزہ کر دیتا ہے بیشک اس مضمون میں عقلمندوں کیلئے بڑی نصیحت ہے ﴿۲۱﴾ پس کیا[1] وہ شخص کہ جس کا اللہ نے اسلام (کے قبول کرنے) کیلئے سینہ کھول دیا تو وہ اپنے پروردگار کی طرف سے نور (یعنی ہدایت) پر ہے، اس جیسا ہو جائے گا جو سنگدل ہے، پس خرابی ہے انکی جن کے دل خدا کی یاد سے سخت ہیں، وہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں ﴿۲۲﴾

اناج میوے گھاس وغیرہ نکالتا، پھر وہ قریب خشکی کے آ جاتا ہے۔ اس کا رنگ بدل جاتا ہے، پہلے وہ ہرا ہرا لہلہاتا تھا اب وہ زرد زرد نظر آتا ہے۔ پھر اللہ کی قدرت اس کو سوکھی لکڑی بنا دیتی ہے، بھس ہو جاتا ہے۔ یونہی دنیا اور اسکے ساز و سامان، اسکی عیش و عشرت، اسکے رہنے والوں کی مثل ہے کہ آخر موت آخر فنا ان باتوں میں عقل والوں کیلئے عبرت و نصیحت ہے۔

قرآن مقدس کتاب ہے

[1] کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے قبول اسلام کیلئے کھول دیا، اور نہ اس کو اسلام کے حق ہونے میں کچھ شک و شبہ ہے، اور نہ

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾ اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ

اللہ نے سب سے عمدہ کتاب یعنی قرآن کتاب اتاری ہے جس کی آیتیں اول سے آخر تک ایک ہی ہیں دوہرے بیان والی، اس سے انکے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں، پھر انکے بدن اور دل نرم ہو کر یاد الٰہی کی طرف راغب ہو جاتے ہیں، یہ اللہ کی ہدایت ہے اسکے ذریعہ سے جس کو چاہتا ہے ہدایت دکھاتا ہے، اور جس کو اللہ گمراہ کرے تو اسکا کوئی راہ دکھانیوالا نہیں ﴿۲۳﴾ پس کیا[۱] وہ شخص جو قیامت کے دن برے عذاب کی ڈھال نہ پائے گا اپنے چہرہ کے سوا (کیا نجات پانے والوں کے برابر ہو جائے گا)

احکام اسلام سے انکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو توفیق و بصیرت کا ایک نور قلب میں عطا فرمایا، جس کے اُجالے میں نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ اللہ کے راستہ پر چل رہا ہے۔ دوسرا بدبخت جس کا دل پتھر کی طرح سخت ہو، نہ کوئی نصیحت اس پر اثر کرے، کبھی خدا کی یاد کی توفیق نہ ہو، یوں ہی کفر کی اندھیریوں میں بھٹکتا پھرے، ایسے سخت دل لوگوں کی بڑی خرابی ہے۔
آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب کتابوں سے اچھی اور افضل اور اعلیٰ کتاب اُتاری یعنی مضامین تاکید کیلئے، اور خوب سمجھانے کیلئے، مکرر سہ کرر سمجھائے گئے ہیں، پاس پاس دو طرح کا ذکر ہے: عذاب کے پاس رحمت کا، وعدہ کے پاس وعید کا، امر کے پاس نہی کا، اخبار کے پاس احکام۔ اس مقدس کتاب میں ہیبت اور رحمت دونوں ہیں۔ پہلے تو اس کتاب کو سن کر ان لوگوں کے دل جو خدا سے ڈرتے ہیں، ہیبت کھا جاتے ہیں، رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، جسم لرزتے ہیں۔ پھر جب رضوان و رحمت کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل میں نرمی اور محبت کا مزہ آجاتا ہے۔ اللہ کے ذکر کی طرف اور رغبت بڑھ جاتی ہے۔ یہ قرآن اللہ کی ہدایت ہے، خدا اس کے ذریعہ سے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے، اپنے مقدس مذہب و سچے طریقہ کی راہ دکھاتا ہے، اور جس کو خود خدا گمراہ کرے اس کا پھر کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔

[۱] صحیح بخاری و مسلم میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے فرشتے نافرمان لوگوں کو انکے منہ کے بل گھسیٹیں گے، اور انکو اوندھے منہ آگ میں ڈال دیں گے۔ جس سے پہلے پہل ان کے منہ کو دوزخ کی آگ جھلس دیوے گی۔ اسکو فرمایا کہ جس نے منہ کے بل گھسیٹے جانے اور اوندھے منہ آگ میں ڈالے جانے سے اپنے آپکو بچا کر جنت میں

وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ ۚ

وقف لازم

اور ظالموں سے کہا جائے گا: ''جو کچھ تم کرتے تھے اس کا وبال چکھو'' ﴿۲۴﴾ جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے [۱] بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔ پس ان پر (خدا کا) اس جگہ سے عذاب آیا کہ جہاں سے ان کو خبر نہ تھی ﴿۲۵﴾ پھر اللہ نے ان کو اسی دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا، اور بیشک آخرت کا عذاب بہت سخت ہے، کاش اگر وہ جانتے ﴿۲۶﴾ اور بیشک [۲] ہم نے لوگوں (کی ہدایت) کیلئے اس قرآن میں ہر ایک طرح کی مثال بیان کردی ہے تاکہ وہ لوگ نصیحت پکڑیں ﴿۲۷﴾

داخل ہونے کی سرخروئی حاصل کی، وہ بہتر ہے یا جو اس عذاب میں گرفتار ہو وہ بہتر ہے۔ پھر فرمایا کہ نافرمان لوگ جب اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے، تو ان کو ذلیل کرنے کے لئے اللہ کے فرشتے ان سے کہیں گے کہ تم لوگ دنیا میں جیسے کام کرتے تھے، ان کی سزا میں اب یہ دوزخ کا عذاب چکھو۔

[۱] ان کافروں سے پہلے بھی ایسے لوگ گزر چکے ہیں جنہوں نے سخت دلی سے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا، اور ایسے لوگوں کا آخر انجام یہ ہوا کہ دنیا اور آخرت کے ناگہانی عذاب میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو پکڑ لیا۔ دنیا کے عذاب کا نتیجہ تو فقط اتنا ہی ہوا کہ وہ لوگ ہلاک ہوگئے مگر آخرت کا عذاب سمجھدار کیلئے بہت سخت ہے کہ وہاں طرح طرح کا عذاب ہے۔

[۲] اس آیت میں فرمایا کہ ہم نے لوگوں کے ہدایت کیلئے اس قرآن میں ہر ایک طرح کی مثال بیان کردی، اب بھی نہ سمجھنا اپنی غفلت اور حماقت سے ہے۔ قرآن کے سمجھانے میں کوئی کمی نہیں کہ قرآن تو بات بات کو مثالوں اور دلیلوں سے سمجھاتا ہے، تاکہ لوگ نصیحت پکڑیں اور اپنی عاقبت درست کریں۔ قرآن ایک صاف عربی زبان کی کتاب ہے، جو اس میں کوئی ٹیڑھی ترچھی بات نہیں، سیدھی اور صاف باتیں ہیں۔ جن کو عقلِ سلیم قبول کرتی ہے۔ کسی طرح کا اختلاف اسکے مضامین یا عبارت میں نہیں۔ جن باتوں کو منوانا چاہتا ہے، نہ ان کا ماننا مشکل، اور جن چیزوں پر عمل کرانا چاہتا ہے نہ ان پر عمل کرانا محال۔ غرض یہ ہے کہ لوگ بہ سہولت اس سے مستفید ہوں اعتقادی و عملی غلطیوں سے پرہیزگاری اختیار کریں۔

قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِیْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَ رَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾ ع

ہم نے عربی زبان کا قرآن نازل کیا جس میں ذرا اختلاف نہیں، اس لئے کہ وہ پرہیزگاری کریں ﴿۲۸﴾ اللہ ایک ۱؎ مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک (غلام) مرد میں کئی بدخو آقا شریک ہیں اور ایک (دوسرا غلام) خالص ایک ہی مالک کا ہے، تو کیا ان دونوں (غلام) کی حالت برابر ہے؟ (ہرگز نہیں)، سب خوبیاں اللہ کے ہیں بلکہ ان میں کے اکثر جانتے نہیں ﴿۲۹﴾ بیشک تمہیں ۲؎ انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے ﴿۳۰﴾ پھر ۳؎ تحقیق تم قیامت کے روز اپنے پروردگار کے سامنے ایک دوسرے سے جھگڑو گے ﴿۳۱﴾

۱؎ اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ایک بندہ تو ایسا ہے کہ اس کے بہت سے مالک شریک ہیں، اور وہ سب آپس میں مختلف طبیعت کے ہیں۔ ایک ایک بات سے خوش دوسرا ناراض۔ کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ، کوئی کہیں بھیجتا ہے کوئی کہیں۔ آیا ایسا بندہ سب کو خوش کرسکتا ہے کبھی نہیں۔ سب اس سے ناراض رہیں گے، اور ایک بندہ ایسا ہے کہ اس کا مالک ایک ہی ہے، وہ ہر وقت اس ایک ہی کی طرف متوجہ رہتا ہے، خالص دل سے اس کو مالک جانتا ہے۔ آیا یہ دونوں برابر ہوسکتے ہیں، ان دونوں کا ایک حال ہوسکتا ہے ہرگز نہیں۔ الحمد للہ حق واضح ہوگیا سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں کہ کیسے اعلیٰ مطالب و حقائق کو کیسی صاف اور دلنشیں مثالوں اور شواہد سے سمجھا دیتا ہے۔ مگر اس پر بھی اکثر بدنصیب ایسے ہیں۔ جو ان واضح مثالوں کے سمجھنے کی توفیق نہیں پاتے۔

۲؎ اس میں کفار کا رد ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا انتظار کیا کرتے تھے۔ انہیں فرمایا گیا کہ خود مرنے والے ہوکر دوسرے کی موت کا انتظار کرنا حماقت ہے۔ کفار تو زندگی میں بھی مرے ہوئے ہیں، اور انبیاء کی موت ایک آن کیلئے ہوتی ہے، پھر انہیں حیات عطا فرمائی جاتی ہے، اس پر بہت شرعی دلیلیں قائم ہیں۔

۳؎ انبیاء علیہم السلام اُمت پر حجت قائم کریں گے کہ انہوں نے رسالت کی تبلیغ کی، اور دین کی دعوت دینے میں جہد بلیغ صرف فرمائی۔ اور کافر بے فائدہ معذرتیں پیش کریں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اختصامِ عام ہے کہ لوگ دنیوی حق میں مخاصمہ کریں گے، اور ہر ایک اپنا حق طلب کرے گا۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾ ۚ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۶﴾ ۚ

پس لہ اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور حق کو جھٹلایا جب وہ اس کے پاس آیا، کیا دوزخ میں کافروں کی جگہ نہیں ﴿۳۲﴾ اور (یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سچا دین (یعنی توحید) لے کر تشریف لائے اور وہ (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) جنہوں نے ان کی تصدیق کی، یہی لوگ پرہیزگار ہیں ﴿۳۳﴾ ان کے لئے ہے جو کچھ وہ چاہیں اپنے پروردگار کے پاس سے، یہی نیکی کرنے والوں کا صلہ ہے ﴿۳۴﴾ تاکہ اللہ ان سے اس برے کام کو دور کردے جو انہوں نے کیا ہے، اور انہیں ان کے اچھے کام کا صلہ دے جو وہ کرتے تھے ﴿۳۵﴾ کیا اللہ لہ اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد) کے لئے کافی نہیں ہے، اور یہ (کافر) لوگ تمہیں ان (جھوٹے معبودوں) کا خوف دلاتے ہیں جو اللہ کے سوا ہیں، اور جس کو اللہ گمراہ کرے پس اس کو کوئی راہ دکھانے والا نہیں ﴿۳۶﴾

شرک کا بیان

لہ اللہ کے شریک اور اولاد قرار دینا اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے، اور جو انبیاء سچی باتیں خدا کی طرف سے لائے، ان کو سنتے ہی جھٹلانے لگا، سوچنے سمجھنے کی تکلیف بھی گوارا نہ کی، بلاشبہ جو شخص سچائی کا اتنا دشمن ہوا اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے، اور ان سے ظالموں کا ٹھکانہ دوزخ کے سوا اور کہاں ہوگا۔ پھر فرمایا جو سچا دین اور قرآن شریف رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی ہدایت کیلئے لائے، اور امت میں کے وہ اللہ سے ڈرنے والے لوگ، جنہوں نے اللہ کے رسول اور کلام کو دل سے سچا جان کر اس کی

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِى انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِىَ اللّٰهُ بِضُرٍّ

اور جس کو اللہ راہ دکھائے پس اس کے لئے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، کیا اللہ غالب بدلہ لینے والا نہیں ﴿۳۷﴾ اور اگر تم ان سے پوچھو[۱] کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے، تو بیشک ضرور کہیں گے: ''اللہ نے!'' تم فرماؤ: ''بھلا بتاؤ تو وہ جنہیں تم خدا کے سوا پوجتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے۔

نصیحت کے موافق عمل کیا، اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔ جس میں ہر طرح کی نعمتیں موجود ہیں، جس چیز کو ان کا جی چاہے گا وہ اسی وقت موجود ہو جائیں گی۔ آخر کو فرمایا خالص دل سے عبادت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ایسا ہی صلہ دے گا کہ جو نعمت وہ چاہیں گے وہ ان کو ملے اور اللہ ان کی نیکیوں کی جزا دے گا اور بدیوں پر گرفت نہ کرے گا۔

[۲] **شان نزول:** جن آیتوں میں مشرکین مکہ کے بتوں کی مذمت ہوئی تھی، ان آیتوں کو سن کر یہ مشرک لوگ آنحضرت ﷺ کو اپنے بتوں کی طرف سے ڈراتے تھے کہ یہ بت آپ کو کوئی نقصان پہنچا دیویں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرما کر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے محمد ﷺ! کی حمایت کیلئے کافی ہے۔ بغیر مرضی اللہ کی کسی کی کیا مجال ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کو کچھ نقصان پہنچا سکے۔ مکہ کے قحط کے وقت ان مشرکوں کو اپنے بتوں کی بے بسی معلوم ہو چکی ہے، اس پر بھی یہ لوگ اپنے بتوں کو صاحب اختیار گنتے ہیں۔ یہ لوگ گمراہ ہیں، اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اس کو کوئی راہ راست پر لانے والا نہیں، اور جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرے اس کو کوئی بہکانے والا نہیں۔ پھر فرمایا یہ تو اپنے بتوں سے ڈرتے ہی رہیں گے، اللہ تعالیٰ کے کارخانہ میں ان لوگوں کی ایسی باتوں کی سزا کا وقت آ جاوے گا تو وہ ایسا زبردست بدلہ لینے والا ہے، کہ اسکے بدلہ لینے کے وقت ان کا کوئی بت ان کے کچھ کام نہ آوے گا۔

روح کا بیان

[۱] اگر تم ان کفار سے پوچھو گے کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا، تو یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے۔ پس تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ مخلوقات کے پیدا کرنے میں جب ان بتوں کا کچھ دخل نہیں ہے، تو اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی تکلیف کو ٹال دینے، یا راحت کو تکلیف سے بدل دینے میں نہ ان کو کچھ دخل ہے، نہ ان کے نقصان پہنچانے سے میں کچھ ڈرتا ہوں۔ مجھ کو تو فقط اللہ ہی کافی ہے، جس پر سب کا بھروسہ ہے، اور جس کے اختیار میں ساری مخلوقات کا نفع اور نقصان ہے۔

هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ

تو کیا یہ بت اس کی بھیجی ہوئی تکلیف رفع کرنے والے ہیں؟ یا اللہ مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں" تم فرماؤ: "مجھے اللہ کافی ہے، بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں" ﴿۳۸﴾ تم فرماؤ[۱] "اے میری قوم! اپنی حالت پر عمل کئے جاؤ بیشک میں بھی اپنا کام کرتا ہوں، پس عنقریب جان جاؤ گے ﴿۳۹﴾ کس پر آتا ہے عذاب جو اس کو رسوا کرے گا اور (بعد مرنے کے) اس پر ہمیشہ رہنے والا عذاب اترے گا" ﴿۴۰﴾ بیشک ہم نے تم پر یہ کتاب لوگوں کے لئے ہدایت حق کے ساتھ اتاری، پس جس نے راہ پائی تو اپنے نفع کے لئے، اور جو کوئی بہکا تو وہ اپنے ہی نقصان کے لئے بہکا اور تم کچھ ان کے ذمہ دار نہیں ﴿۴۱﴾ اللہ لوگوں[۲] کے مرنے کے وقت ان کی روحیں قبض (یعنی معطل) کرتا ہے اور جو نہیں مریں ان کی (روحیں) سوتے وقت قبض کرتا ہے۔

[۱] اے محبوب ﷺ تم ان مشرکوں سے کہہ دو کہ میں تو اللہ پر اپنا بھروسہ رکھ کر تم کو نصیحت کرے جاؤں گا۔ تم اگر میری نصیحت کو نہیں مانتے، تو جو کچھ تم مکر و حیلے میری عداوت میں کر رہے ہو، وہ کرو عنقریب تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ آگے فرمایا: "اے محبوب ﷺ! اس قرآن میں اللہ تعالیٰ نے دین کی وہ سچی باتیں تم پر نازل فرمائی ہیں کہ جس نے ان پر عمل کیا وہ بھلائی کو پہنچا، اور جو اس رستہ سے بہکا وہ خرابی میں پڑ گیا، اور اے محبوب ﷺ! ان بہکنے والوں کی گمراہی کا کچھ الزام تمہارے ذمہ نہیں ہے، کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے علم کے نتیجہ کا ظہور ہے، جو ضرور ہو کر رہے گا۔

نیند اور موت میں فرق

[۲] نیند اور موت کے وقت ایک ہی چیز ہے جو کھینچتی ہے۔ اگر نیند کی حالت میں وہ کھینچ کر پھر جسم میں نہ آئے تو مردہ ہے۔ اگر

فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْــًٔـا وَّ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾

پھر جن پر موت کا حکم کر چکا ہے ان کی (روحیں) روک لیتا ہے، اور باقی روحوں کو ایک میعاد تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے بیشک اس معاملہ میں ان لوگوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں جو غور کرتے ہیں ﴿۴۲﴾ کیا ان (مشرک لوگوں نے اللہ کے سوا سفارشی بنا رکھے ہیں، تم فرماؤ: " کیا اگر چہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں (تب بھی تم ان کو سفارشی بناؤ گے)" ﴿۴۳﴾

پھر جسم میں آگئی ہے تو زندہ ہے۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سونے کے وقت کی دعا کی بڑی ایک حدیث ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ یا اللہ! اگر سونے کی حالت میں جان جو جسم سے الگ ہووے ہے، اس کو تو روک رکھے تو اس جان پر اپنا رحم کر، اور اگر وہ جان پھر جسم میں آوے تو اس کو نیک کام کرنے کی توفیق عنایت فرما۔ ان صحیح حدیثوں سے قشیری کے قول کی بڑی تائید ہوتی ہے کہ ایک ہی جان ہے جو نیند میں کھنچ جاتی ہے، اور پھر جسم میں وہ نہ آوے تو آدمی مردہ ہو جاتا ہے۔ رہی یہ بات کہ سوتے آدمی اور مردہ میں تو فرق ہے سوتے آدمی کی نبضیں چلتی رہتی ہیں، سانس چلتا رہتا ہے، کھانا ہضم ہوتا ہے۔ سوتے وقت جان کی موت اور نیند کے جان کے کھینچنے میں فرق ہے۔ اس کا جواب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ دیا ہے کہ نیند کے وقت روح کا تعلق جسم سے موت کے وقت کی طرح بالکل الگ نہیں ہوتا، بلکہ جس طرح آفتاب آسمان پر ہے، اس کی شعاع زمین پر ہے کہ آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے، نیند کی حالت میں جسم اور روح کی جدائی اسی طرح کی ہے اور موت کے وقت جسم اور روح کی جدائی ایسی ہے جس طرح قیامت میں آفتاب کا نور آفتاب کے جسم سے بالکل الگ کر دیا جاوے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ انسان کے بدن میں روح اور نفس دو چیزیں ہیں، سونے کی حالت میں روح بدن میں رہتی ہے، اور نفس نکل جاتا ہے۔ مسند عبد بن حمید میں جو روایت ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ایک ہی چیز جس کو روح کہتے ہیں، انسان کے بدن میں ہے اور مرنے کے وقت ہی جسم سے نکل جاتی ہے، اور خواب مین مردوں کی روح سے ملتی ہے اور بات چیت کرتی ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ، اس کا مطلب یہ ہے کہ نیند میں جان کا جسم سے الگ ہو جانا، اور جاگنے کے وقت پر اس کا جسم میں آ جانا، دھیان کرنے والوں کیلئے حشر کی ایک ایسی بڑی نشانی ہے، جو بہت سی نشانیوں کے برابر ہے۔ نیند کی حالت میں جان کا جسم سے الگ ہو جانا، اور جاگنے کی حالت میں اس کا پھر جسم میں آ جانا حشر کا پورا نمونہ ہے۔

مشرکین بتوں کی نسبت دعویٰ رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں ان کے سفارشی ہیں، ان ہی کی سفارش سے کام بنتے ہیں،

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَیْنَ عِبَادِكَ فِیْ مَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

تم فرماؤ: ''شفاعت تو سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے، اسی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی، پھر تمہیں اسی کی طرف لوٹنا ہے'' ﴿۴۴﴾ اور جب [۱] ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل متنفر ہوتے ہیں، اور جب اللہ کے سوا اوروں یعنی فرضی (معبودوں) کا ذکر کیا جاتا ہے تو ناگہاں یہ خوش ہوتے ہیں ﴿۴۵﴾ تم کہو: ''اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے تو ہی (قیامت کے دن) اپنے بندوں کے درمیان اس چیز میں فیصلہ فرمائے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے ﴿۴۶﴾

اسی لئے ان کی عبادت کی جاتی ہے۔ سو اول تو شفیع ہونے سے معبود ہونا لازم نہیں آتا، دوسرے شفیع بھی وہ بن سکتا ہے جسے اللہ کی طرف سے شفاعت کی اجازت ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے شفاعت کا اذن دیتا ہے، بتوں کو اس نے شفیع نہیں بنایا، اور عبادت تو خدا کے سوا کسی کی بھی جائز نہیں۔ پس آسمانوں اور زمین کی بادشاہت خدا کے لئے ہے، وہ ہر چیز کا مالک ہے، تم سب قیامت میں اسکے پاس لوٹ کر جاؤ گے جزا و سزا پاؤ گے۔

شرک کا بیان

[۱] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مشرک لوگ آئے اور کہنے لگے کہ جس دین کی آپ ہم لوگوں کو رغبت دلاتے ہیں وہ دین تو اچھا ہے، لیکن ہم نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں اگر اس کی پکڑ نہ ہو تو ہم کو اس دین کے قبول کرنے میں کچھ عذر نہیں ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کی غفور و رحیم کی صفت کے آگے کسی گناہ کی اگرچہ حقیقت نہیں، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ شرک بغیر توبہ کے معاف نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہر مشرک کو عذاب کے آجانے کی بے بسی سے پہلے شرک کو چھوڑنا، اور اس سے آئندہ کیلئے توبہ کرنی چاہئے، اور شرک کے علاوہ گناہوں کی معافی بغیر توبہ کے بھی اللہ کی ذات سے رکھنی چاہئے۔ ہاں جو مشرک شرک کی حالت میں بغیر توبہ کے مر جاوے گا تو قیامت کے دن یہ افسوس کرے گا کہ میں نے

وَ لَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ وَ بَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ بَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور[۱] اگر ظالموں کے لئے جو کچھ زمین میں ہے سب ہو، اور اس کے مانند اس کے ہمراہ (اور بھی) ہو تو یہ سب روز قیامت کے بڑے عذاب سے چھوٹ جانے کے لئے دے دیں (تب بھی قبول نہ ہوگا)، اور خدا کی طرف سے ان کو وہ بات ظاہر ہوگی جس کا ان کو کوئی گمان بھی نہ تھا ﴿۴۷﴾ اور ان کے اعمال کی برائیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی اور جس (عذاب) کی وہ ہنسی کرتے تھے وہ ان کو آ گھیرے گا ﴿۴۸﴾

اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کیوں کوتاہی کی، اور دین کی باتوں کو مسخراپن کیوں سمجھتا رہا۔" یہ افسوس کرے گا کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی دنیا میں راہ راست پر آجانے اور نیک کام کرنے کی توفیق دیتا تو کیا اچھا ہوتا۔ نیک کام کرنے کے لیے افسوس کے طور پر دنیا میں دوبارہ پیدا ہونے کی تمنا کرے گا، تو بے وقت کا افسوس کسی کے کچھ وہاں کام نہ آوے گا۔

اہل دوزخ کی حسرتیں

[۱] دوزخی لوگ دوزخ میں سے جنتیوں کو طرح طرح کے عیش میں جب دیکھیں گے، اس وقت دوزخی لوگ طرح طرح کی حسرت کی باتیں کریں گے جن کا ذکر اوپر گذرا۔ مثلاً کبھی کہیں گے: "کیا اچھا ہوتا کہ آج ہم لوگ بھی پرہیزگاروں میں ہوتے"، کبھی کہیں گے کہ کیا اچھا ہوتا جو ہم لوگوں کو پھر دنیا میں جانے کی اجازت مل جاتی، اور ہم اب کی دفعہ دنیا میں جا کر نیک کام کرتے اور پھر جنت پاتے۔" ان دوزخیوں کی ان حسرت کی باتوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ یہ فرمائے گا کہ اب حسرت کا کیا موقع ہے۔ دنیا میں رہنے کا موقع بھی تم کو ملا، اور اللہ کے رسول کی معرفت تمہارے پاس قرآن پہنچا، اور حق و باطل کی راہیں واضح کر دی گئیں، اور تم کو حق و ہدایت اختیار کرنے کی قدرت دی گئی، باوجود اسکے تم نے حق کو چھوڑا، اور اس کو قبول کرنے سے تکبر کیا، گمراہی اختیار کی، جو حکم دیا گیا اس کی ضد و مخالفت کی، تو اب تمہارا یہ کہنا غلط ہے کہ اگر اللہ ہم کو راہ دکھاتا تو ہم ڈر والوں میں ہوتے، اور تمہارے تمام عذر جھوٹے ہیں۔ آگے فرمایا کہ کفر میں گرفتار ہو کر جن لوگوں نے دنیا میں اللہ پر جھوٹ باندھا ہے، یعنی شان الٰہی میں ایسی بات کہی جو اسکے لائق نہیں، اس کے لئے شریک تجویز کئے۔ اولاد بتائی اس کی صفات کا انکار کیا، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن ایسے لوگوں کی ندامت کی حالت دیکھنے کے قابل ہوگی۔ کہ جب ان کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دے کر ان کو دوزخی ٹھہرایا جاوے گا، تو ان کے چہروں پر سیاہی چھا جاوے گی۔ اس طرح ان لوگوں

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ بَلْ هِىَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

رکوع ۲

پس جب انسان کو کچھ تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرما دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھے میرے علم کی بدولت ملی ہے بلکہ یہ نعمت ایک آزمائش ہے ولیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ﴿۴۹﴾ بیشک یہ بات وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے کہہ چکے ہیں پھر (جب ہمارا عذاب ان پر نازل ہوا تو) ان کا کمایا ان کے کچھ کام نہ آیا ﴿۵۰﴾ پس ان کو سزا اس چیز کی پہنچی جو عمل کیا، اور وہ جو ان میں ظالم ہیں عنقریب انہیں بھی ان کے اعمال کی سزائیں پہنچیں گی اور وہ عاجز کرنے والے نہیں ﴿۵۱﴾ کیا ان کو معلوم نہیں کہ اللہ روزی کشادہ کرتا ہے جس کے لئے چاہے، اور وہی (جس کے لئے چاہے) تنگی کرتا ہے، بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں ﴿۵۲﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) میری طرف سے تم فرماؤ کہ اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر (گناہ کرکے) زیادتی کی ہے ناامید نہ ہوں خدا کی رحمت سے۔

کی حالت بھی دیکھنے کے قابل ہے، جنہوں نے خدا کا خوف دل میں رکھا، اور نیک کاموں میں تابمقدور لگے رہے، اور ان کے نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دے کر انکے سروں پر موتیوں کے تاج رکھے جاویں گے، اور ان کو جنت میں داخل کیا ہونے اور اس دن کی ہر طرح کی برائی سے امن میں رہنے کی خوشخبری دی جاوے گی۔ اس خوشی سے ان کے چہروں پر رونق آجاوے گی۔

اِنَّ اللّٰهَ يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِيۡعًا‌ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ﴿۵۳﴾ وَاَنِيۡبُوۡۤا اِلٰى رَبِّكُمۡ وَاَسۡلِمُوۡا لَهٗ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَكُمُ الۡعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡنَ ﴿۵۴﴾ وَاتَّبِعُوۡۤا اَحۡسَنَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَكُمُ الۡعَذَابُ بَغۡتَةً وَّاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ۙ﴿۵۵﴾ اَنۡ تَقُوۡلَ نَفۡسٌ يّٰحَسۡرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِىۡ جَنۡۢبِ اللّٰهِ وَاِنۡ كُنۡتُ لَمِنَ السّٰخِرِيۡنَ ۙ﴿۵۶﴾

بیشک ۱؎ اللہ سب گناہوں کو بخش دیتا ہے، بیشک وہی بڑا بخشنے والا، مہربان ہے ﴿۵۳﴾ اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرمانبردار رہو اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے، پھر تمہاری مدد نہ کی جائے گی ﴿۵۴﴾ اور اسی کی پیروی کرو جو اچھی چیز تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف اتاری گئی اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں (اس کی) خبر بھی نہ ہو ﴿۵۵﴾ (یہ اس لئے کہ قیامت کے دن) ۲؎ کوئی شخص یہ نہ کہے کہ ہائے افسوس! ان تقصیروں (کوتاہیوں) پر جو میں نے اللہ کے بارے میں کیں اور بیشک میں تو (احکام خداوندی پر) ہنسی کرتا تھا ﴿۵۶﴾

مصیبت کے وقت خدا کو یاد کرنا چاہئے

۱؎ ان آیتوں میں فرمایا کہ جب اکیلے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے اور کلمہ توحید، لا اللہ الا اللہ کہا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل جو آخرت وقیامت کے قائل نہیں نفرت کرتے ہیں، اور وہ بہت تنگ دل اور پریشان ہوتے ہیں، اور ناگواری کا اثر ان کے چہروں پر ظاہر ہو جاتا ہے، اور جب خدا کے اور شریکوں کا ذکر ہوتا ہے یعنی لات منات عزیٰ وغیرہ بتوں کا، تو وہ خوش ہوتے ہیں۔ آگے فرمایا: تم جو اللہ سے دعا مانگو، اسی کی طرف متوجہ ہو، اور کہو اے اللہ! ہم کو خبر دے بہتری کا ارادہ ہمارے ساتھ ہو، تو آسمانوں کا اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ جو باتیں بندوں سے پوشیدہ ہیں ان کا بھی واقف وعالم ہے اور جو بندے جانتے ہیں ان کا بھی، یعنی تیرا علم ہر شے پر محیط ہے۔ اب تیرے ہی سے فریاد ہے تو ہی قیامت کے دن اپنے بندوں کے درمیان اختلاف کا عملی فیصلہ فرمائے گا۔

۲؎ قیامت کے دن جب ان اختلافات کا فیصلہ سنایا جائے گا، اس وقت جو ظالم کفر کر کے خدا تعالیٰ کی شان گھٹاتے تھے، ان کا بحث برا حال ہوگا، اگر اس روز فرض کیجئے کل روئے زمین کے خزانے بلکہ اس سے دوگنا ان کے پاس ہوں، تو چاہیں گے کہ سب دے دلا کر کسی طرح اپنا پیچھا چھڑا لیں۔ جو بد معاشیاں دنیا میں کی تھیں سب ایک ایک کر کے انکے سامنے ہوں گی، اور

أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِي لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿٥٧﴾ أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٨﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِينَ ﴿٥٩﴾ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۭ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٦٠﴾

یا یہ کہے کہ اگر اللہ (دنیا میں) مجھ کو راہ دکھاتا تو بیشک میں پرہیز گاروں میں سے ہوتا ﴿۵۷﴾ یا جب عذاب کو دیکھے تو کہے: ''اے کاش! مجھے دوسری بار (دنیا میں) پھر جانا ہوتا کہ میں نیکی کرنے والوں میں ہوں'' ﴿۵۸﴾ [1] اللہ فرمائے گا: ''ہاں کیوں نہیں بیشک تیرے پاس میری آیتیں آئیں پس تو نے ان کو جھٹلایا اور تو نے غرور کیا اور تو کافروں میں سے ہوا'' ﴿۵۹﴾ اور (اے مخاطب!) جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے تو قیامت کے دن ان کے منہ کالے دیکھے گا، کیا غرور کرنے والوں کا جہنم میں ٹھکانا نہیں ہے؟ ﴿۶۰﴾

ایسے قسم قسم کے ہولناک عذابوں کا مزہ چکھیں گے جو کبھی انکے خیال وگمان میں بھی نہ گزرے تھے۔ غرض توحید خالص اور دین حق سے جو ہنسی کرتے تھے اس کا وبال پڑ کر رہے گا، اور جس عذاب کا مذاق اڑایا کرتے تھے، وہ ان پر الٹ پڑے گا۔

[1] جب کافر کو مصیبت، شدت بلا پہنچتی ہے تو ہم کو یاد کرتا ہے، عاجزی سے پکارتا ہے، یہ بات ان لوگوں کے دلوں میں اچھی طرح سے بسی ہوئی ہے کہ تکلیف کے وقت سوا اللہ کے ان کے بت کچھ کام نہیں آتے۔ اس واسطے تکلیف کے وقت خالص اللہ ہی سے یہ لوگ رفع تکلیف کی التجا کرتے ہیں، لیکن یہ ان لوگوں کی ناشکری ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ان کی وہ تکلیف رفع کر دیتا ہے، تو کبھی اس رفع تکلیف کو اپنی تدبیروں کے اثر سے، اور کبھی اپنی عزت اور شرافت سے سمجھنے لگتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے احسان کو بالکل بھول جاتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احسانات اس آزمائش کے لئے ہیں، کہ کون شخص اس کے احسانات کا شکر ادا کرتا ہے، اور کون شخص ناشکری میں پکڑا جاتا ہے، اور یہ خوب یاد رہے کہ ان سے پہلے بھی ایسے ناشکر لوگ گذر چکے ہیں، جنہوں نے اپنی ناشکری کی سزا بھگت لی۔ قارون وغیرہ، اور اب بھی وہی عادت الٰہی جاری ہے، اس عادت الٰہی کے موافق جب ان لوگوں کی سزا کا وقت آجاوے گا تو یہ لوگ کہیں بھاگ کر اللہ کو تھکا نہیں سکتے۔ یہ تو ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے کی بات ہے کہ دنیا میں بہت سے نافرمان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے خوشحالی دے رکھی ہے، اور

وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۡ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۶۲﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾ ع قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾

اور اللہ پرہیز گاروں کو (عذاب سے) نجات دے گا (اور انہیں) ان کے مقصد کی جگہ پہنچا دے گا کہ نہ ان کو کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے (کیونکہ جنت میں غم نہیں) ﴿۶۱﴾ خدا ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، اور ۱؎ وہ ہر چیز کا مختار ہے ﴿۶۲﴾ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے لئے ہیں، اور جنہوں نے انکار کیا اللہ کی آیتوں کا، وہی نقصان میں ہیں ﴿۶۳﴾ تم فرماؤ: ''اے ۲؎ جاہلو! کیا مجھے اللہ کے سوا دوسرے کی پرستش کرنے کو کہتے ہو'' ﴿۶۴﴾

بہت سے فرمانبردار لوگوں کو تنگ دستی۔ ان لوگوں کا یہ خیال غلط ہے کہ ان کی عزت اور شرافت کے سبب سے اللہ تعالیٰ ان کی ہر ایک تکلیف کو راحت سے بدل دیتا ہے۔ آخر کو فرمایا ایسی باتوں کو وہی سمجھتے ہیں جو اللہ کی قدرت کے قائل ہیں، یہ قدرت الٰہی کے منکر لوگ ایسی باتوں کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھ کو اپنی اُمت کے لوگوں کی تنگ دستی کا کچھ اندیشہ نہیں ہے، اندیشہ تو یہ ہے کہ خوشحالی کی ناشکری میں پہلی اُمتوں کی طرح کہیں یہ لوگ بھی ہلاک نہ ہو جاویں۔

۱؎ حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس خزائن ورزق وبارش کی کنجیاں ہیں، وہی ان کا مالک ہے جو لوگ قرآن کی نصیحت کے منکر ہیں، وہ بہت بڑا نقصان اٹھائیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ان خزانوں کے بہت بڑے حصے سے وہ محروم ہیں۔

شرک اور قیامت کا بیان

۲؎ **شان نزول:** مشرکین مکہ آنحضرت ﷺ سے یہ کہتے تھے کہ ہمارا تمہارا جھگڑا یہی ہے کہ تم ہمارے بتوں کو نہیں مانتے۔ اگر تم چاہو تو یہ جھگڑا یوں مٹ سکتا ہے کہ برس دن تک تم ہمارے بتوں کی پوجا کر لیا کرو، اور ہم برس دن تک تمہارے خدا کی عبادت کر لیا کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا: ''اے محبوب ﷺ! تم ان سے کہہ دو کہ اے نامعقول جاہلو کا فرو! مجھ کو یہ حکم ورائے دیتے ہو کہ میں سوائے خدا کے غیروں کو پوجوں، عجب نامعقول ہو۔ انتہائی نادانی اور حماقت وجہالت ہے کہ آدمی خدا کو چھوڑ کر دوسروں کی پوجا کرے، اور اللہ کے رسول سے معاذ اللہ یہ امید رکھے کہ وہ اسکے راستہ پر آجائیں گے۔ اے محبوب ﷺ! تمہاری طرف اور تم سے جو پہلے پیغمبر گزرے، ان سب کو بذریعہ وحی بتلادیا گیا کہ آخرت میں شرک کے تمام اعمال اکارت ہیں، اور شرک کا انجام سوا نقصان کے کچھ نہیں۔ لہٰذا انسان کا فرض ہے کہ وہ خالص خدائے قدوس کی عبادت کرے، اور جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائیں اس کا شکر ادا کرے۔

وَ لَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَ اِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىٕنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۶۶﴾ وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖۗ وَ الْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾

اور بیشک (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری طرف وحی کی گئی اوران پیغمبروں کی طرف جوتم سے پہلے ہوگزرے ہیں، (اے سننے والے!) اگرتو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرے عمل برباد ہوجائیں گے اورضرورتو خسارہ میں رہے گا ﴿۶۵﴾ بلکہ اللہ ہی کی عبادت کراور (اللہ کا) شکر کرنے والوں میں ہو ﴿۶۶﴾ اور [۱] (افسوس ہے کہ) ان لوگوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا کہ اس کا حق تھا اور اس کی شان وہ ہے کہ ساری زمین قیامت کے دن اس کی ایک مٹھی میں ہوگی، اور تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے اور وہ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے ﴿۶۷﴾

حاکمیت اعلیٰ اور قیامت کا منظر

[۱] ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ ایک عالم علماء یہود میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور کہا: ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری کتاب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو ایک انگلی پر، اور زمین کو ایک انگلی پر، اور درختوں کو ایک انگلی پر، پہاڑوں کو ایک انگلی پر، اور باقی تمام خلقت کو ایک انگلی پر رکھے گا''۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ مشرکین نے اس کی عظمت وجلال اور بزرگی و برتری کو وہاں تک نہ سمجھا، اور ملحوظ نہ رکھا، جہاں تک ایک بندہ کو سمجھنا اور ملحوظ رکھنا چاہیے تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کا بیان ہے۔ اس کی عظمت وشان کا یہ حال ہے کہ قیامت کے دن کُل زمین اس کے ایک ہاتھ میں، اور سارے آسمان کاغذ کی طرح لپٹے ہوئے ایک ہاتھ میں ہوں گے۔ پھر اس کی عبادت میں بے جان مورتوں کو شریک کرنا کہاں تک روا ہوگا، وہ شرکاء تو خود اس کی مٹھی میں پڑے ہیں۔ حدیث بخاری ومسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ آسمان کو لپیٹ کر اپنے دست قدرت میں لے گا، پھر فرمائے گا کہ آج وہ بادشاہت کے دعوے کرنیوالے کہاں گئے۔ اس وقت کوئی جواب دینے والا موجود نہ ہوگا، اسلئے پھر خود فرمادے گا کہ سب ملک اللہ کا ہے''۔ پہلے صور میں جو بے ہوشی طاری ہوگی اس کا یہ اثر ہوگا کہ ملائکہ اور زمین والوں میں سے اس وقت جو لوگ زندہ ہوں گے، جن پر موت نہ آئی ہوگی وہ اس سے مر

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾

اور جب صور پھونکا جائے گا تو تمام آسمانوں اور زمین کے رہنے والے بیہوش ہو جائیں گے مگر جس کو اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو دفعتاً وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے ﴿۶۸﴾ اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے روشن ہو جائے گی اور (سب کا) نامہ اعمال (لا کر ہر ایک کے سامنے) رکھے جائیں گے اور لائے جائیں گے انبیاء اور یہ نبی اور اس کی امت کے ان پر گواہ ہوں گے، اور لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا ﴿۶۹﴾

جائیں گے، اور جن پر موت وارد ہو چکی پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں حیات عنایت کی۔ وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسے کہ انبیاء اور شہداء، ان پر اس صور سے بیہوشی کی سی کیفیت طاری ہوگی۔ اور جو لوگ قبروں میں مرے پڑے ہیں انہیں اس صور کا شعور بھی نہ ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ صور صعق سے تمام آسمان اور زمین والے مر جائیں گے سوائے جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و ملک الموت علیہم السلام کے، پھر اللہ تعالیٰ دونوں صوروں کے درمیان جو چالیس برس کی مدت ہے اس میں ان فرشتوں کو بھی موت دے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مستثنیٰ شہداء ہیں، جن کے لئے قرآن مجید میں بل احیاء آیا ہے۔ آگے فرمایا کہ پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا کہ جس سے لوگ اپنی قبروں سے کھڑے ہونے سے یا تو یہ مراد ہے کہ وہ حیرت میں آ کر پریشانی کی طرح ہر طرف نگاہیں اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے، یا یہ معنی ہیں کہ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ اب انہیں کیا معاملہ پیش آئے گا۔ آگے فرمایا نئی زمین جو پیدا ہوگی اس پر میدان محشر میں سب جمع ہوں گے۔ گرمی اور پسینہ سے گھبرا کر سب انبیاء کے پاس جلد حساب و کتاب شروع ہونے کی شفاعت کی درخواست کریں گے۔ اور سوا آنحضرت ﷺ کے کسی نبی کی جرأت اس شفاعت کی نہ ہوگی۔ آخر کار آنحضرت ﷺ کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ اس نئی زمین پر لوگوں کے حساب و کتاب کے لئے تجلی فرماوے گا۔ حساب کا دفتر کھلے گا، سب کے اعمال نامے رکھ دیئے جائیں گے، انبیاء اور یہ نبی اور اس کی امت گواہ دربار میں حاضر ہوں گے، اور ہر شخص کے اعمال کا نہایت انصاف سے ٹھیک ٹھیک فیصلہ سنایا جائے گا، کسی پر کسی طرح کی زیادتی نہ ہوگی۔ نیکی کے بدلہ میں کمی، اور نہ بدی کے بدلہ میں زیادتی ہوگی، جس کا جتنا اچھا یا برا عمل ہے، سب خدا کے علم میں ہے۔ اسی کے موافق بدلہ ملے گا۔

وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٠﴾ ع وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَ لٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧١﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٢﴾

اور ہر شخص کو جو کچھ اس نے دنیا میں کیا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور خدا کو خوب معلوم ہے جو کچھ یہ کرتے تھے ﴿۷۰﴾ اور ؀۱ کافر دوزخ کی طرف گروہ گروہ بنا کر ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب دوزخ کے قریب پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور دوزخ کے داروغہ (نگران) ان سے کہیں گے: "کیا تمہارے پاس تم میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم پر تمہارے پروردگار کی آیتیں پڑھتے تھے اور آج کے دن کے پیش آنے سے تمہیں خوف دلاتے تھے"، کافر کہیں گے: "ہاں و لیکن عذاب کا حکم کافروں پر ثابت ہوا" ﴿۷۱﴾ (ان سے) کہا جاوے گا: "دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ رہنے کو" پس دوزخ تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے ﴿۷۲﴾

اہل دوزخ کی ذلت اور اہل جنت کی عظمت

؀۱ تمام کافروں کو نہایت ذلت وخواری کے ساتھ دوزخ کی طرف ہانکا جائے گا۔ اور چونکہ کفر کے اقسام ومراتب بہت ہیں، ہر قسم اور ہر درجہ کے کافروں کا گروہ الگ الگ کر دیا جائیگا، اور جس وقت دوزخی دوزخ کے قریب پہنچیں گے، دروازے کھول کر اس میں دھکیل دیا جائے گا۔ اس کے بعد دروازے بند کر دیئے جاویں گے، اور جو فرشتے دوزخ کے محافظ ہیں وہ کفار سے بطور ملامت یہ کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس اللہ کے احکام لے کر رسول نہیں آئے اور اس دن کی آفت سے انہوں نے تم کو نہیں ڈرایا" دوزخی لوگ جواب دیں گے کہ ہاں رسول تو اللہ کے احکام لے کر آئے، اور انہوں نے اس دن کی آفت سے ہم کو ڈرایا لیکن ہم لوگوں نے ان کا کہنا نہیں مانا، اور شیطان کا کہنا ہر بات میں مانتے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ پہلے ہی بتلا دیا تھا کہ جو شیطان کا کہنا مانے گا وہ جہنم میں جھونکا جاوے گا۔ اسی ارشاد کے موافق آج ہم اس آفت میں پکڑے گئے۔ اللہ کے فرشتے دوزخیوں کی یہ بات سن کر کہویں گے کہ دنیا کے عیش و آرام کے غرور میں جب تم لوگوں نے اللہ کے رسولوں کا کہنا نہیں مانا۔ تو جاؤ اب ہمیشہ دوزخ میں پڑے جلتے رہو۔ اہلِ جنت جب جنت کے دروازے پر جاویں گے تو اللہ کے فرشتے

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾ ع

اور جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے تھے ان کے گروہ کے گروہ جنت کی طرف روانہ کیے جائیں گے، یہاں تک کہ جب جنت کے پاس پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے اور بہشت کے داروغہ (نگران فرشتے) ان سے کہیں گے: "تم پر سلام، تم خوشحال ہوئے پس اس جنت میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ" ﴿۷۳﴾ اور لہ وہ کہیں گے: "سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا اور ہم کو اس زمین کا وارث کیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں، پس نیک عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا ثواب ہے" ﴿۷۴﴾ اور تم فرشتوں کو دیکھو گے عرش کے آس پاس حلقہ کئے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی کہتے ہیں، اور لوگوں میں سچا فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جاوے گا: "سب خوبیاں اللہ کے لئے جو سارے جہان کا پروردگار ہے" ﴿۷۵﴾

ان سے سلام علیک کریں گے، اور کہویں گے کہ تم لوگ دنیا میں نیک راہ پر تھے، اس لئے اب جاؤ اور جنت میں ہمیشہ رہو۔

لہ ان آیتوں میں فرمایا ہے کہ جب اہل جنت فرشتوں سے جنت میں ہمیشہ رہنے کی خوشخبری سنیں گے، اور جنت کی نعمتیں دیکھیں گے تو اس وقت اس طرح اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کریں گے جیسا کہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ سب خوبیاں اس اللہ کو ہیں جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا، جو دنیا میں رسولوں کی معرفت کیا تھا، اور اس وعدہ کے موافق ہم کو جنت میں وہ نعمتیں عنایت کیں کہ جو نہ ہم نے آنکھوں سے دیکھیں، نہ کانوں سے سنیں، نہ کبھی ہمارے دل میں ان کا خیال گزرا، اور ہم کو جنت کی زمین کا مالک بنایا، جہاں چاہیں ہم رہیں بیٹھیں۔ اب آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جنتی لوگ جنت کی نعمتیں دیکھ کر ادھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کر رہے ہوں گے، اور نیک و بد کا انصاف سے جو فیصلہ ہو جاوے گا، اس فیصلہ کو دیکھ کر اللہ کے فرشتے ادھر عرش معلّیٰ کے پاس حلقے باندھے ہوئے، صفیں آراستہ کئے ہوئے کھڑے ہوں گے، اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کریں گے۔

ایاتھا ۸۵ ۴۰ سورۃ المؤمن مکیۃ ۶۰ رکوعاتھا ۹

سورۂ مومن مکہ میں نازل ہوئی، اس میں پچاس آیتیں اور نو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

حٰمٓ ﴿١﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٢﴾ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿٣﴾

کتاب [۱] (یعنی قرآن) کا اتارنا اللہ غالب جاننے والے کی طرف سے ہے ﴿۲﴾ جو بخشنے والا گناہ کا اور (ایمانداروں کی) توبہ قبول کرنے والا ہے (کافروں پر) سخت عذاب کرنے والا (عارفوں پر) بڑے انعام والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف پھرنا ہے ﴿۳﴾

خواص سورہ المؤمن: جس کے زخموں نے عاجز کیا ہو وہ اس سورت کو لکھ کر اپنے پاس رکھے ان شاء اللہ شفا پاوے، اور اگر ایک بار اس کو روزانہ پڑھے ان شاء اللہ تمام مقصد حاصل ہوں، اور اس سورت کو لکھ کر دکان میں لگا دینے سے تجارت کو ان شاء اللہ منافع ہوگا اور غیب سے خریداری ہوگی۔

قرآن خدا کا کلام ہے

[۱] مشرکین یہ کہتے تھے کہ یہ قرآن محمد ﷺ نے خود بنا لیا ہے۔ اس کے جواب میں جگہ جگہ فرمایا کہ امی نبی پر یہ قرآن اُترا ہے۔ اور باتیں اس میں ایسی غیب کی ہیں کہ اُمی شخص تو درکنار اہل کتاب بھی بغیر آسمانی مدد کے وہ باتیں نہیں بتلا سکتے۔ اس لئے اب کسی کو اس میں شک کرنے کا موقع باقی نہیں رہا۔ قرآن کلام الٰہی ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر فرمایا ان سیدھی سیدھی باتوں کے سمجھانے کے بعد بھی اگر یہ لوگ اللہ کے رسول اور قرآن کی مخالفت سے باز نہ آویں گے، تو اللہ تعالیٰ ایسے سرکش لوگوں سے بدلہ لینے میں ایسا زبردست ہے کہ اس نے بہت سی پچھلی سرکش قوموں کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیا۔ جس کے قصے گھڑی گھڑی ان لوگوں کو اس لئے سنا دیئے گئے ہیں کہ اگر یہ لوگ ان کے قدم بقدم چلیں گے تو یہی انجام ان کا بھی ہوگا۔ پھر فرمایا جو کوئی قرآن کی نصیحت کو مان کر پچھلی سرکشی سے توبہ کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس ایماندار کی توبہ قبول کرنے والا ہے، اور اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کرنیوالا ہے، اور کافروں کا عذاب بہت سخت ہے۔ اور اس کی قدرت بہت

مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ﴿۴﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۠ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۵﴾ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۶﴾

اللہ کی آیتوں (یعنی قرآن) میں جھگڑا نہیں کرتے مگر کافر لوگ (اے سننے والے!) پس تجھے دھوکا نہ دے ان (کافروں) کا آنا جانا شہروں میں ﴿۴﴾ ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور نوح کی قوم کے بعد دوسری جماعتوں نے (پیغمبروں کو) جھٹلایا، اور ہر امت نے اپنے پیغمبر کے ساتھ یہ ارادہ کیا کہ اسے پکڑ لیں (اور قتل کر ڈالیں) اور (پیغمبروں سے) ناحق جھگڑے کیے۔ تا کہ اس سے حق کو ٹال دیں، پھر میں نے ان کو پکڑ لیا، پس میری سزا کیسی ہوئی ﴿۵﴾ اور اسی طرح کافروں پر تمہارے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ دوزخی ہیں ﴿۶﴾

بڑی ہے، اس کے عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ پھر فرمایا جو صفتیں بیان کی گئیں جب وہ مخلوقات میں سے کسی میں نہیں پائی جاتیں، تو لائق عبادت بھی وہی وحدہٗ لاشریک ہے، جس کے روبرو حساب و کتاب اور نیک و بد کی جزا و سزا کیلئے سب کو حاضر ہونا ضرور ہے۔

منکرین اسلام کا انجام

ل **شان نزول:** مشرک لوگ نبی کریم ﷺ سے آن کر جھگڑا کیا کرتے تھے۔ اور قرآن شریف کے باب میں طرح طرح کے بے ادبی کے لفظ منہ سے نکالا کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، اور فرمایا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے کلام سے مخالفت کر کے ابھی تک جو کسی وبال اور عذاب الٰہی میں نہیں پکڑے گئے، اور چین سے شہر شہر تجارتیں اور تندرستی اور آرام سے گذر کر رہے ہیں، ان لوگوں کے اس حال پر کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ ان لوگوں کی اس طرح کی باتوں سے ان کا کفر تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ہر کام کا وقت مقرر ہے۔ وقت آتے ہی حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اب تک جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے مخالف لوگوں کا انجام ہوا، وہی ان لوگوں کا انجام ہوگا۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۷﴾ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ࣙالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۸﴾ۙ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۹﴾ ع

وہ جو (فرشتے) عرش (الٰہی) کو اٹھاتے ہیں۔اور ۱؎ جو اس کے گرد ہیں اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کے لئے مغفرت مانگتے ہیں، (کہتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! تیری رحمت اور علم میں ہر چیز کی سمائی (یعنی وسیع) ہے تو ان کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے، اور ان کو دوزخ کے عذاب سے بچالے ۷ اے ہمارے پروردگار! ان کو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ دادا اور ان کی بی بیوں (بیویوں) اور ان کی اولاد میں جو نیک ہوں ان کو بھی داخل کر، بیشک تو غالب حکمت والا ہے ۸ اور ان کو (قیامت کے دن ہر طرح کے) گناہوں کی سزاؤں سے بچا اور جس کسی کو تو اس دن گناہوں کی سزاؤں سے بچائے تو بیشک ۱؎ تو نے اس پر رحم فرمایا اور اس معاملہ میں بچانا یہی بڑی کامیابی ہے ۹

ثواب وعذاب کا ذکر

۱؎ اوپر کی آیات میں مجرمین ومنکرین کا حال زبوں بیان ہوا تھا، یہاں انکے مقابل مومنین تابعین کا فضل وشرف بیان کرتا ہے۔ کہ عرش الٰہی کو اُٹھانے والے اور اس کے گرد طواف کرنے والے بیشمار فرشتے جن کی غذا صرف حق تعالیٰ کی تسبیح وتحمید ہے، اور جو مقربین بارگاہ ہونے کی وجہ سے اعلیٰ درجہ کا ایمان یقین رکھتے ہیں، وہ اپنے پروردگار کے آگے مسلمانوں کیلئے استغفار کرتے ہیں کہ یا اللہ! دنیا میں جو لوگ مسلمان ہیں، انکے گناہ معاف فرما کر انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ کیونکہ

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِیْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ⑩

بیشک جولوگ کافر ہوئے (قیامت کے دن) انکو پکارا جائے گا کہ ضرور تم سے اللہ کی بیزاری اس سے بہت زیادہ ہے جسے تم آج اپنی جان سے بیزار ہو جبکہ تم کو (دنیا میں) ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا پس تم کفر کرتے تھے ⑩

تیری رحمت بہت بڑی ہے کہ اپنی رحمت سے تو جس کو چاہے دوزخ کے عذاب سے بچا سکتا ہے، اور تیرا علم ایسا وسیع ہے کہ نیکوں اور بدوں کا دلی ارادہ تک تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ اسلیئے جن نیک لوگوں کے باپ دادوں اور بیبیوں اور ان کی اولاد کو کہ ان کے دلوں میں تیری وحدانیت تو ہو مگر نیک عملوں کے حساب سے ان کو جنت کا اعلیٰ درجہ نہ مل سکتا ہو، تو ان سب کو جنت کا اعلیٰ درجہ عنایت فرمانا کہ سب جنت کا اعلیٰ درجہ پا کر خوش ہوں۔ کیونکہ تو بڑا زبردست ہے، جو چاہے وہ کر سکتا ہے، اور تیری حکمت ایسی بڑی ہے کہ تُو نے اپنی حکمت اور تدبیر سے ایک کام کا سبب دوسرے کام کو ٹھہرا رکھا ہے۔ مثلاً گنہگاروں کی بخشش کا سبب تُو نے شفاعت کو ٹھہرا رکھا ہے۔ اس واسطے کم نیک عمل رشتہ داروں کے حق میں ہماری یہ سفارش ہے، کہ ان کو بھی جنت کا اعلیٰ درجہ اس طرح عنایت فرما کہ ان کے کچھ گناہ دوزخ کی سزا کے قابل ہوں تو اس سزا سے بالکل بچ کر جنت میں داخل ہو جانا تیری رحمت کے آگے تو کچھ بھی نہیں۔ مگر گنہگاروں کے حق میں یہ بہت کامیابی کی صورت ہے۔

لے ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ جب ایسے لوگ دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے تو دوزخ کے عذاب سے تنگ آ کر یہ لوگ ان باتوں سے بہت بیزاری ظاہر کریں گے، جن باتوں کو دنیا میں بڑی خوشی سے کرتے تھے۔ ان لوگوں کا یہ حال دیکھ کر ان کو قائل کرنے کیلئے اللہ کے فرشتے پکار پکار کر ان سے کہیں گے کہ بے وقت کی اس بیزاری سے اب کیا ہوتا ہے، دنیا میں جب تم کو قرآن کے موافق فرمانبرداری کی نصیحت کی جاتی تھی، اور تم سرکشی سے اسکو نہیں مانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری اس سرکشی سے بہت بیزار تھا، یہ عذاب اللہ تعالیٰ کی اس بیزاری کا نتیجہ ہے، اب یہ عذاب کسی طرح نہیں ٹل سکتا۔ فرشتوں کی یہ جھڑکی سن کر یہ دوزخی لوگ اللہ سے عرض کریں گے: "یا اللہ! تُو موت دے چکا ہم کو دو دفعہ، اور زندگی دے چکا' دو دفعہ یعنی پیدا ہونے سے پہلے ہم بالکل بے جان تھے، تو نے ہم کو پیدا کیا، پھر ہم جان دار ہوئے، پھر عمر پوری ہو جانے کے بعد تُو نے ہم کو بے جان کیا، اور حساب و کتاب اور سزا و جزا کے لئے دوبارہ زندہ کیا، اسلیئے حشر کے انکار کے جرم کا، اور باقی سب جرموں کا اب ہم کو اقرار ہے۔ اگر دوبارہ ہم کو دنیا میں بھیج دیا جاوے تو ہم حشر کے اقرار پر قائم رہیں گے، اور حشر کے سامان کے لئے نیک کام کریں گے۔" اس کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ملے گا کہ پہلی دفعہ جو تم لوگوں کو پیدا کیا تو تمہارا دنیا میں یہ حال تھا کہ خالص اللہ کا نام لینے سے تم کو نفرت تھی۔ تم نے اکیلے سچے خدا کی پکار پر کبھی کان نہ دھرا، ہمیشہ اس کا یا اس کی وحدانیت کا انکار کرتے رہے۔ اور تمہارا بتوں پر ایمان تھا۔ اب اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ اگر تم کو دوبارہ دنیا میں بھیجا

قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَ اَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۱۱﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَ اِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ﴿۱۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَ مَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

وہ کہیں گے: ''اے ہمارے پروردگار! تو نے ہم کو دو بار مردہ کیا اور دو بار زندہ کیا، پس ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا، پس کیا دوزخ سے نکلنے کی کوئی راہ ہے (کہا جاوے گا ہرگز نہیں) ﴿۱۱﴾ یہ عذاب اس لئے ہے کہ جب ایک اللہ پکارا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اس کا شریک ٹھہرایا جاتا تو تم اس کو یقین کرتے تھے، پس حکم اللہ عالی شان کے لئے ہے ﴿۱۲﴾ وہی ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور آسمان سے تمہارے لئے روزی اتارتا ہے اور نہیں نصیحت قبول کرتا ہے مگر جو (خدا کی طرف) رجوع کرتا ہے ﴿۱۳﴾ پس لے تم اللہ کے خالص بندے ہو کر اس کے لئے عبادت کرو اور اگرچہ کافر برا مانیں ﴿۱۴﴾

جاوے تو تم وہی کرو گے، جو پہلی دفعہ کر کے آئے۔ اس واسطے تم کو دوبارہ دنیا میں بھیجنا لا حاصل ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ بلند مرتبہ اور بزرگ کا تمہارے حق میں یہی حکم ہے جو کچھ تم کر کے آئے ہو اسکی سزا بھگتو''۔ اب آگے فرمایا ان منکرین حشر کی آنکھوں کے سامنے اللہ کی قدرت کی ایسی بہت سی نشانیاں ہیں جن سے یہ حشر کا یقین کر سکتے ہیں۔ مثلاً ایک بارش کی نشانی ایسی ہے جو حشر کے یقین کے لئے کافی ہے، کیونکہ پہلے سال کے اناج، ہرے دانے اور ہر ایک میوے کی تازی گٹھلیاں، دوسرے سال تک سوکھ کر بالکل مردہ ہو جاتی ہیں، جن کو مردے کی طرح یہ لوگ بیج ڈالنے کے وقت زمین میں دفن کر دیتے ہیں۔ پھر جو صاحب قدرت آسمان پر سے مینہ برسا کر ان مردہ دانوں سے ہزاروں ہرے دانے اور ان سوکھی گٹھلیوں سے ہزاروں تروتازہ میوے سال بہ سال پیدا کر دیتا ہے، اس کی قدرت سے یہ بعید ہے کہ ایک مینہ کی تاثیر سے انکے پتلے تیار ہو جاویں، اور جس طرح ماں کے پیٹ میں ان کے پتلوں میں روح پھونک دی جاتی ہے، اسی طرح ان پتلوں میں روح پھونک دی جاوے گی۔

توحید کا بیان: لے ان آیتوں میں صاحب توحید اور خالص دل سے عبادت کرنے والوں کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ تم

رَفِيعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ

وہی (جنت میں) درجوں کا بلند کرنے والا ہے، عرش کا مالک ہے وہ اپنے بندوں میں سے اپنے حکم سے روح (یعنی وحی) نازل فرماتا ہے جس پر چاہتا ہے تاکہ (وہ صاحب وحی لوگوں کو) ملاقات کے دن (یعنی قیامت کے دن) سے ڈرائے ﴿۱۵﴾ جس دن کہ (سب لوگ قبروں سے) بالکل ظاہر ہوجائیں گے۔

خالص دل سے اللہ کی عبادت کیے جاؤ، اور اللہ کے حکم میں جھگڑا کرنے والوں کا، اور ان کی خوشی کا کچھ خیال نہ کرو"۔ اب آگے اللہ تعالیٰ نے خالص عبادت کا نتیجہ ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کا جن کے سبب سے خالص عبادت الٰہی کی ہدایت لوگوں کو ہوتی ہے، اور خالص عبادت کرنیوالوں کا درجہ ہر ایک رُتبہ کے موافق قیامت کے دن بُلند فرماوے گا۔ قتادہ کے قول کے موافق یہاں روح کے معنیٰ "وحی" کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کسی کو نبوت کے قابل پاتا ہے، اس کو نبی مقرر کرکے بذریعہ وحی کے اپنے نبی پر اس لئے احکام بھیجتا ہے، کہ وہ اللہ کے نبی لوگوں کو قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرا دیویں۔ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "جس دوسری نئی زمین پر لوگ حشر کے میدان میں کھڑے کیے جاویں گے، اس زمین پر نہ کسی مکان اور پہاڑ کی کچھ علامت ہوگی، نہ اور کچھ آڑ ہوگی بلکہ صاف میدان چٹیل ہوگا"۔ اسی واسطے آگے کی آیت کے ٹکڑے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حشر کے دن جب لوگ قبروں سے اُٹھیں گے تو ان کی کوئی چیز اللہ سے چھپی نہ رہے گی۔ جب نفخہ موت ہولے گا اور سب مرجائیں گے، تب اکیلا خدا ہی خدا رہ جائے گا۔ اس وقت کہے گا کہ آج بادشاہت اور مملکت کس کی ہے اور کون ملکیت کا مدعی ہے۔ جب کچھ جواب نہ ہوگا تو خود ہی ارشاد فرمائے گا کہ صرف اللہ کی ہے، جو واحد ہے، کوئی اس کا شریک نہیں، قہار ہے۔ سب پر موت کا حکم دیا، سب پر غالب ہے۔ اس دن ہر جان اچھی بری اپنے اعمال کا بدلہ پائے گی کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "شفاعت اہلِ کلمہ گنہگاروں کیلئے ہوگی" اسی واسطے مشرکوں سے کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کا قیامت کے دن نہ کوئی دوست ہوگا، نہ شفاعت کرنے والا ہوگا۔ اللہ ہر بات جانتا ہے، نگاہوں کی خیانت، اور چوری نامحرم کو دیکھنے، اور ممنوعات پر نظر ڈالنا، یا دل میں کچھ نیت کی، یا کسی بات کا ارادہ یا خیال آیا اللہ سب بھیدوں کو جانتا ہے۔ آگے فرمایا کہ قیامت کے دن نیک و بد کا وہی انصاف سے فیصلہ کرے گا۔ مشرک لوگ خدا کے سوا جن بتوں کو پوجتے ہیں، نہ وہ علم رکھتے ہیں، نہ قدرت۔ یہ بت تو بالکل بت ہی ہیں نہ انکی آنکھیں، نہ ان کے کان، نہ ان میں نیک و بد کے سمجھنے کی عقل۔ اسلئے یہاں دنیا میں یہ مشرک لوگ اپنے بتوں کو مان لیویں قیامت کے دن تو ان مشرکوں کا پورا فیصلہ اللہ ہی کے اختیار میں ہوگا۔

لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝۱۶ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۱۷ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ؕ۬ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ؕ ۝۱۸ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ۝۱۹ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝۲۰ ع اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

اللہ پر ان کا کچھ حال چھپا نہ ہوگا، (اللہ فرمائے گا): ''آج کس کی بادشاہی ہے'' پھر خود ہی جواب دے گا: ''خاص ایک اللہ سب پر غالب کی'' ۝۱۶ آج ہر جان اپنے کئے کا بدلہ پائے گی، آج کسی پر کچھ زیادتی نہ ہوگی، بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے ۝۱۷ اور ان لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈراؤ جس وقت دل حلق کے پاس آجائیں گے غم سے بھرے ہوئے، (اس دن) ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی۔ جس کا کہا مانا جائے ۝۱۸ اللہ جانتا ہے آنکھوں کی خیانت کو اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے ۝۱۹ اور اللہ سچا فیصلہ فرماتا ہے، اور وہ مشرک خدا کے سوا جن (بتوں) کو پوجتے ہیں وہ کچھ بھی فیصلہ نہیں کر سکتے، بیشک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے ۝۲۰ تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا تاکہ دیکھتے جو (کافر) لوگ [۱] ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا؟

نافرمانوں کا ذکر

[۱] کیا ان کفار نے خدا کے ملک خدا کی زمین میں گشت نہیں کیا کہ کارخانہ ہائے قدرت دیکھ کر عبرت پکڑتے، اور دیکھتے کہ اگلے کافروں کا کیا انجام ہوا، جو ان سے کہیں زائد قوی تھے، ان سے ہزاروں درجے ان کی یادگاریں زمین میں اب تک موجود

كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾

کہ وہ لوگ ان سے قوت میں اور ان نشانیوں میں بہت زیادہ تھے جو زمین پر (اپنی یادگار) چھوڑ گئے، پس اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب سے پکڑا، اور اللہ (کے عذاب) سے ان کا کوئی بچانے والا نہ ہوا ﴿۲۱﴾ یہ سزا اس سبب سے ہے[۱] کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن نشانیاں لے کر آئے پس وہ کافر ہوئے تو اللہ نے ان کو پکڑا، بے شک اللہ بڑی قوت والا، سخت سزا دینے والا ہے ﴿۲۲﴾

ہیں۔ قلعہ مکانات وغیرہ، انہوں نے کفر کیا، خدا نے ان کو پکڑ لیا، سزا دی، اور خدا کے عذاب سے انکو کوئی بچانے والا نہ ملا کہ عذاب الٰہی سے بچا سکتا، عاقل کا کام ہے کہ دوسرے کے حال سے عبرت حاصل کرے۔ اس عہد کے کفار یہ حالات دیکھ کر کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے، کیوں نہیں سوچتے کہ پچھلی قومیں ان سے زیادہ قوی و توانا، اور صاحب ثروت و اقتدار ہونے کے باوجود اس عبرت ناک طریقہ پر تباہ کر دی گئیں۔

[۱] ان آیتوں میں یہ جتلایا کہ ان پچھلے لوگوں کا طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہونا فقط اللہ کے رسولوں کی مخالفت کے سبب سے تھا، اور ان پچھلے لوگوں میں سب سے آخر فرعون کی قوم جو ہلاک ہوئی تھی، اس کا قصہ بھی مثال کے طور پر ذکر فرما دیا۔ یہ اوپر گذر چکا ہے کہ پچھلے زمانہ کی تاریخی بات کو یاد دلا کر مشابہت کے طور پر موجودہ زمانہ کی بات کے انجام کو ذہن نشین کرنا، اس مطلب کے ثابت کرنے کیلئے ایک بڑا عمدہ طریقہ ہے۔ اسی مطلب کیلئے قرآن شریف میں جگہ جگہ پچھلے لوگوں کے قصے ذکر فرمائے گئے، اگرچہ قارون بنی اسرائیل میں سے تھا لیکن توراۃ کے زکوٰۃ کے حکم پر موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا منکر ہو کر انکو جادوگر کہنے لگا۔ فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون، اور اسکے وزیر ہامان اور قارون کے پاس نو معجزے اور قوی ظاہر دلیل دے کر بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگر ہیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام توریت لے کر آئے، اور ہمارا حکم ان کو پہنچایا، تو انہوں نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو لوگ ایمان لائے، انکے لڑکوں کو قتل کر ڈالو، اور لڑکیوں کو باندیاں بنالو۔ جب فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ سے عاجز آیا تو اس نے اپنی قوم کے سرداروں سے یہ مشورہ لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر ڈالے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے ارادہ کو فرعون

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ

اور بے شک ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی نشانیوں اور روشن سند کے ساتھ بھیجا ﴿۲۳﴾ فرعون اور ہامان قارون کی طرف پس ان لوگوں نے کہا جادوگر ہے بڑا جھوٹا ﴿۲۴﴾ پس جب وہ انکے پاس ہماری طرف سے سچا پیغام لیکر آیا تو کہہ دیا جو لوگ اسکے ساتھ ایمان لائے ہیں انکے بیٹوں کو قتل کر ڈالو اور انکی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دو اور وہ کافروں کا داؤں (مکروفریب) نہیں مگر تباہی ﴿۲۵﴾ اور فرعون نے (اہل دربار سے) کہا مجھ کو چھوڑ دو کہ میں موسیٰ کو قتل کروں اور وہ اپنے پروردگار کو (مدد کیلئے) پکارے۔

نے ظاہر کیا، تو غرور سے یہ بھی کہا کہ جس اللہ کی مدد کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دعویٰ ہے، وہ اپنے اللہ کی مدد کیلئے اور قتل سے بچا دینے کے لئے بلا دے۔ اور قوم کے لوگوں سے یہ بھی کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زندہ چھوڑ دینے میں مجھ کو یہ خوف ہے کہ وہ تمہارے قدیمی دین کو بدلنے اور نئے دین کے پھیلانے میں ایک فساد برپا کر دے گا۔ فرعون کے اس ارادہ کا حال سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے منکر حشر لوگوں کی ایذا سے اس لئے اللہ کی پناہ مانگی کہ جن لوگوں کے دل میں ایک دن اللہ کے روبرو کھڑے ہونے کا خوف ہے، وہ اس طرح قتل ناحق کے درپے نہیں ہوتے، اور اس قتل کے مشورہ کے وقت اس پوشیدہ مسلمان قبطی کو جوش آیا اور اس نے قوم کو نصیحت کی کہ اے قوم کے لوگو! کیا تم ایسے شخص کے قتل ناحق کے درپے ہو کہ جو اللہ کو معبود اور اپنے آپ کو اللہ کا رسول بتلاتا ہے، اور اپنے رسول ہونے کی نشانیاں بھی اس نے تم لوگوں کو دکھا دیں۔ یہ ایک ہی نشانی کیا کم ہے کہ تم لوگ اس کو جادوگر کہتے ہو، اور تمہارے بڑے بڑے جادوگر اس کے مقابلہ سے عاجز اور خلاف عادت باتوں کو تائید غیبی بتلاتے ہیں۔ اس پر بھی میں کہتا ہوں کہ اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے نہیں ہیں، تو خدا پر جھوٹ باندھنا کچھ چھوٹی بات نہیں ہے۔ ایک دن ضرور ان پر اس کا وبال پڑے گا۔ مگر یہ تو کہو کہ اگر وہ سچے ہوئے تو سچے شخص نے جس عذاب سے تم کو ڈرایا ہے، اس کا کیا انجام ہوگا۔ کیونکہ ایسے حد سے بڑھ جانے والے لوگ بارگاہ الٰہی میں گمراہ ٹھہر چکے ہیں۔ جو سچوں کو جھوٹا ٹھہرا کر ضد سے انہیں قتل کر ڈالیں۔ یہ میں نے مانا کہ آج ملک مصر کی حکومت تمہارے ہاتھ میں ہے، جس کو تم چاہو قتل کر سکتے ہو، لیکن قتل ناحق کے سبب سے کوئی آسمانی آفت ہم پر آ گئی تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے وقت پر ہماری مدد کو کون کھڑا ہوگا۔

اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَكُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَ قَالَ مُوْسٰۤى اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ؑ وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ﳓ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَكْتُمُ اِیْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ اِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَ اِنْ یَّكُ صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ یٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ظٰهِرِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ یَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَاۤ اُرِیْكُمْ

بیشک مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ کہیں تمہارا دین بدل دے یا زمین میں فساد پیدا کرے ﴿۲۶﴾ اور موسیٰ نے (یہ سن کر) کہا کہ میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں ہر تکبر کرنے والے کے شر سے جو قیامت کے دن پر یقین نہیں رکھتا ہے ﴿۲۷﴾ اور کہا فرعون والوں میں سے ایک مرد مسلمان نے کہ جو اپنا ایمان پوشیدہ رکھتا تھا کہ کیا تم ایک مرد کو (محض) اس بات پر قتل کرتے ہو؟ کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور بیشک وہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے روشن نشانیاں لایا ہے، اور اگر بالفرض وہ جھوٹا ہے، پس اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر ہے، اور اگر وہ سچا ہے تو تمہیں کچھ (حصہ) اس (عذاب) کا پہنچ جائے گا جس کا وہ تم سے وعدہ دیتا ہے، بیشک اللہ راہ نہیں دکھاتا اس شخص کو کہ جو حد سے گزرنے والا جھوٹا ہو ﴿۲۸﴾ اے میری قوم (کے لوگو!) آج تمہاری سلطنت ہے کہ اس سرزمین میں غالب ہو، پس اللہ کے عذاب سے ہمیں کون بچائے گا اگر (ان کے قتل کرنے سے) وہ ہم پر آجائے۔ فرعون [۱] نے کہا کہ میں تو تم کو وہی بات سمجھاتا ہوں

موسیٰ علیہ السلام کا توحیدی اعلان: [۱] حضرت موسیٰ علیہ السلام جو توحید کے اختیار کرنے کا طریقہ لوگوں کو بتلاتے تھے،

اِلَّا مَاۤ اَرٰى وَ مَاۤ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾ وَ قَالَ الَّذِيْۤ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾

جو مجھے سوجھی ہے (کہ ان کا قتل مناسب ہے) اور میں تم کو وہی بتاتا ہوں جو بھلائی کی راہ ہے'' ﴿۲۹﴾ اور وہ ۱؎ بولا جو ایمان لایا تھا: ''اے میری قوم! مجھ کو تمہاری نسبت اگلی جماعتوں کے دن کا سا خوف ہے ﴿۳۰﴾

اس کو فرعون نے اوپر کی آیتوں میں فسادی طریقہ بتلایا، اور جس دہریہ طریقہ پر آپ تھا کہ اپنے آپ کو خدا کہلواتا تھا، اور لوگوں کو بت پرستی سکھاتا تھا، اس طریقہ کو اس نے کہا کہ یہ بھلائی کی راہ ہے۔ یہ باتیں فرعون کی کچھ اس سبب سے نہیں تھیں کہ فرعون، یا اس کی قوم کو خدا کی خدائی، یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا کسی طرح یقین نہ آیا ہو، بلکہ نخوت اور تکبر کے سبب سے وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باتوں کو فساد کی باتیں بتلاتے تھے۔

۱؎ اس مسلمان نے کہا جو قوم فرعون میں سے تھا کہ اے لوگو! مجھ کو یہ خوف ہے کہ کہیں تم پر ایسا عذاب نہ آجائے، جیسا کہ اگلی جماعتوں پر آیا۔ جیسے قوم نوح کا حال ہوا تھا، اور قوم عاد اور ثمود کا اور ان لوگوں کا جو ان کے بعد گزرے۔ دیکھو ان لوگوں کے سامنے پیغمبران برحق نے دعوئ نبوت کیا، انہوں نے جھٹلایا، اس کا نتیجہ یہ پایا کہ عذاب الٰہی میں مبتلا ہوئے، کسی پر کسی قسم کا عذاب آیا، کسی پر کسی قسم کا۔ پس اس لئے تم سے کہتا ہوں کہ ذرا سوچ سمجھ کر کام کرو، اگر ان کا قول سچ ہوا، یعنی یہ اگر پیغمبر برحق ہوئے، تو یاد رکھنا کہ سخت بلاؤں میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اپنے کیے کی سزا پاؤ گے، دنیا میں برباد ہوگی، اور دین بھی برباد جاوے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ اللہ تعالیٰ تو کسی پر ظلم کرتا ہی نہیں، ظلم کرنا تو کیسا ظلم کا قصد بھی نہیں کرتا، ہاں وہ عادل ہے۔ ظالموں کو ظلم کی سزا ضرور دیتا ہے، اگر تم ظلم کرو گے، تو اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارو گے''۔ اسی مسلمان نے یہ بھی کہا کہ اے لوگو! میں قیامت کے دن سے خوف کھاتا ہوں، کہ اس روز طرح طرح کی پکاریں مچی ہوں گی، ہر شخص اپنے سرگروہ کے ساتھ، اور ہر جماعت اپنے امام کے ساتھ بلائی جائے گی۔ جنتی دوزخیوں کو، اور دوزخیوں جنتیوں کو پکاریں گے۔ نیک بختوں اور بدبختوں کو پکارا جائے گا، کہ فلاں سعید ہوا، اب کبھی شقی نہ ہوگا، اور فلاں شقی ہو گیا اب کبھی سعید نہ ہوگا۔ اور جس وقت موت ذبح کی جائے گی، اس وقت ندا کی جائے گی کہ اہلِ جنت کو اب ہمیشگی ہے موت نہیں۔ اور اہلِ دوزخ کو اب ہمیشگی ہے موت نہیں۔ آگے فرمایا کہ تم سب کو نشیب و فراز پوری طرح سمجھا چکا، اس پر بھی تم نہ مانو، تو سمجھ لو کہ تمہاری عناد و کجروی کی شامت سے اللہ تعالیٰ نے ارادہ ہی کر لیا ہے، کہ تم کو تمہاری پسند کردہ غلطی اور گمراہی میں پڑا رہنے دے۔ پھر ایسے گمراہ کے سمجھنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے''۔ اس ایماندار شخص نے اپنی نصیحت میں یہ بھی کہا کہ تم پہلے بھی ایسا ہی کر چکے ہو، جب تمہاری ہی قوم میں سے حضرت یوسف علیہ السلام کو پیغمبری ملی، اور وہ معجزات لے کر تمہارے پاس آئے تو انہیں بھی تم نے نہ مانا، ان کی نبوت میں بھی تمہیں شک ہی رہا، یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا، ان کے انتقال کے بعد بھی تم نے کفر کیا،

مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ وَ الَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْؕ وَ مَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَ یٰقَوْمِ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ یَوْمَ التَّنَادِۙ ﴿۳۲﴾ یَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِیْنَۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍۚ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ وَ لَقَدْ جَآءَكُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖؕ حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًاؕ

جیسا دستور گزرا قوم نوح اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں (یعنی قوم لوط وغیرہ) کا اور اللہ بندوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا ﴿۳۱﴾ اور اے میری قوم! مجھ کو تمہاری نسبت اس دن کا اندیشہ ہے جس دن پکار مچے گی (یعنی قیامت) ﴿۳۲﴾ جس دن پیٹھ دے کر بھاگو گے (اور اس وقت) تم کو اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور جس کو اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں ﴿۳۳﴾ اور بیشک اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف (علیہ السلام) روشن نشانیاں لے کر آئے، پس تم اس چیز سے ہمیشہ شک ہی میں رہے، جو وہ تمہارے پاس لائے تھے یہاں تک کہ جب انہوں نے انتقال فرمایا، تم نے کہا: ''ہرگز اللہ اس کے بعد کوئی پیغمبر نہیں بھیجے گا۔

اور کہا کہ نہ یوسف علیہ السلام رسول تھے، نہ اب بعد میں کوئی رسول آئے گا۔ اس سے بڑھ کر گمراہی اور سرکشی کیا ہوگی حضرت یوسف علیہ السلام نے مُردہ گھوڑے کو زندہ کر دکھایا، چھوٹے سے بچے نے ان کی پاکدامنی پر گواہی دی، ایسے ایسے معجزوں کو بھی جھوٹا سمجھا۔ اب اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے ید بیضا اور عصا وغیرہ معجزات باہرہ دیکھتے ہو اور جھٹلاتے ہو، یہ سخت گمراہی ہے اور جو لوگ اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں، اور یوں بغیر سمجھے بوجھے بغیر حجت کے حجتی بننا سراسر حماقت ہے۔ اور جو رسول و قرآن کو جھٹلاتے ہیں، قیامت کے دن ان پر خدا کا بہت ہی بڑا غصہ ہوگا۔ اور یہ اللہ کے نزدیک اور اللہ کے ماننے والوں کے نزدیک، بہت بڑی ہلاکت کی بات ہے۔ اور سخت نازیبا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر متکبر ظالم کے دل پر مہر بھی کر دیتا ہے، جس کی وجہ سے حق بات ماننے کی دل میں صلاحیت نہیں ہوتی۔ اس میں کافروں کو تنبیہ ہے کہ قوم فرعون پر کچھ موقوف نہیں، تمہارے دلوں پر بھی مہر ہو گئی ہے۔ جیسا ان کا انجام خراب ہوا، تمہارا بھی ویسا ہی ہوگا۔

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾

اسی طرح سے اللہ گمراہ کرتا ہے اس کو جو حد سے گزرنے والا ہے، شک لانے والا ہے ﴿۳۴﴾ جو لوگ اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی دلیل کے جھگڑا کرتے ہیں کہ ان کے پاس آئی ہو (ان کا یہ جھگڑنا) اللہ کے نزدیک اور ایمان والوں کے نزدیک سخت نفرت کی بات ہے، اور اللہ اسی طرح مہر کر دیتا ہے ہر تکبر کرنے والے سرکش کے پورے دل پر ﴿۳۵﴾ اور فرعون [۱] نے کہا: ''اے ہامان! میرے لئے ایک اونچا محل بنا شاید میں ان رستوں تک پہنچ جاؤں ﴿۳۶﴾ (یعنی) آسمانوں کے رستوں میں تا کہ میں موسیٰ (علیہ السلام) کے خدا کو جھانک کر دیکھوں اور بیشک میں تو موسیٰ (علیہ السلام) کو جھوٹا سمجھتا ہوں'' اور اسی طرح فرعون کی نگاہ میں اس کے برے کام بھلے کر دکھائے گئے اور وہ ثواب کی راہ سے روکا گیا تھا اور فرعون کا داؤں (مکر وفریب) ہلاک ہونے ہی کو تھا ﴿۳۷﴾

فرعون کی نافرمانی

[۱] فرعون نے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ میرے لئے ایک اونچا محل تیار کر، تاکہ میں اس پر چڑھ کر آسمان کے رستوں میں پہنچوں، وہاں چڑھ کر ذرا دیکھوں تو سہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خدا کیسا ہے، اور میں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔ مجھے تو یہ بھی یقین نہیں کہ میرے سوا کوئی اور خدا بھی ہے۔ فرعون نے اپنے آپ کو خدا کہلوایا، اور بت پرستی پھیلائی، اور شریعت موسوی کی باتوں کو خرابی کی باتیں بتلاتا، اور اپنے ان سب برے کاموں کو اچھا جانتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زندہ رہنے کے داؤ کیلئے فرعون نے بنی اسرائیل کے ہزاروں لڑکے قتل کرائے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب

وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ ۫ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾

اور وہ ۱؎ ایمان والا بولا: ''اے میری قوم! میری پیروی کرو میں تم کو بھلائی کا رستہ دکھاؤں ﴿۳۸﴾ اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگانی محض چند روزہ برتنے کے لئے ہے اور بیشک ہمیشہ ٹھہرنے کا مقام تو آخرت ہی ہے ﴿۳۹﴾

آنے کے داؤ کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا مقابلہ کرایا۔ آسمان پر چڑھنے کیلئے اونچا محل بنانے کا حکم دیا، کسی داؤ میں اس کو کچھ کامیابی نہیں ہوئی۔ اسی واسطے فرمایا فرعون کا جو داؤ تھا وہ مرنے اور تباہی کا تھا۔

۱؎ سورۃ الاعراف (پارہ ۹) میں گزر چکا ہے کہ قوم فرعون پر طوفان کی، ٹڈیوں کی، مینڈکوں کی، غرض طرح طرح کی آفتیں آئیں، اور فرعون اس طرح کا جھوٹا خدا تھا کہ اس سے کوئی آفت نہیں ٹالی گئی، آخر ہر آفت کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی التجا کی گئی، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک آفت کو ٹالا۔ اسی بات کو ایماندار شخص نے ہر ایک آفت کو سمجھایا کہ جس طریقہ کو فرعون بھلائی کا طریقہ بتلا رہا ہے، اس طریقہ میں ہرگز کچھ بھلائی نہیں ہے۔ کیونکہ اس طریقہ میں اگر کچھ بھلائی ہوتی تو ان آفتوں کے وقت کچھ بھلائی ضرور پہنچتی۔ ہاں جس طریقہ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نصیحت کرتے ہیں، بھلائی کا طریقہ وہ ہے کہ اس کے طفیل تمہاری سب آفتیں رفع دفع ہوگئیں۔ فرعون نے اپنی قوم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی سے روکنے کیلئے اپنے آپ کو مصر کا بادشاہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تنگ دست، اور بے عزت کہا۔ اس بات کو ایماندار شخص نے قوم کے لوگوں کو یوں سمجھایا کہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے، فرعون جیسے بہت سے بادشاہ ہوئے اور مٹ گئے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طریقہ پر چلنے سے آخرت کی جن راحتوں کا وعدہ ہے، ان کو ہمیشگی ہے، اب تم ایمان لاؤ کفر چھوڑو۔ اس لئے کہ جو دنیا میں برے کام کرے گا کفر اختیار کرے گا تو اس کو برا ہی بدلہ ملے گا یعنی دوزخ، اور جو مرد عورت اچھے کام کرے خالصاً اللہ بشرطیکہ مسلمان ہو، اخلاص والا ہو، تو وہ اچھا بدلہ پائیں گے۔ جنت میں داخل ہوں گے، وہاں طرح طرح کے رزق دیئے جائیں گے، اور بے حساب روزی ملے گی۔ اب اے قوم کے لوگو! تم ہی ذرا غور کرو کہ جس طریقہ کی میں نصیحت کر رہا ہوں، وہ طریقہ نجات کا ہے۔ کہ اپنی پیدائش کو آنکھ سے دیکھ کر پیدا کرنے والے کی ہستی کا انکار کیا جاوے، فرعون کو خدا مانا جاوے، جس کے خدا ٹھہرانے کی میرے پاس کچھ سند نہیں۔ اور اللہ کے معبود ہونے کی سند تو تم کو معلوم ہے کہ وہ اپنی بادشاہت میں ایسا زبردست ہے کہ اس کی آفتوں کو سوا اس کے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ قصور معاف کرنے والا وہ ایسا ہے کہ ہر ایک آفت کے ٹل جانے پر تم نے اسکو معبود ٹھہرانے کا اقرار کیا۔ اور اس نے فقط اس اقرار پر تمہارے پچھلے قصوروں سے درگذر فرما کر ہر ایک آفت کو ٹال دیا۔ غرض اب تک کے بیان سے جو حق بات ثابت ہوئی وہ یہی ہے کہ جس طریقہ کو فرعون نے بھلائی کا طریقہ بتلایا ہے، اس طریقہ کی بھلائی کا دنیا اور آخرت میں کہیں پتہ نہیں لگتا۔ دنیا کی بھلائی کی ناامیدی کے حال تو تم کو دنیا کی

مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۫ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ

جو شخص برا کام کرے گا تو اس کو تو اسی کے برابر ہی بدلہ دیا جائے گا، اور وہ جو کوئی نیک کام کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان، پس وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے، وہاں ان کو بے حساب رزق دیا جائے گا ﴿۴۰﴾ اور اے میری قوم! مجھے کیا ہوا میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھ کو دوزخ کی طرف بلاتے ہو ﴿۴۱﴾ تم مجھے اس طرف بلاتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں اور خدا کے ساتھ اس چیز کو شریک کروں جس کی حقیقت کا مجھے علم نہیں، اور میں تم کو خدائے غالب بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں ﴿۴۲﴾ یقینی بات ہے تم مجھ کو جس کی طرف بلاتے ہو اس کا بلاوا قبول کرنے کے لائق نہیں، نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔

آفتوں کے وقت معلوم ہو گئے۔ اب تم اس پر خود غور کر لو کہ جو جھوٹا خدا دنیا کی آفتوں کے ٹالنے میں عاجز ٹھہرا۔ اس سے کیا اُمید ہو سکتی ہے۔ کہ جب ہم سب اللہ کے روبرو سزا و جزا کے لئے حاضر ہوں گے، اور نافرمان لوگوں کی سزا دوزخ کی آگ قرار پاوے گی، تو کیا اس عاجز خدا میں اس عذاب کے ٹال دینے کی طاقت پیدا ہو جاوے گی۔ اب تو اے قوم کے لوگو! تم میری باتوں کو اوپری دل سے سنتے ہو، مگر آگے جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے یاد کرو گے۔ آخر کو اس ایماندار شخص نے اپنا انجام اللہ کے سپرد کیا، اور کہہ دیا کہ سب بندوں کا احوال اللہ ہی کو معلوم ہے۔ تفسیر مقاتل میں ہے کہ اس ایماندار شخص کی نصیحت سے غصہ ہو کر اس کو مار ڈالنا چاہا، وہ پہاڑ کی طرف چلا گیا، اور وہاں نماز میں مشغول ہو گیا۔ فرعون نے ہزار آدمی اس کی جستجو میں بھیجے، اللہ تعالیٰ نے درندے اس کی حفاظت پر مامور کر دیئے۔ جو فرعونی اس کی طرف آیا، درندوں نے اس کو ہلاک کیا اور جو واپس گیا اس نے فرعون سے حال بیان کیا۔ فرعون نے اسکو سولی دے دی تاکہ یہ حال مشہور نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس ایماندار شخص کو قوم کے لوگوں کی برائی سے بچایا، اور ایسی ایسی زیادتیوں کی سزا میں فرعون اور اس کی قوم کو ڈبو کر ہلاک کر دیا۔

وَ اَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَ اَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ۚ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾

اور بیشک ہم کو خدا کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور بیشک جو لوگ حد سے گزرنے والے ہیں وہی دوزخی ہیں ﴿۴۳﴾ پس جلد وہ وقت آتا ہے کہ جو میں تم سے کہتا ہوں اسے یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بیشک اللہ اپنے بندوں کے احوال کو (خوب) دیکھتا ہے'' ﴿۴۴﴾ پھر اللہ نے اس کو (یعنی مومن کو موسیٰ کے ساتھ) ان کے فریبوں کی برائی سے بچالیا اور فرعون والوں کو (مع فرعون کے) سخت عذاب نے آگھیرا ﴿۴۵﴾ وہ[1] آگ جس پر صبح اور شام پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، حکم ہوگا فرعون والوں کو (مع فرعون کے) سخت تر عذاب میں داخل کرو ﴿۴۶﴾

عذابِ قبر کا بیان

[1] حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا فرعونیوں کی روحیں سیاہ پرندوں کے قالب میں ہر روز دو مرتبہ صبح وشام آگ پر پیش کی جاتی ہیں، اور ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ آگ تمہارا مقام ہے، اور قیامت تک ان کے ساتھ یہی معمول رہے گا، اور قیامت کے دن اللہ فرشتوں کو حکم کرے گا کہ لو آج فرعون اور اس کی قوم کو نہایت سخت عذاب میں نیچے کے طبقے میں داخل کرو۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ ہر مرنے والے پر اس کا مقام صبح وشام پیش کیا جاتا ہے جنتی پر جنت کا، اور دوزخی پر دوزخ کا۔ اور اس سے کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن اس ٹھکانے میں جانے کیلئے ہر ایک شخص کو دوبارہ زندہ کیا جاوے گا، اور عذاب قبر جسم اور روح دونوں پر ہوتا ہے۔ صحیح حدیثوں سے منکر نکیر کے سوال وجواب کے وقت روح کا مردہ کے جسم میں پھر آنا پایا جاتا ہے، اور اس وقت کے عذاب کا ذکر جو کچھ حدیث میں آیا مثلاً قبر کا بھینچنا دونوں کانوں کے بیچ میں فرشتوں کا گرز مارنا، اس سے بھی روح اور جسم دونوں پر عذابِ قبر کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔

وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ ع

اور (یاد دلاؤ) جبکہ کفار^۱ دوزخ میں آپس میں جھگڑیں گے تو کمزور لوگ سرکشوں سے کہیں گے: "بیشک ہم (دنیا میں) تمہارے تابع تھے تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ دفع کرنے والے ہو" ﴿۴۷﴾ وہ سرکش کہیں گے کہ ہم سب دوزخ میں ہیں (ہم تمہارے ساتھ کچھ کام نہیں کر سکتے) بیشک اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ فرما چکا ہے ﴿۴۸﴾ اور جو آگ میں ہیں جہنم کے داروغوں سے کہیں گے کہ تم اپنے پروردگار کی جناب میں دعا کرو کہ ہم پر عذاب کا ایک دن ہلکا کر دے ﴿۴۹﴾ داروغہ کہیں گے: "کیا تمہارے پاس تمہارے رسول معجزات لے کر نہ آئے تھے"، کہیں گے: "ہاں آئے تھے"، داروغہ کہیں گے: "پس تم ہی دعا کرو" (ہم کافر کے حق میں دعا نہ کریں گے) اور کافروں کی دعا نہیں مگر تباہی کو ﴿۵۰﴾

^۱ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنی قوم سے جہنم کے اندر کفار کے آپس میں جھگڑنے کا حال ذکر فرمایئے کہ جب سب کفار دوزخ میں جمع ہوں گے، تو آپس میں جھگڑا کریں گے۔ کمزور لوگ سرکشوں سے کہیں گے کہ ہم تو دنیا میں تمہارے تابعدار تھے، اور تمہاری بدولت ہی کافر بنے۔ اب اتنا کرو کہ کوئی حصہ عذاب کا ہم سے دفع ہو۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم سب اس میں مبتلا ہیں، ہم عذاب کا کوئی حصہ دفع نہیں کر سکتے۔ اللہ فیصلہ کر چکا اپنے بندوں کے حق میں کہ ایمانداروں کو اس نے جنت میں داخل کر دیا، اور کافروں کو جہنم میں۔ جو ہونا تھا ہو چکا، جب دوزخیوں پر عذاب کی سختی ہوگی، اور صبر باقی نہ رہے گا، اور خدا کو پکارتے پکارتے تھک جائیں گے، تو دوزخ کے داروغہ سے کہیں گے کہ تم اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہم سے کچھ عذاب کم کر دے۔ جتنا دنیا کا دن ہوتا تھا اتنی ہی دیر مہلت مل جائے۔ داروغہ ان کو جواب دیں گے کہ کیا تمہارے پاس خدا کے رسول نہیں آئے تھے، کیا انہوں نے ظاہر معجزات پیش نہ کئے تھے۔ کہیں گے: "کیوں نہیں"، تب داروغہ ان سے کہیں گے: "تم خود دعا کرو

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿٥١﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿٥٢﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿٥٣﴾ هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿٥٤﴾

بیشک ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں ضرور مدد کریں گے اور اس روز بھی کہ گواہ کھڑے ہوں گے (یعنی قیامت کے دن) ﴿۵۱﴾ جس دن ظالموں (یعنی کافروں) کو ان کا عذر کرنا کچھ فائدہ نہ دے گا، اور ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر (یعنی جہنم) ہے ﴿۵۲﴾ اور بیشک ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو رہنمائی (یعنی توریت اور معجزات) عطا فرمائی اور ہم نے بنی اسرائیل [۱] کو اس کتاب (یعنی توریت) کا وارث کیا ﴿۵۳﴾ عقلمندوں کی ہدایت اور نصیحت کے لئے ﴿۵۴﴾

ہم کافروں کے حق میں دعا نہ کریں گے، اور نہ ہم اس عذاب سے تمہاری رہائی چاہتے ہیں۔ ہم تم سے بہت بیزار ہیں، اس قدر تم کو جتائے دیتے ہیں کہ تم دعا کرو یا نہ کرو، دونوں یکساں ہیں۔ کیونکہ کافروں کی دعا لائق قبول ہونے کے نہیں بالکل بیکار بے اثر ہے"۔

[۱] اس آیت میں فرمایا کہ ہم اپنے پیغمبروں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے، دنیا میں مدد کریں گے' ان کو غلبہ عطا فرمائیں گے، اور اس دن بھی جس دن گواہ کھڑے ہوں گے، یعنی قیامت کے دن کہ ملائکہ رسولوں کی تبلیغ، اور کفار کی تکذیب کی گواہی دیں گے، اب ان گواہوں کے بعد کافروں کا کوئی عذر نہ سنا جاوے گا، اور رحمتِ الٰہی سے محروم کیا جا کر، دوزخ میں ان کو جھونک دیا جاوے گا۔

منکرین کا ذکر

[۲] ان آیتوں میں فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی، یعنی توریت جو کتاب ہدایت تھی، اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا، اس سبب سے، کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کی کتاب، اور رسول کی تابعداری پر صبر کیا، اور جس کتاب کے وہ وارث کئے گئے، اس میں ان کیلئے ہدایت اور نصیحت ہے۔ کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے عقلِ کامل عطا فرمائی۔ اب آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کفار کی زبان درازی اور فریب بازی پر صبر کیجئے۔ خدا کا وعدہ حق و یقین ہے، ضرور تمہاری اور تمہارے ساتھ کے مسلمانوں کی مدد ہوگی۔ اور دشمن ہلاک ہوں گے، اور خدا سے اپنی امت کے واسطے استغفار

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۵۶﴾ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

پس (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) تم کافروں کی ایذا پر صبر کرو، بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور اپنوں (یعنی اپنی امت) کے گناہوں کی معافی چاہو اور اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ صبح اور شام تسبیح کرو ﴿۵۵﴾ بیشک وہ (کفار) جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں بغیر کسی دلیل کے کہ ان کے پاس آئی ہو، نہیں ہے ان کے دلوں میں مگر برائی کی ہوس کہ وہ وہاں تک پہنچنے والے نہیں، بس تم اللہ کی پناہ مانگو، بیشک وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے ﴿۵۶﴾ بیشک [۱] آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا آدمیوں کے (دوبارہ) پیدا کرنے سے بہت بڑا کام ہے ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۵۷﴾

اور بخشش چاہیں اور ہمیشہ رات دن صبح وشام اپنے پروردگار کی تسبیح وتعریف کریں۔ ظاہر وباطن میں اس کی یاد سے غافل نہ ہوں، پھر اللہ کی مدد یقینی ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب بنا کر ساری اُمت کو سنایا۔ آگے فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! جو لوگ خدا کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں، یعنی رسول وقرآن کو نہیں مانتے، جھوٹے خیالات پکاتے ہیں، بغیر سند کے طرح طرح کے جھگڑے نکالتے ہیں، وہ بڑے متکبر غروری ہیں۔ ان کا یہی تکبر ان کی تکذیب وانکار، اور کفر کے اختیار کرنے کا باعث ہوا، کہ انہوں نے یہ گوارا نہ کیا کہ کوئی ان سے اونچا ہو۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت کی بایں خیال فاسد کہ اگر آپ کو نبی مان لیں گے، تو اپنی بڑائی جاتی رہے گی، اور اُمتی اور چھوٹا بننا پڑے گا، اور ہوس رکھتے ہیں بڑے بننے کی، ہرگز ہرگز بڑائی میسر نہ آئے گی، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت وانکار ان کے حق میں ذلت اور رسوائی کا سبب ہوگا، اور اللہ تعالیٰ ان کے غرور اور تکبر کی باتیں سنتا ہے، اور ان کے اعمال بد کو دیکھ رہا ہے، اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ وقت مقررہ پر ان سب باتوں کا فیصلہ ہو جاوے گا۔

[۱] **شان نزول:** یہ آیت منکرین بعثت کے رد میں نازل ہوئی۔ فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کا بنانا آدمی کے پیدا کرنے سے بڑھ کر ہے، لیکن اکثر لوگ اسے جانتے نہیں۔ یہ اشارہ ان کفار کی طرف ہے جو قرآن کے منکر اس وجہ سے تھے کہ اس میں قیامت کا ذکر ہے۔ ان کو قیامت کا اعتقاد نہ تھا، اور مُردہ کا زندہ ہونا ان کو محال نظر آتا تھا۔ ان کو جتایا جاتا ہے کہ جس خالق نے

وَ مَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ ۙ۬ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ لَا الْمُسِيْٓءُ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ ع

اور لے اندھا (یعنی جاہل) اور آنکھوں والا (یعنی عالم) برابر نہیں، اور نہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور نہ بدکار برابر ہیں، تم لوگ بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو ﴿۵۸﴾ بیشک قیامت ضرور آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں ولیکن اکثر لوگ یقین نہیں رکھتے ہیں ﴿۵۹﴾ اور تمہارے پروردگار نے فرمایا: "تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، بیشک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، وہ عنقریب ذلیل ہو کر دوزخ میں داخل ہوں گے" ﴿۶۰﴾

آسمان اور زمین کو پیدا کر دیا، اسے آدمی کا پیدا کرنا مشکل ہے، اور آدمی بھی ہزاروں پیدا کر دیے، جس نے ایک بار پیدا کر دیئے، اسے دوسری بار پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

لے ان آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں۔ اسی طرح ایماندار نیک کردار اور کافر بدکار برابر نہیں، کیونکہ ایماندار شخص جو نہایت بصیرت کے ساتھ صراط مستقیم کو دیکھتا اور سمجھتا ہے، اور اللہ کی قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر اور اللہ کو پہچانتا ہے، اور کافر اندھے جسے حق کا سیدھا راستہ نہیں سوجھتا، اور قدرت کی نشانیوں کو نہیں دیکھتا، کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ان کا اندھا پن اسلیئے ہے کہ یہ اللہ کی دی ہوئی سمجھ سے کام نہیں لیتے، اگر ذرا بھی سمجھ سے کام لیویں تو بت پرستی، حشر کے انکار اور ایسی اور نافرمانی کی باتوں کی برائی ان کو اچھی طرح سب کھل جاوے۔ پھر فرمایا کہ ان میں کے اکثر لوگ حشر کے منکر ہیں تو ہوں، ان کے انکار سے انتظام الٰہی کچھ پلٹ نہیں سکتا۔ بلکہ انتظام الٰہی کے موافق سزا و جزا کیلئے دوبارہ زندہ کرنے کی قیامت ضرور آنے والی ہے۔ کسی کے انکار سے اس کا آنا رک نہیں سکتا، اس واسطے اللہ کا حکم سب بندوں کو یہی ہے کہ وہ خالص دل سے اللہ کی عبادت کریں، جو کوئی اس حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ آیت میں دعاء کے معنی "عبادت" کے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے الدعاء ھو العبادۃ (ابوداؤد، ترمذی) اس تقدیر پر آیت کے معنی یہ ہونگے کہ تم میری عبادت کرو میں تمہیں ثواب دوں گا۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ یُؤْفَكُ الَّذِیْنَ كَانُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ

وقف لازم

اللہ وہ ہے کہ جس نے تمہارے لئے رات کو پیدا کیا تاکہ اس میں آرام کرو، اور دن دیکھنے کے لئے روشن پیدا کیا، بیشک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے ولیکن اکثر لوگ (ان نعمتوں کا) شکر نہیں کرتے ﴿۶۱﴾ وہ ہے اللہ تمہارا پروردگار، ہر چیز کا پیدا کرنے والا، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس (تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر) کہاں اوندھے جاتے ہو ﴿۶۲﴾ اسی طرح وہ لوگ بھی اوندھے چلا کرتے تھے جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے ﴿۶۳﴾ [1] اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو قرارگاہ اور آسمانوں کو (مثل) چھت (کے) بنایا اور تمہاری صورت بنائی تو تمہاری صورتیں اچھی بنائیں اور تم کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار۔

[1] ان آیتوں میں مثال کے طور پر سمجھانے کے لئے رات دن کے پیدا کرنے کا فضل اور احسان جتایا کہ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے رات پیدا کی، کہ تم اس میں تسکین و آرام پاؤ، اور دن پیدا کیا کہ چلو پھر کام دھندا کرو، روشنی میں جو کام چاہو انجام دو۔ اللہ آدمیوں پر فضل و احسان والا ہے مگر اکثر آدمی شکر نہیں کرتے، ایمان نہیں لاتے۔ خدا ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے سب سے برتر ہے، سوائے اس کے کوئی معبود خالق نہیں۔ غور کرو کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو اور انسان کی ضرورت کی ہر چیز کو اس طرح پیدا کیا کہ اس میں اس کا کوئی شریک نہیں، تو پھر یہ کافر لوگ اپنے پیدا کرنیوالے کی عبادت سے کیوں پھرے ہوئے ہیں۔ کیا انکو معلوم نہیں کہ ان کی عادتوں کے لوگ ان سے پہلے گذر چکے ہیں، اور ان کا انجام جو کچھ ہوا وہ ان کو کئی دفعہ سنا دیا گیا ہے کہ آخر طرح طرح کے عذابوں سے وہ ہلاک ہوگئے۔ اگر یہ لوگ ان کے قدم بقدم رہے تو یہی انجام انکا ہوگا۔

اللہ کی قدرت کی نشانیاں: [2] اوپر کی آیت کے بعد دوسرے فضل اور احسان کا ذکر فرمایا کہ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٥﴾ قُلْ اِنِّىْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِىَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ۡ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٦﴾

پس بڑی برکت والا ہے اللہ جو سارے جہان کا پروردگار ہے ﴿۶۴﴾ وہی (ہمیشہ ہمیشہ) زندہ (رہنے والا) ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم خالص اس کے بندے ہو کر اس کی عبادت کرو، سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہان کا پروردگار ہے ﴿۶۵﴾ تم (ان مشرکین سے)[۱] فرماؤ: ''بیشک میں منع کیا گیا ہوں اس سے کہ میں ان کی پرستش کروں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو جب کہ میرے پاس میرے پروردگار کی طرف سے روشن دلیلیں آئیں اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں رب العالمین کی تابعداری کروں'' ﴿۶۶﴾

لئے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ مثل بچھونے کے بنایا تاکہ تم اس پر چلو پھرو، سوؤ بیٹھو، ہر ایک طرح کا آرام حاصل کرو۔ پہاڑوں کی میخوں سے اس کو ایسا مضبوط جما دیا کہ ہل نہیں سکتی، ورنہ تم کو اس پر رہنا مشکل ہو جاتا، اور آسمان کو تمہارے لئے مثل چھت کے بنا دیا۔ اے انسانو! تمہاری ماؤں کے شکموں میں صورتیں بنائیں، اور ان کو نہایت عمدہ طریقہ سے بنا کر سنوارا۔ یعنی حیوانات کی نسبت انسان کی شکل خوبصورت پیدا فرمائی، اور تم کو مزیدار چیزیں کھلائیں یعنی جانوروں کی خوراک کے اعتبار سے انسان کی خوراک عمدہ پیدا فرمائی، یا یہ کہ حلال کھانا دیا۔ یہ تمہارا خدا ہے جس نے تم پر ایسے ایسے احسانات کئے، پس اس کا شکر ادا کرو۔ وہ بڑی عظمت و برکت والا خدا ہے، سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔ سب حیوان و انسان وغیرہ کا وہی اللہ ہے، جو ہمیشہ سے زندہ ہے، اور ہمیشہ زندہ رہے گا، اسکے سوائے کوئی معبود نہیں۔ پس اے بندو! اسی کی بخلوص دل عبادت کرو، سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہان کا پروردگار ہے۔

[۱] **شانِ نزول:** کفار نابکار نے براہ جہالت و گمراہی اپنے دین باطل کی طرف حضور پرنور سید عالم ﷺ کو دعوت دی تھی۔ اور آپ سے بت پرستی کی درخواست کی تھی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوْۤا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ الَّذِیْ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ ع

وہی ہے کہ جس ۱؎ نے تم کو (یعنی آدم کو) مٹی سے بنایا، پھر نطفہ سے، پھر خون کی پھٹک سے، پھر تم کو بچہ بنا کر (اس کے پیٹ سے) نکالتا ہے، پھر تمہیں باقی رکھتا ہے کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو، پھر باقی رکھتا ہے کہ تم بوڑھے ہو اور تم میں سے کوئی پہلے ہی اٹھا لیا جاتا ہے اور باقی رکھتا ہے کہ تم ایک وعدہ مقررہ تک پہنچو اور (یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا ہے) تاکہ تم سمجھو ﴿۶۷﴾ وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ پس جب کسی چیز کو پیدا کرتا ہے تو اس کو یہی کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ فوراً ہو جاتی ہے ﴿۶۸﴾

۱؎ وہ پروردگار جس نے تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو خاک سے بنایا، پھر تناسل کا سلسلہ یوں قائم کیا کہ تم کو منی کے قطرہ سے پیدا کرتا ہے، پھر اس قطرۂ منی کو خون کی پھٹکی بنا دیتا ہے، پھر سب اعضاء درست کیے جاتے ہیں، پھر جان ڈالی جاتی ہے۔ پھر بچہ ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے، پھر جوان بنتا ہے، پھر بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اس تمام عمر میں کس قدر قدرت اللہ کی ظاہر ہوتی ہے، اور کس قدر احسان اللہ کے بندوں پر ہوتے ہیں۔ اگر انصاف کی آنکھیں میسر ہوں تو بار احسان سے سر نہ اٹھا سکے۔ ہر وقت اللہ کی عبادت میں رہے، دنیا کے کاروبار سے نفرت ہو جائے، اللہ کی یاد سے رغبت ہو جائے۔ اولیاء اللہ جو دنیا سے بیزار ہو جاتے ہیں، یہی سبب ہے کہ وہ ان معاملات کو غور کر کے دیکھتے ہیں، اور اللہ کی قدر پہچانتے ہیں۔ ہم لوگ فرائض سے بھی قاصر ہیں۔ آگے ارشاد فرماتا ہے کہ "تم میں سے بعض ایسے ہیں کہ وہ بڑھاپے سے قبل ہی مر جاتے ہیں، کوئی ماں کے پیٹ میں مرا، اور کوئی بچپن میں، کوئی لڑکپن میں اور کوئی جوانی میں مر جاتا ہے۔ ہر ایک کے لیے معیاد مقرر ہے۔ اس معیاد میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ اور سب کی موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ تاکہ تم خالق کی قدرت پر غور کرو اور انواع قدرت کو دیکھ کر اس کو خالق اور معبود مانو۔ اب اُن منکرین حشر کو یہ سمجھنا چاہیے کہ جس صاحب قدرت نے انسان کی پہلی پیدائش میں اپنی یہ قدرت دکھائی اس کی قدرت کے آگے یہ کیا مشکل ہے کہ وہ مٹی سے دوبارہ پتلا بنا کر اسی پتلے میں روح پھونک دے۔ پھر فرمایا پہلی

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِؕ اَنّٰى یُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَ بِمَاۤ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ۫ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُؕ یُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾

کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں وہ (دین حق اور ایمان سے) کہاں پھرے جاتے ہیں ﴿۶۹﴾ جن لوگوں نے اس کتاب (یعنی قرآن) کو جھٹلایا اور ۱؎ جو کچھ ہم نے رسولوں کیساتھ بھیجا پس وہ عنقریب (اپنی تکذیب کا انجام) جان جائیں گے ﴿۷۰﴾ جب طوق ہوں گے انکی گردنوں میں اور زنجیریں گھسیٹے جائیں گے ﴿۷۱﴾

دفعہ کا جینا اور مرنا جو اللہ کے حکم سے ہے وہ تو سب کی آنکھوں کے سامنے ہے، دوبارہ جینے کو یہ لوگ مشکل جانتے ہیں اللہ کے حکم کے آگے کوئی چیز مشکل نہیں ہے۔ کیونکہ جس کام کے ہوجانے کے لئے اس کا حکم ہو وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

مشرکوں کی ہٹ دھرمی

۱؎ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں اپنے رسول ﷺ سے فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ باوجود اس طرح تفصیل سے سمجھانے کے بھی یہ مشرک لوگ کس طرح کی ہٹ دھرمی کرتے ہیں، اور اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالے جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ابھی ان مشرکوں کو اس ہٹ دھرمی کے جھگڑوں کا انجام کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ جس وقت اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کے جرم میں ان لوگوں کو مجرموں کی طرح طوق اور زنجیر میں جکڑ کر دوزخ میں ڈالا جاوے گا، اس وقت ان کو اس ہٹ دھرمی کی سب حقیقت کھل جاوے گی پھر فرمایا کہ جن بتوں کی مذمت سے چڑ کر یہ لوگ آج اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں، کل قیامت کے دن جب یہ مشرک اللہ کے روبرو کھڑے ہوں گے۔ تو ان بتوں کے معبود بنانے سے صاف منکر ہو جائیں گے۔ اور ان کا وہ انکار کچھ کام نہ آئے گا اور دوزخ میں ان کو جتلایا جاوے گا کہ دنیا میں ہٹ دھرمی، اور ناحق طور پر جو تم اتراتے تھے، اور اللہ کی آیتوں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے، آج یہ اسی کا خمیازہ تم کو بھگتنا پڑا۔ پھر اپنے محبوب ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ ان مشرکوں کے بیجا جھگڑے پر صبر کرنا چاہئے، کیونکہ ان مشرکوں پر انکے بے جا جھگڑوں کا وبال اللہ کے وعدہ کے موافق دنیا میں پڑنے والا ہے۔ فقط وقت مقررہ آنے کی دیر ہے، وقت مقررہ آتے ہی یہ مشرک زیر ہو جائیں گے، اور اللہ کے رسول ﷺ کا بول بالا ہوگا۔ اور اگر دنیا کے وبال سے بعضے لوگ ان میں سے بچ گئے، اور کفر کی حالت میں مر گئے، تو وہ عاقبت کے عذاب میں پکڑے جاویں گے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے بہت سے مشرک تو آنحضرت ﷺ کے روبرو ہی زیر ہو گئے۔ پھر صحابہ کے زمانہ میں بہت سے ملک فتح ہوئے، اور جو لوگ حالت کفر پر رہے، ان کا دین و دنیا کا انجام یہ ہوا کہ دنیا میں یہ لوگ نہایت ذلت سے مارے گئے، اور مرتے ہی آخرت کے عذاب میں گرفتار ہو گئے۔

فِي الْحَمِيمِ ۙ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ﴿٧٢﴾ ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٧٣﴾ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَل لَّمْ نَكُن نَّدْعُو مِن قَبْلُ شَيْئًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ﴿٧٤﴾ ذَٰلِكُم بِمَا كُنتُمْ تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَمْرَحُونَ ﴿٧٥﴾ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٧٦﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۚ فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿٧٧﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۗ

کھولتے پانی میں، پھر آگ میں دہکائے جائیں گے ﴿٧٢﴾ پھر ان سے کہا جائے گا جن کو تم اللہ کے سوا شریک مقرر کرتے تھے ﴿٧٣﴾ کہاں گئے، کہیں گے وہ تو ہماری نظر سے گم ہو گئے بلکہ ہم اس سے پہلے ہرگز کچھ نہیں پوجتے تھے اللہ کافروں کو اسی طرح گمراہ کرتا ہے ﴿٧٤﴾ یہ عذاب اس سبب سے ہے کہ تم دنیا میں باطل پر خوش ہوتے تھے اور اس سبب سے ہے کہ تم اتراتے تھے ﴿٧٥﴾ (اب) جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ رہنے کو، پس کیا ہی بری جگہ ہے غرور کرنے والوں کی ﴿٧٦﴾ پس تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے، پس اگر ہم تمہیں (تمہاری وفات سے پہلے) کچھ وہ چیز جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے دکھا دیں، یا تم کو (اس سے) پہلے ہی وفات دیں پس انہیں ہماری طرف پھرنا ہے ﴿٧٧﴾ اور [1] بیشک ہم نے تم سے پہلے بہت سے رسول بھیجے، بعض ان میں سے وہ ہیں کہ ان کا احوال ہم نے تم سے بیان کر دیا اور ان میں سے بعض وہ ہیں کہ ان کا احوال ہم نے تم سے بیان نہیں کیا۔

[1] اللہ تعالیٰ نے پچھلے نبیوں اور رسولوں کا تذکرہ فرما کر آنحضرت ﷺ کی تسکین فرمائی کہ ہمیشہ سے اللہ کے نبی اور رسول آتے رہے، اور منکر لوگ ان سے جھگڑا کرتے آئے ہیں۔ اور وہ وقت مقررہ آنے کے ساتھ ہی اس طرح فیصلہ اللہ کی طرف

وَ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾ ع اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَ لِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَ عَلَيْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ ؕ وَ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾

اور کسی ۱؎ رسول کو مقدور نہ تھا کہ اللہ کے بغیر حکم کوئی نشانی لے آئے، پس جس وقت اللہ کا حکم آئے گا تو انصاف سے فیصلہ کر دیا جائے گا اور اس وقت اہل باطل نقصان میں رہیں گے ﴿۷۸﴾ اللہ وہ ۲؎ ہے کہ جس نے تمہارے لئے چوپائے پیدا کئے تا کہ تم ان میں سے کسی پر سوار ہو اور کسی کا گوشت کھاؤ ﴿۷۹﴾ اور تمہارے لئے ان میں کتنے ہی فائدے ہیں اور (اسلئے بنائے) تا کہ تم ان پر سوار ہو کر اپنے مقصد تک پہنچو جو تمہارے دل میں ہے اور ان پر (خشکی میں) اور کشتیوں پر (دریا میں) سوار ہوتے ہو ﴿۸۰﴾ اور ۳؎ خدا تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے پس اللہ کی کس کس نشانیوں کا انکار کرو گے؟ ﴿۸۱﴾

سے ہوا ہے، جس سے منکروں کو بڑا نقصان پہنچا ہے۔ اور بعضے پچھلے نبی اور رسولوں کا حال تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں مثال کے طور پر جگہ جگہ ذکر فرمایا ہے، اور کتنے نبی اور رسولوں کا ذکر بھی نہیں فرمایا۔

۱؎ **شان نزول:** کافر مسخراپن کے طور پر نئے نئے معجزے مانگتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کے احسانات

۲؎ اللہ کی وہ ذات ہے جس نے تمہارے فائدہ کے واسطے گائے اونٹ بکری وغیرہ جانور پیدا کئے۔ ان میں سے کسی پر سوار ہوتے ہو، اور کسی کا گوشت کھاتے ہو۔ اونٹ پر سوار بھی ہوتے ہیں، اور اس کا گوشت بھی کھاتے ہیں، اور اس پر بوجھ لاد کر دور دور شہروں میں سفر کرتے ہیں۔ اور گائے کا گوشت کھاتے ہیں، اور دودھ پیتے ہیں، اور بیلوں سے کھیتی کرتے ہیں۔ اور بکری کا گوشت کھاتے ہیں، اور دودھ پیتے ہیں، اور پھر ان سب کے بال کاٹے جاتے ہیں۔ ان سے برتنے کی چیزیں بنائی جاتی ہیں، ان کی کھال طرح طرح کے کام میں لائی جاتی ہے۔ جیسا کہ سورۃ الانعام اور سورۃ النحل میں اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ اسی واسطے اس جگہ اللہ تعالیٰ نے مختصر طور پر یہ حال بیان کیا اور فرمایا کہ تمہارے اور نفع ہیں، خشکی کے سفر میں اونٹوں سے، اور دریا کے سفر میں کشتیوں سے کام لیا جاتا ہے۔

آثارِ موت کے وقت ایمان قبول نہیں: ۳؎ اس آیت میں فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ کی قدرت سے اللہ کے معبودِ حقیقی

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

کیا ان لوگوں نے زمین میں سفر نہیں کیا؟ کہ دیکھتے جو (مشرک) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا کیا انجام ہوا، (حالانکہ) وہ لوگ ان سے بہت زیادہ تھے اور قوت میں سخت اور نشانوں میں (بھی)، جو کہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں پس وہ جو کماتے تھے ان کے کچھ کام نہ آیا ﴿۸۲﴾

ہونے سے بے خبر ہیں، ان کے خبردار کرنے کیلئے یہ سب اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ یہ سب نشانیاں دیکھ کر بھی یہ بے خبر لوگ اپنی بے خبری سے باز نہیں آتے، تو ان سے پوچھا جاتا ہے کہ آخر یہ لوگ اللہ کی قدرت کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کریں گے۔ خود اپنی پیدائش کے منکر ہیں کہ سوا اللہ کے کسی اور کو ان کی پیدائش میں دخل ہے، یا ان کی ضرورت کی چیزیں کسی اور نے پیدا کر دی ہیں۔ اور جب اللہ کے اس سوال کا جواب یہ لوگ نہیں دے سکے، تو پھر جن بتوں کی یہ لوگ پوجا کرتے ہیں، ان بتوں کو اللہ کا شریک کرنے کا کون سا حق حاصل ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ نشانی بھی عبرت کی نظر سے دیکھنے کے قابل ہے کہ پہلے لوگوں کی عمارتوں کی حیثیت سے وہ پچھلے لوگ قوت میں، مال ومتاع میں حال کے لوگوں سے بڑھ کر تھے۔ لیکن اللہ اور اللہ کے رسولوں کی نافرمانی کے سبب سے جب ان کی تباہی اور برباد ہونے کا وقت آ گیا تو ان کی قوت، ان کی مالداری ان کے کچھ کام نہ آئی۔ اسی طرح اگر یہ لوگ بھی سمجھانے سے نہ مانیں گے، اور اللہ کے رسول کی نافرمانی سے باز نہ آئیں گے، تو یہی انجام ان کا ہوگا۔ پھر فرمایا کہ اب تو یہ لوگ پچھلے لوگوں کی طرح اللہ کے رسول کی نصیحت کو مسخرا پن میں اُڑا دیتے ہیں۔ لیکن معلوم رہے کہ نصیحت کے سمجھنے کا وقت جب ہی تک ہے کہ غیب کی باتوں پر بغیر دیکھے آدمی ایمان لاوے۔ جب اللہ کا عذاب آ جاوے گا، یا موت کے وقت عذاب کے فرشتے آدمی کو نظر آنے لگیں گے، یا قیامت کے آثار نمودار ہو کر آفتاب مغرب سے نکل آوے گا، پھر نہ مشرک کا ایمان قبول ہوگا نہ گنہگاروں کی توبہ قبول ہوگی۔ اوپر گزر چکا ہے کہ عذاب الٰہی کے آنے کے بعد غرق ہوتے وقت فرعون ایمان لایا اور قبول نہ ہوا۔ غرض دنیا نیک وبد کے امتحان کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ مجبوری کے وقت یہ امتحان کی حالت باقی نہیں رہتی، اس لئے انتظام الٰہی میں کسی کا مجبوری کا ایمان، یا مجبوری کی توبہ قبول ہونے کے قابل نہیں ہے۔ اسی واسطے پچھلے کافر لوگوں نے مجبوری کے وقت فرمانبرداری کا اقرار کیا، لیکن ان کے اس بے وقت کے اقرار نے ان کو آخرت کی خرابی سے کچھ نہ بچایا۔

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ ع

پس جب ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے تو وہ لوگ اپنے اسی علم پر خوش رہے جو ان کو دنیا میں حاصل تھا اور ان کو اس چیز (یعنی عذاب) نے گھیر لیا جس کے ساتھ وہ ہنسی کرتے تھے ﴿۸۳﴾ پس جب انہوں نے ہمارا عذاب (آتے) دیکھا تو کہنے لگے کہ (اب) ہم ایک اللہ پر ایمان لائے اور ان سب چیزوں سے منکر ہوئے جن کو ہم اس کا شریک مقرر کرتے تھے ﴿۸۴﴾ پس ان کا ایمان ان کو ہرگز نفع نہیں دیتا تھا، جبکہ انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ اللہ کا دستور ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا ہے اور اس وقت کافر نقصان میں رہے ﴿۸۵﴾

آیاتہا ۵۴　　۴۱ سورۃ حٰمٓ السجدۃ مکیۃ ۶۱　　رکوعاتہا ۶

سورہ حٰم سجدہ مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چون آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ حم سجدہ: ہر صبح و شام سو بار اس سورت کا پڑھنا حاکم کے ظلم سے بے خوف کرتا ہے بلکہ حاکم کا اس پر رحم ہوتا ہے اس سورت کو عرق گلاب اور زعفران سے لکھ کر آب باراں سے دھو کر اس میں سرمہ پیس کر لگانے سے یا خود اس پانی سے آنکھ دھونے سے سفیدی اور آشوب اور ناخنہ وغیرہ کو نافع ہوتا ہے۔

حٰمٓ ① تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ② كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ③ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ④ وَ قَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ وَ فِیْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّ مِنْۢ بَیْنِنَا وَ بَیْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ⑤

یہ[1] (کلام) بڑے رحم والے مہربان کی طرف سے اتارا گیا ہے ② یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں واضح کی گئی ہیں حالانکہ قرآن عربی (زبان میں) ہے ایسے لوگوں کے لئے (نافع) ہے جو دانشمند ہیں ③ (ایمان والوں کو) خوشخبری دیتا اور (منکروں کو) ڈرسناتا ہے، پس ان میں سے اکثر نے منہ پھیرا پس وہ سنتے ہی نہیں ④ اور وہ (مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے) کہتے ہیں کہ جس بات کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو ہمارے دل اس بات سے غلاف میں ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے، اور ہمارے اور تمہارے درمیان ایک پردہ ہے، پس تم اپنا کام کرو بیشک ہم بھی اپنا کام کرتے ہیں ⑤

[1] مشرکین کہتے تھے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود بنا لیا ہے۔ اس واسطے اللہ نے قرآن شریف میں اکثر جگہ اس بات کی تصدیق کی ہے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے، اور طرح طرح سے اس باب میں مشرکین کو قائل کیا ہے۔ کہیں فرمایا ہے کہ اگر یہ لوگ قرآن کو کلام الٰہی نہیں جانتے تو اس کے مانند کچھ آیتیں بنا کر یہ بھی پیش کریں'۔ یہاں فرمایا کہ ان ہی لوگوں کی زبان میں یہ قرآن ایسا نازل کیا گیا ہے، جس میں پہلی کتابوں کے سچے قصے، ہر طرح کے احکام، دنیا کی پیدائش کا، اور دنیا کے ختم ہو جانے کے بعد کا حال، یہ سب باتیں تفصیل سے ہیں۔ اور اُمی رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر یہ باتیں اُتاری گئی ہیں، جس سے ہر سمجھدار شخص کی سمجھ میں اچھی طرح یہ بات آسکتی ہے، کہ اُمی تو درکنار کوئی پڑھا لکھا آدمی بھی اس طرح کی غیب کی باتیں ہرگز نہیں بتلا سکتا۔ پھر فرمایا اس قرآن کی نصیحت پر عمل کرنیوالوں کو عقبیٰ کی بہبودی، اور نہ عمل کرنیوالوں کو عقبیٰ کی خرابی، اگرچہ اس قرآن میں اچھی طرح سے بتلادی گئی ہے، مگر ان مشرکین میں سے اکثر لوگ قرآن کی نصیحت کے سننے سے مکرائی کرتے ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہتے ہیں کہ قرآن کی نصیحت کے سمجھنے سے ہمارے دل گویا ایک غلاف میں ہیں۔ ہمارے دلوں پر یہ نصیحت کسی طرح اثر نہیں کرسکتی، کیونکہ جس طرح اس نصیحت کے سمجھنے سے ہمارے دل غلاف میں ہیں، اسی طرح اس نصیحت کے سننے سے ہمارے کان بہرے ہیں۔ اور ہمارے تمہارے درمیان ایسا پردہ ہے جو ایک کو دوسرے سے ملنے نہیں دیتا، گویا ہم تم کو نصیحت کرتے ہوئے آنکھوں سے دیکھتے بھی نہیں۔ اسلئے تم اپنے دین پر رہو، اور اپنے خدا سے ہماری ہلاکت کی دعا مانگو، اور فکر کرو ہم اپنے دین پر قائم ہیں۔ تمہارے خلاف جو ہو سکے گا، کریں گے، اور اپنے خداؤں سے مدد مانگتے ہیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

تم فرماؤ: "آدمی ۱ے ہونے میں تو (ظاہراً) تم جیسا ہی آدمی ہوں میری ۲ے طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا پروردگار ایک ہی معبود ہے، پس اس (معبود برحق) کی طرف سیدھے متوجہ ہو اور اس سے بخشش طلب کرو اور مشرکوں کے لئے بڑی خرابی ہے ۝ وہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے ہیں اور آخرت کے بھی منکر ہیں ۝

مشرکوں کو جواب

۱ے اے محبوب ﷺ! تم ان مشرکوں کی باتوں کے جواب میں کہہ دو، "ظاہر میں کہ میں دیکھا بھی جاتا ہوں، میری بات سنی بھی جاتی ہے، اور میرے تمہارے درمیان میں بظاہر کوئی جنسی مغایرت بھی نہیں ہے۔ تو تمہارا یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ میری بات نہ تمہارے دل تک پہنچے، نہ تمہارے سننے میں آئے، اور میرے تمہارے درمیان کوئی پردہ ہو۔ اگر بجائے میرے کوئی غیر جنس جن یا فرشتہ آتا تو تم کہہ سکتے تھے کہ نہ وہ ہمارے دیکھنے میں آئیں نہ ہم انکے کلام کو سمجھ سکیں۔ ہمارے انکے درمیان تو جنسی مخالفت ہی بڑا پردہ ہے، لیکن یہاں تو ایسا نہیں، کیونکہ میں بشری صورت میں جلوہ نما ہوا تو تمہیں مجھ سے مانوس ہونا چاہئے، اور میرے کلام کو سمجھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی بہت کوشش کرنا چاہئے۔ کیونکہ میرا مرتبہ بہت بلند ہے، اور میرا کلام بہت عالی ہے، اس لئے کہ میں وہی کہتا ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے"۔ **فائدہ:** آنحضرت ﷺ کا بالحاظ ظاہر، اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ فرمانا حکمتِ ہدایت وارشاد کیلئے بطریق تواضع ہے، اور جو کلمات تواضع کرنے والے کے علوِ منصب کی دلیل ہوتے ہیں۔ چھوٹوں کا ان کلمات کو اس کی شان میں کہنا، یا اس سے برابری ڈھونڈنا ترکِ ادب، اور گستاخی ہوتا ہے، تو کسی اُمتی کو روا نہیں کہ وہ حضور سے ہم مثل ہونے کا دعویٰ کرے۔ یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ آپ کی بشریت بھی سب سے اعلیٰ ہے، ہماری بشریت کو اس سے کچھ بھی نسبت نہیں۔

۲ے میری طرف خدا نے بذریعہ جبرئیل علیہ السلام وحی بھیجی ہے کہ جو تمہارا معبود ہے، وہ یکتا ہے اس کے لڑکا نہ، شریک، اسکی طرف متوجہ ہو، کفر سے توبہ کرو، حق پر قائم رہو، توحید پر چلو، استغفار کرو، ورنہ مشرکین کیلئے بڑی خرابی ہے۔ آگے منع زکوٰۃ سے خوف دلانے کیلئے فرمایا گیا تاکہ معلوم ہو کہ زکوٰۃ کو منع کرنا ایسا بُرا ہے کہ قرآن کریم میں مشرکین کے اوصاف میں ذکر کیا گیا۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ انسان کو مال بہت پیارا ہوتا ہے، تو مال کا راہ خدا میں خرچ کر ڈالنا، اس کے ثبات واستقلال، اور صدق و اخلاص نیت کی قوی دلیل ہے۔ اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہاں فرمایا کہ زکوٰۃ سے مراد ہے توحید کا معتقد ہونا اور لا الٰہ الا اللہ کہنا۔ اس تقدیر پر معنے یہ ہونگے کہ جو توحید کا اقرار کر کے اپنے نفسوں کو شرک سے باز نہیں رکھتے۔

عـ ۱۵/۸

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۸﴾ ع قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹﴾ ج

بیشک ۱؎ جولوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کیلئے ایسا ثواب ہے جو کبھی موقوف ہونے والا نہیں ﴿۸﴾ تم ۲؎ فرماؤ: ''کیا تم اس (اللہ) کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور تم اس کے لئے ہمسر مقرر کرتے ہو، وہ سارے جہان کا پروردگار ہے ﴿۹﴾

باری تعالیٰ کا فضل وکرم

۱؎ جولوگ ایمان لائے اور خالصاً للہ اعمال صالحہ کئے، انکے لئے جنت کا ثواب ملے گا، جو کبھی موقوف نہ ہوگا، یا ناقص نہ ہوگا، یا یہ کہ ان پر احسان جتا کر ان کو شرمندہ نہ کیا جائے گا یا کہ ان کا ثواب بعد ان کی موت کے بھی ان کو ملتا رہے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت بیماروں اپاہجوں اور بوڑھوں کے حق میں نازل ہوئی جو عمل وطاعت کے قابل نہ رہیں۔ انہیں وہی اجر ملے گا جو تندرستی میں عمل کرتے تھے۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ جب بندہ کوئی عمل کرتا ہے، اور کسی مرض یا سفر کے باعث وہ عامل اس عمل سے مجبور ہو جاتا ہے، تو تندرستی اور اقامت کی حالت میں جو کرتا تھا ویسے ہی اس کیلئے لکھے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ

۲؎ ان آیتوں میں فرمایا کہ کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ کفار اللہ کی وحدانیت اور صفات کمالیہ کا انکار کرتے، جس صاحب قدرت اور صاحب علم نے زمین اور آسمان کو اور یہ سب ضرورت کی چیزوں کو اس طرح پیدا کیا کہ جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ پھر یہ کفار اس کی تعظیم میں بتوں کو جو شریک کرتے ہیں، جو ایک ذرہ کا بھی اختیار نہیں رکھتے، یہ ان لوگوں کی بڑی نادانی ہے۔ پھر فرمایا اس صاحب قدرت نے زمین میں پہاڑوں کی بوجھل میخیں ٹھونک دیں جس سے زمین خوب جم گئی، اور یہ پہاڑوں کی میخیں زمین کے اوپر کے رُخ سے اسلئے ٹھونکی گئیں کہ ان کا بڑا حصہ باہر نکلا رہے۔ جس سے دریا اور ندیاں ان میں سے جاری ہوں، اور سورج کی شعاع ان پر پڑ کر ان میں طرح طرح کے جواہرات پیدا ہوتے رہیں۔ اور ہر زمین کی پیداوار میں یہ برکت رکھی کہ ایک اناج کے دانے سے ہزاروں دانے، ایک میوہ کی گٹھلی سے ہزاروں پھل پیدا ہوتے ہیں۔ یہی انسان کی خوراکیں ہیں، جن کا زمین سے نکلنا ٹھہرایا گیا ہے۔ یہ سب کام چار دن میں ہوا۔ دو دن میں زمین پیدا کی گئی اور دو دن میں اس کے متعلقات کا بندوبست ہوا۔ جو پوچھے یا پوچھنے کا ارادہ رکھتا ہو اسے بتلا دو۔ پوچھنے والوں کیلئے واضح بیان ہے۔ آگے فرمایا کہ وہ صاحب قدرت پانی کی بھاپ سے آسمان کے پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہوا، اور اس پانی کی بھاپ اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں یا تو خوشی سے منظور کرو، نہیں تو تمہیں مجبور کیا جاوے گا۔ ان دونوں نے خوشی سے اللہ کا حکم منظور کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس

وَ جَعَلَ فِیۡہَا رَوَاسِیَ مِنۡ فَوۡقِہَا وَ بٰرَکَ فِیۡہَا وَ قَدَّرَ فِیۡہَاۤ اَقۡوَاتَہَا فِیۡۤ اَرۡبَعَۃِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیۡنَ ﴿۱۰﴾ ثُمَّ اسۡتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ وَ ہِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَہَا وَ لِلۡاَرۡضِ ائۡتِیَا طَوۡعًا اَوۡ کَرۡہًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَیۡنَا طَآئِعِیۡنَ ﴿۱۱﴾ فَقَضٰہُنَّ سَبۡعَ سَمٰوَاتٍ فِیۡ یَوۡمَیۡنِ وَ اَوۡحٰی فِیۡ کُلِّ سَمَآءٍ اَمۡرَہَا ؕ وَ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡیَا بِمَصَابِیۡحَ ٭ۖ وَ حِفۡظًا ؕ ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ﴿۱۲﴾ فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا فَقُلۡ اَنۡذَرۡتُکُمۡ صٰعِقَۃً مِّثۡلَ صٰعِقَۃِ عَادٍ وَّ ثَمُوۡدَ ﴿ؕ۱۳﴾

اور اس نے زمین میں اس کے اوپر سے پہاڑ پیدا کیے اور اس (زمین) میں برکت رکھی اور اس میں (اس کے رہنے والوں) کی روزیاں مقرر کیں، یہ سب ملا کر چار دن میں ہوا پوچھنے والوں کیلئے بیان واضح ہے ﴿۱۰﴾ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں سا تھا، پس آسمان سے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں حاضر ہو خواہ خوشی سے یا ناخوشی سے دونوں نے عرض کی کہ ہم خوشی سے حاضر ہوئے ﴿۱۱﴾ پس انہیں دو روز میں پورے سات آسمان بنا دیے اور ہر آسمان میں اس کے کام کے احکام (فرشتوں کو) بھیجے اور آسمان دنیا کو ہم نے چراغوں (یعنی ستاروں) سے زینت دی اور ہم نے (شیاطین مسترقہ سے) اس کی محافظت کی، یہ خدا غالب علم والے کی تدبیر ہے ﴿۱۲﴾ پس اگر منہ پھیریں وہ (مشرکین) پس تم فرماؤ کہ میں تم کو ایسے مہلک) عذاب سے ڈراتا ہوں جیسا عاد اور ثمود پر (شرک و کفر کی بدولت) عذاب آیا تھا ﴿۱۳﴾

پانی کی بھاپ سے سات آسمان دو دن میں بنائے، اور ہر ایک آسمان میں فرشتے، دریا جو کچھ پیدا کرنا تھا، اس کے پیدا ہو جانے کا حکم دیا۔ آسمان دنیا کو روشن ستاروں سے زینت اور شیاطین کو آسمان کی خبروں سے باز رکھنے کے لئے تارے پیدا کیے، یہ تدبیر خدائے غالب کی ہے جو کافروں سے بدلہ لینے والا ہے، اور ممالک کے تدابیر کا اور ہر بات کا جاننے والا ہے۔

اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓىٕكَةً فَاِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾

جبکہ ان کے پاس ان کے آگے [۱] سے اور ان کے پیچھے سے پیغمبر آئے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، (کفار) بولے: ''اگر ہمارا پروردگار چاہتا تو فرشتے اتارتا، پس جس چیز کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اسے نہیں مانتے'' ﴿۱۴﴾ پس وہ جو عاد کے لوگ تھے تو انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہنے لگے کہ طاقت میں ہم سے زیادہ سخت کون ہے؟ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ وہ اللہ جس نے ان کو پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ ہے اور وہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے ﴿۱۵﴾

کافروں کے قدم بقدم چلنے کا انجام

[۱] ان آیتوں میں فرمایا اگر یہ کفار لوگ اس سیدھی سیدھی نصیحت کو بھی ٹال دیویں، اور شرک وکفر سے باز نہ آویں، تو اے محبوب ﷺ! ان سے کہہ دیا جاوے کہ میں تم کو قوم عاد اور ثمود جیسے عذاب سے ڈراتا ہوں۔ کیونکہ جو تمہارا حال ہے وہی انکا تھا کہ جس طرح آگے پیچھے ایک کے بعد ایک وہ قومیں پیدا ہوئیں، اسی طرح آگے پیچھے انکے پاس پیغمبر بھیجے گئے، اور پیغمبروں نے ان قوموں کو خالص اللہ کی عبادت کرنے کی نصیحت بھی کی۔ مگر جس طرح کی بے ٹھکانے کی باتیں اللہ کے رسول سے تم لوگ کرتے ہو، کہ اللہ کا رسول انسان نہیں ہوسکتا کوئی فرشتہ ہونا چاہئے، ایسی ہی باتیں ان کافروں نے اللہ کے پیغمبروں سے کیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سخت آندھی کے عذاب سے قوم عاد کو، اور سخت چیخ اور زلزلہ کے عذاب سے قوم ثمود کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا۔ اگر انہیں کافروں کے قدم بقدم تم لوگ بھی چلتے رہے اور کفر و شرک سے باز نہ آئے، تو ایک دن یہی انجام تمہارا بھی ہوگا۔ آخر کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کے عذاب کے وقت اپنے انصاف کے موافق اپنے رسول اور انکے ساتھ کے ایماندار پرہیزگار لوگوں کو اس عذاب سے بچا دیا، اور باقی کے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ رسولوں کے جھٹلانے والے لوگ یہ جو کہتے تھے کہ اللہ کا رسول انسان نہیں ہوسکتا فرشتہ ہونا چاہئے، اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب سورۃ الانعام میں جو دیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْۤ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِیْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰی وَ هُمْ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَ اَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَیْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰی عَلَی الْهُدٰی فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ۚ وَ نَجَّیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾ؑ وَ یَوْمَ یُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَی النَّارِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾

پس ہم نے ان پر ان کی شامت کے دنوں میں ایک سخت گرج کی آندھی بھیجی تا کہ ہم ان کو اس دنیا کی زندگانی میں رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھائیں، اور بیشک آخرت کے عذاب میں سب سے بڑی رسوائی ہے اور ان کی مدد نہ کی جائے گی ﴿۱۶﴾ اور وہ جو ثمود کے لوگ تھے پس ہم نے ان کو (رسول کے ذریعہ سے) راہ دکھائی تو انہوں نے گمراہی کو بمقابلہ ہدایت کے پسند کیا، پس ان کو ذلت کے عذاب کی سخت آواز نے پکڑ لیا بسبب اس (بداعمالی) کے جو وہ کرتے تھے ﴿۱۷﴾ اور ہم نے (اس عذاب سے) ان لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے تھے ﴿۱۸﴾ اور (وہ دن ان کو یاد دلاؤ) جس دن اللہ کے دشمن (یعنی کفار) دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے پس ان کے اگلوں کو روکیں گے ﴿۱۹﴾

فرشتوں کو اصلی صورت میں دیکھنا تو انسان کی طاقت سے باہر ہے، اسلئے اگر آسمان پر سے کوئی فرشتہ بھی رسول بنا کر بھیجا جاوے گا تو ضرور وہ انسان کی صورت میں ہوگا، جس سے ان لوگوں کی یہی بے ٹھکانے کی باتیں باقی رہیں گی۔ یہ جو فرمایا تھا بہ نسبت دنیا کے عذاب کے ایسے لوگوں کا آخرت کا عذاب بڑی رسوائی کا ہوگا۔ آگے اس کا ذکر فرمایا کہ رسوا کرنے کیلئے ایسے لوگوں کی جماعت بندی سب اہل محشر کے سامنے کی جاوے گی، اور ان میں سے جو لوگ اپنی بداعمالی کے منکر ہوں گے۔ ان کے کان آنکھ اور ہاتھ پیروں سے ان کی بداعمالی کی گواہی دلوا کر ان کو رسوا کیا جاوے گا۔ قوم عاد اور قوم ثمود کا قصہ سورۃ الاعراف، سورۃ ہود اور سورۃ الشعراء میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔

حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ

(یہاں تک) کہ پچھلے آملیں یہاں تک کہ جب وہاں (دوزخ میں) پہنچیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں (یعنی دوسرے اعضاء) ان پر ان کے اعمال کی گواہی دیں گے ﴿۲۰﴾ اور (اس وقت) وہ اپنی کھالوں (یعنی اعضاء) سے کہیں گے کہ تم نے ہم پر کیوں گواہی دی، وہ (اعضاء) جواب دیں گے کہ ہم کو اس اللہ نے گویائی دی جس نے ہر چیز کو گویائی (بولنے کی قوت) دی اور اس نے تم کو اول بار پیدا کیا اور اسی کی طرف تمہیں پھرنا ہے ﴿۲۱﴾ اور [۱] تم (گناہ کرتے وقت) اس سے کہاں چھپ کر جاتے کہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں گے ولیکن تم گمان کرتے تھے کہ جو تم کرتے ہو اس میں سے بہت سے کاموں کو اللہ نہیں جانتا ﴿۲۲﴾ اور [۲] یہ تمہارا گمان جو غلط گمان تم نے اپنے پروردگار کے ساتھ کیا اس نے تم کو ہلاک کیا۔

کافروں کی نافرمانی

[۱] **شان نزول:** صحیحین، ترمذی اور مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے قریش کے کچھ لوگ حرم شریف میں جمع تھے، اور آپس میں یہ باتیں کر رہے تھے کہ کیا خدا ہماری باتوں کو سنتا ہے۔ ایک نے ان میں سے کہا کہ اگر ہم پکار کر بات کریں گے تو خدا سنے گا۔ ورنہ نہیں، دوسرے نے جواب دیا کہ خدا سب طرح سنتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ غیر سے چھپ کر گناہ کرتے ہیں، یہ خبر نہیں کہ ہاتھ پاؤں بتلاویں گے، ان سے بھی پردہ کریں، اور کرنا بھی چاہتے تو اسکی قدرت کہاں تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم محیط کا یقین ہی نہ تھا، سمجھتے تھے کہ جو چاہو کرتے رہو کون دیکھ بھال کرتا ہوگا۔ اگر پوری طرح یقین ہوتا کہ خدا ہماری تمام حرکات سے باخبر ہے، اور اسکے ہاں ہماری پوری مثل محفوظ ہے تو ہرگز ایسی شرارتیں نہ کرتے۔

[۲] اوپر کی آیت میں ذکر تھا پردہ کی باتوں کو مشرک لوگ اللہ کے علم سے باہر گمان کرتے تھے، ان آیتوں میں فرمایا کہ ان

فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ یَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَ اِنْ یَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِیْنَ ﴿۲۴﴾ وَ قَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَیَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۲۵﴾ ع وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ

پس تم ٹوٹے پانے والوں (نقصان اٹھانے والوں) میں ہو گئے ﴿۲۳﴾ (اس حالت میں) اگر وہ صبر کریں تو بھی دوزخ ان کا ٹھکانا ہے اور اگر وہ منانا چاہیں تو کوئی ان کا منانا نہ مانے ﴿۲۴﴾ اور ہم نے (دنیا میں) ان پر کچھ ساتھی (شیاطین) تعینات کئے، پس انہوں نے انہیں بھلا کر دکھلایا جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے، اور ان کے حق میں عذاب کا وعدہ ثابت ہوا، داخل ہوئے ان گروہوں میں جو ان سے پہلے گزر چکے جنات اور (کفار) آدمیوں سے، بیشک وہ لوگ ٹوٹے والے (نقصان اٹھانے والے) تھے ﴿۲۵﴾ اور [1] کافر بولے: "اس قرآن کو نہ سنو۔

لوگوں کے اس گمان نے ان کو ہلاک اور ٹوٹے میں ڈالا، کیونکہ اسی گمان کے سبب سے ان لوگوں کو کثرت گناہوں کی جرأت بڑھ گئی۔ گناہ کرتے رہے، اور اسی گمان میں رہے کہ ان کے بہت سے گناہ اللہ کے علم سے باہر ہیں۔ جسکا نتیجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ ان کے اس گمان کو جھوٹا کر کے ان کے سب گناہ ان کو جتلا دے گا، اور ان کی سزا دوزخ کی آگ قرار پاوے گی۔ اور ان سے کہہ دیا جاوے گا کہ اب تم اس آگ کی مصیبت پر صبر کرو، یا جھوٹے عذر پیش کر کے غل شور مچاؤ، کسی طرح اب اس آگ سے تم کو نجات نہیں۔ کیونکہ یہ دوزخ کا ٹھکانا ہمیشہ کے لئے ایسے لوگوں کا گھر قرار پایا ہے۔ سورۃ الزخرف میں آئے گا کہ جو لوگ یادِ الٰہی سے غافل رہتے ہیں شیطان ان پر مسلط ہو جاتا ہے کہ دم بھر کیلئے ان کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اور نیک کاموں سے ہمیشہ انکو روکتا رہتا ہے، اور برے کاموں کو ایسی اچھی صورت میں انکو دکھلاتا ہے کہ برے کاموں کی برائی ان پر ظاہر نہیں ہونے دیتا، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس طرح سے پچھلے جنات، اور آدمیوں میں ان کا شمار بھی دوزخیوں میں ہو گیا، اور جنت میں ایسے لوگوں کیلئے جو ٹھکانے بنائے گئے، انکو ہاتھ سے کھو دینے کا انہوں نے نقصان اٹھایا۔

منکرین اسلام کی اسلام دشمنی

[1] **شانِ نزول:** کفار قریش ایک دوسرے کو وصیت کرتے تھے کہ جب محمد ﷺ قرآن شریف پڑھیں تو زور زور سے شور کرو خوب چلاؤ، اونچی اور نیچی آوازیں نکال کر چیخو، بے معنی کلمات سے شور کرو، تالیاں اور سیٹیاں بجاؤ تاکہ کوئی قرآن سننے نہ پائے، اور محمد ﷺ پریشان ہوں۔ ان پر یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ ان لوگوں کو سخت عذاب ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ

وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

اور (اگر سنانے لگیں تو) اس کے درمیان میں (شور و) غل مچاؤ شاید (اس تدبیر سے) تم غالب ہو ﴿۲۶﴾ پس ضرور ہم ان کافروں کو سخت عذاب کا مزا چکھادیں گے، اور بیشک ہم ان کو ان برے کاموں کا ضرور بدلہ دیں گے کہ جو وہ کرتے تھے ﴿۲۷﴾ یہی آگ اللہ کے دشمنوں کا بدلہ ہے اس میں انہیں ہمیشہ رہنا ہے یہ اس کی سزا ہے کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے ﴿۲۸﴾ اور کافر (دوزخ میں) کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو وہ دونوں دکھادے جنہوں نے ہم کو گمراہ کیا جن و انس میں سے تاکہ ہم ان کو اپنے پاؤں تلے (آگ میں) ڈالیں تاکہ وہ سب سے نیچے رہیں ﴿۲۹﴾ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا: "ہمارا پروردگار اللہ ہے" پھر اسی پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں۔

کا کلام سننے سے رُکنا، یا روکنا خدا کا دشمن بننے کی نشانی ہے، اور جن لوگوں کے بہکانے سے دوزخی لوگوں نے برے کام کئے ہیں، دوزخ میں جانے کے بعد یہ لوگ کہویں گے یا اللہ! ہم تو آفت میں پھنسے ہیں لیکن آدمیوں اور جنوں میں سے جن شیطانوں نے ہم کو گمراہ کیا، اور اس آفت میں گرفتار کرایا ہے، ذرا انہیں ہمارے سامنے کردے کہ ان کو ہم اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں۔ اور نہایت ذلت و خواری کے ساتھ جہنم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں دھکیل دیں تاکہ انتقام لے کر ہمارا دل کچھ تو ٹھنڈا ہو۔

محبوبانِ بارگاہِ الٰہی

لہ اللہ تعالیٰ نے ان خدا کے دشمن لوگوں کے مقابلہ میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے دل سے اقرار کیا، اور اس پر قائم رہے، اسکی ربوبیت والوہیت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا، نہ اس یقین واقرار سے مرتے دم تک ہٹے جو زبان سے کہا تھا، اسکے مقتضی پر اعتقاداً اور عملاً جمے رہے، اللہ کی ربوبیتِ کاملہ کا حق پہچانا، جو عمل کیا خالص اُسکی خوشنودی اور شکر گذاری کیلئے کیا، اور اپنے رب کے عائد کئے ہوئے حقوق و فرائض کو سمجھا اور ادا کیا، اور اسی کے راستہ پر چلے، ایسے مستقیم نیک لوگوں کی قبض

اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾ ع وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾

ع ۱۷

(اور کہتے ہیں) کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت پر خوش ہو جس کا تم سے (رسول کی معرفت) وعدہ دیا جاتا تھا ﴿۳۰﴾ ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی (تمہارے ساتھ رہیں گے) اور (جنت میں) تمہارے لئے (ہر نعمت موجود) ہے اس میں جو تمہارا دل چاہے اور تمہارے لئے اس میں جو مانگو (وہاں ملے گا) ﴿۳۱﴾ یہ بطریق مہمانی کے بخشنے والے مہربان کی طرف سے (ہوگا) ﴿۳۲﴾ اور[۱] اس سے زیادہ کس کی بات اچھی ہے؟ جو (لوگوں کو) خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے: ''بیشک میں مسلمان ہوں'' ﴿۳۳﴾

روح کے وقت رحمت کے فرشتے آتے ہیں، اور نیک لوگوں کو اللہ کی رضامندی کی، اور مغفرت کی خوشخبری سناتے ہیں۔ مسند امام احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح روایت ہے کہ قبر کے سوال و جواب کے بعد اللہ کے فرشتے نیک لوگوں کو ان کا جنت کا ٹھکانہ دکھا کر یہ خوشخبری دیتے ہیں کہ قیامت کے دن اس ٹھکانے میں رہنے اور بسنے کیلئے تم کو دوبارہ زندہ کیا جاوے گا، اب تم کو ڈرنے اور گھبرانے کا کوئی موقع نہیں رہا۔ دنیائے فانی کے سب فکر و غم ختم ہوئے اور کسی آنے والی آفت کا اندیشہ بھی نہیں رہا۔ اب ابدی طور پر ہر قسم کی جسمانی اور روحانی خوشی اور عیش تمہارے لئے ہے، اور جنت کے جو وعدے رسول ﷺ کی معرفت کئے گئے تھے، وہ اب تم سے ایفا کئے جانے والے ہیں۔ یہ وہ دولت ہے جس کے ملنے کا یقین حاصل ہونے پر کوئی فکر اور غم آدمی کے پاس نہیں پھٹک سکتا۔ اور کہتے ہیں تمہاری زندگی میں بھی تمہارے نیک عمل لکھنے کیلئے اللہ کے فرشتے تمہارے دوست تھے، اور اب بھی تمہارے دوست ہیں، اور جنت کا ٹھکانا تمہیں دکھاتے ہیں، جس میں اللہ غفور الرحیم نے مہمانوں کی خاطرداری کی طرح تمہارے لئے سب کچھ تیار کر رکھا ہے۔

[۱] **شان نزول:** حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: ''میرے نزدیک یہ آیت مؤذنوں کے حق میں نازل ہوئی''، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جو کوئی کسی طریقہ پر بھی اللہ کی طرف دعوت دے، وہ اس میں داخل ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا یُلَقّٰہَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا یُلَقّٰہَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۶﴾

اور[۱] نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی (بلکہ ہر ایک کا اثر جدا ہے اے سننے والے) برائی کو بھلائی سے ٹال، پس ناگہاں وہ شخص کہ تیرے اور اس کے درمیان دشمنی ہے وہ ایسا ہو جاوے گا جیسا گہرا دوست ہے ﴿۳۴﴾ اور یہ خصلت بس ان ہی کو نصیب ہوتی ہے جنہوں نے صبر کیا اور یہ فضیلت پس بڑے نصیب والے ہی کو ملتی ہے ﴿۳۵﴾ اور اگر (ایسے وقت میں) تجھے شیطان کی طرف سے کچھ وسوسہ آئے تو (فوراً) اللہ کی پناہ مانگ، بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے ﴿۳۶﴾

رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا، جو شخص لوگوں کو نیک راستے پر لگاتا ہے، اسکو اپنے ذاتی عملوں کے اجر کے سوا اس قدر اجر اور ملے گا، جتنا اس کی پیروی کرنے والوں کو ملے گا۔

قرآن میں حسن اخلاق کی تعلیم

[۱] ان آیات میں حسن اخلاق کی تعلیم فرمائی ہے یعنی خوب سمجھ لو نیکی بدی کے اور بدی نیکی کے برابر نہیں ہوسکتیں۔ دونوں کی تاثیر جداگانہ ہے، بلکہ ایک نیکی دوسری نیکی سے اور ایک بدی دوسری بدی سے اثر میں بڑھکر ہوتی ہے۔ لہٰذا ایک مومن کا مسلک یہ ہونا چاہئے کہ برائی کا جواب برائی سے نہ دے، بلکہ جہاں تک گنجائش ہو برائی کے مقابلہ میں بھلائی سے پیش آئے۔ اگر کوئی اسے سخت بات کہے یا برا معاملہ کرے، تو اس کے مقابل وہ طرز اختیار کرنا چاہئے جو اس سے بہتر ہو مثلاً غصہ کے جواب میں بردباری، گالی کے جواب میں تہذیب و شائستگی، اور سختی کے جواب میں نرمی اور مہربانی سے پیش آئے۔ اس طرزِ عمل کے نتیجہ میں تم دیکھو گے کہ سخت سے سخت دشمن بھی ڈھیلا پڑ جائے گا، اور گو دل سے دوست نہ بنے تاہم ایک وقت آئے گا جب وہ ظاہر میں ایک گہرے دوست کی طرح تم سے برتاؤ کرنے لگے گا۔ بلکہ ممکن ہے کہ کچھ دنوں بعد سچے دل سے دوست بن جائے، اور دشمنی وعداوت کے خیالات یکسر قلب سے نکل جائیں۔ ہاں کسی شخص کی طبیعت کی افتاد ہی سانپ بچھو کی طرح ہو کہ کوئی نرم خوئی اور خوش اخلاقی اس پر اثر نہ کرے، وہ دوسری بات ہے مگر ایسے افراد بہت کم ہوتے ہیں۔ بہرحال ایسے لوگوں کو بہت زیادہ صبر و استقلال اور حسن خلق کی ضرورت ہے۔ پھر فرمایا کبھی ایسے موقع پر شیطانی وسوسے سے بے اختیار غصہ

وَ مِنۡ اٰيٰتِهِ الَّيۡلُ وَ النَّهَارُ وَ الشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ ؕ لَا تَسۡجُدُوۡا لِلشَّمۡسِ وَ لَا لِلۡقَمَرِ وَ اسۡجُدُوۡا لِلّٰهِ الَّذِىۡ خَلَقَهُنَّ اِنۡ كُنۡتُمۡ اِيَّاهُ تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسۡتَكۡبَرُوۡا فَالَّذِيۡنَ عِنۡدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوۡنَ لَهٗ بِالَّيۡلِ وَ النَّهَارِ وَ هُمۡ لَا يَسۡئَمُوۡنَ ﴿۳۸﴾ السجدۃ

اور اس کی قدرت (توحید کی) نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند ہیں، نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اور (صرف) اس خدا کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا، اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو ۳۷ پس اگر کافر لوگ (اللہ کو سجدہ کرنے سے) تکبر کریں تو (پرواہ نہیں) وہ جو فرشتے تمہارے پروردگار کے پاس ہیں، رات اور دن اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور وہ (اس سے ذرا) نہیں اکتاتے ۳۸

آجاوے تو اللہ سے پناہ مانگنی چاہئے، کہ اللہ انسان کے دل کی ہر حالت کو خوب جانتا ہے۔ وہ پناہِ الٰہی کی التجا سن کر فوراً دل کے اس جوش کو رفع فرماوے گا۔ صحیح بخاری اور مسلم میں سلیمان بن صرد سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو غصہ میں بھرا ہوا دیکھ کر یہ فرمایا کہ یہ شخص اگر اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کہے تو ابھی اس کا غصہ جاتا رہے۔

توحید کا بیان اور اللہ کریم کی قدرت کی کامل نشانیاں

لہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی چند نشانیاں بیان فرمائیں کہ شاید یہ لوگ ان نشانیوں کو دیکھ کر اللہ کی وحدانیت کے قائل ہوں، اور شرک سے باز آویں۔ اس خالق صاحبِ قدرت نے انسان کے آرام کیلئے رات کو پیدا کیا، کہ رات کو انسان آرام پا کر دوسرے دن پھر کام دھندے کے قابل ہو جاوے، وہ قادر مطلق رات کے اندھیرے کو پھاڑ کر اس میں سے صبح کے اُجالے کو نکالتا ہے۔ تاکہ دن کے اُجالے میں ہر ایک آدمی اپنا کام دھندہ کرے، سورج کے طلوع اور غروب سے دن رات اور مختلف موسم اسی نے پیدا کئے۔ سورج اور چاند کی منزلیں اور چال اس حساب سے رکھیں، جس سے مہینہ اور سال کا حساب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن کفار لوگ ان قدرت کی نشانیوں کے پیدا کرنیوالے کی شکر گذاری نہیں کرتے، اور اسکی تعظیم چھوڑ کر کوئی سورج کی پوجا کرتا ہے کوئی چاند کی۔ یہ کافر اتنا نہیں سمجھتے کہ مثلاً سورج چاند کے پیچھے اللہ تعالیٰ نے گہن کا عیب جو لگا دیا ہے، ان میں اس عیب کے دور کر دینے کی قدرت ہے نہیں، پھر یہ اپنے پوجا کرنیوالوں کی مدد کرنے کی قدرت کہاں سے لاویں گے۔ اب آگے فرمایا عبادت اللہ ہی کو زیبا ہے، جس نے رات دن سورج چاند سب چیزوں کو پیدا کیا، پھر فرمایا اگر اس فہمائش کے بعد یہ کافر لوگ صرف اللہ کو سجدہ کرنے سے مکر اویں اور تکبر کریں، تو اللہ کو ان کی عبادت کی کچھ پروا نہیں۔ آسمان پر اللہ کے فرشتے رات دن اس کی عبادت کو موجود ہیں، جو کسی وقت عبادت سے نہیں اکتاتے۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِیْۤ اَحْیَاهَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۳۹ اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ؕ

اور ۱؎ (اس کی قدرت اور توحید کی) نشانیوں میں سے یہ ہے کہ (اے مخاطب!) تو زمین کو دیکھتا ہے کہ خشک پڑی ہوئی ہے۔ پھر جب ہم نے اس پر پانی اتارا تو تروتازہ ہوئی اور بلند ہوئی، بیشک ۲؎ جس نے زمین کو زندہ کیا البتہ وہی مردوں کا زندہ کرنے والا ہے، بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے ۝۳۹ بیشک وہ جو ہماری آیتوں میں کجروی کرتے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

۱؎ اس آیت میں فرمایا کہ ان منکرین حشر کی آنکھوں کے سامنے مینہ برسنے سے پہلے زمین کیسی سوکھی پڑی ہوتی ہے۔ ہر طرف خاک اُڑتی ہوئی نظر آتی ہے، لیکن جہاں مینہ پڑا پھر اس کی تروتازگی رونق اور اُبھار قابل دید ہو جاتا ہے۔ آخر یہ انقلاب کس کے دستِ قدرت کے تصرف کا نتیجہ ہے جس خدا نے اس طرح مردہ زمین کو زندہ کر دیا، کیا وہ مرے ہوئے انسانوں کے بدن میں دوبارہ جان نہیں ڈال سکتا۔ بیشک وہ سب کچھ کر سکتا ہے اس کی قدرت کے سامنے کوئی مانع و مزاحم نہیں۔

قرآن کے جھٹلانے والوں کا ذکر

۲؎ ان آیتوں میں انہی لوگوں کو فرمایا کہ جو لوگ قرآن کی آیتوں کے سنانے کے وقت سیٹیاں اور تالیاں بجاتے ہیں، اور سنتے نہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم بہرے ہیں، ہمارے دلوں پر غلاف پڑے ہوئے ہیں، ایسی ٹیڑھی باتیں کر کے جو شخص قیامت کے دن دوزخ کی آگ میں جھونکے جانے کے قابل قرار پاوے گا، ان کے نزدیک وہ بہتر ہے، یا جو قرآن کی نصیحت کے موافق عمل کر کے اپنے آپ کو اس دن کی آفتوں سے بچاوے گا، وہ بہتر ہے۔ اتنی بات کو خوب سمجھ کر جو ان کا جی چاہے وہ کریں، اللہ ان کے سب کاموں کو دیکھتا ہے۔ وقت مقررہ آنے پر ان میں سے سرکش اپنی سزا کو پہنچ جاویں گے۔ آگے فرمایا کہ جو لوگ قرآن کی نصیحت کے سمجھنے میں ٹیڑھی باتیں کرتے ہیں اور قرآن کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور انکے کلام الٰہی ہونے کے منکر ہیں تو وہ جہنم میں جائیں گے۔ اور یہ قرآن عزت و کرامت و شرافت والا ہے، کہیں سے اس میں باطل لغو بات کو دخل نہیں، وہ ہر طرح سے محفوظ ہے، یا یہ کہ کوئی باطل بات اس میں نہیں، نہ آگے سے نہ پیچھے سے، یعنی کوئی کتاب توریت انجیل زبور اس کی مخالف نہیں، اور نہ اسکے بعد کوئی کتاب ایسی آنا ممکن کہ اس سے مخالفت کھائے، یا یہ کہ اس کی غیبی خبروں کی اور اولین و آخرین کے حالات کی، نہ کوئی اگلی آسمانی کتاب تکذیب کرتی ہے، نہ بعد کو کوئی کتاب ہے۔ بلکہ سب کتب سماویہ کے مطابق ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی تسلی فرمائی کہ یہ لوگ قرآن کو جادو اور تم کو جادوگر جو کہتے ہیں، اور قرآن کی نصیحت

أَفَمَنْ يُلْقَىٰ فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط اعْمَلُوا
مَا شِئْتُمْ لا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٤٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ج وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ﴿٤١﴾ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ
مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ط تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾ مَا
يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ط إِنَّ رَبَّكَ لَذُو
مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا
لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ط ءَأَعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ ط

پس کیا وہ شخص جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ اچھا ہے، یا وہ شخص جو قیامت کے دن امن و امان کے ساتھ (جنت میں) آئے گا، جو جی میں آئے کرو بیشک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے ﴿۴۰﴾ بیشک جو لوگ قرآن سے منکر ہوئے جب وہ ان کے پاس آیا (ان کی خرابی کا حال نہ پوچھو) اور بیشک یہ (قرآن) بڑی عزت والی کتاب ہے ﴿۴۱﴾ اس کی طرف باطل کو راہ نہیں نہ اس کے آگے سے اور نہ اس کے پیچھے سے وہ سب خوبیوں والے حکمت والے کی طرف سے اتارا ہوا ہے ﴿۴۲﴾ اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے وہی فرمایا جائے گا جو تم سے پہلے رسولوں سے فرمایا گیا کہ بیشک تمہارا پروردگار بڑی بخشش والا ہے اور دردناک عذاب والا ہے ﴿۴۳﴾ اور اگر ہم اسے عجمی زبان کا قرآن کرتے تو ضرور کفار عرب کہتے کہ اس کی آیتیں (زبان عربی میں) کیوں نہیں کھولی گئیں۔ کیا کتاب عجمی اور مخاطب عربی

پر چلنے کے جواب میں ٹیڑھی بات کرتے ہیں، اس کا کچھ خیال نہیں کرنا چاہئے۔ کس لئے کہ یہ بات کچھ نئی نہیں ہے، پہلے رسولوں سے بھی منکر لوگ ایسی ہی باتیں کرتے آئے ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ جو لوگ راہ راست پر آجائیں گے، اُنکے لئے خدا کے ہاں معافی ہے۔ اور جو لوگ اپنی کجروی اور ضد پر قائم رہیں گے، جو آخرکار دردناک عذاب کے مستوجب ہوں گے۔

مشرکین کو جواب، بے مثل قرآن مجید

لہ **شان نزول**: قرآن پاک کو دیکھ کر بڑے بڑے فصحائے عرب کی زبانوں پر تالے پڑ گئے تھے، لیکن اپنی بڑائی سے باز

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ ؕ وَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾ ع وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ

تم فرماؤ یہ قرآن ایمان والوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے اور وہ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں (اس قرآن کے سننے سے) گرانی (یعنی بہرہ پن) ہے اور یہ قرآن ان کے حق میں اندھا پن ہے، گویا یہ لوگ (قرآن سے اتنے غافل ہیں کہ) دور جگہ سے پکارے جاتے ہیں اور ۱ بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب (یعنی توریت) عطا فرمائی پس اس میں اختلاف کیا گیا۔ اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف ایک بات پہلے سے نہ گزر چکی ہوتی تو جبھی ان کا فیصلہ ہو جاتا (یعنی دنیا ہی میں انہیں سزا دے دی جاتی)۔

نہیں آتے تھے۔ آخر کار کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو عربی زبان میں کیوں نازل کیا، ان کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر سوا عربی کے کسی اور زبان میں قرآن اتارا جاتا تو کفار کہتے کہ عربی میں کیوں نہیں اُترا، یہ ایسا کیوں نہیں اترا کہ ہم سمجھتے، اس کی آیتیں مفصل فصیح عربی میں کیوں نہیں ہوئیں، اور اعتراض کرتے کہ وہ رسول تو عربی زبان والے ہیں، اور قرآن عجمی ہے۔ اے محبوب! تم کہہ دو کہ یہ قرآن تو ایمان والوں کیلئے ہدایت ہے، گمراہی سے نجات ہے، انکے دلوں کی تاریکیاں دور کرنے کیلئے شفا ہے۔ اور جو کافر ہیں ایمان نہیں لاتے، ان کے کان بہرے اور آنکھیں اندھی ہیں، اس واسطے نہ وہ اس قرآن کی نصیحت کو سن سکتے ہیں، نہ اس کی خوبیوں کو دیکھ سکتے ہیں۔ بلکہ ان کو یا اس سے بھی قرآن کی نصیحت کا سنانا ان کے حق میں ایسی دور کی آواز ہے جو نہ ان کو سنائی دیتی ہے، نہ یہ اس کا کچھ مطلب سمجھ سکتے ہیں۔

۱ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں توراۃ اور یہود کی پھوٹ اور ٹیڑھی باتوں کا ذکر فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت دی، اس میں اختلاف کیا گیا۔ کوئی تصدیق کرتا ہے، کوئی تکذیب، اگر خدا کی حکمتِ ازلیہ سے جو ہونے والی باتیں ہو نہ چکی ہوتیں، اور یہ مقدور نہ ہو گیا ہوتا کہ اس اُمت سے عذاب موخر رہے گا، تو ابھی فیصلہ کر دیا جاتا اور بسبب تکذیب عذاب نازل ہو جاتا۔ اور یہود و نصاریٰ و مشرکین سب ہلاک ہو جاتے۔ یہ لوگ قرآن کو نہیں مانتے، کھلے شک میں گرفتار ہیں۔ فرمایا ایسے لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے، جو کوئی ان میں سے راہ راست پر آ کر نیک کام کرے گا تو اچھے سے اچھا نیکی کا بدلہ اس کو ملے گا، اور جو کوئی بدی کی حالت پر مر جائے گا تو سزا پائے گا، کیونکہ بارگاہ الٰہی میں کچھ ظلم نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک فیصلہ انصاف کا ہے۔

وَ اِنَّهُمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ ﴿۴۵﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۴۶﴾

اور بیشک یہ لوگ قرآن کی طرف سے ایک دھوکہ ڈالنے والے شک میں ہیں ﴿۴۵﴾ جو کوئی نیکی کرے وہ اپنے بھلے کو اور جو کوئی برائی کرے تو اس کا وبال اسی پر ہے اور تمہارا پروردگار بندوں پر ظلم نہیں کرتا ﴿۴۶﴾

الجزء ۲۵

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ﴿۴۷﴾ ۚ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۴۸﴾

قیامت [۱] کے علم کا حوالہ اللہ ہی کی طرف دیا جاتا ہے، اور کوئی پھل اپنے غلاف سے نہیں نکلتا اور نہ کسی مادہ کو حمل رہے اور نہ وہ جنے مگر خدا کے علم سے، اور جس روز اللہ ان (مشرکین) کو آواز دے گا کہ میرے شریک (اب) کہاں ہیں وہ کہیں گے کہ ہم تجھے کہہ چکے کہ ہم میں کوئی گواہ نہیں ﴿۴۷﴾ اور جنہیں یہ لوگ پہلے (یعنی دنیا میں) پوجتے تھے وہ ان کی نظر سے گم ہوگئے اور سمجھ گئے کہ انہیں (عذاب الٰہی سے) بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ﴿۴۸﴾

مشرکوں کا مسخرا پن

[۱] ان آیتوں میں فرمایا کہ جہاں مشرکین کی اور مسخرا پن کی باتیں تھیں، وہاں مسخرا پن کے طور پر یہ لوگ اکثر قیامت کا حال پوچھا کرتے تھے کہ: "جس قیامت کے دن کی سزا سے ڈرایا جاتا ہے، وہ آخر کب آئے گی"۔ مشرکوں کی اس بات کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ "قیامت کے آنے کے وقت، اور میوؤں کا درختوں کے غلافوں میں سے نکلنے کا وقت، اور مادہ کے حمل کو اور اسکی ساعتوں کو اور وضع کے وقت کو، اور اسکے ناقص وغیرہ اور اچھے اور برے اور نر و مادہ ہونے کو رب جانتا ہے۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ سے گھڑی گھڑی مسخرا پن سے قیامت کے آنے کا وقت کیوں پوچھتے ہو"۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اولیائے کرام، اصحاب کشف بسا اوقات ان امور کی خبریں دیتے اور وہ صحیح واقع ہوتی ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ علم ان کا ذاتی نہیں، اللہ کا عطا فرمایا ہوا ہے۔ تو حقیقت میں یہ اسی کا علم ہوا غیر کا نہیں (خازن)۔ آگے فرمایا کہ اب تو یہ مشرک لوگ مسخرا پن سے قیامت کے آنے کا وقت پوچھتے ہیں، مگر قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ وہ جو تم نے دنیا میں گھڑ رکھے تھے، جنہیں تم پوجا کرتے تھے، وہ تمہارے جھوٹے معبود کہاں ہیں، ان کو بلاؤ۔ کہ تم کو دوزخ کے عذاب سے بچادیں، تو ان لوگوں کو سوائے اس کے اور کوئی صورت عذاب سے رہائی کی نظر نہ آئے گی۔ کہ یہ مشرک لوگ اپنے بتوں سے بری ہونے کا اظہار کریں گے، اور شرک سے بیزاری ظاہر کریں گے، اور اپنے بتوں کو بالکل بھول جائیں گے، مگر اس وقت کی یہ باتیں ان لوگوں کے کچھ کام نہ آویں گی۔

لَا یَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَیْرِ ۫ وَ اِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَیَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾ وَ لَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَیَقُوْلَنَّ هٰذَا لِیْ ۙ وَ مَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىِٕمَةً ۙ وَّ لَىِٕنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّیْۤ اِنَّ لِیْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ

آدمی [۱] بھلائی مانگنے سے نہیں اکتاتا اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچے پس ناامید ہراساں ہو جاتا ہے ﴿۴۹﴾ اور اگر ہم اس تکلیف کے بعد جو کہ اس پر پہنچی تھی اپنی طرف سے رحمت کا مزہ چکھا دیں تو کہے گا: ”یہ تو میری (کوشش کا نتیجہ) ہے اور میرے گمان میں قیامت قائم نہیں ہوگی، اور اگر (بالفرض) مجھے میرے پروردگار کی طرف لوٹایا بھی گیا تو بیشک میرے لئے اس کے پاس بھلائی ہے“۔

[۱] ان آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ مشرک لوگ حشر کے منکر ہیں۔ ان کے ہر کام کا دارومدار دنیا کی زندگی اور دنیا کی خوبی پر ہے۔ اس لئے ان میں سے ہر ایک شخص دنیا کی خوبی کے مانگنے سے کبھی نہیں اُکتاتا، اگر ان کا بس چلے تو ساری دنیا کی دولت لے کر اپنے گھر میں ڈال لے، لیکن ذرا کوئی افتاد پڑنا شروع ہوئی اور اسباب ظاہری کا سلسلہ اپنے خلاف دیکھا، تو پھر مایوس اور نااُمید ہوتے بھی دیر نہیں لگتی۔ اس وقت اس کی نظر صرف پیش آمدہ اسباب پر محدود ہوتی ہے، اس قادرِ مطلق مسبب الاسباب پر اعتماد نہیں رکھتا۔ جو چاہے تو ایک آن میں سلسلہ اسباب کو الٹ پلٹ کر کے رکھ دے۔ اس مایوسی کے بعد اگر فرض کیجئے اللہ نے تکلیف و مصیبت دور کر کے اپنی مہربانی سے پھر عیش و راحت کا سامان کر دیا، تو کہنے لگتا ہے یہ تو میری کوشش کا نتیجہ ہے۔ میں نے فلاں تدبیر کی تھی، اب نہ خدا کی مہربانی یاد رہی، نہ اپنی وہ مایوسی کی کیفیت، جو پہلے قلب پر طاری تھی۔ اب عیش و آرام کے نشہ میں ایسا مخمور ہو جاتا ہے کہ آئندہ بھی کسی مصیبت اور تکلیف کے پیش آنے کا خطرہ نہیں رہتا۔ سمجھتا ہے کہ ہمیشہ اسی حالت میں رہوں گا، اور کہتا ہے کہ اگر مسلمانوں کے کہنے کے موافق قیامت قائم ہوئی اور مجھ کو لوٹ کر اپنے رب کی طرف جانا ہی پڑا، تب بھی مجھے یقین ہے کہ وہاں میرا انجام بہتر ہوگا۔ اگر خدا کے نزدیک بُرا اور نالائق ہوتا، تو دنیا میں مجھ کو یہ عیش و بہار کے مزے کیونکر ملتے۔ لہٰذا وہاں بھی توقع ہے کہ یہی معاملہ میرے ساتھ ہوگا۔ فرمایا کہ یہ گمان ان لوگوں کا بالکل غلط ہے۔ اب تو خوش ہو لو کہ اس کفر و غرور کے باوجود وہاں بھی مزے لوٹو گے۔ وہاں پہنچ کر پتہ لگ جائے گا کہ منکروں کو کیسی سخت سزا بھگتنا پڑتی ہے۔ اور کس طرح عمر بھر کے کرتوت سامنے آتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ جب آدمی پر احسان کرتے ہیں یعنی کافروں کو مال دیتے ہیں، تو خدا کو بھول جاتا ہے، شکر سے منہ پھیر لیتا ہے، اور یادِ الٰہی سے تکبر کرتا ہے، اور بالکل بے پرواہ ہو

فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۠ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝۵۰ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ۝۵۱ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ۝۵۲

پس ہم کافروں کو ضرور بتلا دیں گے جو وہ کام کرتے تھے اور ضرور ہم ان کو سخت عذاب چکھائیں گے ۝۵۰ اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو (ہمارے احکام سے) منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف دور ہٹ جاتا ہے (یعنی یاد الٰہی سے تکبر کرتا ہے) اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی دعائیں کرنے لگتا ہے ۝۵۱ تم فرماؤ: [1] ''بھلا بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ کے پاس سے ہے پھر تم اس کے منکر ہوئے تو ایسے شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہے کہ جو اس (حق کی) مخالفت میں ثواب سے دور ہے'' ۝۵۲

کر ادھر سے کروٹ بدل لیتا ہے۔ پھر جب کوئی تکلیف اور مصیبت پیش آتی ہے، تو اسی خدا کے سامنے ہاتھ پھیلا کر لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگتا ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''ایماندار شخص کی نشانی یہ ہے کہ وہ تکلیف کے وقت صبر کرتا ہے، اور راحت کے وقت اللہ کا شکر بجالاتا ہے''۔

منکرین کا ذکر

[1] اے محبوب ﷺ! ان کافروں سے کہہ دو کہ تم جو یوں بے دھڑک قرآن کا انکار کرتے ہو، اتنا خیال نہیں کرتے اور یہ نہیں بتلاتے کہ اگر یہ قرآن خدا کے پاس سے ہو، اور پھر تم لوگ اسکے جھٹلانے کے درپے رہے، تو پھر تم سے بڑھ کر گمراہ اور حق کا دشمن کون ہوسکتا ہے۔ پھر فرمایا عنقریب اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی وہ نشانیاں ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے لادے گا، جس سے یہ لوگ اچھی طرح جان لیویں گے کہ جو باتیں ان لوگوں کو سمجھائی جاتی تھیں، وہ بالکل آنکھوں کے سامنے آگئیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ان آیات سے مُراد پچھلی امتوں کی اُجڑی ہوئی بستیاں ہیں، جن سے انبیاء کی تکذیب کرنیوالوں کا حال معلوم ہوتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ان نشانیوں سے مشرق و مغرب کی وہ فتوحات مُراد ہیں، جو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ اور ان کے نیاز مندوں کو عنقریب عطا فرمانے والا ہے۔ چنانچہ معرکہ بدر میں کفار مکہ نے خود اپنی جانوں کے اندر، اور فتح مکہ میں مرکز عرب کے اندر، اور خلفائے راشدین کے عہد میں تمام جہان کے اندر یہ نمونے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیے۔ آگے فرمایا: ''اے محبوب ﷺ! کیا ان کیلئے یہ دلیل و معجزہ نبوت

سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَ فِىٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ ۝۵۳ اَلَآ اِنَّهُمْ فِىْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَىْءٍ مُّحِيْطٌ ۝۵۴

ہم عنقریب ان کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں دنیا بھر میں اور خود ان کی ذات میں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ بیشک وہ حق ہے۔ کیا تمہارے پروردگار کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں ۵۳ آگاہ ہو بیشک [۱] کافر اپنے پروردگار کی ملاقات کی طرف سے شک میں ہیں، آگاہ ہو کہ خدا ہر چیز کو اپنے علم میں احاطہ کئے ہوئے ہے ۵۴

کافی نہیں کہ ہزاروں اُمم ماضیہ (گزشتہ امتوں) کی خبریں ان کو غیب سے بتا دیں، اور ان کو سینکڑوں واقعات جن کو انہوں نے دیکھا سنا بھی نہ تھا، سنا دیئے۔ کیا یہ اس کی کافی دلیل نہیں کہ خدا ہر چیز پر گواہ ہے۔

[۱] اس آیت میں فرمایا کہ مشرکین قیامت کے آنے کے بارے میں اور بعد موت اپنے رب کے پاس جانے میں اور حساب کتاب کے ہونے میں شک رکھتے ہیں۔ خدا کے وعدہ کا یقین نہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، حالانکہ اس کے قبضہ اور احاطہ سے نکل کر نہیں جاسکتے۔ اگر مرنے کے بعد ان کے بدن کے ذرات مٹی میں مل جائیں، یا پانی میں بہہ جائیں، یا ہوا میں منتشر ہو جائیں، تب بھی ایک ایک ذرہ پر اللہ کا علم اور قدرت محیط ہے۔ ان کو جمع کر کے از سر نو زندہ کر دینا کچھ مشکل نہیں۔

اٰیاتھا ۵۳ — ۴۲ سورۃ الشوریٰ مکیۃ ۶۲ — رکوعاتھا ۵

سورہ شوریٰ مکہ میں نازل ہوئی، اس میں ترپن آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ الشوریٰ: جو کوئی اس سورت کو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا وہ لوگوں کے شر سے محفوظ رہے گا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حٰمٓ ۝۱ عٓسٓقٓ ۝۲ سے الْحَكِيْمُ تک اس آیت کا شدائد کے وقت پڑھنا مفید ہے، اور اگر روزانہ پڑھے تو فرشتے قیامت کے دن اس پر سلام کہیں گے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۴﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵﴾

(اے محبوب ﷺ ۱) اسی طرح تمہاری طرف وحی بھیجتا ہے اور ان (انبیاء) کی طرف جو تم سے پہلے تھے، اللہ غالب حکمت والا ○ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے، اور وہی سب سے بڑا اور عظمت والا ہے ○ قریب ۲ ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ جاویں اور ۳ فرشتے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور زمین والوں کے واسطے بخشش مانگتے ہیں، آگاہ ہو بیشک اللہ ہی بخشنے والا مہربان ہے ﴿۵﴾

۱ اے محبوب ﷺ! جیسا تمہاری طرف یہ قرآن اتارا، اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کی معرفت وحی بھیجی، یوں ہی ان کی طرف بھی بھیجی جو تم سے پہلے انبیاء تھے۔ پھر فرمایا اس فہمائش کے بعد بھی اگر یہ لوگ اپنی بے ٹھکانے کی باتوں سے باز نہ آویں گے، اور کلام الٰہی کو جھٹلائے جاویں گے، تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے بدلہ لینے میں ایسا زبردست ہے کہ اس نے پچھلی بہت سی قوموں کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیا، اور کوئی اسکے عذاب کو ٹال نہ سکا۔ فرمایا جبکہ آسمان زمین کا مالک وہی وحدہ لاشریک ہے۔ اور سب پر اسی کا حکم جاری ہے۔ تو پھر کس استحقاق سے یہ مشرک لوگ غیروں کو اس کی تعظیم میں شریک کرتے ہیں۔

۲ آسمان باوجود اپنی عظمت ورفعت، خدا کی ہیبت وعظمت وقدرت کے آگے ایسے حقیر ہیں، کہ قریب ہوتا ہے کہ اوپر سے نیچے تک پاش پاش ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ بعض نے آیت کا مطلب یہ لیا ہے کہ جب مشرکین اللہ تعالیٰ کیلئے شرک ٹھہراتے ہیں۔ تو خداوند قدوس کی جناب میں یہ ایسی سخت گستاخی ہے جس سے کچھ بعید نہیں کہ آسمان کی اوپر والی سطح تک پھٹ کر ٹکڑے ہو جائے۔

فرشتوں کی صفات

۳ فرشتے آسمانوں میں اپنے رب کیلئے عاجزی کرتے ہیں، تسبیح کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، تعریف کرتے ہیں، اور زمین میں جو مخلصین مومنین ہیں، ان کے لئے اللہ سے مغفرت مانگتے ہیں۔ بیشک اللہ توبہ والوں کو بخشنے والا، اور جو توبہ پر مرے اس پر ضرور رحم کرنیوالا ہے۔

وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ اللّٰهُ حَفِیْظٌ عَلَیْهِمْ ﱪ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ۝۶ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا وَ تُنْذِرَ یَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ وَ فَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ ۝۷ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ یُّدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ

اور۱ جنہوں نے اللہ کے سوا اور دوست بنا رکھے ہیں وہ اللہ کی نگاہ میں ہیں، اور تم ان کے ذمہ دار نہیں ۝۶ اور۲ اسی طرح ہم نے تمہاری طرف عربی قرآن بذریعہ وحی بھیجا تاکہ تم مکہ والوں کو اور اس کے اردگرد (یعنی تمام روئے زمین) والوں کو ڈراؤ۳ اور اکٹھے ہونے کے دن (یعنی قیامت) سے ڈراؤ جس میں کچھ شک نہیں۔ (اس روز) ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں ۝۷ اور۴ اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک دین پر کر دیتا ولیکن اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے۔

منکروں کا جواب

۱ اس آیت میں فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے سوا غیروں کو پوجتے ہیں، اور اپنا پروردگار و مالک سمجھتے ہیں، تو ایسے لوگوں کے سب کام اللہ کی نظر میں ہیں۔ وقت مقررہ پر وہ ان کے عملوں کی ان کو سزا دے گا، اور ایسے ہی لوگ اللہ تعالیٰ کے علم میں دوزخی قرار پاچکے ہیں۔ اس لئے اے محبوب ﷺ! ان کو راہ راست پر لانے کے تم ذمہ دار نہیں، نہ تم سے انکے افعال کا مواخذہ ہوگا۔

۲ اے محبوب ﷺ! جیسے ہم نے پچھلے رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف انہیں کی زبانوں میں بھیجا، یونہی ہم نے تم پر قرآن بذریعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام خاص فصیح عربی زبان میں مطابق محاورہ فصحاء عرب اتارا، تاکہ تم اس کے ذریعہ سے مکہ کے لوگوں کو ڈراؤ سمجھاؤ اور اردگرد کے شہر یعنی روئے زمین کے لوگوں کو بھی ڈراؤ۔

۳ اس آیت میں فرمایا کہ روز قیامت سے آگاہ کر دو کہ ایک دن آنے والا ہے، جب تم اگلے پچھلے خدا کی پیشی میں حساب کیلئے جمع ہوگے، یہ ایک یقینی اور طے شدہ بات ہے جس میں کوئی دھوکہ فریب اور شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ چاہیے کہ اس دن کے لئے آدمی تیار ہو جائے۔ اس وقت کل آدمی دو گروہوں میں تقسیم ہوں گے، ایک گروہ جنتی اور ایک دوزخی۔ سوچ لو کہ تم کو کس گروہ میں شامل ہونا چاہئے، اور اس میں شامل ہونے کیلئے کیا سامان کرنا چاہئے۔

۴ پہلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو سب نافرمان لوگوں کو فرماں بردار بنا کر تمام مخلوقات کو نیک کر دیتا، مگر نہیں اس

وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۞ ۸ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۞ ۹ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ڰ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۞ ۱۰ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ

اور جو ظالم ہیں ان کا (قیامت کے دن) نہ کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار ۞ ۸ کیا انہوں نے اللہ کے سوا اور دوست ٹھہرائے ہیں، پس اللہ ہی کارساز ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرنیوالا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے ۞ ۹ اور [۱] جس بات میں تم (اہل حق کے ساتھ) اختلاف کرتے ہو پس اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے، یہ ہے اللہ میرا پروردگار، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں اسی کی طرف رجوع لاتا ہوں ۞ ۱۰ (وہ) [۲] آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنیوالا ہے، اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے جوڑے پیدا کئے اور (اسی طرح) چارپایوں کے جوڑے پیدا کئے۔

کی حکمت ایسی نہیں بلکہ وہ جس کو چاہتا ہے، اپنے دین کا اکرام کرتا ہے۔ اپنی رحمت میں اپنے مقبول مذہب میں داخل فرماتا ہے۔ اور یہ نافرمان لوگ شرک میں گرفتار ہیں، اور کہتے ہیں کہ اول تو ہم حشر کے قائل نہیں، اور اگر ایسا ہوا تو جن بتوں کی ہم پوجا کرتے ہیں، وہ ہم کو اس دن کے عذاب سے بچالیں گے۔ ان مشرکوں کی اس بات کے جواب میں یہاں مختصر طور پر اتنا ہی فرمایا کہ اس دن مشرکین کا نہ کوئی ولی ہے، کہ قیامت میں ان کو نفع دے نہ کوئی مددگار، کہ عذاب سے بچائے۔ پھر فرمایا یہ ان لوگوں کی نادانی ہے جو یہ لوگ بتوں کو اپنا مددگار سمجھتے ہیں، حشر کے دن ان کی آنکھوں کے سامنے مرے ہوئے لوگ دوبارہ زندہ ہو جائیں گے، تو ان لوگوں کو یہ معلوم ہو جاوے گا کہ کوئی چیز اللہ کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ درحقیقت سب کا مالک اور والی اللہ ہی ہے، اور وہ ہر بات پر زندگی موت وغیرہ پر قدرت والا ہے۔

[۱] اس آیت میں مشرکین کو یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ تم لوگ اختلاف کی باتیں جو کر رہے ہو کہ تمہارا طریقہ اچھا ہے، اور دین اسلام اچھا نہیں، تو اس کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے۔ وقت مقررہ پر وہ اس فیصلہ کو کر دے گا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ان مشرکوں سے کہہ دو کہ میں نے ہر طرح سے اپنا بھروسہ اللہ ہی پر کیا۔ اور سب کو چھوڑ کر اس کی طرف رجوع ہوا۔

[۲] اس آیت میں منکرین قدرت الٰہی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی چند نشانیاں یاد دلائیں، کہ اس صاحب قدرت نے آسمان

يَذۡرَؤُكُمۡ فِيۡهِ ؕ لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ ﴿۱۱﴾ لَهٗ مَقَالِيۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ﴿۱۲﴾ شَرَعَ لَكُمۡ مِّنَ الدِّيۡنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوۡحًا وَّالَّذِىۡۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ وَمَا وَصَّيۡنَا بِهٖۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَمُوۡسٰى وَعِيۡسٰٓى اَنۡ اَقِيۡمُوا الدِّيۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِيۡهِ ؕ

اس تدبیر سے تمہاری نسل پھیلاتا ہے، کوئی چیز اس کی مثل نہیں، اور وہی ہے سننے والا دیکھنے والا ﴿۱۱﴾ اسی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی کنجیاں جس کے لئے چاہتا روزی کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے بیشک وہ ہر ایک چیز کا جاننے والا ہے ﴿۱۲﴾ اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا جس کا[1] اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین (اسلام) کو قائم رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔

وزمین پیدا کیے، اور اس نے تمہارے لئے تمہیں میں سے عورتیں بنائیں کہ جوڑے پیدا کیے مرد اور عورت، اور چوپاؤں کے بھی جوڑے پیدا کیے نر و مادہ۔ وہی تو ماؤں کے رحموں میں تم کو مرد و عورت جو چاہتا ہے، پیدا کرتا ہے، اور پھر انسان اور چوپاؤں کی نسل بڑھائی۔ اس جیسا صفات' کمال، علم' قدرت' تدبیر میں کوئی بھی نہیں، وہ ہر بات سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ آسمان زمین کے خزانے سب اسی کے ہیں، مینہ گھاس وغیرہ سب کا وہ مالک ہے۔ جس کو چاہتا ہے رزق بے شمار دیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے۔ وہ اپنے کارخانوں کا ذرہ ذرہ بھر کا علیم ہے، جانتا ہے کہ کون وسعتِ رزق کے لائق ہے، اور کون تنگی کے۔

نافرمانوں کا حال

[1] اے لوگو! تمہارے لئے کوئی نئی بات نازل نہیں ہوئی ہے، بلکہ وہی قدیم دین کہ جس پر حضرت نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم والسلام مامور تھے۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت نوح علیہ السلام سے اب تک جتنے انبیاء ہوئے، سب کیلئے ہم نے دین کی ایک ہی راہ مقرر کی جس میں وہ سب متفق ہیں۔ وہ راہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید، اور اس کی اطاعت، اس پر اور اس کے رسولوں پر، اور اس کی کتابوں پر، اور روز جزا پر، اور باقی تمام ضروریات دین پر ایمان لانا لازم کریں، کہ یہ اُمور تمام انبیاء کی

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾

مشرکوں ۱؎ پر بہت ہی گراں ہے وہ بات جس کی طرف تم انہیں بلاتے ہو (یعنی بتوں کو چھوڑنا اور توحید اختیار کرنا) اللہ اپنے قرب کے لئے چن لیتا ہے جسے چاہے اور اپنی طرف راہ دیتا ہے اسے جو رجوع لائے ﴿۱۳﴾ اور ۲؎ انہوں نے پھوٹ نہ ڈالی مگر بعد اس کے کہ انہیں علم آچکا تھا آپس کے حسد سے اور اگر تمہارے پروردگار کی ایک بات گزر نہ چکی ہوتی ایک مقرر میعاد تک تو کب کا ان میں فیصلہ کر دیا جاتا، اور بیشک جو لوگ نبیوں کے بعد کتاب کے وارث ہوئے (یعنی یہود و نصاریٰ)، وہ اس سے ایک دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں ﴿۱۴﴾

اُمت کے لئے یکساں لازم ہیں۔ اور دین الٰہی کو اپنے قول و عمل سے قائم رکھیں، اور اصل دین میں کسی طرح کی تفریق و اختلاف و پھوٹ نہ ڈالیں۔

۱؎ اس آیت میں فرمایا: ''اے محبوب ﷺ! جس بات کی رغبت تم ان مشرکوں کو دلاتے ہو، اور توحید کی طرف دعوت دیتے ہو، اس کا اختیار کرنا ان پر بڑا ہی شاق گزرا۔ گویا آپ کوئی نئی اور انوکھی چیز پیش کر رہے ہیں، جو کسی نے پہلے پیش نہیں کی تھی۔ بھلا توحید جیسی صاف معقول اور متفق علیہ چیز بھی جب مشکوک معلوم ہونے لگے تو جہالت اور بدبختی کی حد ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنا برگزیدہ مقبول بارگاہ بناتا ہے۔ اور اپنے دین کیلئے اس کو پیدا کرتا ہے، اور وہ ہر اس شخص کو جو اسکی طرف صدق دل سے متوجہ ہوتا ہے، راہِ راست دکھاتا ہے۔ یعنی وہ جو پہلے کافر تھے بعد کو مشرف با سلام ہوئے۔

۲؎ اہل کتاب نے اپنے انبیاء کے بعد جو دین میں اختلاف ڈالا کہ کسی نے توحید اختیار کی، کوئی کافر ہو گیا، وہ اس سے پہلے جان چکے تھے کہ اس طرح اختلاف کرنا، اور فرقہ فرقہ ہو جانا گمراہی ہے۔ لیکن باوجود اسکے انہوں نے یہ سب کچھ کیا کہ ان کو پورا پورا علم صفتِ نبی آخر الزماں کا، اور ان کی شان و صورت کا آچکا۔ محض عناداً، وتکبراً، وحسداً متفرق ہو رہے، اور توحید اور نبی آخر الزماں کو نہیں مانتے۔ اے محبوب ﷺ! اگر خدا کا حکم حکمِ ازلی سے یونہی ثابت ہو چکا ہوتا کہ اس اُمت پر عذاب نہ آئے

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

پس تم اسی (توحید) کی طرف (لوگوں کو) بلاؤ اور ثابت قدم رہو جیسا تمہیں حکم ہوا ہے، اور ان کافروں کی خواہشوں پر نہ چلو اور کہو کہ میں ایمان لایا اس ہر کتاب پر جو اللہ نے اتاری ہے، اور مجھے حکم ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں، اللہ ہمارا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے، ہمارے لئے ہمارا عمل اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے، کوئی حجت نہیں ہمارے درمیان میں اور تمہارے درمیان میں، اللہ ہم سب کو (روز قیامت) جمع کرے گا اور اسی کی طرف پھرنا ہے ﴿۱۵﴾

گا، اور ایک وقت معین تک ان کو مہلت ملے گی۔ تو ابھی فیصلہ کر دیا جاتا، اور یہ سب عذاب الٰہی سے ہلاک کر دیئے جاتے۔ اور وہ لوگ جن کو ان رسولوں کے بعد کتاب کا وارث کیا گیا، یعنی یہود و نصاریٰ کہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے بعد توریت و انجیل کے وارث ہوئے اور اس قرآن میں شک ظاہر میں مبتلا ہیں۔ یا یہ کہ اپنی کتابوں میں شک نکالتے ہیں، اور اپنی کتاب پر مضبوط ایمان نہیں رکھتے۔ اے محبوب ﷺ! جو حکم اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء علیہم السلام کو اور تم کو دیا ہے، تم اس کی پابندی کی لوگوں کو نصیحت کرو، اور ان میں سے کسی کی خواہشوں کا اتباع نہ کرو۔ اور ان لوگوں کو اتنی ہی بات کہو کہ میں تو ان سب کتابوں پر ایمان لایا جو اللہ تعالیٰ کے پاس سے اُتری ہیں۔ اور مجھ کو قرآن میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ تمام چیزوں میں اور جمیع احوال میں اور ہر فیصلہ میں انصاف کروں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا تمہارا سب کا پروردگار ہے۔ ہم سب کو اسی کی خوشنودی کیلئے کام کرنا چاہئے۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو ہمارا تم سے کچھ تعلق نہیں۔ ہم دعوت و تبلیغ کا فرض ادا کر کے سبکدوش ہو چکے۔ ہم میں سے کوئی دوسرے کے عمل کا ذمہ دار نہیں۔ ہر ایک کا عمل اسکے ساتھ ہے وہ ہی اسکے آگے آئے گا۔ چاہیے کہ اس کے نتائج برداشت کرنے کیلئے تیار رہے۔ آگے ہم کو تم سے جھگڑنے اور بحث و تکرار کی ضرورت نہیں، سب کو خدا کی عدالت میں حاضر ہونا ہے، وہاں جا کر ہر ایک کو پورا پتہ لگ جائے گا کہ وہ دُنیا سے کیا کچھ کما کر لایا ہے۔ بعض کے نزدیک یہ آیت جہاد سے منسوب ہے۔ یہ آیات مکی ہیں، قتال کی آیتیں مدینہ میں نازل ہوئیں۔

وَالَّذِيْنَ يُحَاۗجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝۱۶ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ۝۱۷

اور وہ ۱؎ لوگ جو اللہ کے دین کے بارے میں جھگڑتے ہیں بعد اس کے کہ (مسلمان) اس کا حکم مان چکے ان کا جھگڑا باطل ہے ان کے پروردگار کے نزدیک، اور ان پر غضب ہے (بسبب ان کے کفر کے) اور ان کے لئے (آخرت میں) سخت عذاب ہے ۱۶ وہ خدا ہے کہ جس نے حق کے ساتھ کتاب (یعنی قرآن) اتاری اور انصاف کی ترازو بھی، اور تم کیا ۲؎ جانو شاید قیامت قریب ہی ہو ۱۷

۱؎ اس آیت میں فرمایا کہ اللہ کے دین اور اس کی کتاب اور اس کی باتوں کی سچائی جب علانیہ ظاہر ہو چکی، حتیٰ کہ بہت سے سمجھدار لوگ اس کو قبول کر چکے، اور بہتیرے قبول نہ کرنے کے باوجود ان کی سچائی کا اقرار کرنے لگے۔ اس قدر ظہور و وضوحِ حق کے بعد جو لوگ خواہ مخواہ، جھگڑے ڈالتے یا مسلمانوں سے الجھتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کا غصہ ہے، اور یہ لوگ قیامت کے دن سخت عذاب کے لائق ہیں۔

نیک و بد کا انجام

۲؎ ان آیتوں میں فرمایا کہ جس طرح ترازو سے ہر ایک چیز کی تول معلوم ہو جاتی ہے، اسی طرح قرآن سے حق بات معلوم ہو جاتی ہے۔ اس پر بھی قرآن کی آیتوں میں جو لوگ جھگڑا نکالتے ہیں، وہ بڑے نادان ہیں۔ جب اللہ کے رسول ﷺ اپنی نصیحت میں قیامت کا ذکر کرتے تھے، تو مشرکین اس میں زیادہ جھگڑتے اور یہ کہتے تھے کہ آخر وہ قیامت کب آوے گی۔ اسی کے جواب میں فرمایا کہ ان لوگوں کے دل میں قیامت کے آنے کا یقین نہیں ہے، اسلئے یہ لوگ مسخراپن کے طور پر گھڑی گھڑی قیامت کے آنے کا حال پوچھتے ہیں۔ فرمایا کہ تم کو کیا خبر ہے کہ شائد قیامت کا آنا قریب ہو، اور جو لوگ رسول و قرآن پر ایمان لائے، وہ تو اسی ہولناک گھڑی کے تصور سے لرزتے اور کانپتے ہیں، اور خوب سمجھتے ہیں کہ یہ چیز ہونے والی ہے۔ کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتی، اسی لئے اس کی تیاری میں لگے رہتے ہیں۔ اسی سے سمجھ لو کہ ان جھگڑنے والے منکرین کا حشر کیا ہوتا ہے۔ جب ایک شخص کو قیامت کے آنے کا یقین ہی نہیں، وہ تیاری کیا خاک کرے گا۔ ہاں جتنا اس حقیقت کا مذاق اڑائے گا، گمراہی میں اور زیادہ دور ہوتا چلا جائے گا۔ آگے فرمایا کہ اللہ اپنے سب بندوں پر مہربان ہے، باوجود تکذیب و انکار کے کسی کی روزی

يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۗ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۱۸﴾ اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾

قیامت کی طلب میں جلدی وہ لوگ کرتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور جو لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ بیشک وہ حق ہے، آگاہ ہو بیشک جو لوگ قیامت کے آنے میں جھگڑتے ہیں بیشک وہ دور کی گمراہی میں ہیں ﴿۱۸﴾ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے روزی دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور وہی قوت والا غالب ہے ﴿۱۹﴾ ۱؎ جو کوئی (اپنے اعمال کی) کھیتی (کا فائدہ) آخرت میں چاہے تو ہم اس کو (نیکیوں کی توفیق دے کر) اس کی کھیتی بڑھاتے ہیں اور جو کوئی دنیا کی کھیتی چاہے تو ہم اس میں سے اس کو کچھ حصہ دیتے ہیں اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں ہے ﴿۲۰﴾

بند نہیں کرتا۔ بلکہ بندوں کے باریک سے باریک احوال کی رعایت کرتا، اور فراخی وعیش عطا فرماتا ہے، مومن کو بھی اور کافر کو بھی حسب اقتضائے حکمت۔ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بعضے مومن بندے ایسے ہیں کہ تونگری ان کے قوت ایمان کا باعث ہے۔ اگر میں انہیں فقیر محتاج کردوں، تو ان کے عقیدے فاسد ہو جائیں، اور بعضے بندے ایسے ہیں کہ تنگی و محتاجی ان کی قوت ایمان کا باعث ہے، اگر میں انہیں غنی و مالدار کردوں تو ان کے عقیدے خراب ہو جائیں"۔

۱؎ جو بندہ خالصاً للہ عمل کرتا ہے، اور اپنے کاموں سے آخرت کا منافع لینا چاہتا ہے، اور یہ جانتا ہے کہ جو یہاں بیج بودں وہاں کاٹوں، تو ہم اس کے کھیت کی پیداوار بے حد زائد کرتے ہیں۔ یعنی اس کا ثواب ہزار ہا گنا دیں گے، یا یہ کہ اس کو خوشی اور قوت اچھے کاموں کی زائد کریں گے، اور اسکے دل میں اور خلوص بڑھائیں گے۔ یا یہ کہ دُنیا میں بھی دیں گے، اور وہاں بھی زائد، اور جس کا عمل محض دنیا حاصل کرنے کیلئے ہو، اور وہ آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو، تو ہم اس کا کو دنیا کا نفع دیتے ہیں، اور ظاہر مصیبت

اَمۡ لَهُمۡ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوۡا لَهُمۡ مِّنَ الدِّيۡنِ مَا لَمۡ يَاۡذَنۡۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَلَوۡلَا كَلِمَةُ الۡفَصۡلِ لَقُضِىَ بَيۡنَهُمۡ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيۡنَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۲۱﴾ تَرَى الظّٰلِمِيۡنَ مُشۡفِقِيۡنَ مِمَّا كَسَبُوۡا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمۡ ؕ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِىۡ رَوۡضٰتِ الۡجَـنّٰتِ ۚ لَهُمۡ مَّا يَشَآءُوۡنَ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَضۡلُ الۡكَبِيۡرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِكَ الَّذِىۡ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ

کیا[1] کافروں کے کچھ شریک ہیں کہ جنہوں نے ان کیلئے وہ دین نکال دیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا اور اگر (خدا کی طرف سے) ایک فیصلہ کا وعدہ نہ ہوتا تو بیشک (دنیا ہی میں) ان کا فیصلہ ہو جاتا، اور بیشک (آخرت میں) ان ظالموں (یعنی کافروں) کیلئے درد دینے والا عذاب ہے ﴿۲۱﴾ (اس روز) تم ان ظالموں کو دیکھو گے کہ اپنے اعمال کے وبال سے ڈر رہے ہوں گے اور وہ (وبال) ان پر (ضرور) پڑ کر رہے گا، اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیئے وہ بہشتوں کے باغ میں ہوں گے وہ جو کچھ چاہیں ان کیلئے انکے پروردگار کے پاس (موجود) ہوگا یہی بڑا فضل ہے ﴿۲۲﴾ یہ وہ ثواب ہے کہ جس کی اللہ اپنے ان بندوں کو خوشخبری دیتا ہے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیئے۔

دنیا ٹالتے ہیں۔ وہاں جا کر قیامت میں خالی رہے گا کچھ نہ ملے گا کہ کام کرتے وقت اپنے وہاں کے نفع کا خیال ہی نہ تھا۔ اس نے فقط دنیا کیلئے کیا تھا، سو وہ ملے گی۔

[1] یہ کفار جو بت پرستی وغیرہ بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں، تو کیا ان کے لئے سوا خدا کے اور کوئی معبود و مالک ہے، جن کو یہ خدا کا شریک بتاتے ہیں۔ اور اپنا حامی کہ ان کو انہوں نے کوئی دین بتایا ہے، اور ان کیلئے مقرر کر دیا ہے، جس کا خدا نے انکو حکم نہیں دیا۔ اگر خدا کا حکمِ ازلی جو حق و باطل میں فاصل ہے، اور یقینی ہے، انکی تاخیر عذاب کے بارہ میں ثابت نہ ہو چکا ہوتا، اور یہ بات تقدیر میں نہ مقرر ہو چکی ہوتی کہ اس اُمت پر اگلوں کا سا عذاب نہ آئے گا، تو کبھی کا عذاب آ چکتا، اور یہ سب مر کر خاک میں بھی مل چکتے۔ اور بیشک ظالم کافروں کو آخرت میں سخت عذاب پہنچے گا، اور جو لوگ ایمان لائے، اور اچھے کام کئے تو ایسے فرمانبردار لوگوں کے لئے جنت کی نعمتیں ہیں، وہ دیکھنے کے قابل ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دوزخ کے عذاب، اور جنت کی نعمتوں کی پوری تفسیر انسان کی طاقت سے باہر ہے۔

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰي قَلْبِكَ ۭ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾

تم فرماؤ میں ۱؎ اس تبلیغ قرآن پر تم سے کچھ مزدوری نہیں طلب کرتا مگر (تم کو) قرابت والوں کی محبت کرنی چاہئے اور جو کوئی نیکی کرے ہم اس کے لئے اس میں اور خوبی بڑھائیں گے، بیشک اللہ بخشنے والا، قدر فرمانے والا ہے ﴿۲۳﴾ کیا یہ ۲؎ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے خدا پر جھوٹ باندھ لیا ہے، اگر اللہ چاہے تو تمہارے دل پر اپنی (رحمت وحفاظت کی) مہر لگا دے اللہ باطل کو مٹایا کرتا ہے اور دین حق کو اپنی باتوں سے ثابت کرتا ہے بیشک وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے ﴿۲۴﴾

۱؎ **شان نزول:** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ طیبہ رونق افروز ہوئے اور انصار نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کے ذمہ مصارف ہیں، اور مال کچھ بھی نہیں ہے۔ تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا، اور حضور ﷺ کے حقوق واحسانات یاد کر کے حضور کی خدمت میں پیش کرنے کیلئے بہت سا مال جمع کیا، اور اس کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور کی بدولت ہمیں ہدایت ہوئی، ہم نے گمراہی سے نجات پائی، ہم یہ مال خدام آستانہ کی خدمت میں نذر کرنے کے لئے لائے، قبول فرما کر ہماری عزت افزائی کی جائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضور نے وہ اموال واپس فرما دیئے۔

گناہوں کا کفارہ

۲؎ مشرکین مکہ کہتے کہ محمد ﷺ قرآن کی آیتیں خود بنا لیتے ہیں، اور یہ مشہور کرتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ مشرکین کی اس بات کا ایک جواب تو سورہ بقر میں گذر چکا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ قرآن اُمی رسول ﷺ پر اُترا ہے۔ اور باتیں اس میں ایسی غیب کی ہیں کہ اُمی شخص تو درکنار، کوئی پڑھا ہوا آدمی بھی ایسی غیب کی باتیں نہیں بتلا سکتا۔ اس لئے ہر ایک سمجھدار آدمی سمجھ سکتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اسی بات کا یہاں جواب دیا ہے کہ جھوٹ اللہ کو بہت ناپسند ہے۔ اسی واسطے قرآن کے مخالف لوگ قرآن کے مقابلہ میں جو جھوٹی باتیں کہتے ہیں۔ ان کو دن بدن اللہ تعالیٰ مٹاتا ہے۔ اور قرآن کی باتوں کو پھیلاتا ہے، اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اللہ تو جھوٹی باطل بات کو محو فرما دیتا ہے، اور حق اور سچی بات کو اپنے

وَ هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَ یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ یَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ الْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۲۷﴾

اور وہی (رحیم) ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور (گزشتہ) گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کو جانتا ہے ﴿۲۵﴾ اور ان لوگوں کی دعا قبول فرماتا ہے جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ (انعام) دیتا ہے، اور جو کافر ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے ﴿۲۶﴾ اور [1] اگر اللہ اپنے سب بندوں کا رزق وسیع کر دیتا تو بیشک زمین میں ضرور فساد کرتے ولیکن وہ اندازہ سے رزق اتارتا ہے جتنا چاہتا ہے، بیشک وہ اپنے بندوں (کے حالات) کو جاننے والا دیکھنے والا ہے ﴿۲۷﴾

معجزات، اپنی دلیلیں، اپنے مقدس کلمات واحکام ظاہر کر کے خوب ثابت کر دیتا ہے، جس میں پھر شک کی گنجائش نہیں رہتی۔ چنانچہ کفر کو بالکل باطل، اور اسلام کو ہدایت ثابت فرما دیا۔ وہ تو سب کے دلوں کا حاکم ہے، ان کے اچھے برے ارادوں کا عالم ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر اب بھی یہ لوگ اپنی باتوں سے توبہ کریں گے، تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کر کے انکے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اس کو اپنے بندوں کے سب کام معلوم ہیں۔ توبہ کی صورت میں اپنے علم کے موافق اسے پچھلے سب گناہوں کو معاف کر دینا کچھ مشکل نہیں ہے۔ اور توبہ کے بعد جو لوگ فرمانبردار بن کر نیک کاموں میں لگے رہتے ہیں۔ ان کی ہر ایک التجا کو وہ سنتا ہے، اور ان کی التجا سے بڑھ کر اپنے فضل سے ان کو دیتا ہے۔ ہاں جو لوگ دین کی باتوں کے منکر ہیں، اگر وہ بغیر توبہ کے مرجاویں گے، ان کو عقبیٰ میں سخت عذاب بھگتنا پڑے گا۔

[1] اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا انجام خوب معلوم ہے۔ اس سے وہ ہر ایک کی مصلحت کو دیکھ کر رزق کا انتظام فرماتا ہے۔ امیر و غریب سب یکساں ہو جاویں تو کوئی کسی کی نہ سنے، اور دنیا کے انتظام میں فتور پڑ جاوے۔ اب جس طرح دنیا کا کام چل رہا ہے کہ امیر لوگوں کو غریبوں کے کام کاج سے مدد ملتی ہے، اور غریبوں کو امیروں کے روپیہ پیسہ سے۔ امیروں غریبوں کے یکساں ہو جانے میں یہ انتظام قائم نہیں رہ سکتا۔

وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ۚ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٨﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِنْ دَابَّةٍ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ﴿٢٩﴾ وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ ﴿٣٠﴾

اور [۱] وہی ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہی ہے کارساز سب تعریف کیا گیا ﴿۲۸﴾ اور اس (کی قدرت) کی نشانیوں میں ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور انکے درمیان ہر قسم کے چلنے والے جانور پھیلائے اور وہ انکے اکٹھا کرنے پر جب چاہے قادر ہے ﴿۲۹﴾ اور [۲] جو کچھ تم کو مصیبت پہنچی ہے تو وہ اس گناہ کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کیا ہے اور بہت کچھ تو وہ معاف فرما دیتا ہے ﴿۳۰﴾

[۱] اس آیت میں مینہ کے برسنے کا، آسمان وزمین اور آسمان وزمین کی مخلوقات کے پیدا کرنے کا ذکر فرما کر منکرین حشر کو یوں قائل کیا، کہ جس صاحب قدرت نے پہلی دفعہ یہ سب کچھ پیدا کیا، دوبارہ پیدا کرنا بھی اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ہر شخص کا عقلی تجربہ ہے کہ جو کام ایک دفعہ کیا جا چکا، وہ دوسری دفعہ آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔

مسلمانوں کی تکالیف ان کے گناہوں کا کفارہ

[۲] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مسلمانوں کے لئے قرآن شریف میں یہ آیت بڑی فضیلت کی آیت ہے۔ کیونکہ میں نے آنحضرت ﷺ سے اس آیت کی تفسیر یوں سنی ہے کہ مسلمانوں کو دنیا میں جو کچھ درد پہنچتا ہے۔ وہ دنیا میں ہی ان کے گناہوں کا بدلہ ہو جاتا ہے۔ اور بہت سے گناہ اللہ تعالیٰ یوں ہی بغیر بدلہ کے معاف فرما دیتا ہے''۔ صحیح بخاری ومسلم میں ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے جو روایتیں ہیں کہ ایماندار شخص کو ایک کانٹا چبھنے کی تکلیف ہو تو وہ بھی گناہوں کا کفارہ ہے۔ مسند امام احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''مسلمان آدمی کے جب گناہ بہت ہو جاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان گناہوں کے کفارے کے طور پر اس شخص کو کسی رنج میں مبتلا کر دیتا ہے''۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب مسلمان کو کوئی مرض یا کوئی رنج یا غم دنیا میں ہوتا ہے، تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح خزاں کے موسم میں درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''بخار کو برا نہیں کہنا چاہیے، اس سے انسان کے گناہ جھڑتے ہیں''۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ دُنیا میں مسلمان کو جانی و مالی جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے، وہ اس کے بعضے گناہوں کے سبب سے ہوتی ہے۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں وارد ہے کہ انبیاء علیہم السلام گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اور معصوم ہوتے ہیں، اگر ان کو دنیاوی دکھ پہنچتا ہے تو رفع درجات کیلئے ہوتا ہے۔

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۴﴾ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۵﴾ فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ

اور تم زمین [۱] میں قابو سے نہیں نکل سکتے، اور خدا کے سوا نہ کوئی تمہارا دوست ہے اور نہ مددگار (۳۱) اور [۲] اسکی نشانیوں میں سے سمندر میں چلنے والے جہاز ہیں جیسے پہاڑ (۳۲) اگر اللہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے پس جہاز سمندر کی پیٹھ پر کھڑے رہ جائیں، بیشک اس معاملہ میں نشانیاں ہیں ہر صبر کرنیوالے شکر گزار (یعنی مومن) کیلئے (۳۳) یا اگر چاہے تو ان جہازوں کو غرق کر دے لوگوں کے گناہوں کے سبب سے اور بہت کچھ معاف فرما دے (۳۴) اور جو لوگ ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں وہ جان لیں کہ انہیں بھاگنے کی کہیں جگہ نہیں (۳۵) پس [۳] جو کچھ تم کو دیا گیا ہے محض وہ چند روزہ دنیا کی زندگی کا اسباب ہے،

[۱] اس آیت میں فرمایا کہ جو مصیبتیں تمہارے لئے مقدر ہو چکی ہیں ان سے کہیں بھاگ نہیں سکتے، کہ اسکے عذاب سے بچ کر کہیں بھاگ جاؤ، اور خدا کے عذاب سے کوئی تمہارا رشتہ دار، عزیز، قریب نفع دینے والا، اور نہ کوئی مددگار جو مدد کرے اور بچالے۔
[۲] ان آیتوں میں منکرین قدرت کے قائل کرنے کیلئے فرمایا، یہ پہاڑ کے پہاڑ کشتیاں پانی کو پھاڑ کر جو دریا میں پھرتی ہیں، اللہ چاہے تو ہوا کو روک دے جس سے وہ چلتی ہیں، تو وہ ایک ہی جگہ کھڑی رہ جائیں۔ پانی کے اوپر قائم رہیں۔ ان کشتیوں میں خدا کی قدرت کی عجیب نشانیاں ہیں، اور نہایت عبرت و نصیحت ہر صبر والے کیلئے، جو طاعت و مصیبت پر کرتا ہے، اور شکر ادا کرتا ہے، اور اگر خدا چاہے تو ان کشتی والوں کو نافرمانی کے سبب، اور انکے برے کاموں کے بدلے دریاؤں میں ان کو ہلاک اور پاش پاش کر دے۔ مگر وہ رحمت کرتا ہے کہ بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے، جس سے لوگوں کی اکثر بلائیں ایک وقت مقررہ تک ٹل جاتی ہیں۔ خدا یہ باتیں اس لئے بیان کرتا ہے کہ جو رسول و قرآن کی حقیقت میں جھوٹا خرافات جھگڑا نکالتے ہیں۔ وہ خوب جان لیں کہ جب ان کی سزا کا وقت مقرر آ جائے گا، تو پھر ایسے لوگ بھاگ کر جانے کی کہیں جگہ نہ پائیں گے۔
دُنیا چند روزہ ہے: [۳] ان آیتوں میں فرمایا کہ دنیا میں جو کچھ ہے وہ چند روزہ ہے۔ یہ سب دنیا کی جیتی دم کی زینت، آرائش

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَ الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ وَ اِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَ الَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا

اور جو (ثواب) اللہ کے پاس ہے بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ان کے لئے جو ایمان لائے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں ﴿۳۶﴾ اور وہ لوگ جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کردیتے ہیں ﴿۳۷﴾ اور جنہوں نے اپنے پروردگار کا حکم قبول کیا اور نماز قائم رکھی اور ان کا ہر کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے اور ہمارے دیئے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں ﴿۳۸﴾ اور وہ لوگ کہ جب انہیں بغاوت پہنچے تو (انصاف سے) بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ اسی قدر برائی ہے۔

ہیں کچھ بھی باقی نہ رہے گا، اور آخرت میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے، وہ ان سب دنیا کی نعمتوں سے لاکھوں درجے بہتر ہے، اور ہمیشہ باقی رہنے والا۔ جس کو کبھی فنا نہیں۔ جانتے ہو کس کیلئے ہے۔

کامل مسلمان کی خوبیاں

ہاں وہ ان کیلئے ہے جو رسول وقرآن پر ایمان لائے، اور اپنے پروردگار پر ہر بات میں بھروسہ رکھتے ہیں، اور کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں، اور زنا وغیرہ سے دور بھاگتے ہیں۔ احکام الٰہی کو مانتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، اور جب کسی بات پر غصہ ہوتے ہیں تو بردباری کرتے ہیں، بدلہ نہیں لیتے معاف کردیتے ہیں۔ اور جب کوئی کام دینی یا دنیوی کرنا چاہتے ہیں، اور اس کا ارادہ کرتے ہیں تو پہلے اس کا آپس میں بیٹھ کر مشورہ کرلیتے ہیں، پھر کام کرتے ہیں۔ اور ہم نے جو ان کو روپیہ پیسہ مال وغیرہ دیا ہے، اس میں سے اللہ کی راہ میں خوب صدقہ خیرات کرتے ہیں، اور جب انہیں کوئی ستاتا ہے ظلم کرتا ہے، ان سے سرکشی بغاوت کرتا ہے، تو وہ انصاف اور حقانیت سے بدلہ لیتے ہیں، غصہ میں حد سے نہیں گزرتے۔ اور جو شخص بدلہ لینے کی جگہ معافی سے کام لیوے گا، تو اس کا ثواب اللہ پر ہے۔ اس کو بہت ثواب عطا فرمائے گا۔ خدا ظلم کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ ہاں جو مظلوم ہوا، اور اپنا بدلہ لینا چاہے برابر برابر، تو اس پر کوئی اعتراض نہیں، کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ وہ تو اپنا حق لیتا ہے۔ اعتراض اور گناہ تو اس پر ہے جو خواہ مخواہ لوگوں کو ستاتا ہے، اور ان پر ابتلاء ظلم کرتا ہے، اور بے انصاف زمین میں ناحق بغاوت کرتا ہے۔ تو ایسوں کو سخت عذاب دردرساں پہنچے گا، اور جو ظلم پر صبر کرے گا، اور بخشش کرے گا بدلہ نہ لے گا، تو یہ بہت بڑا مرتبہ ہے، اور نہایت بہتر ہے، اور عالی درجے کا امر ہے۔

فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ؕ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ ع وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهٖ ؕ

پس جو کوئی معاف کر دے اور معاملہ کو درست کر دے، پس اس کا اجر اللہ پر ہے، بیشک وہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا ﴿۴۰﴾ اور بیشک جس نے اپنی مظلومی پر بدلہ لیا۔ پس ایسے لوگوں پر کچھ مواخذہ کی راہ نہیں ﴿۴۱﴾ مواخذہ تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کو درد دینے والا عذاب ہے ﴿۴۲﴾ اور بیشک جو شخص صبر کرے اور معاف کرے تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں ﴿۴۳﴾ اور [۱] جس کو خدا گمراہ کرے پس اس کا کوئی رفیق نہیں اس کے بعد۔

کافروں کا انجام اور نافرمانی کی زندگی

[۱] ان آیتوں میں فرمایا کہ اللہ کی توفیق و دست گیری ہی سے آدمی کو ایمان حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اگر اللہ اپنے مقدس مذہب کی راہ نہ دے، تو کون ہے جو ہاتھ پکڑ کر اخلاقی پستی اور گمراہی کے گڑھے سے ہم کو نکال سکے۔ آگے فرمایا کہ قیامت کے دن ان کافروں کا حال دیکھنے کے قابل ہوگا کہ بروز قیامت عذاب کی سختی اور تکلیف دیکھیں گے، تو وہ اس حالت کو دیکھ کر بہت گھبرائیں گے اور یہ تمنا کریں گے کہ ان کو دوبارہ دنیا میں جانے کی کوئی راہ مل جاوے، تاکہ دوبارہ دنیا میں جا کر نیک کام کریں، اور عذاب دوزخ سے نجات پاویں۔ اور سہمے ہوئے مجرم کی طرح خوف اور ذلت و ندامت کے مارے نیچی نظر سے دیکھتے ہوں گے، کسی سے پوری طرح آنکھ نہ ملا سکیں۔ اور میدان حشر میں ایماندار لوگ جب ان نافرمان لوگوں کا حال دیکھیں گے، کہ نافرمان لوگ دوزخ کو کن آنکھوں سے دیکھ کر پھر دوبارہ دنیا میں جانے اور نیک عمل کرنے کی آرزو کر رہے ہیں، تو اس وقت جو ایماندار لوگ ان نافرمان لوگوں کو قائل کرنے کے طور پر کہیں گے، کہ جو وقت نیک عمل کرنے کا تھا، وہ تم نافرمان لوگوں نے ہاتھ سے کھو دیا، اور سرکشی کے سبب سے دنیا میں ایسی تجارت کی، جس کے سبب سے اپنے آپکو اور اپنے گھر والوں کو نقصان میں ڈالا۔ بیشک ظالم کافر مشرک ایسے عذاب میں گرفتار ہوں گے جو ہمیشہ قائم رہے گا، اور وہاں انکے بت، یا عزیز و اقارب

وَ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾ وَ تَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ

اور تم ان ظالموں کو دیکھو گے جب وہ (قیامت کے دن) عذاب کو دیکھیں گے (تو) کہیں گے کیا (دنیا) میں واپس جانے کی کوئی راہ ہے اور تم ان کو دیکھو گے کہ جب وہ دوزخ پر پیش کیے جائیں گے ذلت سے عاجزی کرتے ہوئے چھپی نگاہ سے دیکھتے ہوں گے ﴿۴۴﴾ اور ایمان والے کہیں گے بیشک نقصان میں وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے قیامت کے دن اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو نقصان میں ڈالا آگاہ ہو بیشک ظالم (یعنی مشرک و کافر) لوگ ہمیشہ کے عذاب میں رہیں گے ﴿۴۵﴾ اور (وہاں) ان کا کوئی کارساز نہ ہوگا کہ اللہ کے مقابل ان کی مدد کرے۔

وغیرہ کام نہ آئیں گے کہ ان کی مدد کریں، اور عذاب الٰہی سے بچالیں، نجات دلائیں۔ آگے فرمایا: ''اے لوگو! اس بیکسی کے وقت کے آنے سے پہلے اللہ اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری قبول کرلو، تو ابھی وقت ہاتھ سے نہیں گیا ہے۔ جب وقت ہاتھ سے جاتا رہے گا، تو پھر پچھتانا کچھ کام نہ آئے گا''۔ فرمایا اے محبوب ﷺ! اس نصیحت کے بعد بھی اگر یہ نافرمان لوگ نہ مانیں، تو تمہارا کام اتنا ہی ہے کہ تم ان کو اللہ کی نصیحت پہنچادو۔ پھر اگر یہ نہ مانیں گے تو اللہ ان سے سمجھ لیوے گا۔ پھر فرمایا کہ ان نافرمان لوگوں کے اللہ کی نصیحت نہ ماننے کا بڑا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو دنیا میں کسی قدر فراغت دے رکھی ہے۔ اور یہ انسان کی جبلّی عادت ہے کہ فراغت کے وقت بجائے اللہ کے شکر کے اِتراتے لگتا ہے، اور تکلیف کے وقت اللہ کی تمام نعمتوں کو بھول کر بجائے خدا سے ڈرنے کی خدا کی ناشکری کرنے لگتا ہے۔ پھر فرمایا کہ زمین اور آسمان سب ملک اللہ کا ہے، کسی کی ناشکری اور نافرمانی سے اللہ کے ملک میں کوئی فتور نہیں پڑتا۔ جس طرح دنیا کے بادشاہوں کا حال ہے کہ رعیت اور ملازموں کے نافرمان ہوجانے سے ان کی بادشاہت میں فتور پڑ جاتا ہے۔ خدا کی بادشاہت ایسی نہیں ہے۔ خدا ایسا زبردست بادشاہ ہے کہ اس کو کسی کی نافرمانی اور ناشکری، اور مخالفت کی کچھ پروانہیں ہے۔ جس طرح اس کی حکومت غریب لوگوں پر ہے، وہ ویسی ہی بادشاہوں پر ہے۔ بڑے بڑے بادشاہوں میں سے جس کو چاہے بے اولاد رکھے، جس کو چاہے بجائے لڑکے کے لڑکی دیوے، کسی کا اس پر کچھ زور اور بس نہیں چل سکتا۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۶﴾ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کے لئے کوئی راہ نہیں ۴۶ تم اپنے پروردگار کا حکم مانو اس دن کے آنے سے پہلے جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں، اس دن تمہیں کوئی پناہ نہ ہوگی اور نہ تمہیں (اپنے گناہوں کا) انکار کرتے بنے ۴۷ پس اگر یہ لوگ منہ پھیریں تو ہم نے تم کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا، تمہارے ذمہ تو یہی ہے پیغام پہنچا دینا، اور بیشک جب ہم انسان کو اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ دیتے ہیں تو اس سے خوش ہو جاتا ہے، اور اگر انہیں کوئی مصیبت پہنچے ان کے ان اعمال کے سبب سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے (تو سب نعمتوں کو بھول جاتا ہے) بیشک انسان بڑا ناشکرا ہے ۴۸ اللہ ہی کے لئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے لڑکیاں عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے عطا فرماتا ہے ۴۹ یا انہیں لڑکے اور لڑکیاں دونوں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے، بیشک وہ جاننے والا قدرت والا ہے ۵۰

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ

اور ا؎ کسی آدمی کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر، یا یوں کہ وہ بشر پردہ عظمت کے ادھر ہو یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ وہ اللہ کے حکم سے وحی کرے جو اللہ چاہے، بیشک خدا بلند مرتبہ حکمت والا ہے ﴿۵۱﴾ اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) اسی طرح ہم نے تمہاری طرف اپنے حکم سے قرآن وحی کیا، اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے اور نہ احکام شرع کی تفصیل، ۲؎ ہاں ہم نے اس قرآن کو نور بنایا کہ جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں۔

قرآن خدا کی کتاب ہے

ا؎ **شان نزول:** یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر لوگوں کے بہکانے کیلئے اور حسد کے سبب سے یہ اعتراض کیا کرتے تھے کہ اگر یہ نبی ہوتے، تو اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ فرشتے کے کلام کرتے وقت اس کو کیوں نہیں دیکھتے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دیکھتے تھے۔ ان کے اس اعتراض کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی نہیں دیکھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اصل مطلب یہ ہے کہ بلا پردہ کی آڑ کی تو نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، اور نہ کسی آدمی میں یہ طاقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے روبرو باتیں بے پردہ بے حجاب فرمائے۔ ہاں پچھلے تمام انبیاء میں جو وحی کا طریقہ تھا کہ خواب میں کوئی بات معلوم ہو جاتی تھی، یا فرشتہ آکر اللہ کا حکم پہنچا جاتا تھا۔ یہ سب طریقے وحی کے ان نبی میں بھی موجود ہیں۔ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کی باتیں ہوئیں، سچے خواب بھی ان کو ہوتے ہیں، غیب سے باتیں بھی انکے دل میں پڑتی ہیں۔ ہر روز اللہ کا فرشتہ بھی ان کے پاس اللہ کا حکم لے کر آتا ہے، پھر ان کی نبوت سے انکار کیونکر ہو سکتا ہے۔ پھر آگے اسی جواب کی تائید میں فرمایا کہ امی نبی کو پچھلے انبیاء کی طرح سب احکام شریعت کا معلوم ہو جانا، یہ تائید غیبی اور اللہ کی وحی نہیں تو پھر کیا ہے۔ **مسئلہ۔** اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کے لیے کوئی پردہ ایسا ہو جیسا جسمانیات کیلئے ہوتا ہے۔ اس پردہ سے مراد سامع کا دنیا میں دیدار سے محجوب ہونا ہے۔

۲؎ اس آیت میں فرمایا کہ ہم نے قرآن کو اتار کر سارے جہان میں نور پھیلایا۔ اور قرآن کو اپنا چراغ بنا دیا۔ امر، نہی حق،

وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍۙ(۵۲) صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ۠(۵۳)

اور ۱ بیشک (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو(۵۲) اللہ ۲ کی راہ کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، آگاہ ہو ۳ اللہ ہی کی طرف سب کام لوٹتے ہیں(۵۳)

باطل، حلال، حرام صاف صاف بیان کرتا ہے۔ ہم بذریعہ قرآن جس کو چاہتے ہیں، اور اپنے بندوں میں سے جس کو لائق سمجھتے ہیں، اسی کو راہ اور اس قرآن کی روشنی دکھاتے ہیں۔

۱ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تم تو سب بندوں کو قرآن کریم کے ذریعہ سے اللہ تک پہنچنے کی سیدھی راہ بتلاتے رہتے ہو، کوئی اس پر چلے یا نہ چلے۔

۲ یعنی سیدھی راہ وہ ہے جس پر چل کر آدمی خدائے واحد تک پہنچتا ہے۔ جو اس راہ سے بھٹکا خدا سے الگ ہوا۔

۳ یعنی جب سب کاموں کے انجام اسی کی طرف لوٹتے ہیں، تو چاہئے کہ آدمی شروع سے اس انجام کو سوچ لے، اور اپنے اختیار سے ایسے راستہ پر چلے، جو سیدھا اسی کی بارگاہ تک پہنچنے والا ہے۔

آیاتہا ۸۹ | ۴۳ سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ ۶۳ | رکوعاتہا ۷

سورہ زخرف مکہ میں نازل ہوئی، اس میں نواسی آیتیں اور سات رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ الزخرف: اس سورت کو لکھ کر آب باراں سے دھو کر پلانے سے ان شاء اللہ کھانسی کو فائدہ ہوگا۔ اور جب کسی شخص کو کوئی مصیبت پیش آوے تو اس سورت کو پڑھے ان شاء اللہ اس کی مصیبت دور ہو جائے گی۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ وَ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۳﴾ وَ اِنَّهٗ فِيْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۴﴾ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ﴿۵﴾ وَ كَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶﴾ وَ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۷﴾ فَاَهْلَكْنَاۤ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّ مَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾

قسم ہے [۱] روشن کتاب (یعنی قرآن پاک) کی ﴿۲﴾ کہ ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن اتارا تا کہ تم (اس کے معانی واحکام کو) سمجھو ﴿۳﴾ اور بیشک یہ کتاب ہمارے پاس لوح محفوظ میں لکھی ہوئی بلند قدر اور حکمت والی ہے ﴿۴﴾ تو کیا ہم تم سے اس نصیحت (یعنی قرآن کے احکام) کو ہٹالیں اس بات پر کہ تم لوگ حد (اطاعت) سے گزرنے والے ہو ﴿۵﴾ اور ہم نے بہت سے نبی اگلوں میں بھیجے ﴿۶﴾ اور ان لوگوں کے پاس جو نبی آیا اس کے ساتھ ہنسی ہی کرتے تھے ﴿۷﴾ پس ہم نے ان لوگوں کو جو کہ ان سے زیادہ زور آور تھے ہلاک کر دیئے اور اگلوں کا حال گزر چکا ہے ﴿۸﴾

[۱] جس بات پر قسم کھائی ہے وہ یہ ہے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے، محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف سے نہیں بنایا۔ کیونکہ یہ قرآن اُمّی رسول ﷺ پر اُترا ہے، اور باتیں اس میں ایسی غیب کی ہیں کہ کوئی پڑھا ہو شخص بھی وہ باتیں نہیں بتلا سکتا۔ اس واسطے اسی قرآن کی قسم کھا کر یہ بات منکرینِ قرآن کو جتلائی جاتی ہے کہ یہ قرآن بلاشک اللہ کا کلام ہے، اور اس قرآن میں ہدایت وضلالت کی راہیں جدا جدا اور واضح کر دیں۔ اور اُمت کی تمام شرعی ضرورت کو بیان فرما دیا تا کہ تم اس کے معانی اور احکام کو سمجھو۔ لوح محفوظ اونچی اور محفوظ جگہ ہے، اور قرآن اسی میں لکھا ہوا ہے۔ اس لئے قرآن کو کتاب بلند قدر اور حکمت والی فرمایا۔ آگے مشرکین کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ تم لوگوں کے جھٹلانے کے سبب سے قرآن کی آیتوں کا نازل ہونا بند نہیں ہو سکتا، کیونکہ علم الٰہی میں جو لوگ راہ راست پر آنے کے قابل ٹھہر چکے ہیں، وہ انہیں آیتوں کی نصیحت سے راہ پر آجائیں گے۔ رہے ان آیتوں کو مسخراپن میں اڑانے والے، پہلے ایسے لوگ حال کے لوگوں سے قوت اور ثروت میں بڑھ کر انبیاء کرام کے زمانہ میں بھی تھے، جو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہو گئے، جن کے قصے ان لوگوں کو عبرت کیلئے سنائے جا چکے ہیں۔ اگر یہ لوگ ان کے ڈھنگ پر رہے تو آخر یہی انجام ان کا ہوگا۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿٩﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٠﴾ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿١١﴾

اور ۱؎ اگر تم ان (مشرکین) سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے کہ ان کو خدائے غالب جاننے والے نے پیدا کیا ﴿۹﴾ وہ جس نے تمہارے (آرام کے) لئے زمین کو (مثل) فرش (کے) بنایا اور زمین میں تمہارے لئے رستے بنالئے تاکہ تم (سفروں کی) راہ پاؤ ﴿۱۰﴾ اور ۲؎ وہ جس نے آسمان سے پانی ایک اندازے سے برسایا، پھر ہم نے اس سے مردہ (یعنی خشک) زمین کو زندہ (یعنی سرسبز) کیا، اسی طرح تم (بھی اپنی قبروں سے زندہ کر کے) نکالے جاؤ گے ﴿۱۱﴾

توحید کا بیان اور عجائبات قدرت

۱؎ اس آیت میں فرمایا اگر تم ان مشرکین سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کس نے بنائی، تو یہی جواب دیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ صاحب قدرت اور صاحب علم نے پیدا کیا ہے۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ایک اور نشانی بیان فرمائی کہ زمین کو اس نے اونچا نیچا نہیں بنایا، تاکہ لوگوں کو چلنے پھرنے میں تکلیف نہ ہو۔ بلکہ اس کو فرش کی طرح برابر بنایا، اسی طرح زمین کا ہلنا بند کرنے کے لئے اس میں پہاڑ جو ٹھونکے تو اس حکمت سے کہ ان پہاڑوں میں گھاٹیاں رکھیں تاکہ لوگوں کو ایک شہر سے دوسرے شہر کو جانے میں کچھ دشواری نہ پیش آوے۔

پریشانیاں احکام الٰہی سے روگردانی کے باعث آتی ہیں۔

۲؎ دنیا کی ضرورت کے موافق ہر سال موسم برسات میں اللہ تعالیٰ مینہ برساتا ہے۔ جب کبھی ضرورت سے کم مینہ برستا ہے تو قحط پڑ جاتا ہے۔ اور ضرورت سے زیادہ برستا ہے تو اس سے بھی ہر طرح کی پیداوار کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔ اسی واسطے فرمایا کہ اندازہ کے موافق اللہ تعالیٰ ہمیشہ مینہ برساتا ہے۔ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ مینہ کے معمولی اندازہ میں فرق پڑ کر دنیا میں رزق کی تنگی لوگوں کے گناہوں کے سبب سے ہوتی ہے۔ چنانچہ موطا میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ بدکاری کے وبال سے عام وبا آتی ہے، اور کم تولنے کے وبال سے قحط پڑتا ہے۔ پھر اس پانی سے جس مُردہ خشک ویران شہر کو چاہا، سبزہ زار تر و تازہ بنا دیا۔ اے لوگو! یوں ہی تم زندہ ہو گے۔ دیکھو زمین مرنے کے بعد کیسے زندہ ہو جاتی ہے، یونہی وہ تم کو جلا وے گا۔ اب آگے انسان، چوپایہ ہر ایک چیز کے جوڑوں میں نر و مادہ

وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾ ع اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا یَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِیْنَ ﴿۱۶﴾

اور جس نے سب جوڑے پیدا کئے اور تمہارے لئے کشتیاں اور چوپائے بنائے کہ جن پر تم سوار ہوتے ہو ﴿۱۲﴾ تا کہ تم انکی پیٹھوں پر ٹھیک بیٹھو، پھر اپنے پروردگار کی نعمت کو یاد کرو جس وقت تم اسکے اوپر ٹھیک بیٹھ جاؤ اور ۱؎ یوں کہو پاکی ہے اسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا اور ہم اس پر قابو پانیوالے نہ تھے ﴿۱۳﴾ اور بیشک ہم کو اپنے پروردگار ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ﴿۱۴﴾ اور انہوں نے اللہ کیلئے اسکے بندوں میں سے ایک چیز یعنی اولاد مقرر کی، بیشک انسان صریح ناشکرا ہے ﴿۱۵﴾ کیا ۲؎ خدا نے اپنی مخلوقات میں سے اپنے لئے لڑکیاں اور تم کو چن کر لڑکے دیئے ﴿۱۶﴾

کے پیدا کرنے کا، اور کشتی کے پیدا کرنے کا ذکر فرمایا۔ کہ جو کوئی ان چوپایوں یا کشتی پر سوار ہو تو اس وقت خیال کرو کہ کیسی پروردگار کی نعمت ہے، اور اسکی رحمت و نعمت کو یاد کرکے شکر بجالاؤں۔

اللہ کی نعمتیں اور بندے کی ناشکری

۱؎ سواری خوفناک چیز ہے، اور کبھی کبھی یہی سواری آدمی کے ہلاک ہو جانے کا سبب پڑ جاتی ہے۔ اب شرعی تعلیم کے موافق جو شخص خشکی تری کی سواری کے وقت ان آیتوں کو پڑھے گا تو گویا موت کے سبب کے وقت بھی اللہ کے ذکر سے غافل نہ شمار کیا جاوے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے چوپایوں اور کشتی کو ہمارے قابو میں کر دیا ہے۔ ورنہ ہم میں ہرگز یہ طاقت نہیں تھی کہ ہم ان چیزوں کو اپنے قابو میں کر سکتے اور مالک بن جاتے۔ ہم سب بعد موت اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں۔ اب آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تو انسان پر یہ احسانات کئے کہ انسان کو اور اس کی ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا۔ لیکن انسان ایسا ناشکرا ہے کہ اس نے بجائے ان نعمتوں کی شکر گذاری کے، یہ ناشکری کی کہ بغیر کسی سند کے اللہ کو صاحبِ اولاد ٹھہرایا۔

۲؎ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مشرکوں کو قائل کیا ہے کہ کیا اللہ نے تم کو تو لڑکے دیئے اور اپنی ذات کیلئے لڑکیاں چھانٹیں۔ خود تمہارا تو یہ حال ہے کہ لڑکی کے پیدا ہونے کی خبر سنکر منہ سکڑ جاتا ہے، اور وہ رنج و غصہ میں گھٹ جاتا ہے۔ دل پریشان ہو جاتا

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ

اور جب ان میں سے کسی کو اس چیز کی خوشخبری سنائی جاتی ہے جس کا وصف رحمٰن کیلئے بتا چکا ہے (یعنی لڑکی) تو (اس قدر ناراض ہوتا ہے کہ) سارے دن اس کا چہرہ سیاہ رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے ﴿۱۷﴾ کیا وہ جو زیور میں پلتی ہے اور وہ بحث میں صاف بات نہ کرے ﴿۱۸﴾ اور ۱؎ انہوں نے فرشتوں کو جو کہ خدا کے بندے ہیں عورتیں ٹھہرایا۔

ہے کہ افسوس لڑکا کیوں نہ ہوا۔ تو یہ خوب ٹھہرے کہ اپنے لئے تو فرزند ہوں اور خدا کیلئے لڑکیاں ہیں۔ کیا یہ خدا کیلئے لڑکیاں بتاتے ہیں جو ناز ونعمت میں پرورش کی جاتی ہیں۔ اور سونے چاندی کے زیوروں سے آراستہ و پیراستہ کی جاتی ہیں۔ اور جب گفتگو کا موقع ہوتا ہے تو ان سے صاف صاف عمدہ طور سے گفتگو بھی نہیں کی جاسکتی، تو ایسی چیز خدا کیلئے ثابت کرنا کیا زیبا ہے۔

بت پرستی کا انجام

۱؎ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان مشرکوں سے یہ تو پوچھو کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا، اس وقت یہ مشرک لوگ کیا وہاں آسمان پر موجود تھے۔ انہوں نے دیکھا ہے کہ اللہ کے فرشتے مرد نہیں عورتیں ہیں، یا اللہ نے ان مشرکوں پر کوئی کتاب آسمان سے اتاری ہے، جس میں لکھا ہے کہ اللہ کے فرشتے عورتیں ہیں۔ فرمایا یہ جھوٹی شہادت دیتے ہیں یہ لکھی جائے گی، اور نامہ اعمال میں چڑھائی جائے گی۔ اور ان سے بروز قیامت اس شہادت کا حال پوچھا جائے گا تب حقیقت کھلے گی۔ پھر فرمایا کہ نہ فرشتوں کی پیدائش کے وقت یہ مشرک موجود تھے، نہ قرآن سے پہلے کوئی کتاب اللہ تعالیٰ نے ان پر اُتاری ہے۔ بلکہ اپنے بڑوں سے جو کچھ انہوں نے سنا ہے۔ وہی کہتے ہیں، اور جو کچھ انہوں نے اپنے بڑوں کو کرتے دیکھا ہے وہی کرتے ہیں۔ اس واسطے سوا اس کے یہ لوگ اور کچھ جواب ہی نہیں دے سکتے کہ ہم اپنے بڑوں کے چال چلن پر ہیں۔ اور یہ بات کچھ نئی نہیں ہے جب سے دُنیا میں شرک پھیلا ہے، اور بت پرستی کی رسم پڑی ہے، پچھلے لوگ بھی یہی کہتے آئے ہیں کہ بت پرستی اللہ کے ارادہ کے موافق نہ ہوتی تو ہم اور ہمارے بڑے اس بت پرستی پر کیوں جمے رہتے۔ اور یہی کہہ کر اللہ کے رسولوں کو جھٹلاتے رہے ہیں۔ اور جس طرح اب مشرکوں کو سمجھایا جاتا ہے، اسی طرح ان کو بھی طرح طرح سے سمجھایا گیا تھا کہ بت پرستی اللہ کو ناپسند نہ ہوتی تو مثلاً قوم ثمود سے پہلے، قوم نوح اور قوم عاد پر عذاب کیوں آتا۔ اور جب وہ سمجھانے سے نہ مانے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کا ان سے بدلہ لے لیا، اور طرح طرح کے عذابوں سے ان کو غارت کر دیا۔ اگر یہ لوگ سمجھانے سے نہ مانیں گے تو آخیر یہی برا انجام ان کا ہوگا آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے

أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ ۚ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَٰنُ مَا عَبَدْنَاهُم ۗ مَّا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿٢٠﴾ أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا مِّن قَبْلِهِ فَهُم بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ ﴿٢١﴾ بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّهْتَدُونَ ﴿٢٢﴾ وَكَذَٰلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ ﴿٢٣﴾

کیا ان کے پیدائش کے وقت یہ حاضر تھے، اب ان (کفار) کی یہ گواہی لکھ لی جائے گی اور (قیامت میں) ان سے پوچھا جاوے گا ⑲ اور کافر بولے: ''اگر اللہ چاہتا تو ہم ان فرشتوں کی پرستش نہ کرتے'' ان کو اس کی حقیقت (رضائے الٰہی) کا کچھ علم نہیں، وہ محض یوں ہی اٹکلیں دوڑاتے ہیں ⑳ ہم نے ان کو اس (قرآن) سے پہلے کوئی کتاب دی ہے جسے وہ تھامے ہوئے ہیں ㉑ (نہیں)، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ بیشک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک ہی دین پر پایا اور بیشک ہم ان کے قدم بقدم چل رہے ہیں ㉒ اور اسی طرح ہم نے (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے پہلے جب کسی بستی میں کوئی (پیغمبر) ڈر سنانے والا بھیجا تو وہاں کے دولتمند لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک ہی دین پر پایا اور بیشک ہم ان کے قدم بقدم چل رہے ہیں ㉓

باپ آزر اور قوم سے کہا کہ تم جو یہ بت پرستی کرتے ہو، تو میں ان سے بالکل بری اور بیزار ہوں۔ میں کسی کی عبادت نہیں کرتا سوائے اس ایک خدا کے، جس نے مجھ کو پیدا فرمایا ہے۔ وہ عنقریب مجھ کو اپنے دربار قرب کی راہ دکھائے گا، اور مجھ کو اپنے دین واطاعت پر ثابت قدم رکھے گا۔ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کے کلمہ یعنی لا الٰہ الا اللہ کلمہ توحید کو ان کی ماں اولاد میں پشت در پشت باقی وقائم رکھا یعنی کوئی نہ کوئی مسلمان ہوتے رہے، کہ وہ لوگ یعنی کافر کفر سے پھر کر ایمان لائیں، بلکہ میں نے ان کو اور ان سے پہلے جو باپ دادا گزر چکے ہیں، انکو بہت کچھ مہلت مدت دی، نعمت وعمر دراز دی، حتیٰ کہ زمانہ ہدایت آپہنچا اور حق یعنی قرآن اور رسول یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو انہیں کی زبان میں صاف صاف دلائل توحید ورسالت بیان کرتے ہیں، تشریف لائے۔ جب ان کے پاس کتاب ورسول آئے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچی کتاب قرآن لے کر آئے، تو انہوں نے کہا کہ یہ تو بالکل جادو ہے، ہم اس کو ہرگز نہ مانیں گے۔ ان لوگوں نے اللہ کے رسول کو جادوگر بتلا کر کہہ دیا کہ ہم تو رسول وقرآن کے منکر ہیں۔

قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ لا اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾

(اس پر) پیغمبر نے فرمایا کہ کیا اگر میں تمہارے پاس اس (دین) سے زیادہ ہدایت کرنیوالا (دین) لاؤں جس پر تمہارے باپ دادا تھے وہ کہنے لگے جو کچھ تم لے کر بھیجے گئے ہو ہم اسے نہیں مانتے ﴿۲۴﴾ پس ہم نے ان سے بدلہ لیا تو دیکھو (پیغمبروں کے) جھٹلانے والوں کا کیسا (برا) انجام ہوا ﴿۲۵﴾ اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا بیشک میں بیزار ہوں اس چیز سے جس کی تم پرستش کرتے ہو ﴿۲۶﴾ سوا اسکے جس نے مجھے پیدا کیا بیشک ضرور وہ مجھے راہ ہدایت دکھائے گا ﴿۲۷﴾ اور اس توحیدی کلمہ کو اپنی نسل میں باقی رہنے والا کلام رکھا تا کہ (ہر زمانہ میں مشرک لوگ (شرک سے) باز آئیں ﴿۲۸﴾ بلکہ میں نے ان (کافروں) کو اور انکے باپ دادا کو دنیا کے فائدے دیئے یہاں تک کہ ان کے پاس حق (یعنی قرآن) اور صاف بتانیوالا رسول (یعنی سید انبیا صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لایا ﴿۲۹﴾ اور جب ان کے پاس حق آیا تو بولے یہ جادو ہے اور بیشک ہم اس کے منکر ہیں ﴿۳۰﴾ اور لہ کہنے لگے کہ یہ قرآن ان دو بستیوں (یعنی مکہ مکرمہ اور طائف کے رہنے والوں) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اتارا گیا ﴿۳۱﴾

لہ کافروں نے کہا ہم لوگ مالدار اور عزت دار ہیں، اس واسطے کسی مالدار شخص کو جیسا کہ مثلاً مکہ میں ولید بن مغیرہ اور طائف میں عروہ بن مسعود ہے۔ ایسے لوگوں کو ہم اپنا سردار بنانا چاہتے ہیں۔ اس واسطے یہ قرآن جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اترتا ہے، ولید یا عروہ

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَ رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾

یہ لوگ تمہارے پروردگار کی رحمت (یعنی نبوت) کو تقسیم کرتے ہیں، ہم نے ان میں ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا اور ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی تاکہ ان میں ایک دوسرے کے محکوم بنائیں (یعنی خدمت لے اور دنیا کا نظام مضبوط رہے) اور تمہارے پروردگار کی رحمت (یعنی جنت) بدرجہا اس (دنیوی مال ومتاع سے) بہتر ہے جو یہ جمع کرتے ہیں ﴿۳۲﴾

جیسے کسی مالدار شخص پر نازل ہوتا۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں کئی طرح دیا ہے:۔ ❶ ایک تو یہ کہ ان لوگوں کو کس نے مختار بنایا ہے جو یہ اللہ کی رحمت کے حصے اپنی غرض کے موافق لگا رہے ہیں۔ کیا نبوت کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں ہیں کہ جس کو چاہیں دیدیں، کس قدر جاہلانہ بات کہتے ہیں۔ اللہ نے اپنی حکمت کے موافق جس شخص کو نبوت کے قابل پایا اس کو نبوت عطا کی۔ ان لوگوں کو اللہ کی حکمت میں کیا دخل ہے، جو یہ لوگ اپنی رائے لگاتے ہیں۔ ❷ دوسرا جواب یہ کہ دنیا میں کسی کو غنی کیا، کسی کو فقیر، کسی کو قوی، کسی کو ضعیف، مخلوق میں کوئی ہمارے حکم کو بدلنے، اور ہماری تقدیر سے باہر نکلنے کی قدرت نہیں رکھتا، تو ہزاروں اہل تدبیر اور اہلِ ہنر روٹی سے محتاج ہیں۔ اور ہزاروں بے عقل اور بے ہنر مالدار ہیں۔ جب دنیا جیسی ذلیل چیز میں کسی کو مجالِ اعتراض نہیں، تو نبوت جیسے منصب عالی میں کیا کسی کو دم مارنے کا موقع ہے۔ جسے چاہتے ہیں مخدوم بناتے ہیں۔ جسے چاہتے ہیں فقیر کرتے ہیں، جسے چاہتے ہیں خادم بناتے ہیں، جسے چاہتے ہیں نبی بناتے ہیں جسے چاہتے ہیں امتی بناتے ہیں۔ امیر کیا کوئی اپنی قابلیت سے ہوجاتا ہے، ہماری عطا ہے جسے جو چاہیں کریں۔ ❸ تیسرا جواب یہ کہ یہ لوگ دنیاوی مالداری کو بڑی چیز خیال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اور دنیا کی مالداری ایسی حقیر چیز ہے کہ کافروں کو زیادہ مالدار دیکھ کر مسلمانوں کے دل پریشان ہوجانے کا خیال نہ ہوتا، اور بچل جانے کا نتیجہ پیش نظر نہ ہوتا، تو ہم ان کیلئے جو رحمٰن کو نہیں مانتے، یعنی کافروں کو دنیا بے اندازہ دے دیتے یعنی دنیا کا مال مل جانا، کوئی دلیل خدا کے قرب کی نہیں۔ ہم انکے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے، اور سیڑھیاں جن کے ذریعے ان پر چڑھتے اور اترتے ہیں وہ بھی خالص چاندی کی، اور ان کے دروازوں کے کواڑ چوکھٹیں چاندی کے ہوتے، اور تخت چھپرکھٹ چاندی کے، جن پر وہ سوتے اور تکیہ لگاتے۔ اور نیز سونے کے، اور برتن سونے چاندی کے، طرح طرح کی زینت ناز ونعمت دیتے، مگر یہ سب کچھ زندگی دنیا تک کے اسباب ہیں۔ مرنے پیچھے کچھ بھی نہیں، اور جو مسلمانوں کو آخرت میں جنت ملنے والی ہے، اس کی تھوڑی سی جگہ بھی تمام دنیا سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔

وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّ سُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾

اور اگر یہ احتمال نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک دین پر ہو جائیں تو ہم ضرور ان لوگوں کے لئے جو رحمٰن کا انکار کرتے ہیں ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے اور سیڑھیاں بھی جن پر چڑھا (اترا) کرتے ﴿۳۳﴾ اور ان کے گھروں کے دروازے بھی اور تخت بھی چاندی کے کر دیتے ﴿۳۴﴾ جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے اور طرح طرح کی آرائش بھی اور یہ جو کچھ ہے دنیا ہی کی زندگی کا اسباب ہے اور آخرت (کا ثواب) تمہارے پروردگار کے پاس پرہیزگاروں کے لئے ہے ﴿۳۵﴾ جو[۱] شخص اللہ کی یاد (یعنی قرآن) سے غافل ہو جائے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کرتے ہیں پس وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے ﴿۳۶﴾

ہر انسان کے ساتھ دو پوشیدہ ہستیاں

[۱] صحیح مسلم اور ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان تعینات ہے۔ فرشتہ ہر وقت نیک کام کی صلاح دیتا رہتا ہے اور شیطان بد کام کی صلاح دیتا رہتا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جس وقت آدمی اللہ تعالیٰ کی کچھ یاد اور ذکر الٰہی کرتا ہے، تو آدمی کے ساتھ جو شیطان رہتا ہے، وہ آدمی کی ہم نشینی سے الگ ہو جاتا ہے۔ اور جب آدمی یاد الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے تو وہ شیطان پھر آن کر آدمی کی ہم نشینی کو مستعد ہو جاتا ہے۔ اور طرح طرح کے وسوسے آدمی کے دل میں ڈالنے شروع کر دیتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جو لوگ کبھی یاد الٰہی اور کبھی دنیا کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں، ان کو فرشتے اور شیطان دونوں کی ہم نشینی کا موقع حاصل رہتا ہے۔ اور جو لوگ ہمیشہ یاد الٰہی سے غافل اور بے خبر رہتے ہیں، شیطان کسی وقت ان کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اور ہمیشہ کے لئے خدا کی طرف سے شیاطین ان کا ہم نشین قرار دیا جاتا ہے۔ کس لئے کہ فرشتے کی ہم نشینی کا کوئی موقع ہی ایسے لوگوں کے لئے باقی نہیں رہتا۔ وہ شیاطین سیدھے اچھے رستہ سے روکتے ہیں، حق کی طرف متوجہ نہیں ہونے

وَ اِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَ لَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَ مَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾

اور بیشک وہ شیاطین ان کو راہ (حق) سے روکتے ہیں اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم راہ پر ہیں ﴿۳۷﴾ یہاں تک کہ جب (قیامت کے دن) ایسا شخص (یعنی کافر) ہمارے پاس آوے گا تو اپنے شیطان سے کہے گا کہ کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کا فاصلہ ہوتا، پس تو کیا برا ساتھی ہے ﴿۳۸﴾ اور (ان سے کہا جاوے گا) جبکہ تم نے (دنیا میں کفر کر کے) ظلم کیا ہرگز آج تم کو یہ (حسرت و ندامت) فائدہ نہ دے گی کہ تم (اور شیاطین) سب عذاب میں شریک ہو ﴿۳۹﴾ تو کیا تم [۱] بہروں کو سنا سکتے ہو یا اندھوں کو راہ دکھا سکتے اور ان لوگوں کو جو صریح گمراہی میں ہیں ﴿۴۰﴾

دیتے۔ وہ دل میں وسوسے ڈالتے ہیں، یہ جانتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم نے راہ پالی ہے۔ ہم بڑے سچے مذہب پر ہیں۔ شیطان کا پیچھا نہ چھوڑیں گے۔ اور یہ شیطانوں کو مانتے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب کفار شیطانوں کے ساتھ ساتھ زنجیروں میں بندھے ہوئے قیامت کے دن ہمارے دربار میں آئیں گے، تو اس وقت کافر افسوس وحسرت کریں گے کہ کاش ہم اسکے ساتھ نہ ہوتے۔ ہم میں اور اس میں اتنا فرق ہوتا جتنا مشرق اور مغرب کا فاصلہ۔ پس خیال کرنا چاہئے کہ وہ شیطان انسان کا کس قدر بدتر ساتھی اور ہمراز ہے۔ اس وقت اللہ کہے گا کہ اب جو حسرت و ندامت کرتے ہو، تو تم کو یہ بات اور ندامت کچھ فائدہ نہ دے گی۔ کہ دنیا میں تو تم اسکے ساتھ رہے، اور اس کو اچھا سمجھے، اور کافر ہوئے، آج برا جانتے ہو الگ ہونا چاہتے ہو، یہ نہ ہوگا۔ آج تم اور یہ شیاطین سب عذاب میں شریک ہو۔

[۱] اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! تم جو اتنی کوشش ان کے ایمان لانے میں کرتے ہو، تو کیا ان کو خواہ مخواہ مسلمان کر لو گے۔ کیا تم بہروں کو اپنی باتیں سنا دو گے۔ جو بہرا بن جائے بات سننا بھی نہ چاہے، اس کو کیونکر حق سنا سکتے ہو۔ کیا جو اندھے ہیں انکو راستہ دکھا دو گے، اور جو کھلی ہوئی صاف گمراہی میں پڑا ہوا ہے، اور نہیں نکلنا چاہتا، تو ایسوں کو تم کیوں کر راہ پر لاؤ گے۔ یعنی تم انکے کفر کا رنج نہ کرو۔

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ

پھر ۱ اگر ہم اس دنیا سے تمہیں لے جائیں تو بیشک ان سے ہم ضرور بدلہ لیں گے ﴿۴۱﴾ یا ہم (تمہاری حیات ہی میں) تمہیں دکھادیں جس کا ان سے وعدہ کیا ہے، تو بیشک ہم کو ان پر ہر طرح کی قدرت ہے ﴿۴۲﴾ پس ۲ تم اس (قرآن) کو مضبوط پکڑلو جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے، بیشک تم سیدھے راستے پر ہو ﴿۴۳﴾ اور بیشک یہ قرآن تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے نصیحت ہے، اور عنقریب تم سب سے پوچھا جائے گا ﴿۴۴﴾ اور ۳ تم ان ہمارے پیغمبروں سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے بھیجے تھے،

۱ اے محبوب ﷺ! ان کو کفر کا عذاب ضرور پہنچے گا مگر وقت پر۔ یا تو یہ ہوگا کہ ہم تم کو دنیا سے اپنے پاس بلالیں گے اور تم کو وفات دیں گے۔ پھر اس کے بعد ان سے بدلہ لیں گے یا یہ ہوگا کہ تم کو ان کا عذاب دکھائیں گے، تمہاری زندگی میں تمہاری آنکھوں کے سامنے یہ سزا پائیں گے۔ غرض یہ کہ ہم ہر طرح قدرت والے ہیں، جو چاہیں گے کریں گے، مگر عذاب ضرور ہوگا' چنانچہ غزوہ بدر میں حضرت ﷺ کے ہاتھوں سے سزا پائی۔

۲ اے محبوب ﷺ! تم کسی کے جھٹلانے کی کچھ پرواہ نہ کرو، اور جو قرآن بذریعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تم پر وحی بھیجا گیا ہے اُس کو مضبوط پکڑو۔ کوئی مانے یا نہ مانے، تم بیشک سچے سیدھے مستقیم رستہ پر ہو۔ اے محبوب ﷺ! یہ قرآن تو نصیحت ہے جو تمہارے اور تمہاری قوم کیلئے خاص فضل و شرف کا سبب ہے۔ اس سے بڑی عزت اور خوش نصیبی کیا ہوگی کہ اللہ کا کلام، اور ساری دنیا کی نجات و فلاح کا ابدی دستور العمل، ان کی زبان میں اترا، اور وہ اس کے اوّلین مخاطب قرار پائے۔ اگر عقل ہو تو یہ لوگ اس نعمت عظمیٰ کی قدر کریں۔ اور قرآن جو ان سب کیلئے بیش بہا نصیحت نامہ ہے، اسکی ہدایت پڑھ کر سب سے پہلے دنیوی اور اخروی سعادتوں کے مستحق ہوں۔ عنقریب بروز قیامت پوچھا جائے گا کہ تم نے قرآن کا کیا حق ادا کیا، اور اس نعمت عظمیٰ کی کیا قدر کی تھی۔ اور اس فضل و شرف کا کیا شکر ادا کیا تھا۔

توحید کا بیان

۳ اے محبوب ﷺ! یہ کفار توحید میں شک رکھتے ہیں، اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ توحید تمہاری نکالی ہوئی ہے۔ تو تم ان

اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡئِهٖ فَقَالَ اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰیٰتِنَاۤ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ مَا نُرِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ اِلَّا هِیَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا٘ وَ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾

کیا ہم نے خدا کے سوا دوسرے معبود ٹھہرائے کہ ان کی پوجا کی جائے ﴿۴۵﴾ اور[۱] بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا، تو موسیٰ نے جا کر کہا: ''بیشک میں اس کا رسول ہوں جو سارے جہان کا مالک ہے'' ﴿۴۶﴾ پس جب موسیٰ ان کے پاس ہماری نشانیاں لایا تو ناگہاں وہ ان نشانیوں پر ہنسنے لگے ﴿۴۷﴾ اور ہم ان کو جو کوئی نشانی دکھاتے تھے تو پہلی سے بڑھ کر ہی ہوتی تھی، اور ہم نے ان کو مصیبت میں مبتلا کیا شاید وہ (اپنے کفر سے) باز آجائیں ﴿۴۸﴾ اور بولے کہ اے جادوگر! ہمارے لئے اپنے پروردگار سے دعا کر اس عہد کے سبب جو اسکا تیرے پاس ہے بیشک ہم ضرور ہدایت پر آجائیں گے ﴿۴۹﴾

کافروں سے ان کا حال پوچھو جو تم سے پہلے ہمارے رسول اُن میں آئے تھے۔ موسیٰ، عیسیٰ، ابراہیم علیہم السلام وغیرہ۔ اور انکے سامنے ان کی اُمتوں سے پوچھو کہ وہ کیا لے کر آئے تھے۔ کیا ہم نے اپنے سوا اور بھی کوئی معبود بنائے ہیں جو مستحق پرستش ہوں۔ کیا ہم نے اگلے پیغمبروں کو یہ حکم دیا تھا ہرگز بھی نہیں۔ مطلب یہ کہ توحید تو تمام انبیاء ورسول کی اجماع یقینی چیز ہے، کل انبیاء اسی کیلئے آئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ شب معراج آنحضرت ﷺ نے بیت المقدس میں تمام انبیاء کی امامت فرمائی۔ جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے، حضرت جبرئیل امین نے عرض کیا کہ اے سرورِ اکرم! اپنے سے پہلے انبیاء سے دریافت فرمالیجئے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا کسی اور کی عبادت کی اجازت دی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اس سوال کی کچھ حاجت نہیں یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام انبیاء توحید کی دعوت دیتے آئے، سب نے مخلوق پرستی کی ممانعت فرمائی۔

[۱] حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ اے محبوب ﷺ! جس طرح قریش کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ نے تم کو رسول بنا کر بھیجا

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ﴿٥٠﴾ وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يَا قَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَٰذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِي ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٥١﴾

پس ہم نے جب ان سے وہ مصیبت دور کردی تو فوراً وہ عہد توڑ گئے ﴿٥٠﴾ اور فرعون نے اپنی قوم کو پکار کر کہا کہ اے میری قوم! کیا مصر کی سلطنت میرے ہاتھ میں نہیں ہے، اور کیا یہ نہریں [1] جو میرے محل کے نیچے بہہ رہی ہیں (میری نہیں ہیں) پس کیا تم (میری عظمت وقوت) نہیں دیکھتے؟ ﴿٥١﴾

ہے، اسی طرح فرعون اور اس کی قوم کی ہدایت کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اور جس طرح قریش تمہاری نصیحت کو مسخراپن میں اُڑاتے ہیں، اسی طرح فرعون اور اس کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کو مسخراپن میں اڑایا۔ تب ہم نے طرح طرح کے عذاب ایک سے ایک بڑھ کر بھیجے۔ طوفان، ٹڈی، جوں، مینڈک، خون، قحط، بیماری کہ کسی طرح تو یہ مانیں، اور کفر چھوڑیں۔ جب عذاب اترتا تو فرعون وغیرہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکارتے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے التجا کر کے کہتا کہ اپنے پروردگار سے دعا کرو، اب کی مرتبہ ہم پر سے عذاب ہٹا دے ہم بیشک ایمان لائیں گے، اور تمہارے رستے پر چلیں گے۔ ہر آفت کے وقت فرمانبرداری کا عہد کر کے آفت ٹل جانے کے بعد وہ لوگ اپنے عہد پر قائم نہ رہے۔

فرعون کی ہلاکت

[1] فرعون نے اپنی فارغ البالی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تنگ دستی جتانے کے لئے اپنی قوم کو اکٹھا کیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رد کا خطبہ سنایا، اور کہا کہ اے قوم! غور کرو کہ بادشاہ کون ہے۔ کیا میرے قبضہ میں مصر جیسا عالیشان شہر نہیں ہے، کہ چالیس در چالیس کوس مربع ہے۔ اور پھر کیسا سبز وشاداب تروتازہ۔ میرے اردگرد نہریں بہتی ہیں، کیا یہ بات کچھ پوشیدہ ہے، کیا تم یہ چیزیں نہیں دیکھتے۔ اب یہ بتاؤ کہ میں جو اتنا بڑا جلیل القدر بادشاہ ہوں، میں بہتر ہوں یا موسیٰ جو ذلیل آدمی ہے اور طاقت میں بہت کم۔ موسیٰ علیہ السلام کو سیدھی طرح بات کرنا بھی تو نہیں آتی۔ اپنا مطلب بھی تو صاف صاف نہیں کہہ سکتے، تو اب میں سرداری کے لائق ہوں یا موسیٰ علیہ السلام۔ اگر موسیٰ علیہ السلام سرداری کے لائق ہوتے، اور خدا نے جیسا کہ وہ دعویٰ کرتے، میں سردار بنایا ہوتا۔ تو سرداری کی نشانی تو یہ ہے کہ سونے کی قبا کنگن وغیرہ پہناتے ہیں، اور وہ ان کے اوپر کہاں ہے، یہ سونے کے کنگن اور قبا وغیرہ پہنا کر کیوں نہ بھیجے گئے۔ یا ان کی فرشتے تائید کرنے کے واسطے ساتھ آتے، وہ ان کی مدد تائید وتصدیق رسالت کو کیوں نہ آئے۔ ایسی باتیں کر کے فرعون نے اپنی قوم کو دھوکا دیا، اور کم عقل بے وقوف پا کر ان کو پھسلایا۔ انہوں نے فرعون کا کہنا مانا، جب ان لوگوں کی ایسی باتوں پر اللہ تعالیٰ کو غصہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی

اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۙ۬ وَّ لَا یَكَادُ یُبِیْنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْ لَاۤ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۵۵﴾ۙ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ ﴿۵۶﴾ۧ وَ لَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ یَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾

ع ۱۱/۵

بلکہ میں اس سے بہتر ہوں کہ وہ ذلیل ہے، اور صاف بات بھی نہیں کر سکتا ﴿۵۲﴾ پس اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے؟ یا اس کے ساتھ فرشتے آتے کہ اس کے پاس رہتے ﴿۵۳﴾ پس اس نے (ایسی باتوں سے) اپنی قوم کو بے عقل کر دیا، تو وہ اس کے کہنے پر چلے، بیشک وہ لوگ نافرمان تھے ﴿۵۴﴾ پس جب انہوں نے وہ کیا جس سے ہمارا غضب ان پر آیا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا پس ہم نے ان سب کو ڈبو دیا ﴿۵۵﴾ پس ہم نے ان کو اگلی داستان اور کہاوت پچھلوں کے لئے کر دیا (کہ عبرت حاصل کریں) ﴿۵۶﴾ اور [۱] جب ابن مریم کی مثال بیان کی جائے تو ناگہاں تمہاری قوم کے لوگ (یعنی کافر) اس (مثال) سے تو مارے خوشی کے آواز بلند کرتے ہیں ﴿۵۷﴾

قوم کو دریا قلزم میں ڈبو کر ہلاک کر دیا۔ جس کے ڈوبنے کا قصہ اوروں کیلئے عبرت کی نشانی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو راہ راست پر آنے کی مہلت دیتا ہے۔ جب مہلت کے زمانہ میں وہ لوگ راہ راست پر نہیں آتے تو پھر ان کو بالکل برباد کر دیتا ہے۔

[۱] **شان نزول:** مسند امام احمد اور طبرانی میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ ایک روز سورۃ الانبیاء کی آیت، اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ کے موافق یہ فرمایا کہ مشرک جن چیزوں کو پوجتے ہیں، وہ اور مشرک دونوں قیامت کے دن دوزخ میں جھونکے جاویں گے۔ یہ سن کر مشرکین کو بہت غصہ آیا اور ابن زبعری کہنے لگا: "یا محمد! کیا یہ خاص ہمارے اور ہمارے معبودوں ہی کے لئے ہے، یا ہر اُمت وگروہ کیلئے"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارے اور تمہارے معبودوں کے لئے بھی ہے، اور سب اُمتوں کیلئے بھی"۔ اس پر ابن زبعری نے کہا کہ آپ کے نزدیک عیسیٰ بن مریم نبی ہیں، اور آپ ان کی اور انکی والدہ کی تعریف کرتے ہیں۔ اور آپکو معلوم ہے نصاریٰ ان دونوں کو پوجتے ہیں، اور حضرت عزیر اور فرشتے بھی پوجے جاتے ہیں۔ یعنی یہود وغیرہ ان کو پوجتے ہیں، تو اگر یہ حضرات (معاذ اللہ) جہنم میں ہوں

وَ قَالُوْۤا ءَاٰلِهَتُنَا خَیْرٌ اَمْ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْهِ وَ جَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ؕ﴿۵۹﴾ وَ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓىِٕكَةً فِی الْاَرْضِ یَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۶۱﴾

اور کہتے ہیں: ''کیا ہمارے معبود زیادہ اچھے ہیں یا مریم کا بیٹا'' یہ مثال ان لوگوں نے تم سے صرف جھگڑنے کے لئے بیان کی ہے بلکہ یہ ہی لوگ جھگڑالو ہیں ﴿۵۸﴾ عیسیٰ (علیہ السلام) تو صرف ایک بندہ ہے کہ جس پر ہم نے اپنا فضل کیا اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کیلئے (اپنی قدرت کا) نمونہ بنایا ﴿۵۹﴾ اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تمہارے بدلے فرشتے بساتے اور [1] بیشک عیسیٰ (کا آسمان سے اترنا) جو ہے تو قیامت کی ایک نشانی ہے ﴿۶۰﴾ تو تم ہرگز قیامت میں شک نہ کرو (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم تم فرماؤ) کہ میرا کہا مانو یہ سیدھی راہ ہے ﴿۶۱﴾

تو ہم راضی ہیں کہ ہم اور ہمارے بت بھی ان کے ساتھ ہوں، اور یہ کہہ کر کفار خوب ہنسے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرما دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے ان بندوں میں ہیں، جن پر اللہ نے اپنا فضل کیا ہے، یہ مشرک جن شیاطینوں کی پوجا کرتے ہیں، جن پر اللہ نے اپنا فضل کیا ہے، یہ مشرک جن شیاطینوں کی پوجا کرتے ہیں، وہ شیاطین مشرکوں کی پوجا سے خوش ہیں۔ اور جو لوگ عیسیٰ علیہ السلام کی پوجا کرتے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام ان کی صورت سے بیزار ہیں''۔ اسلئے ان مشرکوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اپنے شیاطینوں سے جو ملائی ہے، وہ بالکل غلط ہے۔ جو خواہ مخواہ ایک جھگڑے، اور باطل جنگ وجدل کی بات ہے۔ بلکہ یہ قوم واقع میں بڑی جھگڑالو اور مفسد ہے۔ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کیلئے عجیب نشانی قدرت بنایا کہ بن باپ پیدا کیا۔ ہم ہر بات پر قادر ہیں، مشرکین مکہ فرشتوں کی مورتوں کو پوجنے کا بڑا فخر کرتے تھے۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم چاہیں تو تم کو بالکل ہلاک کر کے تمہارے بدلے فرشتوں کو زمین پر بسا دیوے۔

[1] اس آیت میں فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اُترنا علامات قیامت میں سے ہے۔ جب وہ اتریں گے تو قیامت کا بہت ہی قرب معلوم ہو جائے گا۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! ان لوگوں سے کہہ دیا جائے کہ اس دن کی آفتوں سے بچنے کیلئے خالص اللہ کی عبادت کرو، اور قیامت میں شک نہ کرو، اور توحید میں میرا کہا مانو، اتباع کرو۔ توحید و اسلام صراط مستقیم ہے، اس پر چلو

وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾ وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۶۵﴾

اورتم کو ہرگز شیطان (اس راہ پر آنے سے) نہ روک دے، بیشک وہ تمہارے حق میں صریح دشمن ہے ﴿۶۲﴾ اور جب [۱] کہ عیسیٰ معجزے لے کر آیا تو اس نے (لوگوں سے) کہا کہ میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور اس لئے کہ بعض وہ باتیں جن میں تم اختلاف کرتے ہو بیان کردوں، پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو ﴿۶۳﴾ بیشک اللہ میرا پروردگار اور تمہارا پروردگار ہے، پس اسی کو پوجو یہ سیدھی راہ ہے ﴿۶۴﴾ پس [۲] وہ گروہ آپس میں مختلف ہوگئے، پس ان ظالموں کے لئے خرابی ہے ایک درد دینے والے دن کے عذاب سے ﴿۶۵﴾

گے نجات پاؤ گے۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ شیطان تم کو اس مقدس دین سے روک دے، اور قیامت کا منکر بنادے، وہ تمہارا سخت کھلا ہوا دشمن ہے۔

[۱] اب یہاں خود عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال نقل کرتا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو خدا اور خدا کا بیٹا نہیں کہا۔ جب عیسیٰ علیہ السلام رسول ہوکر معجزے امر و نہی لے کر دنیا میں آئے تھے، تو کہا تھا کہ: ”میں خدا کا قاصد ہوں۔ حکمت لایا ہوں، امر و نہی اسرار نبوت سکھاتا ہوں۔ اور جو یہود نے اختلاف ڈال رکھا تھا، عیسیٰ علیہ السلام نے اس اختلاف کو رفع کردیا۔ اور فرمایا اے یہود! تم خدا سے ڈرو، اور اس کا کہا مانو، میری نصیحت و وصیت کی اطاعت کرو، میں بندہ ہوں اللہ میرا تمہارا پروردگار ہے، خالق ہے۔ پس اے لوگو! توحید مانو، اسی کی پوجا کرو، بس یہی صراط مستقیم ہے، اور سوا اس کے سب مذاہب باطل یہی مذہب مقبول و پسندیدہ ہے“۔

اہل جنت اور اہل دوزخ کا ذکر

[۲] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کی اُمت کے لوگ مختلف ہوگئے، آپس میں جھگڑنے لگے، یہود تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور انجیل کے بالکل منکر ہوگئے، اور نصاریٰ نے ایک خدا کے کئی خدا ٹھہرا دیئے۔ ❶ کسی نے کہا: ”حضرت

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۶۹﴾

یہ کفار قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آجائے اور ان کو خبر بھی نہ ہو ﴿۶۶﴾ تمام گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیز گار لوگ (کہ باہم اللہ کے واسطے محبت رکھتے تھے) ﴿۶۷﴾ ان سے اللہ فرمائے گا: "اے میرے [۱] بندو! تم پر آج کے دن نہ کوئی خوف اور نہ تم غمگین ہو" ﴿۶۸﴾ (پرہیزگار) وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور مسلمان تھے ﴿۶۹﴾

عیسیٰ علیہ السلام خدا تھے"۔ ❷ کسی نے کہا: "خدا کے بیٹے"۔ ❸ کسی نے تین خداؤں میں سے ایک کہا اور انجیل کی کئی انجیلیں بنا دیں۔ پس ان ظالموں کو بڑے دن میں خرابی اور عذاب ہے۔ اور اب بھی یہ باز نہیں آتے تو کیا قیامت کو باز آدیں گے۔ اور کیا قیامت کے منتظر ہیں کہ اچانک آجاوے، اور ان کو مہلت بھی نہ دے۔ اب آگے قیامت کے دن نفسانفسی کا ذکر فرمایا کہ قیامت کے دن جو نفسانی شیطانی دوست تھے مثلاً کافر کا کافر، بدمذہب کا بدمذہب، وہ آپس میں سب دشمن ہو جائیں گے۔ ایک دوسرے پر لعنت کرے گا، البتہ جن کی محبت اور دوستی اللہ کے واسطے تھی، اور اللہ کے خوف پر مبنی تھی وہ کام آئے گی۔
[۱] خدا قیامت کے دن کہے گا کہ اے ایماندار بندو! تم آج کے دن ہر طرح کے ڈر اور غم سے بچے ہوئے ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ہماری آیتوں پر اور رسول، قرآن پر ایمان لائے۔ اب تم اور تمہاری بی بیاں سب جنت میں جاؤ، مکرم معظم نعمت راحت ناز عیش تحفے پاؤ اور ان کے پاس ان کے خادم حور وغلمان، سونے کی رکابیاں، قسم قسم کے کھانوں اور میووں سے بھرے ہوئے، اور طرح طرح کے کوزے، گول گلاس پیالے شرابوں اور شربتوں سے بھرے ہوئے لئے پھریں گے، اور آپس میں بیٹھ کر دورے ہوں گے۔ وہاں ان کو وہ ملے گا جو خیال میں گزرے گا، جو جی چاہے گا دل میں ارادہ آیا، اور چیز حاضر۔ اور وہ ملے گا جس سے آنکھوں کو لذت ملے گی یعنی دیدار الٰہی، اسب نعمتوں کو دیکھ کر جب آنکھیں اس کو دیکھیں گی تو تعجب سے بے خود ہو جائیں گی۔ اے مسلمانو! تم اس میں ہمیشہ رہو گے نہ مرنا نہ نکلنا۔ اے لوگو! تم کو جو یہ جنت ملی اور تم اس کے مالک ووارث ہوئے تو کیوں اسی سبب سے جو دنیا میں اچھے کام کہتے، اور کرتے تھے۔ تم کو یہاں لاکھوں طرح کے میوے ہیں ان میں سے جو چاہو خوب کھاؤ۔

ادْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝۷۰ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ ۚ وَ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَ اَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۷۱ وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۷۲ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۷۳ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝۷۴ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَ هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ۝۷۵

(حکم ہوگا) تم اور تمہاری بیبیاں (بیویاں) خوشحالی سے جنت میں جاؤ ۝۷۰ ان پر دورہ ہوگا سونے کے پیالوں اور گلاسوں کا (جس میں کھانے پینے کی چیزیں خدمت گار حاضر کریں) گے اور اس میں ہر وہ چیز ہے جو جی چاہے، اور جس سے آنکھوں کو لذت پہنچے، اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے ۝۷۱ اور (ان سے کہا جاوے گا کہ) یہ جنت وہ ہے جس کے تم وارث کئے گئے، اپنے (نیک) اعمال کے بدلے میں ۝۷۲ اور تمہارے لئے اس جگہ بہت میوے ہیں کہ ان میں سے کھاؤ ۝۷۳ [1] بیشک مجرم (یعنی کافر) لوگ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ۝۷۴ وہ (عذاب) کبھی ان پر سے ہلکا نہ کیا جاوے گا اور وہ اس میں ناامید ہو کر خاموش پڑے رہیں گے ۝۷۵

[1] اوپر اہل جنت کا ذکر تھا۔ ان آیتوں میں اہل دوزخ کا ذکر فرمایا کہ کافر عذاب جہنم میں ہمیشہ گرفتار رہیں گے۔ نہ مریں گے، نہ نکلیں گے۔ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے لوگوں کی پہلی کھال جب جل جاوے گی تو اسی وقت ان کی دوسری کھال پیدا ہو جاوے گی۔ عذاب کبھی ان پر ہلکا نہ کیا جاوے گا۔ اور وہ اس میں ہمیشہ ناامید ہو کر خاموش پڑے رہیں گے۔ ہر بھلائی سے دور ہوں گے۔ اور جب دوزخی لوگوں سے صبر نہ ہو سکے گا تو فریاد کریں گے، اور دوزخ کے داروغہ سے یہ التجا کریں گے کہ کاش! تمہارا خدا ہم کو موت ہی دے، ہم ہلاک ہی ہو کر دوزخ سے چھٹیں۔ اپنے رب سے کہو کہ ایک دفعہ عذاب دے کر ہمارا کام ہی تمام کر دے۔ گویا نجات سے مایوس ہو کر موت کی تمنا کریں گے۔ ہزار برس تک ان لوگوں کی التجا کا کچھ جواب نہ ملے گا۔ پھر ہزار برس کے بعد یہ جواب ملے گا کہ دنیا میں تو لوگوں نے اللہ کے حکموں کو جھٹلایا، اس لئے اب یہی سزا ہے کہ تم ہمیشہ اسی عذاب میں گرفتار ہو گے۔ اللہ تعالیٰ نے ظلم کو اپنی ذات پاک پر حرام ٹھہرالیا ہے۔ اس لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں پر ظلم سے عذاب نہیں کیا، بلکہ ان کے اعمال کی سزا میں ان کو یہ عذاب کیا گیا ہے۔

وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۷۶﴾ وَ نَادَوْا یٰمٰلِكُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَمْ اَبْرَمُوْۤا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ۚ اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَ رُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾

اور ہم نے ان پر (ذرا) ظلم نہیں کیا ولیکن وہ خود ہی ظالم تھے ﴿۷۶﴾ اور وہ (دوزخ کے داروغہ (نگران) کو) پکاریں گے کہ اے مالک! تمہارا پروردگار ہم پر موت کا حکم کر چکے وہ (ہزار برس بعد) فرمائے گا: ’’بیشک تم کو (اسی حال میں) ہمیشہ رہنا ہے‘‘ ﴿۷۷﴾ بیشک ہم تمہارے پاس (اپنے پیغمبروں کی معرفت) حق لائے ولیکن تم میں سے اکثر آدمی کو حق بات ناگوار ہے ﴿۷۸﴾ کیا انہوں نے (یعنی کفار) نے کسی کام کا پختہ ارادہ کرلیا ہے پس ہم بھی پختہ [1] ارادہ کرنے والے ہیں ﴿۷۹﴾ کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتیں اور پوشیدہ مشورے نہیں سنتے، ہاں کیوں نہیں ہم سنتے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس لکھتے ہیں ﴿۸۰﴾

[1] کفار مکہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ مکر کرنے اور فریب سے ایذا پہنچانے کیلئے حیلے سوچتے تھے۔ مگر اللہ کی خفیہ تدبیر ان کے سب مکروفریب پر پانی پھیر دیتی تھی۔ مثلاً پوشیدہ مشورہ کے بعد ان لوگوں نے مکہ کے گرد موسم حج میں اس غرض سے آدمی بٹھائے کہ وہ مکہ کے مسافروں سے قرآن اور اللہ کے رسول ﷺ کی برائی بیان کریں۔ یہ بات انہوں نے ٹھہرائی اور اللہ نے ٹھہرایا ان کو ذلیل ورسوا کرنا، اور اپنے دین اور اپنے رسول ﷺ کو عروج دینا۔ آخر اللہ کا ارادہ غالب رہا کہ انہی مکہ کے مسافروں کے ذریعہ سے اسلام کو ترقی دی۔ آگے فرمایا کہ کیا یہ کافر یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم انکی باتیں جو چھپ کر اور خلوتوں میں کرتے ہیں، اور سرگوشیاں ہوتی ہیں نہیں سنتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا خیال غلط ہے ہاں ہم ضرور سنتے ہیں، اور پوشیدہ ظاہر ہر بات جانتے ہیں۔ اور حکومت کے انتظامی ضابطہ کے موافق ہمارے فرشتے کراماً کاتبین ان کے سب اعمال وافعال لکھتے جاتے ہیں، یہ ساری مثل قیامت میں پیش ہوگی۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَ يَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۴﴾

تم فرماؤ[۱] بالفرض محال خدا کے کوئی اولا دہوتی، پس سب سے پہلے عبادت کرنے والا میں ہوں ﴿۸۱﴾ پروردگار آسمانوں اور زمین کا پروردگار عرش کا اس چیز سے پاک ہے جو یہ (مشرک) بتاتے ہیں ﴿۸۲﴾ پس تم ان کو اسی بیہودہ باتوں اور کھیل میں چھوڑ دو، یہاں تک کہ اپنے اس دن کو پائیں جس (عذاب) کا ان سے وعدہ ہے ﴿۸۳﴾ اور وہی آسمان والوں کا خدا اور زمین والوں کا خدا ہے اور وہی حکمت والا جاننے والا ہے ﴿۸۴﴾

شرک کرنے والوں کا بیان

[۱] **شان نزول:** نضر بن حارث نے کہا تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! ان مشرکوں سے کہہ دو کہ اگر بفرض محال خدا کے اولا دہوتی، تو سب سے پہلے میں اس اولاد کو پوجتا، کیونکہ میں دنیا میں سب سے زیادہ خدا کی عبادت کرنے والا ہوں۔ اور جس کو جس قدر علاقہ خدا کے ساتھ ہوگا، اسی نسبت سے اس کی اولاد کے ساتھ ہونا چاہیے۔ پھر جب میں باوجود اوّل العابدین ہونے کے کسی ہستی کو اس کی اولاد نہیں مانتا، اور سوا اللہ کے کسی کی عبادت نہیں کرتا، اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک کرنے کی وحی مجھ کو نہیں آئی، تو اس سے معلوم ہوگیا کہ اللہ کا کوئی شریک اور اولاد نہیں ہے۔ پھر تم لوگ بغیر سند کے اللہ کا شریک اور اللہ کی اولاد کیونکر ٹھہراتے ہو۔ اب آگے فرمایا کہ اللہ ان مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔ اس کی ذات میں یہ امکان ہی نہیں کہ معاذ اللہ کسی کا باپ یا بیٹا بنے۔ پھر فرمایا: ''اے محبوب ﷺ! ان مشرکوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو، ان کو بکنے دو کہ یہ حماقت کی باطل باتوں میں خوب گھسیں اور کھیلیں کودیں۔ دنیا میں عیش کریں، دین کے ساتھ مسخرا پن کریں، آخر قیامت کا دن آنا ہے جس میں ایک ایک کر کے ان کی گستاخیوں اور شرارتوں کا مزہ چکھا دیا جاوے گا۔ پھر فرمایا اللہ کی وہ شان ہے کہ آسمان و زمین میں اسکے سوا کوئی معبود اور عبادت کے قابل نہیں ہے، کیونکہ وہ سب کا خالق ہے اور سب اس کے مخلوق۔ اس کی حکمت اور اس کا علم ایسا وسیع ہے کہ کسی انتظام میں وہ اولاد اور کسی مدد کا محتاج نہیں۔ وہ ہر عیب سے پاک و برتر ہے، اور وہ ذات ایسی برکت والی ہے کہ آسمانوں اور زمین میں اور جو کچھ انکے درمیان ہے، اسکے قبضہ قدرت میں ہے۔

وَ تَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَاۚ وَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِۚ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَ لَا یَمْلِكُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَ لَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾ۙ وَ قِیْلِهٖ یٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

وقف لازم

اور بڑی برکت والا ہے وہ، کہ اسی کے لئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اور [۱] اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿۸۵﴾ اور خدا کے سوا جن معبودوں کی یہ کافر پرستش کرتے ہیں وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے، ہاں شفاعت کا اختیار انہیں (یعنی ان لوگوں کو) ہے جو حق (یعنی توحید الٰہی) کی گواہی دیں اور وہ علم رکھیں ﴿۸۶﴾ اور اگر تم ان (مشرکین) سے پوچھو کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے پھر یہ لوگ کہاں اوندھے جاتے ہیں ﴿۸۷﴾ اور مجھے رسول کے اس کہنے کی قسم [۲] کہ اے میرے پروردگار! یہ ایسے لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے ﴿۸۸﴾

[۱] اس آیت میں فرمایا کہ جن فرشتوں کی مورتوں کو یہ مشرک پوجتے ہیں، قیامت کے دن وہ فرشتے ان مشرکوں کی صورت سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور وہ فرشتے کسی کی سفارش ہرگز نہیں کر سکتے۔ مگر اس کی جس کے دل میں اللہ کی وحدانیت کا اقرار ہو، ان مشرکوں کے بتوں میں یہ دونوں باتیں نہیں۔ اسلئے یہ بت تو سفارش کے قابل نہیں۔ اور جن کی مشکل کے وقت یہ بت ان مشرکوں کی صورت سے بیزار ہیں، پھر ان مشرکوں کی سفارش کون کرے گا۔ اور یہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں قیامت کے آنے کا جو وقت ٹھہر چکا ہے، اس وقت قیامت ضرور آنے والی ہے۔ اور اس دن اس شرک کی جواب دہی کے لئے اللہ تعالیٰ کے روبرو ضرور حاضر ہونا پڑے گا، اور سوا پچھتاوے کے اس دن ان لوگوں کو اور کچھ کام نہ ہوگا۔ لیکن وہ بے وقت کا پچھتاوا ان لوگوں کے کچھ کام نہ آئے گا۔ پھر فرمایا: ''اے محبوب ﷺ! اگر تم ان مشرکین سے پوچھو گے کہ تم لوگوں کو کس نے پیدا کیا''، تو سوا اسکے ان کے پاس اور کچھ جواب نہیں کہ یہ لوگ اللہ کو اپنا خالق کو بتا دیں گے۔ اس کے بعد اپنے خالق کو چھوڑ کر بتوں کو معبود ٹھہرانے کا ان کے پاس کچھ جواب نہیں۔

[۲] آنحضرت ﷺ نے شکایت کے طور پر یہ جو کہا کہ اے رب! یہ لوگ ایسے ہیں کہ ایمان نہیں لاتے۔ تیرے رسول و

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۚ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ ع

پس ہم نے حکم دیا تم ان سے منہ پھیرو اور فرماؤ پس سلام ہے وداع (یعنی الوداعی) کا۔ پس عنقریب معلوم ہو جائے گا ﴿۸۹﴾

قرآن کو نہیں مانتے۔ باوجود ہر وقت کی نصیحت کے کسی طرح راہ راست پر نہیں آتے"۔ اللہ کے رسول ﷺ کا یہ قول ایسا سچا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی قول کی قسم کھا کر اس کی صداقت کو جتلاتا ہے یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا آنحضرت ﷺ کے قول مبارک کی قسم فرمانا' حضور اکرم ﷺ کے اکرام اور حضور کی دعا والتجا کے احترام کا اظہار ہے۔ فرمایا: "اے محبوب ﷺ! درگذر کرو اور اپنا فرض تبلیغ ادا کر کے ادھر سے منہ پھیر لو اور کہہ دو کہ اچھا نہیں مانتے تو ہمارا اسلام لو۔ بس عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس غلطی میں پڑے ہوئے تھے"، چنانچہ کچھ تو دنیا ہی میں پتہ لگ گیا کہ بروز بدر سزا پائی اور پوری تکمیل آخرت میں ہونے والی ہے۔

ایاتہا ۵۹ ﴿۴۴ سُوْرَۃُ الدُّخَانِ مَکِّیَّۃٌ ۶۴﴾ رکوعاتہا ۳

سورۂ دخان مکہ میں نازل ہوئی، اس میں انسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ﴿۲﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ ﴿۳﴾ فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ ﴿۴﴾

قسم ہے اس روشن کتاب (یعنی قرآن) کی ﴿۲﴾ بیشک ہم نے اس کتاب کو ایک مبارک رات میں اتارا، بیشک ہم ڈرانے والے ہیں ﴿۳﴾ ۱؎ اس مبارک رات میں ہر حکمت والا کام ہمارے پاس کے حکم سے بانٹ دیا جاتا ہے ﴿۴﴾

خواص سورۃ الدخان: جب کسی شخص کو کوئی مصیبت یا حاجت درپیش ہو تو اس سورت کو سات مرتبہ اول آخر درود شریف گیارہ مرتبہ پڑھے ان شاء اللہ حاجت پوری ہو اور مصیبت دور ہوگی، اور جو شخص اس سورت کو رات کو سوتے وقت پڑھے گا تو صبح تک ہر بلا سے محفوظ رہے گا اور اگر صبح کو پڑھے گا تو رات تک محفوظ رہے گا اور تسخیر قلوب کے لئے پڑھنا اکسیر ہے۔

۱؎ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ یہ قرآن حلال وحرام وغیرہ احکام کا بیان فرمانے والا ہے۔ اور یہ قرآن اللہ کا کلام ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے پہلے شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اتارا۔ پھر وہاں سے حضرت جبرئیل علیہ السلام تئیس سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا لے کر نازل ہوئے۔ اس شب کو شب

أَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۚ إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ۝٥ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝٦ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ إِنْ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ ۝٧

وقف لازم

بیشک ہم (پیغمبروں کو) بھیجنے والے ہیں ۝ (یہ) تمہارے پروردگار کی طرف سے رحمت ہے بیشک وہ سننے والا، جاننے والا ہے ۝ وہ جو لہ پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور انکا جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اگر تم کو یقین ہو ۝

مبارکہ اس لئے فرمایا گیا کہ اس میں قرآن پاک نازل ہوا، اور ہمیشہ اس شب میں خیر و برکت نازل ہوتی ہے۔ دعائیں قبول کی جاتی ہیں، اور اس مبارک رات میں ہر امر جو تقدیر میں ہو چکا ہوتا ہے الگ کر لیا جاتا ہے۔ یعنی ایک سال کے حساب کتاب کا دفتر الگ بن جاتا ہے۔ حضرت جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل علیہم السلام وغیرہ فرشتوں کو ان کے سب کام جن پر وہ مقرر ہیں، ایک سال کے سپرد ہو جاتے ہیں۔ مثلاً موت، رزق، بارش، پیدائش وغیرہ۔ یہ ہمارا حکم ہے کہ ہر سال جاری رہتا ہے"۔ پھر فرمایا لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر، اور وہاں سے زمین پر یہ قرآن اس لئے نازل کیا گیا ہے کہ انجان کا عذر رفع کر دینے کے لئے ہر زمانہ میں آسمانی احکام دے کر رسولوں کا بھیجنا عادتِ الٰہی میں داخل ہے۔ اس واسطے اس نے اپنی رحمت سے اپنے رسول خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے۔ اب آگے فرمایا: "یہ منکر قرآن لوگ جو باتیں قرآن کی آیتوں کے باب میں کہتے ہیں، وہ سب اللہ سنتا ہے۔ اور قرآن کی نصیحت کے موافق نیک لوگ جو عمل کرتے ہیں، ان سب عملوں کو وہ جانتا ہے۔ سزا و جزا کے وقت اس کا نتیجہ سب کی آنکھوں کے سامنے آجاوے گا۔

علاماتِ قیامت

لہ اللہ آسمانوں اور زمین کا مالک اور پروردگار ہے، اور جو ان میں اور انکے درمیان میں عجائب و غرائب ہیں، مشرکین اگر تم سمجھو اور مانو تو آیات قدرت بہت واضح ہیں۔ اس کے سوا کوئی لائق معبود نہیں، جہان کا کوئی خالق نہیں، وہی تو جلاتا ہے، اور وہی مارتا ہے۔ دنیا میں مارے گا، قیامت کو جلائے گا۔ تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا سب کا پروردگار خالق ہے۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کفار نہیں مانتے بلکہ یہ توحید و رسول و قیامت وغیرہ کی طرف سے شک میں پڑے ہیں، اور دنیا کے کھیل کود میں مصروف ہیں، آخرت کی فکر نہیں جو حق کو طلب کریں، اور اس میں غور و فکر سے کام لیں۔ یہ اس دھوکہ میں ہیں کہ ہمیشہ یوں ہی رہنا ہے، خدا کے سامنے کبھی پیشی نہیں ہوگی۔ اسی لئے نصیحت کی باتوں کو ہنسی کھیل میں اڑا دیتے ہیں۔ اب آگے فرمایا اگر یہ لوگ اسی حال میں رہیں، تو تم کو اس دھوئیں کے عذاب کا انتظار کرنا چاہیے جو آسمان پر چھا جاوے گا، اور لوگوں کو گھیر لیوے گا۔ وہ سخت دردرساں عذاب ہوگا۔ چنانچہ قریش پر قحط سالی آئی، اور یہاں تک اس کی شدت ہوئی کہ وہ لوگ مردار کھا گئے،

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۸ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۝۹ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۰ يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۱ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۝۱۲ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۳

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جلاتا ہے، اور وہ مارتا ہے تمہارا پروردگار اور تمہارے اگلے باپ دادا کا پروردگار ہے ۝۸ بلکہ کافر لوگ شک میں پڑے کھیل رہے ہیں ۝۹ پس تم اس دن کا انتظار کرو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا ۝۱۰ جو ان سب لوگوں کو گھیر لے گا یہ ایک دردناک عذاب ہے ۝۱۱ اس دن کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم سے عذاب دور کردے، بیشک ہم مسلمان ہوتے ہیں (اور تیرے ہی نبی ﷺ کی تصدیق کرتے ہیں) ۝۱۲ ان کو نصیحت ماننا کہاں سے (نصیب) ہو؟ حالانکہ یقیناً ان کے پاس صاف بیان فرمانے والا پیغمبر آچکا ۝۱۳

اور بھوک سے اس حال کو پہنچے کہ جب اوپر کو نظر اٹھاتے آسمان کی طرف دیکھتے۔ تو ان کو دھواں ہی دھواں معلوم ہوتا، یعنی ضعف سے نگاہوں میں خیرگی آگئی، اور قحط سے زمین خشک ہوگئی۔ خاک اڑنے لگی، غبار نے ہوا کو مکدر کر دیا۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ دھوئیں سے مراد وہ دھواں ہے جو علاماتِ قیامت میں سے ہے، اور قریب قیامت ظاہر ہوگا، مشرق و مغرب اس سے بھر جائیں گے۔ چالیس روز و شب رہے گا، مومن کی حالت تو اس سے ایسی ہو جائے گی جیسے زکام ہو جائے اور کافر مدہوش ہوں گے، ان کے نتھنوں اور کانوں اور بدن کے سوراخوں سے دھواں نکلے گا۔ اس وقت یہ لوگ التجا کریں گے اور رو رو کر دعائیں کریں گے کہ پروردگار اب تو عذاب دفع فرما۔ مشکل آسان کر، ہم تجھ پر اور تیرے رسول، قرآن پر ایمان لائیں گے۔ مگر یہ ان کا فقط قول ہی ہوگا، ان کی قسمت میں ایمان کہاں۔ ان کو توبہ کہاں نصیب، وہ نصیحت بعد رفع عذاب بھی نہ مانیں گے۔ حالانکہ ان کے پاس محمد ﷺ جیسے رسول آئے جو انکو سمجھاتے، معجزے دکھاتے، پھر بھی انہوں نے انکو نہ مانا۔ منہ پھیرا اور کہا کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے، خود تو محمد ﷺ امی ہیں کوئی شخص ان کو یہ باتیں سکھا جاتا ہے، اور یہ مجنون ہیں۔ پھر فرمایا یہ لوگ اپنی بات پر قائم نہیں، اللہ تعالیٰ ان کا کچھ دنوں عذاب ٹال دیتا ہے، تو یہ لوگ جس کفر میں تھے اسی کی طرف لوٹیں گے۔ اور یہ ان لوگوں کی درمیانی مصیبتیں ہیں جو ٹل جاتی ہیں، ان کے بداعمالوں کی پوری سزا کے طور پر جب ان لوگوں کی سخت گرفت ہوگی وہ کسی طرح نہیں ٹل سکتی۔

ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿١٤﴾ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ﴿١٥﴾ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿١٦﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿١٧﴾

پھر وہ اس سے پھر گئے اور کہنے لگے کہ (کسی دوسرے آدمی کا) سکھایا ہوا ہے دیوانہ ہے ﴿۱۴﴾ بیشک ہم کچھ دنوں کے لئے عذاب کو دور کرنے والے ہیں مگر پھر اپنی اسی حالت کفر پر آجاؤ گے ﴿۱۵﴾ (وہ دن یاد کرو) جس دن ہم سب سے بڑی پکڑ میں پکڑیں گے، بیشک ہم بدلہ لینے والے ہیں ﴿۱۶﴾ اور[۱] بیشک ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو آزمایا تھا اور ان کے پاس ہمارا ایک باعزت رسول (یعنی موسیٰ علیہ السلام) آیا تھا ﴿۱۷﴾

[۱] ان آیتوں میں فرمایا کہ جیسے یہ قریش کافر ہیں، یوں ہی ہم نے ان سے پہلے فرعون اور اس کی قوم کو فتنہ میں ڈالا تھا۔ یعنی ان کو عذاب دیا اور آزمائش میں ڈالا، اور ان کے پاس خدا کے برگزیدہ کرامت والے رسول آئے، یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ اور آکر موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کی قوم سے درخواست کی، کہ بنی اسرائیل کو مت ستاؤ اور ان کو میرے حوالے کر دو۔ اسی درخواست کی تائید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانتدار رسول ہوں۔ جس طرح مجھ کو اللہ کا حکم ہوتا ہے، وہی میں تم لوگوں کو پہنچا دیتا ہوں۔ اپنی طرف سے اس میں کچھ خیانت نہیں کرتا"، اور یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو مان لینے میں تم کو سرکشی مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ اس سرکشی کے سبب سے قحط، طوفان کی، ٹڈیوں وغیرہ کی آفتوں کو تو تم لوگ میری نبوت کی سند کے طور پر دیکھ چکے ہو، اب آئندہ اگر اپنی سرکشی سے باز نہ آؤ گے تو تم پر کوئی آفت آجائے گی۔ جو جو آفتیں قوم فرعون پر آئیں، ان کا ذکر سورۃ الاعراف میں گذر چکا ہے۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر ڈالنے کا ڈراوا جو دیا تھا، اس کا جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دیا کہ تیرے ظلم سے بچنے کے لئے مجھ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ کا سہارا کافی ہے۔ آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کی قوم سے یہ بھی کہا کہ اگر تم لوگ میری نبوت کو نہیں مانتے ہو، تو مجھ سے کچھ مزاحمت نہ کرو، میں بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لے کر مصر سے چلا جاتا ہوں۔ جب فرعون اور اسکی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کسی نصیحت کو نہ مانا تو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ شکایت کی کہ یا اللہ! یہ لوگ کسی طرح اپنی سرکشی سے باز نہیں آتے۔ اب مہلت کا زمانہ پورا ہو گیا، اور عذاب الٰہی کے آجانے کے سوا اور کوئی موقع باقی نہ رہا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر راتوں رات مصر سے چلے جاؤ، اور اسی حکم میں یہ بھی جتلا دیا کہ گھبرانا نہیں، فرعون اور اس کے ساتھی تمہارا پیچھا کریں گے۔ یہ پیچھا کرنے کا قصہ سورۃ الشعراء میں گزر چکا ہے کہ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے مصر سے چلے جانے کی خبر سنی تو بہت بڑا لشکر ساتھ لے کر ان کا پیچھا کیا، اور

أَنْ أَدُّوا إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ ۖ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٨﴾ وَأَنْ لَا تَعْلُوا عَلَى اللَّهِ ۖ إِنِّي آتِيكُمْ بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿١٩﴾ وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُمُونِ ﴿٢٠﴾ وَإِنْ لَمْ تُؤْمِنُوا لِي فَاعْتَزِلُونِ ﴿٢١﴾ فَدَعَا رَبَّهُ أَنَّ هَٰؤُلَاءِ قَوْمٌ مُجْرِمُونَ ﴿٢٢﴾ فَأَسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا إِنَّكُمْ مُتَّبَعُونَ ﴿٢٣﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۖ إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُغْرَقُونَ ﴿٢٤﴾

(اس نے کہا) کہ اللہ کے بندوں (یعنی بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کر دو بیشک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں ۱۸ اور تم اللہ کے مقابل سرکشی مت کرو میں تمہارے پاس ایک روشن سند (اپنی نبوت کی) لایا ہوں ۱۹ اور بیشک میں اپنے پروردگار کی اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں اس سے کہ تم مجھے سنگسار کرو ۲۰ اور اگر تم میرا یقین نہیں کرتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ ۲۱ پس موسیٰ نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ یہ لوگ مجرم ہیں (انہیں ہلاک کردے) ۲۲ پس ہم نے حکم فرمایا کہ میرے بندوں (یعنی بنی اسرائیل) کو راتوں رات دریا کی طرف (لے کر چلے جاؤ ۲۳ بیشک تمہارا پیچھا کیا جاوے گا اور (جب تم دریا سے پار ہو جاؤ تو) ۱ دریا کو (اسی طرح) سکوں کی حالت میں چھوڑ دینا۔ بیشک وہ تمام لشکر (معہ فرعون کے) ڈبو دیا جاوے گا۔ (چنانچہ وہ غرق ہو گئے اور) ۲۴

دریائے قلزم کے قریب جب بنی اسرائیل کو فرعون کی فوج نظر آنے لگی، تو بنی اسرائیل نے گھبرا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: "اب ہم فرعون کے ہاتھ سے بچ نہیں سکتے"۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ گھبراؤ نہیں، ہمارے ساتھ ہمارا اللہ ہے۔ جب دریا پر پہنچ گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام مع بنی اسرائیل کے دریا میں سے گزر گئے۔

نافرمان قوموں کا انجام

۱ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مع بنی اسرائیل دریا کے پار ہوئے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چاہا کہ دریا کو اپنے عصا سے ماریں کہ پھر ویسا ہی ہو جائے جیسا تھا، تاکہ اس راستہ سے فرعون اور اس کے ساتھی دریا سے پار ہو کر بنی اسرائیل کا پیچھا نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ دریا کو اسی طرح بیچ میں سے خشک رہنے دو، تاکہ فرعون اور اس کا لشکر دریا کی خشک زمین پر پہنچ جاویں تو پانی کا پاٹ ملا دیا جاوے، اور ان سب کو غرق کر دیا جاوے۔ اسی قصہ کو مختصر طور پر فرمایا کہ فرعون اور اسکے ساتھی اپنے باغ اور نہریں، کھیتیاں، اچھے مکان اور راحت کا ہر طرح کا سامان مصر میں چھوڑ کر یہاں دریائے

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۲۶﴾ وَّ نَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿۲۷﴾ كَذٰلِكَ ۫ وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۲۸﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ وَ مَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع

بہت سے باغ اور چشمے اور کھیتیاں ﴿۲۵﴾ اور عمدہ عمدہ مکانات ﴿۲۶﴾ اور ناز و نعمت کو چھوڑ گئے جس میں وہ آرام اٹھاتے تھے ﴿۲۷﴾ (یہ قصہ) اسی طرح ہوا اور ان چیزوں کا ہم نے دوسرے لوگوں (یعنی بنی اسرائیل) کو وارث کر دیا ﴿۲۸﴾ پس ان (کی بربادی) پر نہ آسمان روئے اور نہ زمین روئی اور نہ ان کو (توبہ وغیرہ کی) مہلت دی گئی ﴿۲۹﴾

قلزم کے کنارہ پر آئے۔ اور اللہ کی قدرت سے دریا میں بارہ راستے جو ہو گئے تھے، ان کے ذریعہ سے دریا سے پار ہونا چاہا۔ لیکن جب یہ سب بیچ دریا میں پہنچے تو اللہ کے حکم سے دریا کا پاٹ مل گیا، اور سب ڈوب گئے۔ پس ان کی بربادی پر آسمان اور زمین نہ روئے، کیونکہ وہ ایماندار نہ تھے۔ اور ایماندار جب مرتا ہے تو اس پر آسمان و زمین چالیس روز تک روتے ہیں۔ جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں ہے۔ مجاہد سے کہا گیا کہ کیا مومن کی موت پر آسمان و زمین روتے ہیں؟ فرمایا: ''زمین کیوں نہ روئے اس بندے پر، جو زمین کو اپنے رکوع وسجود سے آباد رکھتا تھا، اور آسمان کیوں نہ روئے اس بندے پر جس کی تسبیح وتکبیر آسمان میں پہنچتی تھی''۔ فرعون اور اسکی قوم کی ہلاکت کے بعد ملک مصر بنی اسرائیل کے قبضہ میں آ گیا۔ فرعون اپنے جیتے جی بنی اسرائیل کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتا تھا کہ لڑکوں کو ذبح کرتا، عورتوں کو باندیاں بنا تا وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ہلاک کر کے بنی اسرائیل کی یہ سب تکلیفیں دفع کر دیں۔ پھر فرمایا کہ فرعون بڑا سرکش متکبر مشرک کافر تھا، اور حد سے بڑھ کر سرکشی کرنے لگا، اسلیے اس کو سزا دی گئی۔ اب آگے فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو ان کا استحقاق جان کر اور اہل سمجھ کر اس زمانہ کی سب قوموں سے افضل کیا، اور اپنا برگزیدہ و پسندیدہ بنایا کہ، ان کے لئے دریا میں خشک رستے بنائے۔ ابر کو سائبان کیا۔ من وسلویٰ اُتارا اور ان کو اتنی نشانیاں دیں کہ ان میں پورا امتحان کھلا ہوا تھا۔ اب آگے مشرکین مکہ کا ذکر فرمایا کہ یہ حشر کے منکر ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ اور مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد جینا سچ ہے، تو ہمارے بڑوں میں سے کسی کو زندہ کر کے ہم سے اس کو ملا دو۔ فرمایا یہ ان کی جاہلانہ بات تھی، کیونکہ جس کام کے لئے وقت معین ہو، اس کا اس وقت سے قبل وجود میں نہ آنا اس کے ناممکن ہونے کی دلیل نہیں ہوتا، اور نہ اس کا انکار صحیح ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی نئے جمے ہوئے درخت یا پودے کو کہے کہ اس میں سے اب پھل نکالو، ورنہ ہم نہیں مانیں گے کہ اس درخت سے پھل نکل سکتا ہے۔ تو اس کو جاہل قرار دیا جائے گا، اور اس کا انکار محض بے وقوفی یا احمق پن ہوگا۔

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿٣٠﴾ مِن فِرْعَوْنَ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿٣١﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنَٰهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى الْعَٰلَمِينَ ﴿٣٢﴾ وَءَاتَيْنَٰهُم مِّنَ الْءَايَٰتِ مَا فِيهِ بَلَٰٓؤٌا مُّبِينٌ ﴿٣٣﴾ إِنَّ هَٰٓؤُلَآءِ لَيَقُولُونَ ﴿٣٤﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنشَرِينَ ﴿٣٥﴾ فَأْتُوا بِـَٔابَآئِنَآ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٣٦﴾ أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ أَهْلَكْنَٰهُمْ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٣٧﴾

اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ذلت کے عذاب (یعنی ظلم وستم) سے نجات دی ﴿۳۰﴾ بیشک فرعون بڑا سرکش اور حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا ﴿۳۱﴾ اور ہم نے بنی اسرائیل کو اس زمانہ والوں سے دانستہ چن لیا تھا ﴿۳۲﴾ اور ہم نے ان کو وہ معجزات عنایت کیے تھے جن میں ظاہر آزمائش تھی ﴿۳۳﴾ بیشک یہ کفار لوگ کہتے ہیں ﴿۳۴﴾ کہ یہ (قیامت وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے)۔ صرف ہمارا ایک مرتبہ مرجانا ہے اور ہم مرنے کے بعد زندہ کرکے) نہ اٹھائے جائیں گے ﴿۳۵﴾ پس (اے مسلمانو!) اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو (زندہ کر کے) لے آؤ ﴿۳۶﴾ کیا[1] یہ لوگ (قوت وشوکت میں) بہتر ہیں یا تبع حمیری (شاہ یمن) کی قوم اور جو (کافر) قومیں ان سے پہلے ہوگزری ہیں، ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا بیشک وہ مجرم لوگ تھے ﴿۳۷﴾

[1] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تبع کی قوم کو برا فرمایا۔ خاص تبع کو برا نہیں فرمایا۔ معتبر سند سے مسند امام احمد اور طبرانی میں ہے کہ تبع حمیری بادشاہ یمن صاحب ایمان تھے، جو نوسو برس پہلے آنحضرت ﷺ کی پیدائش سے حضور ﷺ پر ایمان لائے تھے۔ ان کا نام اسعد بن ملکی کرب تھا اور کنیت ابو کرب، مسلمان تھے، بزرگ تھے، اور ان کی قوم کافر تھی، جو نہایت قوی زور آور اور کثیر التعداد تھی۔ حاصل یہ ہے کہ ان کے کفر کے باعث اور حشر کے انکار کے سبب سے پہلی کافر قومیں جو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوئیں۔ اگر یہ مشرکین ان کے سے کام کریں گے، تو ان کا بھی وہی انجام ہوگا۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا، اور انسان کی ضرورت کے لئے زمین وآسمان سب کچھ پیدا کیا، اب اگر انسان پیدا ہو کر یوں ہی مرجائے، اور کسی نیک وبد کام کی جزا و سزا نہ ہو، تو زمین اور آسمان اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے، سب کا پیدا کرنا بے فائدہ ہو

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے اسکو کھیل کے طور پر نہیں پیدا کیا ﴿۳۸﴾ (بلکہ) ہم نے ان دونوں کو درست تدبیر کے ساتھ پیدا کیا و لیکن ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۳۹﴾ بیشک قیامت کا دن ان سب کی میعاد ہے ﴿۴۰﴾ جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کام نہ آئیگا اور نہ ان (کافروں) کی مدد کی جاویگی ﴿۴۱﴾ مگر وہ جس پر اللہ مہربانی فرمائے، بیشک اللہ غالب مہربان ہے ﴿۴۲﴾ بیشک ل تھوہر کا درخت ﴿۴۳﴾ گنہگاروں کی خوراک ہے ﴿۴۴﴾

گا۔ اسی واسطے منکرین حشر کا جواب اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں یہ دیا ہے کہ زمین و آسمان اور تمام مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے کھیل کے طور پر بے فائدہ نہیں پیدا کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے نہایت انصاف کی بنیاد پر دنیا کو اس فائدہ کے لئے پیدا کیا ہے، کہ نیکی اور بدی کا بدلہ دیا جائے۔ اسلئے دنیا کے ختم ہو جانے کے بعد دوسرا جہان پیدا کیا۔ اور جہان میں یہ جزاو سزا کا کام دنیا کے لوگوں کا فیصلہ ایک ہی دفعہ کر دیا جائے۔ لیکن اکثر لوگ اس فائدہ کو نہیں سمجھتے۔ مشرکین یہ جو کہتے تھے جس کا اوپر کی آیت میں ذکر ہے کہ اگر مرنے کے بعد جینا سچ ہے، تو ہمارے بڑوں میں سے کسی کو زندہ کیا جائے ہم سے ملا دیا جائے، اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا ہے کہ نیک و بد کے جزاو سزا کے فیصلہ کیلئے ان مشرکوں کو، ان کے بڑوں کو اور تمام دنیا کو وقت مقررہ پر قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جاوے گا۔ اور قیامت کا دن وہ دن ہے کہ اس دن کوئی عزیز، قریب، رشتہ دار اپنے قرابت دار کے کام نہ آئے گا۔ کوئی کافر کسی کافر کی مدد نہ کر سکے گا، نہ سفارش کافروں کو فائدہ دے گی، نہ وہ عذاب سے روکے جائیں گے، کہ کوئی زبردستی خدا سے بچا لے۔ ہاں مگر جس پر خدا مدد کرے یعنی مسلمان گنہگاروں پر، کہ ان کے لئے شفاعت و رحمت ہوگی۔ خدا نافرمانوں سے بدلہ لینے میں زبردست ہے، کہ اس کے عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اور صاحب رحمت وہ ایسا ہے کہ اس دن مسلمانوں کے بغیر توبہ کے گناہ معاف فرما دے گا۔

اہل دوزخ کا عذاب

ل اوپر قیامت کو فیصلہ کا دن فرما کر اب اس دن کے فیصلہ کا نتیجہ بیان فرمایا، کہ دوزخ والے جب بھوکے ہوں گے، تو دوزخ میں تھوہر کی صورت کا ایک درخت جو پیدا کیا گیا ہے، اس کا پھل ان دوزخیوں کو کھلایا جائے گا جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح

كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿۵۱﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۲﴾

(وہ) پگھلائے ہوئے تانبے کی مثل ہوگا، پیٹوں میں جا کر کھولے گا ﴿۴۵﴾ جیسے گرم پانی کا کھولنا ﴿۴۶﴾ (پھر ہم فرشتوں کو حکم دیں گے): "اس مجرم کو پکڑو، پس گھسیٹتے ہوئے اسے بیچ دوزخ میں ڈال دو ﴿۴۷﴾ پھر اس کے سر کے اوپر کھولتے پانی کا عذاب ڈالو" ﴿۴۸﴾ ہم فرمائیں گے: "عذاب کا مزہ چکھ، بیشک تو (اپنے خیال میں) بڑا عزت والا محترم ہے ﴿۴۹﴾ بیشک یہی وہ (عذاب) ہے جس میں تم شک کرتے تھے" ﴿۵۰﴾ بیشک ۱؎ متقی لوگ (اس دن) امن کی جگہ ﴿۵۱﴾ باغوں اور چشموں میں ہوں گے ﴿۵۲﴾

کھولتا ہوا ہوگا۔ مختصر طور پر فقط دوزخیوں کے کھانے کا ذکر ہے۔ سورۃ والصافات (پارہ ۲۳) میں گزر چکا ہے کہ تھوہر کے پھل کے کھلانے کے بعد کھولتا ہوا پانی بھی پلایا جاوے گا۔ اسی واسطے یہاں فرمایا کہ دوزخیوں کے پیٹ میں جس طرح وہ کھولتا ہوا پانی کھولے گا، اسی طرح یہ تھوہر کا پھل کھولے گا، اور ان دوزخیوں کے لئے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ان دوزخیوں کو پکڑ کر زنجیروں میں جکڑ کی ذلت سے کھینچتے ہوئے دوزخ کے کنارہ پر سے بیچ دوزخ میں دھکیل دو، اور انکے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈالو۔ جس سے ان کے پیٹ کی انتڑیاں اور سر سے پاؤں تک کی سب کھال جل جائے گی۔ پھر ان کو دوزخ کے عذاب کے وقت ذلیل کرنے کیلئے فرشتے کہیں گے کہ دنیا میں تو تم بڑے عزت دار مشہور تھے، لیکن آج اس ذلت کے عذاب کا مزہ چکھو۔ یہ وہی عذاب ہے جس کو تم دنیا میں جھٹلاتے تھے، اور اس کے سچے ہونے میں شک اور شبہ کی باتیں نکالتے تھے، کہ دوزخ کی آگ میں درخت کیونکر ہوگا، اور مر کر پھر کس طرح زندہ ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک قطرہ اس تھوہر کا دنیا میں ٹپکا دیا جائے تو اہلِ دنیا کی زندگانی خراب ہو جائے گی۔

اہل جنت کی پر کیف زندگی کا بیان

۱؎ اس سے پہلے کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ جب بدلوگوں کا حال بیان فرما چکا تو اب متقی لوگوں کا حال بیان فرمایا کہ بیشک جو لوگ پرہیزگار ہیں، اور خدا سے ڈر کر دنیا میں گناہوں سے بچتے، اور نیک کام کرتے ہیں، وہ آخرت میں امن والی جگہ میں ہوں گے۔ یعنی جنت میں کہ نہ اس میں موت ہوگی، اور نہ کسی طرح کی بیماری ہوگی، امن سے رہیں گے۔ باغوں کے اندر ریشمی باریک اور دبیز کپڑے چمک دار پہنیں گے۔ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ایک کی دوسرے کی طرف پیٹھ نہ ہوگی۔

يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۵۳﴾ كَذٰلِكَ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَ وَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۷﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾

لباس باریک اور دبیز ریشمی پہنیں گے (اور) آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ﴿۵۳﴾ یہ بات اسی طرح ہے اور ہم انہیں بڑی آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے ﴿۵۴﴾ اس جگہ وہ ہر قسم کے میوے اطمینان سے منگوا (کر کھائیں) گے ﴿۵۵﴾ وہاں سوا اس پہلی موت کے (جو دنیا میں ہو چکی) پھر موت کا مزہ نہ چکھیں گے، اور ان کو اللہ نے دوزخ کے عذاب سے بچالیا ﴿۵۶﴾ تمہارے پروردگار کے فضل سے یہی بڑی کامیابی ہے ﴿۵۷﴾ تم ہم [۱] نے اس قرآن کو تمہاری زبان (عربی) میں (اس لئے) آسان کیا تاکہ یہ لوگ نصیحت قبول کریں ﴿۵۸﴾ (اگر یہ لوگ نہ مانیں تو) تم (ان کے عذاب کا) انتظار کرو وہ بھی انتظار میں ہیں ﴿۵۹﴾

باہم ان کے محبت وسرور ہوگا۔ کَذٰلِکَ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کا اچھا معاملہ پرہیزگاروں کے ساتھ کرتے ہیں یوں ہی ان کو ہم حوریں جنت میں دیں گے، جن کے چہرے نورانی سفید آنکھیں بڑی بڑی، اور فصل بے فصل کے جس طرح کے میوؤں کو ان کا جی چاہے گا، وہ ان کو وہاں ملیں گے۔ اور جس طرح دنیا کے میوؤں سے کبھی بیماری کا خوف ہوتا ہے، یہ بات وہاں نہ ہوگی۔ سوا دنیا کے ایک دفعہ کی موت کے، پھر کبھی ان کو موت نہ آوے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو دوزخ کے عذاب سے بچائے گا۔ آخر کو فرمایا یہی بڑی کامیابی ہے جس کے لئے ان لوگوں نے دنیا میں نیک عمل کئے اور برے کاموں سے بچے تھے۔

[۱] اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے یہ قرآن تم پر اتارا اور اس کا پڑھنا سنانا تم پر آسان کیا تاکہ یہ لوگ سمجھیں اور مانیں۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! اگر یہ لوگ نہ سمجھیں تو تم انکے ہلاک ہونے کا قریب انتظار کرو، ان کا بدانجام سامنے آجائے گا۔ یہ تو منتظر ہیں کہ تم پر کوئی افتاد پڑے لیکن تم دیکھتے جاؤ کہ ان کا کیا حال بنتا ہے۔

ایاتھا ۳۷ ﴿۴۵ سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ ۶۵﴾ رکوعاتھا ۴

سورۂ جاثیہ میں نازل ہوئی، اس میں سینتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۵﴾

کتاب [۱] (یعنی قرآن) کا اتارنا خدائے غالب حکمت والے کی طرف سے ہے ﴿۲﴾ بیشک آسمانوں اور زمین میں ایمانداروں کے لئے (ہماری قدرت کی) نشانیاں ہیں ﴿۳﴾ اور اسی طرح تمہاری پیدائش میں اور جانوروں کی پیدائش میں جس کو پھیلا رکھا ہے، یقین لانے والوں کے لئے (ہماری قدرت کی) نشانیاں ہیں ﴿۴﴾ اور (اسی طرح) رات اور دن کی تبدیلیوں میں اور اس میں کہ اللہ نے آسمان سے روزی کا سبب مینہ اتارا تو اس (بارش) سے زمین کو زندہ (یعنی سرسبز) کیا اس کے مرے (یعنی خشک) ہوئے پیچھے، اور (اسی طرح) ہواؤں کے بدلنے میں عقلمندوں کے لئے (ہماری قدرت کی) نشانیاں ہیں ﴿۵﴾

خواص سورة الجاثیه: بچہ کی پیدائش کے وقت اس سورت کو لکھ کر باندھنے سے تمام موذی جانوروں اور ہر طرح کے آسیب سے حفاظت رہتی ہے جو شخص جان کنی میں مبتلا ہو اس سورت کو پڑھ کر دم کرے تو ان شاء اللہ اس کو جان کنی سے نجات ملے گی۔

[۱] مشرکین یہ جو کہتے تھے کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے۔ محمد ﷺ اپنی طرف سے روز قرآن کی آیتیں بنا لیتے ہیں، اور ان کو اللہ کا کلام بتلاتے ہیں۔ اسی کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ قرآن میں یہ فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے، اور اللہ کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ قرآن سے پہلے جو اللہ کا کلام اور انبیاء پر اترا، اور ان انبیاء کی امتوں نے اس کو نہیں مانا، تو اللہ تعالیٰ

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

یہ اللہ کی آیتیں ہیں کہ جو ہم تم پر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں، پس اللہ (کی نصیحت) اور اس کی آیتوں کو چھوڑ کر کون سی (دوسری) بات پر ایمان لائیں گے ۝ ہر جھوٹے گناہگار کی خرابی ہے ۝ اللہ کی وہ آیتیں سنتا ہے [۱] جو اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں پھر وہ تکبر کرتا ہوا (اپنے کفر پر) قائم رہتا ہے گویا اس کو سنا ہی نہیں پس اسکو دردناک عذاب کی خوشخبری دو ۝

نافرمان لوگوں سے بدلہ لینے میں ایسا زبردست ہے کہ اس نے ایسے نافرمان لوگوں کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیا۔ اگر یہ حال کے لوگ بھی قرآن کی آیتوں کے جھٹلانے پر اڑے رہیں گے تو یہی انجام ان کا ہوگا۔

[۱] فرمایا کہ دنیا میں تو یہ لوگ اللہ کا کلام جو ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے، اور اللہ کے کلام میں جو قدرت کی نشانیاں ہیں، وہ سب سن کر مکرائیاں کرتے ہیں، اور اپنے کفر پر قائم رہتے ہیں، اور اللہ کے کلام کو مسخراپن اور جھوٹی باتوں میں اڑاتے ہیں، لیکن عقبیٰ میں ان مکرائیوں کا بہت خمیازہ ان کو بھگتنا پڑے گا، اور انہوں نے دنیا میں جو مال اولاد عزت وحشمت جمع کیا ہے، اور جن بتوں کو یہ لوگ اپنا معبود بناتے ہیں، کوئی چیز ان کے کام نہ آئے گی۔ اور کوئی یہ چیز ان کو دوزخ کے عذاب سے نہ چھڑائے گی، ان کو وہاں سخت عذاب ہوگا۔ پھر فرمایا کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا کام نصیحت کا کر دینا ہے، جو کوئی اس نصیحت کو مان کر کچھ نیکی کرے گا اپنا بھلا کرے گا، اور جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسول کی نصیحت کو نہ سنے گا، اور برائی میں اپنی عمر گنوائے گا اور اپنے رب کی آیتوں کا اور رسول ﷺ اور قرآن کا انکار کرے گا، تو ان کو سخت ذلت رساں عذاب پہنچے گا۔ آگے فرمایا کہ اللہ کی وہ ذات ہے کہ اس نے اے لوگو! تمہارے واسطے دریا کو بس میں کیا، کہ اس میں کشتیاں خدا کے حکم وقدرت سے چلیں، تاکہ تم شہروں شہروں جاکر خدا کا رزق تلاش کرو اور اس کا فضل ڈھونڈو، اور اس کا شکر ادا کرو۔ اس نے تمہارے لئے وہ چیزیں کام میں لگا رکھی ہیں جو آسمانوں میں ہیں، آفتاب ماہتاب وغیرہ، اور جو زمین میں ہیں درخت پتھر جانور دریا پہاڑ وغیرہ۔ اس بات میں خدا کی قدرت عجیب عجیب نشانیاں اور عبرتیں ان کے لئے ہیں جو خدا کی مخلوقات میں نظر دوڑاتے ہیں اور تفکر کرتے ہیں۔ اے محبوب ﷺ! مسلمانوں سے کہہ دو کہ جو کافر ہیں، خدا کے عذاب سے نہیں ڈرتے، اور اس کی عادتوں سے کہ دم میں کیا سے کیا کر دیتا ہے، خوف نہیں کھاتے، ان سے درگذر کریں اور ابھی بدلہ نہ لیں۔ ہو ظلم بھی کر لیں تو یہ جواب نہ دیں، تاکہ خدا ہر شخص کو اس کے کام کا بدلہ دے۔ تم جو صبر کرو تو اس کا ثواب تم کو، اور وہ جو ظلم کریں تو اسکا عذاب ان کو دے (یہ حکم قبل ہجرت اور وجوب جہاد تھا)۔ جو اچھے کام کرے گا، ایمان خالص لاکر اعمال صالحہ کرے گا تو اپنے لئے خود ثواب پائے گا، اور جو بدکاری

وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا شَیْــًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۟ؕ ⑨ مِنْ وَّرَآىٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَ لَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَیْــًٔا وَّ لَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۟ؕ ⑩ هٰذَا هُدًى ۚ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ۟ع ⑪ اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۚ ⑫ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ⑬

اور جب ہماری آیتوں میں سے کسی چیز پر اطلاع پاتا ہے تو اس کی ہنسی بناتا ہے، ایسے لوگوں کے لئے (آخرت میں) ذلت کا عذاب ہے ⑨ ان کے پیچھے (یعنی بعد موت) جہنم ہے، اور جو کچھ (مال وغیرہ) انہوں نے (دنیا میں) کمایا تھا ان کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ وہ (بت) کام آئیں گے کہ جن کو اللہ کے سوا حمایتی بنا رکھے تھے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے ⑩ یہ قرآن ہدایت ہے اور جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کو نہ مانا ان کے لئے دردناک عذاب میں سے سخت سزا ہے ⑪ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے بس میں دریا کر دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور اس لئے کہ اس کے فضل سے روزی تلاش کرو اور اس لئے کہ تم شکر کرو ⑫ اور اس نے آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کو اپنے حکم سے تمہارے لئے کام میں لگائے، بیشک اس میں غور کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں ⑬

کرے گا اور کفر و شرک کرے گا، تو اپنا نقصان کرے گا، سزا پائے گا۔ تم سب کے سب مرنے کے بعد اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جاؤ گے، اور اپنا اپنا کیا بھگتو گے۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًاۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۖ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ ۚ

مسلمانوں سے کہہ [۱] دو کہ جو لوگ اللہ کے (وعدہ دیئے ہوئے) دنوں کی امید نہیں رکھتے (یعنی کافر) ان سے درگزر کریں تاکہ اللہ ایک قوم کو اس کی کمائی کا بدلہ دے ﴿۱۴﴾ جو کوئی نیک کام کرے پس اس کا نفع اس کے لئے ہے اور جو کوئی برا کام کرے پس اس کا وبال اسی پر ہے، پھر تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿۱۵﴾ اور [۲] بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب (یعنی توریت) اور دانشمندی اور نبوت دی، اور ہم نے ان کو اچھی نعمتوں میں سے روزی دی اور انہیں ان کے زمانہ والوں پر فضیلت بخشی ﴿۱۶﴾

عجائبات قدرت

[۱] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی چند نشانیوں کا ذکر فرمایا ہے: مثلاً آسمان و زمین کا پیدا کرنا، آسمان میں فرشتوں اور سورج و چاند ستاروں کا پیدا کرنا، زمین میں انسان جن، چرند پرند، طرح طرح کے جانوروں کا جنگل، اور دریا میں پیدا کرنا، اور ندیوں کا جاری کرنا، اور ان میں کشتیوں کا چلانا، دنیا کے کاروبار کیلئے دن اور سورج کی روشنی کو پیدا کرنا، اور کاروبار کی محنت سے جو آدمی تھک جاتا ہے، اس تھکان کے رفع کرنے کے لئے رات اور رات کی نیند کو پیدا کرنا، آسمان سے مینہ کا برسانا، جس سے ہر طرح کے اناج، ہر طرح کے میووں، ہر طرح کی ترکاریوں کا زمین میں پیدا ہونا، ہر طرح کی ہوا کا چلانا کبھی پروا کبھی پچھوا۔ غرض ان ہواؤں کی تاثیر سے مینہ کے وقت مینہ برستا ہے، اور بڑھنے کے وقت اناج کا درخت بڑھتا ہے اور پھل پکتا ہے، اور سوکھنے کے وقت اناج سوکھتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کے کلام میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں، باوجود ان نشانیوں کے دیکھنے کے جو یہ مشرک لوگ بتوں کو اپنا معبود بنائے جاتے ہیں، اور اللہ کے معبود ہونے پر ایمان نہیں لاتے، تو پھر آخر اللہ کی قدرت کی کون سی نشانی دیکھ کر یہ لوگ ایمان لاویں گے۔

[۲] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو توراۃ، نبوت اور توراۃ کے موافق فیصلے کرنے کیلئے دانشمندی دی، اور انکو اچھی پاک نعمتیں غیب سے کھانے کو اتاریں، حلال کشائش کے ساتھ فرعون، اور اس کی قوم کے اموال و

وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۗ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾

اور ہم نے ان کو دین کے بارے میں (یعنی حلال وحرام میں فرق کرنے والی) روشن دلیلیں دیں، پس انہوں نے اختلاف نہ کیا مگر بعد اس کے کہ علم ان کے پاس آچکا، آپس کے حسد سے، بیشک تمہارا پروردگار قیامت کے دن ان میں فیصلہ کردے گا جن باتوں وہ اختلاف کرتے ہیں ﴿۱۷﴾ پھر ہم نے تمہیں دین کے روشن راستے پر قائم کیا، پس اسی راہ پر چلو اور نادانوں کی خواہشوں کا ساتھ نہ دو ﴿۱۸﴾

دیار کا مالک کر کے، اور من وسلویٰ نازل فرما کر اور ان کو اس زمانہ میں سب جہانوں سے افضل کردیا۔ سب کا سردار بنایا، ان کو حلال وحرام اور امر ونواہی سکھائے۔ کھلے کھلے صاف دلائل اتارے، اور ان کی کتابوں میں بھی محمد ﷺ کا صاف صاف بیان کردیا۔ جب وہ آئے تو ان کو کچھ شک نہ رہا سب کو یقین تھا کہ اسلام ہی سچا مقدس مذہب ہے۔ مگر وہ غرور اور حسد میں گرفتار ہو کر اختلاف کرنے لگے۔ اور دیدہ دانستہ جان بوجھ کر بعد ہر طرح کے علم ویقین واتمام حجت کے عناداً کافر رہے۔ اے محبوب ﷺ! تمہارا رب ان سب مذہبوں میں بروز قیامت فیصلہ کردے گا۔ اور جو اختلاف تھے ان کو اٹھادے گا۔ جب بنی اسرائیل کا زمانہ گذر چکا تو اے محبوب ﷺ! ہم نے تم کو رسول بنا کر بھیجا، اور مضبوط شریعت، سچا راستہ، سیدھا طریقہ اپنی اطاعت کا تم کو بتایا۔ اب تم اس کا اتباع کرو اس پر خود بھی قائم رہو، اوروں کو بھی ہدایت کرو، اور روسائے قریش کی جو اپنے دین کی دعوت دیتے ہیں، کہا نہ مانو۔ ان سے بیزار رہو جو خدا کو نہیں جانتے، اور اس کی توحید کو نہیں مانتے۔ اگر تم ان کا کہا مانو گے تو تمہیں کیا فائدہ ملے گا۔ ظالم کافر تم سے کیونکر ملیں گے۔ کیونکر تم سے محبت ملاپ اختیار کریں گے۔ وہ تو کافر کافر آپس ہی میں دوست یار مددگار آشنا ہیں۔ یہ صرف دوستی دنیا میں ہے، اور آخرت میں انکا کوئی دوست نہیں۔ اور سچے مسلمانوں، پرہیزگاروں شرک وکفر سے بچنے والوں کا، تو اللہ دونوں جہان میں ناصر مددگار کفیل کار ہے۔ پھر ان کو کس کی پرواہ ہے۔ یہ قرآن عجب نور ہے، روشنی ہے پاکیزہ بیان ہے، مضبوط دلیلیں ہیں۔ تمام جہان کے آدمیوں کے لئے گمراہی سے بچانے والا رحمت ہے۔ عذاب سے نجات ہے ان کے لئے جو اللہ پر اور رسول پر یقین لاتے ہیں۔

اِنَّهُمْ لَنْ یُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۚ وَ اللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۹﴾ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ؑ وَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

ع ۱۸

بیشک وہ اللہ کے مقابل تمہیں کچھ کام نہ دیں گے، اور بیشک ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست (صرف دنیا میں) ہیں، اور اللہ (دونوں جہاں میں) متقیوں کا دوست ہے ﴿۱۹﴾ یہ قرآن لوگوں کی آنکھیں کھولنے والا ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور بڑی رحمت ﴿۲۰﴾ کیا جنہوں نے [۱] برائیوں کا ارتکاب کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کر دیں گے؟ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ان (یعنی ایمان داروں اور کافروں) کی زندگی اور موت برابر ہو جائے؟ کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں ﴿۲۱﴾ اور [۲] اللہ نے آسمانوں اور زمین کو درست تدبیر کے ساتھ پیدا کیا اور اس لئے کہ ہر جان اپنے کئے کا بدلہ پائے اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا ﴿۲۲﴾

قیامت میں دوبارہ پیدا ہونے کا ذکر

[۱] **شان نزول:** مشرکین مکہ کی ایک جماعت نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ اگر تمہاری بات حق ہو، اور مرنے کے بعد اٹھنا ہو، تم بھی ہم ہی افضل رہیں گے، جیسا کہ دنیا میں ہم تم سے بہتر رہے۔ ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی فرمایا کہ کہ ایمانداروں اور کافروں کی موت وحیات برابر ہو جائے، ایسا ہرگز نہیں ہوگا، کیونکہ ایماندار زندگی میں اطاعت پر قائم رہے، اور کافر بدیوں میں ڈوبے رہے، تو ان دونوں کی زندگی برابر نہ ہوئی۔ ایسے ہی موت بھی یکساں نہیں ہے کہ مومن کی موت بشارت، رحمت و کرامت پر ہوتی ہے۔ اور کافر کی رحمت سے مایوسی اور ندامت پر ہے۔ غرض مسلمانوں کی حالت ہر حال میں ان سے اچھی رہے گی۔ یہ کیا برا حکم کرتے ہیں، اور خلاف حق وانصاف رائے لگاتے ہیں، شرک وتوحید برابر کئے دیتے ہیں۔

[۲] اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو انصاف وعدالت سے حق طور پر بنایا، اور دنیا کو اس انصاف کی بنیاد پر پیدا کیا ہے کہ آخر

عمر تک نیکی بدی جو جس کا جی چاہے کرلیوے، پھراس طرح ہر شخص کی عمر آخر ہوتے ہوتے جب دنیا ختم ہو جائے، تو تمام دنیا کی نیکی و بدی کی جزاوسزا کا فیصلہ ایک دن کر دیا جائے۔ اوراس دن رتی رتی ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا، اور یہ فیصلہ اس طرح انصاف سے ہوگا کہ اس میں کسی پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا۔ کیونکہ ظلم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر حرام کرلیا ہے۔ آگے فرمایا اے محبوب ﷺ! ان مشرکوں کی بے ٹھکانے کی باتوں کا کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کو دین ٹھہرایا ہے، ان کو تو یہ لوگ جانتے نہیں۔ اسلئے ان کی ہر بات بے سند اور دل کی خواہش پر ہے۔ انہوں نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا خدا بنالیا ہے کہ جس بات کو ان کا دل چاہتا ہے، اس کو یہ اپنا دین ٹھہرا لیتے ہیں۔ جس بات کی پوجا کو ان کا دل چاہتا ہے، اس کی پوجا کرنے لگتے ہیں۔ اسی واسطے ان کے ہر ایک قبیلہ کے بت الگ الگ ہیں۔ پھر فرمایا جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علم میں گمراہ ٹھہر چکے ہیں، وہ ایسی ہی باتیں کرتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم کے موافق نیک بات کے سننے سے ان کے کانوں پر اور سمجھنے سے دل پر مہر لگی ہوئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کے دیکھنے سے ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی ان کو راہ راست پر نہیں لاسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی انکو گمراہی کی حالت پر چھوڑ رکھا ہے۔ مجبور کر کے کسی کو راہ راست پر لانا، اللہ تعالیٰ کے انتظام کے برخلاف ہے۔ اسلئے کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ نے نیک و بد کے امتحان کیلئے پیدا کیا ہے، کسی کو مجبور کر کے راہ راست پر لانے کے لئے نہیں پیدا کیا۔ آگے مشرکین کی ایک اور نادانی کا ذکر فرمایا کہ یہ لوگ قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کے قائل نہیں۔ کہتے ہیں کہ فقط دنیا ہی دنیا ہے، یہیں کی زندگی ہے، بس اس کے بعد اور کچھ نہیں۔ یوں ہی زندگی موت ہوتی چلی آتی ہے۔ باپ دادے مرے، بیٹے پوتے زندہ۔ یکے بعد دیگرے یونہی چلے جائیں گے۔ زمانہ کی گردش، رات دن کا گزرنا، مہینے برس کی روش ہم کو فنا کر دے گی۔ فرمایا کہ یہ فقط ان لوگوں کی اٹکل ہے، کوئی سند اس بات کی ان کے پاس نہیں ہے۔ یہ نہیں سمجھتے کہ جزاوسزا کے لئے دوبارہ زندہ کیا جانا نہ ہو، تو دنیا کا پیدا ہونا بیکار ٹھہرتا ہے جو اللہ کی شان سے بہت بعید ہے۔ آگے ایک اور نادانی مشرکین کی بیان فرمائی کہ جب ان کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں جو روشن دلائل ہیں، اور امر و نواہی، حلال و حرام کا بیان، اور قیامت کا ذکر تو یہ کوئی دلیل اور حجت سوائے اس کے نہیں لاتے کہ اگر تم سچے ہو، اور قیامت آنے والی ہے، اور ہم مرے بعد پھر اٹھیں گے، تو ہمارے باپ دادوں کو ہمارے سامنے زندہ کر کے لاؤ۔ ہم ان سے مرے پیچھے کا حال پوچھیں، اور دریافت کریں کہ یہ سچے ہیں یا نہیں۔ فرمایا کہ ان کافروں سے کہہ دو کہ تم مرے پیچھے جینے کا انکار کرتے ہو تو دنیا میں کئے جاؤ، مرنے کے ساتھ ہی قبر میں پہنچ کر یقین کرلو گے۔ فرمایا کہ یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ جس نے ایک دفعہ پیدا کیا، اس کو وقت مقررہ پر دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ اگر یہ لوگ سمجھیں تو حشر کا کچھ مشکل نہیں۔ پھر فرمایا جب آسمان و زمین کی سب مخلوقات پر اللہ کا حکم جاری ہے، تو اس طرح کی عاجز چیزوں میں سے کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ اس واسطے جو لوگ بتوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں، وہ قیامت کے دن جھوٹے قرار پا کر بڑی خرابی میں پڑ جاویں گے۔ پھر فرمایا اے محبوب ﷺ! اب تو یہ لوگ سرکشی کی باتیں کرتے ہیں، مگر قیامت کے ہول سے پریشان ہو کر جب یہ لوگ حساب کے وقت سر جھکائے گھٹنوں کے بل بیٹھ جائیں گے، تو وہ حالت ان لوگوں کی دیکھنے کے قابل ہوگی، اور ہر گرو[illegible] نامہ اعمال دینے کیلئے بلایا جائے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن ہر شخص کو بلایا جاوے گا، اور دائیں ا[illegible]ئیں ہاتھ میں ہر

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

بھلاتم نے اس کو دیکھا جس نے اپنی خواہش (نفسانی) کو اپنا خدا ٹھہرالیا اور باوجود سمجھ بوجھ کے (گمراہ ہورہا ہے تو) اللہ نے (بھی) اس کو گمراہ کیا اور خدا نے اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا، پس اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے تو کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے؟ ﴿۲۳﴾ اور (کافر) کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس دنیاوی حیات کے اور کوئی حیات نہیں ہے، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور زمانہ (کی گردش) ہی ہے، موت آتی ہے اور انہیں اس کام کا علم نہیں وہ تو محض گمان دوڑاتے ہیں ﴿۲۴﴾ اور جب ان کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو بس ان کی حجت یہی ہوتی ہے کہ کہتے ہیں ہمارے باپ دادا کو (زندہ کرکے) لے آؤ اگر تم سچے ہو ﴿۲۵﴾ تم فرماؤ اللہ ہی تم کو زندہ کرتا ہے، پھر وہی تم کو موت دے گا پھر وہی تم کو قیامت کے دن (زندہ کرکے) جمع کرے گا

ایک کے عمل کے موافق ہر ایک کا نامہ اعمال دیا جاوے گا۔ جس کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جاوے گا، اس کا چہرہ نورانی ہو جاوے گا۔ اور جس کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جاوے گا، اسکے چہرہ پر سیاہی چھا جائے گی، اور کہا جاوے گا کہ آج تم سب کو تمہارے دنیوی کاموں کی سزا و جزا ملے گی۔ اگر تم انکار کرو گے تو فائدہ نہ دے گا۔ اس لئے کہ نامہ اعمال مع گواہوں کے موجود ہے۔ دیکھو یہ کتاب ہماری تم پر برابر سچی گواہی دے رہی ہے، ایک بات بھی تو دروغ نہیں۔ تم جانتے تھے کہ کون دیکھتا ہے۔ حالانکہ ہم تمہاری ہر بات جو تم کرتے یا کہتے تھے برابر لکھتے جاتے تھے''۔

لَا رَیْبَ فِیْهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یَوْمَئِذٍ یَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَ تَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِیَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا یَنْطِقُ عَلَیْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ ﴿۳۰﴾ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۫ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ﴿۳۱﴾

جس میں کچھ شک نہیں ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۲۶﴾ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ کے ہی لئے ہے، اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن اہل باطل نقصان اٹھائیں گے ﴿۲۷﴾ اور تم اس دن ہر فرقے کو زانو کے بل گرے ہوئے دیکھو گے، ہر گروہ اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا اور ہم کہیں گے کہ آج تمہیں اس کے موافق بدلہ دیا جائے گا جو تم (دنیا میں) کرتے تھے ﴿۲۸﴾ یہ ہمارا نوشتہ تم پر سچائی سے اظہار حقیقت کرتا ہے، بیشک ہم لکھتے تھے جو تم (دنیا میں) کرتے تھے ﴿۲۹﴾ پس[۱] جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ان کو ان کا پروردگار اپنی رحمت میں داخل کرے گا، یہی کھلی کامیابی ہے ﴿۳۰﴾ اور جو لوگ کافر ہوئے ان سے ہم کہیں گے: "کیا میری آیتیں تمہارے سامنے نہیں پڑھی جاتی تھیں؟ پس تم نے (ان کو سن کر) تکبر کیا اور تم گنہگار لوگ تھے" ﴿۳۱﴾

قیامت کا انجام

[۱] اوپر جزا و سزا کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں اس کے نتیجہ کا ذکر فرمایا کہ جن لوگوں نے فرمانبرداری سے دنیا میں عمر گذاری، اور رسول ﷺ اور قرآن پر ایمان لائے، ان کے لئے جنت ہے اور یہی بڑی کامیابی کا مُراد ہے۔ کیونکہ اسی مراد کیلئے وہ لوگ دنیا

وَ اِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ السَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَ بَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ قِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

اور جب (تم سے) کہا جاتا بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت (کے آنے) میں کچھ شک نہیں تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے؟ ہم تو اس کو ضعیف سا احتمال خیال کرتے ہیں اور ہم کو (قیامت کے آنے کا) یقین نہیں ﴿۳۲﴾ اور کفار پر (آخرت میں) ان کے اعمالوں کی برائیاں ظاہر ہوئیں اور انہیں گھیر لیا اس عذاب نے جس سے وہ مسخراپن کرتے تھے ﴿۳۳﴾ اور [۱] فرمایا جائے گا آج ہم تمہیں (عذاب دوزخ میں) چھوڑ دیں گے جیسا کہ تم نے اپنے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ﴿۳۴﴾

میں نیک کام کرتے تھے، اور منکر قرآن لوگوں سے جھڑکی کے طور پر یہ پوچھا جاوے گا کہ جب قرآن کی آیتیں تم کو سنائی جاتی تھیں، تو سرکشی سے تم ان کو جھٹلانے کے مجرم ٹھہرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ قیامت کے دن جزاوسزا کا تو ہم کو یقین نہیں آتا۔ اور جزاوسزا کی باتوں کو مسخراپن میں اُڑاتے تھے۔ آج تمہارا وہی مسخراپن تمہارے سامنے آیا اور اللہ نے تمہارا ٹھکانہ دوزخ قرار دیا۔

ایمان نہ لانے اور یاد خداوندی سے غفلت کا ہولناک انجام

[۱] صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہر طرح کی راحت دی ہے، اور وہ لوگ دنیا کے عیش میں آخرت کو بھولے ہوئے ہیں، ایسے لوگوں میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھے گا کہ اے شخص! کیا تجھ کو میں نے ہر طرح کی عزت وراحت سے دنیا میں نہیں رکھا۔ وہ شخص کہے گا کہ ہاں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ''کیا تجھ کو کبھی یہ خیال بھی آیا تھا کہ ایک روز تجھ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا پڑے گا۔ وہ کہے گا کہ نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس طرح تو نے دنیا میں میری بندگی اور فرمانبرداری کو بھلا دیا، اسی طرح آج میں نے تجھ کو اپنی نظر رحمت سے بھلا دیا، اور یوں نہیں اب ہم تجھ کو دوزخ میں ڈال کر بھول جاتے ہیں۔ کبھی تجھ کو نکالنے کا خیال بھی نہ آئے گا، دوزخ تیرا ہمیشہ کیلئے ٹھکانہ ہے۔ اب تیری کوئی مدد کرنیوالا نہیں، کوئی عذاب سے بچانے والا نہیں۔

ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ غَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾

ع ۲۰

یہ عذاب اس لے سبب سے ہے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کو مذاق بنالیا تھا اور تم کو دنیاوی زندگی نے فریفتہ کر رکھا تھا۔ پس آج نہ وہ دوزخ سے نکالے جائیں گے اور نہ ان سے خدا کی رضا مندی طلب کی جائے گی جس سے ان کی توبہ قبول ہو) ﴿۳۵﴾ پس اللہ ہی کیلئے سب خوبیاں ہیں جو پروردگار آسمانوں کا ہے اور پروردگار زمین کا ہے، (وہ) پروردگار سارے جہان کا ہے ﴿۳۶﴾ اور اسی کی آسمانوں میں اور زمین میں بڑائی ہے، اور وہی غالب حکمت والا ہے ﴿۳۷﴾

لے دوزخیوں پر جب طرح طرح کا عذاب ہوگا تو ان کو قائل کرنے کیلئے یہ کہا جاوے گا یہ عذاب اسلئے ہے کہ تم نے اللہ کے کلام کو ہنسی ٹھٹھے میں اڑایا تھا، اور دنیا کی زندگی پر مغرور ہو کر آج کے دن کو بھول گئے تھے۔ اس لئے اب اس عذاب سے کسی طرح تم چھوٹ نہیں سکتے، اور نہ تمہارا کچھ عذر رہنا جاوے گا۔ آخر کو فرمایا جب آسمان اور زمین اور تمام جہان کا مالک اللہ ہے، تو اس کے بندوں کو اس کی تعظیم اور تعریف لازم ہے۔ پھر فرمایا جو کوئی اس حکم کے برخلاف عمل کرے گا، تو اللہ نافرمان لوگوں پر بدلہ لینے میں ایسا زبردست ہے کہ اسکے بدلہ کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اور وہ صاحب حکمت ایسا ہے کہ اسکی حکمت کے آگے بڑے بڑے بادشاہوں کی کوئی تدبیر نہیں چل سکتی۔ اس کی عظمت کا ہر جگہ نشان موجود ہے، وہ سب سے اعظم و اعلیٰ ہے۔ وہ عزت والا ہے، غلبہ والا ہے۔ اپنے ملک میں تصرف جیسا چاہے فرمانے والا ہے۔ حکیم ہے اپنے حکم میں قضا و قدر میں بڑی حکمت والا ہے۔

۲۶ الجزء

آیاتھا ۳۵ ﴿۴۶ سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ ۶۶﴾ رکوعاتھا ۴

سورۃ الاحقاف مکہ میں نازل ہوئی، اس میں پینتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔ ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ

یہ ۲ کتاب (یعنی قرآن) کا اتارنا خدائے غالب حکمت والے کی طرف سے ہے ﴿۲﴾ ہم نے آسمانوں اور زمین اوران چیزوں کو جوان کے درمیان میں ہیں درست تدبیر ہی کے ساتھ پیدا کیا اور ایک میعاد معین تک کے لئے اور جو لوگ کہ کافر ہو گئے اس چیز سے کہ ڈرایا گیا منہ پھیرتے ہیں ﴿۳﴾ تم فرماؤ کہ یہ تو بتاؤ کہ جن چیزوں کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو مجھ کو دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کا کون سا حصہ پیدا کیا؟

خواص سورۃ الاحقاف: جو کوئی شخص اس سورت کو لکھ کر تعویذ بنا کر رکھے تو جنوں وغیرہ کی ایذا سے محفوظ رہے۔ جو شخص اس سورت کو تین بار پڑھے گا اور اس کو زعفران سے لکھ کر پانی سے دھو کر نوش کرے گا تو ان شاء اللہ جادو وسحر اور نظر بد کا اثر نہ ہوگا اور ہر طرح کے بہتان اور تہمت اور جھوٹ سے بچے۔ تین دفعہ پڑھ کر حصار کھینچے تو جملہ بلیات سے محفوظ رہے۔

۱ سورۃ احقاف مکیہ ہے مگر بعض کے نزدیک اس کی چند آیتیں مدنی ہیں۔ سورت میں چار رکوع اور پینتیس آیتیں اور چھ سو چوالیس کلمے اور دو ہزار پانچ سو پچانوے حروف ہیں۔

۲ یہ قرآن خدا کی بھیجی ہوئی کتاب ہے، جو سب پر غالب اور حکمت والا ہے۔ اس نے اپنی حکمت مقتضی کے موافق اس کو اتارا، اور اس میں وہ احکام نازل کئے جن پر عمل کرنے میں بندوں کیلئے بڑی فلاحیت، اور اس سے منہ پھیرنے میں ان کیلئے سخت شقاوت ہے۔

اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۴ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝۵

یا آسمانوں لے میں ان کی کچھ شرکت ہے، میرے پاس اس (قرآن) سے پہلے کی کوئی کتاب لاؤ یا کوئی بقیہ علم (پہلوں کا) چلا آتا ہو (جس میں خدا کی شرکت کا ذکر ہو) اگر تم سچے ہو" ۴ اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا اس چیز کو پوجے جو اس کی نہ سنیں قیامت تک اور انہیں ان کی پوجا کی خبر تک نہیں ۵

لے **بت پرستوں کو جواب:** اس آیت میں فرمایا کہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو ان میں اور ان کے درمیان میں عجائب وغرائب قدرت ہیں، ان سب کو بیہودہ بے فائدہ فضول پیدا نہیں کیا، بیکار نہیں بنایا، بلکہ حق و انصاف کیلئے بمقتضائے حکمت وعدالت ایک خاص وقت معین تک کیلئے اور دنیا کی یہ چندروز کی زندگی اللہ تعالیٰ نے بے فائدہ نہیں بنائی ہے۔ بلکہ اس چندروزہ زندگی کے بعد، اور ہمیشہ کی زندگی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ اور اس دنیا کی چندروز کی نیکی اور بدی کی جزا وسزا اسی ہمیشہ کی زندگی میں پیش آنے والی ہے۔ اور اس سزا سے ان منکروں کو طرح طرح سے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ڈرایا ہے۔ لیکن ان منکروں کے دل ایسے سخت ہو گئے ہیں کہ جس قدر ان کو عقبیٰ کی خرابی سے ڈرایا جاتا ہے، وہ اس نصیحت الٰہی سے منہ موڑے چلے جاتے ہیں۔ اس واسطے ان آیتوں میں فرمایا کہ جو لوگ کافر ہیں جس سے ان کو ڈرایا جاتا ہے، وہ اس کو دھیان نہیں کرتے۔ پھر فرمایا کہ جن بتوں کو پرستش کے دین میں یہ بت پرست لوگ اللہ اور اللہ کے رسول کی نصیحت کو نہیں سنتے۔

منکرین اسلام کے لئے عقلی دلیل

اے محبوب ﷺ! ان مشرکوں بت پرستوں سے ذرا یہ تو پوچھو کہ کس استحقاق سے تم بت پرستوں نے ان بتوں کو اللہ کا شریک ٹھہرا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو زمین و آسمان اور تم کو پیدا کیا، تمہارے بتوں نے زمین یا آسمان پر کوئی چیز پیدا کی ہو تو اس کو ثابت کرو، اور اگر تم سچے ہو تو لاؤ کوئی دلیل دکھاؤ اس قرآن سے پہلے جو اور پیغمبروں پر کتابیں اتریں ہیں، انہیں میں دکھاؤ، یا تم پر کوئی کتاب خدا کی اتری ہو، وہی بتاؤ جس میں خدا کی شرکت کا ذکر ہو۔ اگر ایسا ہے تو اس کی کوئی دلیل بھی ہے یا فقط خیال ہی خیال۔ پھر فرمایا کہ اب دنیا میں تو یہ بت پرست لوگ ان بتوں کو اپنا معبود کہتے ہیں۔ قیامت کے دن جن جن چیزوں کو یہ مشرک لوگ پوجتے ہیں وہ اُلٹی ان سے بیزاری ظاہر کریں گے۔ پھر ان گمراہوں کی گمراہی بیان فرمائی کہ جو بت ان منکروں سے قیامت میں بیزاری ظاہر کریں گے، ان کی حمایت میں یہ لوگ اللہ کے کلام کو جادو بتلاتے ہیں۔ اور اللہ کے رسول ﷺ پر یہ بہتان باندھتے ہیں کہ انہوں نے یہ قرآن اپنی طرف سے گھڑ کر بنا لیا ہے۔ پھر اپنے رسول ﷺ سے فرمایا کہ اے محبوب

وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۶﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷﴾ ط اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ط قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ط هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ط كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ط وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۸﴾ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ

اور جب (قیامت کے دن) لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کے منکر ہو جائیں گے ﴿۶﴾ اور جب ہماری کھلی کھلی آیتیں ان لوگوں کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو یہ کافر لوگ حق (یعنی قرآن) کو جب ان کے پاس آ گیا تو کہتے ہیں: "یہ کھلا جادو ہے" ﴿۷﴾ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس (قرآن) کو انہوں نے (یعنی محمد ﷺ نے) خود بنا لیا تم فرماؤ کہ اگر میں نے اس کو خود بنا لیا ہے تو تم اللہ کے سامنے میرا کچھ اختیار نہیں رکھتے، وہ خوب جانتا ہے جو تم قرآن کی نسبت باتیں بناتے ہو، وہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ کافی ہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے ﴿۸﴾ تم فرماؤ کہ [۱] میں رسولوں میں سے کچھ نیا نہیں ہوں۔

ﷺ! تم ان بہتان باندھنے والوں کو اسی قدر جواب دیدو کہ یہ قرآن میں نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہوگا تو خدا مجھ سے سمجھ لیوے گا۔ خدا کے مواخذہ کے وقت تم میں سے کوئی میری مدد نہ کرنا، اور اگر تم جھوٹ بہتان باندھتے ہو تو تم سے خدا سمجھے گا، کیونکہ خدا کو ہر ایک کا حال معلوم ہے۔ پھر ان منکروں کو توبہ کی رغبت دلا کر فرمایا کہ اب تک جو کچھ تم نے کیا سو کیا، اب بھی اگر اپنے کیے سے آئندہ باز آ ؤ گے۔ تو اللہ تعالیٰ ہر طرح کے گناہوں کو بخشنے والا ہے۔

[۱] اے محبوب ﷺ! مشرکین مکہ سے کہہ دو کہ میری باتوں سے اس قدر بدکتے کیوں ہو۔ میں کوئی انوکھی چیز لے کر تو نہیں آیا، مجھ سے پہلے بھی دنیا میں سلسلہ نبوت و رسالت کا جاری رہا ہے۔ وہ ہی میں کہتا ہوں کہ ان سب رسولوں کے بعد مجھ کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جس کی خبر پہلے رسول دیتے چلے آئے ہیں، اسی حیثیت سے یہ بھی کوئی نئی بات نہ رہی۔ بلکہ بہت پرانی بشارات کا مصداق آج سامنے آ گیا، پھر تم کیوں نبوت کا انکار کرتے ہو۔

وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۹﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰﴾ ع

اور ۱؎ میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا ہو، میں تو اس ہی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے اور میں تو صرف صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں ﴿۹﴾ تم ۲؎ فرماؤ کہ تم مجھ کو یہ تو بتاؤ کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو اور تم نے اس کا انکار کیا اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہی دینے والا اس (قرآن کے حق ہونے) پر گواہی دے چکا، پس وہ اس پر ایمان لایا اور تم نے سرکشی کی، بیشک تم ظالم ہوئے، بیشک اللہ ظالم لوگوں کو راہ نہیں) دکھاتا ﴿۱۰﴾

کافروں کا جواب اور فرائض رسالت

۱؎ **شانِ نزول:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین مکہ جو اخبارِ غیبیہ پوچھتے تھے کہ ہم سب کب تک زندہ رہیں گے، اور ہر شخص کا کیا حال ہوگا۔ لڑائیوں کے حالات، بیماریوں کے حالات، قحط و فراخی کے حالات، وغیرہ وغیرہ۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ حاصلِ مطلب یہ ہے کہ جن باتوں کا خدا نے میرے اور تمہارے ساتھ ارادہ کیا ہے، وہ ضرور ہو کر رہیں گی۔ مجھے اس سے کچھ سروکار نہیں کہ میری تبلیغ کا آخری نتیجہ کیا ہونا ہے۔ میرے ساتھ اللہ کیا معاملہ کرے گا۔ ہاں ایک بات کہتا ہوں کہ میرا کام وحی الٰہی کا اتباع اور حکم خداوندی کا امتثال کرنا، اور کفر و عصیاں کے سخت خطرناک نتائج سے خوب کھول کر آگاہ کر دینا ہے۔ میں فقط وہی جان سکتا ہوں جو وحی آتی ہے۔ میرا خدا مجھ کو بتاتا ہے یعنی علم غیب بالذات اللہ تعالیٰ کو ہے، وہ بذریعہ وحی و کشف اپنے رسولوں کو بتا دیتا ہے۔

۲؎ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! ان یہود سے کہہ دو کہ اگر یہ قرآن خدا ہی کے پاس سے ہے، اور پھر تم نے اس کو نہ مانا کفر اختیار کیا۔ حالانکہ بنی اسرائیل سے ایک گواہی دینے والے یعنی عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کی، اور اس کی کتاب آسمانی ہونے کی گواہی دی، اور آپ کی نبوت کی شہادت دی، اور خوب غور و تامل کے بعد ایمان لائے ہیں۔ اب کیا انکار ہے کہ اپنے جیسے ایک گواہی کی تصدیق و تائید کر چکے ہیں، اور گمراہیوں پر گواہیاں گزرتی ہیں، اور اس حالت پر بھی تم نے نہ مانا، اور ایمان لانے سے غرور اور تکبر کیا، تو پھر تم سے بڑھ کر نا انصاف و نافہم کون ہوگا۔ جب ان دلائل کے قائم ہوئے بعد تم

وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَاۤ اِلَیْهِ ؕ وَ اِذْ لَمْ یَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَیَقُوْلُوْنَ هٰذَاۤ اِفْكٌ قَدِیْمٌ ﴿۱۱﴾ وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ وَ هٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا لِّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۖۗ وَ بُشْرٰى لِلْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۲﴾

اور[۱] کافروں نے مسلمانوں کی نسبت یہ کہا: ''اگر یہ دین (اسلام) کچھ اچھا ہوتا تو یہ لوگ ہم سے آگے اس تک نہ پہنچ جاتے (بلکہ سب سے پہلے ہم مسلمان ہو جاتے)'' اور جب ان لوگوں کو قرآن کے ذریعہ سے ہدایت نہ ہوئی تو اب (قرآن کی نسبت) یہ کہیں گے کہ یہ قدیمی جھوٹ ہے ﴿۱۱﴾ اور اس (قرآن) سے پہلے موسیٰ کی کتاب (یعنی توریت) ہے جو (لوگوں کے لئے) پیشوا اور رحمت تھی اور یہ کتاب (یعنی قرآن پہلی کتابوں کی) تصدیق کرنے والی عربی زبان میں آئی ہے تاکہ ظالموں کو ڈر سنائے اور نیک لوگوں کو خوشخبری سنائے ﴿۱۲﴾

کفر کرتے ہو، تو جب عذاب آئے گا تو تم کیا کرو گے۔ خدا اپنے دین کی ہدایت ظالم قوم کو نہیں کرتا، اس مقدس مذہب کا رستہ نااہلوں کو نہیں دکھاتا۔

[۱] **شانِ نزول:** یہ آیت مشرکینِ مکہ کے حق میں نازل ہوئی، جو مسلمانوں سے یہ کہتے کہ ''اگر اسلام کوئی عزت کی چیز ہوتی تو اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہم کو دنیا کی عزت دی ہے، اسی طرح دین کی عزت سے بھی اللہ تعالیٰ ہم کو کبھی محروم نہ رکھتا۔ اور یہ غریب لوگ اسلام لانے میں ہم مالدار لوگوں سے کبھی آگے قدم نہ بڑھاتے''۔ وہی کافروں کا خیال اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں ذکر فرما کر فرمایا ہے کہ کافر کچھ عزت دار نہیں ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت اسی کی ہے جو اللہ کے فرمانبرداری کرے۔ جب یہ لوگ اللہ کے کلام کو جھٹلاتے ہیں، اور اللہ کے ساتھ بتوں کو شریک ٹھہراتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ لوگ کافر اور قابلِ سزا قرار پاچکے ہیں۔ فقط دنیا کی عزت اور مالداری کے سبب سے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صاحب عزت نہیں قرار پاسکتے۔ آگے فرمایا کہ اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے جس طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ نازل فرمائی تھی، جس نے بنی اسرائیل میں دین کی راہ ڈالی، اور اس راہ چلنے سے ان کو اللہ کی رحمت کے قابل ٹھہرایا۔ اسی طرح نافرمان لوگوں کو آخرت کے عذاب سے ڈرانے، اور فرمانبردار لوگوں کو اللہ کی رحمت کی خوشخبری سنانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن خاص عربی فصیح زبان میں نازل فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًا ؕ

بیشک ۱؎ وہ جنہوں نے کہا: ''ہمارا پروردگار اللہ ہے'' پھر (اس پر) قائم رہے پس ان پر کچھ خوف نہیں اور نہ وہ (قیامت میں) غمگین ہوں گے ﴿۱۳﴾ یہی لوگ اہل جنت ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے، اس کے بدلے میں جو وہ اعمال (دنیا میں) کرتے تھے ﴿۱۴﴾ اور ہم نے ۲؎ انسان کو حکم دیا کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرے۔

جنت و دوزخ والوں کا ذکر

۱؎ اس آیت میں تمام علم اور عمل کا خلاصہ اور اس کا نتیجہ بیان فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کی وحدانیت اور رسول کی رسالت کو دل سے مانا، اور زبان سے اس کا اقرار کیا، اور پھر اس اقرار کو سچا کر کے دکھانے کے لئے جن کاموں کے کرنے کا حکم تھا ان کو کرتے، اور مناہی کے کاموں سے بچتے رہے، ان کو قیامت کے دن کی آفتوں کا کچھ خوف اور غم نہیں، بلکہ بجائے غم کے ان کو یہ خوشی کرنی چاہئے کہ اس دن وہ اپنے نیک کاموں کے بدلہ میں جنت کے مالک بنا دیئے جائیں گے۔ یہ بھی نہیں کہ پھر وہ نعمتیں لے لی جائیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ان کے مالک کر دیئے جائیں گے۔ پھر وہاں جانے کے بعد کبھی تکلیف کی صورت نہ دیکھیں گے۔ اب ان کو سراسر عیش ہے، وہ تکلیفیں ہزار ہا کوس گئیں جو انہوں نے دنیا میں اٹھائی تھیں، اور وہ جو نعمتیں دی جائیں گی جو نہ کسی نے آنکھوں سے دیکھیں، اور نہ کانوں سے سنیں، نہ کسی کے دل میں ان نعمتوں کا خیال گزر سکتا ہے۔

ماں باپ کی تعظیم دین اسلام کا امتیازی پہلو

۲؎ جس طرح ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد ماں باپ سے بھلائی کرنے کا ذکر فرمایا ہے، اسی طرح اور کئی آیتوں میں یہی ذکر ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اپنے ماں باپ، یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے کی حالت میں زندہ پایا، اور ان کے ساتھ بھلائی کر کے اس کے اجر میں جنت نہ پائی، تو وہ شخص بڑا بدنصیب ہے۔ معتبر سند سے نسائی، ابن ماجہ، مستدرک، حاکم اور طبرانی میں ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اولاد کیلئے جنت ماں باپ کے قدموں کے نیچے ہے'' مطلب یہ ہے کہ جس طرح اولاد کو ماں باپ کے قدموں کے نیچے کی پڑی ہوئی چیز آسانی سے مل سکتی ہے، اسی طرح ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے، اور ان کی دعا سے اولاد کو جنت ہاتھ لگ سکتی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے اول وقت کی نماز کے ادا کرنے کے بعد ماں باپ کی خدمت کو ان عملوں میں سے بتلایا ہے،

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰى وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚؕ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۵﴾

اس کی ماں نے اسے تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور تکلیف سے اسے جنا اور اس کا پیٹ میں رہنا اور اس کے دودھ چھڑانے کی اقل (قلیل ترین) مدت تیس مہینے [1] ہیں یہاں تک جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا اور چالیس برس کا ہوا تو کہا اے پروردگار! میرے مجھے اس بات کی توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی ہے اور میں وہ نیک عمل کروں جس سے تو خوش ہو اور میرے لئے میری اولاد میں صلاح رکھ، بیشک میں تیری طرف رجوع لایا اور بیشک میں مسلمان ہوں ﴿۱۵﴾

جو عمل اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے، جس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ شریعت میں ماں باپ کی خدمت کا کس قدر اجر اور اس کی کتنی بڑی فضیلت ہے۔ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا ہے، اور ماں کا حق جتلانے کیلئے فرمایا ہے کہ بچہ کے پیٹ میں ہونے اور پیدا ہونے کے وقت ماں کو بڑی بڑی مشقت اٹھانی پڑتی ہے، اور پیدا ہو کر دودھ پینا سب تیس مہینے میں تمام ہوتا ہے۔ اس لئے بڑے ہونے کے بعد اولاد کو جس کا خیال ضروری ہے۔

فضائل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

[1] شان نزول: یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ کیونکہ مہاجرین اور انصار میں سے کوئی سوائے ان کے ایسا نہ تھا جس کے ماں باپ بھی مسلمان ہوں، اور چھ ماہ یہ اپنی ماں کے شکم میں رہے اور دو سال دودھ پیا اور اٹھارہ سال کی عمر سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہے۔ اور آنحضرت ﷺ کی عمر شریف اس وقت میں بیس سال کی تھی۔ جب آنحضرت ﷺ کی عمر شریف چالیس سال کی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنی نبوت و رسالت کے ساتھ سرفراز فرمایا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ پر ایمان لائے۔ اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عمر اڑتیس سال کی تھی۔ جب حضرت صدیق کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ پروردگار میرے!

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ نَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ

یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم انکے نیک عملوں کو قبول فرمائیں گے، انکی برائیوں سے درگزر فرمائیں گے (وہ لوگ) اہل جنت ہوں گے، اس سچے وعدہ کے موافق جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا ﴿۱۶﴾ اور (ا) وہ شخص جس نے اپنے ماں باپ سے کہا: اف تم سے دل پک گیا کیا تم مجھے یہ وعدہ دیتے ہو کہ میں مرنے کے بعد قبر سے (زندہ ہوکر) پھر نکالا جاؤں گا۔

مجھ کو اس کی توفیق دے کہ میں تیری نعمتوں کا شکر ادا کروں کہ تو نے مجھے مشرف باسلام کیا، اور میرے والدین کو بھی مشرف باسلام کیا، اور مجھ کو انکی خدمت سے مشرف کیا، اور اب آئندہ کو اعمال صالحہ کیا کروں، وہ کام مجھ سے سرزد ہوں جو تیری مرضی کے مطابق ہوں۔ جن کو تُو پسند اور مقبول کرے، آپکی یہ دعا بھی مستجاب ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسنِ عمل کی وہ دولت عطا فرمائی کہ تمام اُمت کے اعمال آپکے ایک عمل کے برابر نہیں ہوسکتے۔ آپ کی نیکیوں میں سے ایک یہ ہے کہ نو مومن جو ایمان کی وجہ سے سخت ایذاؤں اور تکلیفوں میں مبتلا تھے، ان کو آپ نے آزاد کیا، انہیں میں سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور آپ نے یہ دعا کی: ''جیسے تو نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اسلام دیا یونہی میری اولاد کو نیک بخت صالح بنانا''۔ یہ دعا بھی مستجاب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد میں صلاح رکھی۔ آپ کی تمام اولاد مومن ہے، اور ان میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ کس قدر بلند و بالا ہے، کہ تمام عورتوں پر اللہ تعالیٰ نے انہیں فضیلت دی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدین بھی مسلمان اور آپ کے صاحبزادے اور آپ کی صاحبزادیاں، اور آپ کے پوتے، یہ سب مومن اور سب شرف صحابیت سے مشرف صحابہ ہیں۔ آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جس کو یہ فضیلت حاصل ہو کہ اسکے والدین بھی صحابی ہوں خود بھی صحابی۔ چار پشتیں شرف صحابیت سے مشرف۔'' اور اے میرے پروردگار! میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور جن چیزوں میں تیری مرضی نہ ہو ان کو چھوڑتا ہوں، اور تیرے سامنے گردن جھکاتا ہوں، تیرے حکم سے گردن نہیں پھیر سکتا''۔ فرمایا کہ جو ایسے لوگ ہیں سچے اسلام والے ہم ان کے اعمالِ صالحہ اچھی باتیں تو قبول کرتے ہیں، اور ان کی برائیوں کو بخش دیتے ہیں، درگذر کرتے ہیں۔ وہ لوگ جنت والے ہیں یہ ان سے خدا کا یقینی سچا وعدہ ہے۔ یہ سچا وعدہ جو دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کیا جاتا ہے۔ قیامت میں ملے گا اور اس دن کہا جاوے گا کہ لو یہ وہی وعدہ ہے۔

(ا) پہلی آیت میں نیک بخت سعادت مند پاکباز مسلمان اولاد کا ذکر تھا، اس آیت میں نانہجار ناخلف بدکردار کافر اولاد کا ذکر ہے کہ بعضے ایسے نانہجار بھی ہیں کہ ماں باپ سے حشر کا ذکر سن کر بیزار ہوتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ تم پر افسوس ہے تم نرے بے

وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾

اور بیشک مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گزر گئیں' اور وہ دونوں (یعنی ماں باپ) اللہ سے فریاد کرتے ہیں (اور اس سے کہتے ہیں) کہ اے کمبخت! مسلمان ہو جا بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پس کہتا ہے کہ یہ تو صرف اگلے لوگوں کے قصے ہیں ﴿۱۷﴾ یہی وہ لوگ ہیں جن پر (عذاب کا) وعدہ ثابت ہو گیا منجملہ ان امتوں کے جو ان سے پہلے جن اور آدمیوں سے گزر چکیں، بیشک وہ نقصان پانے والے تھے ﴿۱۸﴾ اور ہر ایک کے لئے [۱] اپنے اپنے عمل کے (الگ الگ) درجے ہیں اور تا کہ اللہ ان کے اعمال کا بدلہ پورا دے اور ان پر ظلم نہ ہوگا ﴿۱۹﴾

وقوف ہو۔ کیا تم جو قیامت کا ذکر کرتے ہو تو مجھ سے اس کا وعدہ کرتے ہو کہ میں مرے بعد اٹھوں گا یہ تو نہ ہوگا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ مجھ سے پہلے ہزاروں لاکھوں گروہیں گزر چکیں، مر کر کوئی بھی نہ جیا تو پھر میں کیوں جیوں گا، اور وہ دونوں ماں باپ اس کے حال پر افسوس کرتے ہیں۔ خدا سے دعا مانگتے ہیں فریاد کرتے ہیں، اس کو سمجھاتے ہیں کہ اے کمبخت! تجھ پر افسوس ہے تو مسلمان ہو جا۔ رسول و قرآن کو مان' خدا کا یقینی وعدہ ہے کہ قیامت ضرور ہو کر رہے گی۔ وہ بیشک حق ہے۔ تو اور سارا جہان مرے بعد سب اٹھیں گے۔ تو وہ کہتا ہے کہ یہ بات جو رسول کہتے ہیں یہ تو اگلے زمانے والوں کے بنائے ہوئے قصے ہیں۔ ہمیشہ سے یونہی لوگ کہتے چلے آئے ہیں خیالات میں ان کا کیا اعتبار۔ تو ایسے لڑکے کافر ہیں جن پر عذاب کا بول ضرور ثابت ہو چکا۔ وہ بھی ان ہی ہزاروں اُمتوں اور گروہوں میں شمار ہیں جو ان سے پہلے جن وانس میں سے کافر گذر چکے ہیں۔ وہ سب دوزخ میں جائیں گے، یہ بھی جائے گا۔ یہ سب لوگ کافر خود ہی خائب و خاسر ہوئے خدا کا کیا بگاڑا۔ دنیا میں چند روزہ رہ کر ہمیشہ کا عذاب بھگتا۔

[۱] اس آیت میں فرمایا کہ نیک و بد ہر فرقے کیلئے جنت و دوزخ میں درجے مقرر ہیں۔ ہر شخص کو بروز قیامت خواہ مسلمان ہو خواہ کافر، بحسب اعمال درجے اور مرتبے ملیں گے۔ مسلمان کو درجات جنت' کافر کو درکات دوزخ، کہ ان کے اعمال کو کم نہ

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ ۖ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ ﴿٢٠﴾ ع

وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ ۖ إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ

اور جس دن کہ کافر لوگ دوزخ پر پیش کیے جائیں گے، (ان سے) کہا جاوے گا کہ تم اپنے حصہ کی نعمتیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں ضائع کر چکے اور ان (نعمتوں) سے فائدہ اٹھا چکے، پس آج تم کو ذلت کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا سزا اس کی کہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے، اور سزا اس کی کہ تم حکم عدولی (نافرمانی) کرتے تھے ﴿۲۰﴾ اور[1] یاد کرو عاد کے ہم قوم (ہود) کو جب اس نے احقاف کی سرزمین پر اپنی قوم کو (عذاب الٰہی) سے ڈرایا۔

کرے اور پورا پورا ہر شخص کو بدلہ ملے، کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا کہ نیکی کا بدلہ گھٹا دیا جائے یا بدی کی سزا بڑھا دی جائے۔ آگے فرمایا کہ اب تو یہ کافر لوگ دوبارہ زندہ ہونے اور سزا جزا کو کہانیاں بتلاتے ہیں اور رسول و قرآن کو جھٹلاتے ہیں، لیکن قیامت کے دن سزا کے طور پر دوزخ میں جھونکے جانے کیلئے جب ان کو دوزخ کے کنارہ پر ٹھہرایا جاوے گا، تو اس وقت ان کا حال دیکھنے کے قابل ہوگا کہ دنیا میں دوبارہ آنے اور نیک عمل کرنے کی کتنی بڑی آرزو ظاہر کریں گے۔ اس وقت ان سے کہا جاوے گا کہ تم کو دنیا میں جو عیش و عشرت راحت مال اولاد ملا تھا، وہ سب تمہاری دنیوی بھلائیوں کا بدلہ تھا کہ تم وہیں پا چکے، اور کھا چکے اور زندگی دنیا میں مزے لے چکے اور فائدہ اٹھا چکے، اس لئے کہ تم کو تو اس دن کا کچھ خیال ہی نہ تھا۔ اس دن کے لئے کچھ کام کرتے ہی نہ تھے، بس دنیا ہی کو مایہ ناز ضرور جانتے تھے، اور اسی کی دلوں میں تمنا کرتے تھے وہ تمنا وہیں تمہاری پوری ہوگئی۔ اب آج کے لئے کچھ بھلائی نہ رہی گناہ اور برائیاں باقی رہ گئیں۔ پس آج تم کو سخت عذاب ان کے بدلہ میں دیا جائے گا اور اسکی سزا ملے گی جو تم بے فائدہ ناحق بات دنیا میں غرور و تکبر سے کیا کرتے تھے۔ اور خدا کا کہنا نہ مانتے تھے، فسق و کفر معاصی بے دھڑک کرتے تھے۔

قومِ عاد کا بد انجام

[1] اے محبوب ﷺ! اپنی قوم کو قوم عاد کا حال سناؤ، اور کافروں کو سمجھاؤ کہ قوم عاد کا کیا حال ہوا تھا۔ جب حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو احقاف پر کھڑا ہو کر عذاب الٰہی سے ڈرایا۔ احقاف ریتلی جگہ کو کہتے ہیں۔ ہود نے اپنی بت پرست قوم کو یہی نصیحت کی کہ مجھ سے آگے بہت سے پیغمبر گذر چکے ہیں، اور مجھ سے پیچھے اور جو پیغمبر آئیں گے، سب کی نصیحت یہی ہے

مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۲۱﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ڮ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾

اور بیشک اس سے پہلے (پیغمبر) ڈر سنانے والے گزر چکے اور اس کے بعد بھی (پیغمبر) آئے کہ اے لوگو! تم خدا کے سوا کسی کو نہ پوجو بیشک مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے ﴿۲۱﴾ وہ کہنے لگے: "(اے ہود!) کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو پس لے آؤ جس عذاب کا تم ہم سے وعدہ دیتے ہو اگر تم سچے ہو" ﴿۲۲﴾ ہود نے فرمایا: "اس کی خبر تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تو تمہیں اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں ولیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہو" ﴿۲۳﴾ پس جب ان لوگوں نے عذاب کو بصورت بادل آسمان کے کناروں میں پھیلا ہوا اپنے میدانوں کی طرف آتا دیکھا تو کہنے لگے: "یہ بادل ہم پر برسے گا" (ہود نے کہا: "نہیں نہیں) بلکہ یہ تو وہی عذاب ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے، یہ ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے" ﴿۲۴﴾

کہ سوائے اللہ کے اور کسی کو نہ پوجنا۔ اگر تم میری اس نصیحت کو نہ مانو گے تو مجھ کو خوف ہے کہ تم لوگوں پر کوئی سخت عذاب آ جاوے گا"۔ قوم کے سرکش لوگوں نے جواب دیا کہ ہود اگر تم سچے ہو تو ہم پر عذاب لے آؤ، ہم نے اپنے بتوں کی پوجا نہ چھوڑیں گے۔ ہود علیہ السلام نے کہا میں تو فقط اللہ کا پیغام پہنچانے والا ہوں، عذاب کے آنے کا وقت تو اللہ کو معلوم ہے۔ مگر یہ تم لوگوں کی نادانی ہے کہ اللہ کے عذاب کی جلدی کرتے ہو"، اسکے بعد بادل کی صورت میں آندھی آئی جس نے ساری قوم کو بیخ بیخ کر ہلاک کر دیا۔ آخر کو فرمایا کہ مجرموں کو اللہ تعالیٰ یونہی سزا دیتا ہے۔ اس قوم کا قصہ سورۃ الاعراف سورۃ ہود اور سورۃ الشعراء میں تفصیل سے گذر چکا ہے۔

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾

وہ ہر چیز کو اپنے پروردگار کے حکم سے تباہ کر ڈالتی ہے'' چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا تھا، ہم مجرموں کو اس طرح سزا دیتے ہیں ﴿۲۵﴾ اور [۱] بیشک ہم نے عاد کو (قوت و مال) میں وہ قدرت دی تھی جو (اے اہل مکہ!) تم کو نہیں دی اور ہم نے ان کو کان اور آنکھیں اور دل دیئے تھے (تا کہ دین کے کام میں لائیں) پس ان کے کان اور آنکھیں اور دل کچھ کام نہ آئے جبکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے، اور انہیں گھیر لیا اس عذاب نے جس کی وہ ہنسی کرتے تھے ﴿۲۶﴾ اور بے شک ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیاں (مثل ثمود و عاد و قوم لوط وغیرہ) ہلاک کر دیں اور طرح طرح سے نشانیاں لائے کہ وہ رجوع کریں ﴿۲۷﴾

سابقہ اقوام کی ہلاکت سامان عبرت

[۱] ان آیتوں میں یہی بات اللہ تعالیٰ نے قریش کو سمجھائی ہے کہ قوم عاد کو اللہ تعالیٰ نے جیسا صاحب مقدور کیا تھا، وہ بات تم لوگوں کو حاصل نہیں ہے۔ پھر تم کس بھروسہ پر غریب مسلمانوں سے مسخراپن کرتے ہو اور کلام الٰہی کو جھٹلاتے ہو۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ تم سے زیادہ صاحب مقدور قوم کو ان ہی باتوں کے خمیازہ کے طور پر ایک دم میں اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا۔ پھر فرمایا نصیحت کی باتیں سننے کے لئے کان، قدرت کی نشانیوں کے دیکھنے کے لئے آنکھیں، اچھے کاموں کی طرف خیال دوڑانے کے لئے دل، یہ سب کچھ ان کو دیا گیا تھا، مگر ان چیزوں سے ان لوگوں نے اللہ کی ناراضی کے کام کئے۔ اسکے عذاب میں پکڑے گئے۔ پھر فرمایا کچھ قوم عاد کے قصے پر ہی عبرت منحصر نہیں ہے، مکہ کے آس پاس ملک شام کے راستہ میں قوم ثمود و قوم لوط کی اجڑی ہوئی بستیاں بھی ان کو نظر آئی ہوں گی، اور فرعون کا قصہ بھی انہوں نے سنا ہوگا، اور یہ بھی سنا ہوگا کہ ان سب کو مہلتیں دے کر طرح طرح سے سمجھایا گیا، کہ برے وقت پر تمہارے یہ بت کچھ کام نہ آئیں گے۔ ان بتوں کی پوجا سے بارگاہ الٰہی میں قربت کا ڈھونڈنا بالکل گھڑی ہوئی ایک بات ہے، جس کا آسمان و زمین میں کہیں پتا ٹھکانہ نہیں۔ لیکن جب مہلت

فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾

پس کیوں نہ مدد کی ان کی ان لوگوں نے جن کو اللہ کے سوا قرب حاصل کرنے کو معبود ٹھہرا رکھا تھا، بلکہ وہ سب (نزول عذاب کے وقت) ان کی نظروں سے غائب ہوگئے ﴿۲۸﴾ اور ان کا (بتوں کا معبود بنانا) جھوٹ اور افتراء ہے اور [1] یاد کرو جبکہ ہم نے تمہاری طرف ایک جماعت جنوں میں سے متوجہ کی جو کان لگا کر قرآن سنتے تھے پس جب وہ پیغمبر کے پاس حاضر ہوئے تو آپس میں کہنے لگے: ''خاموش رہو'' پس جب قرآن پڑھا جا چکا تو اپنی قوم کی طرف ڈر سنانے کو واپس گئے ﴿۲۹﴾

کے زمانہ میں وہ لوگ اپنی باتوں سے باز نہ آئے، تو اچانک عذاب میں پکڑے گئے۔ اور ان پتھر کی مورتوں کو خبر تک نہیں ہوئی کہ انکی پوجا کرنیوالوں پر کیا گذری۔

جنوں کا ایمان لانا

[1] حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ اے محبوب ﷺ! اس وقت کو یاد کیجئے جب ہم نے آپ کی طرف جنوں کی ایک جماعت کو قرآن سننے کے لئے بھیجا۔ جب آپ بطنِ نخلہ میں مکہ مکرمہ کو آتے ہوئے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز فجر قرأت سے پڑھ رہے تھے۔ یہی قرأت ان جنات نے سنی، اور پھر جا کر اپنی قوم سے قرآن کی تعریف کی۔ اس پر بہت بڑا قافلہ جنات کا دین اسلام کی باتیں سیکھنے آیا، اور جب وہ جنات اس جگہ پہنچ گئے، جہاں آپ قرآن پڑھ رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انکے دل میں قرآن کے سننے کا ایسا شوق پیدا کر دیا کہ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے: ''خاموش رہو، یہ کلام اچھی طرح سننے دو''، اور جب وہ جنات قرآن کی نصیحت سن کر رسول کریم ﷺ پر ایمان لا کر حضور ﷺ کے حکم سے اپنی قوم کی طرف ایمان کی دعوت دینے گئے، اور انہیں ایمان نہ لانے اور رسول کریم ﷺ کی مخالفت سے ڈرایا، اور کہا کہ اے قوم! ہم نے جا کر ایک ایسی سچی مقدس کتاب سنی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اتری، یعنی قرآن محمد ﷺ پر اترا ہے۔ وہ ان کتابوں کی جو اس سے پہلے اتری تھیں تصدیق کرتا ہے۔ اور توحید میں اور نیز اخبار غیب میں اس کے مطابق ہے۔ یعنی توریت میں جس کی پیشین گوئی تھی، اور جن نبی کا حال بیان تھا کہ وہ ایسے ایسے ہوں گے، سو وہ قرآن و محمد ﷺ وہی ہیں۔ وہ سارے جہان کو مذہب

قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۳﴾

کہنے لگے کہ اے قوم ہماری! بیشک ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد اتاری گئی ہے، پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، سچے دین کی طرف راہ دکھاتی ہے اور سیدھی راہ چلاتی ہے ﴿۳۰﴾ اے قوم! اللہ کی طرف بلانے والے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ تاکہ اللہ تمہارے گناہ بخش دے اور تم کو دردناک عذاب سے بچالے ﴿۳۱﴾ اور جو کوئی اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا قبول نہ کرے پس وہ زمین میں (اللہ کو) عاجز کرنے والا نہیں اور اللہ کے سوا اس کا کوئی مددگار نہیں، یہ لوگ ہیں جو کھلی گمراہی میں ہیں ﴿۳۲﴾ کیا[۱] انہوں نے نہیں دیکھا؟ کہ وہ اللہ کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے میں نہیں تھکا، وہ اس پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کردے، ہاں (ضرور قادر ہے) بلکہ وہ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے ﴿۳۳﴾

حق کی ہدایت کرتے ہیں، اور خدا تک پہنچنے کا سیدھا عمدہ صاف رستہ بتاتے ہیں۔ وہ دین سکھاتے ہیں جو خدا کو پسندیدہ ہے۔ اے قوم کے لوگو! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مانو، اور اللہ کے حکم کی فرمانبرداری کرو، تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے پچھلے گناہوں کو معاف کرکے تمہیں دوزخ کے عذاب سے بچاوے۔ اور قوم کے لوگوں میں سے جو کوئی اس نصیحت کو نہ مانے گا، تو وہ زمین بھر میں بھاگ کر اللہ کے عذاب کے نہیں ٹال سکتا ہے۔ اور جو لوگ اپنے پیدا کرنے والے کو اپنا معبود نہیں جانتے، وہ کھلم کھلا گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔

قیامت ضرور آئے گی

[۱] حاصل ان آیتوں کا یہ ہے جب پہلی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا کردیا تو اس کا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے، اسی

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ ۖ أَلَيْسَ هَٰذَا بِالْحَقِّ ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا ۚ قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٤﴾ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ ۚ

اور (یاد کرو) جس دن کافر دوزخ پر پیش کیے جائیں گے کہا جائے گا: ''کیا یہ عذاب سچا وعدہ نہیں ہے'' وہ کہیں گے کہ ہم کو اپنے پروردگار کی قسم! درست ہے۔ حکم ہوگا پس اپنے کفر کے بدلے اس عذاب کا مزہ چکھو (جس کے تم دنیا میں مرتکب ہوئے تھے) ﴿۳۴﴾ پس (اے محبوب! ﷺ) تم صبر کرو جیسا کہ عالی ہمت والے پیغمبروں نے اپنی قوموں کی ایذا پر صبر کیا تھا اور ان لوگوں (کے عذاب) کے لئے جلدی نہ کرو۔

طرح اگر انسان سمجھے کہ بغیر کسی مصالح کے جس اللہ نے خلاف عقل اتنا بڑا آسمان بلا کسی ستون کے بنا کر کھڑا کر دیا، اور اتنی بڑی زمین بنا دی اور بغیر مادہ و مسالہ کے۔ پہلی دفعہ انسان کا مادہ اور مسالہ بھی پیدا کیا، اور انسان کی خاک کا مادہ اور مسالہ موجود ہوتے ہوئے انسان کا دوبارہ بنانا کیا مشکل ہے۔ کیا ان کی عقل اتنے کام کی نہیں کہ اس عقل سے یہ لوگ اتنا سمجھ لیویں کہ جس کی قدرت کے آگے مشکل کام آسان ہیں، اسکو آسان کام کیا مشکل ہے۔ آگے فرمایا کہ اب تو یہ سزا و جزا کے منکر لوگ اپنے دنیا کے عیش و آرام کے نشہ میں دوزخ کے عذاب کو مسخراپن میں اڑاتے ہیں، لیکن جب دوزخ کا عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آئے گا، اور ان لوگوں کو قائل کرنے کیلئے ان سے پوچھا جائے گا کہ یہ سچا عذاب ہے یا مسخراپن ہے۔ تو قسمیں کھا کھا کر اس عذاب کو سچا بتلائیں گے، جس کے جواب میں ان لوگوں سے کہا جائے گا کہ دنیا میں تم نے جو اس عذاب کو جھٹلایا تھا، اس کی سزا میں اب اس عذاب کا مزہ چکھو۔ مشرکین مکہ میں سے سرکش لوگ جب اللہ کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کو زیادہ ستانے لگتے تھے، تو اللہ کے رسول ﷺ کے دل میں یہ خیال آتا تھا کہ ان سرکشوں کی غیبت سے کوئی تنبیہ ہو تو شائد ان لوگوں کی سرکشی کچھ کم ہو جائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی تسلی فرمائی، اور فرمایا: ''اے محبوب ﷺ! ان کافروں کے ستانے پر ایسا صبر کیجئے جیسا اولوالعزم رسول صبر کرتے تھے۔ یعنی بڑے عالی قدر رسول حضرت نوح علیہ السلام، اور ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام، اور انکے عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کیجئے، کیونکہ عذاب ان پر ضرور نازل ہونے والا ہے۔ اور جس ہمیشہ کے عذاب کا ان سرکشوں سے وعدہ ہے، جب وہ عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آوے گا تو اس کے سامنے اس سرکشی کے جینے کو یہ لوگ گھڑی دو گھڑی کا جینا سمجھیں گے۔ اے محبوب ﷺ! یہ پیغام ہے جس کو پہنچا دینا چاہئے، اور جو لوگ اس نصیحت سے راہ راست پر نہ آویں گے، تو دونوں جہان میں اپنی سرکشی اور نافرمانی کا خمیازہ اٹھائیں گے''۔

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع

وہ جس دن (عذاب آخرت کو) دیکھیں گے جو انہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔تو (اس کی درازی کے سبب) ان کو ایسا معلوم ہوگا گویا (دنیا میں) ایک دن میں سے ایک گھڑی رہے تھے۔ یہ (قرآن) پیغام ہے۔ پس ہلاک تو وہی ہوں گے جو لوگ بدکار ہیں ﴿۳۵﴾

اٰیاتھا ۳۸ | ۴۷ سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَدَنِيَّةٌ ۹۵ | رکوعاتھا ۴

سورۂ محمد مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں اڑتیں آیتیں اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۱﴾

جو لوگ [1] کافر ہوئے اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا تو ان کے اعمال اللہ نے برباد کردیئے ﴿۱﴾

خواص سورہ محمد: اس سورۃ کو طشتری پر لکھ کر آب زمزم سے دھو کر پینے سے لوگوں کی نظروں میں محبوب ہو جاتا ہے اور ذہن کھلنے کے لئے بھی اکسیر ہے۔ اگر کسی شخص پر کوئی سخت مصیبت درپیش ہو تو گیارہ مرتبہ اس سورۃ کو پڑھے اور اول و آخر درود شریف پڑھے۔

بھکانے والوں کا انجام اور کفر کی وجہ سے اعمال صالحہ کی بربادی

[1] **شان نزول:** بروز بدر بارہ آدمی تھے جو سب کافروں کا خرچ اپنے ذمہ اٹھائے ہوئے تھے۔ اور کافروں کو لڑائی پر برانگیختہ کرتے تھے، اور اس خرچ کو بڑا ثواب کا کام سمجھتے تھے، عتبہ شیبہ پسران ربیعہ پسران حجاج ابوالبختری بن ہشام، ابوجہل بن ہشام وغیرہ کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور فرمایا جو لوگ خود اسلام میں داخل نہ ہوئے، اور دوسروں کو انہوں نے اسلام سے روکا تو اللہ نے ان کے نیک اعمال بے کار بے فائدہ باطل کردیئے۔ جو کچھ بھی انہوں نے کئے ہوں خواہ بھوکوں کو کھلایا ہو، یا اسیروں کو چھڑایا ہو، یا غریبوں کی مدد کی ہو، سب برباد ہوئی۔ آخرت میں اس کا کچھ ثواب نہیں۔ آگے ان مشرکوں کے مقابلہ میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اللہ کے کلام، اللہ کے رسول ﷺ اور عقبیٰ کی سزا و جزا کو مانتے ہیں۔ تو ان کے نیک عمل اللہ کی بارگاہ میں ایسے مقبول ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو نیک عملوں کے طفیل سے ان کے گناہوں کو معاف

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ② ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ③ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ

اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور اس پر ایمان لائے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوا اور وہی ان کے پروردگار کی طرف سے حق ہے تو اللہ نے ان کی برائیاں دور کردیں اور ان کی حالتیں درست کردیں ② یہ اس لئے کہ کافر باطل کے پیرو ہوئے اور ایمان والوں نے سچے دین کی پیروی کی جو ان کے پروردگار کی طرف سے ہے، اللہ اسی طرح لوگوں کے لئے ان کی مثالیں بیان فرماتا ہے ③ پس جب تمہارا کافروں سے [1] (کسی جنگ میں) مقابلہ ہوجائے تو ان کی گردنیں مارو، یہاں تک کہ جب انہیں خوب قتل کرچکو، پس (جو زندہ گرفتار ہوجائیں ان کو) مضبوطی سے قید کرلو۔

فرما کر ہمیشہ نیک کاموں میں لگے رہنے کی ان کو توفیق دیتا ہے۔ آگے فرمایا کہ کافر لوگوں کے نیک عملوں کا رائیگاں جانا، اور ایماندار لوگوں کے نیک عملوں کے طفیل سے انکے گناہوں کا معاف ہونا، اس سبب سے ہے کہ کافر لوگ شیطان کے کہنے پر چلتے ہیں، اور ایماندار لوگ اللہ کے حکم پر چلتے ہیں۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ یوں مثالیں بیان کرکے لوگوں کو سمجھاتا ہے تاکہ لوگ اپنے بھلے برے کو سمجھیں۔

کافروں سے مقابلہ

[1] حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ اے مسلمانو! جب تم ان سے ملو جو کافر ہیں، اور لڑائی کا ہنگامہ گرم ہو تو مقابلہ کے وقت مخالفوں سے خوب لڑو، کیونکہ حق اور باطل کا مقابلہ تو رہتا ہی ہے۔ جس وقت مسلمانوں اور کافروں میں جنگ ہوجائے تو مسلمانوں کو پوری مضبوطی اور بہادری سے کام لینا چاہئے۔ باطل کا زور جب ہی ٹوٹے گا کہ بڑے بڑے شریر مارے جائیں، اور ان کے جتھے توڑ دیئے جائیں، اس لئے ہنگامہ کارزار میں کسل، سستی، بزدلی اور توقف وتردد کو راہ نہ دو، اور دشمنانِ خدا کی گردنیں مارنے میں کوتاہی نہ کرو۔ خدا کی راہ میں لڑو یہاں تک کہ غالب ہوجاؤ۔ اور جب لڑائی کے بعد کچھ دشمن قید میں

فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛۚ ذٰلِكَ ۛؕ وَ لَوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَ لٰكِنْ لِّیَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۴﴾ سَیَهْدِیْهِمْ وَ یُصْلِحُ بَالَهُمْ ﴿۵﴾ؕ وَ یُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴿۶﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴿۷﴾

پھر چاہے اسکے بعد احسان کر کے چھوڑ دو، چاہے فدیہ لے کر چھوڑ دو (کافروں کے ساتھ یہی معاملہ رکھو)، یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے، یہی حکم ہے، اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے خود ہی بدلہ لے لیتا ولیکن وہ تمہارا ایک دوسرے کے ساتھ امتحان کرنا چاہتا ہے، اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے پس اللہ انکے اعمالوں کو ہرگز ضائع نہ کریگا ﴿۴﴾ جلد انہیں راہ دیگا اور انکا کام بنا دیگا ﴿۵﴾ اور انکو اس جنت میں داخل کریگا جس کی انہیں پہچان کرا دی ہے ﴿۶﴾ اے [1] ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا ﴿۷﴾

آ جاویں، تو ان کو اچھی طرح حفاظت میں رکھو، اور ان کو مضبوط باندھو۔ ایسا نہ ہو کہ قید سے نکل کر بھاگ جائیں۔ پھر اس کے بعد تم کو اختیار ہے خواہ تم ان پر احسان کرو، اور قیدیوں کو بے لئے مفت چھوڑ دو، خواہ ان سے فدیہ لے لو یعنی وہ روپیہ دے کر اپنے کو چھڑا لیں۔ خدا کی راہ میں یہاں تک مارو اور مرو کہ جنگ ختم ہو جائے، اور کافر اپنے ہتھیار رکھ دیں۔ اس طرح کہ مشرکین اطاعت قبول کریں، اور اسلام لائیں۔ اے مسلمانو! جس طرح اللہ تعالیٰ نے پچھلے نافرمان لوگوں کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیا، وہ چاہتا تو ویسے ہی ان کافروں کو بھی بغیر تمہارے لڑنے بھڑنے کے کسی عذاب سے ہلاک کر دیتا۔ لیکن دین کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ کو اہل اسلام کی ثابت قدمی کا امتحان لینا منظور ہے، کہ کون لڑتا ہے کون جی چراتا ہے۔ کون اسلام کا خیال کرتا ہے، کون قرابت کا، اور اسلام و کفر میں امتیاز ہو جائے تم کو ثواب ملے، وہ ذلیل ہوں۔ اور جو لوگ خدا کی راہ میں شہید ہوئے تو خدا ہرگز ان کے اعمال کو ضائع نہ کرے گا، بلکہ انجام کار انکی محنت ٹھکانے لگائے گا۔ اور شہید ہونے کے بعد انکو جنت کے ان عالی مقاموں میں داخل کیا جائے گا، جو مقام ان کو رسول کی زبان مبارک اور اپنے وجدان صحیح سے معلوم ہو چکا تھا۔ اس میں داخل کئے جائیں گے اور وہاں پہنچ کر ہر جنتی اپنے ٹھکانے کو خود بخود پہچان لے گا اس کے دل کی کشش ادھر ہی ہوگی جہاں اس کو رہنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کن کی مدد کرتا ہے؟

[1] اوپر مسلمانوں کو حکم تھا کہ جب کافر لوگوں سے مقابلہ ہو تو خوب دل کھول کر لڑو۔ ان آیتوں میں فرمایا: "اے مسلمانو! اگر تم

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۸﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۹﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۫ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ﴿۱۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿۱۱﴾ ع

اور جو لوگ کافر ہیں تو ان پر تباہی پڑے اور اللہ انکے اعمال برباد کرے ﴿۸﴾ یہ اس سبب سے کہ انہوں نے اللہ کے اتارے ہوئے احکام کو ناپسند کیا پس اللہ نے انکے اعمال برباد کر دیئے ﴿۹﴾ تو کیا ان لوگوں نے زمین میں سفر نہ کیا پس دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے انکا انجام کیسا ہوا کہ اللہ نے ان پر تباہی ڈالی اور کافروں کیلئے بھی اسی قسم کے بہت سے (عذاب) ہیں ﴿۱۰﴾ یہ اس سبب سے [1] کہ مسلمانوں کا کارساز اللہ ہے اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں ﴿۱۱﴾

اوپر کے حکم کے موافق عمل کر کے اللہ کے دین کو مدد دو گے، تو اللہ تعالیٰ غیب سے ہر طرح تمہاری مدد کرے گا، اور لڑائی کے وقت تمہارے دل میں ایسی جرأت پیدا کر دے گا جس سے تمہارے قدم میدانِ جنگ میں جم جائیں گے۔ جس طرح بدر کی لڑائی میں آسمان سے فرشتے بھیج کر اس نے تمہاری مدد کی، اور میدان جنگ میں تمہارے قدم جما دیئے‘‘۔ آگے فرمایا جو لوگ کافر ہیں، اور اسکے کلام کو جھٹلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے دل میں لشکر اسلام کا رعب پیدا کر دے گا۔ اس لئے میدان جنگ میں ان کے قدم نہیں جمیں گے، بلکہ ایسے لوگ ہمیشہ تباہ اور برباد رہیں گے۔ اور ان کے سب اعمال و کوشش رائیگاں جائے گی۔ یہ خفگی ان لوگوں پر اس سبب سے ہے کہ انہوں نے اس کے مقدس مذہب، سچی شریعت، حق کتاب کو جس کو اللہ نے محمد ﷺ پر اتارا، برا سمجھا انکار کیا، خدا نے یہ سزا دی کہ اعمال باطل کر دیئے۔ کیا ان کافروں نے ملک شام میں قوم ثمود اور قوم لوط کی اجڑی ہوئی بستیاں نہیں دیکھیں، اگر نہیں دیکھیں تو اب دیکھ لیں۔ اور یہ یاد رکھیں کہ ان کافر قوموں کے قدم بقدم چلنے والوں پر وہی آفتیں آنے والی ہیں، جو ان قوموں پر آچکی ہیں۔

[1] ان آیتوں میں فرمایا ہے کہ مسلمانوں کا اللہ کارساز ہے، اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں ہے۔ بعضے مفسروں نے ان دونوں آیتوں کو ملا کر یہ شبہ پیدا کیا ہے کہ ان دونوں آیتوں کے معنوں میں مطابقت نہیں معلوم ہوتی، کیونکہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا کارساز ہے، اور سورہ انعام کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمان اور کافر سب کا کارساز

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ ﴿١٢﴾ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿١٣﴾

بیشک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، اور جو لوگ کہ کافر ہیں وہ (دنیا میں) فائدہ اٹھاتے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھاتے ہیں اور (آخرت میں) دوزخ ان کا ٹھکانا ہے ۱۲ اور بہت لہ سے شہر جو قوت میں تمہارے اس شہر سے بہت زیادہ تھے کہ جس (کے رہنے والوں) نے تم کو جلا وطن کیا، ہم نے انہیں ہلاک کر دیا، پس ان کا کوئی مددگار نہ ہوا ۱۳

ہے۔ اس شبہ کا جواب مفسروں نے یہ دیا ہے کہ سورہ انعام میں حشر اور حساب اور کتاب کے ذکر کا موقع تھا، اور قیامت میں حساب اللہ تعالیٰ نیک و بد سب سے لیوے گا، اسی واسطے وہاں یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک نیک و بد کے حساب کا مالک ہے۔ اور یہاں مدد کا موقع ہے اور کافروں کا کفر اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے، اس واسطے یہاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فقط مسلمانوں کا مددگار ہے۔ تفسیر قتادہ سے معلوم ہوتا ہے کہ احد کی لڑائی میں جب مسلمانوں کی شکست ہوئی، اس وقت مسلمانوں کی تسکین کے لئے یہ دونوں آیتیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں، تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کے رسول کے حکم کی نافرمانی، تیر اندازوں لوگوں نے جو کی، اسی سبب سے اس لڑائی میں شکست ہوگئی ہے۔ اگر ایمانداری اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری پر آئندہ یہ لوگ پورے قائم رہیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان کا کارساز ہے، ان کو اور لڑائیوں میں فتح نصیب کرے گا۔ یہ تیر اندازوں کی نافرمانی کا قصہ سورۃ آل عمران میں گذر چکا ہے۔ اوپر فرمانبردار اور نافرمان لوگوں کی دنیا کی مدد، اور خفگی کا ذکر فرما کر آگے دونوں فریقین کا عقبیٰ کا انجام بیان فرمایا کہ فرمانبردار لوگوں کے لئے عقبیٰ میں جنت ہے، اور نافرمان لوگ چوپایوں کی طرح چند روز دنیا کی چیزوں کو برت لیں، اور جو کچھ کھانا ہے کھالیں، پھر عقبیٰ میں ان کا انجام دوزخ ہے۔ عقبیٰ کے منکر لوگوں کی مثال چوپایوں کی اس واسطے فرمائی کہ جس طرح چوپایوں کی زندگی کا مدار فقط دنیا کے کھانے پینے پر ہے، وہی حال عقبیٰ کے منکر لوگوں کا ہے۔

ہجرت مدینہ فتح و نصرت کا پیش خیمہ

لہ **شان نزول:** جب آنحضرت ﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کی، اور غار کی طرف تشریف لے چلے، تو مکہ مکرمہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے شہروں میں تو اللہ کو بہت پیارا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے شہروں میں تو مجھے بہت پیارا ہے، اگر مشرکین مجھے نہ نکالتے تو میں تجھ سے نہ نکلتا“۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ قریش سے زیادہ صاحب

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ كَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُم ﴿١٤﴾ مَّثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ۖ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ﴿١٥﴾

تو کیا[۱] وہ شخص کہ جو اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اس جیسا ہوگا کہ جس کے برے عمل اسے بھلے دکھائے گئے ہوں اور وہ اپنی نفسانی خواہشوں پر چلے ﴿۱۴﴾ اس جنت کی صفت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں ایسی صاف پانی کی نہریں ہیں جو کبھی نہ بگڑے اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہ بدلے اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کیلئے لذت ہے، اور ایسی شہد کی نہریں ہیں جو صاف کیا گیا ہے، اور ان کیلئے وہاں ہر قسم کے پھل ہیں اور ان کے پروردگار کی طرف سے ان کیلئے بخشش ہے، کیا ایسے چین والے ان جیسے ہو جائیں گے جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں اور انکو کھولتا پانی پلایا جائے کہ آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردے ﴿۱۵﴾

قوت، صاحب شوکت قوموں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی ذلت اور خواری سے ایک دم میں طرح طرح کے عذابوں سے ایسا ہلاک کر دیا کہ کوئی ان لوگوں کی کچھ حمایت اور مدد نہ کر سکا۔ اگر یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئیں گے تو وہی ذلت وخواری گویا انکے سر پر بھی سوار ہے"۔ چنانچہ اللہ کے وعدہ کے موافق وہی ہوا کہ جن بتوں کی حمایت میں ان بت پرستوں نے اللہ کے رسول کو اللہ کے گھر سے نکالا تھا، وہ بت فتح مکہ کے وقت توڑے گئے، بڑے بڑے بت پرست جنگِ بدر میں بے گور کفن نہایت ذلت و خواری سے مارے گئے، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح ہوئی۔

نیک وبد کا انجام

[۱] ان آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ ایک شخص نہایت شرح صدر، اور فہم وبصیرت کے ساتھ سچائی کی صاف اور کشادہ سڑک پر بے کھٹکے چلا جا رہا ہے، اور دوسرا اندھیرے میں پڑا ٹھوکریں کھاتا ہے، جس کو سیاہ سفید یا نیک وبد کی کچھ تمیز نہیں۔ حتیٰ کہ اپنی بے تمیزی سے برائی کو بھلائی سمجھتا ہے، اور خواہشات کی پیروی میں اندھا ہو رہا ہے، کیا ان دونوں کا مرتبہ اور انجام برابر ہو

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۫ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾

تو ان (کفار) میں بعضے ۱؎ وہ ہیں جو تمہاری طرف کان لگا کر سنتے ہیں، یہاں تک کہ جب تمہارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو اہل علم سے کہتے ہیں کہ ابھی پیغمبر نے کیا بات فرمائی تھی، یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کردی ہے اور یہ اپنی نفسانی خواہشوں کے تابع ہوئے ﴿۱۶﴾

جائے گا، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اسی کو فرمایا گیا جس کے پاس خدا کی ظاہر قوی سچی دلیلیں ہوں، اور مقدس مذہب ہو، یعنی محمد ﷺ، اور مسلمان اس جیسے ہوسکتے ہیں، جو کافر ہو بدکاریاں کرتا ہو، اور ان کو اچھا سمجھتا ہو، اور انہوں نے اپنے نفس کو خواہشوں کا اتباع کیا ہو، بت پرستی میں مشغول رہے ہوں ہرگز نہیں۔ جن دو گروہ کا آیت میں ذکر تھا ان دونوں کے آخرت کے انجام کا آگے ذکر فرمایا کہ جو خدا سے ڈرتے ہیں، تقویٰ شعار ہیں، کفر و شرک سے بچتے ہیں، ان کو جو جنت ملے گی اس کی ایک شان و شوکت یہ ہے کہ اس میں پانی دودھ شراب اور شہد کی نہریں بہتی ہوں گی، اور فصل اور بے فصل کے میوے وہاں موجود ہوں گے، اور ان نعمتوں کا حساب و کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بالکل معاف ہوگا۔ اور دوسرے گروہ کا یہ حال بیان فرمایا کہ وہ لوگ ہمیشہ آگ میں جلیں گے، اور پیاس کے وقت ایسا کھولتا ہوا پانی انکو پلایا جاوے گا، جس سے ان کی انتڑیاں کٹ کٹ کر نکل پڑیں گی۔

منافقوں کا بیان

۱؎ اے محبوب ﷺ بعض منافقین ایسے ہیں کہ تمہاری مجلسِ وعظ میں یا خطبہ جمعہ میں آتے ہیں، اور کفر کی مذمت سنتے ہیں مگر دل سے متوجہ نہیں ہوتے۔ جب بعد ختم باہر نکل کر جاتے ہیں تو علم والے لوگوں سے بطور مسخرا پن و استہزا پوچھتے ہیں کہ رسول کیا کہتے تھے، ہم سمجھے نہیں کہ ابھی منبر پر بیٹھ کر کیا کہا تھا، ہم کو کچھ خیال نہ رہا کیا، منافقوں کو برا کہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہ سے بطور مسخرا پن یہ کہتے تھے۔ فرمایا کہ یہ منافق لوگ اللہ کے حکم پر نہیں چلتے، بلکہ اپنے دل کی خواہش پر چلتے ہیں۔ اس لئے انکے دل پر مہر کی طرح زنگ لگ گیا ہے، جس سے قرآن کی نصیحت کا ان کے دل پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ منافقوں کے ذکر کے بعد ایماندار لوگوں کا حال بیان فرمایا کہ قرآن کی نئی نئی نصیحت سے روز بروز ان کی ہدایت اور پرہیزگاری بڑھتی ہے۔ آگے فرمایا کہ یہ کافر جو ایمان نہیں لاتے تو اب ان کو کیا انتظار باقی ہے، ہر طرح حجت تمام ہوچکی دلائلِ عقلیہ ونقلیہ سب واضح ہوچکے، فقط ایک قیامت قائم ہونا رہ گیا ہے۔ کیا یہ انتظار ہے کہ وہ جب یکا یک بے خبری میں آکر ان کو

وَ الَّذِیۡنَ اہۡتَدَوۡا زَادَہُمۡ ہُدًی وَّ اٰتٰہُمۡ تَقۡوٰىہُمۡ ﴿۱۷﴾ فَہَلۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا السَّاعَۃَ اَنۡ تَاۡتِیَہُمۡ بَغۡتَۃً ۚ فَقَدۡ جَآءَ اَشۡرَاطُہَا ۚ فَاَنّٰی لَہُمۡ اِذَا جَآءَتۡہُمۡ ذِکۡرٰىہُمۡ ﴿۱۸﴾ فَاعۡلَمۡ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِکَ وَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ مُتَقَلَّبَکُمۡ وَ مَثۡوٰىکُمۡ ﴿۱۹﴾ ع وَ یَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَوۡ لَا نُزِّلَتۡ سُوۡرَۃٌ ۚ

اور جنہوں نے راہ پائی، اللہ نے ان کو اور زیادہ ہدایت عطا فرمائی اور ان کی پرہیزگاری انہیں عطا فرمائی ﴿۱۷﴾ تو یہ کافرلوگ بس قیامت ہی کے منتظر ہیں کہ ان پر اچانک آجائے۔ پس تحقیق اس کی علامتیں تو ظاہر ہو چکی ہیں، پس جب قیامت ان کے سامنے آجائے گی تو اس وقت ان کی نصیحت پکڑنا کہاں نصیب ہوگا ﴿۱۸﴾ پس یقین کرو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے لئے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کے لئے گناہوں کی معافی مانگو اور اللہ جانتا ہے (دن کو) تمہارا چلنا پھرنا اور (رات کو) تمہارا آرام لینا ﴿۱۹﴾ اور مسلمان [۱] کہتے ہیں کہ: "کوئی سورت کیوں نہ نازل کی گئی (جس میں جہاد کا حکم ہوتا)

پکڑلے گی، تو ایمان لائیں گے۔ اگر ایسا ہے تو اس کی بھی نشانیاں برابر ظاہر ہو رہی ہیں، اور آگئی ہیں۔ چاند کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ٹکڑے کر دیا، رسول اللہ قرآن لے کر آئے۔ جب قیامت آئے گی تو اس وقت یہ کیا خاک نصیحت پکڑیں گے، اور توبہ کریں گے۔ اس وقت کچھ قبول نہ ہوگا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ٹھہرا کر اُمت کے لوگوں کو سمجھایا کہ سوائے خدا کے کوئی معبود، کوئی مالک، نفع یا نقصان پہنچانے والا، یا چھین لینے والا، یا ذلیل کرنے والا نہیں۔ ہر بات کا وہ مالک ہے۔ آگے فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! اُمت کے مسلمان مرد اور عورتوں کے حق میں مغفرت کی دعا کیا کرو۔ یہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ان کے لئے مغفرت طلب فرمائیں، اور آپ شفیع مقبول الشفاء ہیں۔ آخر کو فرمایا لوگوں کے نیک و بد عمل، اور چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، سب کاموں کو جانتا ہے۔ اور ان عملوں کے سبب سے ہر ایک کا جنت اور دوزخ کا ٹھکانہ، اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے۔ قیامت کے دن اسی کے موافق جزا و سزا کا فیصلہ ہو جاوے گا۔

جہاد کا ذکر اور منافقین کی پریشانی

[۱] شان نزول: مومنین کی جہاد فی سبیل اللہ کا بہت ہی شوق تھا، وہ کہتے تھے کہ ایسی سورت کیوں نہیں اترتی جس میں جہاد کا

فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴿۲۰﴾ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۣ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۣ

پھر جب کوئی پختہ سورت اتاری گئی اور اس میں جہاد کا حکم فرمایا گیا تو تم ان لوگوں کو دیکھو گے جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے، کہ تمہاری طرف اس شخص کے مانند دیکھتے ہیں جس پر موت سے بیہوشی چھائی ہو، پس افسوس ہے ان کے حال پر ⑳ ظاہر میں تو فرمانبرداری اور معقول بات کہنا ہے (اور باطن خراب)، پھر جب (جہاد کا) حکم ناطق ہو چکا۔

حکم ہوتا کہ ہم جہاد کریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ ''جو سچے مسلمان ہیں، رسول و قرآن پر ایمان لائے، خالصتاً للہ اعمال صالحہ کرتے ہیں، تو وہ اس بات کی آرزو کرتے ہیں کہ ہمارے لئے کوئی حکم نازل کیا جاتا یعنی جہاد کرنا۔ جو سب سے بڑھ کر سخت دشوار کام ہے، تو ہم اس میں اپنی سعادت سمجھ کر اس کو بجالاویں۔ پھر جب کوئی ایسی سورت نازل ہو جائے کہ جس میں جہاد کا حکم ہو تو وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں شک و نفاق کی مہلک بیماری ہے، پریشان ہو جاتے ہیں جہاد کا نام سن کر جان نکلتی ہے۔ ان کا یہ حال نظر آتا ہے کہ بُری آنکھوں سے دیدے پھیر پھیر کر نفرت سے اے رسول تم کو گھورنے لگتے ہیں۔ ایسی آنکھیں ہو جاتی ہیں جیسے مرتے وقت مُردہ کی پتلیاں چڑھنے لگتی ہیں، اور اس وقت جبکہ موت اپنی چادر اُڑھا دیتی ہے اور ڈھانپ لیتی ہے، تو آنکھیں بدہیئت ڈراؤنی ہو جاتی ہیں۔ ایسی ان کی حالت جہاد کا نام سُن کر ہو جاتی ہے، جہاد گویا موت ہے، اگر یہ ہے تو موت ہی بہتر ہے یعنی جینے سے موت بہتر ہے۔ آگے فرمایا کہ یہ لوگ ان کی بدنصیبی بدقسمتی ہے' ان کو لائق تو یہ تھا کہ حکم الٰہی کی اطاعت کر کے اللہ و رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرتے، اور اس وقت خوش ہوتے اور اچھی باتیں کہتے، جیسے مسلمان کرتے اور کہتے ہیں۔ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ منافق لوگ اگر لڑائی سے پہلے لڑائی کے حکم ماننے کا زبانی اقرار بھی کر لیتے ہیں، تو عین وقت پر اس اقرار سے پھر جاتے ہیں۔ اگر عین وقت پر یہ لوگ اپنے اقرار کو سچا کریں تو ان کے حق میں بہتر ہے۔ آگے فرمایا کہ کیا اے منافقین! تم یہ خیالات پکاتے ہو اور تمنا رکھتے ہو کہ اگر اس اُمت کے والی بن جاؤ، اور تمہارے ہاتھ میں حکومت و سلطنت دیدی جائے، تو تم جس کو چاہو مارو، جو چاہو کرو زمین میں فساد مچاؤ اور اس فساد کے برپا کرنے میں رشتہ داری کا بھی کچھ پاس و لحاظ نہ کرو، گناہ علی الاعلان کرو۔ جو لوگ ایسا ایسا کرتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے، اور اللہ کی رحمت سے وہ بالکل دور ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکو نصیحت کی بات کے سننے کیلئے کان، بھلا برا دیکھنے کیلئے آنکھیں، سب کچھ دیا، اس پر بھی ان لوگوں نے بہرے اندھوں کے سے کام کئے۔ فرمایا کہ نافرمانی کے سبب سے ایسے لوگوں کے دلوں میں زنگ کے قفل لگ رہے ہیں، اس لئے قرآن کی نصیحت ان کے دلوں پر کچھ اثر نہیں کرتی۔

فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿٢١﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿٢٤﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَ اَمْلٰى لَهُمْ ﴿٢٥﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿٢٦﴾

تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچے رہتے تو ان کے لئے بہت اچھا ہوتا ۲۱ پس اے ضعیف الایمان لوگو! اگر تمہیں حکومت ملے تو قریب ہے کہ تم زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے قطع کر دو ۲۲ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے ان پر لعنت کی ہے پس ان کو (حق کے سننے سے) بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا (کہ راہ حق نہیں دیکھتے) ۲۳ پس کیوں نہیں یہ لوگ قرآن میں غور کرتے (جو حق کو پہچانیں) یا (ان کے) دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں ۲۴ بیشک [1] جو لوگ ہدایت ظاہر ہو جانے کے بعد الٹے پھر گئے (یعنی مرتد ہو گئے)، یہ شیطان نے انہیں فریب دیا اور ان کو دنیا میں مدتوں رہنے کی امید دلائی ۲۵ یہ اس لئے کہ انہوں نے ان لوگوں سے جو کہ خدا کی نازل کی ہوئی چیز کو ناپسند کرتے ہیں، یہ کہا کہ بعض کام میں ہم تمہارا کہنا مان لیں گے اور اللہ ان کی پوشیدہ بات کہنے کو جانتا ہے ۲۶

[1] **شان نزول:** یہود آنحضرت ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے تو آپ کی تعریف اور توصیف توریت اور انجیل میں سے لوگوں کو پڑھ کر سنایا کرتے، اور کہتے تھے کہ دیکھنا وہ تشریف لے آئیں تو بڑا لطف آئے گا۔ دنیا انکے نور سے منور ہو جائے گی لیکن جب وہ تشریف لائے تو سب سے زیادہ زبردست مخالف ہو گئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۭ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾

پس انکا کیا حال ہوگا؟ جبکہ فرشتے انکی روح قبض کریں گے، ان کے مونہوں پر اور پیٹھوں پر لوہے کے گرز ماریں گے ﴿۲۷﴾ یہ سزا اسلئے ہے کہ انہوں نے اس چیز کی پیروی کی جس سے اللہ کی ناراضی ہے اور اللہ کی خوشنودی کو انہوں نے برا سمجھا، پس اللہ نے ان کے اعمال اکارت (ضائع) کردیئے ﴿۲۸﴾ کیا جن ا؎ لوگوں کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے، اس گھمنڈ میں ہیں کہ اللہ ان کے چھپے بیر ظاہر نہ کرے گا ﴿۲۹﴾ اور اگر ہم چاہیں تو تمہیں ان کو دکھادیں پس تم ان کو ان کے قیافہ (شکل وصورت) سے پہچان لو اور ضرور تم ان کو طرز کلام سے پہچان لوگے اور اللہ تمہارے اعمال جانتا ہے ﴿۳۰﴾

منافقین کا ذکر

ا؎ ان آیتوں میں فرمایا کہ جن لوگوں کے دلوں میں نفاق وشک کی بیماری ہے، اور مکار وعیار ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ یوں ہی خفیہ رہیں گے، اور بات بنی چلی جائے گی۔ خدا انکی پوشیدہ عداوت جو خدا اور رسول سے رکھتے ہیں ظاہر نہ کرے گا، ان کا نفاق، ان کا کفر اہلِ اسلام پر آشکارا نہ فرمادے گا، کیا ان کو معلوم نہیں کہ آسمان وزمین میں کوئی چیز اللہ کے علم سے باہر نہیں۔ لوگوں کے درپردہ مشورے اور ان کے دلوں کے بھید سب اس کو معلوم ہیں۔ وہ اگر چاہے تو ان منافقوں کے چہروں پر ایسی پھٹکار برسنے لگے، اور انکی بات چیت میں ایسا اندازہ پیدا ہو جائے کہ وہ منافق اپنے چہروں اور اپنی باتوں سے پہچانے جاویں۔ حدیث ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول کریم ﷺ سے کوئی منافق مخفی نہ رہا، آپ سب کو انکی صورتوں سے پہچانتے تھے، اور وہ اپنے ضمیر کا حال ان سے چھپا نہ سکے۔ چنانچہ اس کے بعد جو منافق لب ہلاتا تھا حضور ﷺ اس کے نفاق کو اسکی بات سے اور اسکے فحوائے کلام سے پہچان لیتے تھے۔ مسند امام احمد بن حنبل میں ابو مسعود عقبہ بن عمرو کی روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے اور وہاں منافق تھے۔ تو آپ نے چھتیس اشخاص کا نام لے کر ان کو منافق فرمایا، اور یہ بھی فرمایا کہ اے لوگو! تم میں منافق بھی شریک ہیں، تم کو خدا سے ڈرنا اور، اپنے اعتقاد اور

وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِیْنَ مِنْكُمْ وَ الصّٰبِرِیْنَ ۙ وَ نَبْلُوَاۡ اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ شَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْــٴًـا ؕ وَ سَیُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾

اور ہم ضرور تمہاری آزمائش کریں گے، تاکہ ہم تم میں سے جہاد کرنیوالوں اور صبر کرنیوالوں کو پہچانیں اور تمہاری حالتوں کو جانچ لیں ﴿۳۱﴾ بیشک ۱؎ جولوگ کافر ہوئے اور انہوں نے اللہ کے رستہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی بعد اسکے راہ ہدایت ان پر ظاہر ہوچکی تھی وہ لوگ ہرگز اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچاسکیں گے اور اللہ انکے عملوں (کے ثواب) کو جلد اکارت (ضائع) کردے گا ﴿۳۲﴾ اے مسلمانو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو، اپنے اعمالوں کو برباد مت کرو ﴿۳۳﴾

عملوں کو درست کرنا چاہیے''۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بہت سے وجوہ علم عطا فرمائے۔ ان میں سے صورت سے پہچاننا بھی ہے، پھر مسلمانوں کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ دین کی لڑائی کا حکم اللہ تعالیٰ نے اس حکمت کیلئے نازل فرمایا ہے کہ کون مجاہد جان فدا کرنے والا ہے، اور کون وقت پر گھر میں بیٹھ رہنے والا۔ اس وقت فقط زبان سے ہمت جتلانے والوں کا حال کھل جائے گا۔

اطاعت رسول کریم ﷺ کے انعامات

۱؎ جولوگ کافر ہیں رسول وقرآن کو نہیں مانتے خود بھی گمراہ ہیں، لوگوں کو بھی خدا کے سچے رستہ سے، اور اس کی اطاعت سے روکتے ہیں۔ اور بعد ظاہر ہوجانے راہ حق کے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی' باوجود توریت میں خوب معلوم کر چکے تھے کہ نبی آخرالزماں ہوں گے' اور ان کی علامات خوب جان چکے تھے۔ مخالفت کرتے ہیں تو وہ خدا کو ہرگز ہرگز ان بیہودہ باتوں سے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اپنا برا کرتے ہیں خدا کا کیا بگڑتا ہے وہ عنقریب سزا دے گا، اور انکے سب اعمال ظاہرہ حسنہ دنیویہ باطل و بیکار کردے گا۔ آگے مسلمانوں کو فرمایا کہ اللہ اور رسول کے حکم پر چلو، برخلاف حکم اللہ اور رسول کے کوئی ایسا کام نہ کرو جس سے تمہارا خاتمہ بگڑ کر، تمام عمر کے تمہارے پچھلے نیک عمل رائیگاں ہوجاویں۔ آگے فرمایا کہ جولوگ رسول و قرآن کو نہیں مانتے ہیں خود بھی گمراہ ہیں، اوروں کو بھی خدا کے دین واطاعت وطریقہ سے روکتے ہیں، اور پھر کفر کی حالت میں مرگئے ہیں، ان کو خدا ہرگز نہ بخشے گا یعنی جس کا خاتمہ کفر پر ہوگا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ آگے فرمایا: ''اے مسلمانو! جب تم یہ سمجھ چکے کہ تمہارے اعمال باطل نہ ہوں گے، اور مرکر تم جنت پاؤ گے تو تم قتال میں ضعیف نہ بنو سستی نہ کرو، خوب مضبوطی

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾ فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَ اللّٰهُ مَعَكُمْ وَ لَنْ یَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ؕ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا یُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَ لَا یَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾

بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کی راہ سے روکا پھر وہ کافر ہی مر گئے پس اللہ ہرگز انہیں نہ بخشے گا ﴿۳۴﴾ پس تم (دشمن کے مقابلہ میں) سستی نہ کرو اور تم صلح کی طرف نہ بلاؤ اور تم ہی غالب آؤ گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ ہرگز تمہارے اعمال ضائع نہ کرے گا ﴿۳۵﴾ دنیا کی زندگانی ۱؎ تو محض ایک کھیل کود ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو تو اللہ تمہیں تمہارے (اعمال کے) ثواب عنایت کرے گا اور کچھ تم سے تمہارے مال طلب نہ کرے گا۔ (بلکہ بقدر زکوٰۃ) ﴿۳۶﴾

سے، قوت سے جانیں دو۔ اور کافروں کو صلح کا پیغام نہ دو کہ اس میں تمہاری ذلت ہے، عاجزی نہ کرو حالانکہ تم غالب ہو، قوی ہو فتح و نصرت والے ہو۔ اسلئے کہ خدا تمہارے ساتھ ہے وہ تم کو فتح مند و منصور کرے گا اور دشمن کو ذلیل و خوار کرے گا' اور تم جہاد میں جو کام کرو گے ذرہ ذرہ کا ثواب پاؤ گے۔ تمہارے ایک عمل کو بیکار نہ کریگا۔

زکوٰۃ کے دنیاوی و اخروی فوائد

۱؎ دنیا کی زندگی پر گرویدہ ہو کر دین کے کاموں سے جی چرانے والوں کو ان آیتوں میں یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ دنیا کی زندگی ناپائیدار اور چندروز کا کھیل تماشہ ہے جس سے کچھ حاصل نہیں۔ ہاں دنیا کے اندر اگر تم ایمان لاؤ اور پرہیزگاری اختیار کرو تو تم کو خدا اس کا اجر دے گا جس میں ہمیشہ کی راحت ہے۔ تھوڑے دنوں کے کھیل تماشے کے پیچھے ہمیشہ کی راحت کو ہاتھ سے دینا کسی سمجھدار کا کام نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ نے صدقہ خیرات کی تاکید جو کی ہے، اور زکوٰۃ جو فرض کی ہے وہ اسی فائدہ کے لئے کہ دنیا میں غریبوں کا کام چلے، اور ایمانداری اور پرہیزگاری سے جو شخص کچھ خرچ کرے، عقبیٰ میں ایک کے دس سے لے کر سات سو تک، اور زیادہ نیک نیتی کی صورت میں اس سے بھی بڑھ کر اس کو اجر دیا جاوے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے مال کے مانگنے کی کچھ ضرورت نہیں' دنیا میں جو کچھ ہے وہ اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اس لئے جو کچھ تمہارے پاس ہے، وہ اسی کا ہے اللہ کے علم سے

اِنۡ یَّسۡـَٔلۡكُمُوۡهَا فَیُحۡفِكُمۡ تَبۡخَلُوۡا وَ یُخۡرِجۡ اَضۡغَانَكُمۡ ﴿۳۷﴾ هٰۤاَنۡتُمۡ هٰۤؤُلَآءِ تُدۡعَوۡنَ لِتُنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنۡكُمۡ مَّنۡ یَّبۡخَلُ ۚ وَ مَنۡ یَّبۡخَلۡ فَاِنَّمَا یَبۡخَلُ عَنۡ نَّفۡسِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ الۡغَنِیُّ وَ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنۡ تَتَوَلَّوۡا یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَكُمۡ ۙ ثُمَّ لَا یَكُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَكُمۡ ﴿۳۸﴾

اگر تم سے تمہارے مال طلب کرے، پھر طلب میں مبالغہ فرماوے تو تم بخل کرو گے اور وہ بخل تمہارے دلوں کی بدنیتی ظاہر کردے گا ﴿۳۷﴾ اے لوگو! تم آگاہ ہو جاؤ کہ تم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کیلئے بلایا جاتا ہے پس بعضے تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو (صدقہ دینے اور قرض ادا کرنے میں) بخل کرتا ہے وہ اپنی ہی جان پر بخل کرتا ہے، اور اللہ غنی ہے اور تم سب (اس کے فضل و رحمت کے) محتاج ہو، اور اگر تم (اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے) منہ پھیرو تو وہ تمہاری جگہ دوسرے لوگ بدل لے گا، پھر وہ تمہاری مانند نہ ہوں گے ﴿۳۸﴾

کوئی چیز باہر نہیں۔ اس کو خوب معلوم ہے کہ انسان کے دل میں مال کی اُلفت بہت ہے، اگر تنگ کر کے سارا مال خرچ کرنے کا حکم دیا جاوے گا تو تم لوگ بخیلی کرنے لگو گے۔ اور غیروں کو جو کچھ دو گے وہ طرح طرح کی خفگی جتلا کر دو گے۔ اس واسطے زکوٰۃ کی مقدار اس نے برس روز میں چالیسواں حصہ ٹھہرائی ہے، اور نفلی صدقہ خیرات کی مقدار ہر شخص کی ہمت پر منحصر رکھی ہے۔ اس کی تعمیل میں جو شخص بخیلی کرے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا، کیونکہ آدمی کے پاس جو کچھ مال و متاع ہے وہ دنیا کا دنیا میں رہے گا، اور آدمی مر جاوے گا، ایسی ساتھ چھوڑ دینے والی چیز کو ساتھ لے جانے کا طریقہ تو یہی ہے کہ جس طرح مال کے خرچ کرنے کا حکم شریعت میں ہے، عقبیٰ کے اجر کی نیت سے اس حکم کے موافق مال خرچ کیا جاوے، اور اللہ سے اس کے اجر کی توقع رکھی جائے۔ آخر کو فرمایا اگر موجودہ لوگ اللہ کے حکم کی تعمیل نہ کریں گے، تو ان کی جگہ اللہ تعالیٰ کسی اور فرمانبردار مخلوقات کو بدل دیوے گا جو تم سے کہیں اچھی تابعداری ہوگی، پھر وہ تمہاری طرح جی نہ چرائیں گے۔

اٰیاتہا ۲۹ | ۴۸ سورۃ الفتح مدنیۃ ۱۱۱ | رکوعاتہا ۴

سورۂ فتح مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں انتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ﴿١﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿٢﴾ وَيَنصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيزًا ﴿٣﴾

بے شک [۱] (اے محبوب!) ہم نے تمہارے لئے ظاہر فتح فرمائی ﴿۱﴾ تا کہ اللہ تمہاری اگلی اور پچھلی لغزشیں معاف فرمادے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کردے اور تمہیں سیدھی راہ دکھائے ﴿۲﴾ اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے ﴿۳﴾

خواص سورہ فتح: بوقت جنگ دشمن پر فتح و مدد کے لئے اکتالیس بار اس سورت کا پڑھنا مفید ہے، اور اس سورت کو لکھ کر بازو پر باندھیں تو دشمن مکار سے بے خوف رہے۔ رمضان المبارک کا شروع چاند دیکھتے وقت تین بار اس سورت کو پڑھ کر دعا مانگے ان شاء اللہ تعالیٰ تمام سال روزی فراخ رہے گی۔

حدیبیہ کی لڑائی اور صلح

[۱] **شان نزول:** اِنَّا فَتَحْنَا، حدیبیہ سے واپس ہوتے ہوئے حضور ﷺ پر نازل ہوئی۔ حضور کو اس کے نازل ہونے سے بہت خوشی ہوئی، اور صحابہ نے حضور ﷺ کو مبارک بادیں دیں۔ (بخاری و مسلم ترمذی) حدیبیہ ایک کنواں ہے مکہ مکرمہ کے نزدیک۔ مختصر واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خواب دیکھا کہ حضور ﷺ مع اپنے اصحاب کے امن کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، کوئی حلق کئے، کوئی قصر کئے ہوئے اور کعبہ میں داخل ہوئے۔ کعبہ کی کنجی لی اور طواف فرمایا، عمرہ کیا، اصحاب کو اس خواب کی خبر دی سب خوش ہوئے۔ پھر حضور ﷺ نے عمرہ کا قصد فرمایا اور ایک ہزار چار سو اصحاب کے ساتھ یکم ذی القعدہ ۶ ہجری کو روانہ ہو گئے۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر وہاں مسجد میں دو رکعتیں پڑھ کر عمرہ کا احرام باندھا، اور حضور ﷺ کے ساتھ اکثر اصحاب نے بھی۔ بعض اصحاب نے جحفہ سے احرام باندھا، راہ میں پانی ختم ہو گیا۔ اصحاب نے عرض کیا کہ پانی لشکر میں بالکل باقی نہیں ہے سوائے حضور ﷺ کے آفتابہ کے کہ اس میں تھوڑا سا ہے۔ حضور ﷺ نے آفتابہ میں دستِ مبارک ڈالا تو انگشت ہائے مبارک سے چشمے جوش مارنے لگے، تمام لشکر نے پیا۔ وضو کیا۔ جب مقامِ عسفان میں پہنچے تو

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْۤا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ؕ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝۴ لِّیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ

اللہ وہ ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں اطمینان ڈالا تا کہ ان کا یقین پر یقین بڑھے اور آسمان اور زمین کے لشکر سب اللہ ہی کے لئے ہیں، اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ۝۴ اطمینان اس لئے نازل فرمایا کہ اللہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسے باغوں میں داخل کرے۔

خبر آئی کہ کفار قریش بڑے سروسامان کے ساتھ جنگ کیلئے تیار ہیں، جب حدیبیہ پر پہنچے تو اسکا پانی ختم ہو گیا ایک قطرہ نہ رہا۔ گرمی بہت شدید تھی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنوئیں میں کلی فرمائی اس کی برکت سے کنواں پانی سے بھر گیا، سب نے پیا اونٹوں کو پلایا۔ یہاں کفار قریش کی طرف سے حال معلوم کرنے کیلئے کئی شخص بھیجے گئے، سب نے جا کر یہی بیان کیا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کیلئے تشریف لائے ہیں، جنگ کا ارادہ نہیں ہے"۔ لیکن انہیں یقین نہ آیا آخر کار انہوں نے عروہ بن مسعود ثقفی کو جو طائف کے بڑے سردار اور عرب کے نہایت متمول شخص تھے، تحقیق حال کیلئے بھیجا۔ انہوں نے آ کر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دست مبارک دھوتے ہیں تو صحابہ تبرک کیلئے غسالہ شریف حاصل کرنے کیلئے ٹوٹے پڑتے ہیں۔ اگر کبھی تھوکتے ہیں تو لوگ اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور جس کو وہ حاصل ہو جاتا ہے وہ اپنے چہرہ اور بدن پر برکت کے لئے ملتا ہے۔ کوئی بال جسم اقدس کا گرنے نہیں پاتا۔ اگر احیانا جدا ہو تو صحابہ اس کو بہت ادب کے ساتھ لیتے، اور جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرماتے ہیں تو سب ساکت ہو جاتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و تعظیم سے کوئی شخص نظر اوپر کو نہیں اٹھا سکتا۔ عروہ نے قریش سے جا کر یہ سب حال بیان کیا اور کہا کہ میں بادشاہان فارس و روم و مصر کے درباروں میں گیا ہوں، میں نے کسی بادشاہ کی یہ عظمت نہیں دیکھی جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے اصحاب میں ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم ان کے مقابل کامیاب نہ ہو سکو گے۔ قریش نے کہا: "ایسی بات مت کہو ہم اس سال انہیں واپس کر دیں گے، وہ اگلے سال آئیں"۔ عروہ نے کہا کہ "مجھے اندیشہ ہے کہ تمہیں کوئی مصیبت پہنچے" یہ کہہ کر وہ مع اپنے ہمراہیوں کے طائف واپس چلے گئے۔ اور اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں مشرف باسلام کیا۔ یہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے بیعت لی اس کو "بیعت رضوان" کہتے ہیں۔ بیعت کی خبر سے کفار خوف زدہ ہوئے اور ان کے اہل الرائے نے یہی مناسب سمجھا کہ صلح کر لیں۔ چنانچہ صلح نامہ لکھا گیا اور سال آئندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا قرار پایا، اور یہ صلح مسلمانوں کے حق میں بہت نافع ہوئی بلکہ نتائج کے اعتبار سے فتح ثابت ہوئی۔ (تفسیر خازن و روح البیان)

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ یُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًاۙ ﴿۵﴾ وَّ یُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِیْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّیْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِؕ عَلَیْهِمْ دَآىِٕرَةُ السَّوْءِۚ وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ لَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ﴿۶﴾ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۷﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ ﴿۸﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ﴿۹﴾

کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کی برائیاں ان سے اتار دے، اور یہ اللہ کے نزدیک (ان کی) بڑی کامیابی ہے ﴿۵﴾ اور تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ پر برا گمان رکھتے ہیں، ان ہی پر بری مصیبت ہے، اور ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور ان پر لعنت کی اور ان کے لئے دوزخ تیار کی، اور دوزخ بہت بری جگہ ہے ﴿۶﴾ اور آسمانوں اور زمین کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے، اور اللہ غالب حکمت والا ہے ﴿۷﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) [1] ہم نے تمہیں (تمہاری امت کے اعمال پر) گواہ بنا کر بھیجا اور (مسلمانوں کو) خوشی اور (کافروں کو) ڈر سنانے والا بھیجا ہے ﴿۸﴾ تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو، اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو ﴿۹﴾

بیعت رضوان اور عظمت صحابہ کرام علیہم الرضوان

[1] اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے تم کو سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا، تم اپنی اُمت کے اوپر گواہ ہو۔ قیامت میں تبلیغ کی اور اُمت کے حالات کی گواہی دو گے۔ مبشر ہو مسلمانوں کو جنت کی بشارت دیتے ہو۔ نذیر ہو کافروں کو دوزخ سے ڈراتے ہو۔ اے

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۱۰﴾ سَیَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَاۤ اَمْوَالُنَا وَ اَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ

(اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) [۱] جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے تو جس نے عہد (یعنی بیعت کو) توڑا اس نے اپنی ہی خرابی کے لئے عہد توڑا اور جس نے اس عہد کو پورا کیا جو اس نے اللہ سے کیا تھا، پس بہت جلد اللہ اس کو بڑا اجر دے گا ﴿۱۰﴾ عنقریب [۲] تم سے کہیں گے جو دیہاتی لوگ پیچھے رہ گئے تھے کہ ہم کو ہمارے مالوں اور ہمارے گھر والوں نے جانے سے مشغول رکھا، پس حضور ہمارے لئے مغفرت چاہیں۔

مسلمانو! ہم نے اس لئے ان رسول کو تمہاری طرف بھیجا ہے کہ تم ان کی اطاعت کرو، خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور رسول کی نہایت مضبوطی و پابندی سے مدد کرو، اور ان کو تقویت دو۔ اور ان کی توقیر و تعظیم و تکریم بجالاؤ۔ ادب ملحوظ خاطر رکھو، اور خدا کے لئے تسبیح و تحلیل کہو، صبح و شام رات و دن عبادت کرو۔ صبح کی تسبیح میں باقی چاروں نمازیں داخل ہیں۔

شانِ مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

[۱] اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ سے بیعت کرتے ہیں تو وہ گویا اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ آپ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، گویا اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ یعنی دستِ رحمت و ثواب و شفقت۔ یعنی گویا خدا ان سے عہد کرتا ہے کہ جنت و رحمت دے گا، وہ عہد ہرگز ٹوٹ نہیں سکتا۔ پھر فرمایا جو کوئی اس بیعت کے معاہدہ کو توڑے گا اس کا گناہ خود پائے گا، سزا بھگتے گا، خدا کا کیا کرے گا، اور جو شخص وہ عہد جو اس نے اللہ سے باندھا ہے پورا کرے گا، اور باوفا ہوگا، صادق القول نکلے گا تو عنقریب خدا اس کو اجر عظیم دے گا، جنت میں ثواب عطا فرمائے گا۔ یہ بیعت رضوان کا حال ہے اس آیت میں اللہ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فضیلت بدرجہ غایت ارشاد فرمائی، ان کی بیعت کو اپنی بیعت، ان کے دستِ رحمت کو اپنا دستِ قدرت قرار دیا۔

[۲] جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سال حدیبیہ بہ نیت عمرہ مکہ مکرمہ کا ارادہ فرمایا تو آپ نے بنی غفار، بنی اسلم، اشجع رئیس مزینہ وغیرہ قبائل اعراب سے کہلا بھیجا کہ ہمارے ساتھ مکہ مکرمہ کو چلو، تو حوالی مدینہ کے گاؤں والے، اور اہل بادیہ بخوف قریش آپکے ساتھ جانے سے رکے، باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور قربانیاں ساتھ تھیں۔ اور اس سے صاف ظاہر تھا کہ جنگ کا ارادہ نہیں ہے، پھر بھی بہت سے اعراب پر جانا بار ہوا، اور جان چرا کر بیٹھ رہے، اور آپس میں کہنے

يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ لَكُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١١﴾

یہ لوگ اپنی زبان سے وہ بات کہتے ہیں جو انکے دلوں میں نہیں، تم فرماؤ کہ اللہ کے سامنے کیسے تمہارا کچھ اختیار ہے اگر اللہ تم کو کوئی نقصان یا تمہارے حق میں نفع پہنچانا چاہے، بلکہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اسکو خوب جانتا ہے (۱۱)

لگے کہ تم دیکھ لینا اب یہ اور ان کے ساتھی اس سفر سے واپس آنے والے نہیں، سب وہیں ہلاک ہو جائیں گے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق کا پردہ فاش کیا ہے۔ آپ کو مدینہ پہنچنے سے قبل راستہ میں بتلا دیا کہ تمہارے صحیح وسالم واپس جانے پر وہ لوگ اپنی غیر حاضری سے جھوٹے عذر اور حیلے بہانے کرتے ہوئے آئیں گے، اور کہیں گے کہ کیا کہئے ہم کو گھر بار کے دھندوں سے فرصت نہ ملی، کوئی ہمارے پیچھے مال اور اہل وعیال کی خبر لینے والا نہ تھا۔ بہر حال ہم سے کوتاہی ضرور ہوئی اے رسول ﷺ! اب اللہ سے ہمارا قصور معاف کرا دیجئے، سوائے محبوب ﷺ! یہ لوگ جھوٹے ہیں فقط زبانوں سے باتیں بناتے ہیں، دلوں میں ان کا کچھ اثر نہیں۔ آپ کے استغفار کی خواہش و پروا ان کو دل سے نہیں ہے۔ یہ عذر بالکل غلط ہے، اور یہ درخواست کرنا بھی محض ظاہر داری کیلئے۔ دل میں نہ اسکو گناہ سمجھتے ہیں، نہ آپ پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ اے محبوب ﷺ! آپ ان کے جواب میں کہہ دیجئے کہ میرا استغفار تم کو فائدہ نہ دے گا، تمہارے دلوں میں اخلاص تو ہے ہی نہیں، اگر خدا تم کو عذاب دے گا اور ضرر پہنچانا چاہے گا، تو اس کو کون روکنے والا ہے، اور اگر وہ کوئی نفع دینا چاہے نصرت غنیمت عافیت تو اس کا کوئی روکنے والا نہیں۔ بلکہ اصل تو یہ ہے کہ خدا کو تمہارے دلوں کی سب خبر ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ تم کیوں ساتھ نہ آئے، بلکہ اے گروہِ منافقین! تم نے اپنے دلوں میں یہ خیال فاسد پکایا، اور گمان پیدا کیا کہ اب رسول اور مسلمان جو مکہ مکرمہ کو جاتے ہیں، تو وہاں لڑائی ہوگی اور کافر غالب ہو دیں گے، اور مسلمان مارے جاویں گے۔ اب نہ رسول نہ مسلمان مدینہ کو کوئی لوٹ کر آئے گا، اور یہ بات شیطان کی طرف سے تمہارے دلوں میں زینت دیدی گئی، اور تم نے بڑے بڑے خیالات پکانا شروع کئے۔ اور تم عجب قوم فاسد الخیال قاسی القلب ہلاک ہونے والی ہو، جو خدا اور رسول پر ایمان نہ لائے گا، تصدیق نہ کرے گا، تو ان کا کیا کرے گا ہم نے ایسے لوگوں کے لئے دوزخ تیار کر لی ہے۔ آخر کو فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! ان لوگوں سے کہہ دو کہ آسمان وزمین میں سب جگہ اللہ ہی کی حکومت ہے۔ حدیبیہ کے سفر سے بچ کر تم اس کی حکومت سے باہر نہیں ہو سکتے، جب تم گھر میں بیٹھے ہو، اس وقت بھی تمہارا نفع ونقصان اس کے اختیار میں ہے، لیکن وہ غفور ورحیم ہے، جلدی سے کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا ہاں ایسے لوگوں کی سزا اس نے دوزخ کی دہکتی آگ ٹھہرا رکھی ہے۔

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّ زُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚۖ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَ مَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۴﴾ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ

بلکہ تم تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ رسول اور مسلمان ہرگز گھروں کو واپس نہ آئیں گے اور اسی کو اپنے دلوں میں اچھا سمجھے ہوئے تھے اور تم نے بدگمانی کی تھی اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے ﴿۱۲﴾ اور جو کوئی اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے پس (وہ یاد رکھے کہ) ہم نے منکروں کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے ﴿۱۳﴾ اور تمام آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لئے ہے، وہ جس کو چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۴﴾ (وہ) [1] عنقریب کہیں گے جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے جب تم (خیبر کی) غنیمتیں لینے چلو تو ہمیں بھی اپنے پیچھے آنے دو (تاکہ ہم کو غنیمت میں سے حصہ ملے)۔ وہ لوگ اللہ کے وعدے کو بدلنا چاہتے ہیں، تم فرماؤ کہ ہرگز تم ہمارے ساتھ نہ آؤ اللہ نے پہلے سے یوں ہی فرما دیا ہے۔

[1] **شانِ نزول:** اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ ہوا تھا کہ آنحضرت ﷺ ۶ھ ماہ ذی الحجہ میں حدیبیہ سے پھرے، اور ماہ محرم ۷ھ میں غزوہ خیبر کی طرف ارادہ کیا، اور حکم ہوا کہ جو شخص حدیبیہ میں ہمارے ساتھ چلے، اور سوائے اس کے کوئی ہمارے ساتھ جانے کا ارادہ نہ کرے۔ جب آنحضرت ﷺ کا ارادہ مستقیم ہوا تو اس وقت پیچھے رہنے والوں نے عرض کیا کہ ہم کو بھی اجازت فرمایئے کہ ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں۔ حضور ﷺ نے ان کے قول کو قبول نہ فرمایا، اسی وقت اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی۔

فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۞ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۞ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ

پس عنقریب وہ کہیں گے (کہ اللہ نے نہیں فرمایا) بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو، بلکہ (بات یہ ہے کہ) وہ (دین کی) بات نہ سمجھتے تھے مگر تھوڑی ۞ پس ۱؎ تم ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے فرماؤ عنقریب تم ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں، پس اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تم کو بہت اچھا اجر (یعنی جنت) دے گا اور اگر تم پھر جاؤ گے جیسا کہ اس سے پہلے پھر گئے تھے تو اللہ تم کو دردناک عذاب کی سزا دیگا ۞ اندھے ۲؎ پر (جہاد سے) رہ جانے میں کوئی گناہ نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے۔

۱؎ اے محبوب ﷺ تم ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے کہہ دو کہ غزوہ خیبر میں تو تم ساتھ نہ جاؤ گے، مگر خیر اگر تم دعوٰی ایمان واخلاص کا کرتے ہو تو تمہارا امتحان لیا جائے گا، اور توبہ کرو گے تو قبول کی جائے گی۔ امتحان یوں ہوگا کہ تم ایک ایسی قوم سے جہاد کرنے کی طرف بلائے جاؤ گے جو نہایت مردِ میدان شجاعت ہوگی۔ دلیر خونخوار ہتھیاروں میں ڈوبی ہوئی سخت مزاج، تم ان سے یہاں تک قتال کرنا کہ یا تو وہ سب ہلاک ہو جائیں، یا مسلمان ہو جائیں۔ اگر اس امتحان میں تم پورے اُترے، اور تم نے اطاعت کی، اور اخلاص اور سچے دل سے جہاد کیا، تو خدا جنت میں ثوابِ احسن دے گا، اور اگر جب بھی تم نے منہ پھیرا جیسے پہلے غزوہ حدیبیہ میں، اور توبہ نہ کی، اخلاص نہ برتا، دل میں نفاق ہی رکھا، تو خدا تم کو سخت عذاب دے گا۔ چنانچہ خدا کا یہ فرمان سچا ہوا اور اس قوم سے بنی حنیفہ یمامہ کے رہنے والے جو مسیلمہ کذاب کی قوم کے لوگ ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جنگ فرمائی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانہ میں اہل فارس وروم سے جنگ ہوئی، اور اس کیلئے آپ نے لوگوں کو دعوت دی۔

۲؎ **شان نزول:** جب اوپر کی آیت نازل ہوئی تو جو لوگ اپاہج وصاحبِ عذر تھے، انہوں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! ہمارا کیا حال ہوگا"۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۱۷ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانے گا تو اس کو اللہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور جو کوئی پھر جائے گا اس کو دردناک عذاب کی سزا دے گا ۱۷ بیشک ۱؎ اللہ مسلمانوں سے راضی ہوا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کرتے تھے۔

بیعت کرنے والوں کا ذکر

۱؎ حدیبیہ میں چونکہ ان بیعت کرنے والوں کو رضائے الٰہی کی بشارت دی گئی اسی لئے اس بیعت کو ''بیعت رضوان'' کہتے ہیں۔ اس بیعت کا سبب باسباب ظاہر یہ پیش آیا کہ آنحضرت ﷺ نے حدیبیہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اشراف قریش کے پاس مکہ مکرمہ بھیجا کہ انہیں خبر دیں کہ آنحضرت ﷺ بیت اللہ کی زیارت کیلئے بقصد عمرہ تشریف لائے ہیں، آپ کا ارادہ جنگ کا نہیں ہے۔ اور یہ بھی فرمادیا تھا کہ جو کمزور مسلمان وہاں ہیں انہیں اطمینان دلادیں کہ مکہ مکرمہ عنقریب فتح ہوگا' اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب فرمائے گا۔ قریش اس بات پر متفق رہے کہ آنحضرت ﷺ اس سال تو تشریف نہ لائیں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اگر آپ کعبہ معظمہ کا طواف کرنا چاہیں تو کریں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں بغیر رسول کریم ﷺ کے طواف کروں۔ یہاں مسلمانوں نے کہا کہ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے خوش نصیب ہیں جو کعبہ معظمہ پہنچے اور طواف سے مشرف ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں جانتا ہوں کہ وہ بغیر ہمارے طواف نہ کریں گے''۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ مکرمہ کے ضعیف مسلمانوں کو حسب حکم فتح کی بشارت بھی پہنچائی۔ پھر قریش نے حضرت عثمان غنی کو روک لیا یہاں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کردیئے گئے۔ اس پر مسلمانوں کو بہت جوش آیا اور آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے کفار کے مقابل جہاد میں ثابت رہنے پر بیعت لی، یہ بیعت ایک بڑے خاردار درخت کے نیچے ہوئی جس کو عرب میں ثمرہ کہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے اپنا بایاں دست مبارک داہنے دست اقدس میں لیا اور فرمایا کہ یہ عثمان کی بیعت ہے، اور فرمایا: ''رب! عثمان تیرے اور تیرے رسول کے کام میں ہیں''۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرت ﷺ کو نورِ نبوت سے معلوم تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید نہیں ہوئے جبھی تو ان کی بیعت لی۔ مشرکین اس بیعت کا حال سن کر خائف ہوئے، اور انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیج دیا۔ حدیث شریف میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت

فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴿۱۸﴾ وَّ مَغَانِمَ كَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِیْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَ كَفَّ اَیْدِیَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَ لِتَكُوْنَ اٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَ یَهْدِیَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ﴿۲۰﴾

پس لہ اللہ نے جانا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا تو اللہ نے ان کے دل میں اطمینان اتارا اور ان کو جلد آنے والی فتح کا انعام دیا ﴿۱۸﴾ اور بہت سی غنیمتیں (دیں) جن کو وہ لیتے تھے اور اللہ غالب حکمت والا ہے ﴿۱۹﴾ اور اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کو تم لوگے، پس یہ (خیبر کی غنیمت تو) تمہیں جلد عطا کی اور (کافر) لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے (یعنی ان کے دل میں رعب ڈال دیا) اور لہ تا کہ یہ (واقعہ) مسلمانوں کے لئے قدرت کی نشانی ہو اور اللہ تمہیں سیدھا رستہ دکھائے ﴿۲۰﴾

کی تھی ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا"۔ مسلم شریف میں ہے کہ جس درخت کے نیچے بیعت کی گئی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو ناپید کردیا، سال آئندہ صحابہ نے ہر چند تلاش کیا کسی کو اس کا پتہ بھی نہ چلا۔

لہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کا حال جان لیا کہ یہ لوگ بیشک باوفا، خالص، راست کردار ہیں، ان کے دلوں میں اطمینان و تسکین اتاری۔ رنج و فکر، حمیتِ جاہلیت دُور کی اور فتح قریب میں ان کو عطا فرمائی، یعنی فتح خیبر جو حدیبیہ سے واپس ہوکر چھ ماہ بعد حاصل ہوئی۔ بہت غنیمت ملی۔ اور بہت اموالِ غنیمت ان کو دیئے جن کو وہ عنقریب لیں گے۔ خدا اپنی حکمت اور تدبیر میں ایسا زبردست ہے جس سے تمام جہان کا کام چلتا ہے۔ اور کوئی اس کی تدبیر کے برخلاف کچھ کام نہیں کرسکتا۔

مسلمانوں کی فتح

لہ ان آیتوں میں فرمایا جن فتوحات اور غنیمت کے بہت سے مال کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، اس وعدہ میں سے فتح خیبر اور وہاں کا غنیمت کا مال ایک فوری انعام ہے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ اور فتوحات ہوئیں فارس روم قیصر و کسریٰ وغیرہ وغیرہ جن کا ذکر حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں تفصیل سے ہے۔ جس وقت مسلمانوں کا لشکر خیبر کی چڑھائی پر تھا، اس وقت میں اسد اور غطفان قبیلہ کے لوگوں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ مسلمانوں کے اہل و عیال پر حملہ کر کے ان کا مال لوٹ لیا جائے، مگر اللہ تعالیٰ نے

وَّ اُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ﴿۲۱﴾ وَ لَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا یَجِدُوْنَ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚۖ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ﴿۲۳﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ ؕ

اور (اسکے علاوہ) تم کو دوسری غنیمتوں کا بھی وعدہ دیا ہے جن پر تم نے اب تک قابو نہیں پایا بیشک اللہ کو انکا علم ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۲۱﴾ اور اگر تم سے یہ کافر جنگ کرتے تو بیشک تمہارے مقابلہ سے پیٹھ پھیر لیتے پھر نہ یہ اپنا کوئی حمایتی پاتے اور نہ مددگار ﴿۲۲﴾ اللہ کا یہی دستور ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے (کہ کافروں کو شکست دینا اور مسلمانوں کی مدد کرنا) اور ہرگز تم اللہ کا دستور بدلتا نہ پاؤ گے ﴿۲۳﴾ اور اللہ وہ ہے کہ اس نے کافروں کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تمہارے ہاتھ ان سے درمیان مکہ کے روک دیئے بعد اس کے کہ اللہ نے تم کو ان پر فتحیاب کر دیا تھا۔

ان کے دلوں میں ایسا رُعب پیدا کر دیا جس سے انکے دلوں میں اس ارادہ کے پورا کرنے کی جرأت باقی نہیں رہی۔ اس کو فرمایا اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی دست درازی روک دی تاکہ مسلمانوں کو یہ نمونہ ہو جائے کہ دین کی لڑائی پر جو لوگ جاتے ہیں، انکے اہل وعیال کا اللہ نگہبان ہے۔ اسی نمونہ کے دیکھ لینے کے بعد وہ دین کی باتوں پر ثابت قدم ہو جائیں۔ اس لڑائی میں کل سولہ سو مسلمان تھے اور اہل خیبر ستر ہزار کے قریب۔ مگر تقدیر کا کرشمہ اور نصرت الٰہی کا جلوہ کہ سب مقہور ہوئے۔ یہ خدا اسلئے کرتا ہے کہ مسلمانوں کو عبرت ونصیحت ہو، اور خدا تم کو صراط مستقیم دکھائے۔ مذہب برگزیدہ اسلام پر تم کو ثابت قدم کرے، اور بھی اللہ نے بہت کچھ غنائم اموال ممالک سلطنتیں تمہارے لئے رکھ چھوڑی ہیں جن پر تم نے اب تک قابو نہیں پایا، خدا کا علم ان سب کو محیط وشامل ہے، اور وہ ہر بات پر قدرت رکھتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اہلِ خیبر کے حلفیوں کو ہیبت اسلام نے روک دیا، اور اگر نہ بھی روکتے اور اے اہل اسلام! وہ تمہارے مقابلہ کو آتے، اور لڑائی لڑتے یعنی اسد، غطفان وغیرہ۔ تو کیا ہوتا یہ تو شکست کھاتے، پیٹھیں پھیر کر بھاگتے، پھر ان کا کوئی مددگار اور حمایتی پیدا نہ ہوتا۔ کیونکہ کافروں کو شکست دینا اور مسلمانوں کی مدد کرنا یہ تو خدا کی نسبت قدیمہ ہمیشہ سے یوں ہی جاری چلی آتی رہی ہے، اور جو قوم پیغمبر سے لڑتی ہے انجام کار وہ دنیا ہی میں سزا پا لیتی ہے، اور خدا کی عادت قدیمہ تو ہرگز بدلنے والی نہیں۔

لہ **شان نزول:** حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس وقت آنحضرت ﷺ حدیبیہ میں تشریف رکھتے تھے،

وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿٢٤﴾ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٢٥﴾

اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کا دیکھنے والا ہے ﴿۲۴﴾ یہ کفار قریش [۱] وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے (یعنی طواف کرنے سے) روک دیا اور قربانی کے جانوروں کو ذبح ہونے کی جگہ میں پہنچنے سے روک دیا اور اگر کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کے اسلام کی تمہیں خبر نہ تھی، (اور کفار سے لڑائی کرنے میں) کہیں تم انہیں بھی روند ڈالو تو تمہیں ان کی طرف سے انجانی میں گناہ پہنچے (تو ہم ان کے قتال کی اجازت دیتے)، ان کا یہ بچاؤ اس لئے ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل کرے، اگر وہ (مکہ کے مسلمان اور کافر) آپس میں جدا ہو جاتے تو ہم ان میں سے کافروں کو دردناک سزا دیتے ﴿۲۵﴾

اہل مکہ میں سے اسی ہتھیار بند جوان آدمی صبح کے وقت تنعیم کے پہاڑ کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے ارادہ سے آئے۔ مسلمانوں نے انہیں گرفتار کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرمایا اور کچھ انتقام نہیں لیا اور چھوڑ دیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اللہ کی وہ شان ہے کہ اس نے کافروں کے ہاتھوں کو روک لیا کہ تم تک نہ پہنچ سکے، تم کو قتل نہ کر سکے، اور تمہارے ہاتھوں کو بھی روک دیا کہ تم ان کو مکہ حد حرم میں قتل نہ کر سکے۔ یعنی تھوڑی سی سنگباری پر کفایت ہوئی، زائد نوبت قتال نہ آئی، اور بعد اس کے کہ خدا نے تم کو ان پر فتح و ظفر دیدی اور تم غالب ہو گئے۔ مگر پھر بھی لڑائی کو زائد نہ بڑھنے دیا۔ خدا ان کی شرارتیں اور تمہارا عفو و تحمل سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

[۱] مشرکوں نے اہل اسلام کے اس عمرہ کے قافلہ کو روکا، اور بڑے جھگڑے کے بعد اگلے سال عمرہ کرنے، اور دس برس تک لڑائی کے موقوف رہنے پر صلح ہوئی۔ اس کا ذکر ان آیتوں میں ہے کہ یہ مشرکین مکہ اپنے آپ کو ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کہتے ہیں۔ اتنا نہیں جانتے کہ ابراہیم علیہ السلام نے تو اللہ سے یہ دعا کی تھی کہ غیب سے لوگوں کے دلوں میں کعبہ کی زیارت کا شوق پیدا ہو جائے، اور یہ نسل ابراہیمی کہلا کر لوگوں کو اس زیارت سے اور قربانی کے جانوروں کو منیٰ تک کے جانے سے روکتے ہیں۔

إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٢٦﴾ لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ۖ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ

جبکہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں ضد کی اور ضد بھی جہالت کی، پس اللہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اور مسلمانوں پر نازل فرمایا اور اللہ نے مسلمانوں پر پرہیزگاری کا کلمہ (یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ) فرمایا اور (وہ) اس کے اہل تھے، اور اللہ ہر چیز سے خبردار ہے۲۶ بیشک اللہ[1] نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا سچا خواب سچ کر دکھایا کہ بیشک تم لوگ مسجد حرام (یعنی مکہ) میں ان شاء اللہ امن وامان کے ساتھ ضرور داخل ہوگے۔

فرمایا کہ کچھ چھپے ہوئے مسلمان مرد وعورت مکہ میں نہ ہوتے، اور کچھ نئے لوگوں کا رحمتِ الٰہی سے داخل اسلام ہونا اللہ کے علم میں نہ ٹھہر چکا ہوتا، تو بدر کی لڑائی کی طرح اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسی مدد دیتا کہ وہ لڑ کر مکہ کو تہ وبالا کر دیتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اس وقت صلح ہو کر صلح کے زمانہ میں کمزور چھپے ہوئے مسلمان مدینہ میں امن سے آن بیٹھیں، اور جو نئے مسلمان ہونے والے ہیں وہ مسلمان ہو جائیں۔ اگرچہ ان مشرکین مکہ نے صلح کے وقت ضد کی باتیں کیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں میں وہ تحمل پیدا کر دیا جس سے انہوں نے مشرکوں کی ضد کی باتوں کو برداشت کیا، اور آخر صلح ہوگئی اور اس وقت اللہ نے اپنے رسول اور مسلمانوں کے اوپر سکینہ اتارا، اور ان کے دلوں میں اطمینان بھر دیا۔ کلمۃ التقویٰ یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ واتباع شریعت پر مستحکم کر دیا اور وہ اسکے مستحق اور اہل بھی تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے مشرف فرمایا، اللہ کو ہر شے کا علم ہے۔ مسلمانوں کی بردباری کی باتیں، اور مشرکوں کی ضد کی باتیں اللہ کو سب معلوم ہیں۔ جزا وسزا کے وقت ہر ایک کا فیصلہ ہو جائے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب

[1] **شان نزول:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کا قصد فرمانے سے قبل مدینہ طیبہ میں خواب دیکھا تھا کہ آپ مع اصحاب کے مکہ معظمہ میں باامن داخل ہوئے، اور اصحاب نے سر کے بال منڈوائے، بعض نے بال کتروائے۔ یہ خواب آپ نے اپنے

مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ؕ﴿۲۸﴾ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ

اپنے سروں کو منڈواتے اور (بعض بال) کتروا تے بے خوف، پس اللہ نے جانا جو تم کو معلوم نہیں، پس اس نے اس (حرم میں داخل ہونے) سے پہلے ایک قریب (مقام یعنی خیبر کی) فتح عنایت کی ﴿۲۷﴾ وہی ہے کہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے، اور اللہ کی شہادت (محمد ﷺ کی رسالت پر) کافی ہے [۱] ﴿۲۸﴾ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور رسول کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں (اے مخاطب) تو ان کو دیکھے گا رکوع کرتے سجدہ میں گرتے، اللہ کا فضل اور رضا مندی کی خواہش چاہتے (قیامت میں) ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان سے (روشنی) ہوگی۔

اصحاب سے بیان فرمایا تو انہیں خوشی ہوئی اور انہوں نے خیال کیا کہ اسی سال وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوں گے۔ جب مسلمان حدیبیہ سے بعد صلح کے واپس ہوئے، اور اس سال مکہ مکرمہ میں داخلہ نہ ہوا تو منافقین نے تمسخر کیا طعن کئے، اور کہا کہ وہ خواب کیا ہوا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس خواب کے مضمون کی تصدیق فرمائی کہ ضرور ایسا ہوگا چنانچہ اگلے سال ایسا ہی ہوا، اور مسلمان اگلے سال بڑے شان و شکوہ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے خصائص

[۱] اوپر کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی رسالت کو اپنی گواہی سے ثابت کیا۔ ان آیتوں میں محمد ﷺ کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو بتلایا تا کہ معلوم ہو جائے کہ جن رسول کی رسالت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی گواہی سے ثابت کیا ہے ان کا نام محمد ﷺ ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے صحابیوں کے اوصاف بیان فرمائے کہ وہ آپس میں تو بڑی نرم دلی سے رہتے ہیں اور ایک دوسرے پر مہربانی و محبت کرنے والے ایسی کہ جیسی باپ بیٹے میں ہو، اور یہ محبت اس حد تک پہنچ گئی کہ جب ایک

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚۛ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚۛ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ

یہ ان کی صفت توریت میں ہے، اور یہی صفت ان کی انجیل میں بھی ہے، (کہ ان کی ترقی کی حالت) مثل اس کھیتی کے ہے کہ جس نے (زمین سے) اپنی سبز گھاس نکال کر اس کو مضبوط کیا پھر موٹی ہوئی، پھر اپنے پاؤں پر سیدھی کھڑی ہوگئی (اور یہ ترقی) کسانوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے (مسلمانوں کو اللہ نے ایسی ترقی اس لئے دی) تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔

مومن دوسرے کو دیکھے تو فرط محبت سے مصافحہ و معانقہ کرے، اور جوش اسلام کے سبب سے منکر شریعت لوگوں کے ساتھ زور آوری سے پیش آتے ہیں جیسا کہ شیر شکار پر۔ اور صحابہ کا تشدد کفار کے ساتھ اس حد پر تھا کہ وہ لحاظ رکھتے تھے کہ ان کا بدن کسی کافر کے بدن سے نہ چھو جائے، اور ان کے کپڑے سے کسی کافر کا کپڑا نہ لگنے پائے۔ (مدارک) اور اللہ کی عبادت میں لگے رہتے، اور کثرت سے نمازیں پڑھتے، اور ان کی وہ عبادت عقبیٰ کے اجر اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی نیت سے ہوتی ہے۔ دنیا کے دکھاوے کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا۔ کثرت عبادت سے ان کے چہروں پر نور برستا ہے۔ اور یہ علامت وہ نور ہے، جو روز قیامت ان کے چہروں سے تاباں ہوگا، اس سے پہچانے جائیں گے کہ انہوں نے دنیا میں اللہ کے لئے بہت سجدے کئے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان چہروں میں سجدہ کا مقام ماہِ شبِ چہار دہم چودہویں کے چاند کی طرح چمکتا دمکتا ہوگا۔ عطاء کا قول ہے کہ شب کی دراز نمازوں سے ان کے چہروں پر نور نمایاں ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو رات کو نماز کی کثرت کرتا ہے، صبح کو اسکا چہرہ خوبصورت ہو جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت کے اوصاف کتب سابقہ میں

علاوہ قرآن کے ان لوگوں کے اوصاف توراۃ اور انجیل میں بھی بیان کئے گئے ہیں۔ سورۃ اعراف میں گذر چکا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ ملی اس میں موسیٰ علیہ السلام نے بہت سے اوصاف اُمتِ محمدیہ کے لکھے ہوئے پائے۔ متی اور لوقا کی انجیل میں اسی کھیتی کی مثال کا اسی طرح ذکر ہے جس طرح اس آیت میں ہے۔ حاصل مطلب اس مثال کا یہ ہے کہ جس طرح کھیتی کے درخت شروع میں کمزور ہوتے ہیں، پھر زور پکڑ جاتے ہیں کہ یہی مثال ابتدائے اسلام اور اس کی ترقی کی بیان فرمائی گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تنہا اٹھے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے مخلصین اصحاب سے تقویت دی۔ قتادہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب کی مثال انجیل میں یہ لکھی ہے کہ ایک قوم کھیتی کی طرح پیدا ہوگی، وہ نیکیوں کا حکم کریں گے۔ بدیوں سے منع کریں گے، کہا گیا ہے کہ کھیتی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں، اور اس کی شاخیں اصحاب اور مومنین ہیں۔ فرمایا کہ یہ کافر اسلامی کھیتی کی یہ

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۲۹﴾ ع

اللہ نے ان مسلمانوں اور صالحین سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ﴿۲۹﴾

تازگی اور رونق و بہار شان وشوکت دیکھ کر تعجب کرتے ہیں، کہ کتنی جلدی بڑھا اور کیسا مضبوط ہو گیا۔ اس لئے کافروں کو غیظ میں ڈالے اور اپنی شان دکھا کر ان کے دلوں کو جلائے۔ بعض علماء نے یہ نکالا کہ صحابہ سے جلنے والا کافر ہے۔ اللہ نے ان کو جو مسلمان ہوئے، رسول وقرآن کو سچے دل سے مانا، اور اعمالِ صالحہ خالصاً اللہ کے لئے مغفرتِ ذنوب کا وعدہ قطعی کیا ہے، اور اجر عظیم کا عہد کیا وہ ضرور وعدہ عہد کو پورا کرے گا۔

آیاتہا ۱۸ ۔ ۴۹ سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِیَّةٌ ۱۰۶ ۔ رکوعاتہا ۲

سورۂ حجرات مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں اٹھارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ

اے مسلمانو! ۱؎ اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

خواص سورہ حجرات: پیٹ کی بیماری کے لئے اس سورت کا پڑھنا مفید ہے اور جو شخص روزانہ پڑھے اس کا گناہ کبیر مثل عیب اور گناہ صغیرہ مثل گالی کے معاف فرمائے گا۔ اس سورت کو لکھ کر دیوار پر چسپاں کر دیں تو وہ گھر آسیب سے محفوظ رہے گا، اور اس کو لکھ کر پانی میں گھول کر پلانے سے دودھ بڑھ جاتا ہے اور حمل محفوظ رہتا ہے۔

۱؎ **شان نزول:** چند شخصوں نے عید الاضحیٰ کے دن آنحضرت ﷺ سے پہلے قربانی کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بعضے لوگ رمضان سے ایک روز پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے، ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ روزہ رکھنے میں اپنے نبی ﷺ سے تقدم نہ کرو۔ اور فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔ یعنی تمہیں لازم ہے کہ اصلاً تم سے تقدیم واقع نہ ہو، نہ قول میں نہ فعل میں، کہ تقدم کرنا رسول ﷺ کے ادب واحترام کے خلاف ہے۔ بارگاہِ رسالت میں نیازمندی وآداب لازم ہیں۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ① یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ② اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ③

اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے① اے مسلمانو![1] تم اپنی آوازیں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز سے بلند مت کرو اور ان سے پکار کر بات نہ کہو جیسا تم آپس میں ایک دوسرے سے پکار کر بات کرتے ہو، ایسا نہ ہو کہ کہیں تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر نہ ہو② بے شک[2] جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حضور میں پست رکھتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کے لئے جانچ لیا ہے، ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے③

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان مبارک کا حال اور آداب بارگاہ رسالت ماب

[1] **شان نزول:** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس کے حق میں نازل ہوئی۔ انہیں ثقلِ سماعت تھا اور آواز ان کی اونچی تھی، بات کرنے میں آواز بلند ہو جایا کرتی تھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت اپنے گھر میں بیٹھ رہے، اور کہنے لگے: ''میں اہلِ نار سے ہوں''۔ حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے مسلمانو! رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نہایت ادب کرو، اور جب حضور میں کچھ عرض کرو تو آہستہ پست آواز سے عرض کرو، نام لے کر نہ پکارو یعنی یارسول اللہ یا حبیب اللہ کہو۔ ان سے بات کرنے کو ایسا نہ سمجھو جیسے آپس میں بات چیت کرتے ہو۔ بلکہ ان کی توقیر و تعظیم و ادب ملحوظ خاطر رکھو۔ یہی دربار رسالت کا ادب و احترام ہے اگر ایسا نہ کرو گے تو کہیں سب اعمال حسنہ نماز روزہ تمہارے بیکار نہ ہو جائیں، اور تم کو کچھ خبر بھی نہ ہو۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترک ادب سے اعمال صالحہ باطل ہو جاتے ہیں۔

[2] **شان نزول:** اوپر کی آیت نازل ہونے پر حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے، اور دل کو نہایت قلق و تفکر لاحق ہوا کہ اب جب تک میرا قصور معاف نہ ہو جائے گا، اور مجھ کو حاضری دربار کی اجازت نہ ملے گی کہیں گھر سے باہر نہ نکلوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد سے انکا حال دریافت فرمایا، انہوں نے عرض کیا کہ وہ میرے پڑوسی ہیں، اور میرے علم میں

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ

بیشک لے (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں جو لوگ حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں اکثر لوگ (تمہارے بلند مرتبے کو) نہیں سمجھتے ﴿۴﴾ اور اگر یہ لوگ صبر کرتے یہاں تک کہ تم خود ان کے پاس تشریف لاتے تو وہ ان کے لئے بہتر ہوتا (کیونکہ ادب کی بات تھی)، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۵﴾ مسلمانو! ۲ے اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے پس اس کو خوب تحقیق کرلو۔

انہیں کوئی بیماری تو نہیں ہوئی۔ پھر آکر حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا ذکر کیا، ثابت نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی اور تم جانتے ہو کہ میں سب سے زیادہ بلند آواز ہوں، اور مجھ کو اپنے آقائے نامدار خیر الابرار سے بات کرنے میں اپنے اعمال ضبط ہونے کا خوف ہے۔ حضرت سعد نے یہ خیال خدمت اقدس میں عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت کو بلا بھیجا اور فرمایا کہ اے ثابت! تم اس بات سے راضی نہیں ہوتے کہ تم زندہ بھی خیر سے رہو، اور مرو بھی خیر سے یعنی تم شہید ہو کر مرو اور بہشت والوں سے شمار کئے جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور میں راضی ہوں، آپ کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کروں گا، ان کی بشارت میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! جو تمہارے دربار میں اپنی آوازیں پست کرتے ہیں، آہستہ آہستہ بولتے ہیں، ادب کا لحاظ رکھتے ہیں، تو خدا نے ان کے دلوں کا امتحان لیا کہ آیا ان میں تقویٰ ہے یا نہیں۔ سو تقویٰ سے مالا مال پایا، ان کے دلوں کو مصفّٰی و معطر و منور کر دیا، اور توحید و خالص ان کے دلوں میں بھر دی، دنیا میں ان کو گناہوں سے مغفرت اور جنت میں ثواب عظیم ملے گا۔

لے **شانِ نزول:** یہ آیت وفد بنی تمیم کے حق میں نازل ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوپہر کے وقت پہنچے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمار ہے تھے۔ ان لوگوں نے حجروں کے باہر سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا شروع کیا، حضور تشریف لے آئے، ان لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی، اجلالِ شانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمایا گیا کہ بارگاہ اقدس میں اس طرح پکارنا جہل و بے عقلی ہے، اور ان لوگوں کو ادب کی تلقین کی گئی۔

۲ے **شانِ نزول:** یہ آیت ولید بن عقبہ کے حق میں نازل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بنی مصطلق سے صدقات وصول کرنے بھیجا تھا اور زمانہ جاہلیت میں ان کے اور ان کے درمیان عداوت تھی، جب ولید ان کے دیار کے قریب پہنچے اور انہیں خبر ہوئی تو اس خیال سے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے ہیں، بہت سے لوگ تعظیماً انکے استقبال کے واسطے آئے،

فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝۶ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝۷ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۸

کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے سبب سے کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر پہنچا دو، پھر اپنے کئے پر پشیمان ہو ۝۶ اور [۱] جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم موجود) ہیں، اگر وہ بہت سے معاملوں میں تمہاری خوشی کریں تو بیشک تم ضرور مشقت میں پڑ جاؤ، ولیکن اللہ نے تمہارے ایمان کو پیارا کر دیا ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور تمہاری نظروں میں کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی کو برا کر دکھایا، یہی لوگ اللہ کے فضل و کرم سے راہ راست پر ہیں ۝۷ اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ۝۸

ولید نے گمان کیا کہ یہ پرانی عداوت سے مجھے قتل کرنے آرہے ہیں، یہ خیال کر کے ولید واپس ہو گئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں نے صدقہ کو منع کر دیا، اور میرے قتل کے درپے ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحقیق حال کیلئے بھیجا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ لوگ اذانیں کہتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، اور ان لوگوں نے صدقات پیش کر دیئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہ صدقات لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور واقعہ عرض کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اے مسلمانو! جب تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس وقت لغزش نہ کھاؤ سوچو سمجھو غور و فکر کرو۔ اطمینان سے کام لیا کرو کہ آیا سچ ہے یا جھوٹ۔ اس کا خیال رکھا کرو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی قوم سے بے تحقیق لڑائی ہو پڑے، اور غفلت سے ان کو مارنے لگو۔ پھر تم ان کو مار کر پریشان و پشیمان ہو۔ بعض مفسرین نے کہا کہ یہ آیت عام ہے۔ اس بیان میں نازل ہوئی ہے کہ فاسق کے قول پر اعتماد نہ کیا جائے۔ **مسئلہ**۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ ایک شخص اگر عادل ہو تو اسکی خبر معتبر ہے۔

[۱] اے مسلمانو! یہ خوب سمجھ لو کہ تم کو خود کوئی امر طے کر لینے کا اختیار نہیں۔ تم میں خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں، تم ان کا کہا مانو، ان کی رائے پر اپنے کام سونپ دو، اور اگر وہ تمہاری رائے کے مطابق حکم دیدیں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ، اور تم ندامت اٹھاؤ۔ مگر

وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَاۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْاؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ﴿۹﴾

اور[1] اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑیں پس تم ان دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ گروہ خدا کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پس ان دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ اصلاح کر دو اور عدل کرو، بیشک عدل کرنے والوں کو اللہ دوست رکھتا ہے ﴿۹﴾

خدا کی رحمت تو یہ ہے کہ اس نے تم کو توفیق اطاعتِ رسول دی ہے۔ ایمان کو تصدیق خدا اور رسول کو تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا ہے، اور کفر یعنی انکار رسول اور فسق یعنی نفاق اور کل گناہ تم کو ناپسند کر دیئے۔ جو لوگ ایسے ہیں وہ سچے مخلص راہ پائے ہوئے ہیں۔ یہ ان پر اللہ کا فضل و کرم ہے، نعمت و رحمت ہے۔ اللہ مسلمانوں کے ثواب و کرامت کا عالم ہے، حکمت والا ہے۔

اسلامی اخوت کا تقاضا باہمی صلح کی کوشش

[1] **شان نزول:** آنحضرت ﷺ دراز گوش پر سوار تشریف لے جاتے تھے۔ انصار کی مجلس پر گذر ہوا، وہاں تھوڑا سا توقف فرمایا۔ اس جگہ دراز گوش نے پیشاب کیا تو ابن ابی نے ناک بند کر لی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے دراز گوش کا پیشاب ترے مُشک سے بہتر خوشبو رکھتا ہے۔ حضور تشریف لے گئے ان دونوں میں بات بڑھ گئی، اور ان دونوں کی قومیں آپس میں لڑ گئیں۔ اور ہاتھا پائی تک نوبت پہنچی تو آنحضرت ﷺ واپس تشریف لائے، اور ان میں صلح کرا دی۔ اس معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اے مسلمانو! اگر تمہارے آپس میں دو فرقے پیدا ہو جائیں، اور آپس میں لڑیں تو اول تو صلح کرا دو، اور اگر وہ صلح نہ مانیں اور ان میں سے ایک دوسرے پر بغاوت اختیار کرے یعنی حق ایک کا ہو، اور دوسرا خواہ مخواہ تعدی و دست درازی کرتا ہو، اور صلح کو نہ مانے تو اس باغی ظالم گروہ کو سزا دو خوب مار و لڑو۔ یہاں تک کہ قرآن کو مانے اور حکم الٰہی کی طرف رجوع کرے، اور صلح کرے اور پرایا حق دیدے۔ اگر وہ مان جائے، صلح کر لے، تو انصاف و عدل و راستبازی سے صلح کر دو۔ عدل سے نہ ہٹو۔ خدا عدل والوں کو قرآن پر عمل کرنے والوں کو بہت محبوب رکھتا ہے یہ سمجھ کر کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ سب قرآن کو مانتے ہیں، قرآن ہی کے موافق اصلاح کرا دو، اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ سے ڈرنا اور پرہیزگاری اختیار کرنا مومنین کی باہمی محبت و مودت کا سبب ہے، اور جو اللہ سے ڈرتا ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمت اس پر ہوتی ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ

مسلمان جو ہیں تو آپس میں (دینی) بھائی ہیں (جب کبھی لڑیں) پس اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحمت ہو ⑩ اے مسلمانو! ؁ (تم میں سے) نہ مرد مردوں سے مسخرا پن کریں، کیا عجب ہے کہ وہ ان مسخرا پن کرنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے، کیا عجب کہ وہ ان مسخرا پن کرنے والیوں سے بہتر ہوں، اور تم آپس میں (ایک دوسرے کو) عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو برے القابوں سے پکارو۔

؁ شان نزول: اس آیت کا نزول کئی واقعوں میں ہوا۔

① پہلا واقعہ یہ ہے کہ ثابت بن قیس بن شماس کو کم سنائی دیتا تھا، جب وہ آنحضرت ﷺ کی مجلس شریف میں حاضر ہوتے تو صحابہ انہیں آگے بٹھاتے، اور ان کے لئے جگہ خالی کر دیتے تاکہ وہ حضور کے قریب حاضر رہ کر کلام مبارک سن سکیں۔ ایک روز انہیں حاضری میں دیر ہو گئی، اور مجلس شریف خوب بھر گئی اس وقت ثابت آئے، اور قاعدہ یہ تھا کہ جو شخص ایسے وقت آتا اور مجلس میں جگہ نہ پاتا تو جہاں ہوتا کھڑا رہتا۔ ثابت آئے تو وہ آنحضرت ﷺ کے قریب بیٹھنے کیلئے لوگوں کو ہٹاتے ہوئے یہ کہتے چلے کہ: جگہ دو جگہ دو۔ یہاں تک کہ وہ حضور ﷺ کے قریب پہنچ گئے، اور ان کے اور حضور کے درمیان صرف ایک شخص رہ گیا۔ انہوں نے اس سے بھی کہا کہ جگہ دو۔ اس نے کہا: ”تمہیں جگہ مل گئی بیٹھ جاؤ“ ثابت نے غصہ میں آکر اس کا جسم دبا کر کہا کہ تم کون؟ اس نے کہا کہ میں فلاں شخص ہوں۔ ثابت نے اس کی ماں کا نام لے کر کہا: ”فلانی کا لڑکا“۔ اس پر اس شخص نے شرم سے سر جھکا لیا اور اس زمانہ میں ایسا کلمہ عار دلانے کیلئے کہا جاتا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اسلامی معاشرتی واخلاقی آداب

② دوسرا واقعہ ضحاک نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت بنی تمیم کے حق میں نازل ہوئی جو حضرت عمار و خباب و بلال و صہیب و سلمان و سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ غریب صحابہ کی غربت دیکھ کر ان کے ساتھ تمسخر کرتے تھے۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ مرد مردوں سے نہ ہنسیں، یعنی مالدار غریبوں کی ہنسی نہ بنائیں، نہ عالی نسب غیر ذی نسب کی اور نہ تندرست اپاہج کی، نہ بینا اس کی جس کی آنکھ میں عیب ہو۔ اے مسلمانو! آپس میں ایک دوسرے مسلمان سے مذاق اور ہنسی نہ کرو، اور مسخرہ بنا کر ذلیل شرمندہ نہ کرو، کیا خبر ہے جس کو تم مسخرہ بناتے ہو اور ذلیل کرتے ہو وہی عند اللہ ان مسخرا پن کرنیوالوں سے افضل واشرف ہو“۔

؂ شان نزول: یہ آیت اُم المومنین صفیہ بنت حیی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں نازل ہوئی۔ انہیں معلوم ہوا تھا کہ اُم

بِئۡسَ الِاسۡمُ الۡفُسُوۡقُ بَعۡدَ الۡاِیۡمَانِ ۚ وَمَنۡ لَّمۡ یَتُبۡ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۱۱﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اجۡتَنِبُوۡا کَثِیۡرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫

کیا ہی برا نام ہے فاسق کہلانا مسلمان ہو کر، اور جو (ان حرکتوں سے) توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں ﴿۱۱﴾ اے مسلمانو! ۱؎ بہت گمانوں سے بچو۔

المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انہیں یہودی کی لڑکی کہا۔ اس پر انہیں رنج ہوا اور آنحضرت ﷺ سے شکایت کی، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم نبی زادی اور نبی کی بی بی ہو، تم پر وہ کیا فخر کرتی ہیں۔ اور حضرت حفصہ سے فرمایا: ''اے حفصہ! خدا سے ڈرو'' اور فرمایا کہ نہ کوئی عورت دوسری عورتوں سے مسخرا پن کرے، کیا خبر کہ وہی عورت ان سے اللہ کے پاس افضل و اعلیٰ ہو۔ اور اپنے آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ۔ اگر ایک مومن نے دوسرے مومن پر عیب لگایا تو گویا اپنے ہی آپ کو عیب لگایا۔ تم سب آپس میں بھائی بھائی ہو۔ پھر کیوں ایک دوسرے کو عیب لگاتے ہو۔ آپس میں ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، اور نہ ایسے ناموں اور صفتوں سے یاد کرو، جس سے دوسرا برا مانے یا ایام جاہلیت و کفر کے نام ہوں، جب ایمان کا درمیان آگیا اور نُورِ ایمان سے دل منور ہوگئے۔ تو اب پہلے زمانہ کی رنجش اور زمانہ جاہلیت کی خصلتیں، اور اس زمانہ کے نام وغیرہ سب بری ہوگئے''۔ اسی کو فرمایا کہ ''اے مسلمانو! کسی مسلمان کو ہنسی بنا کر، یا اس کو عیب لگا کر اس کا نام بگاڑ کر اپنے آپ کو فاسق نہ کہلاؤ، سب باتوں سے توبہ کرو۔ پاک سچے مخلص ایک دل مسلمان بن جاؤ، اور اگر جو شخص ان مناہی کی باتوں سے باز نہ آئے گا، تو اپنی جان پر گویا ظلم کرے گا۔ کیونکہ یہ سب مناہی کی باتیں حق العباد کی قسم کے، گناہ میں جن کا فیصلہ قیامت کے دن یہ ہوگا کہ ظالموں کی نیکیاں مظلوموں کو مل جائیں گی، اور ظالم خالی ہاتھ دوزخ میں پھینک دیئے جائیں گے۔

غیبت کا بیان اور اس کی مذمت

۱؎ **شانِ نزول:** آنحضرت ﷺ جب جہاد کے لئے روانہ ہوتے اور سفر فرماتے تو ہر دو مالداروں کے ساتھ ایک غریب مسلمان کو کر دیتے کہ وہ غریب ان کی خدمت کرے، وہ اسے کھلائیں پلائیں، ہر ایک کا کام چلے۔ اسی طرح حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو آدمیوں کے ساتھ کئے گئے۔ ایک روز وہ سو گئے اور کھانا تیار نہ کر سکے، تو ان دونوں نے انہیں کھانا طلب کرنے کیلئے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ حضور ﷺ کے خادم مطبخ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، ان کے پاس کچھ نہ رہا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں، حضرت سلمان نے یہی آ کر کہہ دیا تو ان دونوں رفیقوں نے کہا کہ اسامہ نے بخل کیا۔ جب وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے فرمایا: ''میں تمہارے منہ میں گوشت کی رنگت دیکھتا ہوں''۔ انہوں نے عرض کیا ''ہم نے گوشت کھایا ہی نہیں''۔ فرمایا: ''تم نے غیبت کی اور جو مسلمان کی غیبت کرے، اس نے مسلمان کا گوشت کھایا''۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اے مسلمانو! بدگمانی سے بچو کیونکہ ہر گمان صحیح نہیں ہوتا، اور

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًاؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲﴾

(کیونکہ) بیشک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، اور (مسلمانوں کے) عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے پس (یقیناً) تم اسے برا سمجھو گے (پس غیبت کرنا بھی تو اس کی مثل ہے) اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ﴿۱۲﴾

کوئی مسلمان کہیں کو گیا یا کہیں سے آیا تو بری جگہ کا خیال نہ کرو، نیک گمان پیدا کرو۔ سمجھ لو کہ تمہاری بدگمانیاں اور بُرے خیالات جو ایک دوسرے کی نسبت پکاتے ہو، اور اس بنا پر لڑتے ہو سخت گناہ ہیں۔ ہاں نیک گمان اچھا ہے۔ سفیان ثوری علیہ الرحمہ نے فرمایا: گمان دو طرح کا ہے: ❶ ایک وہ کہ دل میں آئے، اور زبان سے بھی کہہ دیا جائے۔ یہ اگر مسلمان پر بدی کے ساتھ ہے، گناہ ہے۔ ❷ دوسرا یہ کہ دل میں آئے اور زبان سے نہ کہا جائے، یہ اگرچہ گناہ نہیں مگر اس سے بھی دل خالی کرنا ضروری ہے۔ آگے فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے کے عیب کھوج لگا لگا کر تلاش نہ کرو کہ دیکھیں فلاں کیا برا کام کر رہا ہے۔ اگر عیب دیکھ بھی لو تو بھی فاش نہ کرو، جاسوسی نہ کرو۔ حدیث شریف میں ہے کہ گمان سے بچو، اور مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو، ان کے ساتھ حرص حسد، بغض، بے مروّتی نہ کرو۔ اے اللہ کے بندو! بھائی بنے رہو، جیسا تمہیں حکم دیا گیا، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس پر ظلم نہ کرے، اس کو رُسوا نہ کرے، اس کی تحقیر نہ کرے۔ آدمی کیلئے یہ برائی بہت ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر دیکھے۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ جو بندہ دنیا میں دوسرے کی پردہ پوشی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ آگے فرمایا: "اے مسلمانو! آپس میں بیٹھ کر کسی مسلمان کی کوئی غیبت نہ کرو، یعنی پیٹھ پیچھے اس کو برا نہ کہو کہ فلاں میں یہ عیب ہے، یہ برائی ہے۔ فلاں ایسا ہے ویسا ہے، کسی مسلمان کی آبرو لینا حرام ہے ایسا ہی حرام ہے جیسے اس کا جب وہ مر جائے گوشت کھانا۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت ٹکڑے کر کے کھائے۔ اس کو تو تم مکروہ حرام خراب جانتے ہو غیبت کو کیوں نہیں جانتے"۔ خدا سے ڈرو غیبت ہرگز نہ کرو۔ حدیث شریف میں ہے کہ غیبت یہ ہے کہ مسلمان بھائی کے پیٹھ پیچھے ایسی بات کہی جائے جو اسے ناگوار گذرے، اگر وہ بات سچی ہے تو غیبت ہے ورنہ بہتان۔ جس طرح کسی کا گوشت کاٹنے سے اس کو ایذا ہوتی ہے، اسی طرح غیبت سے قلبی تکلیف ہوتی ہے۔ انہیں مناسبتوں سے غیبت کو مُردہ کے گوشت کے کھانے سے مشابہت دی گئی ہے۔ آگے فرمایا آئندہ جو کوئی ان باتوں سے توبہ کرے گا تو اللہ غفور الرحیم ہے، اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ

اے لوگو! بیشک ۱ ہم نے تمہیں ایک مرد (یعنی آدم علیہ السلام) اور ایک عورت (حوا) سے پیدا کیا اور تمہاری (جدا جدا) جماعتیں اور قبیلے بنائے تا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو ۲ (نہ کہ نسب پر غرور کرو) بیشک اللہ کے نزدیک تم (میں) سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے ﴿۱۳﴾ دیہاتیوں ۳ نے کہا کہ ہم ایمان لائے۔

۱ اے لوگو! تم آپس میں فخر وغرور کیوں کرتے ہو۔ ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد وعورت یعنی ماں باپ آدم وحوا سے پیدا کیا ہے۔ حقیقت میں تم سب ایک ہی ہو۔ مگر کنبے کنبے قبیلے قبیلے اس لئے الگ کر دیئے کہ آپس میں پہچان رہے۔ اور ایک دوسرے کا نسب جانے، اور کوئی اپنے باپ دادا کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت نہ کرے۔ نہ یہ کہ نسبت پر فخر کرے اور دوسروں کی تحقیر کرے۔ اس کے بعد اس چیز کا بیان فرمایا جاتا ہے جو انسان کے لئے شرافت وفضیلت کا سبب اور جس سے اس کو بارگاہ الٰہی میں عزت حاصل ہوتی ہے۔

تقویٰ معیار فضیلت

۲ **شان نزول:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بازار مدینہ میں ایک حبشی غلام ملاحظہ فرمایا جو کہہ رہا تھا کہ جو مجھے خریدے اس سے میری یہ شرط ہے کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پانچوں نماز ادا کرنے سے منع نہ کرے۔ اس غلام کو ایک شخص نے خرید لیا' پھر وہ غلام بیمار ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کیلئے تشریف لائے، پھر اس کی وفات ہو گئی۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے دفن میں تشریف لائے۔ اس پر لوگوں نے کچھ کہا' اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اللہ کے نزدیک مرتبہ اس کا زائد ہے جس کا تقویٰ وایمان زائد ہے۔ خدا تمہارے حسب ونسب سے خبردار ہے، تمہارے کاموں سے واقف ہے اور جانتا ہے کہ کون اعلیٰ ہے کون ادنیٰ۔

۳ **شان نزول:** یہ آیت بنی اسد بن خزیمہ کی ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی، جو خشک سالی کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اسلام کا اظہار کیا، درحقیقت میں وہ ایمان نہ رکھتے تھے۔ ان لوگوں نے مدینہ کے رستہ میں گندگیاں کیں، اور وہاں کے بھاؤ گراں کر دیئے۔ صبح وشام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر اپنے اسلام لانے کا احسان جتاتے، اور کہتے: "ہمیں کچھ دیجئے"۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ بنی اسد کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیں کہ اے بنی اسد! تم کو ایمان نصیب نہ ہوا، ہاں ظاہر میں تابعداری کر لی ہے

قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَا یَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَیْــٴًـا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾

تم فرماؤ کہ تم حقیقت میں ایمان نہ لائے ولیکن یوں کہو کہ ہم (ظاہر میں) مطیع ہوئے، اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا، اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو تو اللہ تمہارے اعمال (کے اجر) میں کچھ کمی نہ کرے گا، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۴﴾ ایمان والے[1] تو وہی لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر (اپنے دین وایمان میں) شک نہ کیا اور اپنے مال اور اپنی جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی (ایمان کے دعوے میں) سچے ہیں ﴿۱۵﴾

کہ کوئی تم کو نہ مارے، قیدی نہ بنائے، تمہارے دلوں میں ایمان کی لذت وحلاوت ومحبت وتصدیق داخل نہیں ہوئی۔ اگر خدا اور رسول کی دل سے اطاعت کرو، کفر ونفاق سے توبہ کرو، ظاہر وباطن یکساں رکھو تو خدا تمہارے اعمالِ صالحہ کا تم کو ثواب دے گا، ناقص نہ کرے گا۔ خدا توبہ والوں کو بخشنے والا ہے اور رحمت والا ہے۔ محض زبانی اقرار جسکے ساتھ قلبی تصدیق نہ ہو معتبر نہیں، اس سے آدمی مومن نہیں ہوتا، اطاعت وفرمانبرداری اسلام کے لغوی معنی ہیں، اور شرعی معنی ہیں اسلام اور ایمان ایک ہیں، کوئی فرق نہیں۔

سچے مومن کون؟

[1] **شانِ نزول:** ان آیتوں میں فرمایا کہ حقیقی مومن وہ ہیں کہ جو صدق دل سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے، اور بعد اس کے کہ جب زبان سے اقرار کر چکے، دل میں شک نہیں کرتے، اور جان ومال کو بہت خلوص وعاجزی سے اللہ کی راہ پر صرف کرتے ہیں، کہ غازیوں کو نفقہ دیتے، اور ان کے لئے ہتھیار خریدتے، اور آپ اس جنگ میں شریک ہوتے ہیں۔ اور خوب جان توڑ کر ان سے مقابلہ کرتے ہیں، اور کسی سختی میں اپنی حالت کو نہیں بدلتے۔ یہی سچے ایماندار ہیں جو اپنے دعوئ ایمان میں راست گو وراست پسند ہیں۔

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع

ع ۲/۸ ۱۴

تم ۱؎ فرماؤ کیا تم اللہ کو اپنا دین بتاتے ہو اور اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ﴿۱۶﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) ۲؎ وہ تم پر مسلمان ہونے کا احسان جتاتے ہیں، تم فرماؤ: ''اپنے اسلام لانے کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان لانے کی ہدایت دی، اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو'' ﴿۱۷﴾ بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کے سب غیب جانتا ہے اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ﴿۱۸﴾

ظاہری ایمان لانے والوں کا ذکر

۱؎ **شان نزول:** جب اوپر کی آیت نازل ہوئی تو اعراب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے قسمیں کھائیں کہ ہم مومن مخلص ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے کہہ دو جو دنیاوی غرض سے ایمان لائے ہیں کہ کیا تم خدا کو دھوکہ دینا چاہتے ہو۔ اپنے مذہب کا حال خلافِ واقع اس کو بتانا چاہتے ہو، حالانکہ آسمان و زمین میں جتنی چیزیں ہیں، ان میں سے کوئی چیز اللہ کے علم سے باہر نہیں ہے۔ پھر تم لوگ جو اپنی دینداری کا حال اللہ کو جتلاتے ہو، تو تمہاری زبانی باتوں کی اور دل کے بھید کی اس کو سب خبر ہے۔

ایمان کی دولت اللہ کا احسان ہے

۲؎ **شان نزول:** اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ تم پر اپنے اپنے اسلام لانے کو جتلاتے ہیں، تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم اسلام لاؤ کہ جس میں سراسر تمہارا ہی نفع ہے۔ جب تم ایمان کا دعویٰ کرتے ہو تو پھر احسان کیا جتلاتے ہو، اگر تم سچے ہو کہ سچے مسلمان ہو، تب تم پر خدا کا احسان ہے کہ اس نے تم کو ہدایت کی ہے، ایمان کی طرف آنے کا راستہ دیا، اور دولت اسلام سے سرفراز کیا۔ تم کو ممنون ہونا چاہیے شکر بجالانا چاہیے کہ خدا نے اپنی رحمت سے راہ ہدایت دکھائی، نہ کہ اُلٹا اسلام لانے کا احسان جتلاؤ۔ مگر بات یہ ہے کہ تم ایمان والے نہیں فقط ظاہری مسلمان ہو، اس لئے احسان جتلاتے ہو، اوپری دل کا کوئی نیک کام بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں ہے۔ اور دلی ارادہ اور اوپری دل کے لوگوں کے سب کام اللہ کی نظر میں ہیں۔ اللہ آسمان و زمین کے سب غیب جانتا ہے، اور اللہ وہ بھی جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو۔ تمہارے نفاق کی اس کو خبر ہے سزا دے گا اگر توبہ نہ کرو گے۔

ایاتھا ۴۵ ۵۰ سُوْرَۃُ قٓ مَکِّیَّۃٌ ۳۴ رکوعاتھا ۳

سورۂ ق مکہ میں نازل ہوئی، اس میں پینتالیس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ ﴿۱﴾ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَہُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْہُمْ فَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ ہٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ ﴿۲﴾

قٓ ؎۱ قسم ہے عزت والے قرآن کی ﴿۱﴾ کہ تم خدا کے پیغمبر ہو۔ (کفار ایمان نہیں لائے) بلکہ کافروں نے تعجب کیا کہ انکے پاس انکی قوم میں کا ایک ڈرسنانیوالا (رسول) تشریف لایا۔ پس کافروں نے کہا کہ یہ تو عجیب بات ہے ﴿۲﴾

خواص سورہ ق: اس سورت کو پڑھ کر پانی پر دم کر کے بچوں کو پلاویں ان شاء اللہ دانت آسانی سے نکلیں گے۔ اس سورت کو لکھ کر مینہ کے پانی سے دھو کر پلائیں تو ان شاء اللہ دردِ شکم دور ہو جائے گا۔ اس سورت کو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک برابر پڑھے ان شاء اللہ وقت مرنے کے سکرات موت آسان ہوگی اور قبر میں روشنی ہو اور بہشت میں جگہ ملے۔

؎۱ مشرکین مکہ یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی فرشتہ آن کر محمد رسول اللہ ﷺ کے رسول ہونے کی اور اللہ کا کلام ہونے کی تصدیق کردے گا تو ہم مان لیں گے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا کہ قسم ہے قرآن کی جو نہایت بزرگی و کرامت و شرافت والا ہے، کہ تم خدا کے رسول ہو۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ کفار ایمان نہیں لائے، اور اس قرآن کی بزرگی اور عظمت وشان کا کیا کہنا جس نے آکر کفر و شرک کو منسوخ کر دیا، اور اپنی اعجازی قوت اور لامحدود اسرار و معارف سے دنیا کو محو حیرت بنا دیا۔ یہی بزرگی والا قرآن بذات خود شاہد ہے کہ اسکے اندر کوئی نقص و عیب نہیں، لیکن منکرین پھر بھی رسول اور قرآن کو قبول نہیں کرتے۔ اس لئے نہیں کہ ان کے پاس اس کے خلاف کوئی حجت و برہان ہے، بلکہ محض اپنے جہل وحماقت سے اس پر تعجب کرتے ہیں کہ ان ہی کے خاندان اور نسل کا ان کی طرف رسول ہو کر آئے، اور بڑا بن کر سب کو نصیحتیں کرنے لگے، حالانکہ جس کی عدالت و امانت اور صدق و راست بازی کو وہ خوب جانتے ہیں، اور یہ بھی ان کے دل نشین ہے کہ ایسے صفات کا شخص سچا ناصح ہوتا ہے۔ باوجود اس کے آنحضرت ﷺ کی نبوت سے تعجب و انکار کرنا قابلِ حیرت ہے۔ آگے فرمایا کہ جب قیامت کا ذکر ہوتا ہے۔ تو تم مرے بعد زندہ ہو گے تو مشرکین تعجب کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ بات بھی ایسی عجیب کہی جسے کوئی باور نہ کر سکے۔ بھلا جب ہم مر کر مٹی وہ گئے' کیا پھر زندگی کی طرف واپس کئے جائیں گے۔ یہ واپسی تو عقل سے بہت دور اور امکانِ عادت سے بالکل بعید ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ گویہ اس کو بعید سمجھیں اور نہ مانیں مگر ہماری قدرت کے سامنے

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۝٣ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝٤ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝٥ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝٦

کیا جب ہم مر جائیں گے اور خاک ہو جائیں گے پھر دوبارہ زندہ ہوں گے۔ یہ دوبارہ زندہ ہونا عقل سے بعید ہے ۳ بیشک ہم جانتے ہیں جو کچھ زمین ان (کے جسم کے حصہ) میں سے گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس ایک یادر کھنے والی کتاب (میں محفوظ) ہے ۴ انہوں نے حق کو جھٹلایا جبکہ وہ ان کے پاس آیا۔ پس لے وہ لوگ (قرآن اور پیغمبر کے بارے میں) ایک مضطرب حالت میں ہیں ۵ پھر کیا انہوں نے آسمان کی طرف نہیں دیکھا جو ان کے اوپر ہے کہ ہم نے اسے کس طرح بنایا اور (ستاروں سے) اس کو زینت دی اور اس میں کوئی شگاف (یعنی عیب) نہیں ہے ۶

بہت ہی نزدیک اور سہل ہے، جب یہ مر جاتے ہیں اور زمین میں ان کے جسم کے جو حصے گوشت پوست ہڈیاں وغیرہ سب پراگندہ ہو جاتے ہیں، زمین کھا جاتی ہے۔ ان میں سے کوئی چیز ہم سے چھپی نہیں تو ہم ان کو ویسے ہی زندہ کرنے پر قادر ہیں جیسے کہ وہ پہلے تھے۔ اور ہمارے پاس کتاب یعنی لوح محفوظ ہے اس میں موت حیات، قبر قیامت اور جو کچھ ان میں سے زمین نے کھایا، سب کا حال لکھا ہے۔ ان کافروں نے حق و یقین کی اور خدا اور رسول کی، اور قرآن کی ایسے وقت میں تکذیب کی، جب وہ ظاہر و ثابت ہو گیا۔ شک و شبہ کا موقع نہ رہا، وہ اپنے شبہ میں پڑ کر مختلف خیالات پکار رہے ہیں، اور ضلالت میں پڑے ہیں۔ کبھی آنحضرت ﷺ کو شاعر، کبھی ساحر، کبھی کاہن، اور اسی طرح قرآن پاک کو شعر و سحر و کہانت کہتے ہیں، کسی ایک بات پر قرار نہیں۔

صفات باری تعالیٰ

لے کفار قدرتِ الٰہی میں شک رکھتے ہیں۔ کیا انہوں نے اس کے کارخانہ قدرت نہیں دیکھے، کیا انہوں نے اپنے سروں پر آسمان نہیں دیکھا، یہ نہیں سوچا کہ ہم نے اس کو کس حکمت سے مضبوط و مستحکم بغیر ستون کے بنایا، اور رات کو جب اس پر ستاروں کی قندیل اور جھاڑ فانوس روشن ہوتے ہیں، تو کس قدر پُر رونق اور خوبصورت نظر آتا ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں برس گزر گئے، نہ اس چھت میں کہیں سوراخ ہوا، نہ کوئی کنگرہ گرا نہ پلاسٹر ٹوٹا، نہ رنگ خراب ہوا، آخر کون سا ہاتھ ہے۔ جس نے یہ مخلوق بنائی، اور بنا کر اس کی حفاظت کی۔ پھر فرمایا کہ زمین کو نہیں دیکھتے پانی پر اس کو کس قدرت کاملہ سے پھیلایا، اور اس کے ثابت و مضبوط قائم رکھنے کے لئے اس پر پہاڑوں کو مثل میخوں کے بنایا۔ اس میں انواع و اقسام کے درخت، میوے تر و تازہ، خوبصورت خوش نما خوش منظر پیدا کئے کہ یہ لوگ عبرت پکڑیں، اور دیکھ کر خدا کو یاد کریں۔ مصنوعاتِ الٰہیہ میں فکر و تامل کریں۔

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِىَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۙ﴿۷﴾ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴿۸﴾ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۙ﴿۹﴾ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۙ﴿۱۰﴾ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ﴿۱۱﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ۙ﴿۱۲﴾

اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کے لنگر ڈالے اور اس میں ہم نے ہر قسم کی بارونق چیزیں اگائیں ﴿۷﴾ تاکہ تم کو بصیرت ہو اور نصیحت ہے بندے رجوع ہونے والے کے لئے ﴿۸﴾ اور ہم نے آسمان سے برکت (یعنی نفع) والا پانی اتارا، پھر اس سے ہم نے باغ اگائے اور اناج کہ کاٹا جاتا ہے ﴿۹﴾ اور کھجور کے لمبے لمبے درخت جس میں تہ بہ تہ خوشے (لگتے) ہیں ﴿۱۰﴾ بندوں کے رزق دینے کے لئے (پیدا کئے) اور ہم نے اس (بارش) کے ذریعہ سے مردہ (یعنی خشک) شہر کو زندہ (یعنی سرسبز)، کیا اسی طرح (تمہیں بھی) قبروں سے نکلنا ہوگا ﴿۱۱﴾ ان سے [۱] پہلے قوم نوح نے جھٹلایا اور رس والوں نے اور ثمود نے ﴿۱۲﴾

ان چیزوں میں ہر بندہ کو جو خدا کی طرف رجوع لاتا ہے، اس کے لیے آسمان و زمین کی تخلیق و تنظیم میں دانائی و بینائی کے کتنے سامان ہیں۔ جن میں ادنیٰ غور کرنے سے صحیح حقیقت تک پہنچ سکتا ہے، اور بھولے ہوئے سبق اس کو یاد آسکتے ہیں۔ پھر خدا جانے ایسی روشن نشانیوں کی موجودگی میں بھی لوگ کیونکر حق کو جھٹلانے کی جرأت کرتے ہیں پھر فرمایا کہ ہم نے آسمان سے مینہ برسایا، برکت والا نفع اور خیر اور رحمت اور زندگی والا، پھر اس سے طرح طرح کے باغات اور کھیتیاں اُگائیں، اور وہ دانے جن کو آدمی کاٹتے اور جمع کرتے ہیں، گیہوں، جو، چنا وغیرہ اور بڑے بڑے کھجور کے درخت پیدا کیے، جن کے خوشے عمدہ خوبصورت تہ بہ تہ دانوں والے ہیں۔ یہ چیزیں ہم نے اپنے بندوں کے لئے روزی بنا کر اُتاری ہیں، اور بذریعہ بارش ان کو پیدا کیا ہے۔ اور مُردہ خشک ویران جنگلوں اور شہروں کو مینہ سے دم بھر میں زندہ کیا۔ جب اتنے اتنے تغیر ہمارے نزدیک کوئی مشکل کام نہیں پھر قیامت کیا ہے۔ آخر ساری زمین مُردہ کو بارش سے جلا دیتے ہیں، اسی طرح قبروں سے آدمیوں کو نکال دیں گے۔

رسولوں کے جھٹلانے والوں کا انجام

[۱] کفار مکہ نے حشر اور آنحضرت ﷺ کی نبوت کا جو انکار کیا تھا جس کا اوپر کی آیت میں ذکر تھا۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ

وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿۱۳﴾ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ

اور عاد نے اور فرعون نے اور لوط کے ہم قوموں نے ﴿۱۳﴾ اور بن کے رہنے والوں نے اور تبع کی قوم نے، ان سب نے (اپنے اپنے) رسولوں کو جھٹلایا پس میرے عذاب کا وعدہ ان پر ثابت ہوگیا ﴿۱۴﴾ پس کیا ہم پہلی بار (مخلوقات کو) پیدا کر کے تھک گئے؟ بلکہ وہ لوگ نئی پیدائش سے شبہہ میں ہیں ﴿۱۵﴾ اور [۱] بیشک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم اس کا نفس جو وسوسہ پیدا کرتا ہے ہم جانتے ہیں۔

نے اپنے رسول کی یہ تسکین فرمائی کہ جیسے تمہاری تکذیب یہ کافر کرتے ہیں، اور قیامت کو نہیں مانتے، یوں ہی ان سے پہلے جو کافر گزرے انہوں نے اپنے اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے نوح کو جھٹلایا۔ اصحاب رس نے اپنے پیغمبر کو جھٹلایا۔ ثمود نے صالح کو، عاد نے ہود کو، فرعون اور اس کی قوم نے موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کو، قوم لوط نے لوط علیہ السلام کو، اصحاب الایکہ نے شعیب علیہ السلام کو، اور قوم تبع نے اپنے رسول کو۔ اے محبوب ﷺ ان سب قوموں نے اپنے اپنے رسولوں کو جھٹلایا، حکم الٰہی نہ مانا، جیسا ان لوگوں نے کیا ویسا پایا، کہ آخر کو سب طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوگئے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئیں گے تو وہی نتیجہ ان کا ہوگا۔ پھر فرمایا کہ ہم نے لاکھوں گروہیں پیدا کیں، لاکھوں ماریں، پھر جب ہم نے اپنی قدرت سے اپنی حکمت سے ایک بار پیدا کیا، تو اب پھر دوبارہ زندہ کر دینا کون سا دشوار ہے، ہر کام کا پہلے پہل کرنا مشکل ہوتا ہے بغیر کسی نمونہ کے۔ جب ایک دفعہ سب عالم کو پیدا کر دیا تو پھر اسی نمونہ پر انسان دوبارہ پیدا کرنا عقل سے بعید نہیں ہے۔ پھر قیامت لانا کیا مشکل ہے، بلکہ یہ کفار خواہ مخواہ دوبارہ زندہ ہونے کے بارہ میں شک وشبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور نئی زندگی کا ان کو یقین نہیں آتا۔ خاکی انسان تو اپنی اصلی مادہ خاک سے ہی دوبارہ پیدا کیا جائے گا، جس صاحب قدرت نے عصا یعنی لکڑی سے سانپ کو، اور پتھر سے اونٹنی کو، پانی یعنی نطفہ سے انسان کو پیدا کر دیا، اس کی قدرت سے یہ کیا بعید ہے کہ خاک سے خاکی انسان کو دوبارہ پیدا کر دے۔

[۱] اوپر کی آیتوں میں ذکر تھا کہ انسان کے مرجانے کے بعد جنگل میں، دریا میں، جہاں کہیں اس کی خاک ہوگی، اللہ تعالیٰ کے علم سے کسی جگہ کی خاک باہر نہیں ہے۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ خاک تو ظاہر آنکھوں سے نظر آتی ہوئی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم تو

وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ﴿۱۶﴾ اِذْ یَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ ﴿۱۷﴾ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ﴿۱۸﴾ وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِیْدُ ﴿۱۹﴾ وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ یَوْمُ الْوَعِیْدِ ﴿۲۰﴾

اور ہم اس کی جان کی رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں ﴿۱۶﴾ جب اس سے لیتے ہیں دو (فرشتے) لینے والے (یعنی اعمال لکھنے والے) ایک داہنی طرف بیٹھا ہے اور ایک بائیں طرف ﴿۱۷﴾ کوئی بات آدمی زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک نگہبان (یعنی اعمال لکھنے والا) تیار نہ بیٹھا ہو ﴿۱۸﴾ اور (اس کو) موت کی سختی یقیناً (پیش) آئے گی (پھر اس سے کہا جائے گا کہ) یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا ﴿۱۹﴾ اور قیامت کے دن (دوبارہ) صور[۱] پھونکا جائے گا (تب کافروں سے کہا جائے گا کہ) عذاب کے وعدہ کا دن یہی ہے ﴿۲۰﴾

ایسا بڑا ہے کہ وہ انسان کے دل کے خطرہ تک کو جانتا ہے۔ اللہ کا علم اس کی قدرت آدمی کو گھیرے ہوئے ہے، ہر ہر ذرہ میں آدمی کے ہر رونگٹے میں جلوہ گر ہے، پھر اس سے بھاگ کر آدمی کہاں جائے گا۔ آگے فرمایا کہ بندہ خدا کو دور جانتا ہے، خیال کرتا ہے کہ اس کی بری باتوں کو کون دیکھے گا، کون پرسش کرے گا، حالانکہ خدا کے دو متوکل فرشتے ہر دم ساتھ ہیں۔ وہ جو کام کرتا ہے اچھا یا برا، وہ اس کو جھٹ پٹ لے کر دفتر نامہ اعمال میں لکھ لیتے ہیں۔ ایک سیدھی طرف سے ایک اُلٹی طرف سے برابر بیٹھا ہوا اپنا کام انجام دے رہا ہے۔ آدمی اپنے منہ سے کوئی کلمہ نکالتا خواہ اچھا ہو خواہ بُرا، ادھر منہ سے بات نکلی ادھر درج نامہ اعمال ہوئی، اور فرمایا کہ دنیا میں آدمی نہیں دیکھتا اور وہ آدمی سے باتیں نہیں کرتے، مگر جب موت کی سکرات آئے گی اور روح نکلنے لگے گی، اور جو کچھ سعادت یا شقاوت ہونی ہوگی ثابت و مستحق ہو جائے گی۔ یعنی خاتم بالخیر یا انجام بد، اس وقت آدمی ان کو دیکھے گا اور وہ کہیں گے کہ اے فرزند آدم! دنیا میں تو اس دن سے بہت بھاگتا تھا، اور موت سے بہت ڈرتا تھا، ناگواری ظاہر کرتا تھا مگر وہ آج آہی گئی۔

نیک و بد کا انجام

[۱] جب صور پھکے گا، قیامت قائم ہوگی، سب مجمع حشر میں اکٹھے ہوں گے، تو وہ دن سزا جزا کا ہوگا۔ اولین و آخرین سب جمع ہوں گے۔ وہ دن جس کی خبر دہشت ناک سنائی گئی ہے۔ ظاہر ہوگا یعنی روز جزا ہر آدمی زندہ ہوگا۔ اسکے ساتھ ایک فرشتہ ہوگا، جو اس کو لے جا کر دربار رب العزت میں کھڑا کرے گا، اور دوسرا اعمال نامہ کیلئے ہوگا جس میں اس کی زندگی کے سب احوال

وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿۲۱﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿۲۲﴾

اور ہر شخص اسی طرح (میدان حشر میں) آوے گا کہ اس کے ہمراہ ایک (فرشتہ اس کو) ہانکنے والا اور ایک اس کے اعمال کا) گواہی دینے والا ہوگا ﴿۲۱﴾ (اور کافروں سے کہا جاوے گا کہ) بیشک تو اس معاملہ سے (دنیا میں) غفلت میں تھا۔ پس ہم نے تیرا پردہ (دل اور کانوں اور آنکھوں کا) اٹھا دیا سو آج تیری نگاہ تیز ہے ﴿۲۲﴾

درج ہوں گے۔ اس وقت کہا جائے گا کہ دنیا کے مزوں میں پڑ کر تو آج کے دن سے بے خبر تھا، اور تیری آنکھوں کے سامنے شہوات و خواہشات کا اندھیرا چھایا ہوا تھا، رسول جو سمجھاتے تھے تجھے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا، آج ہم نے تیری آنکھ سے وہ پردہ ہٹا دیا اور نگاہ خوب تیز کر دی، اب دیکھ لے جو باتیں کہی گئی تھیں صحیح ہیں یا غلط۔ اور جتنے اعمال بد یا نیک کئے ہیں وہ سب پیش نظر ہیں۔ آج تجھ کو سب نظر آتا ہے جتنی باتوں کو نہ مانتا تھا آج تو سب کو مانتا ہے، اور ظاہر ظہور دیکھتا ہے دنیا میں مانتا تو فائدہ ہوتا۔ جب وہ دربار میں حاضر ہوگا تو اس کا ہم نشین فرشتہ اعمال نیک یا بد دفتر اعمال خدمت میں پیش کر کے کہے گا: ''پروردگار! یہ جس قدر اعمال اس بندہ کے میرے پاس حاضر ہیں یا یہ کہ اس بندہ کی طرف اشارہ ہے کہ اے رب! یہ وہ بندہ حاضر ہے جس پر تو نے مجھ کو دنیا میں مسلط کیا تھا، اس وقت اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کے جواب میں دوزخیوں کے اوصاف فرما کر حکم دے گا کہ ان اوصاف کے لوگوں کو جہنم میں جھونک دو۔ جو اللہ کو نہ مانتا تھا، سرکش نافرمان تھا، خود بھی ایمان سے متنفر، اوروں کو بھی منع کرنے والا، اپنے بھائی بندوں قرابت داروں کو اسلام سے روکنے والا، ظاہر بدکار حد سے گزرنے والا، خدا پر افترا اُٹھانے والا، شک و شبہ میں گرفتار، اور وہ جو خدا کے ساتھ بتوں وغیرہ کو شریک ثابت کرتا تھا، تو ایسے کم بخت کافر کو پکڑ کر ہزار ذلت، شدید غلیظ دردناک عذاب میں ڈالو۔ جب کافر کو دوزخ کا حکم ہوگا تو کافر کہے گا کہ مجھ کو شیطان نے بہکا دیا تھا۔ تب شیطان کہے گا کہ میں نے کچھ بھی گمراہ نہیں کیا۔ میری کوئی زبردستی اس پر نہ چلتی تھی، ذرا شہ دی تھی کہ یہ کم بخت خود گمراہ ہو کر نجات و صلاح کے راستے سے دور جا پڑا۔ شیطان یہ کہہ کر اپنا جرم ہلکا کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج میرے روبرو فضول جھگڑا نہ پھیلاؤ، اب جھوٹے حیلے حوالے بہانے ظاہر کرنے سے کیا فائدہ۔ دنیا میں کیوں اسلام نہ لائے، میں نے تو سب کو نیک و بد سے آگاہ کر دیا تھا، اور میرے رسول نے تم کو اس دن سے ڈرایا تھا، اب ہر ایک کو اسکے جرم کے موافق سزا ملے گی۔ جو گمراہ ہوا اور جس نے گمراہ کیا، سب اپنی حرکتوں کا خمیازہ بھگتیں گے، اور میں بندوں پر ظالم نہیں کہ خواہ مخواہ بے گناہ ان کو پکڑ لوں، بلکہ جو کچھ فیصلہ ہوگا عین حکمت اور انصاف سے ہوگا۔ جس نے جو کیا ہوگا پائے گا، اور میری بات نہیں بدلتی، یعنی کافر نہیں بخشا جاتا، اب کئی بار عذر کرنے حیلے ڈھونڈنے سے کیا نتیجہ ہو سکتا ہے۔

وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿٢٣﴾ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿٢٤﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ﴿٢٥﴾ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿٢٦﴾ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَا اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿٢٧﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿٢٨﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿٢٩﴾ يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿٣٠﴾

اور (وہ فرشتہ جو) اس کے (اعمال لکھنے والا) ہم نشین تھا کہے گا: "یہ ہے (اس کا اعمال نامہ) جو میرے پاس حاضر ہے" ﴿۲۳﴾ حکم ہوگا کہ (اے فرشتو) تم دونوں جہنم میں ہر بڑے ناشکرے ہٹ دھرم کو ڈال دو ﴿۲۴﴾ جو بھلائی سے بہت روکنے والا حد سے بڑھنے والا (دین میں) شک کرنے والا ہے ﴿۲۵﴾ جس نے خدا کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہرایا تو تم دونوں اسے سخت عذاب میں ڈالو ﴿۲۶﴾ اس کا ساتھی (شیطان) کہے گا: "اے میرے پروردگار! میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا ولیکن یہ خود ہی دور کی گمراہی میں تھا" ﴿۲۷﴾ فرمائے گا: "میرے سامنے نہ جھگڑو اور تمہیں پہلے ہی میں اپنی کتابوں اور اپنے رسول کے ذریعہ) تمہارے پاس وعدہ عذاب بھیج چکا تھا ﴿۲۸﴾ میرے ہاں بات بدلتی نہیں اور نہ میں بندوں پر ظلم کروں" ﴿۲۹﴾ جس [۱] دن کہ ہم دوزخ سے کہیں گے: "کیا تو بھر گئی" اور وہ عرض کرے گی کہ کچھ اور زیادہ ہے ﴿۳۰﴾

[۱] ان آیتوں میں فرمایا کہ بروز قیامت، ہم کافروں کو دوزخ میں ڈال چکیں گے تو دوزخ سے پوچھیں گے کہ کیا تو بھر گئی، اور وہ جواب میں کہے گی کہ اور بھی جو کافر ہوں وہ بھی سہی۔ برابر "لاؤ لاؤ" کہے گی، اور دریافت کرے گی کہ کافروں میں اور بھی کوئی رہا نہیں، اگر رہا ہو تو لاؤ، یہاں تک دوزخیوں کا حال بیان ہوا۔ اب جنتیوں کا حال ذکر کرتا ہے کہ جس طرح اہلِ دوزخ کے دکھانے کے لئے دوزخ کو محشر کے میدان میں لایا جائے گا، اسی طرح عرش معلّٰی کی دائیں طرف کی جگہ محشر کے میدان کے سامنے کردی جائے گی۔ جس سے اہلِ جنت میدان محشر میں سے جنت کو دیکھ لیں گے۔ اور ان سے کہا جائے گا، جنہوں نے دنیا میں خدا کو یاد رکھا، اور گناہوں سے محفوظ ہو کر اس کی طرف رجوع ہوئے اور بے دیکھے اس کے قہر وجلال سے ڈرے، اور ایک پاک وصاف رجوع ہونے والا دل لے کر حاضر ہوئے، اس جنت کا وعدہ ایسے لوگوں سے دنیا میں رسولوں کی

وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ غَیْرَ بَعِیْدٍ ﴿۳۱﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِیْظٍ ﴿۳۲﴾ مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبِ ﴿۳۳﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ فِیْهَا وَ لَدَیْنَا مَزِیْدٌ ﴿۳۵﴾ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِی الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِیْصٍ ﴿۳۶﴾

اور جنت پرہیزگاروں کے لئے نزدیک کردی جائے گی کہ ان سے کچھ دور نہ ہوگی (۳۱) ہم کہیں گے یہ ہے وہ کہ جس کا تم سے (رسولوں کی معرفت دنیا میں) وعدہ دیا جاتا تھا ہر رجوع لانے والے (احکام شرعیہ) کی نگہداشت والے کے لئے (۳۲) جو خدا سے بے دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع ہونے والا دل لایا (۳۳) ہم ان لوگوں سے کہیں گے تم سلامتی سے جنت میں داخل ہو جاؤ یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے (۳۴) ان کے لئے اس میں جو چاہیں (موجود ہے) اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے (۳۵) اور ہم ان (کفار) سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جو قوت میں ان سے (کہیں) زیادہ تھیں، پھر (جب ہمارا عذاب ان پر آیا تو) تمام شہروں میں تلاش کیا کہ کوئی (موت اور حکم الٰہی سے) بھاگنے کی جگہ ہے (مگر کہیں پناہ نہ ملی) (۳۶)

معرفت کیا گیا تھا۔ وقت آگیا ہے کہ سلامت و عافیت کے ساتھ اس میں داخل ہو، اور خوش ہو کہ یہ وہ دن ہے کہ نہ تمہیں عذاب ہو، نہ تمہاری نعمتیں زائل ہوں، اب نہ فنا ہے نہ موت، اور جو جو چاہیں گے وہ ملے گا، اور اس کے علاوہ وہ نعمتیں ملیں گی جو ان کے خیال میں بھی نہیں۔

لہ دوزخ کے عذاب کے ذکر کے بعد دنیا کے عذاب سے ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو ڈرایا ہے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب کچھ قیامت پر ہی موقوف نہیں ہے۔ دنیا کے طرح طرح کے عذابوں سے ہزاروں گروہ زمانہ ہائے گزشتہ میں ہلاک کر ڈالیں، جو ان سے طاقت، عزت، شوکت، اسباب و ہمت میں بدرجہا زائد تھیں۔ پھر باوجود اس قوت و ثروت کے اللہ کے عذاب سے بچنے کا کوئی ٹھکانہ انہوں نے نہ پایا۔ حال کے لوگ بھی اگر اپنی سرکشی سے باز نہ آئیں گے تو ایک دن یہی نتیجہ ان کا ہوگا۔ پھر فرمایا ہر شخص صاحب عقل نصیحت کو، کان لگا کر سننے والے کو یہ پچھلی قوموں کی ہلاکت کے قصے سن کر بڑی عبرت پکڑنی چاہئے، اور مذہب اسلام کو کھیل کو د نہ جاننا چاہئے کہ کہیں یہی دن اس کے آگے نہ آئے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِیْدٌ ﴿۳۷﴾ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۖۗ وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ۚ وَ مِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَ اسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ ﴿۴۱﴾ۙ

بیشک اس (بیان) میں اس شخص کیلئے نصیحت ہے جو دل رکھتا ہو یا متوجہ ہو کر کان لگائے ﴿۳۷﴾ اور [۱] بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا اور ہم کو کچھ تکان نہ ہوئی ﴿۳۸﴾ پس جو کچھ (کافر) کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اسکی پاکی بیان کرو آفتاب چمکنے سے پہلے (یعنی صبح کی نماز) اور آفتاب ڈوبنے سے پہلے (یعنی ظہر و عصر) ﴿۳۹﴾ اور کچھ رات کے وقتوں میں (یعنی مغرب اور عشاء) اس کی تسبیح کرو اور نمازوں کے بعد بھی ﴿۴۰﴾ اور کان لگا کر سنو [۲] جس دن پکارنے والا قریب جگہ سے پکارے گا ﴿۴۱﴾

---

[۱] **شان نزول**: یہ آیت یہود کے رد میں نازل ہوئی جو یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور ان کے درمیانی کائنات کو چھ روز میں بنایا، جن میں سے پہلا اتوار ہے پچھلا جمعہ، پھر وہ معاذ اللہ تھک گیا اور ہفتہ کو اس نے عرش پر لیٹ کر آرام لیا، اس آیت میں ان کا رد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ تھکے۔ وہ قادر ہے کہ ایک آن میں سارا عالم بنا دے۔ ہر چیز کو حسب اقتضائے حکمت ہستی عطا فرماتا ہے، شان الٰہی میں یہود کا یہ کلمہ آنحضرت ﷺ کو بہت ناگوار ہوا، اور شدت غضب سے چہرۂ مبارک پر سرخی نمودار ہوگئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسکین فرمائی اور یہ آیت نازل فرمائی۔

قرب قیامت کی پکار

[۲] اے محبوب ﷺ اس دن کا حال سنو جس دن پکارنے والا مکانِ قریب سے پکارے گا، اور اس دن ان کفار کو سزا ملے گی یعنی بروز قیامت۔ اکثر مفسرین نے مکانِ قریب کی تفسیر بیت المقدس کے اس پتھر کی کی ہے جو زمین سے بارہ میل کے قریب اونچا اور آسمان سے اسی قدر قریب ہے۔ ان کا قول ہے کہ اس پتھر پر کھڑے ہو کر حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے،

يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿۴۴﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿۴۵﴾ ع

جس دن ایک سخت آواز سب لوگ بالیقین سن لیں گے۔ یہی دن (قبروں سے زندہ ہوکر) نکلنے کا ہے ﴿۴۲﴾ بیشک ہم جلاتے ہیں اور ہم مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف (سب کو) لوٹنا ہے ﴿۴۳﴾ جس دن زمین میں ان پر سے پھٹ جائے گی، (اور یہ قبروں سے زندہ ہوکر) دوڑتے ہوئے نکلیں گے، یہ اٹھانا ہم پر آسان ہے ﴿۴۴﴾ ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ کہ (کفار) کہتے ہیں اور تم ان پر کچھ جبر کرنے والے نہیں، پس تم قرآن سے اس شخص کو نصیحت کرو جو میرے وعدہ عذاب سے ڈرتا ہو ﴿۴۵﴾

سب مردوں کو آواز دیں گے کہ اے گلی ہوئی ہڈیو! بکھرے ہوئے جوڑو، ریزہ ریزہ شدہ گوشتو! پراگندہ بالو! اللہ تعالیٰ تمہیں فیصلہ کیلئے جمع ہونے کا حکم دیتا ہے۔ آگے فرمایا کہ حشر کی جن باتوں کو آج یہ لوگ جھٹلا رہے ہیں، صور کی آواز سنتے ہی ان باتوں کا برحق ہونا ان کو معلوم ہوجائے گا۔ کیونکہ وہی دن قبروں سے نکلنے کا ہے۔ پھر حشر کی دلیل کے طور پر فرمایا کہ انسان کا نیست سے ہست ہونا، اور پھر پوری عمر ہوجانے کے بعد اس کا مرجانا، یہ تو سب کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس سے یہ نکلتا ہے کہ مرنے کے بعد جزا وسزا کیلئے انسان کو پھر جلایا جائے گا، تا کہ دنیا کا پیدا کرنا ٹھکانے سے لگے۔ اور جس نے پانی یعنی نطفہ سے رحم جیسی تنگ جگہ میں انسان کا پتلا بنا کر اس میں روح پھونک دی، اس کو خاک سے انسان کا دوبارہ پتلا بنانا کچھ مشکل ہے۔ نہ اس پتلے میں روح کا پھونکنا کچھ مشکل ہے، چنانچہ صور کی آواز سنتے ہی جب فوراً قبروں سے نکل کر ٹڈیوں کی طرح میدانِ محشر کی طرف یہ لوگ دوڑیں گے، تو ان کو خود معلوم ہوجائے گا کہ جس کام کو یہ لوگ مشکل سمجھتے تھے وہ اس صاحب قدرت کے نزدیک کس قدر آسان تھا۔ فرمایا: "اے محبوب ﷺ! تم کو قرآن کو حشر کی باتوں کی جس طرح یہ لوگ جھٹلا رہے ہیں، وہ ہم کو سب معلوم ہے تم ان پر زبردستی مت کرو، وقت مقررہ پر ہم خود ان سے سمجھ لیں گے"۔ آخر آیت میں فرمایا کہ جن لوگوں کے دل میں حشر اور اللہ کے سامنے کھڑے ہونے، اور عقبیٰ کی باتوں کا خوف ہے، اے محبوب ﷺ! ایسے لوگوں کو قرآن کی آیتوں کے مضمون کے موافق نصیحت کردینی چاہیے، تا کہ اُمت کے جو لوگ نصیحت مانیں انکو نصیحت ماننے کا اجر عقبیٰ میں حاصل ہو، اب حضور کے بعد اُمت میں جن علماء نے حضور ﷺ کے اس طریقہ کو اختیار کیا ہے کہ لوگوں کو وعظ ونصیحت کرکے شریعت کی معروف باتوں کو لوگوں میں پھیلاتے ہیں، اور منکر باتوں کو لوگوں سے چھڑواتے ہیں، اور خود اپنی ذات پر شریعت کے پابند ہیں، ایسے علماء کو آنحضرت ﷺ نے انبیاء کا وارث فرمایا ہے۔

ایاتھا ۶۰ ۵۱ سُوْرَۃُ الذّٰرِیٰتِ مَکِّیَّۃٌ ۶۷ رکوعاتھا ۳

سورہ ذاریات مکہ میں نازل ہوئی، اس میں ساٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۙ﴿۱﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۙ﴿۳﴾

قسم ہے ۱؎ ان ہواؤں کی جو بکھیر کر اڑانے والیاں ہیں (۱) پھر ان بادلوں کی جو بوجھ (یعنی بارش کو) اٹھاتی ہیں (۲) پھر ان کشتیوں کی جو آہستہ چلتی ہیں (۳)

خواص سورہ ذاریات: اس سورت کو مریض کے پاس پڑھنے سے مرض میں تخفیف ہو جاتی ہے، اس سورت کو لکھ کر حاملہ عورت کے بوقت ولادت ران میں باندھے تو ان شاء اللہ ولادت آسان ہو، اور اس سورت کو بعد نماز عشاء ۷۵ بار پڑھے اور اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ تو ان شاء اللہ غنی ہو جائے، اور کاغذ پر لکھ کر مال میں رکھے تو اس میں خیر و برکت ہووے۔

عجائبات قدرت اور منکرین کی حالت اور انجام

۱؎ وَالذّٰرِيٰتِ، فَالْحٰمِلٰتِ، فَالْجٰرِيٰتِ، فَالْمُقَسِّمٰتِ یہ سب صفتیں ہیں۔ الذّٰرِيٰتِ وہ تیز ہوا ہے جو خاک اڑاتی پھرتی ہیں، ادھر ادھر دوڑتی ہیں اور شہروں کو برباد کر دیتی ہیں۔ مینہ سے پہلے بادلوں کو اکٹھا کرتی ہیں۔ فَالْحٰمِلٰتِ وہ بادل جو بھاری بوجھ لاکھوں من پانی کا اٹھائے ہوئے ہوا میں معلق پھرتے ہیں۔ فَالْجٰرِيٰتِ وہ کشتیاں جو مزے مزے سے آہستہ آہستہ دریا اور ندی نالوں میں ہزاروں من بوجھ سے چلتی ہیں، جن سے تجارت ہوتی ہے اور وہ ڈوبتی نہیں فَالْمُقَسِّمٰتِ وہ فرشتے جو تمام شہروں میں بارش و رزق وغیرہ کی تقسیم اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتے ہیں، یعنی جبرئیل میکائیل و اسرافیل عزرائیل علیہم السلام کہ یہ خلق پر موکل ہیں۔ اس قسم کے بعد یہ فرمایا کہ حشر اور اس دن کی جزا و سزا کا وعدہ جو اللہ کے رسول نے لوگوں سے کیا ہے وہ ایسا ایک سچا وعدہ ہے جس میں کچھ شک نہیں ہے، اور روز قیامت جس میں سب باتوں کا فیصلہ ہوگا، اچھی طری باتوں کی پاداش ملے گی، قصاص ہوگا، پھر آسمان کی قسم کھا کر فرمایا کہ یہ کفار قرآن کے جھٹلانے میں کوئی ٹھکانے کی بات نہیں کہتے۔ بے ٹھکانے کی باتیں بتاتے ہیں۔ کبھی حضور ﷺ کو ساحر کہتے ہیں، کبھی شاعر، کبھی کاہن، کبھی مجنون، اسی طرح قرآن کریم کو کبھی سحر بتاتے، کبھی کہانت، کبھی اگلوں کی داستانیں۔ سمجھدار کے لئے تو قرآن کریم میں وہ نصیحتیں ہیں کہ سوائے بدبخت ازلی کے اور سب پر ان نصیحتوں کا اثر پڑتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ دنیا کی پیدائش پر غور نہیں کرتے کہ جب سزا و جزا نہیں تو پھر آخر دنیا کا اتنا بڑا کارخانہ کس لئے پیدا کیا گیا ہے۔ بلکہ بجائے اس کام کی بات پر غور کرنے کے دنیا کے مال و متاع کی غفلت اور بھول میں پھنس کر حشر کے باب میں یہ لوگ طرح طرح کی اٹکلیں دوڑاتے ہیں کہ وہ سزا و جزا کا دن کب ہے، ایسے لوگوں پر خدا کی

فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۝۴ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝۵ وَّ اِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ ۝۶ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝۷ اِنَّكُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝۸ یُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۝۹ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝۱۰ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۝۱۱ یَسْــٴَـلُوْنَ اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ ۝۱۲ یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ یُفْتَنُوْنَ ۝۱۳ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ؕ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝۱۴ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ۝۱۵

پھر ان (فرشتوں) کی جو حکم کے موافق پانی و رزق (وغیرہ) تقسیم کرتے ہیں ۝۴ (اے لوگو!) بیشک جس بات کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے ۝۵ اور بیشک اعمال کی جزا ضرور ہونی ہے ۝۶ آرائش والے آسمان کی قسم! ۝۷ بیشک تم قول (یعنی پیغمبر اور قرآن کے بارے) میں باہم اختلاف رکھنے والے ہو ۝۸ اس قرآن سے وہی باز رکھا جاتا ہے جس کی قسمت ہی میں اوندھایا جانا ہے ۝۹ بے سند باتیں کرنے والے لعنت کیے گئے ۝۱۰ جو غفلت میں (آخرت کو) بھولے ہوئے ہیں ۝۱۱ پوچھتے ہیں کہ کب ہوگا انصاف کا دن (یعنی قیامت) ۝۱۲ کہہ دو اس دن ہوگا جس دن ان کو آگ میں عذاب کیا جائے گا ۝۱۳ اور ان سے ہم کہیں گے: "اس اپنی سزا کو چکھو، یہ ہے وہ (عذاب) جس کی تم جلدی (دنیا میں) کرتے تھے" ۝۱۴ بیشک (آج) پرہیزگار لوگ باغوں میں اور چشموں میں ہیں ۝۱۵

پھٹکار ہے، اور وہ اللہ کے علم ازلی میں دوزخی قرار پاچکے ہیں۔ اے محبوب ﷺ ایسے لوگوں کو اتنا ہی جواب دیدیا جائے کہ یہ سزا کا دن جب ہوگا کہ ایسے لوگ آگ میں جلیں گے، اور اللہ کے فرشتے ان کو ذلیل کرنے کے لئے یہ کہیں گے کہ مسخراپن سے جس عذاب کی دنیا میں تم لوگ جلدی کیا کرتے تھے، سو آج اس عذاب کا مزہ چکھو۔

اہل جنت کے اوصاف اور انعام

۱؎ اوپر اہل دوزخ کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں اہل جنت کا ذکر فرمایا کہ جو تقویٰ کرتے ہیں، خدا سے ڈرتے ہیں، کفر و شرک سے بچتے ہیں، وہ اس دن جنت کے عمدہ عمدہ باغوں میں ہوں گے۔ نہروں کے درمیان میں جلوس کریں گے، جن میں صاف صاف آب شیریں رواں ہوگا، اور انکے نیک عملوں کی جزا میں اللہ تعالیٰ نے جو بے حساب جنت کی نعمتیں ان کو عنایت فرمائیں، وہ انہوں نے بھر پائیں، اور وہ لوگ ان نعمتوں سے خوش اور راضی ہیں۔ یہ اس سبب سے کہ وہ پہلے دنیا میں محسن تھے،

اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِیْنَ ؕ﴿۱۶﴾ كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾ وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۙ﴿۲۰﴾ وَ فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾

انکے پروردگار نے انکو جو (اجر) عطا کیا ہے وہ اس کو (خوشی خوشی) لے رہے ہیں، بے شک وہ لوگ اس سے پہلے (یعنی دنیا میں) نیکو کار تھے ⑯ وہ لوگ رات کو (بسبب تہجد گزاری اور ذکر الٰہی کے) بہت کم سوتے تھے ⑰ اور وہ سحر کے وقت (ہم سے) بخشش مانگا کرتے تھے ⑱ اور ان کے مالوں میں مانگنے والے اور بے مانگنے والے کا حصہ مقرر تھا ⑲ اور یقین کرنیوالوں کیلئے زمین میں نشانیاں ہیں ⑳ اور خود تم میں بھی موجود ہیں، پس کیا تم نہیں دیکھتے ㉑

قول و فعل میں اخلاص و احسان برتتے تھے، وہ اللہ کی یاد میں رات تہجد، اور شب بیداری میں گزارتے تھے، اور راتوں کو کم سوتے تھے، اور شب کا پچھلا حصہ استغفار میں گزارتے تھے، اور اتنے سو جانے کو بھی تقصیر سمجھتے تھے۔ اور ان کے مال بند نہ رہتے تھے۔ بلکہ ان میں فقیروں محتاجوں مسکینوں کا حق بھی ہوتا تھا یعنی زکوٰۃ صدقہ خیرات دیتے تھے۔ اپنے مالوں میں فقیروں کا حق سمجھتے تھے۔ سائل تو وہ ہے جو اپنی حاجت کیلئے لوگوں سے سوال کرے۔ اور محروم وہ ہے جو باوجود تنگ دست ہونے کے لحاظ کے مارے کسی سے سوال نہ کرے۔ اوپر سے حشر کا جو ذکر تھا اب آگے اس سلسلہ کو پورا کرنے کیلئے فرمایا کہ جو صاحب قدرت آسمان سے مینہ برسا کر زمین سے مثلاً اناج کے دانے سے ہزاروں دانے' اور ایک میوے کی گٹھلی سے ہزاروں میوے کی چیزیں پیدا کرتا ہے، اور جس نے خلاف عقل ایک بوند پانی سے انسان کو پیدا کر کے بچہ سے بڑھاپے تک اس میں طرح طرح کے نمونے رکھے، جو خود تم میں اللہ کی قدرت و حکمت کی ہزاروں علامات بیّنات موجود ہیں، تم اپنے آپ میں کیوں غور نہیں کرتے اور اپنے آپ کو کیوں نہیں دیکھتے۔ خدا پر دلیل چاہتے ہو خود دلیل ہو، جو سب کی آنکھوں کے سامنے ہیں، یہ سب باتیں ایسے لوگوں کیلئے پوری حشر کی نشانیاں ہیں۔ پس اے لوگو! قسم ہے اللہ کی جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے کہ یہ بات حق ہے، ایسی یقینی ہے جس سے تمہارا بولنا یقین یعنی قیامت میں، اور صدق مذہب اسلام میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ یا مسلمانوں سے خطاب ہے کہ اے مسلمانو! جیسے وہ بات یقینی ہے جس کو تم ورد رکھتے ہو، یعنی کلمہ طیب، یوں ہی یہ بات بھی یقینی ہے کہ رزق آسمان میں ہر ایک شخص کا مقدر ہے، جو قسمت میں لکھا گیا اس سے نہ زائد ملے نہ کم ملے۔

وَ فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۰﴾

اور آسمان میں تم سب کا رزق ہے اور جس کا تم سے (آخرت کے ثواب وعذاب وغیرہ کا) وعدہ دیا جاتا ہے ﴿۲۲﴾ پس قسم ہے آسمان اور زمین کے پروردگار کی، بیشک یہ خبر سچی ہے اس کی مانند جو تم بولتے ہو ﴿۲۳﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم[1]) کیا تمہارے پاس ابراہیم (علیہ السلام) کے معزز مہمانوں کی خبر آئی ہے ﴿۲۴﴾ جب وہ (مہمان) اس کے پاس آئے پھر ابراہیم کو سلام کیا، ابراہیم نے بھی (جواب میں) کہا: "سلام" (ابراہیم نے دل میں کہا کہ یہ) اجنبی لوگ ہیں ﴿۲۵﴾ ابراہیم پھر اپنے گھر کی طرف چلے تو ایک فربہ بچھڑا بھنا ہوا لائے ﴿۲۶﴾ پھر اس کو ان کے پاس رکھ کر کہنے لگے: "تم کھاتے کیوں نہیں؟" ﴿۲۷﴾ جب نہ کھایا پس اپنے جی میں ان سے ڈرنے لگے، انہوں نے کہا: "ڈرو نہیں" اور انہوں نے ابراہیم کو ایک علم والے فرزند پیدا ہونے کی) بشارت دی ﴿۲۸﴾ پس ابراہیم کی بیوی (سارہ) تیز آواز سے آئیں پھر اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگیں (تعجب سے): "کیا بڑھیا بانجھ (جنے گی)" ﴿۲۹﴾ فرشتے کہنے لگے: "تمہارے پروردگار نے ایسا ہی فرمادیا ہے، بیشک وہ حکمت والا، جاننے والا ہے" ﴿۳۰﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی خوشخبری

[1] یہ قصہ سورۂ ہود اور سورۂ حجر میں مفصل گذر چکا ہے وہاں ملاحظہ فرمادیں۔

الجزء ۲۷

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾

ابراہیم نے لے فرمایا اے فرشتو! تم (یہاں) کس کام سے آئے ہو ﴿۳۱﴾ فرشتوں نے کہا بیشک ہم ایک مجرم قوم (یعنی قوم لوط) کی طرف بھیجے گئے ہیں ﴿۳۲﴾ ہم انکے سر پر مٹی کے پتھر (یعنی کنکر) برسائیں ﴿۳۳﴾ جو تمہارے پروردگار کے پاس حد سے بڑھنے والے لوگوں کیلئے نشان کئے ہوئے رکھے ہیں ﴿۳۴﴾ پس ہم نے اس بستی میں جو مسلمان تھے انکو نکال دیا ﴿۳۵﴾

نافرمانی کا انجام

لے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم ہوگیا کہ یہ اللہ کے فرشتے ہیں، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ کس کام کیلئے زمین پر تمہارا آنا ہوا ہے، خاص کر مطلب کیا ہے۔ فرشتوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو قوم لوط پر پتھر برسانے کے عذاب کیلئے بھیجا ہے، یہ قوم سرکش فاسق فاجر، مشرک گنہگار ہے۔ انہوں نے اعمالِ خبیثہ کر کے اپنے اوپر ہلاک و عذاب واجب کرلیا ہے۔ تفسیر سدی اور تفسیر حسن بصری میں لکھا ہے کہ ان کنکروں پر خدا کی طرف سے ایک مہر کی سی صورت تھی، جس سے وہ کنکر دنیا کے کنکروں سے الگ پہچانے جاتے تھے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ نشان کئے ہوئے کنکر تھے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے مختصر طور پر فقط کنکروں کے مینہ کا ذکر فرمایا ہے۔ سورۃ ہود میں گذر چکا ہے کہ پہلے ان لوگوں کے رہنے کی بستیاں اُلٹی گئیں، اور پھر یہ پتھروں کا مینہ برسا۔ قوم لوط کے چار لاکھ آدمی تھے جو اس عذاب الٰہی سے ایک دم میں ہلاک ہو گئے۔ آگے مفسرین نے اس وجہ سے فرمایا کہ انہوں نے اپنے عمل میں قناعت نہ کی کہ جو اُن پر مباح تھا، یعنی مرد اور عورت کی مباشرت کی حد سے بڑھ کر یہ لوگ لڑکوں سے بدفعلی کرتے تھے۔ اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ ماجرا سنا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت لوط علیہ السلام کا خیال آیا کہ ان کا اس ہنگامہ میں کیا حال ہوگا۔ فرشتوں نے کہا "اے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہم جب عذاب لائیں گے تو ان گاؤں شہروں کے جتنے آدمی مسلمان ہوں گے، ان سب کو نکال دیں گے"۔ اس قصہ کو مختصر طور پر فرمایا ہے، سورہ حجر میں گذر چکا ہے کہ حضرت لوط اور ان کے ساتھ کے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اس بلا سے بچا دیا۔ ہاں حضرت لوط علیہ السلام کے رشتہ داروں میں سے ان کی بیوی جو نافرمان لوگوں کی طرف دار تھی، وہ عذاب میں پکڑی گئی اور وہاں جو عذاب اُتارا تو تختہ تباہ کردیا۔ ایسا حال کردیا کہ آئندہ کو مدت تک عقل والوں، عبرت پکڑنے والوں، نصیحت سمجھنے والوں کو جو خدا کے عذاب الیم سے دنیا و آخرت میں ڈرتے ہیں، عبرت ہو جائے، پھر کوئی ایسا کام نہ کرے اور لوگ خدا کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾ وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۴۰﴾ وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿۴۲﴾ وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾

پس ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان (یعنی لوط) کا پایا ﴿۳۶﴾ اور ہم نے اس بستی میں (کافروں کو ہلاک کرنے کے بعد) نشانی باقی رکھی ان لوگوں کے لئے جو درد دینے والے عذاب سے ڈرتے ہیں ﴿۳۷﴾ اور [۱] موسیٰ کے قصہ میں بھی نشانی ہے جب ہم نے ان کو فرعون کی طرف روشن دلیل (یعنی معجزہ) کے ساتھ بھیجا ﴿۳۸﴾ تو وہ اپنے لشکر سمیت (ایمان لانے سے) پھر گیا اور کہنے لگا کہ یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے ﴿۳۹﴾ پس ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں ڈال دیا (یعنی غرق کر دیا) اور وہ (اس حال میں) اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا (کہ کیوں موسیٰ پر ایمان نہ لایا) ﴿۴۰﴾ اور عاد کے قصوں میں (بھی) نشانی ہے جبکہ ہم نے ان پر بے نفع آندھی (یعنی ہلاک کرنے والی ہوا) بھیجی ﴿۴۱﴾ جس چیز پر گزرتی اسے گلی ہوئی چیز کی طرح کر کے چھوڑتی ﴿۴۲﴾ اور ثمود (کے قصہ) میں نشانیاں ہیں جب کہ ان کو کہا گیا کہ ایک وقت تک (یعنی موت تک دنیا میں) چین کر لو ﴿۴۳﴾ پس (اس ڈرانے پر بھی) ان لوگوں نے اپنے پروردگار کے حکم (ماننے) سے سرکشی کی پھر تو ان کو سخت آواز (کے عذاب) نے پکڑا اور وہ (اس عذاب کو) دیکھ رہے تھے ﴿۴۴﴾

[۱] اوپر قوم لوط کی ہلاکت اور اس قصہ سے عبرت پکڑنے کا ذکر تھا، ان آیتوں میں فرمایا کہ فرعون، عاد، ثمود اور قوم نوح کے قصے جو چند سورتوں میں تفصیل سے گذر چکے ہیں یہ سب عبرت کے قابل ہیں۔

فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّ مَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَ السَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ الْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ وَ لَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾

پس نہ تو وہ اٹھ سکے (یعنی بھاگ سکے) اور نہ وہ بدلہ لے سکتے تھے ﴿۴۵﴾ اور ان سے پہلے ہم نے نوح کی قوم کو ہلاک کیا، بے شک وہ بدکار لوگ تھے ﴿۴۶﴾ اور لہ آسمانوں کو ہم نے ہاتھوں سے بنایا اور بیشک ہم اس کے بنانے پر قدرت رکھنے والے ہیں ﴿۴۷﴾ اور ہم نے زمین کو (فرش کے طور پر) بچھایا تو ہم کیا ہی اچھے بچھانے ولے ہیں ﴿۴۸﴾ اور ہم نے ہر چیز کا جوڑا جوڑا پیدا کیا تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ﴿۴۹﴾ پس (اے محبوب ﷺ تم کہو کہ اے لوگو!) تم اللہ کی (توحید کی) طرف دوڑو، بیشک میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے ظاہر ڈر سنانے والا ہوں ﴿۵۰﴾ اور اللہ کے ساتھ اور معبود نہ ٹھہراؤ بیشک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں ﴿۵۱﴾

توحید کا بیان

لہ اوپر پچھلی قوموں کی ہلاکت ہو جانے کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں فرمایا کہ وہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی سے ہلاک ہوئے، ورنہ آسمان زمین دنیا کے تمام موجودات اس بات کے سمجھنے کیلئے سمجھدار کو کافی ہیں کہ جس نے انسان کو اور انسان کی تمام ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا، تو عبادت اسی وحدہٗ لاشریک کا حق ہے۔ اس حق میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اگر کافر لوگ اتنی بات سمجھ کر اللہ کا حق پورا ادا کرتے تو اللہ تعالیٰ بھی ان کا حق پورا ادا کرتا۔ اس نصیحت کے بعد فرمایا: "اے محبوب ﷺ تم مشرکین کو جتلا دو کہ اگر وہ اپنی نجات چاہتے ہیں، تو اللہ کی نافرمانی اور بت پرستی چھوڑ کر خالص اللہ کی عبادت میں مصروف ہو جائیں"۔ ورنہ گھڑی گھڑی ان کو یہ بات سنا دو کہ میں کھلم کھلا اللہ کے عذاب سے تم لوگوں کو ڈر سنانے آیا ہوں۔

كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝۵۲ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝۵۳ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَاۤ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۝۵۴ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۵۵ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝۵۶

اسی ۱ طرح جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کے پاس جب کوئی رسول آیا تو یہی کہا کہ (یہ) جادوگر ہے یا دیوانہ ہے ۝۵۲ کیا آپس میں ایک دوسرے کو اس بات کی وصیت کرتے آئے ہیں؟ (یہ وصیت تو نہیں کی) بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں ۝۵۳ تو (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم ان سے منہ پھیر لو پس تم پر کچھ الزام نہیں (کیونکہ تم رسالت کی تبلیغ فرما چکے) ۝۵۴ اور نصیحت کرو کہ نصیحت مسلمانوں کو فائدہ دیتی ہے ۝۵۵ اور ۲ میں نے جن اور انسان کو اس لئے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں ۝۵۶

۱ حاصل یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے صاحب شریعت نبیوں کا سلسلہ دنیا میں شروع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلسلہ ختم ہوا، اور حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط، حضرت شعیب علیہم السلام کو جس طرح انکی قوموں نے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کی قوم نے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے جھٹلایا، اور دیوانہ جادوگر بتلایا۔ اس کا ذکر جگہ جگہ قرآن شریف میں گزر چکا ہے۔ اسی واسطے جب قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طرح طرح کی ایذا دی۔ اور جھٹلایا اور جادوگر، دیوانہ اور قرآن شریف اور معجزوں کو جادو کہنا شروع کیا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وصیت کے طور پر جس طرح بڑے چھوٹوں کو ایک بات کہہ دیتے ہیں، وہی حال ان نبیوں کے جھٹلانے والی قوموں کا ہے کہ ایک زبان ہو کر سب کے سب ایک ہی بات کہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ وصیت تو ایک دوسرے کو کیا کریں گے، ایک قوم عذاب الٰہی سے جب اُجڑ چکی ہے، جو اس کے بعد قوم پیدا ہوئی بلکہ ایک زبان ہو کر یہ سب سب اسلئے ایک ہی بات کہتے ہیں کہ یہ سرکش لوگ ہیں، اور ان سب کا بہکانے والا شیطان ایک ہی ہے۔ اس لئے وہ اگلے پچھلے سب کے کانوں میں ایک ہی بات پھونکتا ہے، اور یہ سب ایک زبان ہو کر ایک ہی بات کہتے ہیں۔ پس اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان سے منہ پھیر لو، کنارہ کرو، ان کے کہے کا بُرا نہ مانو۔ ان کافروں کی گمراہی کا تم پر کچھ الزام نہیں ہے۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم نے ان کو پوری نصیحت کر دی۔ اب تم زیادہ ان کے درپے نہ ہو، اللہ ان سے خود سمجھ لے گا۔ سو آپ یہ سلسلہ جاری رکھئے جس کی قسمت میں ایمان لانا ہوگا، اس کو یہ سمجھانا کام دے گا۔ جو ایمان لا چکے ہیں ان کو مزید نفع پہنچے گا، اور منکروں پر خدا کی حجت تمام ہوگی۔

انسانوں اور جنوں کی زندگی کا مقصد اللہ تعالےٰ کی بندگی

۲ ان آیتوں میں فرمایا کہ میں نے جنّوں کو اور انسانوں کو فقط اسی لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں، میرے احکام مانیں،

مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں ﴿۵۷﴾ بیشک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا قوت والا قدرت والا ہے ﴿۵۸﴾ پس تحقیق جنہوں نے ظلم کیا ان کے لئے (عذاب سے) ایک حصہ ہے جیسے ان کے ساتھیوں (یعنی اگلے کافروں) کے لئے (عذاب سے) ایک حصہ تھا ﴿۵۹﴾ پھر وہ مجھ سے (عذاب کے نازل ہونے کی) جلدی نہ کریں پس کافروں کے لئے بڑی خرابی ہے اس دن کے آنے سے کہ جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں (یعنی قیامت) ﴿۶۰﴾

میں نے سب کو اسی کا حکم دیا ہے کہ توحید اختیار کریں۔ آگے فرمایا کہ ان کی بندگی سے میرا کچھ فائدہ نہیں، ان ہی کا نفع ہے۔ میں وہ مالک نہیں جو غلاموں سے کہے: ''میرے لئے کما کر لاؤ، یا میرے سامنے کھانا لا کر رکھو''۔ میری ذات ان تخیلات سے پاک اور برتر ہے۔ میں ان سے اپنے لئے روزی کیا طلب کرتا، خود ان کو اپنے پاس سے روزی پہنچاتا ہوں۔ بھلا مجھ جیسے زور آور اور قادر و توانا کو تمہاری خدمات کی کیا حاجت ہو سکتی ہے۔ بندگی کا حکم صرف اس لئے دیا گیا ہے کہ تم میری شہنشاہی اور عظمت و کبریائی کا قولاً و فعلاً اعتراف کر کے میرے خصوصی الطاف و مراحم کے مورد و مستحق بنو۔ آگے فرمایا کہ اگر یہ ظالم بندگی کی طرف نہیں آتے، تو سمجھ لو کہ دوسرے ظالموں کی طرح ان کا ڈول بھی بھر چکا ہے۔ بس اب ڈوبا چاہتا ہے، خواہ مخواہ سزا میں جلدی نہ مچائیں۔ جیسے دوسرے کافروں کو خدائی سزا کا حصہ پہنچا ان کو پہنچ کر رہے گا۔ جتنی دیر ہو اتنی غنیمت جانیں اور سوچیں سمجھیں۔ سخت افسوس ہے ان کو جو کافر ہیں رسول و قرآن کا نہیں مانتے۔ اس دن جس کا ان سے وعدہ ہے یعنی روز قیامت کا اس روز ان کی تباہی ہے۔

ایاتہا ۴۹ — ۵۲ سورۃ الطور مکیۃ ۷۶ — رکوعاتہا ۲

سورۂ طور مکہ میں نازل ہوئی، اس میں انچاس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَالطُّوۡرِ ۙ﴿۱﴾ وَکِتٰبٍ مَّسۡطُوۡرٍ ۙ﴿۲﴾ فِیۡ رَقٍّ مَّنۡشُوۡرٍ ۙ﴿۳﴾

قسم ہے [1] (کوہ) طور کی ﴿۱﴾ اور اس لکھی ہوئی کتاب کی ﴿۲﴾ جو کشادہ ورقوں میں لکھی ہوئی ہے ﴿۳﴾

خواص سورہ طور: اگر قیدی اس سورۃ کو پڑھا کرے تو بہت جلدی رہائی پاوے۔ مسافر اس سورۃ کو راستے میں پڑھے تو اسے ہر طرح کا امن رہے۔ اگر اسے پانی پر دم کر کے پانی کو بچھو پر چھڑکا جائے تو بچھو مر جائے گا۔ جس عورت کے لڑکی کے سوا لڑکا نہ پیدا ہوتا ہو تو اس کے پیٹ پر گول لکیر کھینچے اور ستر بار انگلی کے پھیرنے کے ساتھ یا متین کہتا رہے ان شاء اللہ لڑکا پیدا ہوگا۔ (شاہ ولی اللہ)

اہل دوزخ و اہل جنت کا انجام۔ دُنیا کھیل تماشہ نہیں ہے، جو جیسا کرے گا ویسا پھل پائے گا

[1] قسم ہے طور کی۔ طور وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے باتیں کیں، اور قسم ہے کتاب مسطور کی جو صاف صاف کھلے ہوئے صحیفہ میں لکھی ہے۔ کتاب مسطور سے مراد یا قرآن ہے، یا توریت یا لوح محفوظ، جس میں احوال بنی آدم مندرج ہیں۔ یا بندوں کے نامہ اعمال مُراد ہیں۔ جس کو بندے بروز قیامت پڑھیں گے۔ اور قسم ہے بیت المعمور کی۔ بیت المعمور ساتویں آسمان میں عرش کے سامنے کعبہ شریف کے بالکل مقابل ہے۔ یہ آسمان والوں کا قبلہ ہے۔ ہر روز ستر ہزار فرشتے اس میں طواف و نماز کیلئے حاضر ہوتے ہیں، پھر کبھی انہیں لوٹنے کا موقع نہیں ملتا۔ ہر روز نئے ستر ہزار حاضر ہوتے ہیں۔ حدیث معراج میں بصحت ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں آسمان میں بیت المعمور کو ملاحظہ فرمایا، اور قسم ہے بلند چھت کی۔ اس سے مُراد آسمان ہے، جو زمین کیلئے بمنزلہ چھت ہے، جو سب چیزوں سے بلند ہے، اور قسم ہے سُلگائے ہوئے سمندر کی۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام سمندروں کو آگ کر دے گا، جس سے جہنم کی آگ میں اور بھی زیادتی ہو جائے گی (خازن) ان سب کی قسم کے بعد فرمایا کہ جس نافرمانی کی حالت میں یہ لوگ ہیں، اسی حالت میں جو لوگ ان میں سے مر جائیں گے، تو جس عذاب کا ان لوگوں سے وعدہ ہے، وہ ضرور عذاب واقع ہو کر رہے گا، اور ضرور آئے گا جس میں کوئی شُبہ نہیں، جس کا کوئی دفع کرنے والا نہیں۔ آگے فرمایا کہ جس دنیا کی زندگی کے بھروسہ پر انسان اس عذاب سے غافل ہے، وہ دنیا ہمیشہ رہنے کی چیز نہیں ہے، بلکہ اس دن آسمان، پہاڑ جو آج ایسے مضبوط نظر آتے ہیں، پہلا صور شروع ہوتے ہی آسمان سب کو لے کر چکی کی طرح گھومیں گے، اور اس طرح حرکت میں آئیں گے کہ ان کے اجزا مختلف و منتشر ہو

وَّالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ ④ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ⑤ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ⑥ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ⑦ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ⑧ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ⑨ وَّ تَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ⑩ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ⑪ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ⑫ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ⑬ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ⑭

وقف لازم

اور بیت المعمور کی (جو آسمان والوں کا قبلہ ہے) ④ اور بلند چھت کی (یعنی آسمان) ⑤ اور سلگائے ہوئے سمندر کی ⑥ بیشک تمہارے پروردگار کا عذاب (کفار پر) ضرور ہونا ہے ⑦ جسے کوئی ٹالنے والا نہیں ⑧ (یہ اس دن ہوگا (جس دن) آسمان ہلنا سا ہلیں گے ⑨ اور پہاڑ چلنا سا چلیں گے ⑩ پس اس دن (رسولوں کے) جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ⑪ وہ جو (کفر و باطل کے) مشغلہ میں کھیل رہے ہیں ⑫ جس دن کہ وہ دوزخ کی طرف سختی سے دھکیلے جائیں گے۔ (اور ان سے کہا جائے گا کہ) ⑬ یہی وہ آگ ہے جس کو تم (دنیا میں) جھٹلایا کرتے تھے ⑭

جائیں گے، اور پہاڑ بادلوں کی طرح سے ہوا میں اڑتے پھریں گے۔ آگے فرمایا کہ بروز قیامت ان کیلئے جو رسول و قرآن کو جھٹلاتے تھے، توحید و قیامت کو نہ مانتے تھے، سخت افسوس و حسرت والا عذاب ہوگا۔ وہ لوگ جو دنیا میں خرافات باتوں میں غور و فکر کیا کرتے تھے، سچی باتوں کے ساتھ مذاق اڑاتے تھے، حق و یقین کو کھیل جانتے تھے، وہ ایسا دن ہوگا کہ یہ لوگ دوزخ کی آگ میں دھکے دے دے کر ڈالے جائیں گے، اور ذلت و خواری سے کھینچے جائیں گے، یعنی زنجیروں میں جکڑ کر، گھسیٹ گھسیٹ کر، مار مار کر منہ کے بل دوزخ میں پھینکیں گے۔ جب وہاں پہنچیں گے، تو داروغہ دوزخ کہیں گے کہ یہ وہی آگ ہے جس کا تم دنیا میں انکار کرتے تھے، اور پیغمبروں کو جھٹلاتے تھے، ان کو جادوگر بتاتے تھے۔ کیا یہ جادو ہے، نظر بندی ہے، حقیقت میں کچھ نہیں۔ کیا یہ یعنی روز قیامت یا عذاب دوزخ جیسا تم پیغمبروں کو جب وہ معجزے دکھاتے تھے، کہتے تھے کہ نظر بندی ہے، کہیں دوزخ تو نظر بندی نہیں ہے، اب سب غرور کی باتیں تمہاری مٹ گئیں۔ لو اب دوزخ میں جلو۔ صبر کرو خواہ نہ کرو، سب برابر ہے، اب تو یہیں رہنا ہے، جی میں آئے چیخ لو، جی میں آئے چپ پڑے رہو، یہ خدا کا ظلم نہیں۔ بالکل وہی تمہارے اعمال ہیں جو تم دنیا میں بڑی خوشی سے کرتے تھے، انہیں کا بدلہ ہے جو مل رہا ہے۔

أَفَسِحْرٌ هَٰذَا أَمْ أَنتُمْ لَا تُبْصِرُونَ ﴿١٥﴾ اصْلَوْهَا فَاصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ ۖ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَعِيمٍ ﴿١٧﴾ فَاكِهِينَ بِمَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقَاهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿١٨﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ ۖ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ ﴿٢٠﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ

پس کیا یہ جادو ہے؟ یا تمہیں (اب بھی) نہیں سوجھتا ۞ اس (دوزخ) میں داخل ہو، پس اب صبر کرو یا نہ صبر کرو تمہارے لئے برابر ہے، تم کو اسی کا بدلہ دیا جاتا ہے جو تم (دنیا میں) کرتے تھے ۞ بیشک پرہیزگار لوگ (بہشت کے) باغوں میں اور عیش میں ہیں ۞ اپنے پروردگار کی عطا پر شاد شاد ہیں اور انہیں ان کے پروردگار نے عذاب دوزخ سے محفوظ رکھا ۞ (ان سے کہا جاوے گا کہ) خوب کھاؤ اور پیو خوشگواری سے اپنے عملوں کے سبب جو تم (دنیا میں) کرتے تھے ۞ وہ تکیہ لگائے ہوئے تختوں پر جو برابر بچھے ہوئے ہیں (بیٹھے ہوں گے) اور ہم انہیں بڑی آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے ۞ اور جو لوگ کہ ایمان لائے اور انکی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا۔

اہل جنت کا شاندار انجام

لہ اوپر کی آیتوں میں اہل دوزخ کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں اہلِ جنت کا ذکر فرمایا کہ جو لوگ شرک وکفر خرافات سے بچتے ہیں، اللہ سے ڈرتے ہیں، وہ اس دن باغات پُر بہار میں ہوں گے۔ چشمے بہتے ہوں گے۔ ان کے پروردگار نے جو ان کی نعمتیں عیش لذتیں دی ہوں گی، ان میں مشغول ومصروف ہوں گے۔ خوشیاں مناتے ہوں گے کہ خدا نے ان کو دوزخ سے بچایا۔ اللہ ان سے کہے گا کہ ”اے میرے اچھے بندو! جنت میں جو چاہو کھاؤ جو چاہو پیو، میوے مزیدار، نہریں خوشگوار سب موجود ہیں۔ جو کام دنیا میں کرتے تھے اس کے بدلہ میں آج عیش لوٹو، مُبارک سلامت۔ اب نہ موت ہے نہ نکلنا، نہ گناہ، وہ جنت کے تخت اور چھپر کھٹوں پر صف بصف آپس میں برابر ملے ملے، تکیہ لگائے ہوئے بادشاہوں کی طرح بیٹھیں گے۔ اور ہم نے ان کا خوبصورت عورتوں نور سے بنی ہوئی سفید رنگ بڑی آنکھوں والیوں سے نکاح کیا ہوگا، ان سے وہ لذت اٹھائیں گے“۔

اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿۲۱﴾ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۲۴﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾

تو۱ ہم ان کی اولاد کو (بھی درجہ میں) ان سے ملادیں گے اور ہم ان کے عملوں میں سے کچھ کم نہ کریں گے، ہر شخص (یعنی کافر) اس دن) اس میں گرفتار ہوگا جو کچھ ۲ اس نے (دنیا میں) کیا ہے ﴿۲۱﴾ اور ان (اہل جنت) کو جس میوے اور جس گوشت کو دل چاہے گا ہم ان کو بکثرت دیں گے ﴿۲۲﴾ وہاں آپس میں جام شراب ایک دوسرے سے لے گا جس میں نہ بیہودگی ہوگی (کیونکہ نشہ نہ ہوگا) اور نہ گنہگاری ﴿۲۳﴾ اور ان کی خدمت میں ایسے (حسین اور پاکیزہ) لڑکے ان کے گرد پھریں گے جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہیں ﴿۲۴﴾ اور وہ (جنتی جنت میں) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر بات چیت کریں گے (کہ بھائی دنیا میں کیا عمل کرتے تھے) ﴿۲۵﴾

۱ اس آیت میں فرمایا کہ جولوگ رسول وقرآن پر سچے دل سے ایمان لائے ہوں گے، اور ان کی اولاد نے ان کا اتباع کیا ہوگا تو ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے باپوں کے ساتھ جنت میں ملادیں گے۔ یعنی اگر ماں باپ کے مراتب جنت میں برتر ہوں گے، اور اولاد کے پست درجہ ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ باپوں کی خوشی کے لئے اولاد کے مراتب بلند کردے گا۔ یا یہ کہ اولاد جو نابالغی کی حالت میں مرگئی ہوگی، ان کو خدا جنت میں ان ہی درجوں میں جہاں انکے ماں باپ ہوں گے داخل کردے گا۔ اور یہ درجہ محض اپنی رحمت وفضل سے دے گا تاکہ اولاد کے اور ماں باپ کے ایک جگہ ہوجانے سے ماں باپ کا دل خوش ہوجائے۔ اس درجہ کے معاوضہ میں ماں باپ کے عملوں میں سے کوئی عمل نہ گھٹایا جائے گا۔ آگے فرمایا کہ ہر ایک آدمی سے اس کے عملوں کی پوچھ گچھ ہوگی۔ اچھے عملوں پر ثواب اور برے عملوں پر عذاب ملے گا، یا یہ کہ ہر کافر اپنے کفری عمل میں دوزخ کے اندر گرفتار ہے، یا یہ کہ ہر گنہگار اپنے اپنے عملوں میں گرفتار ہوگا۔ یعنی یہ نہ ہوگا کہ ایک کا گناہ دوسرے کے اوپر ڈالا جائے۔ پھر ان میں جو خدا چاہے گا ویسا حکم فرمائے گا۔

۲ اس آیت میں فرمایا ہم نے اہل جنت کو طرح طرح کے میوے، اور قسم قسم کے گوشت جن جانوروں کے چاہیں گے دیئے

قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴿۲۸﴾ فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾ ؕ

کہیں گے بیشک ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں (یعنی دنیا میں اللہ کے عذاب سے) ڈرا کرتے تھے ﴿۲۶﴾ پس خدا نے ہم پر (رحمت و مغفرت فرما کر) احسان کیا اور ہم کو (دوزخ کی) لو (گرم ہوا) کے عذاب سے بچالیا ﴿۲۷﴾ بیشک ہم اس سے پہلے (یعنی دنیا میں) اس کی عبادت کرتے تھے بیشک وہی احسان کرنے والا مہربان ہے ﴿۲۸﴾ پس لے (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم نصیحت فرماؤ کیونکہ تم اپنے پروردگار کی عنایت سے نہ کاہن ہو نہ مجنون (جیسا یہ مشرکین کہتے ہیں) ﴿۲۹﴾

ہوں گے، اور آپس میں بیٹھ کر شراب طہور کے دورے کریں گے۔ اور ساغر بھر بھر کر آپس میں ایک دوسرے کو دے گا۔ خوب پئیں گے اور پلائیں گے۔ فرمایا کہ دنیا کی شراب پینے کے بعد جس طرح آدمی کی عقل ٹھکانے نہیں رہتی، اور بیہودہ باتیں اس کے منہ سے نکلنے لگتی ہیں، جنت کی شراب کا دور پر دور چلے گا اور کبھی کوئی بیہودہ بات کسی جنتی کے منہ سے نہ نکلے گی، اور ان کی خدمت کیلئے آمدورفت کریں گے ایسے نوجوان لڑکے کہ گویا صفائی اور سفیدی میں مثل موتی کے ہوں گے۔ پوشیدہ سیپ میں جو موتی کام میں لایا جائے وہ ذرا میلا ہو جاتا ہے، ان غلاموں کا رنگ ایسا آبدار ہوگا جس طرح بے کام میں لایا ڈبیہ میں رکھا ہوا موتی آبدار ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ کسی جنتی کے پاس خدمت میں دوڑنے والے غلام ہزار سے کم نہ ہوں گے، اور ہر غلام جدا جدا خدمت پر مقرر ہوگا۔ اور یہ بھی آیا ہے کہ صحابہ کرام نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خادم جب مانند موتیوں کے ہوں گے تو مخدوم کا کیا حال ہوگا''۔ فرمایا: ''فضیلت مخدوم کی خادم پر ایسی ہوگی جیسے چودھویں رات کے چاند کی ستاروں پر ہوتی ہے۔ اب آگے یہ ذکر ہے کہ یہ متقی لوگ دنیا میں عذاب سے بچانے کی دعا کیا کرتے تھے۔ اس حالت کو یاد کر کے جنتی اس وقت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باتیں کریں گے، اور غایت مسرت و امتنان سے کہیں گے کہ بھائی ہم دنیا میں ڈرتے رہتے تھے، کہ دیکھئے مرنے کے بعد کیا انجام ہو۔ یہ کھٹکا برابر لگا رہتا تھا۔ اللہ کا احسان دیکھو کہ آج اس نے کیسا مامون و مطمئن کر دیا کہ دوزخ کی بھاپ بھی ہم کو نہیں لگی۔ ہم اپنے رب سے ڈر کر اور اُمید باندھ کر پکارا کرتے تھے۔ آج دیکھ لیا کہ اس نے اپنی مہربانی سے ہماری پکار سنی، اور ہمارے ساتھ کیسا سلوک کیا کہ آتش جہنم کے عذاب سے بچالیا۔

لہ **شان نزول:** تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایتیں ہیں جب اللہ کا سچا دین روز بروز ترقی کرنے لگا، تو موسم حج میں باہر کے مسافر لوگ مکہ کو آتے تھے۔ مشرکین مکہ ان دنوں میں کچھ آدمی اطراف مکہ میں بٹھا

اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿٣٠﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿٣١﴾ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿٣٢﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٣﴾ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿٣٤﴾ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿٣٥﴾

کیا (یہ کافر لوگ یوں) کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں۔ (اور) ہم ان کے بارے میں حوادث زمانہ کا انتظار کرتے ہیں ﴿٣٠﴾ تم فرماؤ کہ (اچھا) تم انتظار کئے جاؤ بیشک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں ﴿٣١﴾ کیا ان کی عقلیں یہی بتاتی ہیں (کہ تمہاری شان میں ایسے کلمات کہیں) یا وہ سرکش لوگ ہیں ﴿٣٢﴾ کیا (کفار) کہتے ہیں کہ نبی نے اس قرآن کو (خود) بنالیا ہے (یہ کچھ بھی نہیں) بلکہ یہ لوگ ایمان نہیں رکھتے ﴿٣٣﴾ پس چاہیے اسی طرح کا کوئی کلام (بنا کر) لے آئیں اگر وہ سچے ہیں ﴿٣٤﴾ کیا[1] وہ لوگ بغیر کسی پیدا کرنے والے کے پیدا ہو گئے ہیں یا وہ خود اپنے آپ کو پیدا کرنے والے ہیں ﴿٣٥﴾

دیتے تھے کہ وہ ان مسافروں سے آنحضرت کی طرح طرح سے مذمت کریں۔ کسی سے کہہ دیں کہ یہ کاہن ہیں، کسی سے کہہ دیں کہ یہ شاعر ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

حضور ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کا انجام

[1] ان آیتوں میں فرمایا کہ یہ کافر لوگ جب اللہ کے حکم کو نہیں مانتے تو ان کی سرکشی تو یہ جتلاتی ہے کہ یا تو یہ لوگ بغیر کسی پیدا کرنیوالے کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں، یا انہوں نے اپنے آپ کو خود پیدا کرلیا ہے۔ یہ لوگ دنیا میں بڑے عقلمند کہلاتے ہیں، ان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ کوئی کام بغیر کسی کام کے کرنے والے کے نہیں ہوسکتا، پھر یہ خود بخود کیونکر پیدا ہو گئے۔ اسی طرح پیدا ہونے سے پہلے یہ لوگ بالکل معدوم تھے۔ پھر معدوم شخص اپنے آپ کو کیونکر موجود کرسکتا ہے۔ جب یہ دونوں باتیں عقل کے خلاف ہیں، تو اللہ کے رسول ﷺ بھی تو یہی نصیحت کرتے ہیں کہ جو تمہارا خالق و رازق ہے، اسکی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرو۔ پھر فرمایا اللہ کے خالق و رازق ہونے کی شہادت میں تو آسمان و زمین ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے موجود ہیں، انہوں نے یا ان کے جھوٹے معبودوں یعنی بتوں نے کوئی آسمان و زمین پیدا کیا ہو تو لائیں دکھلائیں۔ اصل یہ ہے کہ ان کے جی میں عقبیٰ کا یقین نہیں ہے ورنہ اپنی عاقبت یہ ایسی خراب نہ کرتے۔ پھر فرمایا اللہ کے رسول ﷺ کی بددعا سے ان پر

اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾ ط

کیا انہوں نے آسمان کو اور زمین کو پیدا کیا ہے (یہ کچھ بھی نہیں) بلکہ وہ لوگ یقین نہیں لاتے ﴿۳۶﴾

رزق کی تنگی ہوئی اور سخت قحط پڑا وہ تو ان کو معلوم ہے۔ انکے یا ان کے جھوٹے معبودوں کے اختیار میں اللہ تعالیٰ کے خزانے تھے، یا اللہ تعالیٰ کے انتظام کے داروغائی، ان کو یا ان کے جھوٹے معبودوں کو تھی تو پھر انہوں نے اس قحط کو کیوں نہیں رفع کیا، جب انکے جھوٹے معبودوں سے اتنا بھی نہ ہوسکا تو پھر ان کو اللہ کے شریک ٹھہرانے کا کیا حق ہے۔ پھر فرمایا جس شرک کو انہوں نے حق ٹھہرا رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے جو اپنے رسول ﷺ پر آسمان سے وحی بھیجی ہے اس میں تو اس کی جا بجا مذمت ہے۔ پھر کیا انکے پاس کوئی آسمان تک سیڑھی ہے، جس سے آسمان پر چڑھ کر انہوں نے یہ جان لیا کہ جس طریقہ پر یہ لوگ ہیں وہ حق ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کو ثابت کیا جائے ورنہ اللہ کے رسول کی نصیحت کو مان کر بتوں کو چھوڑا جائے۔ پھر فرمایا ان لوگوں کو اپنی عقل پر یہاں تک بھروسہ ہے کہ اپنی عقلی باتوں سے آسمانی وحی کے مقابلہ کو مستعد ہیں۔ کیا عقل مند ایسے ہی ہوتے ہیں کہ اپنی اولاد میں جب بیٹی ہو تو اس کو برا سمجھتے ہیں، اور اللہ کے فرشتوں کو یہ لوگ اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ کیا اللہ کے رسول اللہ کا حکم سنانے پر ان لوگوں سے کچھ اُجرت مانگتے ہیں۔ کہ اسکے بوجھ سے یہ لوگ اللہ کا حکم سننے سے بھاگتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ان کے پاس لوح محفوظ ہے کہ اس میں سے اللہ کی مرضی کی باتیں یہ لکھ لیتے ہیں، اور ان کو اپنا دین ٹھہراتے ہیں۔ اور وحی آسمانی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے رسول پر جو دین کی باتیں اُترتی ہیں، ان کو نہیں مانتے۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ جو اللہ کے رسول کی وفات کے منتظر ہیں تو کیا اللہ کے رسول ساتھ کوئی ایسا فریب کرنے والے ہیں، جس سے اللہ کے رسول کو کچھ ضرر پہنچے گا۔ اگر ایسا کریں گے تو یہ بات ان لوگوں کو یاد رہے کہ ان کا وہ فریب ان ہی پر اُلٹ پڑے گا۔ اللہ کے رسول کو کچھ ضرر اس سے نہ پہنچے گا۔ یہ آیت قرآن شریف کے کلام الٰہی اور آنحضرت ﷺ کے رسول ہونے کی دلیل ہے کیونکہ یہ سورۃ انفال میں گذر چکا ہے کہ قریش نے دارالندوہ میں جمع ہو کر آنحضرت ﷺ پر تلواروں سے وار کرنے کا فریب جو سوچا تھا، وہ عین ہجرت کی رات کا مشورہ تھا۔ اور یہ آیت ہجرت سے پہلے کی مکی ہے۔ ہجرت کی رات کے بعد جو حصہ قرآن شریف کا نازل ہوا وہ مکی نہیں کہلاتا۔ غرض ہجرت کی رات جو کچھ ہونے والا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اس کی خبر اس مکی آیت میں پہلے سے ہی دی ہے جو ایک معجزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جو فرمایا تھا کہ اللہ کے رسول کے مخالفوں کا فریب ان ہی پر الٹ پڑے گا، آخر کو ویسا ہی ہوا کہ بجائے اس کے کہ وہ مخالف لوگ اللہ کے رسول پر تلواروں کا حملہ کرتے، خود ان ہی مخالفوں پر تلواروں کا حملہ ہو کر وہ سیدھے جہنم کو چلے گئے۔ پھر فرمایا کیا اللہ کے سوا ان لوگوں کا کوئی جھوٹا معبود ایسا ہے کہ جو قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے ان لوگوں کو چھوڑا دے۔ پھر آخر کو فرمایا اللہ کی شان ان سب شرک کی باتوں سے بالاتر ہے، اور مشرک لوگ اپنی ان شرک کی باتوں کا خمیازہ ایک دن بھگتنے والے ہیں۔

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَۜیْطِرُوْنَؕ۝۳۷ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ یَّسْتَمِعُوْنَ فِیْهِۚ فَلْیَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍؕ۝۳۸ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَ لَكُمُ الْبَنُوْنَؕ۝۳۹ اَمْ تَسْــٴَـلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَؕ۝۴۰ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَؕ۝۴۱ اَمْ یُرِیْدُوْنَ كَیْدًاؕ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِیْدُوْنَؕ۝۴۲ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۝۴۳ وَ اِنْ یَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ۝۴۴

یا کیا ان کے پاس تمہارے پروردگار (کی رحمت) کے خزانے ہیں؟ یا کیا وہ لوگ داروغہ ہیں ۳۷ کیا ان کے پاس کوئی زینہ ہے کہ اس پر چڑھ کر (آسمان کی) باتیں سن لیتے ہیں، پس چاہیئے کہ ان کا سننے والا کوئی صاحب دلیل ۳۸ کیا اللہ کے لئے لڑکیاں اور تمہارے لئے لڑکے (تجویز ہوں) ۳۹ کیا تم ان سے تبلیغ احکام پر کچھ اجرت مانگتے ہو کہ وہ تاوان ان کو بار گزرتا ہے ۴۰ کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ (اسے) لکھ رکھتے ہیں ۴۱ کیا یہ لوگ (ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ) کچھ برائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، پس یہ کافر خود ہی (اس) برائی میں گرفتار ہوں گے ۴۲ کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی (اور) معبود ہے (ہرگز نہیں) اللہ ان کے شرک سے پاک ہے ۴۳ اور [ل] اگر وہ آسمان سے کوئی ٹکڑا (یعنی عذاب) گرتے ہوئے دیکھیں گے تو کہیں گے یہ گہرا بادل ہے (پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے) ۴۴

[ل] ان آیتوں میں فرمایا کہ ان کفار کی ڈھٹائی اب یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ قوم عاد یا قوم شعیب کی طرح آسمان پر کوئی عذاب کا بادل کا ٹکڑا بھی ان کو نظر آئے گا تو جب بھی انہیں عذاب کا یقین نہ آئے گا، اور اس عذاب کے بادل کو جس طرح قوم عاد نے معمولی بادل بتلایا تھا، ویسا ہی یہ کہیں گے کہ یہ تو کہیں کی ہوا یا بادل ہے، اوپر تلے جمع ہو گئے ہیں اور غلیظ ہو کر ابر کی صورت اختیار کر گئے ہیں، اور اب بارش ہوگی۔ پھر فرمایا کہ جب ان لوگوں کی سرکشی اس درجے کو پہنچ گئی تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے، سمجھانے اور نصیحت کرنے کا موقع اب باقی نہیں رہا۔ وقت مقررہ آنے کی دیر ہے، پھر ان کو ان کی سرکشی کی سزا مل

فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾

پس انہیں (ان کے حال پر) چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں وہ بیہوش ہو جائیں گے (یعنی نفخہ اولیٰ کا دن) ﴿۴۵﴾ اس دن ان کا فریب ان کے کچھ کام نہ دے گا اور نہ ان کی مدد ہو ﴿۴۶﴾ اور بیشک ان ظالموں کے لئے اس سے پہلے ایک عذاب ہے (مثلاً قحط وقتل بدر وغیرہ) ولیکن اسے اکثر لوگ جانتے نہیں ﴿۴۷﴾ اور تم اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں صبر کئے رہو، بیشک تم ہر وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہو اور [۱] تم اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ پاکی بیان کرو جب کھڑے ہو ﴿۴۸﴾ اور کچھ رات میں اس کی پاکی بیان کرو اور ستاروں کے ڈوبنے کے بعد بھی ﴿۴۹﴾

جائے گی، دنیا میں کچھ عذاب ان پر آئے گا، اور پھر ہمیشہ ہمیشہ عذاب آخرت میں گرفتار رہیں گے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے، دنیا کا عذاب بدر کی لڑائی میں آیا کہ بڑے بڑے سرکش قریش بڑی ذلت اور خواری سے اس لڑائی میں مارے گئے، اور قید ہوئے، اور ہر شخص کی آنکھیں تو اس قابل نہیں ہیں کہ وہ عذاب آخرت کو دنیا میں دیکھ سکے، مگر اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کو ان سرکشوں کے عذاب آخرت کا حال بھی دنیا میں دکھلا دیا۔ اسی واسطے آپ نے ان سرکشوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اب تم لوگوں نے اللہ کا وعدہ سچا پالیا۔ صحیح مسلم میں انس بن مالک کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے جگہ بتلادی تھی کہ یہاں ابو جہل کی لاش پڑی ہوگی، اور یہاں فلاں شخص کی۔ آگے فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! تم ہر وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہو، ہم تم کو دیکھتے ہیں ضرور تمہاری مدد کریں گے۔

[۱] یعنی جب سو کر اٹھو تو اللہ تعالیٰ کی حمد وتسبیح کیا کرو۔ آنحضرت ﷺ سوتے سے اٹھ کر اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ جو کوئی سوتے سے اٹھ کر اللہ کی توحید بیان کرے، اور پھر دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی دعا قبول فرماتا ہے۔ یا یہ معنی ہیں کہ ہر مجلس سے اٹھتے وقت حمد وتسبیح بجالایا کرو۔ اور اکثر مفسروں نے رات کی تسبیح کی تفسیر تہجد کی نماز کی ہے، اور تاروں کے ڈوبنے کے بعد مراد یہ ہے کہ ان اوقات میں اللہ کی تسبیح وتحمید کرو۔ بعض مفسرین نے تسبیح کی تفسیر صبح کی دو سنت رکعتوں کی کی ہے۔

ایاتھا ۶۲ — ۵۳ سورۃ النجم مکیۃ ۲۳ — رکوعاتھا ۳

سورۂ نجم مکہ میں نازل ہوئی، اس میں باسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ① مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ② وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ③ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ④ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ⑤

قسم ہے [1] تارے کی جب اترے ① تمہارے صاحب (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہ [2] بہکے نہ بے راہ چلے ② اور نہ وہ کوئی بات اپنی خواہش سے کہتے ہیں ③ یہ قرآن (جو تمہیں سنایا جاتا ہے) ایک ہی وحی ہے جو [3] انہیں بھیجی جاتی ہے ④ انہیں بڑی قوت والے صاحب حسن نے سکھایا ⑤

خواص سورہ النجم: اس سورت کو لکھ کر عورت کے سر پر باندھنے سے دردزہ کی دشواری دور ہوتی ہے، اور اکیس بار اس سورت کو پڑھے اور دعا مانگے ان شاء اللہ حاجت پوری ہو، اور جو کوئی اس سورت کو ہرن کی جھلی پر لکھ کر باندھے سب پر غالب رہے۔

[1] النجم کی تفسیر میں مفسرین کے بہت قول ہیں۔ بعض نے ثریا مراد لیا ہے، اگرچہ ثریا کئی تارے ہیں لیکن نجم کا اطلاق ان پر عرب کی عادت ہے۔ بعض نے نجم سے جنس نجوم مراد لی ہے۔ بعض نے وہ نباتات جو ساق نہیں رکھتے زمین پر پھیلتے ہیں، بعض نے نجم سے قرآن مراد لیا ہے لیکن نجم سے مراد ذات گرامی ہادئ برحق سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ (خازن)

[2] ان آیتوں میں فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان ہی اہل مکہ میں پلے بڑے ہوئے، اور نبوت سے پہلے اہل مکہ آپ پر دیوانگی یا جھوٹ کا کوئی الزام نہیں لگاتے تھے۔ اسی واسطے فرمایا کہ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو تم لوگوں کے ہمیشہ کے رفیق ہیں، اور تم کو ان کا ہر طرح کا حال خوب معلوم ہے۔ نہ وہ دیوانے ہیں۔ ہمیشہ اپنے رب کی توحید و عبادت میں رہے، آپ کے دامنِ عصمت پر کبھی کسی امر مکروہ کی گرد نہ آئی، اور نہ اپنی ذاتی غرض سے انہوں نے خود یہ قرآن بنایا ہے، بلکہ آسمانی وحی کے ذریعہ سے اللہ کا جو حکم ان کو پہنچا ہے وہی تم کو وہ سنا دیتے ہیں۔

[3] بعض مفسر اس طرف گئے ہیں کہ بڑی قوت والے صاحب حسن سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں، کیونکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی قوت سے شیطان ڈرتا ہے۔ چنانچہ سورۃ انفال میں گزر چکا ہے کہ بدر کی لڑائی کے وقت پہلے تو شیطان سراقہ بن مالک کی صورت میں مشرکین کے لشکر میں موجود رہا۔ جب لشکر اسلام کی مدد کو فرشتے آئے، اور شیطان نے جبرئیل

ذُوْمِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۙ﴿۶﴾ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ؕ﴿۷﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ﴿۸﴾

پھر ۱؎ وہ اپنی اصلی صورت پر ظاہر ہوا ﴿۶﴾ اور ۲؎ وہ آسمان کے بلند کنارے پر تھا ﴿۷﴾ وہ ۳؎ نزدیک ہوا پھر ۴؎ خوب اتر آیا ﴿۸﴾

علیہ السلام کو پہچانا تو بھاگ گیا۔ قوم لوط کے قصہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی قوت کا ذکر گزر چکا ہے کہ انہوں نے قوم لوط کے لاکھوں آدمیوں کے رہنے کی چار بستیاں اپنے ایک پر اٹھا کر آسمان تک ان کو بلند کیا اور پھر ان کو اُلٹ دیا۔ حسن بصری نے فرمایا کہ شدید القوی ذو مرۃ سے مُراد اللہ تعالیٰ ہے، اس نے اپنی ذات کو اس وصف کے ساتھ ذکر فرمایا۔ معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بے واسطہ تعلیم فرمائی۔ (تفسیر روح البیان)

۱؎ عام مفسرین نے فَاسْتَوٰى کا فاعل بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرار دیا ہے اور یہ معنی لئے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی اصل صورت پر قائم ہوئے، اور اس کا سبب یہ ہے کہ آنحضرت نے انہیں انکی اصلی صورت میں ملاحظہ فرمانے کی خواہش ظاہر فرمائی تھی، تو حضرت جبرئیل علیہ السلام جانب مشرق میں حضور ﷺ کے سامنے نمودار ہوئے اور انکے وجود سے مشرق سے مغرب تک بھر گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سوا کسی انسان نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں نہیں دیکھا۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھنا تو صحیح ہے۔ اور حدیث سے ثابت ہے، لیکن یہ حدیث میں نہیں ہے کہ اس آیت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھنا مراد ہے بلکہ ظاہر تفسیر میں یہ ہے کہ مُراد فَاسْتَوٰى سے آنحضرت ﷺ کا مکان عالی اور منزلتِ رفیعہ میں استویٰ فرمانا ہے (تفسیر کبیر) تفسیر روح البیان میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اُفقِ اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر استویٰ فرمایا، اور حضرت جبرئیل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ پر رُک گئے، آگے نہ بڑھ سکے۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں ذرا بھی آگے بڑھوں تو تجلیات جلال مجھے جلا ڈالیں، اور آنحضرت ﷺ آگے بڑھ گئے اور مستوائے عرش سے بھی گذر گئے، یہی قول حسن کا ہے۔

۲؎ یہاں بھی عام مفسرین اسی طرف گئے ہیں کہ یہ حال جبرئیل امین کا ہے، لیکن امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حال آنحضرت ﷺ کا ہے، کہ آپ اُفقِ اعلیٰ یعنی فوق سموات تھے۔ جس طرح کہنے والا کہتا ہے کہ میں نے چھت پر چاند دیکھا، یا پہاڑ پر چاند دیکھا، اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ چاند چھت پر یا پہاڑ پر تھا، بلکہ یہی معنی ہوتے ہیں کہ دیکھنے والا چھت یا پہاڑ پر تھا۔ اسی طرح یہاں یہ معنی ہیں کہ آنحضرت ﷺ فوق سموات پر پہنچے تو تجلی ربانی آپ کی طرف متوجہ ہوئی۔

۳؎ اس کے معنی میں بھی مفسرین کے کئی قول ہیں: ❶ ایک قول یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا آنحضرت ﷺ سے قریب ہونا مُراد ہے، کہ وہ اپنی صورت اصلی دکھا دینے کے بعد آنحضرت ﷺ کے قُرب میں حاضر ہوئے ❷ دوسرے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ حضرت حق کے قُرب سے مشرف ہوئے ❸ تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنے قُرب کی نعمت سے نوازا اور یہی صحیح تر ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

۴؎ اس میں بھی چند قول ہیں: ❶ ایک تو یہ کہ نزدیک ہونے سے حضور کا عروج و وصول مراد ہے، اور اتر آنے سے نزول و

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝٩ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝١٠ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝١١

پس دو کمان یا اس سے ا۔ (بھی) کم فاصلہ رہ گیا ۝٩ پھر ۲۔ اللہ نے اپنے بندے کی طرف جو بھیجا سو بھیجا ۝١٠ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دل نے جو کچھ کہ دیکھا تھا اس ۳۔ میں جھوٹ کو دخل نہ دیا ۝١١

رجوع۔ تو حاصل معنی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے قرب میں باریاب ہوئے، پھر وصال کی نعمتوں سے فیض یاب ہو کر خلق کی طرف متوجہ ہوئے ❷ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت رب العزت اپنے لطف ورحمت کے ساتھ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے قریب ہوا اور اس قرب میں زیادتی فرمائی ❸ تیسرا قول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مقرب درگاہ ربوبیت ہو کر سجدۂ طاعت ادا کیا (روح البیان) بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ قریب ہوا جبار رب العزت کے (خازن)

ا۔ بعضے مفسروں نے آیت کی تفسیریوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایسا نزدیک ہوا کہ فقط دو گز یا اس سے بھی کم کا فرق رہ گیا۔ یہ تفسیر انس بن مالک کی اس حدیث کی بنا پر ہے جو صحیح بخاری ومسلم میں شریک بن عبداللہ کی روایت سے ہے۔ بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان کے مشرقی کنارہ سے اُتر آئے اور زمین پر اُتر کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایسے نزدیک آگئے کہ فقط دو گز یا اس سے بھی کم کا فرق رہ گیا۔

۲۔ اکثر علماء مفسرین کے نزدیک اسکے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ خاص محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وحی فرمائی (جمل) حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کو وحی فرمائی جو وحی فرمائی، یہ وحی بے واسطہ تھی کہ اللہ کے اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا، اور یہ خدا اور رسول کے درمیان کے اسرار ہیں، جن پر ان کے سوا کسی کو اطلاع نہیں۔ بقلی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس راز کو تمام خلق سے مخفی رکھا، اور نہ بیان فرمایا کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کیا وحی فرمائی، اور محب ومحبوب کے درمیان ایسے راز ہوتے ہیں جن کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا (روح البیان)۔ علماء نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس شب میں جو آپ کو وحی فرمائی گئی، وہ کئی قسم کے علوم تھے ❶ ایک تو علم شرائع واحکام جن کی سب کو تبلیغ کی جاتی ہے ❷ دوسرے معارف الٰہیہ جو خواص کو بتائے جاتے ہیں ❸ تیسرے حقائق ونتائج علوم ذوقیہ جو صرف اخص الخواص کو تلقین کئے جاتے ہیں ❹ اور ایک قسم وہ اسرار جو اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ خاص ہیں کوئی ان کا تحمل نہیں کر سکتا (روح البیان)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دو مرتبہ دیکھنے کا ذکر

۳۔ یہاں فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قلب مبارک نے اسکی تصدیق کی جو چشم مبارک نے دیکھا۔ معنی یہ ہیں کہ آنکھ سے دیکھا دل سے پہچانا اور اس رؤیت ومعرفت میں شک وتردد نے راہ نہ پائی۔ اب یہ بات کہ کیا دیکھا۔ بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا لیکن مذہب صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا۔ اور یہ

أَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿١٢﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿١٣﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿١٤﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿١٥﴾ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴿١٦﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿١٧﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿١٨﴾

(اے کافرو!) کیا تم ان (نبی) سے ان کے دیکھے ہوئے [1] پر جھگڑتے ہو ﴿۱۲﴾ بیشک نبی نے اس کو ایک اور بار دیکھا ﴿۱۳﴾ سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک ﴿۱۴﴾ جس کے نزدیک جنت الماویٰ ہے ﴿۱۵﴾ جب کہ سدرۃ المنتہیٰ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا ﴿۱۶﴾ (نبی کی) آنکھ نہ تو اور طرف مائل ہوئی اور نہ مقصد سے بڑھی ﴿۱۷﴾ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (شب معراج میں) اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں ﴿۱۸﴾

دیکھنا کس طرح تھا چشم سر سے، یا چشم دل سے، اس میں مفسرین کے دونوں قول پائے جاتے ہیں: ❶ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رب العزت کو اپنے قلب مبارک سے دوبار دیکھا (رواہ مسلم) ❷ ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ اپنے رب العزت کو حقیقۃً چشم مبارک سے دیکھا۔ یہ قول حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسن اور عکرمہ کا ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دیدار سے امتیاز بخشا۔ کعب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دوبار کلام فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا۔ (ترمذی)

معجزہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے قریش کا جھگڑا کرنا

[1] مشرکین مکہ شب معراج کے واقعات کا انکار کرتے، اور اس میں جھگڑتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کو تنبیہ فرمائی کہ بیت المقدس کی جن چیزوں کا حال تم لوگوں نے پوچھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب حال تم سے صحیح صحیح بیان کر دیا، جس کو تم لوگ جھٹلا نہ سکے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قدرت سے عادت کے خلاف جس طرح ایک دم میں بیت المقدس پہنچ گئے، اور بیت المقدس کی سب چیزوں کو دیکھا، اسی طرح اس رات میں آسمان کے اور عجائبات بھی انہوں نے دیکھے۔ ان کی دیکھی ہوئی چیزوں کو اوپری باتوں کے جھگڑے نکال کر جو تم لوگ جھٹلاتے ہو، یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ بیت المقدس کی حالت نے تمہاری سب اوپری باتوں کی جڑ اکھیڑ دی ہے۔ اب تمہارا کیا منہ ہے کہ تم دیکھی ہوئی باتوں کے مقابلہ میں اوپری باتوں سے جھگڑا نکال سکو۔ اس آیت میں قریش کے قائل کرنے کا مختصر جو ذکر ہے، یہ حدیث گویا اس کی تفسیر ہے۔ بیت المقدس کی حالت کی تصدیق کے بعد اہل مکہ کو معراج کی باتوں کو جھٹلانے کا موقع باقی نہیں رہا تھا۔ اس لئے معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دوبار دیکھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿١٩﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿٢٠﴾

(اے کافرو!۱؎) کیا تم نے لات (بت) اور عزیٰ (بت) کو ﴿۱۹﴾ اور تیسرے منات (بت) کو دیکھا۔ کہ یہ محض بے قدرت ہیں ﴿۲۰﴾

تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ربّ العزت کو اپنے قلب سے دو مرتبہ دیکھا، اور انہیں سے یہ بھی مروی ہے کہ حضور نے ربّ العزت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ ایک درخت ہے، جس کی اصل جڑ چھٹے آسمان میں ہے، اور اس کی شاخیں ساتویں آسمان میں پھیلی ہیں، اور بلندی میں وہ ساتویں آسمان سے بھی گذر گیا۔ ملائکہ اور ارواح شہداء و نبی مرسل اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے، سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یا یہ کہ کسی مخلوق کا علم خواہ نبی ہو، خواہ فرشتہ، خواہ راسخین فی العلم، اس سے آگے نہیں جاتا۔ اس سدرہ کے پاس جو جنت ہے وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے رہنے کی جگہ ہے۔ اور شہیدوں اور مقربین کی روحیں بھی اس میں رہتی ہیں۔ اسلئے اس جنت کا نام "جنت الماویٰ" ہے۔ اس وقت جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے یہ حال تھا کہ سدرۃ المنتہیٰ کو قدرت الٰہی کے عجیب عجیب کرشمے جن کی عظمت و رفعت کا بیان نہیں ہوسکتا ڈھانپ رہے تھے، اور سدرہ ان انوارِ عجیبہ مخلوقاتِ غریبہ سے چھپی ہوئی تھی۔ و بقولے پروانے اس پر غیر متناہی لدے ہوئے تھے، جیسے شمع کے پاس ہزاروں پروانوں کا ڈھیر ہوتا ہے۔ وہ سونے کی تھی، اور بقولے مراد تو رتجلیاتِ الٰہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لاکھوں کرشمے دیکھے، کروڑوں تماشوں کی سیر کی، مگر سوائے مقصود اصلی کے یعنی دیدار ذات مقدسہ الٰہی اس مقام میں جہاں عقلیں حیرت زدہ ہیں، آپ ثابت رہے۔ اور جس نور کا دیدار مقصود تھا اس سے بہرہ اندوز ہوئے۔ دائیں بائیں کسی طرف ملتفت نہ ہوئے، نہ مقصود کی دید سے آنکھ پھیری، نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح بے ہوش ہوئے، بلکہ اس مقام عظیم میں ثابت رہے۔ بیشک بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج عجائب ملک و ملکوت کو ملاحظہ فرمایا، اور آپ کا علم تمام معلوماتِ غیبیہ ملکوتیہ پر محیط ہوگیا، جیسا کہ حدیث اختصام ملائکہ میں وارد ہوا ہے، اور دوسری اور احادیث میں آیا ہے۔ (روح البیان)

۱؎ ان آیتوں میں قریش کے بُت پرست لوگوں کے بتوں کی مذمت فرمائی کہ اللہ کے حکم میں کہیں بت پرستی کی اجازت نہیں ہے۔ شیطان کے بہکانے سے ان بت پرستوں نے یہ بت پرستی اپنی طرف سے تراش لی ہے۔ پھر آخر کو نتیجہ کے طور پر یہ فرمایا کہ ان لوگوں کی دانائی کا یہ حال ہے کہ اللہ کے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتلاتے ہیں، اور جس خدا نے سب کچھ پیدا کیا، اس خدا کی عبادت میں اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے بتوں کو شریک کرتے ہیں، اور اگرچہ آسمانوں کا حال ان کو معلوم نہیں۔ لیکن جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیلی حال معراج اور آسمانوں کا بیان کیا تھا، تو ان کو عقل دوڑانی چاہئے تھی کہ بغیر تائید غیبی کے اس طرح غیب کا حال کون بیان کرسکتا ہے۔ لیکن بجائے اس عقل دوڑانے کے انہوں نے یہ کیا کہ ملک شام اور مسجد بیت المقدس کی جو چیزیں ان لوگوں کی دیکھی ہوئی تھیں، اور اللہ کے رسول نے معراج کے سفر سے ان چیزوں کا مفصل حال ان لوگوں سے بیان کردیا۔ جب بھی ان لوگوں نے ناسمجھی سے معراج کو سچا نہ جانا، اور طرح طرح کے وہم اور گمان کے شبہات اس میں نکالتے

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿۲۲﴾ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴿۲۳﴾ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴿۲۶﴾

کیا تمہارے لئے بیٹے اور خدا کے لئے بیٹیاں! ﴿۲۱﴾ تب تو یہ سخت بھونڈی تقسیم ہے ﴿۲۲﴾ یہ صرف (فرضی) نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں جن پر خدا نے کوئی سند نہیں اتاری، (بلکہ) وہ محض اپنے فاسد گمان اور اپنی نفس خواہش کی پیروی کرتے ہیں اور بیشک ان کے پاس ان کے پروردگار کی طرف سے (بواسطہ رسول) ہدایت آچکی ہے ﴿۲۳﴾ پس کیا آدمی کو مل جائے گا جو وہ خیال باندھے (ہرگز ایسا نہیں ہے) ﴿۲۴﴾ پس آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ ہی ہے ﴿۲۵﴾ اور بہت سے فرشتے آسمان میں ہیں کہ جن کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر جب کہ اللہ اجازت دے دے جس کے لئے چاہئے اور پسند فرمائے ﴿۲۶﴾

رہے۔ آخر کو فرمایا کہ راہ پر آنے والوں اور گمراہ ہونے والوں کو اللہ خوب جانتا ہے۔ یہ لچھن ان لوگوں کے گمراہی کے ہیں۔ اے محبوب ﷺ! تم کو ان لوگوں کی باتوں کا کچھ خیال نہ کرنا چاہئے۔ یوں تو مکہ میں کچھ اوپر تین سو بت تھے جن کی پوجا ہوتی تھی، لیکن جن تین بتوں کا نام ان آیتوں میں ہے یہ زیادہ مشہور تھے، اسلئے ان کا ذکر فرمایا۔ جس میں یہ تنبیہ ہے کہ اللہ کی قدرت کی تو سینکڑوں نشانیاں اللہ کے رسول نے آسمانوں پر معراج میں دیکھیں، اور ہزاروں نشانیاں زمین پر سب کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ ان بتوں نے کیا پیدا کیا جو یہ بت پرست لوگ ان بتوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ اول تو مشرکین مکہ قیامت کے قائل ہی نہ تھے۔ لیکن قیامت کا قائم ہونا فرضی طور مان کر یہ کہتے تھے کہ اگر قیامت قائم ہوئی بھی تو جن بتوں کو ہم پوجتے ہیں، یہ مورتیں ہماری سفارش کر کے ہم کو دوزخ کے عذاب سے چھڑا لیں گی۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان تو انسان اللہ کے فرشتے جو ہر وقت اللہ کی جناب میں حاضر رہتے ہیں، وہ بھی مشرک کی سفارش کے لئے اللہ کی اجازت ممکن نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ صاف فرما چکا ہے کہ جو مشرک بغیر توبہ کے مر جائے گا، اسکی بخشش نہ ہوگی۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ لَیُسَمُّوۡنَ الۡمَلٰٓئِكَةَ تَسۡمِیَةَ الۡاُنۡثٰی ﴿۲۷﴾ وَ مَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ ؕ اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡئًا ﴿۲۸﴾ۚ فَاَعۡرِضۡ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰی ۬ۙ عَنۡ ذِكۡرِنَا وَ لَمۡ یُرِدۡ اِلَّا الۡحَیٰوةَ الدُّنۡیَا ﴿۲۹﴾ؕ ذٰلِكَ مَبۡلَغُهُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِهٖ ۙ وَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اهۡتَدٰی ﴿۳۰﴾ وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ۙ لِیَجۡزِیَ الَّذِیۡنَ اَسَآءُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا وَ یَجۡزِیَ الَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا بِالۡحُسۡنٰی ﴿۳۱﴾ۚ

بیشک جولوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو (خدا کی) بیٹیوں کے نام سے نامزد کرتے ہیں ﴿۲۷﴾ اور ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں، وہ صرف (اپنے) گمان کی پیروی کرتے ہیں اور بیشک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا ﴿۲۸﴾ پس (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تم ایسے شخص سے منہ پھیر لو جو ہمارے ذکر سے منہ موڑے اور صرف دنیا ہی کی زندگی چاہے ﴿۲۹﴾ یہ ہے ان کے علم کی انتہا، بیشک تمہارا پروردگار اس کو خوب جانتا ہے، جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ اس کو بھی خوب جانتا ہے جس نے راہ پائی ﴿۳۰﴾ اور[۱] جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے، تاکہ برائی کرنے والوں کو ان کے برے کام کا بدلہ دے اور نیک کام کرنے والوں کو ان کے نیک کاموں کا بہت اچھا صلہ دے ﴿۳۱﴾

[۱] حاصل مطلب یہ ہے کہ آسمان و زمین میں ہر طرح کی حکومت اور بادشاہت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو بے فائدہ کھیل تماشے کے طور پر نہیں پیدا کیا، بلکہ غور سے دیکھو تو زمین و آسمان کا یہ سارا کارخانہ پیدا ہی اس لئے کیا ہے، کہ اسکے نتیجے میں زندگی کا ایک دوسرا غیر فانی سلسلہ قائم کیا جائے۔ جہاں بروں کو ان کی برائی کا بدلہ ملے، اور نیکوں کے ساتھ ان کی بھلائی کے صلہ میں بھلائی کی جائے۔ آگے نیکوں کی شرح بیان کرتا ہے کہ نیک وہی ہے جو کبیرہ گناہ سے بچتے ہیں۔ اس کی تفصیل میں مختلف حدیثیں اور مختلف علماء کے اقوال ہیں۔ شرک کرنا کہ اس سے بڑھ کر کوئی کبیرہ گناہ نہیں۔ قتل

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىِٕرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْۚ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى۠ (۳۲) اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰىۙ (۳۳) وَ اَعْطٰى قَلِیْلًا وَّ اَكْدٰى (۳۴)

وہ جو پرہیزگاری کرتے ہیں اور کبیرہ (یعنی بڑے) گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں سوائے صغیرہ (یعنی چھوٹے) گناہوں کے، بے شک تمہارے پروردگار کی مغفرت بڑی وسیع ہے۔ وہ تمہیں ۱؎ خوب جانتا ہے جبکہ تمہیں زمین سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے۔ پس تم (خود اپنی زبان سے) اپنی تعریف نہ کرو وہ پرہیزگار کو خوب جانتا ہے (۳۲) تو کیا تم نے ۲؎ ایسے شخص کو دیکھا؟ جو (دین حق سے) پھر گیا (۳۳) اور (اللہ کی راہ میں) بہت کم خرچ کیا اور سخت دل ہو گیا (۳۴)

ناحق، چوری، زنا، ماں باپ کی نافرمانی، جھوٹی گواہی دینا، جادو کرنا، جہاد سے بھاگ آنا، کسی کو زنا کی تہمت لگانا، غیبت کرنا، فرائض وواجبات ترک کرنا وغیرہ وغیرہ کہ جن کی تفصیل بلحاظ تطویل مناسب نہ جان کر انہیں چند معدودہ بالا پر کفایت کی گئی۔ آگے فرمایا کہ جو لوگ کبیرہ گناہوں سے بچتے رہیں گے، اگر ان سے کچھ صغیرہ گناہ ہو جائیں، تو اور نیک عملوں کے طفیل سے وہ صغیرہ گناہ خود بخود معاف ہو جائیں گے، اور اللہ بہت سے چھوٹے موٹے گناہوں سے درگذر فرماتا ہے، اور توبہ کو قبول کرتا ہے۔ گنہگار کو مایوس نہیں ہونے دیتا اگر ہر چھوٹی بڑی خطا پر پکڑنے لگے تو بندہ کا ٹھکانا نا گہانی۔

۱؎ یعنی اگر تقویٰ کی کچھ توفیق اللہ نہ دی تو شیخی نہ مارو، اور اپنے کو بہت بزرگ نہ بناؤ، وہ سب کی بزرگی اور پاک بازی کو خوب جانتا ہے۔ اور اس وقت سے جانتا ہے جب تم نے ہستی کے اس دائرہ میں قدم بھی نہ رکھا تھا۔ آدمی کو چاہئے کہ اپنی اصل کو نہ بھولے، پھر بطن مادر کی تاریکیوں میں ناپاک خون سے پرورش پاتا رہا۔ اس کے بعد کتنی جسمانی اور روحانی کمزوریوں سے دو چار ہوا، آخر میں اگر اللہ نے اپنے فضل سے ایک بلند مقام پر پہنچا دیا تو اس کو اس قدر بڑھ چڑھ کر دعویٰ کرنے کا استحقاق نہیں۔

مسئلہ: اس آیت میں ریا اور خود نمائی اور خود سرائی کی ممانعت فرمائی گئی، جس کی ابتداء مٹی سے تھی۔ اگر نعمتِ الٰہی کے اعتراف اور طاعت وعبادت پر مسرت اور اس کے ادائے شکر کیلئے نیکیوں کا ذکر کیا جائے تو جائز ہے۔

قیامت میں ایک کا بوجھ دوسرا نہ اٹھائے گا

۲؎ **شانِ نزول:** یہ آیت ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی جس نے آنحضرت ﷺ کا دین میں اتباع کیا

تھا۔ مشرکوں نے اس کو عار دلائی اور کہا کہ تُو نے بزرگوں کا دین چھوڑ دیا، اور تُو گمراہ ہو گیا، اس نے کہا: "میں نے عذابِ الٰہی کے خوف سے ایسا کیا"۔ تو عار دلانے والے کافر نے اس سے کہا کہ اگر تُو شرک کی طرف لوٹ آئے، اور اس قدر مال مجھ کو دے تو تیرا عذاب میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ ولید اسلام سے منحرف و مرتد ہو کر پھر شرک میں مبتلا ہو گیا۔ فرمایا اے محبوب ﷺ! اس شخص کا حال دیکھنے کے قابل ہے کہ یہ راہ راست پر آن کر اپنی بے وقوفی سے اس سے پھر گیا، اور پھر وہ بے وقوفی بھی اُدھوری چھوڑ دی کہ اس جھوٹی قرارداد جس کو مال دینا ٹھہرا تھا، اس کو تھوڑا سا دیا اور باقی سے منع کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس قرارداد کے رو سے بھی اس نے اپنے آپ کو عذاب سے پورا سبکدوش نہیں کیا۔ اس کے بعد اس بہکانے والے شخص کے حق میں فرمایا کہ کیا اس کو علم غیب ہے کہ ایک شخص کا عذاب دوسرا شخص اپنے ذمہ لے لیوے تو یہ ذمہ داری صحیح ہو جاتی ہے۔ کیا اس کو ان باتوں کی خبر قرآن میں نہیں ملی جو موسیٰ اور ابراہیم کے صحیفوں میں اتری تھیں، وہ ابراہیم علیہ السلام جو نہایت باوفا تھے جنہوں نے خدا کے عہد پورے کئے، احکام بندوں کو صاف صاف پہنچائے، اور اپنی جان و مال کو راہ خدا میں وقف کر دیا، خواب میں جوان کو حکم ہوا یعنی بیٹے کا ذبح کرنا وہ پورا کیا، اور اپنا آگ میں ڈالا جانا اور، اسکے علاوہ اور مامورات بھی تھے۔ غرض فطرت اسلام پر قائم تھے، ان کے صحف میں یہ بات اتری تھی کہ قیامت کے دن ایک شخص کے گناہوں کا بوجھ دوسرا نہ اٹھائے گا۔ وہ شخص اپنا کیا خود بھگتے گا، اور اپنے کئے کا پورا بدلہ پائے گا۔ یہ نہ ہوگا کہ کسی کی نیکیاں یا بدیاں زبردستی دوسرے کو دیدی جائیں، یعنی جو کرنی سو بھرنی۔ بغیر ایمان لائے اور بے عمل کئے وہاں کچھ نہ ملے گا۔ پس دنیا میں غافل نہ رہنا چاہئے۔ وہاں غیروں کی اچھائیاں ہرگز نہ مل جائیں گی۔

ایصال ثواب کا بیان

ہاں خود اگر کوئی اپنے کسی عمل صالح کا ثواب دوسرے کو پہنچاوے گا، صدقہ دے، نیاز فاتحہ دلائے، اس کے نام پر خیرات کرے، جس قسم کی بھی ہو تو برابر اس کا ثواب بسبب ہبہ کے دوسرے کو پہنچے گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میری ماں کی وفات ہو گئی، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ دوں کیا نافع ہوگا فرمایا: "ہاں"۔ مسائل اور بکثرت احادیث سے ثابت ہیں کہ میّت کو صدقات و طاعات سے جو ثواب پہنچایا جاتا ہے، پہنچتا ہے اور اس پر علماء اُمت کا اِجماع ہے، اور اسی لئے مسلمانوں میں معمول ہے کہ وہ اپنے اموات کو فاتحہ وغیرہ میں طاعات و صدقات سے ثواب پہنچاتے ہیں۔ یہ عمل احادیث کے بالکل مطابق ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں انسان سے کافر مُراد ہے، اور معنی یہ ہیں کہ کافر کو کوئی بھلائی نہ ملے گی بجز اس کے جو اس نے کی ہو، کہ دنیا ہی میں وسعت رزق یا تندرستی وغیرہ سے اس کا بدلہ دے دیا جائے گا۔ تاکہ آخرت میں اس کا کچھ حصہ باقی نہ رہے۔ اور ایک معنی آیت کے مفسّرین نے یہ بھی بیان کئے ہیں کہ آدمی بمقتضائے عدل وہی پائے گا، جو اس نے کیا ہو، اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جو چاہے عطا فرمائے اور ایک قول مفسّرین کا یہ بھی ہے کہ مومن کیلئے دوسرا مومن جو نیکی کرتا ہے، وہ نیکی خود اسی مومن کی شمار کی جاتی ہے جس کے لئے کی گئی۔ کیونکہ اس کا کرنے والا مثل نائب و وکیل کے اس کا قائم مقام ہوتا ہے۔ آگے فرمایا کہ ہر آدمی کے کام جو دنیا میں اس نے کئے ہوں گے، وہ عنقریب میزان عمل میں تول کر دیکھے جائیں گے۔ پھر ہر شخص کو پوری سزا جزا ملے گی اچھوں کو اچھی بروں کو بری۔

اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ۝۳۵ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ۝۳۶ وَ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى ۝۳۷ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۝۳۸ وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝۳۹ وَ اَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝۴۰ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝۴۱ وَ اَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ۝۴۲ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰى ۝۴۳ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْيَا ۝۴۴

کیا اس کے پاس علم غیب ہے جو دیکھ رہا ہے ۝۳۵ کیا اس کو اس کی خبر نہ پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے ۝۳۶ اور ابراہیم کی کہ جو احکام پورے بجالایا ۝۳۷ (اور وہ یہ ہے) کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسرے کے (گناہ کا) بوجھ نہیں اٹھائے گی ۝۳۸ اور یہ کہ آدمی کو وہی ملے گا جو کچھ کہ اس نے عمل کیا ۝۳۹ اور یہ کہ انسان کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی ۝۴۰ پھر اس کی کوشش کا پورا بدلہ دیا جائے گا ۝۴۱ اور [1] یہ کہ بیشک تمہارے پروردگار کی طرف انتہا ہے ۝۴۲ اور [2] یہ کہ وہی ہے جس نے ہنسایا اور رلایا ۝۴۳ اور [3] یہ کہ وہی مارتا ہے اور جلاتا ہے ۝۴۴

[1] مسند بزاز اور طبرانی میں معاذ بن جبل کی صحیح حدیث ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر ایک انسان کو ضرور قیامت کے دن ان باتوں کے جواب کے لئے اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑے گا، کہ عمر اور جوانی کس کام میں صرف کی، عمل کیا کیا کئے، روپیہ پیسہ کیونکر کمایا، اور کہاں خرچ کیا، یہ حدیث آیت کے اس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے۔

خوشی غمی، زندگی موت کا خالق اللہ تعالیٰ ہے

[2] مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خوشی اور غمی کے سبب ایسے پیدا کئے ہیں جس سے اس کی بہت بڑی قدرت ظاہر ہوتی ہے، اور انسان کو ان سے اللہ تعالیٰ کے پہچاننے کا بڑا موقع ملتا ہے۔ مثلاً بڑے سے بڑے امیر شخص کو عزیزوں کے مرنے یا کسی سخت مرض وغیرہ کے سبب سے کبھی ایسا رنج وغم پیش آجاتا ہے، کہ ہر گھڑی اسے رونے سے کام رہتا ہے۔ اس کا مال اس کے یار مددگار اس کے ہنسی خوشی رہنے کی کوئی صورت نہیں نکال سکتے۔ اور کبھی آدمی کو ایسی ہنسی خوشی سے رہنے کا ایسا سامان غیب سے پیدا ہو جاتا ہے کہ جو بیان سے باہر ہے۔ پس وہی شادی وغم کا مالک ہے۔ بہت لوگوں کو ہنسایا، عیش دیا، بہت کو رلایا، مصیبت ڈالی، مسلمانوں کو جنت میں سامان کرامت وسرور دے کر خوش کیا، کافروں کو دوزخ میں انواع عذاب میں مبتلا کیا۔

[3] ہر شخص کی عمر پوری ہو جانے کے بعد اس کا مرنا اور اس میں انسان کا لاچار ہونا، یہ تو سب کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ پھر جس کی قدرت میں یہ ہے، وہ اس پر بھی قادر ہے کہ مرنے کے بعد نیک وبد کے حساب وکتاب کے لئے انسان کو پھر دوبارہ پیدا کرے۔ جو لوگ اس کے منکر ہیں، وہ خدا کو جھٹلاتے ہیں، قیامت کے دن جس کا خمیازہ بھگتیں گے۔

وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿۴۷﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿۴۸﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾ وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا۟ ࣙالْاُوْلٰى ﴿۵۰﴾ وَثَمُوْدَا۟ فَمَاۤ اَبْقٰى ﴿۵۱﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ﴿۵۲﴾

اور ۱ یہ کہ اس نے دو جوڑے پیدا کئے نطفہ سے نر اور مادہ ﴿۴۵﴾ جبکہ (رحم میں) ڈالا جائے ﴿۴۶﴾ اور ۲ یہ کہ دوسری بار زندہ کرنا (حسب وعدہ) اس کے ذمہ ہے ﴿۴۷﴾ اور ۳ یہ کہ اس نے غنی کیا اور (اس نے ہی وہ) مال دیا (جو جمع کیا جاتا ہے) ﴿۴۸﴾ اور یہ وہی ۴ ستارہ شعریٰ کا پروردگار ہے ﴿۴۹﴾ اور ۵ یہ کہ اسی نے پہلی عاد (یعنی قوم ہود) کو ہلاک کیا ﴿۵۰﴾ اور ثمود (یعنی صالح کی قوم) کو (ان کے کفر کی وجہ سے) ہلاک کیا۔ پس کسی کو باقی نہ چھوڑا ﴿۵۱﴾ اور ان سے پہلے قوم نوح کو ہلاک کیا۔ بیشک وہ (ان سے بھی) زیادہ ظالم اور سرکش تھے ﴿۵۲﴾

۱ ایک قطرہ منی عورت کے رحم میں جا کر کبھی اس سے لڑکا پیدا ہوتا ہے اور کبھی لڑکی یہ بھی اللہ کی ایک قدرت ہے، جس میں انسان کا کچھ اختیار نہیں۔ ورنہ جو لوگ لڑکی کے پیدا ہونے کو اچھا نہیں سمجھتے ہیں، وہ لڑکی کے نہ پیدا ہونے کا ضرور کوئی علاج کرتے۔

۲ مطلب یہ ہے جیسے دنیا میں اللہ تعالیٰ نے سب کو بسایا، ویسا ہی ان سب کو دوسری زندگانی میں بھی ضرور لے جائیگا۔ یعنی مرے بعد اٹھائیگا، یا یہ کہ جب اس نے اپنے کلام میں انسان کے دوبارہ پیدا کرنے کا وعدہ کیا ہے، تو اس پر اس وعدہ کا پورا کرنا لازم ہے۔

۳ دنیا میں امیر و غریب بھی اللہ کی قدرت کی ایک نشانی ہیں، کہ کسی کے پاس حد سے زیادہ دولت ہے اور کوئی غریبانہ مال گذر کے قابل رکھتا ہے، پس جس کو چاہا امیر کیا جسے چاہا غریب۔

۴ شعریٰ ایک بہت بڑا ستارا ہے جس کی عرب کے بعضے قبیلے اسلام سے پہلے پوجا کرتے تھے۔ اس ستارے کی چال اور ستاروں سے الگ ہے۔ اور ستاروں کی چال آسمان کی چوڑائی میں ہے، اور یہ ستارا آسمان کی لمبائی کو طے کرتا ہے۔ اس نادر بات کو اس ستارے میں دیکھ کر ایک شخص ابو کبشہ نے عرب میں اس ستارے کی پرستش کا رواج پھیلایا، جو قبیلے شعریٰ کی پوجا کرتے تھے۔ ان کو اس آیت میں یہ تنبیہ فرمائی کہ سب کا رب اللہ ہے، اس ستارے کا رب بھی اللہ ہی ہے، لہٰذا اسی کی عبادت کرو۔

۵ چند پچھلی قوموں کے عذاب میں پکڑے جانے اور ہلاک ہو جانے کا ذکر فرما کر مشرکین کو یہ تنبیہ فرمائی، کہ اگر یہ لوگ اپنی سرکشی اور اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت سے باز نہ آئیں گے، تو ان ہی قوموں کا سا انجام ان کا ہوگا۔ ان قوموں کے قصے تفصیل سے اوپر گذر چکے ہیں۔

وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾ فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾ هٰذَا نَذِيرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْأُولٰى ﴿۵۶﴾ أَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾

اور اس نے الٹنے والی (یعنی قوم لوط کی) بستی کو نیچے گرا دیا ﴿۵۳﴾ پھر ان بستیوں پر (عذاب) چھایا جو کچھ چھایا (یعنی نشان والے پتھر برسے) ﴿۵۴﴾ پس اے انسان ۱؎ تو اپنے پروردگار کی کس کس نعمت میں شک کرے گا ﴿۵۵﴾ یہ نبی اگلے ڈرانے والوں ۲؎ کی طرح ایک ڈر سنانے والے ہیں ﴿۵۶﴾ (ان کا کہا مانو کیونکہ) نزدیک آنے والی (قیامت) قریب آ پہنچی ﴿۵۷﴾

۱؎ اے انسان تو خدا کی کس کس نعمت میں جھگڑا کرے گا۔ اس کی ہر ایک نعمت اس کی توحید پر برہان قاطع ہے، کس کس کو غیر رب کی طرف منسوب کرے گا، اور غیر کو اس میں شریک کرنا ان نعمتوں میں جھگڑا کرنا ہے۔

۲؎ اس آیت میں فرمایا کہ جس طرح اول ڈر سنانے والے انبیاء بھیجے گئے ہیں حضرت ہود، صالح، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام، انہیں میں سے ایک یہ بھی ہیں یعنی محمد ﷺ کوئی نئی بات نہیں۔ پھر نبی آخر الزماں ﷺ کے رسول اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں تم لوگوں کو تعجب کس بات کا ہے۔ اس کے بعد حشر کا ذکر فرماتا ہے کہ اللہ کے انتظام میں ہر چیز کی دنیا میں عمر مقرر ہے۔ اس لیے دنیا کی جو عمر مقرر کی گئی ہے وہ اب ختم ہونے کو ہے، اور اس کے ختم پر قیامت آنے والی ہے۔ جس طرح اس وقت دنیا کے کاروبار میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں، اسی طرح لگے رہیں گے، کہ ایک دفعہ ہی دنیا کے اُجڑنے کا صور پھونک دیا جائے گا۔ قیامت کی سختیاں جب سر پر آجائیں گی، تو سوا اللہ تعالیٰ کے ان کو کوئی ٹال نہ سکے گا۔ مشرک کے لئے خدا کا وعدہ ہے کہ اس دن اس کی کوئی سختی نہ ٹالی جائے گی۔ منکر قیامت یہ کہتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی، اس کا جواب دیتا ہے کہ اس کو اللہ کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرسکتا کہ وہ کب تک ہوگی۔ قیامت کا دن اللہ تعالیٰ نے اس مصلحت سے مخفی رکھا ہے کہ اگر اسکا وقت بتا دیا جاتا تو اس وقت دور دراز سمجھ کر لوگ غافل ہوجاتے۔ اب جو ابہام ہے تو ایماندار کو خوف لگا رہتا ہے، اور سمجھتا ہے کہ اس سے پہلے جو کچھ کرنا ہے کرلینا چاہیے پھر مہلت کہاں۔ آگے فرمایا کہ کیا یہ قیامت کے دن سے تعجب کرتے ہیں کہ بھلا یہ عالم جو ہزاروں برسوں سے ہے فنا ہوجائے گا، اور برآں مزید یہ کہ ہنستے ہو اور روتے نہیں، حالانکہ برعکس ہونا چاہیے۔ جب اتنی بڑی مصیبت سر پر سوار ہے تو اس کو تصور کر کے رونا چاہیے بالکل غفلت میں گرفتار ہو۔ لہو ولعب میں مبتلا ہو، جہاں چند دنوں رہنا ہے۔ وہاں کے لئے ان تدابیر جائز و ناجائز میں گرفتار ہیں، کہ دوسرے جہان کا ہوش نہیں کہ کہیں جانا بھی ہے اور عمر ہے کہ اپنی منازل کو بڑی تیزی کے ساتھ طے کر رہی ہے۔ پس توبہ کرو، ایمان لاؤ، توحید کو مانو، خدا کے لئے سجدہ کرو، نماز پڑھو کہ اس میں سجدہ بھی ہے، اور سجدہ بندے کا خدا سے نیاز مندی کا پورا اظہار ہے، اور سجدہ نماز ہی پر موقوف نہیں بلکہ ہر طرح سے عبادت کرو۔ تسبیح وتہلیل واستغفار وذکر و مراقبہ خیرات وصدقات سب کو شامل ہے۔

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ تَضْحَكُوْنَ وَ لَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَ اَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾

اللہ کے سوا اس کا کوئی ظاہر کرنے والا نہیں ﴿۵۸﴾ پس کیا (ایسے خوف کی باتیں سن کر) تم اس کلام الٰہی سے تعجب کرتے ہو ﴿۵۹﴾ اور (اس کے وعدہ وعید سن کر) ہنستے ہو اور (خوف عذاب سے) روتے نہیں ﴿۶۰﴾ اور تم کھیل میں مست ہو ﴿۶۱﴾ پس (اسی میں بہتری ہے کہ) تم اللہ کو سجدہ کرو اور (اسی کی) عبادت کرو ﴿۶۲﴾

اٰیاتھا ۵۵ — ۵۴ سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ ۳۷ — رکوعاتھا ۳

سورۂ قمر مکہ میں نازل ہوئی، اس میں پچپن آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿۱﴾

قیامت[۱] نزدیک آئی اور شق ہوگیا چاند ﴿۱﴾

خواص سورۃ القمر: اس سورت کا پڑھنا ہول دل کیلئے نہایت مفید ہے، اور حاکم کے خوف وظلم سے ہمیشہ بچتا رہے گا، اور جو شخص ہر جمعہ کی شب کو یہ سورت پڑھے مرض برص جذام سے نجات پائیگا، اور ہمیشہ دشمن کے مکر وفریب سے محفوظ رہے گا اور درد پاس نہ آئیگا۔

معجزہ شق القمر

[۱] **شان نزول:** تفسیر زاہدی میں یوں مذکور ہے کہ ایک شب میں ایک یہودی اور ابوجہل نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ ہم کو کوئی معجزہ دکھایئے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا چاہتے ہو۔ تب یہودی نے ابوجہل سے کہا کہ محمد ﷺ ساحر ہیں، اور سحر آسمان میں اثر نہیں کرتا۔ تو ان سے یہ کہا کہ ہمارے لیے چاند کے دوٹکڑے کریں۔ ابوجہل نے آپ سے یوں ہی کہا، آپ نے اپنی انگشت شہادت سے چاند کی طرف اشارہ کیا، چاند اسی وقت دوٹکڑے ہوگیا۔ پھر ابوجہل نے کہا کہ آپ اس کو حکم فرمادیں کہ یہ دونوں مل جاویں، آپ نے اس طرف اشارہ کیا جیسا تھا ویسا ہی ہوگیا۔ یہودی تو یہ دیکھتے ہی ایمان لایا اور ابوجہل نے کہا کہ میری آنکھوں پر بھی جادو کردیا ہے کہ مجھ کو چاند کے دوٹکڑے معلوم ہوئے۔ اور مسافروں کی جماعت سے

وَ اِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَ یَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝۲ وَ كَذَّبُوْا وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ وَ كُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝۳ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِیْهِ مُزْدَجَرٌ ۝۴ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝۵

اور (کافر) اگر کوئی معجزہ (ہمارے محبوب ﷺ سے) دیکھتے ہیں (جیسے شق القمر) تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو قوی جادو ہے ۝۲ اور انہوں نے (نبی اور معجزات کو) جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام نے اپنے وقت پر قرار پکڑا ہے ۝۳ اور بیشک ان (کافروں) کے پاس (پچھلی امتوں کی) وہ خبریں آئیں جن میں (کافی) نصیحت ہے ۝۴ انتہا کو پہنچی ہوئی حکمت، پس (ان کافروں کو) ڈرسنانے والی باتوں نے کچھ فائدہ نہیں دیا ۝۵

جو باہر سے آتے جاتے تھے، پوچھتا تھا تاکہ معلوم کرے کہ انہوں نے بھی یہ حال دیکھا ہے۔ یا نہیں۔ جب اس نے آنے جانے والوں سے پوچھا سب نے یہی جواب دیا کہ ہم نے فلانی رات کو چاند کے دو ٹکڑے ہوئے دیکھا۔ باوجودیکہ یہ معجزہ اس نے دیکھا، تب بھی یہی کہا کہ اس کا جادو بہت بڑا اور قوی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں یہ سورۃ بھیجی، اور فرمایا کہ ایسی ہٹ دھرمی کرنے والوں کو کیا ہدایت نصیب ہو سکتی ہے۔ بلکہ اور اگر کوئی نشانی دیکھ بھی لیں تو کہتے ہوئے ٹال کر چل دیں کہ یہ بڑا زبردست جادو ہے۔ اب آگے فرمایا کہ رسولوں کے جھٹلانے والی پچھلی اُمتوں کے عذاب میں گرفتار ہو جانے کا حال جو جگہ جگہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے، اس میں بھولے بھٹکے کے راہ پر لانے اور سرکش کے باز آنے کے لئے بڑی حکمت سے کام لیا گیا ہے۔ لیکن علم الٰہی کے موافق ازلی کم بختی جن کے سر پر سوار ہے، ڈرسنانے والوں کی ڈر کی باتوں کا انکے دل پر اثر نہیں ہوتا ہے۔ اسلئے انہوں نے حق و ہدایت یعنی نبی اور معجزات کو جھٹلایا، اور اپنی خواہشوں کے وسوسوں کا اتباع کیا' بت پرستی کی۔ جیسی باتیں یہ لوگ کر رہے ہیں ان باتوں کی قدر ان لوگوں کو اس وقت معلوم ہو گی جب ان کو آگ میں جھونک دیا جائے گا، اور انہیں ذِلت دینے کیلئے اللہ کے فرشتے ان سے گھڑی گھڑی پوچھیں گے کہ جن چیزوں سے تم لوگ دنیا میں نہیں ڈرتے تھے، بلکہ ان کے ڈرنے کو جادو کی سی وہمی باتیں بتلاتے تھے، اب ذرا خوب آنکھیں کھول کر دیکھ لو کہ اس آگ میں، ان سانپ بچھوؤں میں کچھ اثر ہے، یا یہ جادو کی سی وہمی خیالی چیزیں ہیں۔ ابوداؤد و نسائی اور ترمذی میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کو پیدا کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دوزخ کے عذاب کی سختیوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ! جب دنیا میں بنی آدم تیرے رسولوں کی معرفت اس عذاب کا حال سُن لیں گے، تو وہ اس سے بچنے کی ایسی کوشش کریں گے کہ شاید دوزخ خالی رہے، اور ان میں سے ایک شخص بھی اس میں نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس عذاب سے نجات دے اور برے کاموں سے بچائے آمین!۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۙ ⑥ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ ⑦ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ⑧ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَ قَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّ ازْدُجِرَ ⑨ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ⑩

پس تم ۱؎ ان سے منہ پھیر لو جس دن بلانے والا (فرشتہ یعنی اسرافیل) ایک ناگوار چیز (یعنی حساب) کی طرف بلائے گا ⑥ (مارے خوف کے) نیچی آنکھیں کیے ہوئے قبروں سے نکلیں گے گویا وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہیں ⑦ بلانے والے (یعنی اسرافیل) کی طرف دوڑتے ہوئے کافر کہیں گے: "یہ دن بڑا سخت ہے" ⑧ ان سے پہلے ۲؎ نوح (علیہ السلام) کی قوم نے جھٹلایا پس ہمارے بندے (نوح) کو جھٹلایا اور کہنے لگے: "وہ مجنوں ہے" اور اس سے سخت کلامی کی ⑨ تو اس نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ میں مغلوب ہو گیا ہوں تو میرا بدلہ لے ⑩

۱؎ ان آیتوں میں فرمایا کہ ایسے لوگوں کے دل پر معجزہ اور نصیحت کا کچھ اثر نہ ہو، تو ان کو راہ پر لانے کی زیادہ کوشش نہ کی جائے، بلکہ ایسے لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ دوسرے صور کی آواز سے جب یہ لوگ قبروں سے نکل کر ٹڈیوں کی طرح میدان محشر کی طرف شرمندہ شکل نیچی نگاہ کیے ہوئے دوڑیں گے، اس وقت ان کا کیا سب ان کی آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ اس دن یہ کافر یہ حالت دیکھ کر کہیں گے کہ افسوس! یہ دن تو بڑی آفت و مصیبت کا بڑا کٹھن اور سخت دشوار ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نافرمانی کا انجام

۲؎ جن رسولوں کے قصے اس سورۃ میں ہیں ان کی تفصیل تو اور سورتوں میں گزر چکی ہے، یہاں اس قدر بیان کر دینا کافی ہے کہ جب قریش کے منکر لوگوں نے ایسا بڑا ظاہر معجزہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جانے کا دیکھا، اور پھر بھی اس معجزے پر ایمان نہ لائے، اور اس کو جادو بتلایا، تو اللہ تعالیٰ نے قوم نوح سے لیکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک پچھلی قوموں کا طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہو جانے کا ذکر فرما کر آخر کو فرمایا ہے کہ اے محبوب ﷺ! ان منکروں میں کون سی خصوصیت ہے کہ یہ لوگ پچھلے عذاب الٰہی میں پکڑی ہوئی قوموں کے سے کام کریں گے، اور پھر اللہ تعالیٰ ان کو کسی عذاب میں نہ پکڑے گا۔ کیا اللہ کی طرف سے ان کے پاس کوئی نوشتہ آگیا ہے کہ یہ لوگ جو چاہیں گے سو کریں گے، اور اللہ ان سے کچھ مواخذہ نہ کرے گا۔ ان کو

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾

تو ہم نے آسمان کے دروازے زور کے بہتے پانی کے ساتھ کھول دیئے ﴿۱۱﴾ اور ہم نے زمین سے چشمے جاری کئے پس (آسمان اور زمین کے) دونوں پانی مل گئے ﴿۱۲﴾ اس کام کے پورا ہونے کے لئے جو مقصد تھا اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کو تختوں والی اور کیلوں والی کشتی پر سوار کیا ﴿۱۳﴾ جو کہ ہماری نگاہ کے روبرو بہتی تھی، یہ اس (شخص) کے بدلہ میں جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا ﴿۱۴﴾ اور ہم نے اس واقعہ کو نشانی چھوڑا۔ پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے ﴿۱۵﴾ پس (دیکھو) میرا عذاب اور میری دھمکیاں کیسی تھیں ﴿۱۶﴾ اور بیشک ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کر دیا پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے ﴿۱۷﴾

اپنے جتھے کا یہ گھمنڈ ہے کہ ان کے جتھے کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کر کے عذاب الٰہی کو ٹال دیں گے۔ پھر فرمایا کہ تھوڑے دنوں میں ان کا یہ جتھا شکست کھا کر بھاگ جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی کے دن منکروں کے جتھے کی شکست کھانے، اور بھاگنے کا مطلب اچھی طرح میری سمجھ میں آیا۔ فرعون اور اس کی قوم کے غرق ہو کر ہلاک ہو جانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہوئی، اور یہ سورۃ قصص میں گذر چکا ہے کہ آیت کے نازل ہونے کے بعد عام عذاب سے پھر کوئی قوم ہلاک نہیں ہوئی۔ اس لئے پہلے صاحب شریعت رسول حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے اس طرح کی قوموں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، جو عام عذاب سے ہلاک ہوئی ہیں، اور فرعون اور اس کی قوم پر یہ سلسلہ ختم ہوتا جاتا ہے۔ ان آیتوں میں مشرکین کی تنبیہ مقصود ہے، اس سبب سے اس طرح کی قوموں کا سلسلہ وار ذکر فرمایا، لیکن اختصار کی نظر سے اہل مدین کے ذکر کو یہاں محذوف فرمایا۔ یہ جو فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے ان سے سخت کلامی کی! اس کی تفسیر سورۃ شعراء میں گذر چکی ہے کہ ان کی قوم نے ان کو پتھروں سے کچل ڈالنے کی دھمکی دے کر سخت کلامی کی تھی۔

ولقد انذرھم بطشتنا فتماد وابالنذر کا مطلب یہ ہے کہ عذاب کے آنے سے پہلے حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو ہر چند عذاب الٰہی سے ڈرایا، مگر ان کی قوم نے ان کی نصیحت نہ سنی اور اس نصیحت کو جھٹلاتے رہے۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿١٨﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾ تَنزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنقَعِرٍ ﴿٢٠﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٢١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾ فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿٢٤﴾ أَأُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِن بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ﴿٢٥﴾ سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ﴿٢٦﴾ إِنَّا مُرْسِلُو النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾ وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿٢٨﴾

ع ۸

عاد نے (بھی اپنے پیغمبر کو) جھٹلایا، پھر میرا عذاب اور میری دھمکیاں کیسی تھیں ﴿۱۸﴾ بیشک ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیجی ایسے دن میں جس کی نحوست نہایت سخت تھی ﴿۱۹﴾ لوگوں کو اسی طرح اکھاڑ پھینکتی تھی کہ گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں ﴿۲۰﴾ پس (دیکھو) میرا عذاب اور میری ڈرانے والی باتیں کیسی تھیں ﴿۲۱﴾ اور بیشک ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کردیا ہے، تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ ﴿۲۲﴾ ثمود نے (اپنے پیغمبروں کو) جھٹلایا ﴿۲۳﴾ اور بولے: ''کیا ہم اپنی قوم میں سے ایک آدمی کی تابعداری کریں، بیشک ہم جب تو ضرور گمراہ اور دیوانے ہیں ﴿۲۴﴾ کیا ہم سب میں سے (منتخب ہوکر) اسی پر وحی نازل ہوئی ہے بلکہ یہ جھوٹا خود پسند ہے'' ﴿۲۵﴾ اللہ نے فرمایا: ''عنقریب کل جان لیں گے (جب کہ عذاب میں مبتلا ہوں گے) کہ کون جھوٹا خود پسند تھا ﴿۲۶﴾ بیشک ہم ان کی جانچ کے لئے اونٹنی بھیجنے والے ہیں تو (اے صالح!) تم ان کے (حالات کے) منتظر رہو اور (ان کی ایذا پر) صبر کرو ﴿۲۷﴾ اور انہیں خبر دے دو کہ (کنوئیں کا) پانی ان کے اور اونٹنی کے درمیان تقسیم کیا ہوا ہے، ہر ایک اپنی باری سے پانی پر آیا کرے ﴿۲۸﴾

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَى فَعَقَرَ ﴿٢٩﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٠﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿٣٢﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ ﴿٣٣﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ ۖ نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ ﴿٣٤﴾ نِعْمَةً مِنْ عِنْدِنَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي مَنْ شَكَرَ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ أَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَنْ ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٧﴾

پھر ثمود نے اپنے ساتھی کو بلایا تو اس نے (تیز تلوار) لے کر اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں ﴿۲۹﴾ پس (دیکھو) میرا عذاب اور میری ڈرانے والی باتیں کیسی تھیں ﴿۳۰﴾ بیشک ہم نے ان پر ایک سخت آواز کا عذاب بھیجا، پس وہ ایسے ہوگئے جیسا گھیرا بنانے والے کی بچی ہوئی گھاس سوکھی روندی ہوئی ﴿۳۱﴾ اور بیشک ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے، تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ ﴿۳۲﴾ قوم لوط نے ڈرانے والوں (رسولوں) کو جھٹلایا ﴿۳۳﴾ پس ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ہوا بھیجی (اور سب کو ہلاک کر دیا) سوائے لوط (علیہ السلام) کے گھر والوں (یعنی لوط اور ان کی دونوں صاحبزادیوں کے) کہ ان کو ہم نے اپنے احسان سے وقت سحر بچالیا ﴿۳۴﴾ اسی طرح ہم اس شخص کو صلہ دیتے ہیں جو (ہماری) شکر گزاری کرتے ہیں ﴿۳۵﴾ اور بیشک (عذاب آنے سے پہلے) لوط نے ان کو ہمارے عذاب سے ڈرایا مگر انہوں نے ڈرانے والی باتوں میں جھگڑا پیدا کیا ﴿۳۶﴾ ؎ اور انہوں نے اسے اس کے مہمانوں کو بدی کے ارادے سے لے لینا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھیں میٹ دیں (یعنی اندھے ہوگئے)۔ پھر ہم نے کہا کہ میرا عذاب چکھو اور میری ڈرانے والی باتوں کا نتیجہ دیکھو ﴿۳۷﴾

اغلام کا انجام

؎ سورۂ اعراف سورۂ ہود سورۂ شعراء سورۂ نمل سورۂ والصافات وغیرہ میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی اُمت کے لوگوں کا

وَلَقَدْ صَبَّحَهُم بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿٣٨﴾ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٤٠﴾ وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿٤١﴾ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٤٢﴾

اور بے شک صبح سویرے ان پر ٹھہرنے والا عذاب آیا (جو آخرت تک رہے گا) ﴿۳۸﴾ پس (ہم نے کہا کہ) میرا عذاب چکھو اور ڈرانے والی باتوں کا نتیجہ دیکھو ﴿۳۹﴾ اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ ﴿۴۰﴾ اور [1] بیشک (فرعون اور) فرعون والوں کے پاس ڈرانے والے (رسول) آئے تھے (یعنی موسیٰ اور ہارون علیہم السلام) ﴿۴۱﴾ انہوں نے ہماری تمام نشانیاں جھٹلائیں، پس ہم نے ان کو ایسا پکڑا جو ایک عزت والے اور عظیم قدرت والے کی پکڑ کی شان تھی ﴿۴۲﴾

قصہ گذر چکا ہے، کہ حضرت لوط علیہ السلام کی اُمت کے لوگوں میں لڑکوں سے بدفعلی کرنے کی عادت تھی جس کو اغلام کہتے ہیں۔ اس عادت کے چھڑا دینے کیلئے مدتوں حضرت لوط علیہ السلام نے ان لوگوں کو سمجھایا مگر ان میں سے ایک شخص بھی راہ راست پر نہ آیا۔ یہاں اس سورۃ میں ان لوگوں کے اندھے ہونے کا جو ذکر ہے۔ اسکی تفسیر یہ ہے کہ حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام نوعمر خوبصورت لڑکوں کی صورت میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس مہمان بن کر آئے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان فرشتوں کو نہیں پہچانا اور اُمت کے لوگوں کی عادت سے خوف زدہ ہو کر ان مہمانوں کی خبر ان کو لوگوں سے چھپایا۔ مگر حضرت لوط علیہ السلام کی بی بی نے قوم کے لوگوں کو ان مہمانوں کی خبر کر دی۔ وہ لوگ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر پر چڑھ آئے، حضرت لوط علیہ السلام نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا۔ ان لوگوں نے دروازہ توڑ کر گھر کے اندر گھسنے کا ارادہ کیا۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک پر مار کر جتنے وہ لوگ آئے تھے سب کو اندھا کر دیا۔ یہ رات کا وقت تھا، یہ لوگ حضرت لوط علیہ السلام کو یہ دھمکی دے کر چلے گئے کہ صبح کو تم سے ہم سمجھ لیں گے۔ آخر صبح کو وقت مقررہ آتے ہی وہ تمام بستی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اُلٹ دی، اور پھر پتھروں کا مینہ برسا، اور سب ہلاک ہو گئے۔ اب ان کی بستی کی جگہ ایک بودار پانی کا چشمہ ہے۔ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ، کو گھڑی گھڑی تاکید کے لئے فرمایا تاکہ مشرکین اس بات کو خوب سمجھ لیویں کہ اللہ کے رسولوں کو جھٹلانے اور ان کی نصیحت کے نہ ماننے کا کیا نتیجہ ہے۔ اور یہ قرآن نصیحت والوں کیلئے آسان کر دیا، یعنی حفظ و کتابت، و قرأت و عمل و وعظ کیلئے قرآن کو سہل کر دیا۔ آیا کوئی ہے کہ نصیحت قبول کرے اور قوم لوط کا حال دیکھ کر عبرت حاصل کرے۔

[1] فرعون اور اس کی قوم کی طرف حضرت موسیٰ اور ہارون علیہ السلام ڈرسنانے آئے، انہوں نے ہماری سب نشانیوں کی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزوں کی تکذیب کی، ہم نے ان کو یوں پکڑ کر سزا دی جیسے ایک بڑا جلیل القدر بادشاہ قاہر قادر ایک ادنیٰ آدمی کو پکڑ لیتا ہے۔

أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُم بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿٤٣﴾ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ﴿٤٤﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ﴿٤٦﴾ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ﴿٤٨﴾ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾

(اے اہل مکہ!) کیا ۱؎ تمہارے کافران سے بہتر ہیں یا تمہارے لئے آسمانی کتابوں میں معافی لکھی ہوئی ہے (کہ گرفت نہ ہوگی) ۴۳ یا کیا یہ کافر (اپنے زعم میں) کہتے ہیں کہ ہماری ایسی جماعت ہے جو غالب ہی رہے گی ۴۴ (انکو معلوم رہے) کہ عنقریب ان کی) جماعت کو شکست دی جاتی ہے اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے (دنیا میں تو یہ کچھ بھی نہیں) ۴۵ بلکہ ان کا وعدہ (عذاب کا) قیامت پر ہے، اور قیامت بڑی سخت اور نہایت کڑوی چیز ہے ۴۶ بیشک یہ مجرم لوگ (یعنی کفار) گمراہی اور جہالت میں ہیں ۴۷ جس دن یہ لوگ اپنے مونہوں کے بل دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے (تو ان سے کہا جائے گا) کہ دوزخ کی آگ لگنے کا مزہ چکھو ۴۸ بیشک ۲؎ ہم نے ہر چیز ایک اندازے سے پیدا کی ہے ۴۹

۱؎ اے قریش! کیا تم کافروں کی جماعت ان اگلے کافروں سے کچھ بہتر ہے، قوت و جماعت میں زائد ہے، کیا ہے کچھ بھی نہیں۔ کیا تمہارے لئے کوئی پروانہ نجات، برأت نامہ خدا کا اس کی کتابوں میں لکھ کر آ گیا ہے۔ شرک کی اجازت مل گئی ہے۔ اے محبوب ﷺ! کیا ان کافروں کو یہ گھمنڈ اور دعویٰ ہے کہ ہم سب اکٹھے ایک جماعت، ایک دل آپس میں مدد کرنے والے ہیں، ہم پر کون قابو پائے گا۔ تو اے محبوب ﷺ! عنقریب وہ وقت آ گیا کہ ان کی جماعتیں پراگندہ ہوں، اور سب شکست کھائیں، اور پیٹھیں پھیر کر بھاگیں۔ بلکہ اصل عذاب کا تو وعدہ آخرت کے عذاب کا ہے۔ جس کے ظہور کا وقت قیامت ہے جو بڑی آفت کا دن ہے، اور نہایت کڑوی گھڑی ہے جس میں اس طرح کے نافرمان لوگ آگ میں اوندھے منہ گھسیٹے جائیں گے، اور ان کے ذلیل کرنے کو اللہ کے فرشتے یہ کہیں گے: "لو آج اس آگ کا مزہ چکھو، جس کو دنیا میں تم لوگ جھٹلاتے تھے"۔ چنانچہ دنیا کے عذاب کی پیشین گوئی بروز بدر ظاہر ہوئی کہ بہت قتل ہوئے اور بہت قید کئے گئے۔

مسئلہ تقدیر اور قدرت کی نشانیاں

۲؎ **شان نزول:** مسند امام احمد اور صحیح مسلم، ترمذی وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔ جس کا

حاصل یہ ہے کہ قریش لوگ آنحضرت ﷺ سے قضاوقدر کی باتیں سن کران باتوں میں طرح طرح کی بحث کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ قریش میں دین اسلام کے منکر لوگ قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونے کے، اور آنحضرت ﷺ کے رسول ہونے کے، اور ضروریاتِ دین کے جس طرح منکر تھے۔ اسی طرح قضاوقدر کے بھی وہ لوگ منکر تھے۔ صحابہ اور تابعین کا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے جو کچھ نیک و بد دنیا میں ہونے والا تھا، اس سب کو اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔ اب جو کچھ دنیا میں ہورہا ہے، وہ اللہ کے علم ازلی اور لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق ہورہا ہے۔ یہ قول عام صحابہ اور تابعین کا آیات قرآنی اور صحیح حدیثوں کے موافق ہے، مگر فرقہ معتزلہ میں سے ایک گروہ معبد جہنی کا پیرو اس کے مخالف ہے، اس فرقہ کا نام قدریہ ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ بندہ جو کچھ کرتا ہے وہ مستقل طور پر خود کرتا ہے، بندہ کے کسی کام کے کرنے سے پہلے بندے کے کام سے اللہ کے علم ازلی کو کچھ تعلق نہیں ہے۔ اسی بات میں اہلِ سُنت نے فرقہ قدریہ کے رد میں صدہا کتابیں لکھی ہیں۔ غرض جس طرح اللہ تعالیٰ کی توحید اور آنحضرت ﷺ کے رسولِ برحق ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے، اسی طرح قضاوقدر پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ ابوداؤد ومسند امام احمد وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ آخر زمانہ میں قضاوقدر کے منکر لوگ پیدا ہوں گے۔ وہ اس اُمت کے مجوس ہیں، ان کے پاس بیٹھنے اور ان کے ساتھ کلام شروع کرنے، اور وہ بیمار ہوجائیں تو ان کی عیادت کرنے، اور مرجائیں تو ان کے جنازے میں شریک ہونے کی ممانعت فرمائی گئی۔ اور انہیں دجال کا ساتھی فرمایا گیا، وہ بدترین خلق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے، اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ، میں تقدیر کا ذکر فرما کر پھر، وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ فرمایا۔ حاصل مطلب ان دونوں آیتوں کا یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہورہا ہے تقدیر کے موافق اور اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ ایک ذرہ بھی تقدیر اور اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں سے باہر نہیں ہے۔ اللہ کی قدرت ایسی زبردست ہے کہ ایک کلمہ کُن کے کہنے سے پلک جھپکانے میں جو کچھ وہ چاہتا ہے وہ ہوجاتا ہے، کسی چیز کے پیدا ہونے میں کچھ دیر نہیں لگتی۔ اب آگے فرمایا کہ قریش کے ہم خیال جن پچھلے لوگوں نے اللہ کے رسولوں اور اللہ کے کلام کو جھٹلایا، ان کو طرح طرح کے عذابوں سے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہلاک کردیا۔ اور عقبیٰ کا سخت عذاب جدا ان کو بھگتنا پڑے گا۔ ہر نصیحت پکڑنے والے کو اس سے نصیحت پکڑنی چاہئے، تاکہ حال کے لوگوں کا بھی وہی انجام نہ ہو جو اُن کے ہم خیال لوگوں کا ہوا۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر انسان کے پیچھے دو کاتب مقرر ہیں، جو ان کا چھوٹا بڑا نیک و بد سب قول وفعل لکھتے رہے۔ اور یہ انتظام سزا و جزا کیلئے ہے، جو اگلے پچھلے سب لوگوں سے متعلق ہے۔ اب آگے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر کر اللہ کے کلام سے نصیحت پکڑنے والوں کا ذکر فرمایا، کہ ان کے نیک عملوں کی جزا میں ان کے رہنے کو باغ ملیں گے۔ جن میں پانی دودھ شراب اور شہد کی نہریں جاری ہوں گی، اور طرح طرح کے میوے، اور ہر طرح کی راحت کے سامان مہیا ہوں گے۔ اور اس ذی اقتدار بادشاہ کی بارگاہ میں ان کی بڑی عزت ہوگی کہ وہ بادشاہ جو چاہے سو کرسکتا ہے۔ دنیا کے بادشاہوں کے خاص اِقتدار کی طرح اس کے اِقتدار کی کوئی حد نہیں ہے۔ صحیح مسلم میں مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "ادنیٰ اہل جنت کو دنیا کی بادشاہت سے دس گنا ساز و سامان راحت کا جنت میں دیا جائے گا"۔

وَ مَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾ وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾ وَكُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْهُ فِی الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾ وَ كُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾

ع ۳

اور ہمارا حکم تو ایک بات ہے جیسے پلک کا مارنا ﴿۵۰﴾ اور بیشک ہم تمہارے جیسوں کو (یعنی پہلی امتوں کے کفار) ہلاک کر چکے ہیں۔ پس کیا کوئی نصیحت ماننے والا ہے ﴿۵۱﴾ اور جو کچھ انہوں نے کیا سب نامہ اعمال میں لکھا ہوا ہے ﴿۵۲﴾ اور ہر چھوٹا اور بڑا کام (لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے ﴿۵۳﴾ بیشک (قیامت کے دن) پرہیز گار لوگ باغوں اور نہروں میں ﴿۵۴﴾ عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور صدق کی مجلس میں (بیٹھے) ہوں گے ﴿۵۵﴾

آیاتها ۷۸　　۵۵ سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ ۹۷　　رکوعاتها ۳

سورۂ رحمٰن مکہ میں نازل ہوئی، اس میں اٹھتر آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورۂ رحمٰن: جب کسی کے چیچک ظاہر ہو تو نیلا تاگا لے کر اس پر سورۂ رحمٰن پڑھے اور جب فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پر آئے تو ایک گرہ دیدے اور اس پر پھونک دے۔ اس طرح پر سورت کو پورا کرے اور اس تاگے کو چیچک والے کی گردن میں باندھ دے ان شاء اللہ تعالیٰ بیماری دور ہو۔ اور یہ سورت آنکھ کے درد کے لئے بہت مفید ہے۔ اس سورت کو لکھ کر اپنے پاس رکھنے سے ہر مقصد پورا ہوتا ہے۔ (شاہ ولی اللہ)

اَلرَّحْمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ﴿۴﴾ اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۪﴿۵﴾ وَّ النَّجْمُ وَ الشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ ﴿۶﴾ وَ السَّمَآءَ رَفَعَهَا وَ وَضَعَ الْمِیْزَانَ ۙ﴿۷﴾ اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ ﴿۸﴾ وَ اَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ ﴿۹﴾

رحمٰن نے ﴿۱﴾ ۱؎ (اپنے محبوب کو) قرآن سکھایا ﴿۲﴾ انسان ۲؎ (یعنی انسانیت کی جان محمد ﷺ) کو پیدا کیا ﴿۳﴾ (ما کان وما یکون کا) بیان انہیں سکھایا ﴿۴﴾ سورج ۳؎ اور چاند حساب کے ساتھ چلتے ہیں ﴿۵﴾ اور ۴؎ سبزے اور درخت (اسی کو) سجدہ کرتے ہیں ﴿۶﴾ اور ۵؎ اسی نے آسمان بلند کیا اور اسی نے (دنیا میں) ترازو قائم کی ﴿۷﴾ تاکہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو ﴿۸﴾ اور انصاف کے ساتھ وزن کو قائم رکھو اور وزن نہ گھٹاؤ ﴿۹﴾

۱؎ **شان نزول:** جب سردارِ دو عالم ﷺ نے خدا رحمٰن کا ذکر فرمایا تو کافر بولے کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے کہ وہ کیا چیز ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ رحمٰن نازل فرمائی اور فرمایا کہ رحمٰن جس کا تم انکار کرتے ہو، وہی ہے جس نے قرآن نازل فرمایا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اہل مکہ نے جب کہا کہ محمد ﷺ کو کوئی بشر سکھاتا ہے، تو یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رحمٰن نے قرآن مجید اپنے محبوب ﷺ کو سکھایا (خازن)

۲؎ انسان سے اس آیت میں سید عالم محمد مصطفیٰ ﷺ مراد ہیں، اور بیان سے ما کان وما یکون کا بیان کیونکہ سردارِ دو عالم ﷺ اولین وآخرین کی خبریں دیتے تھے۔ (خازن)

۳؎ سورج چاند اپنے برجوں اور منزلوں کو حساب سے طے کرتے ہیں، جس کے سبب سے دن ورات پیدا ہو کر سال اور مہینہ معلوم ہوتا ہے، جس پر لوگوں کے ہزاروں کام منحصر ہیں۔

۴؎ اور بیل جو زمین پر پھیلتی ہے، اور درخت جو سیدھا کھڑا ہوتا ہے، یہ سب خدا کو سجدہ کرتے ہیں، اور یہ تمام اس کے حکم کے تابعدار ہیں۔ اگرچہ لوگوں کو انکی فرمانبرداری اور سجدہ کرنا معلوم نہیں لیکن وہ ضرور کرتے ہیں۔

۵؎ اوپر گذر چکا ہے کہ اللہ کے گناہ جیسے مثلاً نماز نہ پڑھنا، یہ حق اللہ کہلاتے ہیں۔ اور یہ دل کی خالص توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں، اور بندوں کے گناہ جیسے کسی کا مال چرا لینا یہ حق العباد کہلاتے ہیں۔ فقط توبہ سے یہ گناہ معاف نہیں ہوتے۔ جب تک صاحب حق سے اس کے حق کی معافی یا کچھ تلافی نہ ہو جائے۔ کم تولنا یا کم ناپنا بھی حق العباد میں ہے، اس لئے پورا تولنے کی تاکید فرمائی۔ زیادہ تفصیل اس کی ویل للمطففین میں آئے گی۔ مگر حق العباد سے ڈرنے کیلئے صحیح مسلم کی ابوہریرہ کی حدیث

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ﴿۱۰﴾ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۖ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ﴿۱۱﴾ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ﴿۱۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَخَلَقَ الْجَاۗنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾

اور ۱؎ اسی نے زمین کو مخلوق کے لئے بچھایا ﴿۱۰﴾ کہ اس میں (ہر قسم کے) میوے ہیں اور غلاف والے کھجوروں کے درخت ہیں ﴿۱۱﴾ اور اناج جس کے ساتھ بھس ہوتا ہے اور ۲؎ خوشبودار پھول ﴿۱۲﴾ پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۱۳﴾ اسی ۳؎ نے آدمی (کی اصل یعنی آدم) کو ٹھیکری کی مانند خشک بجتی مٹی سے بنایا ﴿۱۴﴾ اور جنوں (کے باپ جان) کو (بے دھوئیں والے) آگ کے شعلہ سے بنایا ﴿۱۵﴾

کافی ہے کہ حق العباد میں لوگوں کی نیکیاں ہر صاحب حق کو اسکے بدلے میں مل جائیں گی، اور یہ لوگ نیکیوں کے ثواب سے محروم ہو کر سیدھے جہنم کو چلے جائیں گے۔

انعامات خداوند کریم جل جلالہ

۱؎ آدمیوں کے آرام کیلئے زمین کو بچھایا اسی خدا نے جو رحمٰن ہے، تاکہ انسان اس پر آرام سے چلیں پھریں اور کاروبار جاری رکھیں۔ آگے زمین کی یہ صفت بیان فرمائی کہ وہ زمین ایسی ہے جس میں قسم قسم کے پھل میوے بھی نکلتے ہیں، اور غلہ اناج بھی۔ پھر غلہ میں دو چیزیں ہیں دانہ جو انسان کی غذا ہے، اور بھوسہ جو جانوروں کے لئے ہے۔ اور بعض چیزیں زمین سے وہ پیدا ہوتی ہیں جو کھانے کے کام میں نہیں آتیں لیکن ان کی خوشبو وغیرہ سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ غرض یہ سب کچھ انعامات جو دنیا میں تم کو نظر آرہے ہیں، اسی اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں جو رحمٰن ہے۔ جس کا کفار انکار کرتے تھے۔

۲؎ اگرچہ سورۂ نحل میں گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اس قدر احسان کئے ہیں کہ ان احسانات اور اس کی نعمتوں کا شکریہ کرنا تو درکنار، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ہر ایک شخص اگر اللہ تعالیٰ کے احسانات اور اسکی نعمت کی گنتی بھی کرنا چاہے تو یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی طاقت سے باہر ہے۔ لیکن آدمیوں اور جن کے فقط یاد دلانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں اکتیس قسم کی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے، اور ہر ایک قسم کی نعمت کے ذکر کے بعد جن وانسان سے تنبیہ کے طور پر یہ پوچھا ہے، کہ تم دونوں اللہ تعالیٰ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اس سورۃ میں جہاں تُكَذِّبٰنِ ہے، خطاب جن وانسان سے ہے۔

۳؎ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بنانے کیلئے خشک مٹی لی، جو بجانے سے بجے اور کوئی چیز کھنکھناتی آواز دے۔ پھر اس مٹی کو تر کیا کہ وہ مثل گارے کے ہوگئی، پھر اس کو چھوڑ دیا کہ وہ سیاہ رنگ کا بودار گارا ہوگیا، اور پھر جب اس سے پتلا تیار کیا

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ ﴿۱۹﴾ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ ﴿۲۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾ یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾

پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۱۶﴾ وہ دونوں مشرقوں کا مالک ہے اور دونوں مغربوں کا مالک ہے ﴿۱۷﴾ پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۱۸﴾ اور ۱ اس نے دو دریا (شیریں اور تلخ) بہائے کہ دیکھنے میں ملے ہوئے ﴿۱۹﴾ اور (حقیقتاً) ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے کہ ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتا ﴿۲۰﴾ پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۲۱﴾ ان ۲ دونوں دریاؤں میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے ﴿۲۲﴾ پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۲۳﴾

تو اس میں روح پھونک دی گئی اور شیطان اور جنوں کے باپ کو دہکتی آگ سے جس میں دھوئیں کا نام نہ تھا، صاف چمکتی لطیف آگ سے پیدا کیا، اور خدا دونوں مشرقوں اور مغربوں کا مالک ہے، جاڑے اور گرمی میں جس جس مقام سے سورج طلوع ہوتا ہے، وہ دو مشرق اور جہاں جہاں غروب ہوتا ہے وہ دو مغرب ہوئے۔ اسی کے تغیر و تبدل سے موسم اور فصلیں بدلتی ہیں، اور طرح طرح کے انقلابات ہوتے ہیں، زمین والوں کے ہزار ہا فوائد و مصالح ان تغیرات سے وابستہ ہیں۔ تو ان کا ادل بدل بھی خدا کی بڑی بھاری نعمت اور اس کی قدرت عظیمہ کی نشانی ہوئی۔

اللہ کی قدرت کا ذکر

۱ اللہ نے دنیا میں دونوں طرح کے دریا میں جاری کئے شیریں اور تلخ۔ اور یہی حال زمین کے اندر کا ہے کہ کھودنے سے کہیں میٹھا پانی نکلتا ہے، اور کہیں کھاری، اور قدرت کی روک کے سبب سے ایک دوسرے پر غالب نہیں آتا۔ سورۂ فرقان میں اس کی تفصیل زیادہ ہے۔

۲ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ سمندر میں جہاں میٹھی ندیاں گرتی ہیں، وہاں موتی اور مونگا پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے کا نکلنا فرمایا۔

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾ يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿۲۹﴾

اور ۱؎ اللہ ہی کے لئے ہیں کشتیاں جو دریاؤں میں چلتی ہیں، پہاڑوں کے مثل بلند ہیں ﴿۲۴﴾ پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۲۵﴾ جو کوئی روئے زمین پر ہے سب کو فنا ہے ﴿۲۶﴾ اور (صرف) تمہارے پروردگار کی ذات باقی رہے گی جو کہ عظمت اور بخشش والا ہے ﴿۲۷﴾ پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۲۸﴾ اسی سے ۲؎ مانگتے ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ خدا ہر روز ایک حالت میں ہے (یعنی وہ ہر وقت اپنی قدرت کے آثار ظاہر فرماتا ہے) ﴿۲۹﴾

۱؎ جہازوں اور کشتیوں کو پہاڑوں سے تشبیہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح خشکی میں پہاڑ قدرت کا نمونہ ہیں، اسی طرح دریا میں جہاز اور کشتیاں اسی کے قبضہ قدرت و فرمان میں ہیں۔ جو اونچی اونچی بلند پہاڑوں کی طرح پانی میں چلتے ہیں۔ ہزاروں من بوجھ بھرا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا زمین پر جو کچھ ہے وہ ہمیشہ رہنے والا نہیں، اس سب کے پیچھے فنا لگی ہوئی ہے۔ باقی رہنے والی وہی ایک ذات وحدہٗ لاشریک ہے۔ اب جس کی قدرت میں انسان کا پیدا کرنا اور فنا کرنا، اسی نے یہ جتلایا ہے کہ دنیا کا یہ سب کارخانہ اس نے بے فائدہ نہیں پیدا کیا، بلکہ اسلئے پیدا کیا ہے کہ دنیا میں جو نیکی و بدی ہو رہی ہے، ہر نیک و بد کے مرجانے کے بعد پھر انسان کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا، اور نیکی و بدی کی جزا و سزا کا فیصلہ ایک دن کیا جائے گا۔ جو لوگ اس کے منکر ہیں انہوں نے دنیا کی حالت پر اچھی طرح غور نہیں کیا۔ صاحب غور وہی ہیں جنہوں نے دنیا کو چند روزہ سمجھ کر یہاں کچھ ایسا کر لیا، جس سے دوبارہ زیست میں ان کو سرخروئی حاصل ہو۔

۲؎ اسی سے آسمانوں کے رہنے والے اور زمینوں کے بسنے والے سب اپنی اپنی حاجتیں علی حسب المراتب مانگتے ہیں۔ مغفرت، توفیق روزی، حفاظت وغیرہ کہ سب ہر بات میں اسکے محتاج ہیں۔ وہ ہر وقت نرالی شان میں جلوہ دکھاتا ہے۔ کسی کو جلاتا ہے، کسی کو عزت دیتا ہے، کسی کو ذلت دیتا ہے، کسی کو غنی کرتا ہے، کسی کو محتاج، کسی کے گناہ بخشتا ہے، کسی کی تکلیف رفع کرتا ہے۔

شان نزول: کہا گیا ہے کہ یہ آیت یہود کے رد میں نازل ہوئی جو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہفتہ کے روز کوئی کام نہیں کرتا، ان کے قول کا بطلان ظاہر فرمایا گیا۔ منقول ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے وزیر سے اس آیت کے معنی دریافت کئے، اس نے

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۰﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾

پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۳۰﴾ اے جن وانسان! ہم عنقریب سب سے فارغ ہوکر تمہارے (حساب وکتاب کے) لئے متوجہ ہوں گے ﴿۳۱﴾ پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۳۲﴾ اے جن وانسان کے گروہ! اگر تم آسمان اور زمین کی حدود سے باہر نکلنے کی طاقت رکھتے ہو تو نکل جاؤ، جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے ﴿۳۳﴾ پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۳۴﴾ تم پر (قیامت کے دن بے دھوئیں کے) آگ کے شعلے اور (بے شعلے کا کالا) دھواں بھی چھوڑا جاوے گا۔ پس تم (اس عذاب کا) مقابلہ نہ کرسکو گے ﴿۳۵﴾

ایک روز کی مہلت چاہی، اور نہایت متفکر ومغموم ہوکر اپنے مکان پر آیا۔ اس کے ایک حبشی غلام نے وزیر کو پریشان دیکھ کر کہا: ''اے آقا! آپ کو کیا مصیبت پیش آئی بیان کیجئے''۔ وزیر نے بیان کیا تو غلام نے کہا کہ اس کے معنی بادشاہ کو میں سمجھا دوں گا۔ وزیر نے اس کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا تو غلام نے کہا: ''اے بادشاہ! اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے، اور دن کو رات میں، اور مُردے سے زندہ نکالتا ہے اور زندے سے مُردہ، اور بیمار کو تندرستی دیتا ہے اور تندرستی دیتا ہے اور تندرست کو بیمار کرتا ہے۔ مصیبت زدہ کو رہائی دیتا ہے، اور بے غموں کو مصیبت میں مبتلا کرتا ہے، عزت والوں کو ذلیل کرتا ہے، ذلیلوں کو عزت دیتا ہے، مالداروں کو محتاج کرتا ہے محتاجوں کو مالدار''۔ بادشاہ نے غلام کا جواب پسند کیا، اور وزیر کو حکم دیا کہ اس غلام کو خلعت وزارت پہنایئے۔ غلام نے وزیر سے کہا: ''اے آقا! یہ بھی اللہ کی ایک شان ہے''۔

لے اے آدمیو اور جنو! تم ہم کو غافل نہ سمجھو، عنقریب ہم ہر بات کا حساب لیتے ہیں، دنیا میں جو کرتے ہو سب محفوظ رہے گا، بروز قیامت سب سوال ہوگا۔ اب آگے جنات اور انسان کے منکر حشر گروہ سے فرمایا کہ جب قیامت قائم ہوگی تو ان سے کہا جائے گا کہ لو آج کچھ رستہ نکالو تو عرصہ محشر سے کہیں بھاگ جاؤ، آسمانوں کے کنارے اور زمین کی انتہائی طرفوں سے فرشتوں کی

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ وَرْدَةً کَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾

پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۳۶﴾ پھر جب کہ آسمان پھٹ جائے گا اور گلاب کے پھول کی طرح سرخ چمڑے کے مانند ہو جائے گا ﴿۳۷﴾ پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۳۸﴾

ہزاروں صفوں کے احاطہ سے نکل کر چلے جاؤ، اگر اتنی طاقت ہو تو دکھاؤ۔ ہرگز اللہ کی حکومت اور بادشاہت سے نکل کر کہیں بھاگ کر نہیں جا سکتے۔ ہاں اگر کوئی دلیل رکھتے ہو یعنی تقویٰ، گناہوں سے توبہ، تو عرصہ محشر سے نکل کر جنت میں جاؤ گے۔ سوائے کافرو! تمہارے پاس تقویٰ ہی نہیں'' صحیح بخاری و مسلم کی ابو ہریرہ کی حدیث ہے کہ قبروں سے اٹھتے ہی ایک آگ بے دھوئیں والی، اس طرح کے لوگوں کو چاروں طرف سے گھیر کر محشر کے میدان تک لے جائے گی۔ آگے اسی آگ کے شعلوں اور دھوئیں کا ذکر ہے، اور یہ بھی ذکر ہے کہ اس سے بچنے کے لئے ان کی مدد کر کے کوئی ان کو بچا نہیں سکتا، اور نہ یہ خود کہیں بھاگ سکتے ہیں۔ قیامت کے دن کی باتوں سے لوگوں کو دنیا میں خبردار کر دینا، یہ اللہ کا احسان ہے۔ اس لئے ان باتوں کے ذکر کو نعمت فرمایا پس جو کچھ کرنا ہے دنیا میں کر لو۔

ل پہلے صور سے جب ساری دنیا اُجڑے گی۔ ایک دفعہ تو آسمان اسی وقت پھٹے گا، اور پھر حشر کے لئے دوسرا صور پھونکا جائے گا، جس کی آواز سے سب لوگ قبروں سے اٹھیں گے۔ اس وقت دُنیا کا آسمان پھٹے گا، اور اس میں دروازے ہو جائیں گے، جن دروازوں سے حشر کے انتظام کے فرشتے زمین پر اُتریں گے۔ ان آیتوں میں آسمان کی اسی دوسری حالت کا ذکر ہے، کیونکہ اس کے بعد مجرموں کے دوزخ میں ڈالے جانے کا حال ہے، جو دوسرے صور کے بعد ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی صحیح مسلم اور ترمذی کی حدیث ہے کہ دوزخ کو محشر کے میدان میں لایا جائے گا، اس وقت کی دوزخ کی لپٹ سے آسمان طرح طرح کا رنگ بدلے گا۔ اسی کا ذکر ان آیتوں میں ہے کہ کبھی آسمان کا رنگ گلابی ہو جائے گا، اور کبھی سرخ۔ صحیح مسلم کی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جو گنہگار اپنے گناہوں کا انکار کریں گے، تو ان کے منہ پر مہر لگا کر ان کو گونگا کر دیا جائے گا، اور ان کے ہاتھ پیروں سے ان کے گناہوں کی گواہی ادا کرائی جائے گی۔ اس گواہی کے بعد ان گونگوں سے پھر کچھ نہ پوچھا جائے گا، بلکہ ان کے سیاہ چہرے اور کرنجی آنکھوں کی نشانی سے فرشتے ان کو پہچان لیں گے کہ یہ دوزخی ہیں۔ پھر ان کی پیشانی کے بال ان کے پاؤں کے پنجوں میں باندھ دیں گے، اور اس طرح ان کی ایک گٹھڑی بنا کر ان کو دوزخ میں جھونک دیں گے۔ تو ان کو ذلیل کرنے کیلئے فرشتے کہیں گے کہ یہ وہی آگ ہے جس کو دنیا میں تم جھٹلاتے تھے۔ پھر آگ میں جلنے اور پیاس کے وقت نہایت درجہ کا کھولتا ہوا پانی پینے میں ان کی ہمیشہ کی زندگی بسر ہوگی۔ کبھی کبھی عذاب کے طور پر یہ کھولتا ہوا پانی

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَّلَا جَانٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۴۰﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَ الْأَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۴۲﴾ هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿۴۳﴾ يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ ﴿۴۴﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۴۵﴾ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ﴿۴۶﴾

پس اس دن گنہگار کے گناہ کی پوچھ نہ ہوگی کسی آدمی اور کسی جن سے ﴿۳۹﴾ پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۴۰﴾ (اس دن) گنہگار لوگ اپنے چہرے ہی سے (کہ چہرے کالے اور آنکھیں نیلی ہوں گی) پہچانے جائیں گے، پس ان کی پیشانی کے بال اور پاؤں پکڑے جاویں گے (اور جہنم میں ڈالے جائیں گے) ﴿۴۱﴾ پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۴۲﴾ (کہا جائے گا): "یہ ہے وہی دوزخ کہ جس کو مجرم جھٹلاتے تھے" ﴿۴۳﴾ وہ مجرم دوزخ اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان پھیرے کریں گے (پس یہ پانی ان کو پلایا جائے گا) ﴿۴۴﴾ ۱ پس اے آدمیو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۴۵﴾ اور جو کوئی (دنیا میں) اپنے پروردگار کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے تو اس کیلئے دو جنتیں (عدن اور نعیم) ہیں ﴿۴۶﴾

انکے سر پر ڈال دیا جائے گا۔ اس پانی کے پینے اور سر پر ڈالنے سے ان کی انتڑیاں باہر نکل پڑیں گی۔ ان باتوں کو نصیحت کے طور پر ذکر کر کے انسان کو ان باتوں سے ڈرا دینا یہ اللہ کا ایک احسان ہے، اسلئے ان باتوں کے ذکر کو احسان فرمایا۔

جنت کے اوصاف اور اہل جنت کی اعلیٰ زندگی

۱ جن لوگوں کے دل میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے اور حساب و کتاب کا خوف ہے، اور وہ لوگ اس خوف کے سبب سے فرض اور نفل عبادت کے بجالانے، اور گناہوں سے بچنے میں احکام شرع کے پابند ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی بڑی عزت فرمائے گا کہ ایک جنت ان کے نیک عمل کے بدلے میں، اور ایک ان کے خوف کے بدلے میں، اس طرح ان کو دو جنتیں ملیں گی۔ اور وہ دو عالیشان باغ جن کے اوصاف بیان کرتا ہے کہ وہ دونوں باغ ایسے ہوں گے جن میں مختلف قسم کے پھل ہوں گے، اور درختوں کی شاخیں نہایت پُر میوہ اور سایہ دار ہوں گی، اور ان باغوں کی یہ بھی صفت ہے یعنی وہ ایسے باغ ہوں گے جن میں چشمے جاری ہوں گے، اور وہ کسی وقت تھمتے نہیں نہ خشک ہوتے ہیں اور ان میں ہر ایک میوہ سے

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِیْهِمَا مِنْ کُلِّ فَاکِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّکِـِٕیْنَ عَلٰی فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَ جَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾

پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۴۷﴾ دونوں باغ بہت سی شاخوں والے (جس میں طرح طرح کے میوے) ہوں گے ﴿۴۸﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۴۹﴾ ان دونوں میں دو چشمے بہتے ہیں (ایک آب شیریں دوسرا پاک شراب کا) ﴿۵۰﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۵۱﴾ ان میں سب میوے دو دو قسموں کے ہیں ﴿۵۲﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۵۳﴾ (اہل جنت) تکیہ لگائے ہوئے ایسے فرشوں پر بیٹھے ہوں گے کہ جن کا استر دبیز ریشم کا ہوگا، اور ان دونوں کے میوے بہت ہی نزدیک جھکے ہوئے ہوں گے ﴿۵۴﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۵۵﴾

دو قسمیں ہوں گی یعنی تر اور خشک۔ یا ایک ترش اور ایک شیریں، یا ایک مثل دنیا کے میوے کے ہوگا نہ سنا ہوگا۔ اور وہ لوگ وہاں عیش کریں گے۔ شان و شوکت عزت سے مسندوں پر تکیہ لگائے، ایسے فرشوں پر بیٹھے ہوں گے جن کے استر نہایت دبیز، لطیف وخوش نما و گراں بہا ریشمی ہونگے، اور ابرے باریک ریشمی ہوں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ جس بچھونے کا استر ریشمی کپڑے بیش قیمت کا ہوگا، اس بچھونے کے ابرے کا حال اللہ کو معلوم ہے کہ کیسا ہوگا۔ آگے فرمایا کہ جنت کی میوہ دار شاخیں ایسی حالت پر ہوں گی کہ کھڑے بیٹھے لیٹے سب طرح ان شاخوں میں کا میوہ جنتی لوگ کھا سکیں گے، اور ان باغوں میں یعنی سب جنتوں میں حوریں ہیں، شرمیلی نگاہوں والی باعصمت وعفت نیچی آنکھیں رکھنے والی، جس سے سوائے ان ازواج کے اور کسی نے بات بھی نہ کی ہوگی، اور وہ ایسی خوبصورت خوش رنگ ہوں گی گویا کہ یاقوت اور موتی ہیں۔ یعنی صفائی اور سرخی یاقوت کی، اور چمک اور سفیدی چھوٹے موتی کی سی ہوگی۔ آگے فرمایا کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ انکو یہ نعمتیں نہ ملیں، کہ نیکی کا بدلہ بجز نیکی اور کیا ہے، یعنی جب انہوں نے دنیا میں نیک کام کئے ایمان لائے، توحید اختیار کی، تو ہم ان کو ضرور جنت دیں گے۔ جب ہم نے دنیا میں ان پر احسان کیا، توحید کی توفیق دی تو کیا اس توحید کا بدلہ آخرت میں نہ دیں گے۔

فِيهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِأَيِّ آلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِأَيِّ آلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِأَيِّ آلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾ وَمِنْ دُونِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾

ان میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہوں گی کہ جن کو ان سے پہلے نہ کسی آدمی نے چھوا اور نہ کسی جن نے ﴿۵۶﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۵۷﴾ (ان کی صفائی اور رنگت ایسی ہے) گویا وہ یاقوت اور مونگا ہیں ﴿۵۸﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۵۹﴾ (دنیا کی) نیکی کا بدلہ (آخرت میں) انعام کے سوا کچھ نہیں ﴿۶۰﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۶۱﴾ اور [۱] ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں ﴿۶۲﴾

[۱] ان آیتوں میں پہلے تو یہ فرمایا کہ جن لوگوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف ہوگا، ان کو جنت کی دو منزلیں ملیں گی ایک ان کے نیک عمل کے بدلے میں، اور ایک خوف الٰہی سے برے کاموں سے بچنے کے بدلے میں۔ پھر ان منزلوں کے ساز و سامان کا ذکر فرمایا کہ بعض منزلوں میں اعلیٰ درجہ کا ساز و سامان ہے، اور بعض میں ان سے کم درجہ کا۔ ہر طرح کی منزلوں کے ساز و سامان کا ذکر اسلیئے فرمایا تا کہ معلوم ہو جائے کہ جس قدر خوف الٰہی انسان کے دل میں ہوگا، اسی قدر ساز و سامان والی جنت کی دو منزلیں اس کو ملیں گی۔ آگے فرمایا کہ وہ دونوں باغ سرسبز و شاداب ہیں۔ ایسی سبزی ہے کہ نہایت ہی گہری سبزی ہے، اور ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہیں جو جوش مار رہے ہیں، خیر و برکت رحمت و کرامت سے بھرے ہیں۔ جس سے ہر ایک جنتی اس سے متمتع ہوگا، اور ان دونوں باغوں میں طرح طرح کے میوے، قسم قسم کی کھجوریں، انگور کے درخت ہوں گے۔ اور ان ہی باغوں میں عورتیں نیک اخلاق اور اچھی صورت ہوں گی، یعنی ان کی پیدائش کی خوبصورت ہوں گی، یعنی ان کی پیدائش کی خوبصورتی حسن و اخلاق سے مزین ہوگی، اور جنت میں خیموں کے اندر حوریں پوشیدہ بیٹھی ہوں گی۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جنت میں خیمے کھوکھلے موتی کے ہوں گے کہ جن میں سے ہر ایک کا عرض ساٹھ کوس کا ہوگا، اور اپنے اپنے خیمہ میں گھر والے بیٹھے ہوں گے، جو غیر ان کو نہ دیکھ سکے گا۔ اس لئے ہر ایک مومن کی ضرورت ہے کہ اپنے خدا اور رسول کے احکام کے بجالانے میں کوتاہی نہ کرے۔ تا کہ اصلی مکان جنت کا وارث بنے، ورنہ مستحق جہنم کا ہوگا، اور صد ہا واویلا کرے گا مگر اس وقت کا کچھ نیک ثمرہ حاصل نہ ہوگا۔ آگے فرمایا کہ اور حوروں کی صفت یہ ہے کہ پہلے ان سے کسی انسان و جن نے ان کو چھوا نہ ہوگا، غرض کہ سب کنواریاں ہی ہوں گی۔ آگے جنتیوں کا عیش و آرام ذکر فرماتا ہے کہ یہ بہشتی ان عمدہ باغوں کے نفیس

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِیْهِمَا فَاکِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّکِـِٕیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّ عَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾

پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۶۳﴾ وہ دونوں خوب سبز سیاہی مائل ہیں ﴿۶۴﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۶۵﴾ ان دونوں میں دو چشمے چھلکتے ہوئے ہوں گے ﴿۶۶﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۶۷﴾ ان میں میوے اور کھجوروں کے درخت اور انار ہیں ﴿۶۸﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۶۹﴾ ان میں بڑی نیک سیرت اور خوبصورت عورتیں ہیں ﴿۷۰﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۷۱﴾ (وہ) حوریں خیموں میں پردہ نشین ہیں ﴿۷۲﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۷۳﴾ (اور) ان سے پہلے انہیں نہ کسی آدمی نے چھوا اور نہ کسی جن نے ﴿۷۴﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۷۵﴾ وہ سبز مسندوں اور رنگ برنگ کے قالینوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے ﴿۷۶﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۷۷﴾

اور نہایت آرام دہ محلوں میں اپنی بی بیوں حوروں کے پاس سبز مسندوں پر، جو نہایت قیمتی اور سنہرے فرش ہوں گے، تکیہ لگائے ہوئے آرام وچین میں بیٹھے ہوں گے۔

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾ ع

تمہارے لے پروردگار کا نام بڑا برکت والا ہے، جو عظمت والا بزرگی والا ہے ﴿۷۸﴾

قیامت کے اِنکار کا جواب

لے نہایت بزرگ بابرکت نام ہے تیرے رب کا جو صاحب بزرگی و مہربانی کا ہے ان بندوں پر، جو اس سے ڈرتے ہیں اور اس کا اور اسکے رسول کا حکم بخوشی بجالاتے ہیں۔

ایاتہا ۹۶ | ۵۶ سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ ۴۶ | رکوعاتہا ۳

سورہ واقعہ مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چھیانوے آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿۲﴾ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴿۳﴾

جس وقت کہ قیامت لے واقع ہو جائے گی ﴿۱﴾ اس وقت اس کے ہونے میں کسی کو انکار کی گنجائش نہ ہوگی ﴿۲﴾ کسی کو (جہنم میں گرا کر) پست کرنے والی ہے اور کسی کو (دخول جنت کے ساتھ) اونچا کرنے والی ہے ﴿۳﴾

خواص سورۃ الواقعہ: جو شخص اس سورۃ کو روزانہ پڑھ لیا کرے کبھی فاقہ نہیں ہو۔ اس سورۃ کو صبح و شام باوضو پڑھنے سے بھوک و پیاس دور ہوتی ہے۔ اس سورت کو 41 بار پڑھے ان شاء اللہ ہر حاجت پوری ہو جائے گی۔ اس سورت کو لکھ کر بچہ ہونے کے وقت عورت کے باندھے تو ان شاء اللہ بچہ آسانی کے ساتھ پیدا ہوگا۔

میدان حشر میں کفار کی ذلت اور اہل ایمان کی عظمت

لے مشرکین قیامت کے منکر تھے، اس واسطے اللہ تعالیٰ نے چند سورتوں میں قیامت کا حال بیان فرما کر ان کے انکار کو توڑا ہے۔ حاصل معنی ان آیتوں کے یہ ہیں کہ اب تو یہ لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں، لیکن جب قیامت قائم ہو جائے گی، اور دوسرے صور کی آواز سن کر یہ لوگ قبروں سے ٹڈیوں کی طرح نکل کھڑے ہوں گے، اور ان کے قبروں سے نکلتے ہی ایک آگ ان پر تعینات ہو جائے گی، جو ان کو محشر کے میدان تک گھیر کر لے جائے گی، اور اس آگ سے ان لوگوں کو میدانِ محشر میں، اور دوزخ میں طرح طرح کی تکلیفیں پیش آئیں گی۔ اس وقت ان کو اس انکار کی حقیقت کھل جائے گی، کہ اس وقت یہ اپنی کسی تکلیف کو ٹال نہیں سکیں گے۔ آگے فرمایا کہ دنیا میں بہت سے لوگ جو بڑھ چڑھ کر گزران کرتے ہیں، اور اس دنیا کی خوشحالی

اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ﴿۴﴾ وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿۵﴾ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ﴿۶﴾ وَّ كُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ﴿۷﴾ فَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ﴿۸﴾ وَ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ﴿۹﴾ وَ السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿۱۰﴾ اُولٰٓىِٕكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۱۱﴾

جبکہ زمین کو سخت زلزلہ آوے گا ﴿۴﴾ اور پہاڑ ٹوٹ کر بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے ﴿۵﴾ پس وہ گرد کی طرح اڑتے پھریں گے ﴿۶﴾ اور تم (قیامت کے دن) تین قسم کے ہو جاؤ گے ﴿۷﴾ دائیں طرف والے، پس دائیں طرف والے کیسے اچھے (جنتی) ہیں ﴿۸﴾ اور دوسرے بائیں طرف والے پس بائیں طرف والے، کیسے برے حال ہیں ﴿۹﴾ اور (تیسرے) جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے ﴿۱۰﴾ (کہ) وہ (خدا کے ساتھ) خاص قرب رکھنے والے ہیں ﴿۱۱﴾

کے سبب سے عقبیٰ سے بالکل غافل تھے، قیامت کے دن وہ ذلیل وخوار ہوں گے، اور دنیا کی جس خوشحالی نے ان کو عقبیٰ سے غافل کر دیا تھا، اس دن کے عذاب کے آگے وہ دنیا کی چند روزہ خوشحالی ان کو یاد بھی نہ آئے گی۔ اسی طرح جو ایماندار لوگ دنیا میں غریبی حالت سے اپنی گذر کرتے تھے، وہ اس دن نہایت بڑھی چڑھی حالت سے ہوں گے، اور دنیا کی وہ اپنی غریبی حالت ان کو یاد بھی نہ آئے گی۔ آگے فرمایا کہ قیامت اس دن ہوگی جبکہ زمین ہلا ڈالی جائے گی، اور نہایت سخت یہاں تک کہ اس پر جو درخت پہاڑ مکانات ہوں گے، سب ٹوٹ پھوٹ کر خاک میں مل جائیں گے۔ نام ونشان نہ رہے گا، اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر کے ہوا میں اڑا دیئے جائیں گے۔ بادلوں کی طرح غبار بن کر اڑتے پھریں گے، پس ایسے ہو جائیں گے جیسا غبار ذرہ ذرہ ہوتا ہے نظر نہیں آتا۔ جب جانوروں کے کھروں سے اڑتا ہے تب تو آنکھ اس کو دیکھ سکتی ہے، ورنہ نہیں۔ یا جب آفتاب دروازے کی دراز میں، یا تاریک مکان میں کسی سوراخ سے اپنی روشنی پہنچاتا ہے تو کچھ ذرے اڑتے نظر آتے ہیں، اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ذرہ ایک میں گھستا چلا جاتا ہے۔

انسانوں کے تین گروہ

اب آگے قیامت کے دن سب لوگوں کی تین قسمیں جو ہوں گی، ان کا ذکر فرمایا کہ ان تین فرقوں میں سے: ❶ ایک وہ گروہ ہے کہ جن کے داہنے ہاتھوں میں نامہ اعمال دیئے جائیں گے، یعنی مومن کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ اہل سعادت نہایت امن اور برکت والے ہوں گے، اور ❷ دوسرا گروہ اصحاب مشئمہ کہ جن کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جائیں گے وہ کافر ہیں، اور نہایت بدکار ہوں گے۔ اور ❸ تیسرا گروہ سبقت والے، ان کا تو کہنا ہی کیا وہ تو ہر بات میں سبقت ہی لے گئے۔ دنیا میں سبقت لے گئے، ایمان پہلے لائے، ہجرت پہلے کی، جہاد میں سب کے آگے بڑھ کر دوڑتے اور جان لڑاتے ہیں۔ تکبیر اولیٰ کی طرف پروانہ کی طرح دوڑتے ہیں، اور ہر کار خیر میں سبقت کرتے ہیں۔ تو وہ جنت میں بھی سب سے پہلے جائیں گے۔ وہ اللہ کے اعلیٰ درجہ کے مقربین دربار ہیں، اور جنت نعیم میں داخل ہوں گے۔

فِیۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ ﴿۱۲﴾ ثُلَّۃٌ مِّنَ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۳﴾ وَ قَلِیۡلٌ مِّنَ الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۱۴﴾ عَلٰی سُرُرٍ مَّوۡضُوۡنَۃٍ ﴿۱۵﴾ مُّتَّکِـِٕیۡنَ عَلَیۡہَا مُتَقٰبِلِیۡنَ ﴿۱۶﴾ یَطُوۡفُ عَلَیۡہِمۡ وِلۡدَانٌ مُّخَلَّدُوۡنَ ﴿۱۷﴾ بِاَکۡوَابٍ وَّ اَبَارِیۡقَ ۬ۙ وَ کَاۡسٍ مِّنۡ مَّعِیۡنٍ ﴿۱۸﴾ لَّا یُصَدَّعُوۡنَ عَنۡہَا وَ لَا یُنۡزِفُوۡنَ ﴿۱۹﴾

یہ (مقرب) لوگ نعمتوں کے باغوں میں ہوں گے ﴿۱۲﴾ بہت ۱؎ سے تو اگلے لوگوں میں سے ہوں گے ﴿۱۳﴾ اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں سے ہوں گے ﴿۱۴﴾ وہ ۲؎ لوگ جڑاؤ تختوں پر تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ﴿۱۵﴾ ان کی خدمت میں ہمیشہ لڑکے ہی رہنے والے ﴿۱۶﴾ (لڑکے) چیزیں لے کر آویں جاویں گے ﴿۱۷﴾ آبخورے اور آفتابے، اور ایسا جام شراب جو بہتی شراب سے بھرا جاوے گا ﴿۱۸﴾ نہ اس سے ان کو درد سر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا ﴿۱۹﴾

۱؎ یہ مقربین کی تفصیل ہے کہ وہ پہلے لوگوں میں بہت ہیں، اور پچھلوں میں تھوڑے، اور اگلوں سے مراد یا تو پہلی اُمتیں ہیں زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے ہمارے سرکار سید عالم ﷺ کے عہد مبارک تک کی، جیسا کہ اکثر مفسرین کا قول ہے۔ لیکن یہ قول نہایت ضعیف ہے، اگرچہ مفسرین نے اس کے وجوہ ضعف کے جواب میں بہت سی توجیہات بھی کی ہیں۔ قول صحیح تفسیر میں یہ ہے کہ اگلوں سے اُمتِ محمدیہ ہی کے پہلے لوگ مہاجرین و انصار میں سے جو سابقین اولین ہیں، وہ مراد ہیں، اور پچھلوں سے ان کے بعد والے۔ احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ حدیث مرفوع میں ہے کہ اولین و آخرین یہاں اسی امت کے پہلے اور پچھلے ہیں، اور یہ بھی مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دونوں گروہ میری ہی اُمت کے ہیں۔
(تفسیر کبیر و بحر العلوم وغیرہ)

جنتیوں کی صفات

۲؎ مقربین کی جنت میں ساز و سامان یہ ہوگا کہ سونے کے تاروں کے بنے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے، اور نوعمر خوبصورت خادم پانی کے آبخورے، شراب کے جام، طرح طرح کے میوے کے طباق اور کباب کی رکابیاں لئے ہوئے حاضر ہوں گے۔ شراب وہ ہوگی جس سے دنیا کی طرح نہ سر درد ہوگا، نہ حواس میں کچھ فتور پڑے گا۔ آبدار موتی کی صورت میں حوریں ہم نشینی کے لئے موجود ہوں گی۔ پھر فرمایا کہ جنتی لوگ آپس میں سلام علیک جو کریں گے، اسی کی آواز چاروں طرف سے آئے گی، اور کسی طرح کی ایسی بیہودہ کوئی بات چیت نہ ہوگی جس سے جنت کے عیش میں کچھ خلل پڑے۔ سورۂ رحمٰن میں گزر چکا ہے کہ مقربین کی جنت کی منزلیں بھی بلند ہوں گی، اور ان کا ساز و سامان بھی اعلیٰ درجہ کا ہوگا۔

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٢١﴾ وَحُورٌ عِينٌ ﴿٢٢﴾ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ﴿٢٣﴾ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ﴿٢٥﴾ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ﴿٢٦﴾ وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ﴿٢٧﴾

اور میوے جن کو وہ پسند کریں گے ﴿۲۰﴾ اور جس پرند کا گوشت وہ پسند کریں گے ﴿۲۱﴾ اور ان کے لئے (وہاں) بڑی بڑی آنکھ والیاں حوریں ہیں ﴿۲۲﴾ (رنگت اور صفائی میں) جیسے (حفاظت سے) پوشیدہ رکھے ہوئے موتی ﴿۲۳﴾ یہ ان کے اعمال کے صلہ میں ملے گا ﴿۲۴﴾ جنت میں نہ بیہودہ باتیں سنیں گے اور نہ گناہ کی باتیں ﴿۲۵﴾ بس (ہر طرف سے) سلام ہی سلام کی آواز آوے گی ﴿۲۶﴾ اور جو[۱] داہنی طرف والے ہیں وہ داہنی طرف والے کیسے اچھے (جنتی) ہیں ﴿۲۷﴾

[۱] مقربین کے حال کے بعد یہ داہنے ہاتھ والوں کا حال فرمایا کہ ان کا بھی کیا کہنا، وہ بھی بڑے رتبہ والے ہیں، ان کو بھی ہر طرح کی نعمت وسرور ہے، وہ بیریوں کے سایہ میں عیش کریں گے۔ دنیا کی بیریوں میں کانٹے ہوتے ہیں، جنت کی بیریوں میں سایہ ہوگا پھل ہوں گے مگر کانٹے نہ ہوں گے۔ دنیا کے لمبے درختوں کا نیچے کا حصہ پھل سے خالی ہوتا ہے، جنت کے درخت ایسے نہیں ہیں، ان میں جڑ کے پاس سے ہی میوے کی شاخیں شروع ہو جاتی ہیں۔ معتبر سند سے بیہقی کی عبداللہ بن عباس کی حدیث ہے کہ جنت کی چیزوں کے فقط نام دنیا کی چیزوں سے ملتے ہوئے ہیں، ورنہ جنت کی چیزوں کے آگے دنیا کی چیزوں کی کچھ حقیقت نہیں۔ اس لئے ان بیروں اور کیلوں کے مزہ کو دنیا کے بیروں اور کیلوں پر قیاس نہ کرنا چاہئے۔ صحیح بخاری، مسلم اور ترمذی میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "جنت میں بعضے سایہ دار درخت ایسے ہیں کہ ان کا سایہ سوار آدمی سے بھی سو برس کے عرصے میں طے نہیں ہوسکتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی معتبر روایتوں کے موافق جنت میں نہ سورج ہے نہ دھوپ، وہاں تو ہمیشہ ایسا وقت رہے گا جیسا وقت دنیا میں طلوع فجر سے سورج کے نکلنے تک رہتا ہے، اس لئے وہاں کا سایہ فقط تفریح کے لئے ہوگا۔ مسند امام احمد اور ترمذی میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ جنت میں دودھ۔ شہد۔ شراب اور میٹھے پانی کے دریا ہیں، جس میں سے یہ چیزیں بہہ کر جنت کے ہر ایک مکان کی نہروں میں آئیں گی، اور ہمیشہ وہ نہریں جاری رہیں گی، اور یہی حدیث مَآءٍ مَّسْكُوبٍ کی تفسیر ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ میٹھے پانی کے دریا میں سے جنت کی نہروں میں پانی گرے گا، اور ہمیشہ جاری رہے گا۔ صحیح بخاری ومسلم کی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث مشہور ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے سورج گہن کی نماز پڑھنے میں جنت اور دوزخ کو

فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾ وَّ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾ وَّ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ وَّ مَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾ وَّ فَاكِهَةٍ كَثِیْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّ لَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾ وَّ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾ اِنَّاۤ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾ لِّاَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ ﴿۳۸﴾

وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے کانٹے کے بیری کے درخت ہوں گے ﴿۲۸﴾ اور خوب پھلے ہوئے کیلے کے گچھے ہوں گے ﴿۲۹﴾ اور لمبا لمبا (یعنی ہمیشہ) کا سایہ ہوگا ﴿۳۰﴾ اور ہمیشہ جاری پانی رہے گا ﴿۳۱﴾ اور کثرت سے میوے ہوں گے ﴿۳۲﴾ جو نہ (کبھی) ختم ہوں گے اور نہ ان کی روک ٹوک ہوگی ﴿۳۳﴾ اور اونچے اونچے فرش ہوں گے ﴿۳۴﴾ بیشک ہم نے (وہاں کی) عورتوں کو ایک خاص پیدائش کے ساتھ پیدا کیا ﴿۳۵﴾ پس ہم نے انہیں کنواریاں ﴿۳۶﴾ اپنے شوہر پر پیاریاں (انہیں پیار دلاتیاں)۔ ایک عمر والیاں بنا دیا ہے ﴿۳۷﴾ یہ سب چیزیں داہنی طرف والوں کے لئے ہیں ﴿۳۸﴾

دیکھا، اور جنت کی انگور کی بیل میں سے ایک خوشہ توڑنا چاہا پھر آپ نے وہ خوشہ نہیں توڑا اور فرمایا کہ اگر میں اس خوشہ کو توڑ لیتا تو قیامت تک اس کے انگور کھایا کرتے۔ یہ حدیث وَّ فَاكِهَةٍ كَثِیْرَةٍ کی گویا تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے میوے کا ایک ایک خوشہ ہزاروں آدمیوں کے ہزار ہا برس کے کھانے کے قابل میوے سے لدا ہوا ہے۔ لَّا مَقْطُوْعَةٍ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جس طرح دنیا کے میوے خاص خاص موسم پر ہوتے ہیں، اور موسم کے بعد ان کی پیداوار کا سلسلہ مقطوع اور منقطع ہو جاتا ہے، جنت کے میوؤں کا یہ حال نہیں ہے کہ بلکہ وہاں ہر موسم میں کل میوے موجود ہوں گے۔ لَا مَمْنُوْعَةٍ کی تفسیر انہیں کے قول کے موافق یہ ہے کہ لیٹے بیٹھے ہر حالت میں جنتی لوگ جنت کے پیڑوں کا میوہ کھا سکیں گے۔ کسی حالت میں کچھ روک ٹوک نہ ہوگی فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ کا یہ مطلب ہے کہ کئی کئی بچھونے اوپر تلے بچھانے سے وہ بچھونے اونچے ہو جائیں گے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بچھونوں سے مراد عورتیں فضل و جمال میں بلند درجہ رکھتی ہوں گی۔ آگے فرمایا کہ ہم نے دنیا کی مسلمان عورتوں کو وہاں نئی پیدائش دی ہوگی۔ بعد از اں کہ مر کر خاک میں مل گئی ہوں گی، مگر پھر نرم و نازک بن جائیں گی، انکو کنواریاں خوبصورت، زیبا شمائل بنا دیا ہوگا، اور ناز و انداز کرشمہ و ادا والیاں خاوندوں کی عاشق اور معشوق ہوں گی۔ اور وہ ان سے نہ بڑی ہیں نہ چھوٹی بلکہ ہم عمر ہیں۔ یہ نعمتیں ہر ایک کو نصیب نہیں بلکہ خاص ان لوگوں کے لئے جن کے داہنے ہاتھوں میں اعمال نامہ ہوں گے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جنتی جنت کے بیوی کے چہرہ کو جو دیکھے گا تو پائے گا اس رخسارہ کو کہ آئینہ سے بھی زیادہ صاف و شفاف ہوگا، اور ادنیٰ موتی اس پر ایسا ہوگا کہ تمام مشرق و مغرب کو روشن کر دے گا۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿۴۱﴾ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ﴿۴۲﴾ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ﴿۴۳﴾

ان میں ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا﴿۳۹﴾ اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے ہوگا﴿۴۰﴾ اور۱ جو بائیں طرف والے ہیں، بس وہ بائیں طرف والے کیسے (برے حال میں) ہیں﴿۴۱﴾ وہ لوگ جلتی ہوا میں ہوں گے﴿۴۲﴾ اور کھولتے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں﴿۴۳﴾

۱ یہ اصحاب یمین کے دو گروہوں کا بیان ہے کہ وہ اس اُمت کے پہلوں پچھلوں دونوں گروہوں میں سے ہوں گے، پہلے گروہ تو اصحاب رسول اللہ ہیں اور پچھلے ان کے بعد والے۔

۲ مقربین اور دائیں ہاتھ والوں کے بعد یہ بائیں ہاتھ والوں کے حال کا ذکر فرمایا، کہ ان دوزخیوں کا کیا پوچھنا وہ تو نہایت ہی ذلت وخواری والے ہیں، ان کو بہت سخت عذاب ہے۔ کبھی سموم میں جائیں گے۔ سموم اس گرم ہوا کو کہتے ہیں جو آدمی کے جسم کے اندر گھس جاتی ہے، اور دل اور جگر کو جلا دیتی ہے۔ زقوم وہ کانٹوں دار درخت دوزخ میں ہوگا جو بھوک کے وقت دوزخیوں کو کھلایا جائے گا۔ معتبر سند سے بیہقی، مسند امام احمد وغیرہ میں ابی امامہ اور ابی درداء سے جو روایتیں ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب زقوم اہل دوزخ کو کھلایا جائے گا، اور اس کو کانٹے ان کے حلق میں پھنسیں گے، تو ایسا گرم پانی ان کو پلایا جائے گا جس سے انکی انتڑیاں کٹ کر نکل پڑیں گی۔ سورۃ والمرسلات میں آئے گا کہ حساب سے فارغ ہونے تک ایسے لوگوں پر دوزخ کی آگ کا دھواں سایہ کی طرح چھایا رہے گا، جس میں بڑی بڑی چنگاریاں آگ کی ان لوگوں پر جھڑتی رہیں گی۔ اسی کا ذکر ان آیتوں میں فرمایا کہ اس دھوئیں کے سایہ میں نہ تو کچھ ٹھنڈک ہے، نہ وہ سایہ کچھ ان کی عزت بڑھانے کیلئے ہوگا، بلکہ وہ تو ان پر آگ کی چنگاریاں برسانے کا ایک بادل ہوگا۔ ان آیتوں میں ایسے لوگوں کے عذاب میں پکڑے جانے کا سبب بھی بتلایا کہ یہ لوگ اپنی خوشحالی میں ایسے بدمست ہوگئے تھے کہ اللہ کی عبادت میں بتوں کو شریک کرتے تھے، اور دنیا کی خوشحالی کے نشہ میں عقبیٰ کے منکر تھے۔ حالانکہ اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ اس طرح کے سب اگلے پچھلوں کو جمع کرکے ان کو زقوم اور کھولتا پانی اس طرح کھلایا پلایا جایا کرے گا، جس طرح اصرار سے مہمان کو کھانا پانی کھلایا پلایا جاتا ہے۔ پھر جب زقوم کے کھانے سے پیٹ میں آگ لگے گی، اور اس سے پیاس معلوم ہوگی تو پانی پئیں گے۔ جیسے کہ اونٹ پیاسا بے اختیار ہو کر پیتا ہے، جس کے پیتے ہی ان کی آنتیں کٹ کٹ کر گر پڑیں گی، لیکن اس پانی کے پینے سے کبھی سیراب نہ ہوں گے۔ اور یہ زقوم اور پانی قیامت کے دن وہ کھانا اور پینا ہے جو اول ہی روز ان کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اور اس کے بعد طرح طرح کے کھانے وپینے عذاب کے بھرے ہوئے ملیں گے۔ صحیح مسلم کی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ کا تفصیلی حال جو کچھ مجھ کو معلوم ہے، وہ اگر تم لوگوں کو معلوم ہوجائے تو تمہاری ہنسی کم ہوجائے، اور ہر وقت تم

لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيمٍ ﴿٤٤﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُتْرَفِينَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ ﴿٤٦﴾ وَكَانُوا يَقُولُونَ أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿٤٧﴾ أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ﴿٤٨﴾ قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ﴿٤٩﴾ لَمَجْمُوعُونَ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿٥٠﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ﴿٥١﴾ لَآكِلُونَ مِن شَجَرٍ مِّن زَقُّومٍ ﴿٥٢﴾ فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٥٣﴾ فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ﴿٥٤﴾ فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ ﴿٥٥﴾ هَٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ﴿٥٦﴾ نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ ﴿٥٧﴾

جو نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ عزت والا ہوگا ﴿٤٤﴾ بیشک وہ لوگ اس سے پہلے (یعنی دنیا میں) بڑے ناز و نعمت میں رہتے تھے ﴿٤٥﴾ اور بڑے بھاری گناہ (یعنی شرک) پر اصرار کرتے تھے ﴿٤٦﴾ اور کہتے تھے: ''کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے ﴿٤٧﴾ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی'' ﴿٤٨﴾ تم فرماؤ: ''بیشک سب اگلے اور پچھلے ضرور جمع کیے جائیں گے ﴿٤٩﴾ ایک مقررہ دن کے معیاد (یعنی قیامت) پر'' ﴿٥٠﴾ بیشک تم اے گمراہو (حق کے) جھٹلانے والو! ﴿٥١﴾ بیشک تم تھوہڑ کے درخت میں سے کھاؤ گے ﴿٥٢﴾ پھر اس سے پیٹ بھرو گے ﴿٥٣﴾ پھر اس پر کھولتا پانی پیو گے ﴿٥٤﴾ پھر ایسا پیو گے جیسے سخت پیاسے اونٹ پیتے ہیں ﴿٥٥﴾ یہ ان لوگوں کی مہمانی ہے انصاف کے دن ﴿٥٦﴾ ہم [1] نے تم کو (اول بار) پیدا کیا پھر تم (مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کیے جانے کو) یقین کیوں نہیں کرتے ﴿٥٧﴾

روتے رہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کا انتظام قائم رہنے کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق آنحضرت ﷺ نے دوزخ کا جو حال بیان فرمایا ہے وہ مختصر ہے۔ تفصیلی بیان دوزخ کا اس سے بہت زیادہ ہے۔

توحید کا بیان

[1] اوپر ذکر تھا کہ یہ بائیں ہاتھ والے نافرمان لوگ اس لئے عقبیٰ کے عذاب میں پکڑے جائیں گے، کہ دنیا میں یہ لوگ حشر اور

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَكُمُ الْمَوْتَ وَ مَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَ نُنْشِئَكُمْ فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْ لَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾

تو بھلا دیکھو تو وہ منی جسے تم (عورتوں کے رحم میں) گراتے ہو ﴿۵۸﴾ تو کیا تم اس کو پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں ﴿۵۹﴾ ہم ہی نے تمہارے درمیان موت کو (معین وقت پر) ٹھہرایا اور ہم اس بات سے نہیں ہارے کہ تمہاری جگہ تم جیسے اور (آدمی) پیدا کر دیں، اور پیدا کریں تم کو ایسے عالم میں جس کی تمہیں خبر نہیں ﴿۶۰﴾ اور لہ بیشک تم اول پیدائش کو جان چکے ہو ﴿۶۱﴾ پس (اسی سے آخرت کی زندگی کی) کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے ﴿۶۲﴾

قیامت کی باتوں کو جھلاتے تھے۔ ان آیتوں میں ان منکرین حشر کے انکار کو ضعیف کرنے کی چند باتیں ذکر فرمائی ہیں، اور فرمایا ہے کہ اگرچہ ان لوگوں کو زبانی اس بات کا اقرار ہے کہ ان کو اللہ نے پیدا کیا ہے، لیکن ان کے دل میں اس کا پورا یقین نہیں ہے۔ ورنہ یہ کسی عقلمند کا کام نہیں ہے کہ ایک دفعہ ایک کام کا ہو جانا آنکھوں کے سامنے دیکھے، زبان سے اس کے ہو جانے کا اقرار کرے، اور پھر دوبارہ اسی کام کے ہو جانے کا منکر ہو۔ سورۃ الزمر میں گزر چکا ہے: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کے اقرار پر یہ لوگ اس لئے مجبور ہیں کہ اس کے انکار کا کوئی راستہ یہ لوگ نہیں پاتے۔ اسی واسطے یہاں فرمایا کہ جس بات کے انکار کا کوئی راستہ یہ لوگ نہیں پاتے، اس کا اقرار بھی یہ لوگ دل سے نہیں کرتے۔ اتنا نہیں سمجھتے کہ مرد عورت کی صحبت کے بعد عورت کے رحم میں منی جاتی ہے، تو خلاف عقل اس ایک قطرہ پانی سے ان کو ان کے بڑوں کو کس نے پیدا کیا۔ پھر ایک ہی طرح کے پانی کے قطرہ سے سب پیدا کیے۔ ان میں کوئی بوڑھا ہو کر مرتا ہے اور کوئی اس عمر کو نہیں پہنچتا۔ کہیں میاں بی بی کی بارہا صحبت ہوتی ہے۔ ہزارہا منی کے قطرے رحم میں جاتے ہیں، اور ایک بچہ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ جس صاحبِ قدرت نے آدم علیہ السلام کی مٹی کے ایک پتلے میں سلسلہ بے سلسلہ قیامت تک کی یہ سب حالتیں پیدا کیں، جو تمہاری آنکھوں کے سامنے اور تمہاری سمجھ سے باہر ہیں۔ اس کی قدرت سے یہ کیا بعید ہے کہ تمہاری سمجھ سے باہر پھر دوبارہ جس حالت میں چاہے تم کو پیدا کر دے۔

عجائبات قدرت

لہ اس آیت میں ایک سیدھی سی مثال سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو سمجھایا ہے کہ پہلے تم بالکل نیست و نابود تھے، ہم نے تم کو پیدا کیا، تم مر گئے تو اس سے بڑھ کر اور کون سی بات ہو سکتی ہے کہ پہلے کی طرح تم بالکل نیست و نابود ہو جاؤ گے۔ پھر کیا اتنی

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿٦٣﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿٦٤﴾

کیا ا دیکھا تم نے یہ جو تم بو لے ہو (۶۳) کیا تم اس کی کھیتی اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں (۶۴)

بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی جس طرح ہم نے پہلی دفعہ تم کو پیدا کیا، دوبارہ اسی طرح ہم کو پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ اگرچہ مشکل اور آسان کام سب یکساں ہیں، لیکن یہ دنیا کے تجربہ کی ایک بات ہے کہ ایک دفعہ جو کوئی ایک کام کرے تو دوسری دفعہ اس کو وہ کام آسان ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے سورہ روم میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو یہ بھی سمجھایا ہے کہ جب ایک دفعہ ہم نے تم کو پیدا کر دیا، تو اپنے دنیا کے تجربہ کے موافق تمہیں یہ سمجھنا چاہئے کہ بہ نسبت پہلی دفعہ کے ہم کو دوسری دفعہ تمہارا پیدا کرنا بہت آسان ہے۔ پس اول آخر کا رنگ ملا کر دیکھو پہلے بھی نہ تھے بعد کو ہو گئے، اب پھر نہ رہو گے پھر ہو جاؤ گے۔

ا اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خالق ہونے کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں اپنے رزاق ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ حاصل معنی ان آیتوں کے یہ ہیں کہ انسان کے رزق کا دارومدار زمین کی پیداوار پر اور زمین کی پیداوار کا دارومدار مینہ کے برسنے پر ہے، اور یہ سب کی آنکھوں کے سامنے کی بات ہے کہ کھیتی کرنے والے لوگ زمین میں بیج ڈال کر ایسے بے بس ہو جاتے ہیں، کہ ایک سال بھی بیج ڈالنے کے بعد مینہ نہ برسے، یا برسے تو سمندر کا سا کڑوا پانی بیج کا جلا دینے والا برسے، تو بجائے ڈھیر کے ڈھیر اناج کے ایک دانہ بھی پیدا نہ ہو، اور پانی پینے تک کو لوگ ترس جائیں، اور بیج کے نقصان پر طرح طرح کے افسوس و حسرت کی باتیں منہ سے نکالنے لگیں۔ اسی طرح رزق انسان کے منہ تک پہنچنے کے سامانوں میں ایک بڑا سامان یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے آگ کو دنیا میں پیدا کیا، جس سے اناج طرح طرح سے پکا کر کھایا جاتا ہے۔ اگر بالفرض ایک سال زمین کی پیداوار حسب دلخواہ ہو، لیکن اس سال تمام روئے زمین میں آگ بجھ جائے، تو جانوروں کی طرح انسان بھی کچا اناج کھا کر تندرست نہ رہ سکے۔ اوپر کی آیتوں کے اور ان آیتوں کے نازل فرمانے سے مشرکوں کو یوں قائل کرنا مقصود ہے کہ اپنے خالق اپنے رزاق کی تعظیم اور عبادت میں، یہ کافر لوگ بتوں کو جو پوجتے اور شریک ٹھہراتے ہیں تو ان بتوں کو یہ رتبہ ان لوگوں نے آخر کس استحقاق سے دیا ہے کچھ بتلائیں تو سہی۔ آخر کو اپنے محبوب ﷺ کو فرمایا کہ یہ کم عقل لوگ بتوں کی پوجا میں لگے رہیں تو تم ان کی کچھ پروا نہ کرو، اور ہر وقت اللہ کی عبادت میں لگے رہو توحید کو شائع کرو۔ وقت مقررہ آنے پر ان کا کیا خود ان کے آگے آجائے گا۔ صحیح بخاری و مسلم کی ابوموسیٰ اشعری کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے زیادہ بردبار کون ہو گا کہ مشرک لوگ بتوں کو پوجتے ہیں، اور وہ رزق پہنچاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو جو اپنی رزاقی کی صفت ان آیتوں میں جتلائی ہے، یہ حدیث گویا اس کی تفسیر ہے۔ اس ملک میں جس طرح بانس کا پیڑ ہے، کہ دو بانسوں کے رگڑنے سے آگ نکلتی ہے، اسی طرح عرب میں بھی بعضے درخت ہیں کہ ان کی دو لکڑیوں کے رگڑنے سے آگ نکلتی ہے۔ ہری چیز میں سے آگ کا نکلنا یہ بھی اللہ کی قدرت کی بڑی نشانی ہے۔ اس طرح کہ آگ سے جنگل میں مسافروں کے بہت کام نکلتے ہیں، اس لئے مسافروں کا ذکر فرمایا دنیا کی آگ کو جہنم کی آگ کی یاد رہی، اس واسطے فرمایا کہ آدمی جب دنیا کی آگ کی بھی برداشت نہیں کر سکتا تو جو آگ اس سے انہتر درجہ بڑھ کر تیز ہے، اس سے بچنے کی تدبیر سے غافل نہ رہنا چاہئے۔

لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْ لَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾

اگر ہم چاہیں تو اس کو (جو تم بوتے ہو) چورا چورا (یعنی خشک بیکار) کر دیں ﴿۶۵﴾ پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ کہ ہائے افسوس! ہم تو تاوان میں آگئے ﴿۶۶﴾ بلکہ ہم بے نصیب رہے ﴿۶۷﴾ پس کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو ﴿۶۸﴾ کیا تم نے اس پانی کو بادل سے اتارا ہے یا ہم اتارنے والے ہیں ﴿۶۹﴾ اگر ہم چاہیں اس کو کھاری کر دیں (کہ کوئی پی نہ سکے) پس تم کیوں (اللہ کی نعمت کا) شکر نہیں کرتے ﴿۷۰﴾ بھلا دیکھو تو وہ آگ جس کو تم سلگاتے ہو (جو درخت کی شاخ سے نکلتی ہے) ﴿۷۱﴾ کیا تم نے اس کا درخت پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں ﴿۷۲﴾ ہم نے اس (آگ کے) درخت کو (دوزخ کی) یادگار (یعنی نصیحت) کے لئے بنایا اور جنگل میں مسافروں کے فائدے کے لئے ﴿۷۳﴾ پس (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) تم اپنے عظمت والے پروردگار کا نام پاکی سے یاد کرو ﴿۷۴﴾ پس [۱] میں قسم کھاتا ہوں ان جگہوں کی جہاں ستارے ڈوبتے ہیں ﴿۷۵﴾

توحید کا بیان

[۱] حاصلِ معنی ان آیتوں کے یہ ہیں کہ دہریہ لوگوں کے اعتقاد کی طرح جن ستاروں کے اثر سے یہ اللہ کی قدرت کے منکر لوگ مینہ کے برسنے کے قائل تھے، انہیں ستاروں کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ قرآن کلامِ الٰہی ہے۔ اور جس طرح جگہ جگہ اس کلامِ الٰہی میں ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے، وہ اللہ کی قدرت اور حکم کے نہ ستاروں کے اثر سے کچھ ہوتا ہے، نہ چاند کے اثر

وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾

اور اگر تم غور کرو تو یہ بڑی قسم ہے ﴿۷۶﴾ بیشک یہ عزت والا قرآن ہے ﴿۷۷﴾ جو ایک پوشیدہ کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے ﴿۷۸﴾ کہ اس کو سوائے پاک (یعنی باوضو) لوگوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا ﴿۷۹﴾ یہ سارے جہان کے رب کا اتارا ہوا ہے ﴿۸۰﴾ پھر کیا تم اس کلام کا انکار کرتے ہو ﴿۸۱﴾ اور تم اپنا حصہ یہ رکھتے ہو کہ (اللہ کی کتاب کو) جھٹلاتے ہو ﴿۸۲﴾ پس (اے اہل میت!) [1] جب کسی کی روح حلق تک آجاتی ہے ﴿۸۳﴾

سے۔ اس کے سوا جن لوگوں کا جو کچھ اعتقاد ہے اس سے کلام الٰہی کا جھٹلانا ان کی قسمت میں ہے، ورنہ ان لوگوں کو یہ سمجھنا چاہئے تھا کہ جس کی قدرت میں ستاروں کا طلوع وغروب ہے، اس کے حکم سے مینہ برستا ہے۔ ستاروں میں کوئی مستقل تاثیر ہوتی تو وہ خود ایسی متغیر حالت پر کیوں ہوتے۔ غرض جو خود اپنی ذات سے متغیر ہو اس مین ہمیشہ کیلئے کوئی مستقل تاثیر کہاں سے آسکتی ہے۔ قرآن کو عزت والا اس لئے فرمایا کہ اس کی عزت اور آسمانی کتابوں سے بلند ہے، جس کے سبب سے اس سے پچھلی سب آسمانی کتابیں منسوخ ہیں۔ ستاروں کے طلوع وغروب کی قسم کو بڑی قسم اسی لئے فرمایا کہ تاروں کے روز کے طلوع و غروب سے اللہ کی بڑی قدرت ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس قدرت نے توحید کا راستہ بتلادیا جس کا ذکر سورۂ انعام میں گذر چکا ہے۔ ان آیتوں میں یہ جو فرمایا کہ قرآن شریف کو وہی چھوتے ہیں جو پاک ہیں۔ **مسئلہ**۔ جسکو غسل کی حاجت ہو، یا جس کا وضو نہ ہو، یا حائضہ عورت، یا نفاس والی، ان میں سے کسی کو قرآن مجید کا بغیر غلاف وغیرہ کسی کپڑے کے چھونا جائز نہیں۔ بے وضو کو یاد پر قرآن شریف پڑھنا جائز ہے، لیکن بے غسل اور حیض والی کو یہ بھی جائز نہیں۔ اب آگے فرمایا جب بڑی قسم کے بعد تم لوگوں کو یہ جتلا دیا گیا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے، اور تم کو یوں بھی اس کے کلام الٰہی ہونے کی تصدیق ہوگئی کہ تم ایسا کچھ کلام بنا کر پیش نہیں کر سکتے، تو پھر تم کو اس کلام کے جھٹلانے اور کمر باندھ کر اس کے جھٹلانے کو اپنے نصیبوں کا توشتہ ٹھہرانا اس کے مان لینے میں سستی کرنا ہرگز جائز نہیں۔

روح نکلنے کا ذکر

[1] اوپر ذکر تھا کہ جن لوگوں نے محض عقل سے حشر کا انکار کیا ہے، اور اس کا انکار کے سبب سے عقبیٰ کا کچھ سامان وہ لوگ نہیں

وَاَنْتُمْ حِیْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾

اور تم اس وقت بیٹھے دیکھتے ہو ﴿۸۴﴾

کرتے۔ یہ ان لوگوں کی کم عقلی اور ان کی سمجھ کا فتور ہے۔ کیونکہ عقلی تجربہ سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دوسری دفعہ کا پیدا کرنا، بہ نسبت پہلی دفعہ کے پیدا کرنے کے زیادہ آسان ہے۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اور طرح ان لوگوں کو سمجھایا ہے کہ عقلی تجربہ سے حشر کے ہونے میں شک باقی نہ رہنے کے بعد، اگر ان کے دل میں یہ وہم بس گیا ہے کہ یہ انتظام الٰہی جو ان لوگوں کو جتلایا اور بتلایا گیا ہے، کہ مرنے کے بعد پھر جینا ہوگا، اور سزا اور جزا ہوگی۔ اس انتظام میں جو بات ان کی مرضی کے خلاف ہوگی، اس کو یہ لوگ روک سکتے ہیں تو عقلی تجربہ سے ان کا یہ وہم بھی یوں ہی رفع ہوسکتا ہے کہ جس وقت حشر کا موقع پیش آئے گا، اس وقت تو یہ لوگ مٹی کا ڈھیر ہو کر پڑے ہوں گے۔ اب دنیا میں ان کا زور ان کی طاقت سب کچھ قائم ہے، اور انتظام الٰہی کے موافق انکی اولاد ان کے عزیز واقارب کی روح ان کی آنکھوں کے سامنے قبض ہوتی ہے، اور مریض کے سرہانے ان اوپر والوں کے پاس اللہ کے فرشتے قبض روح کیلئے موجود ہوتے ہیں۔ لیکن نہ ان کو وہ اللہ کے فرشتے نظر آتے ہیں، نہ ان لوگوں میں یہ قدرت ہے کہ اپنے رشتہ داروں کی روح کو یہ لوگ نہ نکلنے دیں۔ جب وقت آپہنچتا ہے، اور روح گلے میں آ کر اٹک جاتی ہے' دم ٹوٹ جاتا ہے۔ اور تم سے بجز اس کے کہ چپ بیٹھے دیکھتے رہو اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح حشر کے خلاف مرضی انتظام کا روکنا انکی طاقت سے باہر ہے، اور یہ یاد رہے کہ جب یہ لوگ اپنے عزیزوں کے اور اپنے مرنے کو نہیں روک سکتے، تو مرنے کے بعد حشر ضرور ہوگا تاکہ دنیا کا پیدا کرنا ٹھکانے لگے۔ غرض جب عقلی تجربہ سے نہ حشر کے قائم ہونے میں یہ لوگ شک کر سکتے ہیں، نہ انتظام الٰہی کے روکنے کی ان کو طاقت ہے۔ تو یہ یقینی باتیں عقبیٰ کے پاک کرنے کی ان لوگوں کو انتظام الٰہی کے موافق جو بتلائی جاتی ہیں، ان کو نہ ماننا اور ان پر عمل نہ کرنا ان لوگوں کی کم عقلی کی نشانی ہے۔ اب اس فہمائش کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو حکم فرمایا کہ باوجود اس قدر فہمائش کے اگر یہ لوگ نہیں مانتے، تو اس کا تم کچھ خیال نہ کرو، وقت مقررہ آجانے کے بعد جن کو اللہ کی طرف سے ہدایت ہونی ہے، وہ خود ہو جائے گی۔ مسند امام احمد، صحیح مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ سبحان ربی العظیم کو رکوع میں اور سبحان ربی الاعلیٰ کو سجدہ میں آپ نے پڑھنے کو فرمایا اور یہ بھی فرمایا سبحان اللہ العظیم وبحمدہ کے ایک دفعہ کے کہنے سے ایک پیڑ جنت میں لگایا جاتا ہے۔ موت کے وقت اچھے لوگوں کو جنت کی خوشخبری اور برے لوگوں کو دوزخ کی غم ناک خبر جو فرشتے سناتے ہیں، اس کا حال اوپر گزر چکا ہے۔ ابو العالیہ نے کہا کہ مقربین میں سے جو کوئی دنیا سے مفارقت کرتا ہے، اسکے پاس جنت کے پھولوں کی ڈالی لائی جاتی ہے۔ اس کی خوشبو لیتا ہے تب روح قبض ہوتی ہے۔ معنی یہ ہیں کہ اے سید انبیاء ﷺ آپ ان کا سلام قبول فرمائیں، اور ان کے لیے غمگین نہ ہوں، وہ اللہ کے عذاب سے سلامت ومحفوظ رہیں گے، اور آپ ان کو اسی حالت میں دیکھیں گے جو آپ کو پسند ہو۔

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَیْرَ مَدِیْنِیْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۸۷﴾ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِیْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ ﴿۹۱﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِیْنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّتَصْلِیَةُ جَحِیْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْیَقِیْنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ﴿۹۶﴾

اور (اس وقت) تم سے زیادہ ہم اس کے نزدیک ہیں لیکن تم دیکھتے نہیں ﴿۸۵﴾ پس اگر تم حکم الٰہی سے مغلوب نہیں ہو تو ﴿۸۶﴾ تم اس روح کو (بدن کی طرف) پھر کیوں نہیں لوٹا لاتے ہو، اگر تم سچے ہو ﴿۸۷﴾ پس اگر وہ مرنے والا مقربوں میں سے ہے ﴿۸۸﴾ تو (اس کے لئے) راحت اور خوشبودار پھول ہیں اور عیش کے باغ ہیں ﴿۸۹﴾ اور اگر وہ مرنے والا اہل سعادت ہے ﴿۹۰﴾ پس اے مخاطب! تم پر سلام اہل سعادت کی طرف سے (کہ وہ عذاب سے محفوظ رہے گا) ﴿۹۱﴾ اور اگر وہ مرنے والا جھٹلانے والا گمراہوں میں سے ہے ﴿۹۲﴾ تو (اس کے لئے) کھولتے ہوئے پانی سے مہمانی ہوگی ﴿۹۳﴾ اور اس کو دوزخ میں داخل ہونا ہے ﴿۹۴﴾ بیشک یہ (جو بیان کیا گیا ہے) کامل یقینی بات ہے ﴿۹۵﴾ تو (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) تم اپنے عظمت والے پروردگار کا نام پاکی سے یاد کرو ﴿۹۶﴾

آیاتها ۲۹ — ۵۷ سورۃ الحدید مدنیۃ ۹۴ — رکوعاتها ۴

سورۃ الحدید مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں انیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورۃ الحدید: اس سورۃ کو لکھ کر پاس رکھنے سے تیر اور تلوار سے حفاظت رہتی ہے، اور یہ سورۃ پڑھ کر بخار والے اور ورم والے پر دم کرے ان شاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔ اس سورۃ کو صبح روزانہ پڑھنا باعث رحمت ہے اور تمام دن خوشی سے گزرتا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ① لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ② هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ③ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ

اللہ لے کی پاکی ہر وہ چیز جو زمین میں اور آسمانوں میں ہے بیان کرتی ہے، (جاندار ہو یا بے جان) اور وہی غالب حکمت والا ہے ① اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، وہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے، اور ہر چیز پر قادر ہے ② وہی ہے ہر چیز سے اول اور ۲ وہی ہر چیز کے آخیر رہے گا اور وہی (دلیلوں سے) ظاہر ہے اور وہی (اپنی حقیقت میں) پوشیدہ ہے اور ۳ وہی سب کچھ جانتا ہے ③ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ ۴ دن میں پیدا کیا۔

توحید کا بیان اور صفات باری تعالیٰ

لے خدا کے نام کی سب آسمان و زمین کی مخلوقات ہر ہر ذرہ قطرہ قطرہ ہر وقت تسبیح پڑھتے ہیں۔ اس کا ذکر کرتے ہیں، فرمانبردار بندے ہیں وہ بڑی عزت، بڑے رتبہ والا ہے۔ اس کی قدرت کے آگے کوئی چیز مشکل نہیں، وہ اپنے قضا و قدر کے کارخانہ میں بڑی حکمت والا ہے۔ اور تمام آسمانوں کے خزانے بارش وغیرہ زمین کا خزانہ نباتات وغیرہ سب اسی کی مخلوق و مملوک ہیں۔ وہ زندگی و موت کا مالک ہے۔ ایک دفعہ اس نے انسان کو پیدا کیا، اور وقت مقررہ پر اس کی روح قبض کرے گا۔ اور نیک و بد کے حساب و کتاب کیلئے پھر وہ انسان کو زندہ کرے گا، یہ سب باتیں اس کی قدرت میں ہیں، کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں۔

۲ اَلْاَوَّلُ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کی ذات سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔ اَلْاٰخِرُ کے معنی یہ ہیں کہ تمام مخلوقات کے فنا ہو جانے کے بعد اسی کی ذات باقی رہے گی۔ اَلظَّاهِرُ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کا حکم سب پر غالب ہے اور سب اس کے زیر حکم ہیں۔ اَلْبَاطِنُ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے دل کا حال جانتا ہے۔ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک چیز اسی کی پیدا کی ہوئی ہے، اس لئے کسی چیز کا ظاہر و باطن کوئی حال اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔

۳ جب اللہ تعالیٰ کو زمین و آسمان اور سب مخلوقات کا پیدا کرنا منظور ہوا تو اتوار سے لے کر جمعہ تک چھ روز میں سب کچھ پیدا کیا۔ زیادہ تفصیل اس کی سورۃ اعراف اور سورۃ دخان میں گذر چکی ہے۔

۴ یہ استویٰ وہ ہے جو اس کی ذات پاک کو سزاوار ہے، کیونکہ نہ اس کی ذات کو مخلوقات میں سے کسی کی ذات کے ساتھ کچھ

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ④

پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا (جیسا اس کی شان کے لائق ہے)، جانتا [1] ہے جو کچھ زمین کے اندر داخل ہوتا ہے اور جو کچھ زمین سے نکلتا ہے، اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے، اور [2] وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس کو دیکھ رہا ہے (حسب اعمال جزا دے گا) ④

مناسبت ہے، نہ اسکی صفات کو کسی کی صفات کے ساتھ۔ اسی واسطے سلف نے اس طرح کی آیتوں کی تفسیر میں یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ ان آیتوں کے ظاہر معنی کو مدار تلاوت اور ایمان قرار دیتے ہیں، اور ان کی تفصیل کو اللہ کے علم پر سونپتے ہیں۔ مخلوقات میں عرش بڑی چیز ہے، چنانچہ معتبر سند سے تفسیر سعید بن منصور میں مجاہد کا قول ہے کہ ساتوں آسمان کرسی کے مقابلہ میں ایسے ہیں جس طرح ایک جنگل کے میدان میں ایک آدمی کے ہاتھ کا چھلہ۔ اور یہی حال کرسی کا عرش کے مقابلہ میں ہے۔

[1] اس کا حاصل یہ ہے کہ مثلاً زمین میں اناج کا بیج یا میوہ کی گٹھلی جو کچھ بویا جاتا ہے، اور آسمان سے مینہ برس کر جو اس کا پودا زمین سے نکلتا ہے، یا جو نیک عمل آسمان پر جاتا ہے وہ ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، اور ان چیزوں کے دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، اور ان چیزوں کے دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق ان سب چیزوں کا حال لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔

[2] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اور اکثر سلف کے قول کے موافق یہ ہے کہ انسان کی کوئی حالت اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہے۔ اسی واسطے فرمایا کہ جو عمل انسان کرتا ہے وہ اللہ دیکھتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح حدیث گذر چکی ہے جس میں یہ ہے کہ انسان اللہ کی عبادت اس طرح دل لگا کر کرے کہ گویا عبادت کے وقت اللہ تعالیٰ انسان کو دیکھ رہا ہے۔ لہ ملك السموات والارض، ایک دفعہ انتظام دنیا اور دوسری دفعہ انتظام آخرت کے ساتھ فرمایا، تاکہ معلوم ہو جائے کہ دنیا میں جلانا مارنا اور عقبیٰ میں جزاو سزا اسی کے اختیار میں ہے۔ آگے آسمان کے پیدا کرنے کے ذکر میں آسمان کی حرکت سے رات دن جو پیدا ہوتے ہیں، ان کا ذکر فرمایا کہ ان میں بھی قدرت کا یہ بڑا نمونہ ہے کہ کبھی دن بڑا ہو جاتا ہے، اور کبھی رات، اور کبھی دونوں برابر ہو جاتے ہیں، پھر فرمایا کہ جس طرح ان انتظامات میں کوئی شے اللہ کے علم سے باہر نہیں، اسی طرح انسان کے ظاہری کاموں کے علاوہ انسان کا دل نیت تک کا حال اس سے چھپا ہوا نہیں۔ اسی واسطے اس غیب داں نے دلی ارادہ اور نیت کی بنا پر نیک کاموں کے قبول، اور نا قبول کو، اور ان کی زیادتی اور کمی کو نیت پر منحصر رکھا ہے۔ مسند امام احمد

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۵ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِؕ وَ هُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۶ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ اَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۷ وَ مَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِۚ وَ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَ قَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۸

اسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی، اور اللہ ہی کی طرف سب کام رجوع ہوتے ہیں ۝۵ وہی رات کو دن کے حصہ میں داخل کرتا ہے (جس سے دن بڑا ہو جاتا ہے) اور دن کو رات کے حصہ میں داخل کرتا ہے (جس سے رات بڑی ہو جاتی ہے) اور وہ دلوں کی بات جانتا ہے ۝۶ (تم لوگ) اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور (اللہ کی راہ میں) کچھ وہ[1] خرچ کرو، جس مال میں تم کو (اس نے) دوسروں کا جانشین کیا ہے، پس تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اس کی راہ میں خرچ کیا ان کے لئے بڑا ثواب ہے ۝۷ اور تم کو کیا ہوا کہ اللہ پر ایمان نہ لاؤ؟ حالانکہ اس کے پیغمبر تم کو اس بات کی طرف بلا رہے ہیں کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ، اور بیشک خود اللہ تم سے (پہلے ہی) عہد لے چکا ہے (جبکہ تم کو پشت آدم سے نکالا تھا) اگر تمہیں یقین ہو ۝۸

میں معتبر سند سے محمود بن لبید کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا جن نیک عملوں میں انسان کی نیت دنیا کے دکھاوے کی ہوگی، ایسے عملوں کا اجر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے کچھ نہ ملے گا۔ بلکہ ایسے ریاکار لوگوں سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جن لوگوں کے دکھانے کو تم نے یہ عمل دنیا میں کئے تھے، ان ہی لوگوں سے ان عملوں کا اجر مانگ لو۔ یہ حدیثیں آیت وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ کی تفسیر ہیں کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کے انسان کے دل کا حال جاننے، اور اس پر عمل کے قبول ناقبول کی، اور اجر کی کمی و زیادتی کی بنا پر قرار دینے کی تفصیل ہے۔

[1] سورۃ کے شروع سے یہاں تک اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت، اور توحید اور بندوں کے ذرا ذرا حال سے اپنے واقف ہونے کا ذکر فرما کر، یہاں سے قریش کو اللہ تعالیٰ کے احکام پر، اور اللہ کے رسول کے سچے ہونے پر ایمان لانے، اور دنیا کی اُلفت

هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِؕ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹﴾

وہی[۱] اللہ ہے جو اپنے بندے (محمد ﷺ) پر اپنی روشن آیتیں اتارتا ہے تاکہ تمہیں (کفر و شرک کی) اندھیریوں سے (نور ایمان کی) روشنی کی طرف لے جائے، اور بیشک اللہ تم پر شفقت کرنے والا مہربان ہے ﴿۹﴾

چھوڑنے، اور خدا کی راہ میں کچھ مال خرچ کرنے کی نصیحت شروع کی ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ دنیا میں جس قدر مال ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے، اس لئے اصل مالک سب چیزوں کا اللہ تعالیٰ ہے۔ عارضی طور پر چند روز دنیا کے مال اور دنیا کی چیزوں کے لوگ مالک اور وارث بن جاتے ہیں، اور رفتہ رفتہ یہ عارضی قبضہ والے لوگ سب مر جائیں گے تو اللہ کا پیدا کیا ہوا مال اللہ کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آدمی نے جو کچھ کھایا پہنا وہ تو گیا گذرا ہوا، جو اللہ کے نام پر دیا وہ عقبیٰ کا ذخیرہ ہے، اور جو چھوڑ کر مرا وہ وارثوں کے نصیب کا ہے۔ دنیا میں کوئی تجارت ایسی نہیں کہ جس میں ایک کے سات سو ہوں۔ عقبیٰ میں صدقہ خیرات کا اجر ایک کا سات سو تک، اور کبھی اس سے بھی زیادہ ہے۔ چنانچہ اس کا ذکر سورہ بقر میں گزر چکا ہے۔ اس لئے عقبیٰ کے اجر کو بڑا فرمایا۔ قرآن شریف کا کلام الٰہی ہونا، اور محمد ﷺ کا رسول ہونا، اکثر آیتوں میں طرح طرح سے اللہ تعالیٰ نے اہلِ قریش کو سمجھا دیا۔ اس لئے صدقہ خیرات کے ذکر کے بعد پھر ایمان کا ذکر دوبارہ فرمایا، تاکہ معلوم ہو جائے کہ بغیر شرک سے باز آنے اور خالص ایماندار ہو جانے کے، صدقہ خیرات کا کچھ اجر عقبیٰ میں نہیں مل سکتا۔ بنی آدم کے دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سب بنی آدم سے توحید پر قائم رہنے کا عہد جو لیا ہے، اس کا ذکر سورہ اعراف میں گذر چکا ہے۔ یہاں اس عہد کا ذکر کے ساتھ یہ فرمایا کہ تم لوگ اس عہد پر قائم ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس عہد کے یاد دلانے کیلئے اپنے رسول کو بھیجا ہے، جن پر اپنا کلام نازل فرمایا ہے، اور وہ اللہ کے رسول اللہ کا کلام تم لوگوں کو ہر وقت سنا کر وہ عہد تمہیں یاد دلاتے ہیں، اور توحید پر قائم رہنے کا راستہ تم کو بتلاتے ہیں، تو پھر تم کو اب شرک سے باز آنے، اور اللہ تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک مان لینے میں کیا عذر رہے۔ اب مسلمان ہونے میں اس سے بڑھ کر اور کیا دلائل ہو سکتے ہیں، اگر لانا ہے تو ایمان لاؤ۔

[۱] یہ اللہ تعالیٰ کی تم لوگوں پر ایک مہربانی ہے کہ وہ اپنے رسول پر صاف صاف طرح طرح کی فہمائش کی آیتیں نازل فرما کر تمہیں کفر و شرک کے اندھیرے سے نکالنا، اور تمہارے دل کو ایمان کے نور سے روشن کرنا چاہتا ہے۔ ایمان کے دوبارہ ذکر کے ساتھ صدقہ و خیرات کا ذکر تاکید کے طور پر پھر ان لفظوں میں فرمایا جن کی تفسیر اوپر گذر چکی ہے۔ فتح مکہ سے پہلے اسلام کو ہر طرح کی مدد کی زیادہ ضرورت تھی۔ پھر فتح مکہ کے بعد غنیمت کا مال پا کر اہل اسلام غنی ہو گئے۔ اسی واسطے فتح مکہ سے پہلے عین ضرورت کے وقت جن صحابہ نے اپنا مال اسلام کی مدد میں خرچ کیا، ان کو بہت بڑا اجر مل گیا۔ پھر فرمایا یوں تو فتح

وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۰﴾ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَ لَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ﴿۱۱﴾ یَوْمَ تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ

اور تمہیں کیا ہوا کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو؟ حالانکہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیئے ہے، (دیکھو اے مسلمانو!) تم میں سے وہ شخص برابر نہیں جس نے فتح مکہ سے پہلے (اللہ کی راہ میں اپنا مال) خرچ کیا اور (کافروں سے) جہاد کیا، وہ لوگ اللہ کے نزدیک مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا، اور (ان دونوں میں) ہر ایک سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا، اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے ﴿۱۰﴾ کون ہے جو اللہ کو (خوش دلی سے) اچھا قرض دے تا کہ اللہ اس (دیئے ہوئے) کو اس کے لئے دو چند کر دے اور اس کیلئے عزت کا ثواب ہے ﴿۱۱﴾ جس [1] دن تم مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو (پل صراط پر) دیکھو گے۔

مکہ سے پہلے اور پیچھے جس کسی نے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کیا، اس کا اجر رائیگاں نہ جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے سب کاموں کی خبر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو کچھ خرچ کیا جائے اللہ تعالیٰ نے اس کے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس لئے اس کو قرض سے مشابہت دی۔ قَرْضًا حَسَنًا کے یہ معنی ہیں کہ اس میں دنیا کا کچھ دکھاوا نہ ہو بلکہ جو کچھ خرچ کیا جائے خاص عقبیٰ کے ثواب کی نیت سے ہو۔

اہل جنت اور اہلِ دوزخ کا ذکر: [1] اے محبوب ﷺ! قیامت کے روز مسلمانوں کا حال دیکھنا وہ مرد اور عورتیں جو سچے دل سے تصدیق کرتے ہیں، کہ ان کا نورِ ایمان واعمالِ صالحہ ان کے سامنے اور سیدھی الٹی طرف جلوے دکھاتا ہوا دوڑتا ہوا چلتا ہوگا، یعنی جب پُل صراط سے گذریں گے تو نور کی مشعلیں روشنی دکھائیں گی، فرشتے چار طرف سے دل بڑھاتے ہوں گے، خوشخبریاں مبارکبادیاں دیتے ہوں گے، کہ لو اب چل کر جنتوں میں داخل ہو۔ وہ جنتیں جن کے مکانوں اور درختوں کے نیچے شراب و شہد و آب خوشگوار و شیر شیریں کی نہریں رواں ہوں گی۔ اور وہاں ہمیشہ رہیں گے، نہ مریں گے نہ نکلیں گے۔ یہ

يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾

کہ ان (کے ایمان واطاعت) کا نور ان کے آگے اور ان کے داہنی طرف دوڑتا ہے (اور جنت کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے) (ان سے فرمایا جارہا ہے): "آج تمہیں خوشی ہو (تمہارے لئے) وہ جنتیں ہیں جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں تم ان میں ہمیشہ رہو گے، یہی بڑی کامیابی ہے" ﴿۱۲﴾

نہایت اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہے کہ جنت ملی، دوزخ سے بچے۔ اس کے بعد منافقوں کا حال بیان فرمایا کہ منافقوں کے دل میں نور ایمان نہیں ہے، اسی لئے کچھ دور تک تو یہ منافق لوگ اندھیرے میں پیچھے رہ جائیں گے، تو اس وقت یہ منافق ایمانداروں سے کہیں گے کہ ذرا ٹھہر جاؤ تاکہ تمہارے نُور کی روشنی سے ہم بھی کچھ جھلک پا کر اس اندھیرے کو طے کرلیویں۔ فرشتے یا مسلمان ان منافقوں کو جھڑک کر جواب دیں گے کہ پیچھے ہٹ جاؤ اور وہاں روشنی تلاش کرو۔ یہ باتیں ہو ہی رہی ہوں گی کہ اتنے میں مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان میں ایک دیوار قائم کردی جائے گی، جس میں ایک دروازہ لگا ہوگا۔ اس احاطہ دیوار کے اندر جنت کی بہار ہوگی۔ باہر جس طرف منافق ہوں گے سخت عذاب ہوگا نار ہوگی۔ جب دیکھیں گے کہ مسلمان مزے میں جنت میں جارہے ہیں، اور یہ کھڑے منہ تک رہے ہیں، تب منافق لوگ مسلمانوں سے پکار کر کہویں گے کہ اس وقت ہمارا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہئے کیونکہ دنیا میں تم ہمارے ساتھی تھے۔ اس کے جواب میں مسلمان لوگ کہیں گے کہ تم اوپری طور پر ہمارے ساتھ تھے، دل سے تو تم بچلے ہوئے تھے، اور اہل اسلام کی برائی چاہتے تھے، اور دین کی باتوں کی طرف سے ایک شک کی حالت میں پڑے ہوئے تھے، اور طرح طرح کی بے اصل آرزوؤں میں اپنی عمر گذارتے تھے۔ مثلاً یہ خیال کرتے تھے کہ اہل اسلام کو کافروں کے ہاتھ سے کچھ ضرر بھی پہنچا تو ہم امن میں رہیں گے، کیونکہ ہمارا میل جول دونوں جانب سے ہے۔ یہاں تک کہ اسی شیطانی بہکاوے میں تم مرگئے اس لئے آج تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے جو بہت برا ٹھکانا ہے۔ جس سے کچھ بدلہ دے کر بھی تمہارا چھٹکارا نہیں ہوسکتا۔ سورۃ آل عمران میں گذر چکا ہے کہ قیامت کے دن ساری زمین بھر کا سونا بھی نجات کے لئے کافی نہ ہوگا۔

فضائل صدقہ وخیرات

مسند امام احمد، صحیح بخاری ومسلم وغیرہ میں صحابہ کی ایک جماعت سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ کلمہ گو آدمی خالص نیت سے ایک کھجور بھی اللہ کے نام پر دے گا، تو قیامت کے دن دوزخ کی آگ سے نجات پانے کیلئے یہ تھوڑی سی خیرات بھی اس کے کام آئے گی۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ شرک ونفاق ایسی چیز ہے کہ اس کے سبب سے قیامت کے دن زمین بھر کے سونا بھی نجات کیلئے کارآمد نہیں۔ اور توحید الٰہی چیز ہے کہ جس کے سبب سے قیامت کے دن ایک کھجور بھی نجات کے لئے کارآمد ہے۔ صحیح حدیثوں میں آنحضرت ﷺ نے ریاکاری کو چھوٹا شرک فرمایا ہے، اسی لئے جس طرح آدمی کو شرک ونفاق سے بچنا

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ؕ ﴿۱۳﴾ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَ تَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

(اور یہ وہ دن ہوگا) جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہماری طرف شفقت کی نظر سے دیکھو تا کہ ہم (بھی) تمہارے نور (ایمان) کی روشنی حاصل کرلیں کہا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ وہاں روشنی تلاش کرو (وہ لوٹیں گے) پس ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں (جنت کا) ایک دروازہ ہے، اس کے اندر کی طرف (اللہ کی) رحمت ہے اور اس دیوار کے باہر کی طرف عذاب ہے ﴿۱۳﴾ یہ منافق لوگ (دیوار کے پیچھے سے) مسلمانوں کو پکاریں گے: "کیا (دنیا میں) ہم تمہارے ساتھ نہ تھے" وہ کہیں گے: "(ہاں) تھے تو سہی لیکن تم نے تو اپنی جانیں (نفاق و کفر سے) خود فتنہ میں ڈالیں اور مسلمانوں کی برائی تکتے تھے اور (دین اسلام میں) شک رکھتے تھے اور تم کو تمہاری باطل آرزوؤں نے دھوکہ دیا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا (یعنی موت) اور تم کو فریب دینے والے شیطان نے اللہ کے حکم پر مغرور رکھا" ﴿۱۴﴾ پس آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جاوے گا اور نہ کافروں ہی سے، تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے، تمہارے لئے دوزخ ہی لائق ہے، اور وہ (کیا ہی) برا ٹھکانا ہے ﴿۱۵﴾

چاہئے۔ اسی طرح ریا کاری سے بھی اسے بچنا چاہئے۔

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ لَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾

کیا[1] ایمانداروں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد میں جھک جائیں اور اس حق (یعنی قرآن) کے لئے جو اترا ہے، اور ان جیسے نہ ہوں جن کو ان سے پہلے کتاب (آسمانی) دی گئی تھی (یعنی یہود و نصاریٰ)، پھر ان پر زمانہ بہت گزر گیا (اور توبہ نہ کی) پھر ان کے دل سخت ہو گئے، اور ان میں بہت لوگ فاسق ہیں ﴿۱۶﴾ (اے لوگو!) [2] جان رکھو کہ اللہ ہی زمین کو اس کے مردہ (یعنی خشک) ہو جانے کے بعد زندہ (یعنی سرسبز) کرتا ہے، بیشک ہم نے تمہارے لئے نشانیاں بیان کر دی ہیں تاکہ تم سمجھو ﴿۱۷﴾

خدا کی رزّاقی اور منافقوں کا ذکر

[1] تفسیر سدی وغیرہ میں لکھا ہے کہ یہ آیتیں منافقوں کی شان میں نازل ہوئی ہیں، اور معنی یہ ہیں کہ جو لوگ ظاہر میں اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، اور ان کے دل کفر اور نفاق کے سبب سے سخت ہو رہے ہیں، کیا انہوں نے مذہب مقدس اسلام کی خوبیاں نہیں دیکھیں۔ کیا انہوں نے رسول کے حالات میں غور نہیں کیا، کب تک یہ لوگ نفاق چھپائیں گے۔ اتنی باتیں سب ہو گئیں مگر کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل بھی خالصاً لوجہ اللہ اسلام قبول کریں۔ اللہ کے ذکر کی ہیبت سے اور وہ روشنی اور مقدس قرآن جو یقیناً حق ہے، اور معرفت جبرئیل رسول پر اترا، اور اس کی آیات وعدہ وعید سے امر و نہی، حلال و حرام، وعظ و نصیحت، اور خدا کی لذت توحید سے انکے دل مچل اٹھیں، نرمی عاجزی' خلوص محبت' حلاوت ایمان' ذوق شوق' خضوع خشوع ان کے دلوں میں بھر جائے، اور یہ ان جیسے نہ ہو جائیں جو ان سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے۔ یعنی یہود کو کہ علم توراۃ ملا تھا، رسول کے آنے سے پہلے ان پر توریت اُتری تھی۔ جب عمریں زائد ہو گئیں، مال ہاتھ لگا، نفس کی آرزوں اور خواہشوں نے آ کر گھیرا، دل کی نرمی نکل گئی، ایمان کی لذت جاتی رہی، سخت دل ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین کی مخالفت کرنے لگے۔ ان میں سے اکثر فاسق ہیں یعنی کافر۔ ان کی تقدیر میں کفر لکھا ہے یعنی وہ یہود و نصاریٰ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے، وہ سب کافر دوزخی ہیں۔

[2] اے لوگو! سمجھو اور غور کرو کہ تم، تمہاری زندگی موت، تمہاری روزی سب خدا کے ہاتھ ہے۔ جب زمین مردہ ہو جاتی ہے،

إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿۱۸﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿۱۹﴾

بیشک ۱؎ خیرات دینے والے مرد اور خیرات دینے والی عورتیں اور جنہوں نے اللہ کو (خوش دلی سے) اچھا قرض دیا، انہیں دونا (ثواب) ہے، اور ان کے لئے عزت کا ثواب ہے (یعنی جنت) ﴿۱۸﴾ اور ۲؎ جو لوگ اللہ پر اور اس کے سب پیغمبروں پر ایمان لائیں وہی کامل سچے ہیں، اور وہ گزری ہوئی امتوں پر اپنے پروردگار کے ہاں گواہ ہوں گے، اور ان کے لئے ان کا ثواب (جس کا وعدہ کیا گیا) اور ان کا نور ہے (جو حشر میں ان کے ساتھ ہوگا)، اور جو لوگ کافر ہوئے اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ لوگ دوزخی ہیں ﴿۱۹﴾

خشک قحط زدہ ہو جاتی ہے، اپنی قدرت سے اس کو زندہ کر دیتا ہے۔ یوں ہی تم کو تمہارے مرے پیچھے بارش زندگانی سے زندہ کر دے گا، خدا کی قدرت کے آگے یہ بات دور کیا ہے۔ ہم نے تو قدرت کی دلیلیں خوب کھول کر واضح کر دیں۔ اسلئے کہ تم سمجھو اور مرے پیچھے اٹھنے کی تصدیق کرو۔

۱؎ جو مسلمان مرد سچے دل سے خدا کی راہ میں صدقہ دیتے ہیں، اور جو مسلمان عورتیں اللہ کو قرض حسنہ دیتی ہیں، یعنی جو اللہ کے راستہ میں خالص نیت سے اس کی خوشنودی کی خاطر خرچ کریں، اور دوسرے سے کسی بدیا شکریہ کے طلب گار نہ ہوں، گویا وہ اللہ کو قرض دیتے ہیں۔ سو اطمینان رکھیں کہ ان کا دیا ہوا ضائع نہ ہوگا بلکہ کئی گنا کر کے لوٹایا جائے گا۔

۲؎ جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے سب رسولوں پر اور اسکے احکام واخبار میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں کرتے، یہ لوگ اللہ کے نزدیک صدیق ہیں۔ ان کا مرتبہ وتصدیق کامل ہو گیا، اور خدا کے پاس شہداء ہیں، یعنی انبیاء کی گواہی دیں گے۔ ان کو ان کا ثواب عظیم ملے گا، اور ان کا پل صراط وغیرہ پر روشنی پھیلانا ہوگا۔ وَالشُّهَدَاءُ یا تو عطف ہو صدیقوں پر یا جملہ مستانفہ ہو، دونوں قول ہیں۔ شہداء سے مراد انبیاء ہیں، کہ اپنی اُمتوں پر تبلیغ کے گواہ ہوں گے۔ ہماری اُمت مرحومہ یا عام اچھے لوگ ہر اُمت کے کہ رسولوں کے گواہ ہوں گے، یا وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں جان دیئے گئے، سر کٹائے گئے، اور جن لوگوں نے چھپایا حق کو، اور پیغمبروں کی نبوت کا انکار کیا، اور تکذیب کی ہماری آیتوں کی، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وقرآن کی، تو وہ لوگ ضرور دوزخ میں جائیں گے، اور سزا پائیں گے۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿٢٠﴾

(اے لوگو!) جان رکھو (آخرت کے مقابلے میں) دنیا کی زندگی ایک کھیل اور بیہودگی ہی ہے اور زینت ہے اور تمہارا آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک ۱ دوسرے پر زیادتی چاہنا، (اس دنیا کی مثال) اس بارش کی طرح ہے کہ جس کا سبزہ کھیتی کرنے والوں کو بھلا معلوم ہوتا ہے پھر وہ (زور پکڑ کے) خشک ہو جاتا ہے، پس تو اسے زرد دیکھتا ہے پھر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے، اور آخرت میں سخت عذاب ہے (اس کے لئے جس نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی) اور (جس نے دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دی) اس کے لئے اللہ کی بخشش اور رضامندی ہے، اور دنیا کی زندگانی محض دھوکے کی پونجی ہے ﴿۲۰﴾

کھیتی کی مثال سے دُنیا کے ناپائیدار ہونے کا ثبوت

۱۔ ان آیتوں میں کھیتی کی مثال دے کر دنیا کی زندگی کی ناپائیداری کا حال سمجھایا گیا ہے کہ جس طرح مینہ کے برس جانے سے اول اول کھیتی خوب سرسبز ہوتی ہے، جس سے کاشتکاروں کا دل بہت خوش ہوتا ہے، پھر چند روز میں وہ سب سرسبزی جا کر ان سرسبز پیڑوں پر زردی چھا جاتی ہے۔ آخر کو وہ سب پیڑ کٹ جاتے ہیں، اور ان کا نام ونشان بھی زمین پر کہیں باقی نہیں رہتا۔ یہی حال انسان کی زندگی کا ہے، کہ بچہ کے بچپنے سے آخیر جوانی تک قوت جسمانی بڑھتی جاتی ہے، اور مال اور اولاد کی زیادتی کا آپس کا فخر دن بدن زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ مگر اس سب کی وہی حالت ہے جس طرح بچے کھیل کی کوئی چیز بناتے ہیں، اور وہ دم بھر میں اس کی توڑ پھوڑ کر برابر کر دیتے ہیں۔ اسی طرح کوئی دن میں انسان کی نہ وہ قوت جسمانی رہتی ہے، نہ مال اولاد کی زیادتی کا کچھ ثمرہ باقی رہتا ہے۔ کیونکہ مال اولاد دنیا میں ہی رہ جاتے ہیں، اور مال واولاد پر فخر کرنے والے دنیا سے خالی ہاتھ اٹھ جاتے ہیں، اس واسطے اس دھوکے کی ٹٹی یعنی دنیا میں جنھوں نے کچھ عقبیٰ کا سامان کر لیا، ان سے ان کا خدا راضی وخوش رہے گا، اور ان کے گناہ معاف فرما کر ان کو جنت میں داخل کرے گا، ورنہ سخت عذاب کا سامنا ہے۔ اب آخر کو فرمایا کہ جب

سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۱﴾ مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ﴿۲۲﴾

(پس اے لوگو!) اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف دوڑو (یعنی اس کی اطاعت اختیار کرو) اور اس جنت کی طرف (بڑھو) جس کی چوڑائی جیسے آسمان اور زمین کا پھیلاؤ ہے، ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے سب پیغمبروں پر ایمان لائیں، یہ اللہ کا فضل ہے اللہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے، اور اللہ بڑا فضل والا ہے ﴿۲۱﴾ کوئی مصیبت [1] (مثلاً قحط، پھلوں کی کمی وغیرہ) زمین میں نہیں پہنچتی ہے اور نہ تمہاری جانوں میں (یعنی تمہاری بیماری اور اولاد کے غموں کی) مگر وہ ایک کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں (لکھی ہوئی) ہے اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا کریں، بیشک یہ کام اللہ کے نزدیک آسان ہے ﴿۲۲﴾

دنیا کی زندگی ایسی بے بنیاد ہے تو اس پر فریفتہ نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اس چندروزہ زندگی میں ہمیشہ کی راحت کا کچھ سامان کر لینا اور اسی دوڑ دھوپ میں تا زیست لگے رہنا چاہئے، اور یہ سمجھنا چاہئے کہ اللہ بڑا صاحب فضل ہے، تھوڑی سی عمر کی دوڑ دھوپ کے اجر میں وہ بہت کچھ دے سکتا ہے۔

[1] مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت سے فرقہ قدریہ کے مذہب کی پوری غلطی ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لوح محفوظ میں علم ازلی الٰہی کے موافق پہلے سب کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اب دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے، اسی کے موافق ہوتا ہے۔ تمام ملک کی آفت جیسے عام قحط یا عام وبا، جان کی آفت جیسے عزیز و اقارب اولاد کا مر جانا، انسان کو آئندہ کا حال معلوم نہیں کہ کیا ہونے والا ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں انسان کو سمجھایا ہے کہ اللہ کا علم ایسا نہیں ہے اس کے علم میں حال کی موجود چیزیں، اور آئندہ کی موجود ہونے والی چیزیں دونوں برابر ہیں۔ اس واسطے اس کو دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے تمام دنیا کا حال لوح محفوظ میں لکھ لینا کچھ مشکل نہیں، اور یہ بھی سمجھایا کہ اس لوح محفوظ کے نوشتہ کے حال سے تم لوگوں کو اس لئے خبردار کیا گیا ہے، تاکہ تم مصیبت کے وقت بہت رنج اور بے صبری نہ کرو، اور یہ سمجھ لو کہ جو مصیبت آئی وہ تقدیر کے

لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۙ ﴿۲۳﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ

اسی لئے بتا دیا کہ تم اس پر غم نہ کھاؤ (جو کچھ) تمہارے ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو (یعنی نہ اتراؤ) اس پر جو تم کو دیا، اور اللہ کسی تکبر کرنے والے بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا ﴿۲۳﴾ جو خود بخل کریں (یعنی راہ خدا میں اور امور خیر میں خرچ نہ کریں) اور دوسرے لوگوں سے بھی بخل کو کہیں، اور جو کوئی منہ پھیرے تو بیشک اللہ ہی بے نیاز ہے، سب خوبیوں والا ﴿۲۴﴾ بیشک ؎ ہم نے (اسی اصلاح آخرت کے لئے) اپنے پیغمبروں کو روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور انصاف کی ترازو اتاری۔

نوشتہ کے موافق ہے، جو کبھی ٹلنے والی نہیں۔ غرض رنج اور مصیبت کے وقت بالکل بے صبر ہو جانا اور راحت کے وقت اِترانا بے فائدہ ہے۔ معتبر سند سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعضے بندوں کا درجہ عقبیٰ میں بڑھانا چاہتا ہے، تو ان پر کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے جس پر ان کو صبر کی توفیق دیتا ہے۔ جس صبر کے اجر میں وہ اس درجہ کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کی اور بھی صحیح حدیثیں ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے نصیب میں جو مصیبت اور آفت لکھی گئی ہے، وہ حکمت سے خالی نہیں۔ مصیبت کے بعد راحت کے باب میں یہ نصیحت فرمائی ہے کہ راحت کے وقت اِتراؤ نہیں، کیونکہ دنیا کی راحت اور دنیا کی راحت والے سب ناپائیدار چیزیں ہیں۔ ایسی ناپائیدار حالت ہرگز اترانے کے قابل نہیں ہے۔ آگے فرمایا کہ دنیا کی چند روزہ راحت پر اِترانے سے تکبر، بخل غرض ایسی ایسی باتیں انسان میں پیدا ہو جاتی ہیں، جو اللہ کو پسند نہیں۔ پھر فرمایا کہ جو شخص اللہ کی نصیحت پر عمل کرنے سے منہ موڑے گا تو اللہ کو اس کی کچھ پروا نہیں، لیکن اسکے سب کام حکمت سے بھرے ہوئے لائق حمد وثنا کے ہیں، جو کسی طرح منہ موڑنے کے قابل نہیں۔

رسولوں کا سلسلہ

؎ اوپر جنت کیلئے دوڑ دھوپ کرنے کا ذکر تھا، ان آیتوں میں اس دوڑ دھوپ کا طریقہ سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام سے لے کر محمد ﷺ تک ہم نے رسول بھیجے، جن کی تصدیق کے لئے ان کو طرح طرح کے معجزے دیئے، ان پر آسمانی کتابیں نازل فرمائیں۔ پھر ہر زمانہ کے لوگوں میں سے جنھوں نے اللہ کے رسولوں کی نصیحت کو مانا، اور اللہ کے حکم کے

لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ

کہ لوگ (حقوق اللہ اور حقوق العباد میں) انصاف پر قائم ہوں، اور ہم نے لوہا اتارا جس میں سخت جنگ کے سامان اور لوگوں کے طرح طرح کے فائدے ہیں، اور اس لئے کہ اللہ اس کو جان لے جو بے دیکھے اللہ (کے دین) کی اور اس کے پیغمبروں کی مدد کرتا ہے۔

موافق عمل کیا، وہ جنت کی دوڑ دھوپ کے طریقہ میں کامیاب ہوئے، اور جو اس طریقہ کے برخلاف رہے، وہ دنیا میں طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوئے، اور عقبیٰ میں ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ حاصل یہ ہے کہ نبی آخر الزماں کے عہد کے لوگوں کا انجام بھی اسی عادت الٰہی کے موافق ہوگا۔

کم تولنا اور خیانت کا عذاب

معتبر سند سے بیہقی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ جس طرح نماز روزہ وغیرہ آسمانی کتابوں کے ذریعہ سے اللہ کی امانتیں ہیں، اسی طرح ترازو کے ذریعہ سے پورا تولنا بھی اللہ کی ایک امانت ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول آسمانی کتابوں کے ساتھ ترازو کے ذکر کیے جانے کی گویا تفسیر ہے۔ مستدرک حاکم میں بریدہ کی حدیث ہے، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کم تولنے اور کم ناپنے سے اکثر قحط کی آفت آتی ہے۔ کم تولنے کی زیادہ مذمت، ویل للمطففین (پارہ ۳۰) میں آئے گی۔ حاصل یہ ہے کہ ترازو و قانون شریعت اتاری جس میں طریقے عدل و انصاف کے لکھ دیئے کہ آدمی انصاف پر چلیں، عدل اختیار کریں، سیدھے راستہ پر رہ کر جنت کی دوڑ دھوپ میں کامیابی حاصل کریں۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر توراۃ کے نازل ہونے تک اللہ کے رسولوں کو مخالف لوگوں سے لڑنے کا حکم نہیں تھا، اسلئے مخالف لوگوں کی مخالفت اور نافرمانی جب بہت بڑھ جاتی تھی تو وہ ایک عام عذاب سے ہلاک ہو جاتے تھے۔ توراۃ کے نزول کے زمانہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو مخالف لوگوں کے سامنے ہتھیاروں سے لڑنے کا بھی حکم دیا ہے۔ اس واسطے ان آیتوں میں رسولوں کے ذکر کے ساتھ لوہے کا ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ حال کے لوگوں میں سے جو لوگ اللہ کے رسولوں کی زبانی نصیحت کو نہ مانیں گے، تو ان کو تلوار سے نصیحت کی جائے گی۔ یہ بھی فرمایا کہ اس لوہے کے سوا لڑائی کے ہتھیاروں کے دنیا میں اور بھی طرح طرح کے کام چلتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ ایسا زبردست ہے کہ اس کو لڑائی کا حکم دینے کی کچھ ضرورت نہیں، بغیر لڑائی کے اس نے پچھلی بہت سی سرکش قوموں کو ہلاک کر دیا، لیکن شریعتِ موسوی عیسوی اور محمدی میں جو اس نے لڑائی کا حکم فرمایا ہے، اس میں طرح طرح کی مصلحتیں ہیں۔ مثلاً یہ مصلحت کہ علم الٰہی میں جو لوگ اللہ کے دین اور اللہ کے رسولوں کے حامی اور مددگار قرار پائے، ان کا ظہور دنیا میں ہو جائے، اور جب یہ لوگ اللہ کے دین کے پھیلانے میں اپنی جان دینے پر مستعد ہو جاتے ہیں، تو عقبیٰ میں جو درجے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے رکھے ہیں۔ ان درجوں کے پانے کے یہ لوگ پورے مستحق ہو جائیں۔

اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۲۵﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾

بیشک اللہ قوت والا غالب ہے ﴿۲۵﴾ اور ۱؎ بیشک ہم نے نوح اور ابراہیم (علیہما السلام) کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب (یعنی توریت و انجیل و زبور اور قرآن) رکھی، پس ان میں کوئی راہ پر آیا، اور بہترے ان میں سے فاسق ہیں ﴿۲۶﴾

۱؎ اوپر رسولوں کا ذکر مبہم طور پر تھا ان آیتوں میں ان کے سلسلہ کا ذکر ہے۔ صاحبِ شریعت نبیوں کا سلسلہ حضرت نوح علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پر وہ سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ اسلئے فرمایا کہ نبوت اور کتاب آسمانی کا سلسلہ ان ہی دو رسولوں کے خاندان میں رکھا گیا ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ جن دو خاندانوں کے لوگوں کا یہ حال ہے کہ کچھ تو ان میں سے راہ راست پر رہے اور اکثر بے راہ اور نافرمان ہیں۔ یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو بنی اسرائیل اور اسمٰعیل کی اولاد کو بنی اسمٰعیل کہتے ہیں۔ یعقوب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے اور حضرت اسمٰعیل، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ بنی اسمٰعیل میں فقط نبی آخر الزماں ﷺ اور بنی اسرائیل میں حضرت ابراہیم کی اولاد کی ایک شاخ کے اور انبیاء ہوئے ہیں۔ بنی اسرائیل کی نبوت کا سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوتا ہے۔ کیونکہ حضرت مریم علیہا السلام کے خاندان کی طرف سے حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل میں ہیں، اس واسطے خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ چلنے والوں سے مقصود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرنے والے حواری، اور حواریوں کے قدم بقدم چلنے والے وہ سچے عیسائی ہیں، جو اسّی اکیاسی برس کے قریب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد انجیل کے پورے پابند رہے۔ کیونکہ اس کے بعد یونس یہودی نے فریبی عیسائی بن کر عیسائی دین میں طرح طرح کا اختلاف ڈال دیا۔ چنانچہ اس کی تفصیل سورہ توبہ میں گذر چکی ہے۔ حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ بارہ اصحاب ہیں جو پہلے پہل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور دین عیسائی کے پھیلانے میں انہوں نے کوشش کی۔ حواری کے معنی مددگاروں کے ہیں۔ انجیل میں خوش اخلاقی اور بنی آدم کو کسی طرح کی ایذا نہ پہنچانے کی تاکید ہے۔ اس واسطے جب تک عیسائیوں کے چند فرقے نہیں ہوئے تھے، تو یہ لوگ بڑی نرم دلی اور خوش اخلاقی کا برتاؤ آپس میں رکھتے۔ جب یونس یہودی کے بہکانے سے ان میں چند مختلف فرقے ہو گئے تو پھر یہ بات جاتی رہی، اور ان میں بڑی خونریزی آپس میں ہوئی، جس کا ذکر اس وقت کی تاریخ کی کتابوں میں ہے۔ رہبانیت کے معنی: ''عبادت الٰہی میں مصروف ہونے اور ترک دنیا کر دینے'' کے ہیں۔ معتبر سند سے تفسیر ابن ابی حاتم مستدرک حاکم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسائی دین میں طرح طرح کی خرابی پڑ گئی، اور ظالم بادشاہوں نے دین دار عیسائیوں کو طرح طرح سے تنگ کیا، تو ان دین دار عیسائیوں نے

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ

پھر ہم نے ان کے بعد اسی راہ پر اپنے اور پیغمبر بھیجے، اور ان کے بعد عیسٰی ابن مریم کو بھیجا اور ہم نے ان کو انجیل دی، اور ہم نے ان کی پیروی کرنے والوں کے دلوں میں نرمی اور شفقت اور گوشہ نشینی اختیار کرنا رکھی تو یہ بات انہوں نے خود اپنی طرف سے دین میں نکالی (یعنی بدعت) ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی، ہاں یہ بدعت خود انہوں نے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے پیدا کی۔

جنگل کا رہنا اور ترکِ دنیا کر کے سخت عبادت میں مصروف رہنا اختیار کیا۔ گو فرض نہ تھا مگر انہوں نے خدا کی خوشی میں رہبانیت اختیار کی۔ گرجے گھر بنا بنا کر الگ رہنے لگے، یہ تو اچھا کیا لیکن یہ لوگ اپنی قرارداد پر قائم نہیں رہے، اور ظالم بادشاہوں سے میل جول رکھنے لگے۔ آیت کے جس ٹکڑے میں عیسائیوں کی رہبانیت کا، اور پھر ان کے اس پر قائم نہ رہنے کا ذکر ہے۔ یہ حدیث گویا اس کی تفسیر ہے۔ صحیح بخاری و مسلم وغیرہما میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کو اپنی طاقت کے موافق ایسی عبادت کرنی چاہئے جس کو وہ ہمیشہ نباہ سکے، کیونکہ جو نیک کام ہمیشہ کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ **مسئلہ**: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدعت یعنی دین میں کسی بات کا نکالنا اگر وہ بات نیک ہو، اور اس سے رضائے الٰہی مقصود ہو تو بہتر ہے۔ اس پر ثواب ملتا ہے اور اس کو جاری رکھنا چاہئے۔ ایسی بدعت کو بدعتِ حسنہ کہتے ہیں۔ البتہ دین میں بری بات کا نکالنا بدعتِ سیئہ کہلاتا ہے، وہ ممنوع اور ناجائز ہے۔ اور بدعتِ سیئہ حدیث شریف میں وہ بتائی گئی ہے جو خلافِ سُنت ہو، اس کے نکالنے سے کوئی سُنت اٹھ جائے۔ اس سے ہزارہا مسائل کا فیصلہ ہو جاتا ہے جن میں آج کل لوگ اختلاف کرتے ہیں، اور اپنی ہوائے نفسانی سے ایسے امورِ خیر کو بدعت بتا کر منع کرتے ہیں جن سے دین کی تقویت و تائید ہوتی ہے، اور مسلمانوں کو اُخروی فوائد پہنچتے ہیں، اور وہ طاعات و عبادات میں ذوق و شوق کے ساتھ مشغول رہتے ہیں، ایسے امور کو بدعت بتانا قرآن مجید کی اس آیت کے صریح خلاف ہے۔ اب آگے فرمایا کہ جو ان پادریوں میں سے ایمان لائے، ان کو ہم نے ان کا دوہرا ثواب دیا ایمان و عبادت کا۔ جو عیسائی سچی عیسویت پر قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے مشرف بہ اسلام ہوئے وہ جنتی ہیں، اور ثواب والے، اور اکثر فاسق و فاجر بدکار ہیں وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے، وہ درحقیقت عیسائی نہیں بلکہ ابنِ مریم کے سخت مخالف اور خدا کے گنہگار کافر ہیں۔

فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۸﴾

پھر جیسا اس کے نبھانے کا حق تھا ویسا نبھا نہ سکے پس جو لوگ ان میں سے ایمان لائے ان کو ہم نے ان کا ثواب دیا اور ان میں سے بہتیرے فاسق ہیں ﴿۲۷﴾ [1] اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول (محمد ﷺ) پر ایمان لاؤ تاکہ اللہ تم کو اپنی رحمت سے دو حصے عطا فرمائے اور تم کو نور عطا فرمائے کہ جس کی روشنی سے تم (پل صراط پر) چلو گے اور تم کو بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۲۸﴾

[1] **شان نزول:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے موافق یہ آیت ایماندار اہلِ کتاب کی شان میں ہے، حاصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ جو لوگ موسیٰ عیسیٰ علیہم السلام پر اور توراۃ اور انجیل پر ایمان لاچکے ہیں، اور ان کے دل میں خدا کا خوف بھی ہے، ان کو قرآن اور نبی آخر الزمان ﷺ پر بھی ضرور ایمان لانا چاہئے، کیونکہ بغیر اس کے توراۃ وانجیل میں جو اللہ کا عہد ہے وہ پورا نہیں ہوسکتا۔ یہ وہی عہد ہے جس کا ذکر سورۃ آل عمران میں گذر چکا ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر یہ لوگ ایسا کریں گے تو ان کے دونوں زمانے کے عمل قابلِ اجر قرار پا کر ان کو دوہرا اجر دیا جائے گا، ورنہ عہد شکنی کے گناہ میں ان سے مواخذہ کیا جائے گا۔ نُور سے مقصود وہی پُل صراط پر کی روشنی ہے جس کا ذکر اوپر گذرا۔ اب آگے فرمایا ایماندار اہل کتاب کو یہ دوہرا اجر اس واسطے دیا گیا کہ اہلِ کتاب میں سے جو لوگ نبی آخر الزمان ﷺ پر اور قرآن پر ایمان نہیں لائے، ان کو قیامت کے دن اپنی حالت پر افسوس ہو کہ یہ اللہ کے فضل کا دوہرا اجر انہوں نے اپنے ہاتھ سے کھویا۔ جب یہ اُترا کہ اہل کتاب کے اسلام لانے والوں کو دونا ثواب ملے گا، تو مومنین اہل کتاب فخر کرنے لگے۔ تب اللہ تعالیٰ نے مومنین اُمتِ محمد یہ کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی کہ جس طرح مومنین اہل کتاب دو شریعتوں کی پابندی کے معاوضہ میں دوہرا اجر پائیں گے، اسی طرح مومنین اُمتِ محمد یہ کو اللہ تعالیٰ ایک ہی شریعت کی پابندی کے معاوضہ میں دوہرا اجر عطا فرمائے گا۔ تاکہ اہلِ کتاب یہ نہ جان لیں کہ دوہرے اجر کو انہیں کے ساتھ خصوصیت ہے۔ مومنین اُمتِ محمد یہ اس خصوصیت کے حاصل کرنے کی کسی طرح قدرت نہیں رکھتے، اور یہ اللہ کا ایک فضل ہے جس کو کوئی روک نہیں سکتا۔

لِّئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتٰبِ أَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

خدا نے اس معاملہ کی خبر اس لئے دی کہ اہل کتاب جان لیں یہ کہ وہ اللہ کے فضل پر ان لوگوں کا کچھ قابو نہیں، اور جان لیں کہ فضل تو اللہ کے ہاتھ ہے، جس کو چاہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ﴿۲۹﴾

آیاتہا ۲۲ | ۵۸ سورۃ المجادلۃ مدنیۃ ۱۰۵ | رکوعاتہا ۳

سورۂ مجادلہ مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں بائیس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

الجزء ۲۸

قَدۡ سَمِعَ اللّٰہُ قَوۡلَ الَّتِیۡ تُجَادِلُکَ فِیۡ زَوۡجِہَا وَ تَشۡتَکِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ٭ۖ وَ اللّٰہُ یَسۡمَعُ تَحَاوُرَکُمَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ ﴿۱﴾

بیشک [۱] اللہ نے اس عورت کی بات سنی جو (اے محبوب ﷺ) تم سے اپنے شوہر کے بارے میں گفتگو کرتی تھی اور (اپنے رنج وغم کی) اللہ سے شکایت کرتی تھی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سنتا تھا، بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے ﴿۱﴾

خواص سورہ مجادلہ: اس سورۃ کو مریض کے پاس پڑھنے سے مریض کو نیند آجاتی ہے۔ اگر کوئی اس سورۃ کو لکھ کر غلہ میں رکھ دے تو غلہ میں کسی قسم کی خرابی نہ ہوگی۔

اپنی بی بی کو ماں کہہ بیٹھنے کا ذکر، ظہار اور اس کے احکام

[۱] **شان نزول:** مسند امام احمد، نسائی وابوداؤد ومستدرک حاکم وغیرہ میں خولہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو روایتیں ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص اوس بن الصامت نے اپنی بی بی خولہ سے کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے"۔ یہ کہنے کے بعد اس کو ندامت ہوئی' یہ کلمہ زمانہ جاہلیت میں طلاق تھا۔ اس نے کہا: "میرے خیال میں تو مجھ پر حرام ہوگئی"۔ خولہ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعات عرض کیے اور عرض کیا کہ میرا مال ختم ہو چکا، ماں باپ گذر گئے، عمر زیادہ ہوگئی، بچے چھوٹے چھوٹے ہیں، انکو باپ کے پاس چھوڑوں تو ہلاک ہو جائیں، اپنے ساتھ رکھوں تو بھوکے مر جائیں۔ کیا صورت ہے کہ میرے اور میرے شوہر کے درمیان جدائی نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تیرے باب میں میرے پاس کوئی حکم نہیں یعنی ابھی تک ظہار کے متعلق کوئی حکم جدید نازل نہیں ہوا۔ دستور قدیم یہی ہے کہ ظہار سے عورت حرام ہو جاتی ہے۔ عورت نے عرض کیا: "یارسول اللہ! اس نے طلاق کا لفظ نہ کہا وہ میرے بچوں کا باپ ہے، اور مجھے بہت پیارا ہے۔" اسی طرح وہ بار بار عرض کرتی رہی اور جواب حسب خواہش نہ پایا تو آسمان کی طرف سے سر اٹھا کر کہنے لگی: "یا اللہ! میں تجھ سے اپنی محتاجی وبیکسی اور پریشان حالی کی شکایت کرتی ہوں۔ اپنے نبی ﷺ پر میرے حق میں ایسا حکم نازل فرما جس سے میری مصیبت رفع ہو"۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: "خاموش ہو دیکھ

اَلَّذِیْنَ یُظٰھِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ②

تم میں سے جو[1] لوگ اپنی بیویوں کے ساتھ ظہار کرتے (یعنی اپنی بیویوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ دیتے) ہیں، وہ (حقیقت میں) ان کی مائیں نہیں ہو جاتیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں، اور بیشک ظہار کرنے والے بیہودہ اور نری جھوٹ بات کہتے ہیں، اور بیشک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے ②

چہرہ مبارک رسول کریم ﷺ پر آثار وحی ظاہر ہیں" جب وحی پوری ہو گئی تو فرمایا: "اپنے شوہر کو بلا" اوس حاضر ہوئے تو حضور نے یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں۔

[1] معتبر سند سے طبرانی تفسیر ابن مردویہ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اوس بن الصامت کا ظہار اسلام میں پہلا ظہار ہے جس کا مبہم طور پر شروع سورۃ میں ذکر ہے۔ اس پہلے ظہور کے مبہم ذکر کے بعد جو حکم ظہار کے متعلق اللہ تعالیٰ کو اسلام میں قائم رکھنا منظور تھا، اس کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ یہ اوپر گذر چکا ہے کہ ظہار میں لوگ بی بی کو ماں کہہ بیٹھا کرتے تھے، جس سے ساری عمر وہ عورت ظہار والے مرد پر حرام ہو جاتی تھی۔ اس لئے فرمایا کہ اس ماں کہہ بیٹھنے سے وہ عورتیں درحقیقت انکی مائیں نہیں ہو جاتیں، اور وہ جوان پر حرام ہیں وہ تو وہی ہیں، جنہوں نے ان کو جنا ہے یعنی حقیقی والدہ یا جس نے دودھ پلایا ہے۔ **مسئلہ**۔ دودھ پلانے والیاں بسبب دودھ پلانے کے ماؤں کے حکم میں ہیں، اور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات بسبب کمال حرمت مائیں بلکہ ماؤں سے اعلیٰ ہیں۔ آگے فرمایا کہ جو طریقہ ان لوگوں میں انجانے سے تھا، اس واسطے جو کچھ ہو چکا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس کو معاف کیا۔ پھر فرمایا جس طرح ان لوگوں میں بی بی کو ماں کہہ بیٹھنے کا رواج ہے، اسی طرح یہ بھی رواج ہے کہ اپنے اس قول پر نادم ہو کر اس سے پھر جاتے ہیں، اور پھر اس عورت کو بی بی کی طرح رکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن اسلام میں آئندہ حکم دیا جاتا ہے کہ ایسے نادم لوگ ایسی عورت کو بی بی بنا کر رکھنے سے ① پہلے کفارہ کے طور پر ایک غلام آزاد کریں ② اگر اتنا مقدور نہ ہو تو دو مہینے کے پے درپے روزے رکھیں ③ اگر مرض وغیرہ کے سبب سے روزوں کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاویں۔ یہ اس طرح کہ ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع کھجور یا جو دے، اور اگر مسکینوں کو اس کی قیمت دے، یا صبح وشام دونوں وقت انہیں پیٹ بھر کر کھلا دیا، جب بھی جائز ہے۔ **مسئلہ**: اس کفارہ میں یہ شرط نہیں کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے قبل ہو۔ حتیٰ کہ اگر کھانا کھلانے کے درمیان میں شوہر اور بی بی میں قربت (عمل زوجیت) واقع ہوئی تو نیا کفارہ لازم نہ ہوگا۔ یہ کفارۂ ظہار جو مقرر کیا گیا تو اس لئے کہ تم سچے دل سے خدا

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ③ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ

اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (یعنی اپنی بیویوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ دیتے ہیں) پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے ہیں (یعنی ظہار کو توڑ دینا اور حرمت کو اٹھا دینا) تو ان پر (کفارہ) لازم ہے ایک غلام آزاد کرنا اس سے پہلے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، یہ حکم ہے جس سے تم کو نصیحت دی جاتی ہے، اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے ③ پھر جس کو غلام نہ ملے پس اس پر لازم ہے لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے اس سے پہلے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، پھر جو (بڑھاپے یا مرض وغیرہ کے سبب سے) روزے نہ رکھ سکے پس ساٹھ مسکینوں کا (پیٹ بھر کر) کھانا کھلانا ہے۔ یہ حکم اس لئے کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو (اور جہالت کے طریقہ کو چھوڑ دو) اور یہ اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں۔

اور رسول پر ایمان لاؤ، فرض و سنت کا اقرار کرو۔ خدا کی حدود شریعت کا لحاظ رکھو۔ یہ اللہ کے احکام و فرائض کی حدیں ہیں۔ پھر فرمایا اس طرح کی کھلی کھلی باتوں سے اللہ کی شریعت اور اللہ کے رسول کی صداقت معلوم ہو جانے کے بعد، جو کوئی اللہ کی اس حد بندی کو نہ مانے گا اور اس کی شریعت اور شریعت کے لانے والے رسول کی مخالفت کے درپے رہے گا۔ دنیا میں وہ پچھلی مخالف قوموں کی طرح کسی آفت میں پھنس جائے گا، اور عقبیٰ میں اس سے سخت مواخذہ ہوگا، اور یہ لوگ تو حشر کے انکار کے سبب سے برے کاموں کی پرواہ نہیں کرتے۔ لیکن حشر کے دن کی سزا کے ارادہ سے ان کے چھوٹے بڑے سب کام اللہ کی نگاہ میں ہیں، کیونکہ اللہ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ **مسئلہ**۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفارہ کے دینے سے پہلے وطی اور اس کی دواعی (بوس و کنار) حرام ہیں۔ اس طرح کہ نہ ان دو مہینوں کے درمیان رمضان آئے، نہ ان پانچ دنوں میں سے کوئی دن آئے۔ جن کا روزہ ممنوع ہے، اور نہ کسی عذر سے یا بغیر عذر کے درمیان سے کوئی روزہ چھوڑا جائے، اگر ایسا ہوا تو از سر نو روزے رکھنے پڑیں گے۔

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۴ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۵ ۚ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۶ ع اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ

اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے ۝۴ بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل کئے گئے جیسے ان سے پہلے لوگوں کو (پیغمبروں کی مخالفت کرنے کے سبب) ذلت دی گئی، اور بیشک ہم نے روشن آیتیں (رسول کی صدق پر) اتاریں، اور کافروں کو ذلت کا عذاب ہے ۝۵ جس دن کہ ان سب کو اللہ اٹھائے گا اور پھر ان کا سب کیا ہوا ان کو جتادے گا (کیونکہ) اللہ نے (ان کے عمل جو دنیا میں کرتے تھے) انہیں گن رکھا ہے اور وہ اس کو بھول گئے اور اللہ کو ہر چیز کی اطلاع ہے ۝۶ اے مخاطب! کیا تو نے [1] نہ دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، جہاں کہیں آپس میں تین آدمیوں کا مشورہ ہوتا ہے تو چوتھا اللہ موجود ہے، اور جو پانچ میں مشورہ ہوتا ہے تو اللہ چھٹا ہوتا ہے، اور خواہ اس سے کم ہو یا اس سے زیادہ ہو مگر اللہ (ہر حالت میں) ہر جگہ ان کے ساتھ ہے۔

خدا ہر جگہ پر موجود ہے

[1] یہاں وسعت علمی کا ذکر ہے کہ نہ آسمانوں میں کوئی چیز اللہ پر مخفی ہے، نہ زمینوں میں کوئی شے پوشیدہ ہے۔ یہ اس لئے فرمایا ہے تاکہ ہر مکلف کو معلوم ہوجائے کہ انسان کا کوئی فعل کوئی قول کوئی حرکت کوئی دل کا مضمون، اللہ پاک پر پوشیدہ نہیں۔ جہاں تین آدمیوں میں کوئی مشورہ ہوتا ہے کہ سوائے ان کے کوئی نہیں سن سکتا، وہاں خدا چوتھا موجود ہے۔ اور جہاں پانچ آدمیوں کا

ثُمَّ یُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا یَوْمَ الْقِیَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیمٌ ﴿٧﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِینَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَىٰ ثُمَّ یَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَیَتَنَاجَوْنَ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُولِ وَإِذَا جَاءُوكَ حَیَّوْكَ بِمَا لَمْ یُحَیِّكَ بِهِ اللَّهُ وَیَقُولُونَ فِی أَنفُسِهِمْ لَوْلَا یُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ ۚ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ یَصْلَوْنَهَا ۖ فَبِئْسَ الْمَصِیرُ ﴿٨﴾

پھران (سب) کو قیامت کے روز ان کے کیے ہوئے عمل بتلادے گا، بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۝ کیا تم نے ۱؎ انہیں نہ دیکھا؟ جنہیں (باہم) بری مشورت سے منع فرمایا گیا تھا۔ پھر (بھی) وہ وہی کرتے ہیں جس چیز سے وہ منع کیے گئے تھے اور آپس میں مخفی مشورے کرتے ہیں گناہ اور زیادتی اور رسول ﷺ کی نافرمانی کے بارے میں، اور وہ لوگ جب تمہارے سامنے حاضر ہوتے ہیں تو ان لفظوں سے تمہیں سلام کرتے ہیں جو لفظ اللہ نے تمہارے اعزاز میں نہ کہے اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں: "(اگر یہ نبی ہیں تو) اللہ ہم کو عذاب کیوں نہیں کرتا اس بات پر جو ہم کہتے ہیں" (گھبرائیں نہیں) ان کے لئے جہنم کافی ہے اس میں داخل ہوں گے، پس دوزخ کیا ہی بری جگہ ہے۝

خفیہ مشورہ ہوتا ہے، اور ان کے حال واقوال کا عالم، اور جہاں اس سے کم اور اس سے زائد خواہ کتنوں ہی کا خفیہ مشورہ ہو، مگر وہ سب کے ساتھ رہتا ہے۔ سب کا حال ہر وقت کہیں کیوں نہ ہو، ہر طرح جانتا ہے۔ وہ سب کو مار کر اپنے پاس بلا کر بروز قیامت انکے اعمال نیک وبد کی خبر اور جزا دے گا، وہ ہر بات کا بڑا علیم ہے کہ اس سے کچھ پوشیدہ ہو ہی نہیں سکتا۔

مسلم امت کے دشمن یہود ومنافقین

۱؎ **شان نزول:** یہ آیت یہود اور منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو آپس میں سرگوشیاں کرتے، اور مسلمانوں کی طرف دیکھتے جاتے، اور آنکھوں سے انکی طرف اشارے کرتے جاتے تاکہ مسلمان سمجھیں کہ ان کے خلاف کوئی پوشیدہ بات ہے، اور اس سے انہیں رنج ہو۔ ان کی اس حرکت سے مسلمانوں کو غم ہوتا تھا اور وہ کہتے تھے کہ شاید ان لوگوں کو ہمارے ان بھائیوں کی نسبت قتل یا ہزیمت کی کوئی خبر پہنچی جو جہاد میں گئے ہیں، اور یہ اسی کے متعلق باتیں بناتے اور اشارے کرتے ہیں۔ جب یہ حرکات منافقین کے بہت زیادہ ہوئیں اور مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ کے حضور میں اس کی شکایتیں کیں، تو سردار دو جہاں محمد مصطفی ﷺ نے سرگوشی کرنے والوں کو منع فرمادیا۔ لیکن وہ باز نہ آئے اور یہ حرکت کرتے ہی رہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ یہ منافق اور یہود لگ مل کر مسلمانوں کی بدخواہی کی باتیں جو کانوں میں کرتے ہیں، اور یہود لوگ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۹ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ

اے مسلمانو! جب تم آپس میں مشورہ کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کا مشورہ نہ کرو اور نیکی اور پرہیز گاری کی باتوں کا مشورہ کیا کرو، اور اللہ سے ڈرو کہ جس کی طرف تم سب اٹھائے جاؤ گے ۝۹ (گناہ اور زیادتی اور نافرمانی کا) مشورہ کرنا محض شیطان کی طرف سے ہے تاکہ مسلمانوں کو رنج دے، اور وہ بغیر اللہ کے حکم کے کچھ ان کا نہیں بگاڑ سکتا اور مسلمانوں کو (ہر امر میں) اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے ۝۱۰ اے[۱] مسلمانو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دے دو اللہ تمہیں جگہ دے گا۔

سلام کے بہانہ سے اللہ کے رسول کو بددعا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے۔ وقت مقررہ آتے ہی ان سے ان کا بدلہ لیا جائے گا۔ آخر پھر ایماندار لوگوں کو فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اپنا بھروسہ رکھیں، کیونکہ بغیر حکم اللہ تعالیٰ کے کسی بدخواہ کی بدخواہی کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پر بھروسہ رکھنے والے لوگ قیامت کے دن بلا حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ حدیث اللہ پر بھروسہ رکھنے کے اجر کی گویا تفسیر ہے۔

ذکر الٰہی کی مجلس میں بیٹھنے کا طریقہ اور مجلسی و معاشرتی آداب

[۱] **شان نزول:** نبی کریم ﷺ بدر میں حاضر ہونے والے اصحاب کی عزت کرتے تھے۔ ایک روز چند بدری اصحاب ایسے وقت پہنچے جبکہ مجلس شریف بھر چکی تھی، انہوں نے حضور کے سامنے کھڑے ہو کر سلام عرض کیا، حضور نے جواب دیا۔ پھر انہوں نے حاضرین کو سلام کیا، انہوں نے جواب دیا۔ پھر وہ اس انتظار میں کھڑے رہے کہ ان کیلئے مجلس شریف میں جگہ کی

وَ اِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۱﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲﴾

اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو پس اٹھ کھڑے ہو اللہ (اس حکم کی اطاعت سے) تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند کرے گا، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے ﴿۱۱﴾ اے مسلمانو! [۱] جب تم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راز کی بات عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض کرنے سے پہلے کچھ صدقہ (مساکین کو) دے لو، یہ کام تمہارے لئے بہتر اور بہت ستھرا ہے، پس اگر تم کو (صدقہ دینے کا) مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۲﴾

جائے مگر کسی نے جگہ نہ دی۔ یہ سردار دو جہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گراں گزرا تو حضور نے اپنے قریب والوں کو اٹھا کر ان کیلئے جگہ کی۔ اٹھنے والوں کو اٹھنا شاق ہوا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ جب کسی مجلس میں تم جاؤ، وہاں تم سے کوئی کہے کہ ذرا پرے کو سرک جاؤ، کھل کر بیٹھو تو ہٹ جانا چاہیے۔ تم اگر مسلمانوں کو کشائش دو گے اللہ تعالیٰ تمہارے ہر کام میں کشائش کرے گا، اور جب کوئی سردار مجلس تم سے کھڑے ہونے کو کہے تو تم کھڑے ہو جاؤ، یعنی اگر مشورہ کرنے کے لئے کسی مجلس میں جاؤ وہاں کھل کر بیٹھا کرو، اور اگر مسلمان بھائی کے بیٹھنے کیلئے جگہ نہ ہو تو تھوڑا تھوڑا ادھر ادھر دب کر اسے جگہ دے دیا کرو، اور جب مشورہ ختم ہو جائے مجلس کے برخاست کرنے کی ضرورت ہو، تو اس وقت کھڑے ہو جانا چاہیے۔ غرض ایسے موقع پر جم کر بیٹھنا کسی دعوت اور عبادت میں بھی بعض لوگ زیادہ جم کر بیٹھتے ہیں اور ان کا جم کر بیٹھنا گھر والوں کیلئے باعثِ تکلیف ہوتا ہے۔ الغرض مسلمانوں کی ایذا رسانی سخت ممنوع ہے۔ خدا تم میں ان کو جو سچے دل سے ایمان لائے ہیں ان کا ظاہر و باطن، محبت خدا اور رسول میں یکساں ہیں، مراتب عالیہ بلند کرے گا، اور جو علم دیئے گئے ہیں ان کے مرتبے خوب برتر کرے گا۔ یعنی عالم دین کے مرتبے غیر عالموں سے بدرجہا زائد ہوں گے، اور اللہ کو ان سب باتوں کی جو تم اچھی یا بری کرتے ہو خبر ہے۔

[۱] **شانِ نزول:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جب اغنیاء نے عرض معروض کا سلسلہ دراز کیا، اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ فقراء کو اپنی عرض پیش کرنے کا موقع کم ملنے لگا، تو عرض پیش کرنے والوں کو عرض پیش کرنے سے پہلے صدقہ دینے کا حکم دیا

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ

کیا تم اس سے ڈرے کہ تم اپنی عرض کرنے سے پہلے کچھ صدقہ دو (بسبب اپنی غریبی اور ناداری کے)، پھر جب تم یہ نہ کر سکے اور اللہ نے اپنی مہر (کرم) سے تم پر معاف فرمایا پس تم نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو، اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو، اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے ﴿۱۳﴾ کیا[1] تم نے انہیں نہ دیکھا جنہوں نے اس قوم سے دوستی کر رکھی ہے جن پر اللہ کا غضب ہے۔

گیا، کہ جب کوئی رئیس امیر مشورہ کا ارادہ کرے تو پہلے صدقہ دے، کہ اس کے سبب سے فقراء کا دل بھی خوش ہو جائے، اور رؤسا بھی بیکار باتوں میں حضرت کے اوقات ضائع نہ کریں، اور تکلیف نہ دیں، غربا کو رنج بھی نہ ہو اور ان کی باتوں کے لئے بھی وقت نکل آئے۔ اور فقراء کو اس بات کا حکم نہ دیا گیا بلکہ اختیار رہا کہ جب چاہیں بلا تکلف مشورہ کریں، جب یہ قید لگی رؤسا جو بیکار اور مشورہ کرتے تھے گھبرائے، اور مشورہ کرنا چھوڑ دیا اور بات سمجھ گئے، توبہ کی۔ تب اترا کہ جو مقصد تھا وہ حاصل ہو گیا۔ اور اے اہل اموال! تم صدقہ دینے سے ڈر گئے اللہ نے بھی قید اٹھالی۔ مروی ہے کہ اس حکم پر حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے عمل کیا، ان کے پاس ایک اشرفی تھی اس کو دس درم سے بیچا اور دس مسائل دریافت کئے، عرض کیا: ''یا رسول اللہ! وفا کیا ہے''؟ فرمایا: ''توحید اور توحید کی شہادت دینا''۔ عرض کیا: ''فساد کیا ہے''؟ فرمایا: ''کفر و شرک''۔ عرض کیا: ''حق کیا ہے''؟ فرمایا: ''اسلام و قرآن اور ولایت جب تجھے ملے''۔ عرض کیا: ''حیلہ کیا ہے''۔ یعنی تدبیر''؟ فرمایا: ''ترک حیلہ''۔ عرض کیا: ''مجھ پر کیا لازم ہے''؟ فرمایا: ''اللہ اور اس کے رسول کی طاعت''۔ عرض کیا: ''اللہ سے کیسے دعا مانگوں''۔ فرمایا: ''صدق و یقین کے ساتھ عرض کیا'': ''اپنی نجات کیلئے کیا کروں''؟ فرمایا: ''حلال کھا اور سچ بول''۔ عرض کیا: ''سرور کیا ہے''؟ فرمایا: ''جنت'' ''عرض کیا'': ''راحت کیا ہے''؟ فرمایا: ''اللہ کا دیدار''۔ جب حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سوالوں سے فارغ ہو گئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور رخصت نازل ہوئی۔ اور سوائے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور کسی کو اس پر عمل کرنے کا وقت نہیں ملا۔ (مدارک خازن)

کافروں سے دوستی کی ممانعت

[1] **شانِ نزول:** یہ آیت عبداللہ بن بتتل منافق کے حق میں نازل ہوئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر رہتا، اور

یہاں کی باتیں اپنے دوست یہودیوں سے بیان کیا کرتا۔ ایک روز حضور اقدس ﷺ دولت سرائے اقدس میں تشریف فرما تھے، حضور نے فرمایا: "اس وقت ایک آدمی آئیگا جس کا دل نہایت سخت ہے، اور شیطان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے"۔ تھوڑی ہی دیر بعد عبداللہ بن نبتل آیا اس کی آنکھیں نیلی تھیں، سرکار دو جہاں محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس سے فرمایا: "تو اور تیرے ساتھی کیوں ہمیں گالیاں دیتے ہیں" وہ قسم کھا گیا کہ ایسا نہیں کرتا اور اپنے یاروں کو لے آیا۔ ان سب نے مل کر بہت جھوٹی قسمیں کھائیں کہ ہم نے آپ کو گالی نہیں دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! ان منافقوں کا حال دیکھنے کے قابل ہے کہ اِدھر تو انہوں نے اپنے ظاہری اسلام سے مسلمانوں کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے، اور اسی طرح مدینہ کے گرد ونواح میں جو یہود رہتے ہیں ان کو اپنی دوستی اور رفاقت کے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ اور حقیقت میں یہ لوگ اِدھر ہیں نہ اُدھر، ان کی زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ۔ اسی لئے یہ دل سے کسی کے بھی ساتھی نہیں ہیں"۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جس طرح ان منافق لوگوں نے اپنی جان اپنا مال مسلمانوں کے ہاتھ سے بچانے کی غرض سے دنیا میں اپنی جھوٹی قسموں کو ڈھال ٹھہرا رکھا ہے، اسی طرح قیامت کے دن اللہ کے روبرو بھی یہ لوگ جھوٹی قسمیں کھائیں گے کہ دنیا میں یہ لوگ دل سے مسلمان تھے۔ لیکن وہاں ان کی جھوٹی قسمیں اللہ عالم الغیب کے روبرو کچھ کام نہ آئیں گی۔ پھر فرمایا یہ لوگ شیطان کے قابو میں ہیں، اسی واسطے شیطان انکے برے کاموں کو اچھا کر کے ان کو دکھلاتا ہے۔ پھر فرمایا ایسے لوگ شیطانی جتھے کے لوگ ہیں، اور یہ شیطانی جتھے کے لوگ آخر کو بہت خراب ہوں گے، اور اللہ کے رسول اور رسول کے ساتھیوں کو آخر کو غلبہ ہوگا اور منافقوں کی بدخواہی کچھ کارگر نہ ہوگی۔ پھر اللہ کے واسطے جن مسلمان لوگوں نے بدر کی لڑائی کے دن اپنے رشتہ داروں سے لڑ کر انکو قتل کیا تھا، ان کی تعریف فرمائی تاکہ منافقوں کو عبرت ہو کہ مسلمان ایسے ہوتے ہیں جو خدا اور خدا کے رسول کی رضا مندی کی خاطر اپنے رشتہ داروں کے دشمن بن جاتے ہیں۔ ایسے لوگ مسلمان کیونکر ہو سکتے ہیں جو اللہ کے رسول کی بدخواہی کیلئے غیر قوم کے لوگوں سے دوستی رکھتے ہیں۔ بلکہ پکے مسلمان تو کافروں سے دشمنی ہی رکھتے ہیں۔ انکے دین میں موافقت ان کی خیر خواہی تو درکنار وہ سچے مسلمان ایسے پختہ دین میں مضبوط ہیں کہ وہ ہرگز غیر مذہب والے سے دوستی محبت نہیں برتتے، کہ جو خدا اور رسول کا مخالف، وہ ان کا مخالف، پھر مخالف سے موافقت ومحبت کیسی، اگرچہ انکے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ باپ دادا ہوں یا اولاد یا بھائی برادر یا اور قبیلہ کنبہ کے لوگ ہوں۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ اُحد میں اپنے باپ جراح کو قتل کیا، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روز بدر اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو مبارزت کیلئے طلب کیا لیکن آنحضرت ﷺ نے انہیں اس جنگ کی اجازت نہ دی، اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی عبداللہ بن عمیر کو قتل کیا، اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو روز بدر قتل کیا، اور حضرت علی بن ابی طالب وحمزہ وابوعبیدہ رضی اللہ عنہم نے ربیعہ کے بیٹوں عتبہ اور شیبہ کو، اور ولید بن عتبہ کو بدر میں قتل کیا۔ جو ان کے رشتہ دار تھے۔ خدا اور رسول پر ایمان لانے والوں کو قرابت اور رشتہ داری کا کیا پاس جو ایسے پکے مضبوط لوگ ہیں وہ سچے مسلمان ہیں۔ خدا نے ان کے دلوں میں ایمان بھر دیا ہے اور نور ایمان اتار دیا ہے کہ خدا اور رسول کے مقابلے میں ان کو کسی کی بھی پرواہ نہیں۔ اپنی رحمت سے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا ہے، قوت وغلبہ دیا ہے، ان کی مدد کی ہے۔ انکو جنتوں میں داخل

مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لَا مِنْهُمْ ۙ وَ يَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۶﴾ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ

یہ منافق لوگ نہ تم میں سے ہیں اور نہ ان یہودیوں میں سے ہیں اور وہ جان بوجھ کر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں ﴿۱۴﴾ اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، بیشک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں ﴿۱۵﴾ انہوں نے اپنی (جھوٹی) قسموں کو (اپنے جان و مال کے بچاؤ کے لئے) ڈھال بنالیا ہے، پھر اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روکا، پس ان کے لئے (آخرت میں) خواری کا عذاب ہے ﴿۱۶﴾ ان کے مال اور ان کی اولاد (قیامت کے روز) اللہ کے عذاب سے ذرا نہیں بچائیں گے، وہ لوگ دوزخی ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے ﴿۱۷﴾ جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا تو اس کے سامنے بھی ایسی ہی قسمیں کھائیں گے جیسا کہ (اے مسلمانو!) تمہارے سامنے (جھوٹی) قسمیں کھا رہے ہیں، اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کچھ بھلی راہ پر ہیں، آگاہ ہو بیشک وہی لوگ (اپنی قسموں میں) جھوٹے ہیں ﴿۱۸﴾ ان پر شیطان غالب آگیا ہے تو اس نے ان کو اللہ کی یاد بھلا دی، یہ گروہ شیطان کا لشکر ہے۔

کرے گا جن کے مکانوں باغوں درختوں کے نیچے شراب صاف و آب شیریں و شیر لذیذ و شہد نایاب کی نہریں رواں ہوں گی۔ وہاں ہمیشہ رہیں گے نہ مرنا نہ نکلنا، خدا ان سے راضی انکے کاموں سے خوش۔ وہ اللہ کا لشکر ہیں اور خدا کا لشکر ضرور ہے کہ غالب ہو فوز فلاح پائے سخت عذاب سے بچے۔

اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِى الْاَذَلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۱﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع

آگاہ ہو بیشک جو شیطان کا لشکر ہے۔ وہی نقصان میں ہے ﴿۱۹﴾ بے شک جو لوگ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہ (سب سے) زیادہ ذلیلوں میں ہیں ﴿۲۰﴾ اللہ (لوح محفوظ میں) لکھ چکا ہے کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول، بیشک اللہ قوت والا غالب ہے ﴿۲۱﴾ تم ایسی کوئی قوم نہ پاؤ گے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے، کہ دوستی کریں ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی ہے اور اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہی (کیوں نہ) ہوں، یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں میں ایمان اللہ نے نقش کر دیا ہے اور اپنی طرف کی روح (یعنی فیض غیبی) سے ان کی مدد کی اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، یہ جماعت اللہ کا لشکر ہے۔ آگاہ ہو بیشک اللہ ہی کا لشکر کامیاب ہے ﴿۲۲﴾

ایاتھا ۲۴ ۵۹ سُورَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۱ رکوعاتھا ۳

سورۂ حشر مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں چوبیس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①

اللہ کی[1] پاکی بیان کرتی ہے ہر چیز جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، وہی غالب حکمت والا ہے ①

خواص سورہ حشر: اگر کوئی حاجت درپیش ہو تو چار رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ کے ایک ایک بار اس سورۃ کو پڑھے، پھر سلام پھیر کر دعا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ قبول ہوگی۔ اس سورۃ کو رات کو سوتے وقت بستر پر لیٹے لیٹے پڑھ لیا کرے، اگر اسی حالت میں وہ مرے گا تو شہید مرے گا، اور جو کوئی روزانہ پڑھے گا تو وہ بھی اس مرتبہ پر پہنچے گا۔

منافقوں کا ذکر اور یہودیوں کی اسلام دشمنی

[1] **شان نزول:** یہ سورت بنی نضیر کے حق میں نازل ہوئی یہ لوگ یہودی تھے۔ جب آنحضرت ﷺ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو انہوں نے حضور سے اس شرط پر صلح کی کہ نہ آپ کے ساتھ ہو کر کسی سے لڑیں، نہ آپ سے جنگ کریں۔ جب جنگ بدر میں اسلام کی فتح ہوئی تو بنی نضیر نے کہا "یہ وہی نبی ہیں جن کی صفت توریت میں ہے"، پھر جب اُحد میں مسلمانوں کو ہزیمت کی صورت پیش آئی تو یہ شک میں پڑے، اور انہوں نے آنحضرت ﷺ اور حضور کے نیازمندوں کے ساتھ عداوت کا اظہار کیا، اور جو معاہدہ کیا تھا وہ توڑ دیا۔ اور ان کا ایک سردار کعب بن اشرف یہودی چالیس یہودی سواروں کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ پہنچا اور کعبہ معظمہ کے پردے تھام کر قریش کے سرداروں سے آنحضرت ﷺ کے خلاف معاہدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے علم دینے سے حضور اس حال پر مطلع تھے، اور بنی نضیر سے ایک خیانت اور بھی واقع ہو چکی تھی کہ انہوں نے قلعہ کے اوپر سے آنحضرت ﷺ پر بارادہ فاسد ایک پتھر گرایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو خبردار کیا اور بفضلہ تعالیٰ حضور ﷺ محفوظ رہے۔ غرض جب یہود بنی نضیر نے خیانت کی اور عہد شکنی کی، اور کفار قریش سے حضور کے خلاف عہد کیا تو آنحضرت ﷺ نے محمد بن مسلمہ انصاری کو حکم دیا اور انہوں نے کعب بن اشرف کو قتل کر دیا۔ پھر حضور ﷺ مع لشکر کے بنی نضیر کی طرف روانہ ہوئے اور ان کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ اکیس روز رہا اس درمیان میں منافقین نے یہود سے ہمدردی و موافقت کے بہت معاہدے کئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ناکام کیا، یہود کے دلوں میں رعب ڈالا۔ آخر کار انہیں حضور کے حکم سے جلاوطن ہونا پڑا اور وہ شام اریحا و خیبر کی طرف چلے گئے۔ اس لئے ان کی اس پہلی جلاوطنی کو پیشین گوئی کے طور پر اول حشر فرمایا، اور دوسرا حشر ان کا

هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؔؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَیْثُ لَمْ یَحْتَسِبُوْا ۗ وَ قَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَ اَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۗ

وہی ہے کہ جس نے اہل کتاب کو جو کافر ہو گئے تھے (یعنی یہود بنی نضیر کو) انکے گھروں (یعنی مدینہ) سے حشر اول کے وقت نکالا، اے مسلمانو! تمہیں گمان نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور وہ کافر گمان کرتے تھے کہ انکے قلعے انکو اللہ کے عذاب سے بچالیں گے، پس ان پر اللہ کا عذاب اس جگہ سے آیا جہاں سے انکا گمان بھی نہ تھا، اور انکے دلوں میں رعب ڈال دیا کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے ویران کرتے ہیں۔

یہ ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اپنے زمانہ خلافت میں خیبر سے شام کی طرف نکالا، یا آخیر حشر روز قیامت کا حشر ہے کہ آگ سب لوگوں کو سرزمین شام کی طرف لے جائے گی، اور وہیں ان پر قیامت قائم ہوگی۔ حشر کے معنی کسی ایک کو ایک جگہ سے دوسری جگہ نکال دینا۔ حاصل معنی ان آیتوں کے یہ ہیں کہ بنی نضیر کے قلعے کی مضبوطی کے سبب سے نہ اہل اسلام کو یہ گمان تھا کہ ایسا مضبوط قلعہ اس طرح جلدی سے خالی ہو جائے گا، نہ بنی نضیر کو یہ خیال تھا کہ اس طرح وقت پر قلعہ سے ان کو پناہ نہ ملے گی۔ مگر اللہ کی حکمت ایسی زبردست ہے کہ اس کی قدرت اور حکمت سے جو کچھ ہوا، وہ لوگوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نضیر کے دل میں لشکر اہل اسلام کی ایسی ہیبت پیدا کر دی کہ وہ لڑائی کی جرات نہ کر سکے، بلکہ جلاوطنی پر راضی ہو گئے۔ جلاوطنی کے وقت یہ امر قرار پایا کہ تین آدمیوں میں ایک اونٹ بار برداری کو دیا جائے، اور ایک مشک پانی پینے کو دی جائے، اور اس ایک اونٹ پر جو چیز لادی جا سکے وہ یہ لوگ اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں۔ اس واسطے گھروں میں کا، کڑی تختہ اور جو چیز ان کو اچھی معلوم ہوتی تھی، اس کو وہ اونٹوں پر لادنے کے لئے گھروں کو توڑ پھوڑ کر نکال رہے تھے، اور قلعہ کے باہر جو بنی نضیر کا کھجوروں کا باغ تھا، اہل اسلام نے اس کے کچھ پیڑ جلا دیئے تھے، اور کچھ کاٹ ڈالے تھے۔ اسی کو قابل عبرت ذلت اور ویرانی فرمایا، اور یہ بھی فرمایا کہ یہ جلاوطنی کی ذلت اور ویرانی ان لوگوں کی قسمت میں نہ لکھی ہوتی تو اللہ اور رسول کی مخالفت کے سبب سے ان پر کوئی اور آفت آتی۔ پیڑوں کو پہلے تو اہل اسلام نے اس لئے کاٹا اور جلایا کہ اس کی جلن سے بنی نضیر قلعے کے باہر نکل آویں، لیکن پھر اہل اسلام کے دل میں خیال گذرا کہ کہیں اس کا کچھ گناہ نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کی یہ تسکین فرمائی کہ یہ جو کچھ ہوا اللہ تعالیٰ نے وہ تمہارے دل میں ڈالا ہے کہ تمہارے دشمنوں کی ذلت اس میں تھی۔

فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ۝۲ وَ لَوْ لَاۤ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِی الدُّنْیَا ؕ وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝۳ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ وَ مَنْ یُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝۴ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّیْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآىِٕمَةً عَلٰۤی اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِیُخْزِیَ الْفٰسِقِیْنَ ۝۵ وَ مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَاۤ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْهِ مِنْ خَیْلٍ وَّ لَا رِكَابٍ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ یُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۶

پس اے آنکھوں والو! (اس حالت کو دیکھ کر) عبرت حاصل کرو ۝۲ اور اگر اللہ ان کے مقدور میں جلاوطن ہونا نہ لکھ چکتا تو البتہ ان پر دنیا ہی میں (قتل کا) عذاب فرماتا، اور ان کے لئے آخرت میں دوزخ کا عذاب ہے ۝۳ یہ اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مخالفت کی ہے اور جو کوئی اللہ کی مخالفت کرے تو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے ۝۴ اے مسلمانو! تم نے جو کھجور کے درخت کاٹ ڈالے یا ان کو ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، پس یہ سب اللہ کے حکم سے ہوا، اور اس لئے کہ فاسقوں کو رسوا کرے ۝۵ اور جو کچھ غنیمت اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان (یہود بنی نضیر) سے دلوائی، تو تم نے ان پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ، ولیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غالب کرتا ہے، اور اللہ تمام چیز پر قادر ہے ۝۶

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فرمانبرداری کا حکم اور بیعت کا ذکر

لے شروع سورۃ سے یہاں تک اللہ تعالیٰ نے بنی نضیر کے جلاوطن ہونے کا ذکر فرما کر اس جلاوطنی کے بعد بغیر لڑائی اور بغیر مقابلہ کے جو مال ہاتھ آیا، ان آیتوں میں اس کا یہ حکم فرمایا کہ جس طرح بغیر لڑائی کے بنی نضیر کا مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دلوایا، اس مال میں اور آگے کو اسی طرح جو مال بغیر لڑائی کے ہاتھ لگے، ایسے سب مال میں وہ پانچ حصے نہ ہوں گے۔ جو پانچ حصے لڑائی کے بعد غنیمت کے مال کے سورۃ انفال میں بیان ہوئے کہ ان پانچ حصوں میں سے چار خمس لشکر اسلام میں تقسیم کئے جائیں گے، اور ایک خمس اللہ کے رسول کے اختیار میں رہے گا۔ بلکہ یہ بغیر لڑائی کے ہاتھ آیا ہو تمام مال اللہ کے رسول کے

اختیار میں رہے گا۔ صحیح بخاری و مسلم وغیرہما میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بنی نضیر کا مال و متاع بغیر لڑائی کے ہاتھ آیا ہوا اللہ کے رسول کے خاص اختیار میں رہنے کا مال تھا۔ غرض آنحضرت ﷺ کے خاص اختیار کا مال نصف حصہ تو خیبر کا تھا، اور بنی نضیر کے اور فدک کے کھجور کے پیڑ تھے۔ ابوداؤد وغیرہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایتیں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی نضیر کے درختوں کی آمدنی تو آنحضرت ﷺ نے بالائی ضروری اخراجات کے لئے خاص کر رکھی تھی، اور باغ فدک کی آمدنی مسافروں کے خرچ کے لئے خاص تھی۔ اور خیبر کی آمدنی میں ازواج مطہرات کا کھانا پینا ہوتا، اور جو کچھ بچتا تھا وہ مہاجر ضرورت مندوں کو خیرات کے طور پر دیا جاتا تھا۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت میں بھی یہی عمل رہا۔ اب آگے فرمایا کہ یتیم مسکین اور مسافر کا نام اس تقسیم میں اسلئے خاص طور پر جتلایا گیا ہے کہ مالدار لوگ موروثی مال کی طرح اس مال کی تقسیم آپس میں نسل بعد نسل نہ ٹھہرالیویں، جس سے یتیم مسکین اور مسافر بالکل محروم ہو جاویں۔ پھر فرمایا کہ اس مال میں سے اللہ کے رسول جو تم کو دیویں وہ لے لو، اور جو نہ دیویں اس میں کچھ اصرار نہ کرو، اور اللہ کے رسول کی نافرمانی عین اللہ کی نافرمانی ہے۔ اس لئے اس سے بچتے رہو کہ اس میں عذاب الٰہی کا خوف ہے، جو بہت سخت اور انسان کی برداشت سے باہر ہے۔ اگرچہ اس آیت کا نزول فے کے مال کے باب میں ہے، لیکن حکم اس کا عام ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے میری نافرمانی کی وہ جنت میں نہیں جاسکتا''۔ اس باب میں اور بھی صحیح حدیثیں ہیں جو آیت کے حکم کے عام ہونے کی تفسیر ہیں۔ اس تفسیر کی بناپر سلف نے لکھا ہے کہ صحیح حدیث کے معلوم ہو جانے کے بعد جو شخص اس کے موافق عمل نہ کرے گا، وہ اللہ کے نزدیک اس مواخذہ کے قابل قرار پائے گا جس مواخذہ سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے بندوں کو ڈرایا ہے۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ رسول کی شانِ اقدس اور علم رسول کے گستاخی کرنے سے بچے ورنہ جہنم کی آگ ہے۔ فے کے مال کے حق داروں کے بیان میں اطاعت رسول کا ذکر آ گیا تھا، اب آگے وہی سلسلہ پھر شروع فرمایا کہ اس مال کے حقدار تنگدست مہاجر اور انصار بھی ہیں۔

مہاجرین وانصار صحابہ کرام علیہم الرضوان

مہاجروں کی تعریف فرمائی کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے دین اور اللہ کے رسول کی مدد کے جوش میں اپنا گھر بار، اور مال و متاع سب کچھ چھوڑا، اور دنیا میں اللہ کے فضل سے رزق ملنے کی، اور عقبیٰ میں اللہ کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے کی انکو آرزو ہے۔ ان لوگوں کا ظاہر و باطن یکساں ہے، اس لئے یہ سچے ایماندار ہیں۔ اہل مکہ کی طرح طرح کی ایذا اور مخالفت کے سبب سے حکم الٰہی کے موافق اللہ کے رسول نے جو مکہ اور اہل مکہ کو چھوڑا اسکو ہجرت کہتے ہیں۔ اسی ہجرت کے زمانہ سے ہجری سنہ قرار پایا ہے۔ جس وقت آنحضرت ﷺ نے مدینہ کی سکونت کے ارادہ سے مکہ چھوڑا، اس وقت تو فقط حضرت ابوبکر اور عامر بن فہیرہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پروردہ یہ دو ہی صحابی آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے، پھر رفتہ رفتہ اور بہت سے صحابہ مدینہ آ گئے۔ ہجرت کے حکم کی تعمیل میں جن صحابہ نے اپنا گھر بار چھوڑا، ان کو مہاجر کہتے ہیں۔ مشرکین مکہ کی ایذا سے گھبرا کر کچھ صحابہ حبشہ کو چلے گئے تھے، پھر مدینہ کو آ گئے، ان صحابہ کو اصحاب الہجرتین کہتے ہیں، کیونکہ انہوں نے پہلی دفعہ حبشہ کی ہجرت کی،

اور پھر مدینہ کی۔ فتح مکہ تک ہجرت فرض تھی۔ فتح مکہ کے بعد پھر ہجرت کی تاکید باقی نہیں رہی۔ مہاجرین کے ذکر کے بعد انصار کا ذکر فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے رسول اور مہاجرین کے مدینہ میں پہنچنے سے پہلے اپنی بستی کو ایماندار لوگوں کا ایک ٹھکانہ قرار دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں تشریف لانے سے پہلے وہاں اسلام کے پھیل جانے کا قصہ یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان باہر کے لوگوں کو قرآن شریف کی آیتیں سنا کر اسلام کی ترغیب دلایا کرتے تھے، جو موسم حج میں مکہ کو ادھر ادھر سے آتے تھے۔ ایک سال قبیلہ خزرج کے کچھ لوگوں نے قرآن شریف کی آیتیں سنیں، اور مدینہ میں آن کر اپنی قوم میں اس کا ذکر کیا۔ اس خزرج قبیلہ اور مدینہ کے گرد و نواح میں جو یہود رہتے تھے ان کی اکثر لڑائی ہوا کرتی تھی۔ اس لڑائی میں یہود کو کبھی شکست ہو جاتی تھی تو وہ کہا کرتے تھے کہ "نبی آخر الزماں کے پیدا ہونے کا وقت اب قریب آ گیا ہے، وہ پیدا ہو کر نبی ہو جائیں گے تو ان کے ساتھ ہم مخالف لوگوں سے دل کھول کر لڑیں گے، اور اس شکست کا بدلہ نکالیں گے"۔ اب جو قبیلہ خزرج کے عام لوگوں نے اپنی قوم کے مکہ سے آنے والے لوگوں کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ذکر سنا تو ان کو یقین ہو گیا کہ یہ وہی نبی آخر الزماں ہیں، جن کا ذکر یہود کیا کرتے تھے۔ اس لئے اب کے سال ان میں کے بارہ شخص حج کو آئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منیٰ کے پہاڑ کی گھاٹی کے پاس انہوں نے اسلام کی بیعت کی۔ اسی کو عقبہ اول کہتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ مقام منیٰ کے پہاڑ کی گھاٹی کی یہ پہلی بیعت ہے۔ منیٰ میں عقبہ وہ جگہ ہے جہاں حج میں شیطانوں کو کنکریوں مارتے ہیں، اس سال کے بعد پھر اس قبیلہ کے بہت سے لوگ حج کو آئے، اور اس گھاٹی میں اسلام کی بیعت ہوئی اس کو عقبیٰ ثانی کی بیعت کہتے ہیں۔ اس بیعت میں اسلام کے پھیلانے والے بارہ نقیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرار دیئے، اور اسی بیعت کے بعد اہلِ مدینہ کا نام انصار قرار پایا جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اسلام کے مددگار ہیں۔ پھر فرمایا ان انصار میں یہ نیک خصلتیں ہیں کہ ان کے دل مہاجرین کی پوری الفت ہے۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ دو حق داروں میں سے ایک حق دار کو کوئی چیز زیادہ پہنچ جائے تو یہ دوسرے حق دار کی دل شکنی کا باعث ہوتا ہے، لیکن ان انصار کے دل میں مہاجرین کی اس قدر الفت اور محبت ہے کہ مہاجرین کی تنگ دستی کو کبھی کچھ زیادہ بھی دلویں تو انصار کی اس سے کچھ دل شکنی نہیں ہوتی۔ ان انصار کی اعلیٰ درجہ کی سخاوت کی یہ خصلت اللہ کو بہت پسند ہے، کہ اپنی ضرورت پر یہ دوسروں کی ضرورت کو مقدم رکھتے ہیں۔ جو کمال عالی ہمتی اور دینداری کی بات ہے۔

جذبۂ ایثار

صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، نسائی وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان میں اس آیت کا جو **شان نزول** ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان مبارک میں اس مہمان کے کھانے کا کچھ بندوبست نہ ہو سکا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اس مہمان کو اپنے گھر لے گئے۔ گھر میں فقط بچوں کے تھوڑے سے کھانے کے سوا اور کچھ نہیں تھا، اسی لئے انہوں نے اپنے بچوں کو تو بہلا کر بھوکا سُلا دیا، اور چراغ بجھا کر اندھیرے میں وہ بچوں کے حصہ کا کھانا اس طرح مہمان کو کھلایا، جس سے مہمان نے جانا کہ ابوطلحہ اور ان کی بی بی بھی اس مہمان کے ساتھ کھا رہے ہیں۔ صبح کو جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابوطلحہ رات کو تم نے اور تمہاری بی بی نے وہ عالی ہمتی کا کام کیا، جس سے اللہ تعالیٰ کو ہنسی آئی اور اس پر اللہ تعالیٰ نے انصار کی تعریف میں یہ آیت نازل فرمائی"۔ اس طرح کی عالی درجہ کی سخاوت کے مقابلہ میں بخیلی کا ذکر فرمایا کہ بخیلی کی برائی

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝۷ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ

وقف لازم

جو غنیمت اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو بستیوں والوں سے دلوائی تو وہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اور (رسول کے) قرابت داروں کی اور یتیموں کی اور مسکینوں کی اور مسافروں کیلئے ہے، (یہ حکم اللہ نے دیا) تا کہ وہ (مال) تمہارے دولت مندوں کا مال نہ ہو جائے، اور رسول تم کو جو کچھ عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو منع فرمائیں اس سے باز رہو، اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے ۝ وہ مال ان فقیروں ہجرت کرنیوالوں کیلئے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے (جبراً وظلماً) نکالے گئے، وہ اپنے پروردگار کی نعمت (یعنی ثواب آخرت) اور رضامندی چاہتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی جان و مال سے دین کی حمایت میں) مدد کرتے ہیں۔

آدمی کے دل میں خوب جم جائے، اور بخیلی سے بچنے میں مراد پانے سے یہ مطلب ہے کہ بخیلی سے بچ کر جو شخص اللہ کے نام پر کچھ دیوے گا، تو ایک کے ساتھ سو، اور کبھی اس سے بھی زیادہ پاوے گا۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر روز اللہ کی طرف سے زمین پر دو فرشتے اترتے ہیں ایک ان میں سے سخی کا مال بڑھنے کی دعا کرتا رہتا ہے، اور دوسرا بخیل کے مال کے ضائع اور تلف ہونے کی۔ صحیح بخاری وغیرہ کی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ اصل میں انسان کا مال وہی ہے جو اس نے خیر خیرات میں سے صرف کیا، اور جو جوڑ کر رکھا وہ اس کا نہیں اس کے وارثوں کا ہے۔ یہ حدیثیں گویا اس آیت کی تفسیر ہیں۔ جن مہاجرین نے بیت المقدس اور بیت اللہ شریف دونوں طرف کے قبلہ کی نمازیں آنحضرت ﷺ کے ساتھ مدینہ میں پڑھیں، وہ مہاجرین اولین کہلاتے ہیں۔ اسی طرح جو انصار آنحضرت ﷺ کے مدینہ میں آنے سے پہلے مسلمان ہو گئے وہ انصار اولین کہلاتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿٨﴾ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٩﴾ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٠﴾

وہی (اپنے ایمان میں) سچے ہیں ﴿٨﴾ اور ان کے لئے ہے جنہوں نے مہاجرین کے آنے سے پہلے دارالاسلام یعنی مدینے میں اور ایمان میں اپنا گھر بنالیا، یہ لوگ ان کو دوست رکھتے ہیں جنہوں نے ان کی طرف ہجرت کی اور اپنے دلوں میں کوئی خلش نہیں پاتے اس چیز سے جو مہاجرین کو مال غنیمت میں دیا گیا، اور (مہاجروں کی خدمت) اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں، اگرچہ انہیں خود (کیسی ہی سخت) احتیاج کیوں نہ ہو، اور جس کسی نے اپنے نفس کو حرص سے روکا پس ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ﴿٩﴾ اور ان کے لئے ہے [1] جو ان مہاجرین وانصار کے بعد (دائرہ اسلام میں) آئے، وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں بخش دے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ، اے پروردگار ہمارے! بیشک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے ﴿١٠﴾

صحابہ (اجمعین علیہم رضوان کرام) کو برا کہنے والوں کا انجام

[1] اللہ تعالیٰ نے تابعینوں کے ذکر میں فرمایا کہ قابل تعریف وہی تابعین ہیں جو صحابہ کو اپنا دینی بھائی سمجھ کر اپنی مغفرت کی دعا میں ان کیلئے بھی مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ پھر فرمایا اپنے بڑوں کی پچھلی حالت یاد کر کے بعضے صحابہ کے حق میں خالص دل سے مغفرت کی دعا ان کی زبان پر نہ آئے تو ان کو یہ دعا بھی مانگنی چاہئے کہ یا اللہ! پہلے لوگوں کی طرف سے ہمارے دل میں

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑪

کیا تم نے [1] منافقوں (یعنی عبداللہ بن ابی بن سلول وغیرہ) کو نہیں دیکھا کہ وہ اپنے بھائیوں سے جو اہل کتاب (یعنی یہود بنی قریظہ و بنی نضیر) میں سے کافر ہیں، کہتے ہیں کہ اگر تم (مدینہ سے) نکالے گئے تو ضرور ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہرگز تمہارے بارے میں کسی کی نہ مانیں گے، اور اگر تم سے لڑائی ہوئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں ⑪

کچھ دشمنی اور بغض ہو تو اپنی مہربانی اور رحمت سے اسکو ہمارے دل سے نکال دے۔ اس آیت میں آنحضرت ﷺ کی نبوت کا اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا بڑا ثبوت ہے۔ کیونکہ آئندہ کی جن باتوں کا ذکر اس آیت میں تھا اسی طرح ان باتوں کا ظہور ہوا۔ یہی ثبوت ان صحیح حدیثوں میں بھی ہے جن میں اپنے آئندہ پیدا ہونے والے لوگوں کو صحابہ کی بدگوئی سے منع فرمایا ہے۔ اس قسم کی آیتوں اور حدیثوں کے مضمون پر غور کرنے سے فرقہ شیعہ کے ان لوگوں کی عبرت پکڑنی چاہئے جنہوں نے صحابہ کی برائی کو اپنا مذہب قرار دے رکھا ہے۔ **مسئلہ۔** جسکے دل میں کسی صحابی کی طرف سے بغض یا کدورت ہو، اور وہ ان کیلئے دعائے رحمت واستغفار نہ کرے، وہ مومنین کی اقسام سے خارج ہے۔ کیونکہ یہاں مومنین کی تین قسمیں فرمائی گئیں: ① مہاجرین، ② انصار، ③ ان کے بعد والے جو ان کے تابع ہوں اور ان کی طرف سے دل میں کوئی کدورت نہ رکھیں اور ان کیلئے دعائے مغفرت کریں۔ تو جو صحابہ سے کدورت رکھے رافضی ہو یا خارجی، وہ مسلمانوں کی ان تینوں قسموں سے خارج ہے۔

خدا کی رضامندی ان کے لیے جو عمل کریں اور صف باندھ کر لڑیں

[1] یہ آیتیں بھی بنی نضیر کے قصہ کی ایک حالت کے بیان میں ہیں۔ حاصل اس حالت کا یہ ہے کہ مدینہ کے منافقوں نے بنی نضیر کی تسکین کے طور پر ان سے یہ کہلا بھیجا تھا کہ اگر تم جلاوطن کئے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ مدینہ کی سکونت چھوڑ دیں گے، اور تمہاری جلاوطنی کے بعد مدینہ کی سکونت کا کوئی ہم کو مشورہ بھی دے گا تو ہم ہرگز اس کا مشورہ نہ سنیں گے۔ اور اگر تمہاری اور اہل اسلام کی لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کو تو ہر ایک کے دل کا حال معلوم ہے۔ اسی لئے اللہ نے فرمایا کہ ان منافقوں کی جس طرح اور سب باتیں زبانی ہیں، انکے دل میں ان باتوں کا کچھ اثر نہیں ہے۔ اسی طرح یہ باتیں بھی ان کی جھوٹی ہیں، نہ یہ مدینہ کی سکونت چھوڑیں گے، نہ لڑائی کے وقت مدد کریں گے۔ اللہ سچا ہے، اللہ کا کلام سچا ہے۔ جیسا کہ اللہ کے کلام میں تھا وہی ہوا کہ بنی نضیر میں جلاوطن ہو گئے اور منافق آرام سے اپنے گھروں میں بیٹھے رہے۔ صحیح بخاری ومسلم میں

لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا یَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَ لَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا یَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَ لَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَیُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ

اگر وہ (یہود) نکالے گئے تو یہ (منافقین) ان کے ساتھ نہ نکلیں گے، اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے، اور اگر یہ ان کی مدد (بھی) کریں تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے، اس کے بعد (منافقوں کو) کہیں سے مدد نہ ملے گی ﴿۱۲﴾ بیشک اے مسلمانو! تمہارا رعب ان (منافقوں) کے دلوں میں اللہ سے (بھی) زیادہ ہے۔

منافقوں کی نشانیاں اور منافق کسی کے دوست نہیں ہو سکتے

عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا جھوٹ بولنا اور وعدہ خلافی کرنا منافقوں کی خصلت ہے۔ حدیث کا یہ ٹکڑا آیت کے اس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے جس میں منافقوں کے جھوٹ بولنے کا ذکر ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر یہ منافق سچے ہوتے اور اپنے قول کے موافق مدد کو آتے تو اللہ کو ان کے دل کا حال معلوم ہے، کہ انکے دل میں اہل اسلام کا اس قدر خوف ہے کہ یہ لڑائی کے میدان میں رک نہیں سکتے، فوراً وہاں سے بھاگ جاتے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "لشکر اسلام کو اللہ تعالیٰ نے وہ رعب دیا ہے کہ ایک مہینے کے راستے پر بھی دشمن ہو تو اس کے دل میں اس رعب کا اثر پڑ جاتا ہے"۔ منافقوں کے دل پر اہل اسلام کا جس قدر خوف تھا اس کا اندازہ اس حدیث سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مہینہ بھر کے راستہ پر اثر کرنے والی چیز کا اثر پاس کے پاس کس قدر ہوگا۔ اسی واسطے فرمایا کہ ان لوگوں کے دل میں اہل اسلام کا خوف اللہ کے خوف سے بھی زیادہ ہے، کیونکہ ان کے منافق پنے کے سبب سے خدا کا خوف تو فقط ان کی زبان پر ہے دل میں کچھ بھی نہیں، اور لشکر اسلام کا خوف ان کے دل زبان دونوں پر ہے۔ پھر فرمایا یہ بات اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں کو اتنی سمجھ نہیں کہ جس اللہ نے اہل اسلام کے لشکر میں یہ رعب کی تاثیر رکھی ہے، نفاق کو چھوڑ کر اصل اس سے ہی ڈرنا چاہئے۔ پھر فرمایا کہ ان کی برائی آپس کی لڑائی پر ختم ہے، لشکر اسلام کا تو انکے دل پر وہ رعب چھایا ہوا ہے کہ یہود اور منافقین دونوں مل کر بھی میدان میں لشکر اسلام سے نہیں لڑ سکتے۔ ہاں اپنے بچاؤ کے طور پر قلعے یا کسی دیوار کی آڑ میں سے کچھ لڑیں تو لڑیں، لیکن یہ بھی جب ہو سکتا ہے کہ ان یہود اور منافقین میں یک دلی ہوتی، اور یہ ظاہر بات ہے کہ یک دلی اور آپس کا اتحاد تو عقلمندوں میں ہوتا ہے۔ یہ تو ایسے بے عقل لوگ ہیں کہ انہوں نے اپنے دین کے سنبھالنے میں عقل سے کچھ بھی کام نہیں لیا۔ اس لئے ظاہر میں یہ ایک نظر آتے ہیں ورنہ حقیقت میں یہود اپنے راستہ پر ہیں، اور منافق اپنے راستہ پر ہیں، اور عقبیٰ سے دونوں غافل۔ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت سے شداد بن اوس کی حدیث ہے کہ جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا صاحب عقل وہ شخص ہے جو موت سے پہلے موت کے بعد کے لئے کچھ اچھا سامان کر لے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، اور یہ حدیث یہود اور منافقین کے کم عقل قرار پانے کی بابت اس آیت کی گویا تفسیر ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۳﴾ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِىْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ۭ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ۭ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾

اس کا سبب یہ ہے کہ وہ لوگ نا سمجھ ہیں (کہ اللہ کی عظمت کو نہیں جانتے) ﴿۱۳﴾ یہ سب مل کر (یہودی لوگ) تم سے نہ لڑیں گے مگر قلعہ بند بستیوں میں یا دیواروں کی آڑ میں (چھپ کر) ان کی لڑائی آپس (ہی) میں زیادہ سخت ہے، (اے مخاطب!) تم ان کو ایک جتھا (باہم متحد) سمجھو گے حالانکہ ان کے دل الگ الگ ہیں، یہ اس سبب سے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں ﴿۱۴﴾ ان [1] لوگوں کی سی مثال ہے جو ابھی قریب زمانے میں ان سے پہلے تھے، انہوں نے اپنے گناہ کا وبال چکھا اور ان کے لئے (آخرت میں بھی) دردناک عذاب ہے ﴿۱۵﴾

[1] امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کی یہ تفسیر فرماتے ہیں کہ پہلے وبال میں پھنسنے والوں سے مراد یہود کا قبیلہ بنی قینقاع ہے، جن کی جلاوطنی بنی نضیر کی جلاوطنی سے پہلے ہوئی، جس کا قصہ حدیث کی کتابوں میں تفصیل سے ہے۔ حاصل اس قصہ کا اسی قدر ہے کہ یہ قبیلہ وہی ہے جس میں کے عبداللہ بن سلام ہیں۔ اس قبیلہ کا آنحضرت ﷺ سے صلح کا معاہدہ تھا، پھر انکی عہد شکنی کے سبب سے بدر کی لڑائی کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان پر چڑھائی کی، اور جب یہ لوگ مغلوب ہو گئے تو عبداللہ بن ابی کی سفارش پر ان کی جان بخشی کی جا کر ان کو جلاوطن کرایا گیا۔ غرض جلاوطن ہونے والوں کی مشابہت اور تمثیل جلاوطن والوں سے ایک پوری مشابہت اور تمثیل ہے۔ اوپر گذر چکا ہے کہ مدینہ کے منافقوں نے پہلے تو بنی نضیر کو بہکایا کہ ہم بھی تمہارا ساتھ دیں گے، اور جب وقت پڑا تو بنی نضیر کا کچھ ساتھ نہ دیا۔ یہی حال شیطان کا ہے کہ اب تو لوگوں کے دل میں طرح طرح کا وسوسہ ڈال کر ان سے گناہ کراتا ہے، جب قیامت کے دن عذاب کا وقت آئے گا گنہگار لوگوں کو خود ہی ملامت کرنے کو مستعد ہو جائے گا۔ جس کا ذکر سورۂ ابراہیم میں گذر چکا۔ پھر فرمایا بہکانے والے اور بہکنے والوں کا انجام دونوں کا دوزخ ہے۔ غرض منافقوں نے شیطان کی طرح بنی نضیر کو بہکایا تھا۔ اس مناسبت کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں منافقوں کے حال کو شیطان کے حال کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ یہاں مفسروں نے بنی اسرائیل کے ایک عابد کا قصہ جو لکھا ہے کہ شیطان نے ستر برس کی عبادت کے بعد اس عابد سے زنا بھی کرایا، اور شرک بھی کرایا۔ اس قصہ سے یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ قصہ آیت کی تفسیر ہے یا **شان نزول** ہے کیونکہ شیطان تو رات دن یہی کرتا رہتا ہے، جو اس نے اس عابد کے

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٧﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨﴾

ع ۲ / ۵

اور منافقین کی مثال شیطان کی مثال ہے جب اس نے انسان سے کہا کہ کفر کر پھر جب اس نے کفر کرلیا تو (اسی وقت) کہا: "میں تجھ سے الگ ہوں بیشک میں اللہ سے ڈرتا ہوں، جو سارے جہان کا پرودگار ہے" ﴿١٦﴾ پھر ان دونوں کا یہ انجام ہوا کہ وہ دونوں جہنم میں گئے ہمیشہ اس میں رہیں گے اور ظالموں کی یہی سزا ہے ﴿١٧﴾ اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو (اور اس کے حکم کی مخالفت نہ کرو) اور [1] ہر شخص کو چاہئے کہ غور کرے کہ کل (قیامت کے دن) کے واسطے اس نے کیا ذخیرہ آگے بھیجا ہے، اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے ﴿١٨﴾

ساتھ کیا۔ اور ہزاروں قصہ شیطان کے اس طرح کے مشہور ہیں جس طرح وہ عابد کا قصہ ہے۔ بلکہ مفسرین کی غرض اس قصہ کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ شیطان رات دن اس طرح کے فریب کے کام کرتا رہتا ہے، جس طرح فریب اس نے اس عابد کو دیا۔ ہر شخص کو اسکے فریب سے بچنا چاہئے۔ اس واسطے شیطان کے فریب کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے سب مسلمانوں کو نصیحت فرمائی ہے کہ شیطان کے فریب میں آن کر دنیا کی زیست پر عاقبت کو نہ بھولنا چاہئے اور قیامت کو دور نہ گننا چاہئے، اور یہ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے نیک و بد سب کاموں کی خبر ہے، اور اس نیک و بد کی جزا اور سزا کا ایک دن آنے والا ہے، اس دن وہی شخص اچھا رہے گا جس نے دنیا میں اس دن کی آفت سے بچنے کا کچھ سامان کرلیا۔

اللہ تعالیٰ کی یاد ہر دم رکھنی چاہئے ورنہ شدید پچھتاوا ہوگا

[1] ہر ایماندار کو چاہیے کہ اپنے نیک عملوں پر کبھی کبھی نظر ڈال لیا کرے، کہ قیامت کے لئے اس نے کیا سامان آگے بھیجا، کیونکہ قیامت کے دن جنت کے درجے نیک عملوں کے موافق تقسیم ہوں گے۔ اسلئے اس دن ہر ایک کو نیک عملوں کی بڑی قدر ہوگی۔ چنانچہ معتبر سند سے مسند امام احمد میں محمد بن ابی عمرہ صحابی سے روایت ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "دنیا میں جو شخص تمام عمر نیک عملوں میں مصروف رہے، اس کو بھی قیامت کے دن یہ پچھتاوا رہے گا کہ اس نے اور زیادہ نیک عمل کیوں نہیں کئے"۔ اس مضمون کی اور بھی صحیح حدیثیں ہیں۔ نیک عملوں کی ترغیب کے بعد ایماندار لوگوں کو ان لوگوں کی حالت سے ڈرایا ہے،

جو دنیا کے مخمصے میں پھنس کر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو بالکل بھول گئے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو ایسا بھولکڑ کر دیا ہے کہ کبھی ان کو یہ یاد نہیں آتا کہ وہ کس کے پیدا کئے ہوئے ہیں، اور کیا کر رہے ہیں۔ معتبر سند سے مسند امام احمد، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم میں ابو درداء سے روایت ہے کہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کے دل سے دنیا کی حرص کم ہو جانے کے لئے ہر روز دو فرشتے آسمان و زمین کے بیچ میں کھڑے ہو کر پکار کر یہ کہا کرتے ہیں، ''کہ جس خوش حالی سے انسان خدا کو بھول جائے اس خوشحالی سے تنگدستی بہتر ہے''۔ یہ حدیث آیت کے ٹکڑے، فانسھم انفسھم کی گویا تفسیر ہے۔ کیونکہ آیت اور حدیث کے ملانے سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ جن لوگوں کو ایسی خوش حالی ہے جس سے وہ خدا کو بھول گئے ہیں تو وہ خوش حالی اس آیت کے موافق اللہ کی خفگی کے سبب سے ہے۔ اسی واسطے فرشتوں کی اس آواز کا اثر ایسے لوگوں کے دل پر کچھ نہیں ہوتا کیونکہ کثرت گناہوں سے ان کے دل پر زنگ چھا جاتا ہے، وہ زنگ کسی نصیحت کے اثر کو ان کے دل تک نہیں پہنچنے دیتا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث ہے کہ بغیر توبہ کے گناہوں کے سبب سے آدمی کے دل پر زنگ آجاتا ہے، اس گنہ گاری کے سبب سے ان لوگوں کو بے حکم فرمایا ہے۔ اب بے حکم لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور فرمانبردار لوگوں کو ٹھکانہ جنت ہے۔ اسی لئے فرمایا اہلِ دوزخ اور اہلِ جنت دونوں برابر نہیں ہیں۔ اہل دوزخ کو طرح طرح کی کلفت ہے، اور اہل جنت کو طرح طرح کی راحت۔ آگے مثال کے طور پر فرمایا کہ ان بے حکم لوگوں کے دل پر زنگ آن کر ان کے دل گویا پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے۔ وہ نصیحتیں ہیں جو پتھر کو بھی موم کر دیں۔ صحیح مسلم میں جابر بن سمرہ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پتھر کا ذکر کیا ہے جو اس وقت جب آپ نبی بھی نہیں ہوئے تھے تو آپ سے سلام علیک کیا کرتا تھا، یہ تو پتھر کا حال ہوا اور باوجود انسان ہونے کے قریش کا حال تو معلوم ہے کہ وہ معجزے دیکھ کر بھی آپ کی نبوت میں طرح طرح کے شبہات نکالتے تھے۔ غرض پتھر میں انسان سے زیادہ سمجھ کا پیدا کر دینا اللہ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں۔ اب آگے فرمایا کہ قرآن میں یہ مثالیں اس لئے بیان کی جاتی ہیں کہ شاید یہ بے حکم لوگ کچھ مثالوں سے ہی سمجھنے کی بات کو کچھ سمجھ جاویں تو ان کی عقل پاک ہو جائے۔

صفات باری تعالیٰ

آگے فرمایا کہ اللہ کی وہ ذات ہے کہ اس کے سوائے کوئی معبود نہیں کسی کو استحقاق عبودیت نہیں۔ غیب و شہادت کا عالم ہے، غیب وہ باتیں جو آئندہ ہوں گی، اور وہ بندوں سے غائب ہیں۔ شہادت جو ہو چکیں اور بندوں کو معلوم ہیں۔ وہ رحمن و رحیم ہے رحمن یعنی سب بندوں پر خواہ عابد ہوں خواہ عاصی، خواہ مسلمان ہوں خواہ کافر، سب پر رحمتِ عامہ والا، رزق دینے والا، رحیم خاص مسلمانوں پر مخصوص نعمتیں اتارنے والا، ثواب و جنت دینے والا وہی خدا ہے، جس کے سوا کسی کو استحقاق عبودیت نہیں، وہ بادشاہ ہے کہ ازل سے ابد تک اس کے ملک اس کی بادشاہت کو زوال نہیں۔ وہ قدوس ہے ظاہر ہے، ہر آفت سے منزہ ولد و شریک سے برتر۔ وہ سلام ہے مسلمانوں پر کہ عذاب سے سلامت رکھنے والا۔ مومن ہے مخلوق کو اپنے ظلم سے امان دینے والا ہے، یا بندوں کے اعمال پر امانت دار ہے، یا یہ کہ امان والا ہے اپنی مقدورات پر یعنی اس کی قدرت میں کوئی خلل نہیں ڈال سکتا۔ حافظ ہے، گواہ ہے، عزیز ہے، یعنی غالب اور بدلہ لینے والا ہے، حکومت والا ہے، جبار ہے یعنی جو چاہے کرنے والا، ہر بات پر بندوں پر غلبہ والا متکبر ہے، عظمت و کبریا والا ہے،

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ

اور تم ان جیسے نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے (یعنی اس کی اطاعت ترک کی) پس اللہ نے انہیں (بلا میں ڈال کر) ایسا کر دیا کہ خود اپنی جانوں کو بھول گئے، یہی لوگ فاسق ہیں ﴿۱۹﴾ دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہیں، جنت والے ہی مراد کو پہنچے ہیں ﴿۲۰﴾ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو بیشک تم اسے اللہ کے خوف سے عاجزی کرنے والا پاش پاش دیکھتے، (یعنی قرآن کی عظمت اور شان ایسی ہے)۔

دشمنوں پر اپنے قہر وحکومت کا ظاہر کرنے والا۔ آگے فرمایا کہ وہ بتوں کی اور جھوٹے معبودوں کی شرکت سے پاک ہے۔ مشرکوں کے حقیر بیہودہ خیالات سے اس کا منصب عزت وجلال بلند ہے۔ آگے فرمایا کہ اللہ وہ پیدا کرنے والا ہے۔ اَلْبَارِئُ ہے، عدم سے وجود میں لانے والا ہے۔ باپوں کے پشتوں میں نطفوں کو پیدا کرتا ہے، پھر درجہ بدرجہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف بدلتا ہے۔ پھر بدن میں روح ڈالتا ہے۔ اَلْمُصَوِّرُ ہے یعنی نطفہ کی ماں کے شکم میں صورت گری کرتا ہے، جیسا چاہتا ہے مرد عورت۔ لمبا ٹھگنا۔ کالا گورا بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاک نام اور اچھی صفتیں ہیں۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو نام ہیں، جو شخص ان کو یاد کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

ہر چیز اپنے خالق کی مدح سرا ہے

آگے فرمایا کہ آسمان وزمینوں میں جو چیز ہے وہ اس کی یاد کرتی ہے، تسبیح کہتی ہے، اور ہر شے کی زندگی اس کے لائق ہے۔ سورہ بنی اسرائیل اور سورہ حدید میں گذر چکا ہے کہ پہاڑ پیڑ ان سب بے جان چیزوں کی ایک طرح کی خاص تسبیح ہے، جو انسان کی سمجھ سے باہر ہے۔ ہاں اکثر سلف نے اپنے کانوں سے اس تسبیح کی آواز سنی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو کھانا ہم کھایا کرتے تھے اس کی تسبیح کی آواز ہمارے کانوں میں آیا کرتی تھی۔ اس باب میں اور بھی حدیثیں ہیں۔ آگے فرمایا کہ وہ اَلْعَزِیْزُ ہے، غالب ہے بدلہ لینے والا ہے۔ اَلْحَکِیْمُ ہے اپنے احکام قضا وقدر میں لاکھوں حکمتوں والا ہے۔ اس کا یہ حکم محکم ہے کہ سوائے اس کے کسی کی عبادت نہ کی جائے۔ مسند امام احمد اور ترمذی میں معقل بن یسار سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تین دفعہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھ کر هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ سے آخر سورہ تک تین دفعہ صبح شام پڑھے گا، تو اس شبانہ روز میں اگر وہ شخص مرے گا، تو اس کو شہادت کا درجہ ملے گا، اور ستر ہزار فرشتے اس شبانہ روز میں اس شخص کیلئے مغفرت کی دعا کرتے رہیں گے۔

وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۴﴾ ع

یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ غور کریں ﴿۲۱﴾ وہی اللہ ہے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے، وہی بخشنے والا مہربان ہے ﴿۲۲﴾ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ (سب عیبوں سے) پاک وسالم ہے، امن دینے والا، نگہبانی کرنے والا، غالب خودمختار تکبر والا ہے، اللہ کو پاکی ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے ﴿۲۳﴾ وہی اللہ ہے پیدا کرنے ولا، نیا بنانے والا، صورت بنانے والا (جیسے چاہے)، اسی کے سب اچھے اچھے نام ہیں، سب اس کو پاکی سے یاد کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے، اور وہی غالب، حکمت والا ہے ﴿۲۴﴾

آیاتھا ۱۳　　۶۰ سورۃ الممتحنۃ مدنیۃ ۹۱　　رکوعاتھا ۲

سورۃ الممتحنہ مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں تیرہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ الممتحنہ: اس سورۃ کو زعفران سے طشتری پر لکھ کر تین دن برابر پیے ان شاء اللہ تعالیٰ مرض طحال جاتا رہے گا۔ اگر کسی لڑکی کی شادی نہ ہوتی ہو تو اس سورۃ کو پانچ مرتبہ پڑھیں ان شاء اللہ تعالیٰ جلد شادی ہو جائے گی۔ اس سورت کو پڑھنے سے بغض وکینہ دور ہوتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۗ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۗ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ①

اے مسلمانو! لہ میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ (یعنی کافروں کو) کہ تم ان کی طرف دوستی سے خبریں پہنچاتے ہو، حالانکہ بیشک وہ لوگ منکر ہیں اس حق (یعنی دین اسلام وقرآن) کے جو تمہارے پاس آیا ہے، جلا وطن کرتے ہیں (مکہ سے) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور تمہیں بھی، اس لئے کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لائے، اگر تم میری راہ میں جہاد کے لئے اور میری رضامندی چاہنے کے لئے اپنے وطنوں سے نکلتے ہو تو ان (کافروں) سے دوستی نہ کرو، تم ان کے پاس خفیہ پیغام بھیجتے ہو دوستی کے سبب سے، اور میں خوب جانتا ہوں کہ جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو، اور جو کوئی تم میں یہ کام کرے بیشک وہ سیدھی راہ سے بہکا ①

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان کرنا

اللہ تعالیٰ کا اولاد اور رشتہ داروں کے میل جول کے حق میں حکم اور علم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لہ **شان نزول:** بنی ہاشم کے خاندان کی ایک باندی سارہ مدینہ طیبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئی، جبکہ حضور فتح مکہ کا سامان فرما رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: ''کیا تو مسلمان ہو کر آئی''، اس نے کہا: ''نہیں''۔ فرمایا: ''کیا ہجرت کر کے آئی''۔ عرض کیا: ''نہیں''، فرمایا: ''پھر کیوں آئی''۔ اس نے کہا: ''محتاجی سے تنگ ہو کر'' بنی عبدالمطلب نے اس کی امداد کی کپڑے بنائے سامان دیا۔ حاطب بن ابی بلتعہ اس سے ملے، انہوں نے اس کو دس دینار دیئے ایک چادر دی، اور ایک خط اہل مکہ کے پاس اس کی معرفت بھیجا، جس کا مضمون یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں، تم سے اپنے بچاؤ کی جو تدبیر ہو سکے کرو''۔ سارہ یہ خط لے کر روانہ ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے اپنے چند اصحاب کو جن میں علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے گھوڑوں پر روانہ کیا، اور فرمایا: "مقام روضہ خاخ پر تمہیں ایک مسافر عورت ملے گی، اس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کا خط ہے جو اہل مکہ کے نام لکھا گیا ہے۔ وہ خط اس سے لے لو اور اسکو چھوڑ دو۔" یہ حضرات روانہ ہوئے اور عورت کو ٹھیک اسی مقام پر پایا جہاں حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا تھا۔ اس سے خط مانگا وہ انکار کرگئی اور قسم کھا گئی۔ صحابہ نے واپسی کا قصد کیا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بقسم فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کی خبر خلاف ہو ہی نہیں سکتی، اور تلوار کھینچ کر عورت سے فرمایا: "خط نکال یا گردن رکھ"۔ جب اس نے دیکھا کہ حضرت بالکل آمادہ قتل ہیں تو اس نے اپنے سر کے بالوں کی چوٹی میں سے وہ خط نکال کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت حاطب کو بلا کر فرمایا: اے حاطب اسکا کیا باعث؟ انہوں نے عرض کیا: "یارسول اللہ میں جب سے اسلام لایا، کبھی میں نے کفر نہیں کیا، اور جب سے حضور کی نیازمندی میسر آئی کبھی حضور کی خیانت نہ کی، اور جب سے اہل مکہ کو چھوڑا کبھی ان کی محبت نہ آئی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں قریش میں رہتا تھا، اور ان کی قوم سے نہ تھا' میرے سوائے اور جو مہاجرین ہیں ان کے مکہ مکرمہ میں رشتہ دار ہیں، جو ان کے گھر بار کی نگرانی کرتے ہیں، مجھے اپنے گھر والوں کا اندیشہ تھا اسلئے میں نے یہ چاہا کہ میں اہل مکہ پر کچھ احسان رکھ دوں، تاکہ میرے گھر والوں کو نہ ستائیں، اور یہ میں یقین سے جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اہل مکہ پر عذاب نازل فرمانیوالا ہے۔ میرا خط انہیں بچا نہ سکے گا"۔ آنحضرت ﷺ نے ان کا یہ عذر قبول فرمایا اور ان کی تصدیق کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے اس منافق کی گردن ماردوں۔ حضور نے فرمایا: "اے عمر! اللہ تعالیٰ خبردار ہے، جب ہی اس نے اہلِ بدر کے حق میں فرمایا کہ جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا"۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنسو جاری ہوگئے اور یہ آیات نازل ہوئیں، اور اسی قصہ کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اولاد اور رشتہ داروں کا ذکر فرمایا ہے۔ حاصل معنی ان آیتوں کے یہ ہیں جس طرح حاطب بن ابی بلتعہ سے اولاد اور رشتہ داروں کی محبت کے جوش میں یہ خط لکھنے کا کام اللہ اور اللہ کے رسول کے خلاف مرضی ہوگیا، اسی طرح بہت لوگ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی مرضی کے خلاف اولاد اور رشتہ داروں کے کارن (کام) کر بیٹھتے ہیں، مگر یہ اولاد اور رشتہ داری ایسی چیز ہے کہ قیامت کے دن کچھ کام آنے والی نہیں۔ بلکہ قیامت کے دن اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی مرضی کے موافق چلنا ہی کام آئے گا۔ اسی لئے انسان کو چاہئے کہ اولاد اور رشتہ داروں کی محبت پر اللہ اور اللہ کے رسول کو مقدم رکھے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جب یہ مشرک اللہ کے دشمن، مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہیں، تو مسلمانوں کو بھی ان سے دوستی رکھنا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ جب اسلام کو برا جان کر یہ مشرک لوگ مسلمانوں کے ساتھ رہنے کے روادار نہیں، اور موقع ملے تو مسلمانوں پر دست درازی کرنے کو، ان کا دین بگاڑنے کو یہ لوگ سب مستعد ہیں، تو پھر ایسے لوگوں کو دوست بنانا اور ان سے بھلائی کی اُمید رکھنا، اور ان کی عداوت سے غافل رہنا خطائے عظیم ہے۔ پھر حضرت ابراہیم نے بے دین باپ اور رشتہ داروں کو اللہ کی مرضی کے موافق جو چھوڑ دیا تھا، اس قصہ کا ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ جو خصلت اور عادت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے برتی وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، اور جو خصلت اور عادت حاطب بن ابی بلتعہ نے برتی، وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ اس باب میں اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی نصیحت جو اپنے بندوں کو فرمائی ہے وہ سورۂ آل عمران میں گذر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کے دل میں مال اور بی بی بچوں کی الفت بسی ہوئی ہے۔ حالانکہ بہتر ان کے حق میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں، اور اس کی مرضی کے موافق کام کریں، تاکہ عقبیٰ میں ان کا بھلا ہو۔

اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّ يَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝۲ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَ لَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۳ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ مَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ

اگر (کافر) تم پر موقعہ پائیں تو وہ تمہارے دشمن ہوں گے اور ایذا دینے کے لئے تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں بڑھائیں گے، اور ان کی تمنا ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ (تو ایسے لوگوں سے دوستی رکھنا خطائے عظیم ہے) ۝۲ قیامت کے دن تمہیں تمہارے رشتے اور نہ تمہاری (مشرک) اولاد (جس کی وجہ سے تم کفار سے دوستی کرتے ہو) ہرگز کام نہ آئیں گے، تمہارے درمیان اللہ فیصلہ کرے گا (کہ فرمانبردار جنت میں، نافرمان دوزخ میں) اور اللہ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے ۝۳ بیشک تمہارے لئے ابراہیم (علیہ السلام) اور اس کے ساتھ والوں (یعنی اہل ایمان) میں اچھی پیروی ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا (جو مشرک تھی): "بیشک ہم بے تعلق ہیں تم سے اور ان سے جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم تمہارے معتقد نہیں اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے دشمنی اور عداوت ظاہر ہوگئی جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ" مگر ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ سے کہنا کہ میں ضرور تمہارے لئے (اللہ سے) مغفرت چاہوں گا اور میں اللہ کی طرف سے تمہارے کسی نفع کا مالک نہیں۔

رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَ اِلَيْكَ اَنَبْنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝۴ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ اغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۵ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۶ ع عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَ اللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۷ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْۤا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۸

(اور کہا): ’’اے ہمارے پروردگار! ہم نے تجھ پر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع لائے اور تیری ہی طرف (ہم سب کو) پھرنا ہے ۝ (اور کہا) اے ہمارے پروردگار! ہمیں کافروں کی آزمائش میں نہ ڈال اور اے پروردگار ہمارے ہمیں بخش دے بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے‘‘ ۝ بیشک (اے محمد ﷺ کی امت!) تمہارے لئے انہی کے طریقہ پر چلنا اچھا ہے، اس پر وہی چلے گا جو اللہ اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہے اور جو کوئی پھر جائے (اور کفار سے دوستی کرے تو اسی کا ضرر ہے) پس بیشک اللہ ہی بے نیاز سب خوبیوں والا ہے ۝ قریب ہے اللہ تم میں اور ان میں، جو ان میں سے (کفار) تمہارے دشمن ہیں دوستی کر دے (یعنی انہیں ایمان کی توفیق دے) اور اللہ قدرت والا ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۝ اللہ تم کو ۱؎ ان لوگوں کے ملنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا کہ تم ان کے ساتھ احسان کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ۝

کافروں سے دوستی کی ممانعت: ۱؎ شان نزول: صحیح بخاری، مسند امام احمد، مسند بزاز، مستدرک حاکم میں

إِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَأَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۖ اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِإِيْمَانِهِنَّ ۚ

اللہ تمہیں انہی سے منع کرتا ہے کہ جو تم سے دین کے بارے میں لڑتے ہیں اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور دوسروں کی تمہارے نکالنے پر مدد کی، اس سے تم کو منع کرتا ہے کہ ان سے دوستی کرو اور جو کوئی ان سے دوستی کرے پس وہی لوگ ظالم ہیں ﴿۹﴾ لہ اے مسلمانو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں (کفرستان سے) ہجرت کر کے آویں تو تم ان کی آزمائش کرو، اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے۔

روایتیں ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کی شروع آیتوں میں مسلمانوں کو کافروں سے میل جول رکھنے کو منع فرمایا، تو مکہ میں مسلمانوں کی رشتہ دار جو مشرک عورتیں تھیں، مسلمان مردوں اور عورتوں نے انسے بھی میل جول ترک کر دیا۔ چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طلاق دی ہوئی بی بی قتیلہ اپنی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہما کے پاس صلح کے زمانہ میں کچھ تحفے لے کر مکہ سے مدینہ آئی لیکن حضرت اسماء رضی اللہ عنہما اپنی مشرک ماں سے نہیں ملیں، اور اپنی ماں کا تحفہ بھی نہیں لیا، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا حکم ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ انہیں گھر میں بلائیں، ان کے ہدایا قبول کریں، ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ فرمایا کہ میل جول کی ممانعت ان ہی مشرک لوگوں سے ہے جو دین میں لڑتے ہیں۔ عورتوں، بچوں اور ضعیف لوگوں سے میل جول کی ممانعت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ لوگ دین کی لڑائی میں شریک نہیں ہیں۔

مہاجرین عورتوں کے امتحان لینے کا ذکر

لہ صلح حدیبیہ کے زمانہ سے مکہ کے لوگوں کی آمدورفت مدینہ کو جاری ہوگئی تھی۔ اس آمدورفت میں بعض عورتیں اپنے آپ کو مہاجر بتلاتی تھیں، لیکن مسلمانوں کو یہ شبہ رہتا تھا کہ معلوم نہیں ان عورتوں کا بیان کہاں تک صحیح ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں ان عورتوں کا امتحان لینے کا حکم نازل فرمایا، اور یہ بھی فرمایا کہ آدمی کے دل کا حال تو اللہ ہی کو معلوم ہے، لیکن اس امتحان کے بعد ان عورتوں کو مسلمان مہاجر سمجھا جائے۔ صحیح سند سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے موافق اس امتحان کا طریقہ یہ تھا کہ اس طرح کی عورتوں سے ان کے بیان کی تصدیق ان کو قسم دی جا کر کی جاتی تھی۔ حدیبیہ کے صلح نامہ میں اگرچہ یہ شرط تھی کہ ہجرت کی نیت سے جو کوئی مکہ چھوڑ کر مدینہ آئے اس کو مکہ میں واپس بھیج دیا جائے لیکن اللہ

فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ

پس اگر تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کو واپس نہ دو (کیونکہ اب) نہ یہ (مسلمان عورتیں) ان (کافروں) کو حلال ہیں اور نہ وہ (کافر مرد) ان (مسلمان عورتوں) کو حلال ہیں، اور ان کے کافر شوہروں کو دے دو ان کا خرچ (مہر وغیرہ میں) ہوا اور تم کو ان (مہاجر) عورتوں سے نکاح کرنے میں کچھ گناہ نہیں جبکہ تم ان کے مہر ان کو دے دو۔

تعالیٰ نے ان آیتوں میں عورتوں کیلئے وہ شرط قائم نہ رکھی، اور فرمایا کہ مشرکہ عورت مسلمان مرد کیلئے، اور مسلمان عورت مشرک مرد کیلئے حلال نہیں ہے۔ آگے فرمایا کہ اس امتحان کے بعد اگر وہ عورتیں ایماندار نظر آئیں تو ان کو کافروں کے حوالہ نہ کیا جائے، کیونکہ مشرک میاں بی بی دونوں میں سے ایک مسلمان ہو جائے، تو انکا حالتِ کفر کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ پھر فرمایا اس صورت میں جائز ہے کہ یہاں دارالاسلام میں کا کوئی شخص جدید مہر ٹھہرا کر اس طرح کی عورت سے نکاح کرے، اور پہلے نکاح میں کافر شوہر کا جو کچھ خرچہ پڑا ہو وہ اس جدید نکاح کرنے والے شخص سے دلوا دیا جائے۔ جدید مہر کا ذکر اسلئے فرمایا کہ کہیں پہلے شوہر کے خرچہ کی ادائیگی کو جدید مہر نہ تصور کیا جائے، کیونکہ اس میں اس عورت کا نقصان ہے۔ **مسئلہ**۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان عورتوں سے نکاح کرنے پر نیا مہر واجب ہوگا، انکے شوہروں کو جو ادا کر دیا گیا وہ اس میں مجرا و محسوب (شمار) نہ ہوگا۔ اب آگے فرمایا کہ جن مسلمان مہاجر لوگوں کی بی بیاں مشرک ہیں، اور دارالحرب میں رہ گئی ہیں، ان مسلمان مہاجروں کو ان عورتوں سے اپنے نکاح کا تعلق باقی نہیں رکھنا چاہئے۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہونے کے بعد اصحاب رسول اللہ ﷺ نے ان کافرہ عورتوں کو طلاق دیدی، جو مکہ مکرمہ میں تھیں۔ **مسئلہ**۔ اگر مسلمان کی عورت (معاذ اللہ) مرتد ہو جائے تو اس کی قید نکاح سے باہر نہ ہوگی (علیہ الفتوی زجراً وتیسیراً) اب آگے فرمایا کہ ان عورتوں کو تم نے جو مہر دیئے تھے وہ ان کافروں سے وصول کرلو، جنہوں نے ان سے نکاح کیا۔ اسی طرح جو عورتیں ہجرت کر کے دارالاسلام میں چلی آئیں تو ان کے مسلمان شوہروں کو جنہوں نے ان سے نکاح کیا ہے مشرکوں کو دینا چاہئے۔ جو مشرک لوگوں نے نکاح میں اپنی عورتوں پر خرچ کیا ہے۔ پھر فرمایا اللہ کا علم بہت وسیع اور اس کی حکمت بہت بڑی ہے۔ اس نے اپنے علم اور حکمت کے موافق یہ احکام نازل فرمائے ہیں۔ جن کی تعمیل میں طرح طرح کی مصلحتیں ہیں۔

وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوا مَآ اَنْفَقُوا ۭ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑩ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ⑪

اور (اے مسلمانو!) تم کافر عورتوں کے نکاح پر جمے نہ رہو (جبکہ وہ مرتد ہو کر دارالحرب چلی گئیں) اور جو تم نے (ان عورتوں پر مہر وغیرہ) خرچ کیا ہے (ان کافروں سے) تم مانگ لو، اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہے وہ (تم سے) مانگ لیں، یہی اللہ کا حکم ہے وہ تمہارے لئے فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ⑩ اور اگر مسلمانوں[1] کے ہاتھ سے کچھ عورتیں کافروں کی طرف نکل جائیں پھر تم کافروں کو سزا دو (جہاد میں اور ان سے غنیمت پاؤ) تو جن کی عورتیں (مرتد ہو کر دارالحرب میں) چلی گئیں تھیں جتنا (مہر) انہوں نے (اپنی بیبیوں پر) خرچ کیا تھا (غنیمت میں سے) اس کے برابر تم ان کو دے دو، اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان لائے ہو ⑪

[1] **شانِ نزول:** اس آیت کے نازل ہونے کے بعد مسلمانوں نے تو مہاجرہ عورتوں کے مہر ان کے کافر شوہروں کو ادا کر دیئے، اور کافروں نے مرتدات کے مہر مسلمانوں کو ادا کرنے سے انکار کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان عورتوں کے مہر دینے میں جو مرتدہ ہو کر دارالحرب میں چلی گئی تھیں، فرمایا کہ مومنین مہاجرین کی عورتوں میں چھ عورتیں ایسی تھیں جنہوں نے دارالحرب کو اختیار کیا، اور مشرکین کے ساتھ لاحق ہوئیں، اور مرتد ہوگئیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شوہروں کو مالِ غنیمت سے ان کے مہر عطا فرمائے۔

فائدہ۔ ان آیتوں میں مہاجرات کے امتحان اور کفار نے اپنی بی بیوں پر جو خرچ کیا ہو وہ بعد ہجرت انہیں دینا، اور مسلمانوں نے جو اپنی بی بیوں پر خرچ کیا ہو وہ ان کے مرتد ہو کر کافروں سے مل جانے کے بعد ان سے مانگنا، اور جن کی بی بیاں مرتد ہو کر چلی گئی ہوں انہوں نے جو ان پر خرچ کیا تھا وہ انہیں مالِ غنیمت میں سے دینا، یہ تمام احکام منسوخ ہو گئے۔ آیتِ سیف یا آیتِ غنیمت یا سنت سے کیونکہ یہ احکام جبھی تک باقی رہے۔ جب تک یہ عہد رہا، اور جب وہ عہد اٹھ گیا تو احکام بھی نہ رہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

اے نبی! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب [۱] تمہارے پاس مسلمان عورتیں آئیں کہ تم سے اس شرط پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی (جیسا کہ پہلے زمانہ جاہلیت میں دستور تھا) اور نہ بہتان (کی اولاد) لاویں گی جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (یعنی نطفہ شوہر سے جنی ہوئی دعویٰ کر کے) بنالیویں، اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی پس تم ان کی بیعت قبول کرلو اور ان کے لئے اللہ سے بخشش چاہو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۲﴾

مہاجرین عورتوں کی بیعت شرائط بیعت اور طریقہ بیعت کا ذکر

[۱] اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جب تمہارے پاس جو عورتیں مسلمان ہو کر آئیں اور بیعت چاہیں، اور اس بات پر بیعت قبول کریں، اور یہ شرط مانیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، نہ زنا کریں گی، نہ چوری کریں گی، نہ اولاد کو قتل کریں گی، جو جاہلیت کے زمانہ میں دستور تھا کہ لڑکیوں کو جیتا گاڑ دیا کرتے تھے، اور شوہر کے نطفہ سے لڑکی پیدا ہو تو اس کی جگہ کسی کا لڑکا لے کر زچہ کے پہلو میں ڈال دیتے تھے، تاکہ اس عورت کے شوہر کو یہ معلوم ہو کہ اس کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ جس وقت عورت کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوتا ہے، تو اس عورت کے ہاتھ پیروں کے سامنے آن پڑتا ہے۔ اسی واسطے بجائے لڑکی کے لڑکے کو ڈال دینے کو ہاتھ پیروں کے درمیان کا بہتان فرمایا۔ اس کا عہد لیا گیا کہ اب اسلام میں ایسا نہ کریں، اور اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تمہاری کسی بات میں نافرمانی نہ کریں، جو اچھی بات ان کو بتاؤ مانیں، اور جس بری بات سے منع کرو اس سے بچیں۔ فرمایا کہ جب ان باتوں پر پکی ہو جاویں تو اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان سے بیعت لے لو، اور اللہ تعالیٰ سے ان عورتوں کی مغفرت کی دعا کرو، خدا غفور الرحیم ہے کہ ان گناہوں کو معاف کر دیوے گا۔ مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روز فتح مکہ مردوں کی بیعت لے کر فارغ ہوئے تو کوہ صفا پر عورتوں سے بیعت لینی شروع کی، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیچے کھڑے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام مبارک عورتوں کو سناتے جاتے تھے۔ ہند بنت عتبہ ابوسفیان کی بیوی خوف زدہ برقع پہن کر اس طرح حاضر ہوئی کہ پہچانی نہ جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ ہند

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا یَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾ ع

اے مسلمانو! تم ان لوگوں سے دوستی نہ کرو کہ جن پر اللہ کا غضب ہے، بیشک وہ آخرت کے ثواب سے ایسے ناامید ہو گئے جیسے کافر قبر والوں سے ناامید ہیں ﴿۱۳﴾

نے سر اٹھا کر کہا کہ آپ ہم سے وہ عہد لیتے ہیں جو ہم نے آپکو مردوں سے لیتے نہیں دیکھا اور اس روز مردوں سے صرف اسلام و جہاد پر بیعت لی گئی تھی، پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ چوری نہ کرو، تو ہند نے عرض کیا کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں، اور میں نے ان کا مال ضرور لیا ہے، میں نہیں سمجھتی مجھے حلال ہوا یا نہیں۔ ابوسفیان حاضر تھے انہوں نے کہا: ''جو تو نے پہلے لیا اور جو آئندہ لے سب حلال'' اس پر آنحضرت ﷺ نے تبسم فرمایا: اور ارشاد فرمایا: ''تو ہند بنت عتبہ ہے''۔ عرض کیا ''جی ہاں جو قصور مجھ سے ہوئے ہیں معاف فرمائیے۔'' پھر حضور نے فرمایا: ''اور نہ بدکاری کرے گی''، تو ہند نے کہا: ''کیا کوئی آزاد عورت بدکاری کرتی ہے'' پھر فرمایا: ''نہ اپنی اولاد کو قتل کرے گی'' ہند نے کہا: ''ہم نے چھوٹے چھوٹے پالے جب بڑے ہو گئے تھے انہیں قتل کر دیا تم جانو اور وہ جانیں'' اس کا لڑکا حنظلہ بن ابی سفیان بدر میں قتل کر دیا گیا تھا۔ ہند کی یہ گفتگو سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت ہنسی آئی۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ پاؤں کے درمیان کوئی بہتان نہ گھڑے گی، ہند نے کہا: ''بخدا بہتان بہت بری چیز ہے، اور حضور ہم کو نیک باتوں اور بہتر خصلتوں کا حکم دیتے ہیں۔'' پھر حضور نے فرمایا کہ کسی نیک بات میں رسول ﷺ کی نافرمانی نہ کرو گی۔ اس پر ہند نے کہا کہ اس مجلس میں ہم اسی لئے حاضر ہی نہیں ہوئے کہ اپنے دل میں آپ کی نافرمانی کا خیال آنے دیں۔ عورتوں نے ان تمام امور کا اقرار کیا، اور چار سو ستاون عورتوں نے بیعت کی۔ اس بیعت میں آنحضرت ﷺ نے مصافحہ نہ فرمایا، اور عورتوں کو دست مبارک چھونے نہ دیا۔ بیعت کی کیفیت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ایک قدح پانی میں آنحضرت ﷺ نے اپنا دست مبارک ڈالا، پھر اسی میں عورتوں نے اپنے ہاتھ ڈالے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے بیعت کپڑے کے واسطے سے لی گئی، اور بعید نہیں ہے کہ دونوں صورتیں عمل میں آئی ہوں۔ **مسائل**۔ بیعت کے وقت مقراض کا استعمال مشائخ کا طریقہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت سے خلافت کیساتھ ٹوپی دینا مشائخ کا معمول ہے، اور کہا گیا ہے کہ

اجنبی عورتوں سے مصافحہ حرام ہے

نبی کریم ﷺ سے منقول ہے عورتوں کی بیعت میں اجنبیہ کے ہاتھ کا چھونا حرام ہے، یا بیعت زبان سے ہو، یا کپڑے وغیرہ کے واسطے سے۔

لہ اے مسلمانو! اسلام کے دعویٰ کرنیوالو! اس قوم کیساتھ دوستی و محبت کا دم نہ بھرو، ان کی مدد نصرت نہ کرو، اور راز یابی اہل اسلام تھوڑے سے لالچ کے لئے اس قوم پر فاش نہ کرو، جن پر خدا کا غضب نازل ہوا ہے۔ یہ لوگ نعیم جنت سے اس طرح ناامید و مایوس ہو گئے ہیں جیسے کافر اصحاب قبور کے لوٹنے سے۔ یعنی جیسے کافر منکرین حشر اس بات سے قطعاً ناامید ہیں کہ مر کر

دوبارہ زندہ ہوں، یوں ہی یہ بھی ثواب اُخروی سے نا اُمید ہیں کہ مر کر دوبارہ زندہ ہوں، یوں ہی یہ بھی ثواب اُخروی سے نا امید ہیں کہ اپنی بدکاریاں دیدہ دانستہ خلاف خدا اور رسول خوب جانتے ہیں۔ بعض سوال منکر نکیر مراد لیتے ہیں جو قبر میں ہوتا ہے کہ کافر اسکے منکر تھے۔

آیاتہا ۱۴ ۶۱ سُورۃُ الصَّفِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۹ رکوعاتہا ۲

سورۂ صف مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں چودہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ② كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③

اللہ کی[۱] پاکی ہر چیز بیان کرتی ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے، اور وہی غالب حکمت والا ہے ① اے مسلمانو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ② اللہ کے نزدیک یہ بات بڑی ناپسند ہے کہ جو بات کہو وہ کرو نہیں ③

خواص سورہ صف: اگر کسی شخص کی اولاد یا دیگر رشتہ دار نافرمان ہو جائیں تو یہ سورت نافرمان پر تین مرتبہ پڑھ کر دم کریں یا اس کو لکھ کر گھر میں چھپاں کریں تو ان شاء اللہ تعالیٰ فرمانبردار ہوگا۔ جو کوئی سفر میں اس سورۃ کو پڑھے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ ڈاکوؤں اور ہر آفتوں سے محفوظ رہے گا اور صحیح وسالم اپنے گھر واپس آئے گا۔

جہاد کے آداب

[۱] **شان نزول:** ترمذی، مستدرک حاکم وغیرہ میں معتبر سند سے جو شان نزول ان آیتوں کی بیان کی گئی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ لڑائی کے حکم کے نازل ہونے سے پہلے بعضے لوگ لڑائی کی آرزو ظاہر کرتے تھے۔ جب لڑائی کا حکم نازل ہوا تو لڑائی سے گھبرانے لگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے بہت ناخوش ہے کہ منہ سے کوئی شخص ایک بات کہے، اور اسکے موافق عمل نہ کرنا، اور روزمرہ کی بات چیت میں جھوٹ بولنا اور امانت میں خیانت کرنا، یہ منافق کی پہچان کی باتیں

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝۴ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَ قَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ؕ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۵

بیشک اللہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں (اور پیچھے ہٹنا جانتے نہیں) گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں ۝۴ اور[1] یاد کرو جبکہ موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! مجھ کو کیوں ستاتے ہو اور بیشک تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا (پیغمبر) ہوں، پھر جب وہ (اس پر بھی راہ حق سے) ٹیڑھے رہے تو اللہ نے ان کے دل (حق کی توفیق سے) ٹیڑھے کر دیئے، اور اللہ ایسے فاسق لوگوں کو راہ (کی توفیق) نہیں دیتا ۝۵

ہیں۔ جو لوگ نیک کام کا ارادہ ظاہر کر کے پھر اس کے موافق عمل نہیں کرتے، ان کے ذکر سے پہلے آسمان و زمین میں جو مخلوق اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، اس کا ذکر اسلئے فرمایا ہے کہ جن کا فعل ان کے قول کے موافق نہیں ہے، ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ اگر یہ لوگ کسی نیک کام کے کرنے کا ارادہ ظاہر کر کے اس کے موافق پھر وہ نیک عمل نہ کریں گے، تو اللہ تعالیٰ کو ان کے نیک عمل کی کچھ پروانہیں۔ ان کے سوا اللہ کی ایک بڑی مخلوق اللہ کی مرضی کے موافق نیک کاموں میں لگی ہوئی ہے۔ علاوہ اسکے اللہ تعالیٰ کی بادشاہت تو ایسی بے پروا بادشاہت ہے کہ نہ کسی کے نیک کام سے اس کی بادشاہت میں کچھ بڑھتا ہے، نہ برے کام سے کچھ کم ہوتا ہے، بلکہ جو نیک عمل کرے گا وہ اس کا اجر پاوے گا، اور جو برا کام کرے گا وہ اس کا خمیازہ بھگتے گا۔ آخر آیتوں میں فرمایا اللہ کے دین کو پھیلانے کی لڑائی وہ چیز ہے جس کی مضبوط صف بندی یعنی اتحاد و اتفاق ہیں، اور صف بندی میں وہ ایک دیوار ہیں، جو نہایت مضبوطی سے اینٹ ملا ملا کر بنائی گئی ہے، تو اللہ کو بہت پسند ہے۔ اس میں جو لوگ اس لڑائی سے گھبراتے ہیں، ان کو گویا یہ تنبیہ فرمائی کہ جو کام اللہ کو پسند ہے، اس سے پہلو تہی کرنا ایماندار آدمی کا کام نہیں ہے۔

[1] یہ پورا قصہ سورۂ مائدہ اور سورہ احزاب میں گذر چکا ہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ اے رسول یاد کرو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے کہا کہ اے قوم! باوجودیکہ تم مجھ کو رسول اللہ برحق جانتے ہوئے پھر مجھ کو کیوں طرح طرح سے ایذا دیتے ہو، اور میرا کہا نہیں سنتے۔ جب بنی اسرائیل کے دل اللہ اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری سے پھر گئے، تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو راہ راست پر آنے کی توفیق نہیں دی۔ کیونکہ اسطرح سے نافرمان لوگوں کو مجبور کر کے راہ راست پر لانا اللہ تعالیٰ کی

وَ اِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۶﴾

اور[۱] یاد کرو جب کہ عیسٰی بن مریم نے کہا: "اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا (پیغمبر) ہوں، مجھ سے پہلے جو کتاب توریت (آچکی) ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں، اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے"۔ پس جب احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں کے پاس روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے کہنے لگے: "یہ کھلا جادو ہے" ﴿۶﴾

حکمت کے برخلاف ہے۔ اس قصہ میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے مخالف لوگوں کو یہ تنبیہ بھی ہے کہ جس طرح پچھلے مخالف لوگوں کا حال ہوا، اگر یہ لوگ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے باز نہ آئے تو وہی حال ان کا ہوگا۔

[۱] اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! مریم کے بیٹے حضرت عیسٰی علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ: "اے لوگو! میں اللہ کا سچا رسول ہوں، تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں، مجھ سے پہلے جو رسول گذر چکے ہیں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام، ان کی اور ان کی کتاب توریت کا تصدیق کرنے والا ہوں، نفسِ توحید میں اور نیز بعض شرائع میں اسکے موافق ہوں۔ میں ایک بہت عمدہ خوشخبری تم کو سناتا ہوں، اور مبارکباد اور بشارت دیتا ہوں تاکہ تم اس کا خیال رکھو کہ عنقریب ایک رسول تشریف لائیں گے، میرے بعد دنیا میں آئیں گے، ان کا نام پاک احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔ حضور اقدس سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ محمد بالغہ مفعول "بہت تعریف کیا گیا"، احمد مبالغہ فاعل "بہت تعریف کرنے والا"۔ احمد "جس میں کوئی برائی نہ ہو اس کی کوئی مذمت نہ کرے"۔ محمد "جس میں سب بھلائی ہوں، سب اسکی تعریف کریں"۔ اگرچہ توریت اور انجیل کی آیتوں کو بدل ڈالا ہے لیکن اب بھی تورات اور انجیل کے ترجمے جو موجود ہیں، ان میں سے علماء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کو اسی طرح تفصیل سے نکالا ہے۔ جسکی تفصیل حضرت عیسٰی علیہ السلام کے قول کی اس آیت میں ہے۔ حضرت مریم اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کو جو ایذا یہود نے دی، اس کا بیان سورۃ النساء میں گذر چکا ہے کہ حضرت مریم کا نام انہوں نے جادوگرنی رکھا تھا، اور آخر ان کے قتل پر مستعد ہوئے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے زہر دیا، ایک بڑا پتھر آپ پر ڈالنے کا ارادہ کیا، خندق کی لڑائی میں مشرکوں کیساتھ آپ پر چڑھائی کی۔ اسی واسطے فرمایا کہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تورات کی عہد

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑦ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ⑧ هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ⑨ ع

اور ١ اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے، اللہ ایسے ظالم لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا ⑦ یہ کافر چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور سے (یعنی دین اسلام) کو (جادو اور شعر اور کہانت کہہ کر) اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ اپنا نور پورا کر کے رہے گا اگرچہ کافر کیسے ہی ناخوش ہوں ⑧ وہی ٢ (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین (یعنی اسلام) کے ساتھ بھیجا تاکہ اس (دین) کو تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ کیسے ہی ناخوش ہوں مشرک لوگ ⑨

شکنی کی، اور جان بوجھ کر عیسیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صریح معجزوں کو جادو بتلایا، اور دو شریعتوں کی پیروی سے محروم رہے۔ جس سے توراۃ کی پیروی بھی قائم نہ رہی، کیونکہ توراۃ کی پیروی عین ان دونوں شریعتوں کی پیروی ہے۔

١ ان آیتوں میں فرمایا کہ ایسے شخص سے بڑھکر ظالم اور ناانصاف دنیا میں کون ہوسکتا ہے جو خدا پر جھوٹ تہمت افترا اٹھائے۔ اس پاک پروردگار کے لئے جورو بچے ثابت کرے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے ظالم اور ناانصاف لوگوں کو راہ راست پر آنے کی کبھی توفیق نہ دے گا، بلکہ کتاب آسمانی کی مخالفت کی حالت میں ایسے لوگوں کا حشر ہوکر ہمیشہ کے لئے ان کا ٹھکانہ دوزخ قرار پاوے گا۔

ہر پرچم سے اونچا پرچم اسلام ہوگا، دین اسلام اور شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روز افزوں ترقی

آگے فرمایا کہ یہ کافر لوگ اس بات کا ارادہ کرتے ہیں کہ کسی طرح اسلام کی چمکتی اور پھیلتی ہوئی روشنی کو جو اللہ کا نور ہے، اس کا مقدس دین ہے، اس کی پاک کتاب قرآن ہے اپنی زبان درازیوں ڈھکوسلوں مخالفت سے بجھا دیں، یہ نہیں ہونا اللہ تو اپنے نور کو تمام ہی کر کے رہے گا۔ اس کا اُجالا تمام جہان میں پھیلا دے گا اور کسی کی کچھ نہ چلے گی، اگرچہ تمام جہان کے کافر و یہود و نصاریٰ مشرکین عرب وعجم، تمام فرقے مخالفین اسلام کے دل اس کو ناپسند کریں، مگر وہ تو دن دونی رات چوگنی ترقی پائے گا۔

٢ یہ دین تو خدا کا ہے، خدا کی وہ شان ہے کہ اس نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچی ہدایت یعنی توحید و قرآن اور سچا یقینی مقدس مذہب یعنی شہادت لا الہ الا اللہ دے کر دنیا میں بھیجا۔ اس غرض سے کہ اپنے پاک دین کو اپنے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

اے مسلمانو! کیا[۱] میں تمہیں وہ تجارت بتا دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچائے ﴿۱۰﴾ (وہ یہ ہے کہ) تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو ﴿۱۱﴾ (اگر ایسا کرو گے تو) اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں اور پاکیزہ محلوں میں (داخل کرے گا) جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہیں، یہی بڑی کامیابی ہے ﴿۱۲﴾ اور (اس کے علاوہ) ایک نعمت تمہیں اور دے گا جو تمہیں پیاری ہے، وہ نعمت اللہ کی طرف سے مدد اور جلد آنے والی فتح ہے اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مسلمانوں کو (دنیا میں فتح کی اور آخرت میں جنت کی) خوشی سنا دو ﴿۱۳﴾

ہاتھوں دنیا کے تمام ادیان و مذاہب و ملل پر غالب کر دے۔ اگرچہ مشرکین عرب و یہود و نصاریٰ و مشرکین وغیرہ کے دل پاش پاش ہو جائیں، اسلام باعتبار حجت ہر دین پر قاہر و غالب ہے، اور باعتبار حکومت بھی تمام ادیان پر افسر۔ مروی ہے کہ قیامت تک کوئی جگہ ایسی نہ رہے گی جہاں اسلام نہ پہنچے گا۔ تمام اربابِ مذاہب باطلہ یا اسلام قبول کر لیں گے، یا مغلوب ہو کر جزیہ دیں گے۔ مجاہد سے منقول ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے، تو روئے زمین پر سوائے اسلام کے اور کوئی دین نہ ہوگا۔

ایسی تجارت جس میں سراپا نفع ہی نفع ہے

[۱] شان نزول: مومنین نے کہا تھا کہ اگر ہم جانتے کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل بہت پسند ہے، تو ہم وہی کرتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ "اے مسلمانو! اگر تم کو نیک کام کے اجر کمانے کا شوق ہے، تو تم کو اس کمائی کے لئے ایسی

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿۱۴﴾ ع

اے مسلمانو! تم اللہ کے دین کے مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے (اپنے) حواریوں سے کہا تھا: ''کون ہے جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کرے'' حواریوں نے کہا: ''ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں'' پس (اس کے بعد) بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ (عیسیٰ پر) ایمان لایا اور ایک گروہ کافر رہا۔ پس ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلے پر مدد دی پس وہ غالب ہو گئے ﴿۱۴﴾

سوداگری بتلائی جاتی ہے جس میں سراپا نفع ہی نفع ہے، نقصان کا کہیں نام نہیں ہے۔ پھر اس سوداگری کی تفصیل فرمائی کہ خالص دل سے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے نافرمان ہیں، ان کے راہ راست پر لانے میں جان و مال سے کوشش کرو۔ اللہ کے رسول ﷺ جو شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں، اس کے برحق ہونے کا دل میں اعتقاد رکھنا، اور زبان سے اس اعتقاد کے موافق اقرار کرنا، اور ہاتھ پاؤں سے شریعت کے موافق عمل کر کے اس اعتقاد اور اقرار کو مضبوط اور سچا کر دینا سلف کے نزدیک کامل ایمان کی یہی نشانی ہے۔ اس واسطے ایمان کے ساتھ فرض کفایہ جہاد کا ذکر فرمایا۔ دنیا کی تجارت میں کوئی شخص تمام دنیا بھی نفع کے طور پر کما لیوے تو عقبیٰ کی تجارت کے نفع سے اس کو کچھ نسبت نہیں۔ فرمایا کہ عقبیٰ کی تجارت سمجھدار کے لئے دنیا کی تجارت سے بہتر اور بڑی کامیابی کی تجارت ہے، کہ اس میں ہمیشہ کے نفع کے طور پر جنت کی نعمتیں ہیں۔ گناہوں کی معافی اور دوزخ کے عذاب سے نجات کا حاصل کرنا، اور دنیا میں فتح یابی اور غنیمت کے مال کی خوش وقتی اس بے بدل نفع کے علاوہ ہے۔ اس واسطے فرمایا: ''اے محبوب ﷺ! مسلمانوں کو اس تجارت کے سراپا نفع کی خوشی سنا دو''۔

اشاعت دین اسلام کا حکم

لہ اے مسلمانو! رسول و قرآن کے ماننے والو اللہ کے انصار ہو جاؤ، اسلام کے دشمنوں کو نیچا دکھاؤ۔ رسول کی مدد کرو جیسا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواری اور دوستوں سے کہا کہ میرے انصار خدا کی راہ میں کون ہیں، میری مدد اور خدا کے دشمنوں سے لڑائی کون لیتا ہے۔ تو ان کے حواریوں نے کہا: ''اے عیسیٰ! ہم اللہ کے دین کی مدد کو تیار ہیں۔ دشمنوں سے لڑیں گے'' بارہ آدمی تھے جو سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے

گئے تو ان کی قوم تین فرقوں میں منقسم ہوگئی: (۱) ایک فرقہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کہا کہ وہ اللہ تھا آسمان پر چلا گیا (۲) دوسرے فرقہ نے کہا کہ وہ اللہ کا بیٹا تھا اس نے اپنے پاس بلالیا (۳) تیسرے فرقہ نے کہا کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے، انہیں اس نے اٹھالیا۔ یہ تیسرے فرقہ والے مومن تھے ان کی دونوں فرقوں سے جنگ رہی، اور کافر گروہ ان پر غالب رہے، یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے ظہور فرمایا۔ اسوقت ایماندار گروہ ان کافروں پر غالب ہوا۔ اس تقریر پر مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کو ہم نے محمد مصطفیٰ ﷺ کی تصدیق کرنے سے مدد فرمائی۔

ایاتھا ۱۱ ۶۲ سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۱۰ رکوعاتھا ۲

سورۂ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں گیارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ﴿۱﴾

اللہ کی پاکی [۱] ہر چیز بیان کرتی ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، جو بادشاہ نہایت پاکی والا، غالب حکمت والا ہے ﴿۱﴾

خواص سورہ جمعہ: جن میاں بیوی میں نفاق ہو ان دونوں میں سے کوئی اس سورت کو بروز جمعہ تین بار پڑھ کر دعا مانگے ان شاء اللہ نفاق دور ہوگا اور محبت بڑھ جائے گی، اول آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف ضرور پڑھے۔

صفات باری تعالیٰ

[۱] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں و زمین کی بادشاہت کا ذکر اس لئے فرمایا کہ مشرک لوگوں کو یہ تنبیہ ہو جائے کہ آسمان و زمین اور ان میں جو کچھ ہے وہ اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اسی واسطے ہر چیز اپنی حالت کے موافق اللہ تعالیٰ کے نام کی تسبیح اور اسکی تعظیم اور عبادت میں لگی ہوئی ہے، باوجود اس کے جن و انس میں جو کوئی اللہ کی عبادت سے منہ موڑ لے گا تو وہ بڑی غلطی پر ہے۔ وہ اللہ ایک ہے بادشاہ ہے وہ ازل سے ابد تک ایک حال پر ہے، زوال و فنا نہیں۔ وہ قدوس ہر عیب سے پاک ہے، ولد و شریک سے منزہ ہے، ہر شے پر غالب کافروں کا سزا دینے والا قضا و امر میں حکمت والا ہے، اور حکم دیا ہے کہ سوائے اسکے اور کی پرستش حرام ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٢﴾ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٣﴾ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٤﴾

وہی ہے [1] جس نے ان پڑھوں میں ان ہی میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک رسول (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) بھیجا کہ ان پر اللہ کی آیتیں (یعنی قرآن) پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو (عقائد باطلہ و اخلاق رذیلہ و خبائث جاہلیت و قبائح اعمال سے) پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب (یعنی قرآن) اور دانشمندی (یعنی شریعت) سکھاتے ہیں اور بیشک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے ﴿۲﴾ و نیز مبعوث کیا ان پیغمبر [2] کو ایک دوسری قوم بنی آدم میں سے، جو ابھی ان اگلوں مسلمانوں سے نہ ملی اور وہی غالب حکمت والا ہے ﴿۳﴾ (رسول کے ذریعہ سے ہدایت کی طرف آنا) یہ خدا کا فضل ہے، یہ فضل جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑا فضل والا ہے ﴿۴﴾

[1] عرب کی قوم میں ملتِ ابراہیمی کا عمل اٹھ کر ان میں جہالت کے سبب بت پرستی پھیل گئی تھی۔ خدا کو بالکل بھولے ہوئے تھے۔ اسلئے عرب کو ان پڑھ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی قوم میں سے ایک رسول جن کا نام پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے' بھیجا جن کی صفت نبی اُمّی ہے۔ لیکن باوجود اُمّی ہونے کے اپنی قوم کو اللہ کی سب سے زیادہ عظیم الشان کتاب یعنی قرآن پڑھ کر سناتے' اور عجیب وغریب علوم و معارف اور حکمت و دانائی کی باتیں سکھلا کر ایسا حکیم و شائستہ بنائے کہ دنیا کے بڑے بڑے حکیم و دانا اور عالم و عارف ان کے سامنے زانوائے تلمذ طے کرتے ہیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالمگیر نبوت ورسالت

[2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب میں مبعوث ہوئے ہیں، ان کی ہدایت کرتے، اور نیز سوائے عرب کے جس قدر اور ممالک مشارق و مغارب ارض میں سارے جہان کی وہ ہدایت کرتے ہیں۔ جو لوگ ابھی نہیں آئے زمانہ کے آخر تک جب تک دنیا باقی ہے، اور دنیا میں آدمی ہیں اس وقت تک کے ہادی ہیں، خواہ عرب ہوں خواہ عجم' خواہ آزاد خواہ' غلام خواہ' اس وقت موجود ہوں' خواہ بعد کو آنیوالے۔ غرض آپکی نبوت عرب عجم وغیرہ سب مخلوقات کے لئے قیامت تک عام ہے۔ خدا بڑا عزت والا ہے غالب ہے' جو اس پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے گا اس کی سزا دینے والا، حکیم ہے اپنے اوامر و نواہی اور مجاری قضاد قدر میں حکمت والا ہے۔ اس نے حکم دیدیا ہے کہ سوائے اس مقدس مذہب اسلام کے اور سب مذاہب قطعاً گمراہ اور باطل ہیں۔ یہ دین اسلام و نبوت و اکرام خدا کا فضل ہے۔ وہ مالک ہے جسے چاہے اپنا فضل ارزانی فرمائے، اور جس پر چاہے اکرام

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵

مثال ۱ ان لوگوں کی جن کو توریت پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا، پھر انہوں نے اس پر عمل نہ کیا، ان کی مثال گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوں (کہ بوجھ کے سوا ان سے کچھ بھی نفع نہ پائے) کیا ہی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں اور اللہ ایسے ظالموں کو راہ (کی توفیق) نہیں دیتا ۝

کرے، اور اللہ بڑے فضل ورحمت والا ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو ایسے عالی مرتبہ رسول خاتم النبیین ﷺ سے شرف و معزز کیا، گمراہی سے بچا کر مذہب مقدس اسلام کی ہدایت کی۔

بے عمل علماء

۱ اوپر گذر چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت سے پہلے یہود کے دل میں آنحضرت ﷺ کی یہ عظمت تھی کہ لڑائیوں کے وقت حضور کے نام کے وسیلہ سے فتح کی دعا یہ لوگ مانگا کرتے تھے۔ توراۃ میں جو آپ کے اوصاف تھے ان سے یہ لوگ آپکو اس طرح پہچانتے تھے، جس طرح ہر شخص اپنی اولاد کو پہچانتا ہے۔ شام کے ملک کی سکونت چھوڑ کر مدینہ کے اطراف میں یہ لوگ اسی ارادہ سے آن کر رہے تھے کہ جب نبی آخر الزماں ﷺ مدینہ کو آئیں گے تو توراۃ کے حکم کے موافق ان کا ہر طرح ساتھ دیں گے۔ لیکن توراۃ کے حکم کے موافق عمل کرنے کا وقت جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو دکھایا تو ازلی بدبختی کے سبب سے یہ لوگ نبی آخر الزماں ﷺ کے پورے دشمن ہو گئے، اور توراۃ کی ان آیتوں کو انہوں نے بالکل بدل ڈالا، جن نبی آخر الزماں کے اوصاف تھے۔ اسی واسطے ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ توراۃ کے حکم کے موافق عمل کرنے کا بوجھ جو ان لوگوں کے ذمہ رکھا گیا تھا، اس بوجھ کو انہوں نے آخر کو اس طرح اٹھایا جس طرح گدھے کی پیٹھ پر کتابیں لادی جاتی ہیں۔ جیسے کہ وہ نادان جانور یہ نہیں جانتا کہ اس کی پیٹھ پر کیا چیز لدی ہے۔ ایسے ہی یہ نادان لوگ توراۃ بغل میں لئے پھرتے ہیں اور اس بات کو انہوں نے بھلا رکھا ہے کہ توراۃ میں جو لکھا گیا تھا اس کو انہوں نے بدل ڈالا۔ پھر فرمایا جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو اس طرح جھٹلا دیں اور بدلیں ان کی مثال بری گویا گدھے سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ گدھا تو ناسمجھ ہے، اور انہوں نے جو کچھ کیا وہ جان بوجھ کر کیا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ ایسے بے انصاف لوگوں کو مجبور کر کے راہ راست پر لانا نہیں چاہتا، کس لئے کہ اس طرح کی مجبوری کی اطاعت اس کی بارگاہ میں قبول نہیں۔ یہ بھی گذر چکا ہے کہ یہودی لوگ سوائے اپنے اور کسی اُمت کو جنتی نہیں قرار دیتے تھے۔ اس واسطے فرمایا: ''اے محبوب ﷺ! تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم کو مرنے کے ساتھ جنت میں جانے کا یقین کامل ہے، تو پھر دنیا کے جینے کی اس قدر حرص تمہیں کیوں ہے'' جس سے عقبیٰ کو تم نے بھلا رکھا ہے، مرنے کے ساتھ ہی

قُلْ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٦ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝٧

(اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم (ان یہودیوں سے) فرماؤ: ''اے یہودیو! اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ تم سب لوگوں کے سوا اللہ کے دوست ہو پس موت کی آرزو تو کرو اگر تم (اس دعویٰ میں) سچے ہو'' ۝٦ اور وہ کبھی اس کی آرزو نہ کریں گے بہ سبب (خوف سزا) ان اعمال (کفریہ) کے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے، اللہ ان ظالموں (کے حال) کو جانتا ہے ۝٧

جنت کے ملنے کا یقین کامل تو یہ چاہتا ہے کہ تم لوگ موت کی آرزو تو کرو تا کہ مرتے ہی سیدھے جنت میں چلے جاؤ''۔ پھر پیشین گوئی کے طور پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ایسے بدلوگ اپنی بدیوں کے انجام سے ڈر کر موت کی آرزو ہرگز نہیں کرتے، بلکہ وہ تو موت کے نام سے بھاگتے ہیں مگر انکو یہ جتلا دیا جاوے کہ جس موت کے نام سے یہ لوگ بھاگتے ہیں۔ وہ ضرور ایک دن ان کو آن دبائے گی، اور پھر مرتے ہی ان کا جنت میں جانا تو درکنار بلکہ مرتے ہی فوراً ان کو اپنے کئے کا پورا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ کیونکہ جو کچھ دنیا میں یہ لوگ کر رہے ہیں وہ سب اس غیب داں کو معلوم ہے۔ مسند امام احمد، صحیح بخاری، نسائی وغیرہ میں انس بن مالک' عبادہ بن صامت اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ بعضے صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ تو ہر انسان کی جبلی عادت ہے کہ وہ موت سے گھبراتا ہے، اگر اسی کا نام موت سے بھاگنا ہے تو بڑی مشکل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ آدمی کے آخری وقت کا اس باب میں بڑا اعتبار ہے، کیونکہ اس وقت نیک آدمی کو رحمت کے فرشتے نظر آتے ہیں جو اسکو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں جس سے اس کے چہرے پر ایک طرح کی بشاشت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں، اور بد آدمی کو اس وقت عذاب کے فرشتے نظر آتے ہیں، اور اس کو دوزخ کے عذاب میں پکڑے جانے کا حال سناتے ہیں جس سے اسکے چہرے پر ایک طرح کے غم کے آثار پائے جاتے ہیں۔ ان آیتوں میں موت سے بھاگنے کا جو ذکر ہے یہ حدیثیں گویا اس کی تفسیر ہیں۔ جس تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا میں ایسے گرفتار اور عقبیٰ سے ایسے غافل ہیں، کہ حالت صحت میں تو ان کا موت کو یاد کرنا تو درکنار بلکہ یہ لوگ تو اپنی بد اعمالی کے سبب سے اس وقت بھی موت سے بھاگتے نظر آئیں گے، جب موت بالکل ان کو آن دبائے گی، اور موت کے وقت کے فرشتے ان کو نظر آنے لگیں گے۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾ ع یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹﴾

تم (ان سے) فرماؤ بیشک وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو بیشک وہ (موت ایک روز) تم سے ضرور ملنی ہے، پھر تم اللہ کی طرف پھیرے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے، پس وہ تمہیں بتادے گا جو کچھ تم نے کیا تھا ﴿۸﴾ اے مسلمانو! [۱] جب جمعہ کے روز (نماز جمعہ) کے لئے اذان کہی جائے تو تم اللہ کی یاد (یعنی نماز و خطبہ) کی طرف جلدی چلو اور خرید و فروخت (اور اسی طرح دوسرے مشاغل جو چلنے سے مانع ہوں) چھوڑو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو ﴿۹﴾

جمعہ کی نماز کی شرائط

[۱] اے مسلمانو! خدا اور رسول پر ایمان لانے والو! جب جمعہ کی نماز کے واسطے اذان دی جائے، تو خدا کی طرف تم کو بلایا جائے تو سب باتیں چھوڑ کر، اللہ کے ذکر، خطبے کے سننے، نماز کے پڑھنے کیلئے کوشش کرو، فوراً متوجہ ہو جاؤ۔ **مسئلہ**۔ اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی اذان ہوتے ہی خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے اور دنیا کے تمام مشاغل جو ذکر الٰہی سے غفلت کا سبب ہوں اس میں داخل ہیں۔ اذان ہونے کے بعد سب کو ترک کرنا لازم ہے۔ **مسئلہ**۔ اس آیت سے نماز جمعہ کی فرضیت اور بیع وغیرہ مشاغل دنیویہ کی حرمت، اور سعی یعنی اہتمام نماز کا وجوب ثابت ہوا اور خطبہ بھی ثابت ہوا۔ **مسئلہ**۔ جمعہ مسلمان مرد مکلف، آزاد تندرست، مقیم پر شہر میں واجب ہوتا ہے۔ نابینا اور لنگڑے پر واجب نہیں ہوتا۔ صحت جمعہ کیلئے سات شرطیں ہیں: ❶ شہر جہاں فیصلہ مقدمات کا اختیار رکھنے والا کوئی حاکم موجود ہو، یا فناء شہر جو شہر سے متصل ہو، اور اہل شہر اس کو اپنے حوائج کے کام میں لاتے ہوں۔ ❷ حاکم۔ ❸ وقت ظہر۔ ❹ خطبہ وقت کے اندر۔ ❺ خطبہ قبل نماز ہونا اتنی جماعت میں جو جمعہ کیلئے ضروری ہے۔ ❻ جماعت اور اس کی اقل مقدار تین مرد ہیں سوائے امام کے۔ ❼ اذان عام کہ نمازیوں کو مقام نماز میں آنے سے روکا نہ جائے۔ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کا مطلب یہ ہے کہ نیک کاموں کے بدلے میں تم سے جو جنت کے ملنے کا وعدہ جگہ جگہ قرآن میں کیا گیا ہے، اگر اس کو تم سمجھو اور غور و فکر کرو کہ جنت کی تھوڑی سی جگہ بھی تمام دنیا سے بہتر ہے، تو یہ بات اچھی طرح سے تمہاری سمجھ میں آسکتی ہے کہ جمعہ کی اذان سے جمعہ کی نماز کے ختم ہو جانے تک خرید و فروخت

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۰ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ِۨانْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۱۱ ع

پس جب نماز (جمعہ) ہو چکے تو زمین میں چلو پھرو اور اللہ کا فضل (یعنی روزی) تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ تم کو فلاح ہو ۝۱۰ اور جب [1] ان مسلمانوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا تو وہ اس کی طرف متوجہ ہوگئے اور تمہیں خطبہ میں کھڑا چھوڑ گئے، (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) تم (ان سے) فرماؤ کہ جو (ثواب تمہارے لئے) اللہ کے پاس ہے وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ سب سے اچھی روزی دینے والا ہے ۝۱۱

کے تھوڑے سے نفع کا خیال نہ کرنا، اور اذان کے سنتے ہی جمعہ کی نماز کی تیاری میں مصروف ہو جانا تمہارے حق میں بہتر ہے۔ جمعہ کے دن تجارت کی مناہی (ممانعت) فقط جمعہ کی اذان سے لے کر جمعہ کی نماز ختم ہونے تک ہے، جمعہ کی شام تک کی نہیں۔ اس واسطے صاف کھول کر فرمایا

تجارت میں نفع

کہ جب جمعہ کی نماز ہو چکے تو ہر مسلمان جو خرید و فروخت چاہے وہ کرے، یا طلب علم یا عیادت مریض، یا شرکت جنازہ، یا زیارت علماء اور اسکے مثل کاموں میں مشغول ہو کر نیکیاں حاصل کرے۔ اس طرح کی جائز تجارت میں اللہ کے فضل و کرم سے نفع کی امید رکھے۔ اکثر سلف نے یہ اپنا تجربہ بیان کیا ہے کہ جس کسی نے آیتوں کے حکم کی پابندی تجارت میں کی اس کو ضرور نفع ہوا۔ آگے فرمایا کہ اللہ کا ذکر زبانی، قلبی ہر وقت ہر حالت میں خوب کیا کرو تا کہ تم اس کے عذاب و غصہ سے نجات پاؤ۔

[1] **شان نزول:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں روز جمعہ خطبہ فرما رہے تھے، اس حال میں تاجروں کا ایک قافلہ آیا اور حسب دستور اعلان کے لئے طبل بجایا گیا۔ زمانہ بہت تنگی اور گرانی کا تھا، گ بایں خیال اس کی طرف چلے گئے کہ ایسا نہ ہو کہ دیر کرنے سے اجناس ختم ہو جائیں اور ہم نہ پا سکیں۔ اور مسجد شریف میں صرف بارہ آدمی رہ گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ سوداگری اور دنیا کا کھیل تماشا کیا چیز ہے، وہ ابدی دولت حاصل کرو جو اللہ کے پاس ہے، اور جو رسول کی صحبت اور مجالس ذکر و عبادت میں ملتی ہے۔ باقی قحط کی وجہ سے روزی کا کھٹکا جس کی بنا پر تم اٹھ کر چلے گئے، سو یاد رکھو روزی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اور وہ ہی بہترین روزی دینے والا ہے، اس مالک کے غلام کو یہ اندیشہ نہیں ہونا چاہئے۔

ایاتھا ۱۱ — ۶۳ سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۴ — رکوعاتھا ۲

سورہ منافقون مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں گیارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ ۝۱

وقف لازم

(اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم [۱]) جب منافق تمہارے پاس حاضر ہوتے ہیں تو (ظاہر میں) کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں ۝۱

خواص سورہ منافقون: اس سورت کو پڑھ کر آنکھوں پر دم کرے ان شاء اللہ تعالیٰ آنکھوں کے آشوب اور ہر قسم کے درد کو دور کرے گا۔ اگر کوئی شخص بسبب کسی چغلخوری کے تکلیف میں ہو تو اس سورت کو ایک سو ساٹھ مرتبہ پڑھے تو ان شاء اللہ چغلخور کی زبان بند ہو جائے گی۔

منافقوں اور ان کی علامات کا ذکر

[۱] زبان سے تو منافق لوگ قسمیں کھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول، اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے، لیکن ان کے دل میں کفر اور نفاق بھرا ہوا تھا۔ اس واسطے فرمایا کہ یہ لوگ زبان سے ایمان اور اسلام کی باتیں کرتے ہیں، مگر ان کے دل کے نفاق کے سبب سے جس کا حال اللہ کو معلوم ہے، اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں، کیونکہ ان کی زبان پر کچھ ہے، اور دل میں کچھ ہے۔ بیچ میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! کی تسکین کیلئے یہ فرمایا کہ اللہ قسم کھا کر اس بات کی صداقت ادا کرتا ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تم اللہ کے رسول ہو، لیکن ان منافقوں کی دودلی کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں پر مہر لگا دی ہے، کہ جو کچھ زبان سے نیک بات یہ لوگ کہتے ہیں۔ اس نیک بات کا اثر ان لوگوں کے دل تک نہیں پہنچتا۔ صحیح حدیث اوپر گذر چکی ہے۔ کہ بغیر توبہ کے گناہ پر گناہ کرتے کرتے آدمی کے دل پر زنگ لگ جاتا ہے، جس سے نیک بات اس کے دل پر اثر نہیں کرتی اس زنگ کو دل کی مہر فرمایا۔ ان منافقوں کی جھوٹی قسموں کا سبب یہ فرمایا کہ انہوں نے اپنے ظاہری اسلام پر جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے جان و مال کے بچاؤ کی ایک ڈھال ان قسموں کو ٹھہرا رکھا ہے۔ جس سے خود بھی یہ گمراہ ہیں، اور بعضے اور نادانوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ عبداللہ بن ابی، جد بن قیس، معتب بن قشیر منافقوں میں چالاک لوگ تھے۔ ان کی چالیں دیکھ کر ان کی قوم کے اور نادان لوگوں

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ

ان لوگوں نے اپنی قسموں کو (اپنی جان و مال بچانے کے لئے) ڈھال ٹھہرا لیا ہے پھر یہ لوگ (دوسروں کو بھی) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

بھی ان کے ڈھنگ سیکھتے تھے۔ اسلئے یہ فرمایا کہ یہ خود بھی گمراہ ہیں، اور اوروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ پھر فرمایا جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ ان کے حق میں برا ہے۔ کس لئے کہ سوا اللہ تعالیٰ کے ان کے دل کا حال کسی کو معلوم نہیں۔ اس واسطے ایمانداروں کی مجلس میں ان کی سی اور بے ایمانوں کی مجلس میں ان کی سی باتیں کر کے دونوں کو بہکا لیتے ہیں، اور انکے دل پر زنگ لگ جانے سے یہ لوگ اپنے کاموں کی برائی کو نہیں بلکہ اپنی بدعادت کی برائی کے سمجھنے کے بجائے ان کی یہ بدعادت ان کو ایسی بھلی معلوم ہونے لگی ہے، کہ رات دن اسی میں لگے رہتے ہیں، اور رات دن اس عادت کے نہ چھوڑنے کے سبب سے ان کے دل میں یہ عادت ایسی بس گئی ہے، کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو بھی جھوٹی قسمیں کھا کر یہ لوگ اپنے آپ کو ایماندار بتلائیں گے۔ اور اس جھوٹے ایمان سے اپنی نجات کی توقع رکھیں گے، لیکن اس غیب دان کے روبرو کسی کا دھوکہ کیا چل سکتا ہے۔ انکا یہ دھوکہ انکو اسی قسم کی سزا دلوائے گا کہ پل صراط کے اندھیرے کو طے کرنے کے لئے جب پکے ایماندار لوگوں کو روشنی ملے گی، تو ان کی زبانی ایمان کی مدھم روشنی کے موافق ان کو بھی کچھ روشنی مل جائے گی، جو پل صراط کے عین اندھیرے میں بجھ جائے گی، اور یہ لوگ آخر دوزخ کے نیچے کے طبقے میں گر پڑیں گے۔ منافقوں کے دوزخ کے طبقہ کا حال سورۃ النساء میں اور ان کی روشنی بجھ جانے کا حال سورۃ الحدید (پارہ ۲۷) میں، اور اللہ تعالیٰ کے روبرو انکی جھوٹی قسمیں کھانے کا حال سورۃ المجادلہ میں گذر چکا ہے۔ اب آگے منافقوں کے ایک اور حال کا ذکر فرمایا کہ ان کی صورت، شکل، ڈیل ڈول سے، چرب زبانی سے، اور مسجد نبوی کی دیواروں سے لگ کر بڑی توجہ کے ساتھ بیٹھ جانے سے تو دیکھنے والے کو ان کے ظاہری حال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بات کے سمجھنے کا پورا مادہ ہوگا، لیکن ان کی شامت اعمال سے ان کے دلوں پر وہ زنگ چھایا ہوا ہے، کہ ان کا وہ دیوار سے لگ کر بڑی توجہ کے ساتھ بیٹھنا بالکل ایسا ہے جس طرح کڑی یا شہتیر دیوار سے لگا کر کھڑے کر دیتے ہیں، کہ جن میں بات کے سمجھنے کا کچھ بھی مادہ نہیں ہوتا، اور ان کی دودلی کے سبب سے ان کا دل کسی طرف سے مطمئن نہیں ہے۔ اسی لئے کہ کوئی صدمہ پیش آجانے کا کھٹکا ان کے دل میں ہر وقت لگا رہتا ہے۔ مثلاً دو مسلمان آپس میں باتیں کریں، تو ان کو خیال ہوتا ہے کہ شاید ان ہی کی مذمت میں کوئی نئی آیت اُتری ہے، اسی کا یہ چرچا ہو رہا ہے، اور لڑائی چڑھائی کا کچھ تذکرہ ہو تو یہ وسوسہ پیدا ہو جاتا ہے کہ ہم کو بھی لڑائی پر جانا پڑے گا۔ پھر معلوم نہیں کہ لڑائی کا انجام کیا ہو، اگر ہو سکے تو دشمنوں کے فائدہ کی کوئی جاسوسی کی جائے، تاکہ دشمنوں سے بھی میل بنا رہے۔ اسی واسطے فرمایا کہ کوئی بھید کی بات ان کے روبرو کہنے سے بچنا چاہئے، اور ہرگز یہ دوست نہیں ان کی جھوٹی دوستی کی باتوں پر نہ جانا، اطمینان نہ کرنا۔ آخر کو فرمایا جب باوجود اس قدر فہمائش کے بھی یہ لوگ راہ راست سے پھرے جاتے ہیں، اور اپنی بدعادتوں سے باز نہیں آتے۔ تو ان پر خدا کی پھٹکار ہے۔

اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ ﴿۳﴾ وَ اِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَ اِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ یَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ؗ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ﴿۴﴾ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

یہ اس لئے کہ وہ لوگ ظاہر میں ایمان لائے ﴿۳﴾ پھر دل سے کافر ہوئے تو اللہ کی طرف سے ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی تو وہ اب (حق بات کو) نہیں سمجھتے ﴿۳﴾ اور (اے مخاطب!) جب تو ان کو دیکھے تو تجھے ان کے جسم بھلے معلوم ہوں، اگر وہ بات کریں تو تو ان کی بات غور سے سنے گویا کہ وہ دیوار کے سہارے لگائی ہوئی لکڑیاں ہیں (جن میں نہ ایمان کی روح اور نہ انجام سوچنے کی عقل ہے) ہر بلند آواز کو اپنی ہلاکی کا پیغام سمجھتے ہیں (کہ کوئی بلا آئی)، یہی لوگ دشمن ہیں، پس ان سے بچتے رہو، اللہ ان کو غارت کرے (دین حق سے) کہاں اوندھے جاتے ہیں ﴿۴﴾ اور[1] جب منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ آؤ (عذر بیان کرو) رسول اللہ تمہارے لئے بخشش طلب کریں۔

شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منافق حسد سے جل جاتے ہیں اور عاشق خوش ہوتے ہیں

[1] **شان نزول:** امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ غزوہ مریسیع سے فارغ ہو کر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سر چاہ نزول فرمایا، تو وہاں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجیر جہجاہ غفاری اور ابن ابی کے حلیف سنان بن وبر جہنی کے درمیان جنگ ہو گئی۔ جہجاہ نے مہاجرین اور سنان نے انصار کو پکارا۔ اس وقت ابن ابی منافق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں گستاخانہ اور بیہودہ باتیں بکیں، اور یہ کہا کہ مدینہ طیبہ پہنچ کر ہم میں سے عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے۔ کیونکہ یہ بد بخت اپنے آپ کو بڑا معزز سمجھتا تھا اور مسلمانوں کو ذلیل جانتا تھا اور اپنی قوم سے کہنے لگا کہ تم انہیں کچھ خرچ نہ دو، تاکہ یہ خرچ سے تنگ ہو کر مدینہ سے بھاگ جائیں۔ اس کی یہ ناشائستہ گفتگو سن کر زید بن ارقم کو تاب نہ رہی، انہوں نے اس سے فرمایا کہ خدا کی قسم! تو ہی ذلیل ہے، اپنی قوم میں بغض ڈالنے والا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سر مبارک پر معراج کا تاج ہے۔ حضرت رحمٰن نے انہیں عزت وقوت دی ہے۔ ابن ابی کہنے لگا: "چپ! میں تو ہنسی سے کہہ رہا تھا"۔ زید بن ارقم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں یہ خبر پہنچائی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن ابی کے قتل کی اجازت چاہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابن ابی

لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝۵ سَوَآءٌ
عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۶ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا
تُنْفِقُوْا عَلٰي مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۭ وَلِلّٰهِ خَزَاۗىِٕنُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۷ يَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ
رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ
لِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۸ ع

تو وہ اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں ۵ (جب ان کے کفر کی یہ حالت ہے تو) ان کے حق میں برابر ہے خواہ تم ان کے لئے معافی چاہو یا نہ چاہو، اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا (اس لئے کہ وہ نفاق میں پختہ ہو چکے)، بیشک اللہ فاسقوں کے گروہ کو راہ (کی توفیق) نہیں دیتا ۶ یہ وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو لوگ رسول اللہ کے پاس ہیں، یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں اور آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے لئے ہیں (وہی سب کا رازق ہے) ولیکن منافق نہیں سمجھتے ۷ کہتے ہیں کہ اگر ہم اب (اس غزوہ سے) مدینہ میں لوٹ کر گئے تو جو بڑی عزت والے ہیں وہ اس میں سے نہایت ذلیلوں (یعنی مسلمانوں) کو نکال دیں گے (یہ ان کی جہالت ہے بلکہ) عزت تو اللہ اور اسکے رسول ﷺ اور مسلمانوں ہی کیلئے ہے ولیکن منافق جانتے نہیں ۸

سے دریافت فرمایا کہ تو نے یہ باتیں کہی تھیں، وہ مکر گیا اور قسم کھا گیا کہ میں نے کچھ بھی نہیں کہا۔ اس کے ساتھی جو مجلس شریف میں حاضر تھے، وہ عرض کرنے لگے کہ ابن ابی بوڑھا بڑا شخص ہے، یہ جو کہتا ہے ٹھیک ہی کہتا ہے۔ زید بن ارقم کو شاید دھوکہ ہوا ہو اور بات یاد نہ رہی ہو۔ پھر جب آیتیں نازل ہوئیں اور ابن ابی کا جھوٹ ظاہر ہو گیا تو اس سے لوگوں نے کہا کہ جا آنحضرت ﷺ سے درخواست کر، حضور تیرے لئے اللہ سے معافی چاہیں' تو گردن پھیری اور کہنے لگا کہ تم نے کہا کہ ایمان لا، تو میں ایمان لے آیا، تم نے کہا زکوٰۃ دے تو میں نے زکوٰۃ دی، اب یہی باقی رہ گیا ہے کہ محمد ﷺ کو سجدہ کروں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس آیت کے نازل ہونے کے چند ہی روز بعد ابن ابی منافق اپنے نفاق کی حالت میں مر گیا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع

اے مسلمانو! کہیں تمہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد (یعنی پنجگانہ نماز و دینی امور وغیرہ) سے غافل نہ کریں، اور جو ایسا کرے (یعنی غافل ہوا) تو وہی لوگ نقصان میں ہیں ﴿۹﴾ اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو اس دن سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے، پھر وہ (بطور تمنا و حسرت) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! کاش تو مجھے ایک تھوڑی مدت تک اور مہلت دیتا کہ میں صدقہ دیتا اور نیکوں میں ہو جاتا ﴿۱۰﴾ اور اللہ ہرگز کسی جان کو مہلت نہ دے گا، جب اس کا وعدہ (عمر کے ختم ہونے کا) آجائے اور اللہ خبردار ہے جو کچھ تم کرتے ہو ﴿۱۱﴾

ل اوپر ابن ابی منافق کا ذکر تھا کہ اس نے اپنی دُنیاداری کی غفلت میں عقبیٰ کو یہاں تک بھلا دیا تھا کہ طرح طرح کے گناہوں کے بعد جب اس سے ان گناہوں پر نادم ہو کر اللہ اور رسول کی خدمت میں حاضر ہونے اور مغفرت کی دعا کرانے کیلئے کہا گیا تو اس نے انکار کیا۔ ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ کسی مسلمان آدمی کی منافقوں کی مانند اس طرح دنیا میں گرفتار نہ ہونا چاہئے جس سے اللہ کی عبادت یعنی پنج گانہ نماز و دینی امور وغیرہ میں پڑ کر اس کی عقبیٰ خراب ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ جو کوئی اس حکم الٰہی کے برخلاف عمل کرے گا، اس کا بہت نقصان ہوگا۔

خیرات اور آداب خیرات کا ذکر

صحیح مسلم میں مستور بن شداد کی حدیث ہے کہ جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آخرت کی خوبیوں کی مثال ایک دریا کے مقابلے میں تمام دنیا ایک قطرہ کے برابر ہے۔ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے ایک قطرہ کے پیچھے ایک دریا کو ہاتھ سے کھو دیا، اس کے نقصان کا کچھ ٹھکانہ نہیں۔ اب آگے عبادت بدنی کے بعد عبادت مالی کا ذکر فرمایا۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے جو کچھ فرمایا اس کی اصل یہ ہے کہ بڑا اجر اس کا صدقہ خیرات کا ہے۔ جو آدمی اپنی تندرستی کے زمانہ میں آخری وقت سے پہلے دیدے۔ کیونکہ اول تو آخری

وقت پر آدمی کہتا کچھ ہے، اور اوپر والے عمل کچھ اور کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ آخری وقت پر آدمی کا دل دنیا کی چیزوں سے اٹھ جاتا ہے، اور یہ سورہ بقر میں گذر چکا ہے کہ دل سے اتری ہوئی چیز کی خیرات اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ یہ حدیث گویا اس آیت کی تفسیر ہے، اور حدیث کو ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ آدمی کو جو کچھ اپنی عقبیٰ پاک کرنے کیلئے اللہ کے نام پر دینا ہو، وہ اپنی تندرستی میں دیوے۔ کیونکہ موت کا وقت اچانک آنے والا ہے، اور اس طرح آنے والا ہے کہ پھر وہ ٹل بھی نہیں سکتا۔ اس لئے ایسے وقت پر یا تو خیرات کا ارادہ پورا ہی نہ ہوگا، یا ہوگا تو عقبیٰ میں تندرستی کی خیرات کے برابر فائدہ نہ دے گا۔ آخر کو فرمایا کہ عبادتِ بدنی یا مالی جس نیت سے انسان کرتا ہے، وہ اللہ کو سب معلوم ہے۔

آیاتھا ۱۸　　۶۴ سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۸　　رکوعاتھا ۲

سورۂ تغابن مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں اٹھارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ①

اللہ کی پاکی [۱] ہر چیز بیان کرتی ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے①

خواص سورہ تغابن: اگر کوئی شخص اس سورۃ کو پڑھ کر کسی ظالم کے پاس چلا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے شر سے محفوظ رہے گا۔ اس سورت کا پڑھنا اور پانی پر دم کر کے مکان کے درو دیوار پر چھڑکنا ہیضہ اور طاعون کے وباء کے زمانہ میں نہایت مفید ہے۔

صفات باری تعالیٰ

[۱] بے جان چیزوں کی تسبیح کا ذکر اوپر گذر چکا ہے لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ کا یہ مطلب ہے کہ زمین و آسمان میں اسی کی ساری بادشاہت ہے۔ اسی لئے ہر ایک چیز اپنے حال کے موافق اسی کی حمد وثنا میں لگی ہوئی ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کا یہ مطلب ہے کہ اس کی بادشاہت دنیا کے بادشاہوں کی طرح نہیں ہے کہ بعض باتیں ان کے اختیار سے خارج ہیں، بلکہ وہ اپنی بادشاہت میں جو چاہے سو کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس کی تفصیل سورۃ الملک میں آئے گی هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ کی تفسیر اہل سنت کے مذہب کے موافق یہ ہے کہ دُنیا کے پیدا کرنے سے پہلے جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے، اس سب کو اور نیک اور بد لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی سے جان لیا ہے، اور جو کچھ قیامت تک ہوگا وہ سب لوح محفوظ

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پس تم میں کوئی کافر ہے اور تم میں کوئی مسلمان، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ دیکھنے والا ہے ۝ اسی نے آسمان اور زمین درست تدبیر سے بنائے اور تمہاری صورتیں بنائیں تو تمہاری اچھی صورت بنائی اور (آخرت میں) اسی طرف (سب کو) لوٹنا ہے ۝ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو، اور اللہ دلوں تک کی باتوں کو جانتا ہے ۝

میں لکھ لیا ہے، پھر انسان کو پیدا کر کے نیک و بد کام کو کرنا انسان کے اختیار پر چھوڑ دیا ہے، جیسا کوئی کرے گا ویسا پائے گا، اب جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے آخر کو وہ علم ازلی الٰہی کے مطابق پڑتا ہے، کیونکہ ہر شخص اپنے اختیار سے وہی کام کرتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں تھا۔ غرض دنیا میں پیدا ہونے کے بعد اپنے اختیار سے جو کوئی کچھ کرنیوالا تھا، اس کو اللہ تعالیٰ نے لکھ لیا ہے، اور علم ازلی سے معلوم کر لیا ہے، لیکن اس علم ازلی کے موافق کسی کو کسی کام پر اللہ تعالیٰ نے مجبور نہیں کیا، بلکہ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی سے نیک و بد کو جان لیا تھا، اس پر بھی اللہ تعالیٰ ہر ایک پیدا ہونے والے کو فطرتِ اسلام پر پیدا کرتا ہے، پھر شعور پکڑنے کے بعد وہ ماں باپ کی صحبت کے سبب سے، یا شیطان کے بہکانے سے فطرت اسلام کو چھوڑ کر اور ڈھنگ سے لگ جاتا ہے۔ چنانچہ اسباب کی صحیح حدیثیں بھی اوپر گذر چکی ہیں، اور تقدیر کے مسئلہ کے ذکر میں اس مسئلہ کی تفصیل بھی ص ۵۹۵ میں گذر چکی ہے، اور یہ بھی گذر چکا ہے کہ ازلی بد کو نیک کر دینا اب بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم اور اس کے روبرو ہے۔ اسی لئے فرمایا جو کچھ تم کر رہے ہو، اللہ وہ سب دیکھتا ہے، اور یہ ہر چیز کا دیکھنا بھالنا اور انسان کی نیت تک کا جانچنا، اور ہر شخص کے عملوں کے لکھنے کے لئے دو فرشتوں کا مقرر کرنا، اس واسطے ہے کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے، اس کو وہ فرشتے لکھ لیویں، اور خصوصاً اچھی صورت و شکل میں انسان کو اس نے اسی عدل و انصاف کی بنیاد پر اس لئے پیدا کیا ہے کہ دنیا میں جو کچھ نیک و بد ہو رہا ہے، وہ دنیا کے ختم تک ہو جائے، تو اسکے بعد انسان کو پھر دوبارہ پیدا کر کے نیکوں کو ان کی نیکی کی جزا دی جائے، اور بروں سے ان کی بدی کا مواخذہ کیا جائے۔

اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ٘ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۟ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا٘ فَكَفَرُوْا وَ تَوَلَّوْا وَّ اسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۟ زَعَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ۟

کیا تمہیں [۱] ان کی خبر نہ آئی جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا، انہوں نے اپنے کام کا وبال (دنیا میں بھی) چکھا اور (آخرت میں) ان کے لئے دردناک عذاب ہے ۞ یہ اس سبب سے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لاتے، پس وہ کہتے: ''کیا آدمی ہم کو راہ بتائیں گے'' پس کافر ہوئے اور (ایمان سے) پھر گئے اور اللہ بے نیاز ہے، اور اللہ غنی ہے سب خوبیوں والا ۞ کافروں نے (عذاب آخرت سن کر) یہ دعویٰ [۲] کیا کہ وہ ہرگز (مرنے کے بعد دوبارہ) نہ اٹھائے جائیں گے۔ تم فرماؤ: ''کیوں نہیں، مجھے اپنے پروردگار کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر تم کو تمہارے عملوں کی خبر دی جائے گی اور یہ اللہ کے نزدیک آسان ہے'' ۞

حشر کے منکروں کو قائل کرنے اور اللہ کے رسول پر ایمان لانے کا ذکر

[۱] کیا اُمم ماضیہ وقرونِ سابقہ کے حالات کہ ان کا کیا حال ہوا تم کو قرآن میں نہیں پہنچے۔ جیسے قوم عاد فرعون وغیرہ، انہوں نے کفر کیا، اپنے کفر کا مزہ چکھا، وبال بھگتا، سزا پائی دنیا میں عذاب پایا، ہلاک ہوگئے۔ آخرت میں عذاب الیم دردرساں ملے گا، اے کافرو! اگر تم نے بھی ایسا ہی کیا، تو یاد رکھنا کہ ایک نہ ایک دن تم کو بھی ان کی سی تباہی کی صورت دیکھنی پڑے گی۔ اور اللہ تعالیٰ تم کو بھی نیست ونابود کردے گا، یہ دنیا کی چندروزہ زندگی ہے، جو چاہے سو کرلو، ایک دن ہمارے دربار میں لوٹ کر آنا ہے۔

[۲] کافروں نے یہ گمان پکایا اور خیال باندھا ہے کہ وہ مر کر خاک ہوجائیں گے، پھر نہ اٹھیں گے، مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندگی نہ پائیں گے، اے محبوب ﷺ! تم فرماؤ کہ اے لوگو! میں گواہی دیتا ہوں کہ تم سب مرے پیچھے ضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر ہر بات کی اچھائی برائی کی جو دنیا میں کی ہوگی، تم کو خبر دی جائے گی، اور اس کا بدلہ ملے گا، تم اس کو کوئی امر محال سمجھتے ہو، یہ سارا کارخانہ بعد فنا، پھر اٹھا کر کھڑا کردینا خدا کے نزدیک بہت ہی آسان امر ہے۔ پس اللہ ورسول پر ایمان لاؤ، بعثت بعد الموت کی تصدیق کرو، اس چمکتی ہوئی نُور کی روشنی کو جس کو ہم نے بذریعہ جبرئیل محمد ﷺ پر اُتارا یعنی قرآن شریف۔ اے

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِیْۤ اَنْزَلْنَا ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝۸ یَوْمَ یَجْمَعُكُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ یَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَ مَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ یَعْمَلْ صَالِحًا یُّكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝۹

پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اور اس نور (یعنی قرآن) پر جو ہم نے اتارا ہے، اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے ۝۸ (اس دن کو یاد کرو) جس دن تم سب کو اللہ قیامت میں اکٹھا کرے گا، وہی دن کافروں کے نقصان ظاہر ہونے کا ہے، اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھے کام کرے اللہ اس سے اس کے گناہ دور کردے گا اور اس کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے ۝۹

لوگو! اللہ کو ان سب باتوں کا علم، اور ہر امر کی خبر ہے، جو تم خیر و شر دنیا میں کرتے رہو، اور اے لوگو! اس دن کو یاد کرتے ہو، اور اے لوگو! اس دن کو یاد کرو جبکہ خدا تعالیٰ تم سب کو اولین و آخرین کو جمع کرے گا۔ تمام جن و انس اولین و آخرین کا مجمع عظیم اور جمگھٹ کا دن ہے، اور یوم التغابن یہی ہے کہ اس دن کافر بڑے خسارہ اور ٹوٹے میں پڑ جائیں گے، اُن کیلئے جو گھر جنت میں بنے ہوں گے، وہ سب مسلمانوں کو ملیں گے۔ معہ اسباب و سامان عشرت و خدم وحشم، واہل ازواج۔ کافران سب چیزوں کو جو اس کیلئے تیار ہوئی تھیں کھودے گا، اور مسلمان اسکو لیں گے، کافروں نے اپنی جان کو نقصان پہنچایا ہوگا، اور مسلمانوں کو دیکھ کر حسرت کریں گے۔ کاش! ہم اگر ایمان لاتے تو یہ چیزیں جو ہمارے لئے خدا نے تیار کی تھیں ہم کو ملتیں، اور دوسرے نہ لیتے۔

اہل ایمان کے لئے نعمتیں

آخر کو فرمایا کہ جو اللہ و رسول پر ایمان لائے گا، اور خاصالوجہ اللہ نیک کام کرے گا، تو اس دن خدا اس کے گناہ بابرکت کلمہ توحید بخش دے گا، اور برائیاں چھپا دے گا۔ اور اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ جن کے درختوں اور مکانوں کے نیچے شراب و آب شیریں و شیر و شہد کی نہریں جاری ہوں گی، وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے نہ مرنا نہ نکلنا۔ یہ نہایت اعلیٰ مرتبہ کی بات ہے کہ جنت ملے دوزخ سے بچے اور جنہوں نے کفر کیا، ہماری آیتوں کو رسول کو جھٹلایا، وہ دوزخ والے ہوں گے، وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے، نہ موت آئے گی، نہ نکلنا نصیب ہوگا، وہ بہت بڑا ٹھکانہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑩ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑪

اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہی لوگ دوزخی ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ دوزخ بری جگہ ہے ⑩ کوئی مصیبت ۱؎ نہیں پہنچتی مگر خدا کے حکم سے، اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے ⑪

اجزائے ایمان اور مصیبت کے وقت صبر کرنے کا اجر

۱؎ اوپر اللہ اور اللہ کے رسول اور قرآن شریف پر ایمان لانے کا حکم فرما کر ان آیتوں میں تقدیر الٰہی پر ایمان لانے کا ذکر فرمایا۔ معتبر سند سے مسند امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”ایماندار بننے کیلئے چار باتوں پر ہر آدمی کو ایمان لانا ضروری ہے: ❶ ایک تو یہ کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے ❷ دوسرے یہ کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں اور جو دین کے احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے میں لایا ہوں وہ سب برحق ہیں ❸ تیسرے یہ کہ مرنے کے بعد قیامت کا آنا حق ہے۔ ❹ چوتھے تقدیر الٰہی کا دل میں پورا اعتقاد رکھنا۔ آیت اور حدیث سے یہ مطلب نکلا کہ مثلاً آدمی کو کوئی تکلیف دنیا میں پہنچے تو آدمی دل میں پورا اعتقاد رکھے کہ مجھ کو یہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے موافق پہنچی ہے، جو حکم دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھا ہے، اور یہی اعتقاد دنیا کے باقی امور میں رکھنا چاہئے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث اس باب میں اوپر گذر چکی ہے۔ اس اعتقاد سے یہ فائدہ ہوگا کہ آدمی کے دل میں صبر کی ہمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہو جائے گی۔ جس سے دنیا میں تکلیف کی برداشت آسان ہو جائے گی، اور صبر کا اجر ملے گا۔ یہی مطلب وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ کا ہے مشرکین یہ کہتے تھے کہ اگر یہ اہل اسلام حق پر ہوتے تو ان کو یہ دنیا کی طرح طرح کی مصیبتیں نہ پہنچتیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ جو لوگ حق پر ہیں ان کو دنیا کی مصیبتیں تقدیر الٰہی کے موافق اس مصلحت سے پہنچائی جاتی ہیں، کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی توفیق کی مدد سے ان مصیبتوں پر صبر کریں، جس کے اجر میں انکے ثواب کا درجہ عقبیٰ میں بڑھے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”بعضے ایماندار لوگوں کو اللہ تعالیٰ عقبیٰ میں ایسا درجہ دینا چاہتا ہے جو انکے عملوں سے بڑھ کر ہے۔ اسلئے ان کو دنیا میں کچھ مصیبتوں میں مبتلا فرماتا ہے، اور پھر ان مصیبتوں پر صبر کی توفیق عنایت فرماتا ہے، تاکہ اس صبر کے اجر میں وہ لوگ اس بڑے درجہ تک پہنچ جاویں“۔ اس باب میں اور بھی حدیثیں ہیں یہ سب حدیثیں ان آیتوں کی گویا

وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۲﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

اور اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو، پھر اگر (اطاعت سے) منہ پھیرو گے تو جان لو کہ ہمارے رسول ﷺ کے ذمہ ظاہر پیغام پہنچا دینا ہے ⑪ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مسلمانوں کو چاہئے کہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں ⑫ اے مسلمانو! بیشک [۱] تمہاری بعض بیبیاں اور بعض تمہاری اولاد تمہاری (نیکیوں کے) دشمن ہیں پس ان سے بچو، اور اگر معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بیشک اللہ (بھی تمہارے گناہوں کا) بخشنے والا مہربان ہے ⑬

تفسیر ہیں۔ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ کا یہ مطلب ہے کہ کوئی چیز اللہ کے علم سے باہر نہیں، اس لئے مصیبت کے وقت صبر کرنے والوں کا حال اللہ کو خوب معلوم ہے، اسی کے موافق وہ انکو عقبیٰ میں اجر عنایت فرمائے گا۔ طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''جب حشر کرنے والوں کو بے حساب اجر ملے گا، تو جو لوگ دنیا میں عافیت سے رہے ہیں، وہ یہ آرزو کریں گے کہ دنیا میں کوئی تکلیف پہنچتی، اور اس تکلیف پر صبر کرتے، تو اچھا ہوتا کہ آج اس صبر کا اجر ملتا''۔ مصیبت کے وقت بشریت کے سبب سے آدمی ذرا گھبرا جاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ ایسے وقت میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کا پورا خیال رکھ کر کوئی بات خلاف شریعت نہ کی جائے، اور دنیا عالم اسباب ہے اس میں تکلیف کا اگر سبب ہو تو اس سبب میں کوئی مستقل تاثیر نہ خیال کی جائے، بلکہ ایسے وقت میں پورا بھروسہ اللہ پر رکھنا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں وحدہ لاشریک ہے۔ کسی سبب کو اس کی قدرت میں کوئی مستقبل دخل نہیں ہے۔ وقت مصیبت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھے، اور اللہ کی عطا پر شکر اور مصیبت پر صبر کرے۔ بیچ میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ کے رسول کے ذمہ احکام الٰہی کا بیان کر دینا ہے ان احکام کو جو مانے گا اسی کا بھلا ہے۔

مال اور اولاد آزمائش

[۱] شان نزول: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ترمذی اور مستدرک حاکم میں روایت ہے۔ حاصل اس

اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِیْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَیْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۸﴾

تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہاری آزمائش ہیں اور (جو ان میں پڑ کر اللہ کو یاد رکھے گا تو) اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے ﴿۱۵﴾ پس جہاں تک ہو سکے تم اللہ سے ڈرو اور (اس کے) فرمان سنو اور حکم مانو، اور اپنی جانوں کی بہتری کے لئے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو، اور جو کوئی اپنے نفسانی بخل سے بچ گیا پس وہی لوگ (آخرت میں) فلاح پانے والے ہیں ﴿۱۶﴾ اور اگر تم اللہ کو (خوش دلی سے) اچھا قرض دو گے تو وہ ان کو تمہارے لئے دو چند (اضافہ) کردے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اور اللہ بڑا قدر شناس ہے اور بردبار ہے ﴿۱۷﴾ پوشیدہ اور ظاہر جاننے والا، غالب حکمت والا ہے ﴿۱۸﴾

روایت کا یہ ہے کہ ہجرت کے بعد فتح مکہ سے پہلے کچھ مسلمان مکہ میں رہ گئے تھے، جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تو انکی بی بی بچوں نے ان کو ہجرت سے روکا اور کہا کہ "ہم تمہاری جدائی پر صبر نہ کر سکیں گے، تم چلے جاؤ گے ہم تمہارے پیچھے ہلاک ہو جائیں گے"۔ یہ بات ان پر اثر کرگئی اور وہ ٹھہر گئے، کچھ دنوں کے بعد جب انہوں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ دین میں بڑے ماہر اور فقیہ ہو گئے، تو ان کو اس کا بڑا پچھتاوا ہوا، اور اس پچھتاوے کے غصہ میں ان لوگوں نے چاہا کہ اپنی بی بی بچوں کے ساتھ کسی بدسلوکی سے پیش آویں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ بی بی بچوں کے ساتھ کوئی بدسلوکی تو نہیں کرنی چاہئے لیکن بی بی بچوں کی اس طرح کی محبت سے بچنا چاہئے جس میں دین کے کسی کام میں فتور پڑے۔ اور اللہ اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری کو مال ومتاع اور بی بی بچوں کی اُلفت پر ہمیشہ مقدم رکھنا چاہئے۔

ایاتھا ۱۲　۶۵ سورۃ الطلاق مدنیۃ ۹۹　رکوعاتھا ۲

سورۂ طلاق مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ①

اے نبی[1] صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی امت سے فرماؤ) جب تم لوگ (مدخول بہا) عورتوں کو طلاق دینے کا ارادہ کرو تو ان کی شروع عدت کے وقت پر (یعنی حیض سے پہلے) انہیں طلاق دو، تم عدت کا شمار رکھو، اور اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو، ان عورتوں کو (عدت میں) ان کے رہنے کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ عورتیں (خود) نکلیں مگر یہ کہ وہ کوئی کھلی بے حیائی (کا کام) کریں، (تو تم کو اختیار ہے) اور یہ سب اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں، اور جو کوئی اللہ کی حدوں سے نکل جائے تو بیشک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا، تمہیں نہیں معلوم شاید اللہ بعد اس (طلاق دینے) کے کوئی نئی بات پیدا کرے ①

خواص سورہ الطلاق: اگر کسی شخص کو کوئی رنج ہو تو اس سورت کی تلاوت کرے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا رنج دور ہو۔ اور نفاق دور کرنے کے لئے اس سورۃ کو پڑھنا مجرب ہے۔ آیۃ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا تک پڑھا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ تنگ دستی دور ہو جائے گی اور سب حاجتیں پوری ہوں گی۔

طلاق اور اس کی اقسام اور احکام

[1] **شان نزول:** یہ آیت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں نازل ہوئی انہوں نے اپنی بی بی کو عورتوں کے

ایام مخصوصہ میں طلاق دی تھی۔ سردار دو عالم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ رجعت کریں، پھر اگر طلاق دینا چاہیں تو طہر یعنی پاکی کے زمانہ میں طلاق دیں۔ اس آیت میں عورتوں سے مُراد مدخول بہا عورتیں ہیں (جو اپنے شوہر کے پاس گئی ہوں) صغیرہ، حاملہ اور آئسہ نہ ہوں۔ آئسہ وہ عورت ہے جس کے ایام بڑھاپے کی وجہ سے بند ہو گئے ہوں، ان کا وقت نہ رہا ہو۔ **مسئلہ**۔ غیر مدخول بہا پر عدت نہیں ہے، باقی تینوں قسم کی عورتیں جو ذکر کی گئیں، انہیں ایام نہیں ہوتے تو ان کی عدت حیض سے شمار نہ ہوگی۔ **مسئلہ**۔ غیر مدخول بہا کو حیض میں طلاق دینا جائز ہے۔ آیت میں جو حکم دیا گیا اس سے مُراد ایسی مدخول بہا عورتیں ہیں جن کی عدت حیض سے شمار کی جائے، انہیں طلاق دینا ہو تو ایسے طہر میں طلاق دیں جس میں ان سے جماع نہ کیا گیا ہو۔ پھر عدت گذرنے تک ان سے تعرض نہ کریں، اس کو **طلاق حسن** کہتے ہیں۔ **طلاق حسن** غیر موطوءۃ عورت یعنی جس سے شوہر نے قُربت نہ کی ہو۔ اس کو ایک طلاق دینا طلاق حسن ہے، خواہ یہ طلاق حیض میں ہو۔ اور موطوءۃ عورت اگر صاحب حیض ہو تو اسے تین طلاقیں ایسے تین طہروں میں دینا جن میں اس سے قُربت نہ کی ہو، **طلاق حسن** ہے۔ اگر موطوءۃ صاحب حیض نہ ہو تو اس کو تین طلاقیں تین مہینوں میں دینا طلاق حسن ہے۔ **طلاق بدعی** حالت حیض میں طلاق دینا ایسے طہر میں طلاق دینا، جس میں قُربت کی گئی ہو **طلاق بدعی** ہے۔ ایسے ہی ایک طہر میں تین یا دو طلاقیں یک بارگی یا دو مرتبہ میں دینا طلاق بدعی ہے۔ اگرچہ اس طہر میں وطی نہ کی گئی ہو۔ **مسئلہ**۔ طلاق بدعی مکروہ ہے مگر واقع ہو جاتی ہے۔ اور ایسی طلاق دینے والا گناہگار ہوتا ہے۔ آگے فرمایا کہ خدا سے ڈرو اس کی نافرمانی نہ کرو، اس نے جو وقت بتایا اسکے خلاف طلاق نہ دو، وہ خدا جو تمہارا پروردگار ہے اس کی مخالفت سے پرہیز کرو۔ عدت کے انقضا تک تم انکو گھروں سے جہاں وہ رہتی تھیں، جہاں تم نے ان کو طلاق دی ہے نہ نکالو، اور نہ ان عورتوں کو خود وہاں سے نکلنا چاہئے، اور آگے فرمایا کہ اگر ان سے کوئی فسق ظاہر صادر ہو جس پر حد آتی ہے، مثل زنا و چوری کے اس کے لئے انہیں نکالنا ہی ہوگا۔ **مسئلہ**۔ اگر عورت فحش بکے اور گھر والوں کو ایذا دے تو اس کو نکالنا جائز ہے، کیونکہ وہ ناشزہ کے حکم میں ہے۔ **مسئلہ**۔ جو عورت طلاق رجعی یا بائن کی عدت میں ہو اس کو گھر سے نکلنا جائز نہیں، اور جو موت کی عدت میں ہو اگر حاجت پڑے تو دن میں نکل سکتی ہے۔ لیکن شب گذارنا اس کو شوہر کے گھر ہی میں ضروری ہے۔ **مسئلہ**۔ جو عورت طلاق بائن کی عدت میں ہو اس کے اور شوہر کے درمیان پردہ ضروری ہے۔ اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ کوئی اور عورت ان دونوں کے درمیان حائل ہو۔ **مسئلہ**۔ اگر شوہر فاسق ہو یا مکان بہت تنگ ہو تو شوہر کو اس مکان سے چلا جانا بہتر ہے۔ اب آگے فرمایا کہ یہ اللہ کی حدیں ہیں کہ اس نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کر دی ہیں۔ اسکے احکام و فرائض ہیں کہ عدت طلاق میں روٹی کپڑا اور رہنے کی جگہ زوج کے ذمہ ہے۔ جو شخص اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا، اس کے احکام کو نہ مانے گا، روٹی کپڑا اور رہنے کی جگہ نہ دے گا، تو وہ اپنی جان پر ظلم کرے گا۔ گناہ گار ہوگا عذاب پائے گا، قیامت کے دن اس کو اپنے کئے کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اے عورت کے طلاق دینے والے! تو حالت عدت میں زوجہ کو اپنے گھر رکھ، اور روٹی کپڑا دے کہ اس میں جو بھید ہے تو نہیں جانتا۔ تجھ کو کیا خبر شائد اللہ تعالیٰ بعد ان سب قصوں طلاق وغیرہ کے کوئی اور نیا امر پیدا کر دے، یعنی شاید تیرے دل میں اللہ پھر خیال ڈال دے کہ تُو طلاق رجعی کے بعد پھر عدت کے اندر اندر اس سے رجوع کرے، اور پھر محبت مابین زوجین قائم ہو جائے۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۬ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ﴿۲﴾ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ﴿۳﴾

پس جب [۱] وہ اپنی (عدت کی) میعاد تک پہنچنے کو ہوں (تو تم کو اختیار ہے یا) تو ان کو دستور کے موافق بھلائی کے ساتھ روک لو، یا دستور کے موافق بھلائی کے ساتھ جدا کرو اور آپس میں دو معتبر شخصوں کو گواہ کرلو، اور (اے گواہو!) تم اللہ کے واسطے ٹھیک گواہی دو، اس حکم سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اور جو کوئی اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا ﴿۲﴾ اور اس کو اس جگہ سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو، اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اسے (دونوں جہاں میں) کافی ہے، بیشک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے۔ بیشک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے ﴿۳﴾

[۱] یعنی طلاق رجعی میں جب عدت ختم ہونے کو آئے تو تم کو دو باتوں میں ایک کا اختیار ہے۔ ❶ یا عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کو دستور کے موافق رجعت کر کے اپنے نکاح میں رہنے دو، اور دل میں پھر دوبارہ طلاق دینے کا ارادہ نہ رکھو ❷ یا عدت منقضی ہونے پر معقول طریقہ سے مہر وغیرہ انکے حق ادا کر کے ان سے جدائی کرلو اور انہیں ضرر نہ پہنچاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ رکھنا ہو تب، اور الگ کرنا ہو تب، ہر حالت میں آدمیت اور شرافت کا برتاؤ کرو۔ یہ بات مت کرو کہ رکھنا بھی مقصود نہ ہو، اور خواہ مخواہ تطویل عدت کیلئے رجعت کرلیا کرو، یا رکھنے کی صورت میں اسے ایذا پہنچاؤ، اور طعن و تشنیع کرو۔ پس ان کو پریشانی میں مت ڈالو، خواہ رجعت کرو یا فرقت اختیار کرو۔ دونوں صورتوں میں دفع تہمت اور رفع نزاع کیلئے دو مسلمانوں کو ان معاملوں پر گواہ کرلو۔ وہ جو عادل ہوں، ثقہ ہوں، مرد آزاد نیک چلن اور گواہی کو اچھی طرح پختہ کرلو۔ کسی حاکم کے سامنے ثابت کرا دو، پھر جھگڑا دفل نہ رہے۔ اب آگے گواہوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ جو معاملہ ہو شہادت کے وقت ٹیڑھی ترچھی بات نہ کریں، سچی

وَالّٰٓـِٔیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ

اور[1] تمہاری وہ عورتیں جنہیں (بڑھاپے کے باعث) حیض کی امید نہ رہی ہو۔

اور سیدھی نہایت صفائی سے بات کہنی چاہئے۔ اب آگے فرمایا کہ یہ جو احکام بیان کئے گئے ہیں ان زریں نصیحتوں سے متنفع وہی شخص ہو سکتا ہے جس کو خدا پر اور یوم آخرت پر یقین ہو کیونکہ یہی یقین انسان کے دل میں اللہ کا ڈر پیدا کرتا ہے، اور اسی ڈر سے آدمی کو یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم سب کسی قہار ہستی کے قبضہ واقتدار میں ہیں۔ یہ ہی ایک خیال ہے جو آدمی کو ہر حالت میں ظلم و تعدی سے روک سکتا، اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر اُبھارتا ہے۔ اسی لئے

تقویٰ پرہیزگاری سے ہر مشکل آسان اور رزق میں کشادگی

سورہ ہذا میں خصوصی طور پر پرہیزگاری اور خدا کے خوف پر بہت زور دیا گیا ہے۔ پھر فرمایا کہ جو گناہ سے بچتا ہے مصیبت میں صبر کرتا ہے خدا کی نافرمانی اور شکایت نہیں کرتا اور اللہ سے ڈر کر اس کے احکام کی تعمیل کرتا ہے۔ خواہ کتنی ہی مشکلات وشدائد کا سامنا کرنا پڑے تو خدا اسکی تمام مشکلات آسان فرما دیتا ہے۔ اس کو مصیبت سے آسانی کی طرف نکلنے کا، اور گناہ سے تقویٰ کی طرف، اور دوزخ سے جنت کی طرف نکلنے کا راستہ ظاہر فرما دیتا ہے۔ اور اس کو خزانہ غیب سے اس طرح روزی دیتا ہے جس کا اس کو سان و گمان نہیں ہوتا، اور ایک عجیب قلبی سکون اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ جس کے بعد کوئی سختی سختی نہیں رہتی، اور تمام پریشانیاں اندر ہی اندر کافور ہو جاتی ہیں، اور جو مشکل اور مصیبت کے وقت خدا پر بھروسہ رکھتا ہے، اور رزق میں اسی پر وثوق رکھتا ہے، تو اللہ ہی اس کے لئے کافی ہے۔ آدمی کو دل تنگ نہ ہونا چاہئے۔ اللہ اپنے قضاوقدر کو ضرور پورا کرنے والا ہے۔ جزع وفزع بے فائدہ۔ اس کے احکام قضاوقدر، دوبارہ مصیبت وآسائش سب مقدر ہیں۔ وہ سب کو ایک حد تک پہنچانے والا ہے۔ اللہ نے ہر شے کے واسطے ایک اندازہ اور ایک حد مقرر فرمائی ہے کہ وہ شے اس حد تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔ پس ہر مصیبت اور ہر عیش دنیوی فنا ہونیوالا ہے اسلیئے اگر کسی چیز کے حاصل ہونے میں دیر ہو تو متوکل کو گھبرانا نہیں چاہئے۔ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کے فرزند کو مشرکین نے قید کر لیا تو عوف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور انہوں نے یہ بھی عرض کیا کہ میرا بیٹا مشرکین نے قید کر لیا ہے، اور اسی کے ساتھ اپنی محتاجی وناداری کی شکایت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا ڈر رکھو اور صبر کرو، اور کثرت سے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھتے رہو۔ عوف نے گھبرا کر اپنی بی بی سے یہ کہا، اور دونوں نے پڑھنا شروع کیا۔ وہ یہ پڑھ ہی رہے تھے کہ بیٹے نے دروازہ کھٹکھٹایا، دشمن غافل ہو گیا تھا، اس نے موقعہ پایا قید سے نکل بھاگا۔ اور چلتے ہوئے چار ہزار بکریاں بھی دشمن کی ساتھ لے آیا۔ عوف نے خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ کیا یہ بکریاں ان کیلئے حلال ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی اور یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس آیت کو پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کیلئے شبہات دنیا وغمرات موت وشدائد روز قیامت سے خلاص کی راہ نکالے گا۔

[1] **شان نزول:** مستدرک، حاکم اسحاق بن راہویہ تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت ابی بن کعب کی صحیح سند سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب سورہ بقر میں یہ حکم نازل ہوا کہ طلاق والی عورتوں کی عدت کی مدت تین حیض ہیں، تو بعضے صحابہ

اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ④

اگر تم کو (ان کی عدت کے تعین میں) کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے، اور اسی طرح جن عورتوں کو (بسبب کم عمری کے) حیض نہ آیا (ان کی عدت بھی تین مہینے ہے) اور حاملہ عورتوں کی عدت اپنے حمل سے فارغ ہو جانا ہے اور ۱؎ جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے ہر کام میں آسانی فرماتا ہے ⊙

نے کہا کہ عمر یا حاملہ ہونے کے سبب سے جن عورتوں کو حیض نہیں آتا، یا بڑی عمر ہو جانے سے جن عورتوں کی حیض کی عادت جاتی رہتی ہے، اس کی طرح عورتوں کی عدّت کی مدت کا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا حکم ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اب سورۂ بقرا اور اس سورہ کی آیتیں، اور ان آیتوں کی تفسیر میں جو حدیثیں آئی ہیں، ان سب کے ملانے سے عدت کے مسئلہ کا حاصل یہ ہوا کہ ایسی طلاق والی عورت جس سے نکاح ہوا، اور صحبت نہیں ہوئی ایسی عورت کی تو کچھ عدت نہیں ہے۔ اور آزاد طلاق والی عورت کی عدت کی مدت تین حیض ہیں، اور لونڈی کی عدت دو حیض، اور چھوٹی عمر یا بڑی عمر ہونے کے سبب سے جن عورتوں کو حیض نہیں آتا، ان کی عدت کی مدت تین مہینے کی ہے۔ اور جس عورت کا خاوند مر جائے اور وہ عورت حاملہ نہ ہو، تو اس کی عدت کی مدت چار مہینے دس روز کی ہے۔ اور اگر ایسی حالت میں کسی عورت کا خاوند مرے کہ وہ عورت حاملہ ہو تو عورتوں کی عدت وضع حمل ہے، خواہ وہ عدت طلاق کی ہو یا وفات کی ہو۔

طلاق پر عیسائیوں اور آریاؤں کا اعتراض اور اس کا جواب

۱؎ جملہ جملہ کے بعد اتقاء اور اللہ کے ڈر کا مضمون مختلف پیرایوں میں دہرایا گیا ہے، تا کہ پڑھنے والا بار بار متنبہ ہو کر عورتوں کے معاملہ میں اسکی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ بعضے عیسائی لوگوں نے قرآن کے طلاق کے مسئلہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس مسئلہ کا شریعت موسوی اور عیسوی میں کہیں پتہ نہیں لگتا۔ حالانکہ مسلمانوں کا یہ دعویٰ ہے کہ پچھلی شریعتوں میں قرآن کے مسائل کی صداقت موجود ہے۔ اہل اسلام نے اس اعتراض کے جواب میں امور ذیل لکھے ہیں: ① یہ اعتراض توراۃ اور انجیل کے برخلاف ہے کیونکہ توراۃ کے حصہ کتاب الاستثناء کے چوبیسویں باب میں طلاق کا مسئلہ اس طرح موجود ہے جس طرح شرع محمدی میں ہے۔ ② جب بنی اسرائیل نے طلاق کو بلاضرورت کام میں لانا شروع کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شریعت موسوی کے طلاق کے مسئلہ میں احتیاطاً یہ قید لگا دی تھی کہ سوا عورت کی بدکاری کے قصور کے، اور کسی قصور پر عورت کو طلاق نہ دی جائے۔ متی کی انجیل کا پانچواں اور انیسواں باب دیکھا جاوے۔ ③ اہل اسلام نے قرآن کے حکم مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ

کے موافق یہ جو کہا ہے کہ قرآن شریف میں پچھلی شریعتوں کی صداقت موجود ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ پچھلی شریعتوں میں جو مسائل وحی آسمانی کے موافق ہیں انکی صداقت قرآن سے اور قرآن کی صداقت ان سے نکلتی ہے۔ یہ مطلب اہلِ اسلام کے اس قول کا ہرگز نہیں ہے کہ مثلاً یہود کے فرقے سامری اور باقی فرقوں کے اختلاف اور توراۃ کے احکام میں تغیر وتبدل کر دینے سے ایک توراۃ کی چند توراتیں اور عیسائیوں کے فرقے پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک کے اسی طرح باہمی اختلاف، اور انجیل کے تغیر وتبدل کے سبب سے ایک انجیل کی چند انجیلیں جو بن گئی ہیں، ان کی صداقت قرآن سے یا قرآن کی صداقت ان سے نکلتی ہے، کیونکہ شریعت موسوی اور عیسوی میں ایجادی باتیں جو شریک ہوگئی ہیں، ان کی صداقت کا قرآن میں پایا جانا تو درکنار، شریعت موسوی اور عیسوی کی اصل کتابوں میں بھی ان ایجادی باتوں کی صداقت نہیں ہے۔ چنانچہ تورات اور انجیل کے حوالہ سے طلاق کے مسئلہ کی مثال اس بارہ میں اوپر گذر چکی ہے۔ اصلی بات یہ ہے کہ ہر وقت کے نبی کی معرفت اس وقت کی عام مخلوقات کی ہدایت کے لئے ایک کتاب آسمانی نازل ہوئی ہے، تورات وانجیل کے مختلف نسخہ جات کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے نازل ہونا، کوئی یہودی یا نصرانی نہ آج تک ثابت کر سکا، نہ قیامت تک ثابت کر سکتا ہے۔ کیونکہ کتاب آسمانی کی یہ شان ہرگز نہیں ہے کہ اس کے نسخہ جات میں باہمی اختلاف ہو، بلکہ کتاب آسمانی کی شان تو وہی ہے جس کا ذکر قرآن کے کتاب آسمانی ہونے کے ثبوت کے طور پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں ان الفاظ سے فرمایا ہے: وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا، جس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ قرآن کو اللہ کا کلام نہیں جانتے ان کو یہ دھیان کرنا چاہئے کہ اگر یہ قرآن اللہ کا کلام نہ ہوتا تو اس کے اول آخر عبارت یا اس کے نسخہ جات میں باہمی اختلاف ضرور پایا جاتا۔ کس لئے کہ بشر کے کلام کا خاصہ یہی ہے۔ اس سے یہ بھی نکلا کہ تورات اور انجیل میں باہمی اختلاف اسی سبب سے ہے کہ اہل کتاب نے ان کتابوں کو اصلی حالت پر نہیں رکھا، یہ ذکر قرآن میں چند جگہ صراحت سے بھی آیا ہے۔ ❹ یہود نے جو توراۃ میں تغیر وتبدل کیا ہے اس کا عیسائیوں کو اقرار ہے وہ اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو، اور انجیل کے کتاب آسمانی ہونے کو اسی سبب سے نہیں مانا کہ انہوں نے توراۃ کی اصلی آیتوں میں تبدل وتغیر کیا، ورنہ تورات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کی، اور انجیل کے کتاب آسمانی ہونے کی پوری صداقت ہے۔ اگرچہ بعضے عیسائی علماء اس تغیر وتبدل کو معنوی کہتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہود نے تورات کی آیتوں کے لفظوں کو نہیں بدلا، بلکہ ان آیتوں کا مطلب غلط قرار دیا، لیکن علماء اسلام نے یہود کے بہت سے تغیرات لفظی توراۃ کی آیتوں کے ثابت کئے ہیں۔ ❺ انجیل میں اس کثرت سے تبدل ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ابتدا میں تو انجیل کے نسخوں کی تعداد ستر کے قریب تک پہنچ گئی تھی، پھر ایک عرصہ کے بعد علماء نصاریٰ نے ان چار انجیلوں کو معتبر قرار دیا ہے: ❶ انجیل متی۔ ❷ انجیل مرقس۔ ❸ انجیل لوقا۔ ❹ انجیل یوحنا۔ مگر ان چاروں کے مضمون بالکل مختلف ہیں۔ کسی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا لکھا ہے، کسی میں رسول۔ کسی میں یہ ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھایا۔ کسی میں یہ ہے کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہود کو پیدا کیا۔ اب ان چاروں انجیلوں کے مؤلفوں کا حال یہ ہے کہ ہر ایک اپنی انجیل کو صحیح اور دوسرے کی انجیل کو غلط بتلاتا ہے، جس سے کسی انجیل کو بھی صحیح نہیں کہا جا سکتا۔ سب انجیلوں سے پہلے متی کی انجیل ہے جس کی بابت اکثر متقدین اور متاخرین علماء عیسائی اس بات کے قائل

ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝۵ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ

یہ اللہ کا حکم ہے کہ اس نے تمہاری طرف اتارا ہے، اور جو کوئی اللہ سے ڈرے اللہ اسکے گناہ اس سے دور کرتا ہے اور[1] اسکو بڑا ثواب دیتا ہے ۝ (طلاق دی ہوئی) عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق وہاں رکھو جہاں تم رہتے ہو۔

ہیں کہ یہ اصل انجیل عبرانی زبان میں تھی، اس کا پتہ نہیں ہے، یہ ترجمہ ہے، اور اس ترجمہ کا حال معلوم نہیں ہوتا کہ کب اور کس شخص نے یہ ترجمہ کیا ہے۔ ان چاروں انجیلوں کے شروع میں علماء عیسائی نے بعضے بعضے آیتوں کو لکھا ہے کہ یہ آیتیں اصلی نہیں ہیں۔ تثلیث کا مسئلہ۔ بیت المقدس سے مشرق کی جانب قبلہ مسیحی کے بدل جانے کا مسئلہ۔ ختنہ طلاق اور ایک نکاح سے زائد نکاح کے ناجائز ہونے کا مسئلہ اور اس قسم کے اور ایجادی مسئلے بولس اور قسطنطین بادشاہ روم کے زمانہ میں مذہب عیسائی کا جزو جو ٹھہرائے گئے ہیں، اور اسی اختلاف کے سبب سے اس وقت کے سچے عیسائیوں کی بولس سے بڑی خونخوار لڑائی ہے۔ اس کا حال اس وقت کی معتبر تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مشرکین مکہ نے ملت ابراہیمی میں اور اہل کتاب نے شریعت موسوی اور عیسوی میں ایجادی باتیں جو اپنی طرف سے گھڑ لیں تھیں، ان کی اصلاح کے لئے یہ آخری کتاب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے، جس کا نام قرآن ہے۔ اس آسمانی آخری کتاب میں اس سے پہلے کی ایجادی باتوں کی صداقت پائی جانے لگی تو پھر آسمانی کتاب اور ایجادی باتوں میں فرق کیا باقی رہے۔ عیسائی علماء کی ریس کر کے بعض آریہ لوگوں نے بھی قرآن کے طلاق اور اسی قسم کے اور چند مسائل پر اعتراض کیا ہے۔ اہل اسلام نے اس کا جواب بھی دیا ہے کہ آریہ فرقہ کے لوگوں نے اپنے چاروں ویدوں کو آسمانی کتاب ثابت نہیں کیا، اس لئے ان کو کسی اہل کتاب کی ریس کرنی یا کسی آسمانی کتاب پر اعتراض کرنے کا حق اظہار حق کے طور پر تو اب تک کسی مباحثہ میں حاصل نہیں ہوا۔ رہا یہ الزامی مباحثہ بعضے آریہ لوگوں نے طلاق کے مسئلہ کو شرمناک کہا ہے، اس کا جواب اہل اسلام نے وید کے نیوگ کے مسئلہ کو پیش کر کے یہ دیا ہے جو نیوگ کے مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ مثلاً کسی عورت کا شوہر دائم المرض ہو تو وید میں طلاق کا مسئلہ نہ ہونے کے سبب وہ عورت چھوٹ تو نہیں سکتی، لیکن کسی غیر مرد سے ناجائز تعلق پیدا کر کے اس کو دس بچے تک پیدا کرانے کی اجازت وید میں ہے۔ اسی طرح اور الزامی مباحثوں میں طرفین سے بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، ہر حق پسند شخص ان کتابوں کو نظر انصاف سے دیکھ سکتا ہے، اور نا انصاف لوگوں کا مباحثہ (کج بحثی) یہ تو سلف سے لے کر آج تک کبھی طے نہیں ہوا۔

طلاق کے بارے میں احکام کا ذکر

[1] مسئلہ۔ طلاق دی ہوئی عورت کو تا عدت رہنے کیلئے اپنے حسب حیثیت مکان دینا شوہر پر واجب ہے، اور اس زمانہ میں نفقہ دینا بھی واجب ہے۔

وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ؕ ⑥

اور ۱ انہیں ایذا نہ پہنچاؤ کہ ان پر تنگی کرو اور ۲ اگر ان (طلاق دی ہوئی) عورتوں کو حمل ہو تو حمل سے فارغ ہونے تک ان کو (کھانے پینے کا) خرچ دو، پھر اگر وہ تمہاری خاطر سے بچہ کو دودھ پلائیں تو ان کو ۳ اس (کے دودھ پلانے) کی اجرت دو، اور آپس میں (اجرت کے بارہ میں) معقول طور پر مشورہ کرو، اور اگر ۴ باہم مضائقہ (یعنی اجرت پر کشمکش) کرو تو قریب ہے کہ دوسری عورت (اس کے بچے کو) دودھ پلائے گی ⑥

۱ مکان کے دینے میں ایسی تنگی نہ کرے کہ ان کے شریک مسکن کرکے، یا اور کوئی ایسی ایذا دے کر کہ وہ تنگ آکر نکلنے پر مجبور ہو جائیں۔

۲ حمل کی مدت کبھی بہت طویل ہو جاتی ہے، اس کو خصوصیت سے بتلا دیا کہ خواہ کتنی ہی طویل ہو وضع حمل تک اس کو نفقہ دینا ہو گا۔ یہ نہیں کہ مثلاً تین مہینے نفقہ دے کر بند کر لو۔ **مسئلہ**۔ نفقہ جیسا حاملہ کو دینا واجب ہے، ایسا ہی غیر حاملہ کو بھی، خواہ اس کو طلاق رجعی دی ہو یا بائن۔

احکام رضاعت (دودھ پلانا)

۳ بچہ پیدا ہو جانے کے بعد یہ عورت بالکل اجنبی ہو جائے گی۔ اسلئے اگر عورت تمہاری خاطر بچہ کو دودھ پلائے تو جو اُجرت کسی دوسری انا کو دیتے وہ اس کو دی جائے، اور معقول طریقہ سے دستور کے موافق باہم مشورہ کرکے مقرر کر لیں۔ خواہ مخواہ ضد اور کجروی اختیار نہ کریں۔ ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کا برتاؤ رکھیں، نہ عورت دودھ پلانے سے انکار کرے، نہ مرد اس کو چھوڑ کر کسی دوسری عورت سے پلوائے۔ **مسئلہ**۔ کسی عورت کو معین اُجرت پر دودھ پلانے کے لئے مقرر کرنا جائز ہے۔ **مسئلہ**۔ غیر عورت کی بہ نسبت اُجرت پر دودھ پلانے کی ماں زیادہ مستحق ہے۔ **مسئلہ** دودھ پلائی پر بچہ کو نہلانا، اس کے کپڑے دھونا، اس کے تیل لگانا، اس کی خوراک کا انتظام رکھنا لازم ہے، لیکن ان سب چیزوں کی قیمت اس کے والد پر ہے۔ **مسئلہ**۔ اگر دودھ پلانیوالی نے بچہ کو بجائے اپنے بکری کا دودھ پلایا یا کھانے پر رکھا تو وہ اُجرت کی مستحق نہیں۔

۴ یعنی اگر آپس کی ضد اور تکرار سے عورت دودھ پلانے پر راضی نہ ہو، تو کچھ اس پر موقوف نہیں، کوئی دوسری عورت دودھ پلانے والی مل جائے گی، اس کو اتنا گھمنڈ نہیں کرنا چاہئے اور اگر مرد خواہ مخواہ بچہ کو اس کی ماں سے دودھ پلوانا نہیں چاہتا، تو بہر حال کوئی دوسری عورت دودھ پلانے آئے گی، آخر اس کو بھی کچھ دینا پڑے گا پھر بچہ کی ماں ہی کو کیوں نہ دے۔

لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝۷ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝۸

مقدور[۱] والا اپنے مقدور (حیثیت) کے موافق نفقہ دے، اور جس کے رزق میں تنگی ہو وہ جتنا اللہ نے اس کو دیا ہے اس کے موافق خرچ کرے، اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی قدر جو اس کو دیا ہے، قریب ہے اللہ دشواری (یعنی تنگی) کے بعد آسانی پیدا کر دے گا ۝ اور[۲] کتنے ہی شہر تھے جنہوں نے اپنے پروردگار اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی، پھر تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا اور ہم نے ان کو بڑا بھاری عذاب دیا ۝۸

[۱] یعنی بچہ کی تربیت کا خرچ باپ پر ہے۔ مقدور والے کو اپنے مقدور کے مناسب خرچ کرنا چاہئے۔ اگر کسی شخص کو زیادہ فراخی نصیب نہ ہو، محض نپی تلی روزی اللہ نے دی ہو، وہ اسی میں سے اپنی گنجائش کے موافق خرچ کیا کرے۔ اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ جب تنگی کی حالت میں اسکے حکم کے موافق خرچ کرو گے، وہ تنگی اور سختی کو فراخی اور آسانی سے بدل دے گا، انسان کو گھبرانا نہیں چاہئے۔

نافرمانوں کا انجام

[۲] اوپر کی آیتوں میں تعمیل طلب چند احکام کا ذکر تھا۔ ان آیتوں میں پچھلی سرکش قوموں کی ہلاکت اور عذاب الٰہی میں پکڑے جانے کا ذکر فرمایا، تاکہ معلوم ہو جائے کہ حال کے لوگوں میں سے بھی جو کوئی احکام الٰہی کی تعمیل نہ کرے گا، اس کا بھی وہی انجام ہوگا جو پچھلی سرکش قوموں کا ہوا، اس لئے احکام شریعت کی پوری پابندی رکھو۔ اگر نافرمانی کرو گے تو یاد رہے کہ کتنی ہی بستیاں اللہ و رسول کی نافرمانی کی پاداش میں تباہ کی جا چکی ہیں۔ جس وقت وہ لوگ تکبر کر کے حد سے نکل گئے، ہم نے ان کا جائزہ لیا اور سختی سے لیا کہ ایک عمل کو بھی معاف نہیں کیا، پھر ان کو ایسی نرالی آفت میں پھنسایا، جو آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ آگے حال کے صاحب عقل لوگوں کو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ انہیں پچھلی قوموں جیسی کم عقلی اور سرکشی سے بچنا اور اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے۔

کم عقل اور عقل مند کون؟

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کے کاموں میں کوئی آدمی اگرچہ بڑا ہوشیار ہو لیکن جب وہ دنیا کے عجائبات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے پہچاننے کی عقل دہریوں کی طرح رکھتا ہو تو وہ بڑا کم عقل ہے۔ کیونکہ ایک تھوڑی سی عقل کا آدمی بھی مثلاً بستی کے باہر جنگل میں

فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ﴿۹﴾

پس انہوں نے اپنے کیے ہوئے کی سزا چکھی اور ان کے کام کا انجام نقصان ہی ہوا ﴿۹﴾۔

پہلی دفعہ ایک میدان دیکھے، اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اس میدان میں ایک خوش وضع مکان بنا ہوا دیکھے تو وہ بغیر کہے کسی معمار کے دیکھنے کے اپنی تھوڑی سی عقل سے ضرور یہ نتیجہ نکالے گا کہ ایسے خوش وضع مکان کا بنانے والا کوئی بڑا کاریگر معمار ہے اب جن لوگوں نے دنیا کے ہزار ہا عجائبات کو آنکھوں سے دیکھ کر ان عجائبات کے آثار سے بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ کی ہستی کا اقرار نہیں کیا، اور اللہ کو نہیں پہچانا بلاشک ان کی عقل میں فتور ہے۔ اسی طرح جس شخص نے اپنی اور اپنی زیست بھر کی راحت و آرام کی چیزوں پر غور کر کے یہ نتیجہ اپنی عقل سے نہیں نکالا کہ یہ اتنا بڑا انتظام کھیل تماشے کے طور پر نہیں ہے، بلکہ جتنا بڑا انتظام ہے اتنا ہی بڑا اس کا کوئی نتیجہ ضرور ہے، کیونکہ تجربہ سے دنیا کا کوئی چھوٹا سا کام بھی جب بغیر کسی نتیجہ کے کوئی نہیں کرتا، تو پھر دنیا بھر کا پیدا کرنا بغیر کسی نتیجہ کے کیونکر ہو سکتا ہے۔ علاوہ اس کے یہ کم عقل تو ایسے شخص نے کی سو کی۔ اوپر سے سرکشی بھی کی کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی معرفت آسمانی کتابوں کے ذریعہ سے نیک و بد کی جزا و سزا کو دنیا کی پیدائش کا نتیجہ ایسے شخصوں کو سمجھایا، تو سرکشی سے اس فہمائش کو ایسے لوگوں نے نہ مانا، اور آخر اپنا دین و دنیا کا نقصان کیا۔ معتبر سند سے شداد بن اوس کی حدیث ہے جس میں آنحضرت نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہے جو موت کے بعد کا کچھ سامان کر لیوے۔ یہ حدیث آیت کے اس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے۔ آگے فرمایا کہ قرآن کی ان مفصل آیتوں کے نازل فرمانے اور رسول کے بھیجنے سے مقصود یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے احکام کے ماننے اور نیک کام کرنے کا قصد کرے، دنیا میں اللہ تعالیٰ اس کو جہالت سے نکال کر اسکے دل میں نور ہدایت پیدا کرے گا، اور عقبیٰ میں اس کو جنت عطا فرماوے گا، قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا، کا یہ مطلب ہے کہ جنت میں عام جنتیوں کو اچھی سے اچھی نعمتیں ملیں گی، جو یہاں بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں۔ سورۃ بنی اسرائیل میں معراج کی صحیح حدیثیں گذر چکی ہیں، جن میں سات آسمانوں کے اور عجائبات کا ذکر اسی طرح سورۃ النبا میں حدیثیں آئیں گی جن کا حاصل یہ ہے کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانسو برس کی راہ کا فاصلہ ہے اور اسی قدر ہر ایک آسمان کی موٹائی ہے۔ یہ سب حدیثیں آیت کے ٹکڑے، اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ کی گویا تفسیر ہیں۔

کسی کی جائیداد، زمین پر ناجائز قبضہ کا عذاب

سورۃ النبا میں یہ صحیح حدیث بھی آئے گی کہ جو شخص ایک بالشت بھر زمین بھی کسی کی دبائے گا، قیامت کے دن ساتوں زمینوں کے اسی قدر ٹکڑے کا ایک طوق بنا کر ایسے شخص کے گلے میں ڈالا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آسمانوں کی طرح سات زمین بھی تہ بہ تہ ہیں۔ ابن کثیر کے قول کے موافق اصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلانے سے آسمانوں کے، اور آنکھوں کے دیکھنے سے پہلی زمین کے جو کچھ عجائبات لوگوں کو معلوم ہوئے ہیں، ان پر غور کر کے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اللہ کی قدرت بہت بڑی ہے، کہ جس نے اپنی قدرت سے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے اور اس کا علم بڑا وسیع ہے کہ اس نے دنیا کے پیدا کرنے سے ہزار ہا برس پہلے دنیا کا سب انتظام اپنے علم ازلی سے معلوم کر لیا ہے، جس کے موافق آسمان سے زمین پر روزانہ

أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ۚ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ قَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿١٠﴾ رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللّٰهِ مُبَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ قَدْ أَحْسَنَ اللّٰهُ لَهُ رِزْقًا ﴿١١﴾ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۖ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۙ وَأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿١٢﴾

(آخرت میں) اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، پس اے عقل والو! اللہ سے ڈرو وہ جو ایمان لائے ہو، بیشک اللہ نے تمہاری طرف نصیحت (کی کتاب) اتاری ہے ﴿۱۰﴾ وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھیجا جو تم پر اللہ کی کھلی کھلی آیتیں پڑھتا ہے، تاکہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ان کو (کفر و جہل کی) تاریکیوں سے (ایمان و علم کی) روشنی کی طرف لے جائے، اور جو کوئی اللہ پر ایمان لائے اور اچھے عمل کرے، اللہ اس کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، بیشک اللہ نے اس کے لئے اچھی روزی رکھی ہے ﴿۱۱﴾ اللہ وہ ہے کہ جس نے سات آسمان پیدا کئے اور زمین، انہی کے مانند (یعنی سات) پیدا کیں۔ ان کے درمیان اللہ کا حکم اترتا ہے، (یہ اس لئے) کہ تم جان لو کہ بیشک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے، اور یہ کہ اللہ اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے ﴿۱۲﴾

احکام کے سبب سے دنیا کا ہر طرح کا انتظام چل رہا ہے۔

ایاتھا ۱۲ ｜ ۶۶ سُورَۃُ التَّحْرِیْمِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۷ ｜ رکوعاتھا ۲

سورۂ تحریم مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! [۱] اپنے اوپر کیوں حرام کیے لیتے ہو؟ وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی، کیا اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہو، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ①

خواص سورہ تحریم: اس سورۃ کو پڑھ کر مریض پر دم کرنے سے مریض کو سکون ہو اور مرگی والے کو افاقہ ہو جاتا ہے۔ اور جسے نیند نہ آتی ہو اسے پڑھنے سے نیند آجائے گی۔ قرضدار پڑھے تو قرضہ ادا ہو جائے گا۔ اگر اس سورۃ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو ان شاء اللہ تعالیٰ دشمن دوست ہو جائے اور جس کے سامنے جائے وہ مہربان ہو۔

حضور کی زیادہ ازواج مطہرات پر عیسائی اور آریوں کے اعتراض پر جواب

[۱] **شان نزول:** ہر زوجہ مطہرہ کو محبت اور تعلق حضور کے ساتھ تھا، اور ہر ایک زوجہ کی تمنا اور کوشش تھی کہ وہ زائد از زائد حضور کی توجہات کا مرکز بن کر دارین کی برکات و فیوض سے متمتع ہو۔ آپکی عادت تھی کہ عصر کے بعد سب ازواج کے ہاں تھوڑی دیر کیلئے تشریف لے جاتے، جب اُم المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تو وہ شہد پیش کرتیں، اس ذریعہ سے ان کے یہاں کچھ زیادہ تشریف فرما رہتے، یہ بات حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما وغیرہما کو ناگوار گذری، اور انہیں رشک ہوا، انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں تو عرض کیا جائے کہ دہن مبارک سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ اور مغافیر کی بو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھی، چنانچہ ایسا کیا گیا حضور کو ان کا منشا معلوم تھا فرمایا: "مغافیر تو میرے قریب نہیں آیا، زینب کے یہاں شہد میں نے پیا ہے، اس کو میں اپنے اوپر حرام کرتا ہوں"۔ مقصود یہ کہ حضرت زینب کے یہاں شہد کا شغل ہونے سے تمہاری دل شکنی ہوتی ہے تو ہم شہد ہی ترک کیے دیتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس شان نزول میں یہ بھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُم المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں رونق افروز ہوئے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کیلئے تشریف لے گئیں۔ حضور نے حضرت ماریہ قبطیہ کو سرفراز خدمت کیا، یہ حضرت حفصہ پر گراں گزرا حضور نے ان کی دلجوئی کیلئے فرمایا کہ میں نے ماریہ کو اپنے

اوپر حرام کیا، اور میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ میرے بعد امور اُمت کے مالک ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہوں گے۔ وہ اس سے خوش ہوگئیں اور نہایت خوشی میں انہوں نے یہ تمام گفتگو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سنائی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ ''جو چیز اللہ نے آپ کیلئے حلال کی یعنی ماریہ قبطیہ، آپ انہیں اپنے لئے کیوں حرام کئے لیتے ہیں، اپنی بی بیوں حفصہ وعائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی رضا جوئی کیلئے''۔

فلسفہ تعدد ازواج

بعضے عیسائی علماء نے اسلام پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اسلام میں ایک سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں رکھنا بڑی معیوب بات ہے، اور اسی باب میں خاص نبی آخر الزماں ﷺ کی ذات پر یہ اعتراض کیا ہے کہ نو عورتوں کا آپ کے نکاح میں ایک ساتھ ہونا غلبہ خواہش نفسانی کی علامت ہے، جو نبوت کی شان کے برخلاف ہے۔ اہل اسلام نے ان اعتراضات کے جو جواب دیئے ہیں ان کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔ (۱) اہل کتاب اپنے آپ کو ملت ابراہیمی پر کہتے ہیں، اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور طریقہ کو اپنے اس اعتراض میں گویا معیوب ٹھہراتے ہیں، کیونکہ کوئی اہل کتاب اس بات کا انکار نہیں کرسکتا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک ساتھ سارا و ہاجرہ دو بی بیاں تھیں (۲) حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار بی بیاں تھیں، جن کا کوئی اہل کتاب انکار نہیں کرسکتا۔ تورات کی کتاب التکوین کا ۲۹ واں باب دیکھنا چاہیئے (۳) حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی بیبیوں کی کثرت کا کسی اہل کتاب کا انکار نہیں کیونکہ صحائف مقدسہ میں کے صحیفہ سموئیل ثانی کے پانچویں باب میں حضرت داؤد کا، اور صحیفہ ملوک اول کے گیارہویں باب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ ذکر موجود ہے۔ (۴) تورات کی کتاب الاستثناء کے اکیسویں باب میں ایک سے زیادہ بی بیوں کے ایک ساتھ نکاح میں رکھنے کی اجازت موجود ہے۔ اسی لئے یہ اعتراض تورات کے خلاف ہے حالانکہ شریعت موسوی اور شریعت عیسوی دونوں شریعتوں میں توراۃ واجب العمل ہے۔ (۵) جوش جوانی گذر جانے کے بعد ۵۳ برس کی عمر کے قریب نبی آخر الزماں ﷺ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کے قیام کے زمانہ میں پہلے حضرت خدیجہ، اور پھر حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے انتقال کے بعد حضرت سودہ، اس طرح سے ۵۳ برس کی عمر تک آپکے نکاح میں ایک ہی بی بی رہی۔ ہجرت کے بعد جب اہل اسلام کی عورتوں کی کثرت ہوئی، اور عورتوں سے خصوصیت رکھنے والے ایسے مسائل مدینہ میں نازل ہوئے جن کی تعلیم اجنبی عورتوں کے ذریعہ سے ممکن نہ تھی، تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اللہ کے رسول ﷺ نے معلمہ دینی کے طور پر جوش جوانی کا زمانہ گذر جانے کے بعد دینی ضرورت سے زیادہ عورتیں اپنے نکاح میں رکھیں۔ غرض اس طرح سے زیادہ عورتوں کا نکاح میں رکھنا آپ کے نبی ہونے کی پوری دلیل ہے، جو کوئی اس کو غلبہ خواہش نفسانی کی علامت بتلاتا ہے اس کا قول تاریخی واقعات کے بالکل برخلاف ہے۔ عیسائی علماء کے دیکھا دیکھی بعضے آریہ فرقے کے لوگوں نے بھی یہی اعتراض اسلام پر کیا ہے۔ اہل اسلام نے پہلا جواب تو اس اعتراض کا وہی دیا ہے جو سورۂ طلاق میں گزرا کہ وید جب تک کتاب آسمانی ثابت نہ ہوں، آریہ فرقے کے لوگوں کو کسی آسمانی کتاب پر اعتراض کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ پھر فرقے آریہ کے الزام دینے کو یہ جواب بھی دیا ہے کہ پنڈت دیانند کی ''ستیارتھ پرکاش'' کے موافق جس طرح دائم المرض مرد کی عورت کو نیوگ کی اجازت ہے، اسی طرح دائم المرض عورت کے مرد کو بھی نیوگ کی اجازت ہے، یہ ایک ظاہر بات ہے کہ آریہ مذہب کے احکام کی خامی اور کوتاہی کے سبب سے نیوگ کی بدکاری آریہ مذہب میں داخل ہوئی، ورنہ طلاق کا

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۞ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا ۖ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۞ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۞

بے شک اللہ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا اتار (یعنی کفارہ) مقرر کیا اور اللہ تمہارا کارساز ہے، اور وہی جاننے والا حکمت والا ہے۞ اور جب نبی نے اپنی بی بی (یعنی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا) سے راز کی بات فرمائی، پھر جب وہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے) اس کا ذکر کر بیٹھی اور اللہ نے اس کو نبی ﷺ پر (بذریعہ وحی) ظاہر کر دیا تو نبی نے اس (حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا) کو کچھ بتایا اور کچھ بات سے چشم پوشی فرمائی، پھر جب نبی ﷺ نے اسے اس کی خبر دی تو کہنے لگی کہ حضور کو اس کی کس نے خبر کر دی۔ نبی نے فرمایا کہ مجھ کو علم والے خبر دار (یعنی خدا) نے بتایا۞ اے نبی کی دونوں بیبیو! اگر اللہ کی طرف رجوع کرو (بہتر ہے) پس تمہارے دل راہ سے کچھ ٹیڑھے ہیں، اور اگر تم دونوں نبی کے رنجیدہ کرنے پر متفق ہو جاؤ گی، بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبرئیل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۞

حکم آریہ مذہب کی کتابوں میں ہوتا تو دائم المرض مرد کی عورت بیمار شوہر سے طلاق حاصل کر کے دوسرا شوہر کر سکتی تھی۔ اسی طرح دوسری عورت سے شادی کا حکم آریہ مذہب میں ہوتا تو دائم المرض عورت کا شوہر دوسری شادی کر سکتا تھا۔ یہ احکام کی خامی اس بات کی گواہ ہے کہ وید کی کتاب آسمانی نہیں، کیونکہ آسمانی کتاب میں اس طرح کی احکام کی خامی کوئی مخالف ہرگز نہیں بتلا سکتا، اور یہی احکام کی پختگی قرآن کی کتاب آسمانی ہونے کی پوری دلیل ہے، اس کی تفصیل سورہ طلاق میں گذر چکی ہے۔

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓىٕحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا ۝۵ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ۝۶

ان ۱؎ کا پروردگار نزدیک ہے، اگر نبی تمہیں طلاق دے دیں کہ انہیں تم سے بہتر بیبیاں بدل دے اطاعت والیاں، ایمان والیاں، ادب کرنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں، کچھ گھر برتی ہوئیں اور کنواریاں ۝۵ اے ایمان والو! ۲؎ تم اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) اس آگ سے بچاؤ کہ جس کے ایندھن آدمی (یعنی کافر) اور پتھر (یعنی بت وغیرہ) ہیں، جس پر سخت تند خو فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے، اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو (فوراً) بجالاتے ہیں ۝۶

۱؎ یہ تخویف ہے ازواج مطہرات کو کہ اگر انہوں نے سید عالم ﷺ کو آزردہ کیا اور حضور انور ﷺ نے انہیں طلاق دی، تو حضور انور کو اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے اور بہتر بیبیاں عطا فرمائے گا۔ اس تخویف سے ازواج مطہرات متاثر ہوئیں، اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کے شرف خدمت کو ہر نعمت سے زیادہ سمجھا اور حضور کی دلجوئی اور رضا طلبی مقدم جانی' لہٰذا آپ نے انہیں طلاق نہ دی۔

اہل وعیال کی دینی تربیت

۲؎ ہر مسلمان آدمی اپنی جان کو، اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے یوں بچا سکتا ہے کہ جن باتوں کے بجالانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے، ان کے بجالانے کی، اور جن سے منع فرمایا ہے ان سے باز رہنے کی خود بھی کوشش کرے، اور جن سے منع فرمایا ہے ان سے باز رہنے کی خود بھی کوشش کرے، اور اپنے گھر والوں کو بھی اسکی تاکید کرتا رہے، سمجھا کر ڈرا کر، پیار سے، مار سے، جس طرح ہو سکے دیندار بنانے کی کوشش کرے۔ روزہ حج زکوٰۃ ایسے فرائض ہیں جن کے ادا کرنے کا وقت سال میں یا عمر میں ایک دفعہ آتا ہے۔ نماز ایک ایسا فرض ہے کہ دن رات میں پانچ وقت ہے، اسلئے گھر والوں کو اس کی خاص تاکید رکھنے کا حکم سورہ طٰہٰ کی آیت، وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ میں گذر چکا ہے۔ یہ تو نماز کا دنیا کا اہتمام ہوا کہ قرآن اور حدیث میں جگہ جگہ اس کا ذکر ہے۔ عقبیٰ میں بھی باقی کے سب فرائض سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ چنانچہ معتبر سند سے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْیَوْمَؕ-اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۠ ﴿۷﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًاؕ

(جہنم میں داخل کرتے وقت کافروں سے کہا جاوے گا): "اے کافرو! آج تم عذر پیش نہ کرو کہ (بے سود ہے) تم کو وہی بدلہ دیا جاتا ہے جو کچھ تم (دنیا میں) کرتے تھے" ﴿۷﴾ اے مسلمانو! تم اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔

ع ۱۹

کی حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ اسی واسطے مسند امام احمد اور ابوداؤد وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان میں ہے کہ سات برس کے لڑکے کو نماز کی زبانی تاکید کی جائے، اور دس برس کے لڑکے یا لڑکی پر نماز فرض نہیں ہے، لیکن یہ تاکید اسلئے ہے کہ بالغ ہونے کے بعد مسلمانوں کی اولاد کو نماز کی عادت رہے۔

آتش دوزخ

آگے فرمایا کہ وہ آگ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، مراد یہ ہے کہ جہنم کی آگ بہت شدید الحرارت ہے، اور جس طرح دنیا کی آگ لکڑی وغیرہ سے جلتی ہے، جہنم کی آگ کافر اور بت وغیرہ ان چیزوں سے جلتی ہے۔ اس پر ایسے فرشتے مسلط ہیں یعنی زبانیہ، جو نہایت غصہ اور سختی والے اور بڑی قوت و شوکت دہشت والے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دوزخ پر جو فرشتے تعینات ہیں، اگر ان میں سے ایک فرشتہ بھی زمین پر آجائے تو اس کی خوفناک صورت دیکھ کر تمام دنیا کے لوگ مرجائیں گے"۔ آگے فرمایا کہ دنیا کے جیل خانے میں جیل کے داروغہ یا نگہبان کبھی بعضے قیدیوں سے مل جاتے ہیں، اور ان قیدیوں کی طرح طرح سے رعایت کرنے لگتے ہیں، اس لئے فرمایا کہ دوزخ کے داروغہ اور نگہبانوں کا یہ حال نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پورے فرمانبردار ہیں۔ اس واسطے وہ اللہ کے حکم کی پوری تعمیل کریں گے۔ صحیح مسلم کی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ قیامت کے دن بعضے گنہگار اپنے گناہوں کے اقبال کرنے میں پہلے پہل طرح طرح کے عذر کریں گے، آخر اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر سکوت کی مہر لگا کر ان کے ہاتھ پیروں کو گواہی کے ادا کرنے کا حکم دے گا، اور ایسے لوگوں کے ہاتھ پیر ان کے سب عملوں کی شہادت ادا کریں گے، اور پھر ان لوگوں کا کوئی عذر نہ سنا جائے گا۔ غرض ان آیتوں میں جس وقت کے عذر کے نہ سنے جانے کا ذکر ہے، اس وقت کی یہ حدیث تفسیر ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ نافرمان لوگوں کو پہلے عذرداری کا موقعہ دیا جائے گا، اور آخر شہادت پر فیصلہ ہو کر اس طرح وہ فیصلہ آخر ان لوگوں کو سنا دیا جائے گا۔ نیک و بد سے ایک طرح کا برتاؤ کرنا بڑی ناانصافی ہے۔ اسلئے اے نافرمان لوگو! تمہارے حق میں منصفانہ فیصلہ یہی ہے کہ تم اپنے کیے کی سزا بھگتو۔

توبہ اور شرائط کا ذکر

ان آیتوں میں توبہ کا ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، ان سے باز رہنے کا ارادہ رکھتے ہوئے بشریت کے تقاضے سے اگر کوئی شخص برا کام کر بیٹھے، اور پھر فوراً اس پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرے، تو اللہ تعالیٰ ہر گنہگار کی توبہ قبول کرتا ہے۔ مسند ابی یعلیٰ اور طبرانی میں معتبر سند سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''جنت کے آٹھ دروازے ہیں، سات تو بند ہیں، قیامت کے دن جب لوگ جنت میں جائیں گے اس وقت وہ دروازے کھلیں گے۔ ہاں ایک دروازہ توبہ کیلئے کھلا ہوا ہے، اسی میں سے ہر ایک توبہ کرنیوالے کی توبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جاتی اور قبول ہوتی ہے''۔ صفوان بن عسال سے ترمذی اور بیہقی میں روایت ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے قریب جب آفتاب مغرب سے نکلے گا، اس وقت تک یہ توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ سورۃ النساء میں توبہ کی شرائط اور توبہ کے وقت کی تفصیل گذر چکی ہے۔ **توبہ نصوح** کے معنی: ''ایسی خالص توبہ کے ہیں کہ توبہ کرتے وقت پچھلے گناہوں پر پوری ندامت اور آئندہ کے گناہوں سے باز رہنے کا دل میں ارادہ ہو''۔ مستدرک حاکم میں ہے کہ کسی شخص نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توبہ نصوح کے معنی پوچھے تو آپ نے یہی معنی بتلائے جو اوپر ذکر کیے گئے۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ معتبر سند سے تمام مسند امام احمد اور مستدرک حاکم کی ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جس میں شیطان نے قسم کھا کر اللہ تعالیٰ کے روبرو بنی آدم کے بہکانے کا دعویٰ کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے جاہ وجلال کی قسم کھا کر اس ملعون کو جواب دیا ہے کہ بنی آدم گناہ کر کے خالص دل سے جب تک توبہ استغفار کریں گے، تو انکے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ صحیح بخاری ومسلم کی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں ہر نیکی کا اجر دس سے لے کر سات سو تک ہے۔ صحیح مسلم کی عبداللہ ابن عمرو بن العاص کی حدیث جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے وعدہ فرمایا ہے کہ قیامت کے دن اُمت محمدیہ کے ایماندار گنہگاروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ وہ برتاؤ کرے گا، جس سے آنحضرت ﷺ خوش ہو جائیں گے۔

روز قیامت کے تین مشکل مراحل

معتبر سند سے ابوداؤد اور مستدرک حاکم کی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث جس میں آنحضرت ﷺ نے ❶ نامہ اعمال کے بٹنے کے موقع کو، ❷ نامہ اعمال تولے جانے کے موقع کو قیامت کے تین مشکل کاموں میں شمار فرمایا ہے۔ یہ سب حدیثیں اوپر گذر چکی ہیں جو ان دونوں آیتوں سے پہلی آیت کی گویا تفسیر ہیں۔ ان حدیثوں اور آیت کو ملا کر حاصل مطلب یہ قرار پایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن اُمت محمدیہ ﷺ کے ایماندار گنہگاروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کے وعدے کو پورا کرنے کے لئے نیکیوں کا اجر بڑھا کر، اور گناہوں کو توبہ واستغفار سے معاف فرما کر، نامہ اعمال کے بٹنے کے اور اعمال کے تولے جانے کے دونوں مشکل موقعوں کو آسان کر دیا۔ کیونکہ گناہوں کے معاف ہو جانے سے نامہ اعمال میں فقط نیکیاں رہ جائیں گی، جس سے اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیئے جانے کے قابل ہو جائیں گے۔ اسی طرح نیکیوں کے اجر کے بڑھ جانے سے میزان میں نیکیوں کا وزن زیادہ ہو جائے گا۔ ❸ رہا تیسرا مشکل موقع پُل صراط کا' اس کیلئے فرمایا کہ پُل صراط کے اندھیرے کو جلدی سے طے کرنے کی غرض سے ان لوگوں کے اعمال کے موافق ان کو روشنی دی جائے گی، تاکہ پُل صراط کو طے کر کے یہ لوگ جھٹ پٹ جنت میں جا پہنچیں۔

نور کا ذکر: اپنی مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے نُور جو عطا کیا ہے اس نُور کی عنایت کے تین زمانے ہیں: ❶ ایک زمانہ تو ازل کا ہے، جس وقت تک مخلوق دنیا میں پیدا ہوئی تھی بلکہ مخلوق کا اس وقت تک عالم ارواح کا حال تھا۔ اس نُور کے ذکر میں ترمذی اور مسند امام احمد کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے عالم

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۸

امید ہے تمہارا پروردگار (توبہ قبول فرمانے کے بعد) تمہارے گناہوں کوان سے دور کرے اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے کہ جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں (اور یہ اس روز ہوگا) جس دن اللہ رسوانہ کرے گا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کواور جوان کے ساتھ مسلمان ہیں، انکا نور (ایمان) دوڑتا ہوگا انکے آگے اور انکے داہنے طرف، عرض کریں گے: "اے ہمارے پروردگار! ہمارے لئے اس ہمارے نور (ایمان) کو پورا کردے اور ہمکو بخش دے، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے" ۸

ارواح میں جب پیدا کیا تو جن وانسان سب پر خواہش نفسانی کا ایک اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک نور عنایت کیا، جس نے اس نور کا پورا حصہ پایا۔ وہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد نیک ہوا، اور جس نے اس نور کا پورا حصہ نہیں پایا وہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد بد ہوا۔ ۲ اور دوسرا زمانہ نور کے عنایت ہونے کا دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کا ہے، جس کا ذکر آیت اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ، میں گذرا۔ یہ درجہ نور کا دنیا میں انسان کو اس وقت حاصل ہوتا ہے کہ انسان کی تمام نفسانی خواہشیں شرع کے احکام کے تابع ہو جاتی ہیں، اس درجہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح مسلم کی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں فرمایا ہے کہ یہ حلاوۃ ایمان کا درجہ آدمی کو جب حاصل ہوتا ہے جس کا ذکر صحیحین کی حضرت انس کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تین خصلتیں اس آدمی میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ تمام دنیا کی چیزوں سے بڑھ کر اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس شخص کے دل میں سما جاتی ہے، اور وہ شخص دنیا میں جس کسی سے الفت پیدا کرتا ہے، وہ غرض دینی سے ہوا کرتی ہے، اور ایسے شخص کو کوئی آگ میں ڈال دے تو اسکو قبول ہے مگر اسلام کی باتوں کو چھوڑ دینا اس کو ہرگز گوارا نہیں ہوتا ۳ تیسرا وہ نُور ہے جو پُل صراط پر گذرنے کے وقت ہر ایک کے عمل کے موافق ہر ایک شخص کو اللہ تعالیٰ عنایت فرماوے گا، جس کا ذکر سورہ حدید میں گزر چکا ہے۔ اگرچہ اس آیت میں بھی اسی قیامت کے دن کے پُل صراط پر کے نُور کا ذکر ہے، لیکن وہ نُور دنیا کی ایمانداری اور دنیا کے نیک عملوں کے سبب سے دیا جائے گا۔ اس واسطے شاہ صاحب نے اس آیت کے اردو فائدہ میں دنیا کی ایمانداری اور دنیا کے ایمان کے نُور اور حلاوۃ ایمان کے درجہ کا ذکر کیا ہے۔ سورہ حدید میں گزر چکا ہے کہ منافقوں کی روشنی بجھتی دیکھ کر ایماندار لوگ اپنی روشنی کے حق میں اللہ سے یہ دعا مانگیں گے، جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۹﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ قِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿۱۰﴾

اے نبی ﷺ! کفار۱ اور منافقوں پر جہاد کرو اور ان پر سختی کرو اور (ان سے کہہ دو کہ آخرت میں) ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے ۹ اللہ نے۲ کافروں کے (عبرت دلانے کے) لئے نوح کی بی بی اور لوط کی بی بی کی مثال بیان فرمائی ہے، وہ دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر ان عورتوں نے ان دونوں سے (دین میں) دغا کی تو وہ اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ آئے (بوجہ کافر ہونے کے) حکم ہو گیا کہ تم دونوں عورتیں داخل ہونے والیوں کے ساتھ دوزخ میں داخل ہو ۱۰

۱ آنحضرت ﷺ کا خلق اور نرم خوئی یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ اوروں کو فرماتا ہے: "تحمل کرو"، اور آپ کو فرماتا ہے کہ "سختی کرو"، یعنی کفار سے جہاد کیجئے، تلوار سے ان کی خبر لیجئے، اور منافقینِ مدینہ کو سزا دیجئے، اول زبان سے ڈرایئے دھمکایئے، نہ مانیں تو سزا دیجئے، اور دونوں گروہوں پر خوب سختی کیجئے، ان سب کا ٹھکانہ جہنم ہے وہ بُری جگہ ہے۔

چار عورتوں کا ذکر

۲ ان آیتوں میں تمثیل کے طور پر چار عورتوں کا ذکر فرمایا جن میں دو عورتیں حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام دو پیغمبروں کی بی بیاں تھیں، لیکن ان دونوں عورتوں کے ذاتی اعمال اچھے نہ تھے۔ اس واسطے پیغمبروں کی رشتہ داری ان کے کچھ کام نہیں آئی، بلکہ ان کے ذاتی عملوں کی خرابی کے سبب سے ان کی عقبیٰ برباد ہوگئی۔ تفسیر ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نبی کی بی بی سے بدکاری کا گناہ سرزد نہیں ہوا تھا کہ اللہ کے نبی کی کسر شان نہ ہو۔ اس قول کے موافق حضرت نوح اور حضرت لوط علیہم السلام کی بی بیوں کی دغا کے معنی: "بے دینی" کے ہیں، بدکاری کے معنی نہیں ہیں۔ اب آگے مسلمانوں کی تسلی کے لئے فرعون کی بی بی کا قصہ بیان فرمایا۔ فرعون کی بی بی کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں پر غالب ہونے کا قصہ دیکھ کر جب آسیہ نے اللہ تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک ہونے کی دل سے تصدیق کی، اور زبان

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۲﴾

اور اللہ مسلمانوں (کی تسلی) کے لئے فرعون کی بی بی (حضرت آسیہ علیہا السلام) کی مثال بیان فرماتا ہے جب اس نے عرض کی: ”اے میرے پروردگار! میرے واسطے جنت میں اپنے قریب گھر بنا اور مجھ کو فرعون سے اور اس کے (برے) کاموں سے نجات دے، اور مجھے ظالم (یعنی کافر) لوگوں سے نجات دے“ ﴿۱۱﴾ اور (ایک مثال اللہ نے) عمران کی بیٹی حضرت مریم علیہا السلام (کی بیان فرمائی ہے) جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو اس میں ہم نے اپنی طرف سے روح پھونک دی اور مریم نے اپنے پروردگار کی باتوں (یعنی احکام) اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور فرمانبرداروں میں سے ہوئی ﴿۱۲﴾

سے اس تصدیق کا اقرار بھی کیا۔ تو فرعون نے یہ حال سن کر ان پر طرح طرح کا عذاب شروع کیا۔ انہیں چومیخا کیا، اور بھاری چکی سینہ پر رکھی، اور دھوپ میں ڈال دیا لیکن آسیہ اپنے ایمان پر قائم رہیں، اور اسی عذاب کی حالت میں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسیہ کی یہ دعا قبول فرمائی، اور بہت جلدی فرعون کے ظلم سے ان جنتی بی بی کو نجات دے کر عقبیٰ میں بہت بڑا درجہ انہیں عنایت فرمایا۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”مردوں میں تو بہت کامل لوگ ہوئے مگر عورتوں میں آسیہ بنت مزاحم اور مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کاملین کا درجہ ہے“۔ حاصل اس تمثیل کا یہ ہے کہ جس مرد یا عورت کے دل میں حضرت نوح اور حضرت لوط علیہم السلام کی بی بیوں کی طرح بالکل نُورِ ایمانی نہیں ہے، ان کی نجات کے لئے اللہ کے پیغمبروں کی قرابتداری بھی کافی نہیں ہوسکتی، اور جن کے دل میں حضرت مریم اور آسیہ کی طرح نورِ ایمانی ہے ان کو فرعون جیسے بد قرابتدار کی بدی بھی کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی، اور جو لوگ حضرت نوح اور لوط علیہما السلام کی بی بیوں کی طرح ایمان سے بالکل بے بہرہ نہیں ہیں، بلکہ ان کے دل میں اگر ذرہ برابر بھی ایمان ہے، تو ایسے لوگوں کی نجات کامل الایمان قرابتداروں مسلمانوں کی شفاعت سے ممکن ہے۔

ایاتہا ۳۰ ۶۷ سورۃ الملک مکیۃ ۷۷ رکوعاتہا ۲

سورۂ ملک مکہ میں نازل ہوئی، اس میں تیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

الجزء ۲۹

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ بِیَدِہِ الۡمُلۡکُ ۫ وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرُۨ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَ الۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفُوۡرُ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ ؕ فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ ۙ ہَلۡ تَرٰی مِنۡ فُطُوۡرٍ ﴿۳﴾

وہ[1] (اللہ) بڑی برکت والا ہے کہ جس کے قبضہ میں (دونوں جہان کی) بادشاہی ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ① وہ خدا کہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی تاکہ تم کو (دنیا کی زندگی میں) آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ نیک ہے، اور وہ غالب بخشنے والا ہے ② وہ خدا جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے، اے دیکھنے والے تو خدا کے بنانے میں کچھ فرق دیکھتا ہے، پس تو پھر (آسمان کی طرف) نگاہ اٹھا کر دیکھ کہ تجھے کوئی دراڑ نظر آتی ہے؟ ③

خواص سورۃ الملک: اس سورۃ کو آشوب چشم کے لئے تین روز برابر تین مرتبہ پڑھیں اول آخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ تو ان شاء اللہ آشوب چشم جاتا رہے گا۔ جو کوئی شخص اس سورت کو روزانہ رات کے وقت پڑھے دین و دنیا کی نعمت حاصل کرے، عذاب قبر نہ ہو، حقیقت کا دروازہ کشادہ ہو، حق کی یاد سے غافل نہ ہو۔ اس سورت کو رویت ہلال کے وقت پڑھے تو اس کا تمام مہینہ خیر و عافیت سے گزرے گا اور تمام برائیوں سے امن میں رہے گا۔ جو شخص ۴۱ بار اس سورت کو پڑھے اس سے ہر آفت دور ہو اور نعمت و برکت و فضل حق اس کے شامل حال ہو۔

خدا کا حقیقی بادشاہ ہونا، حاکمیت اعلیٰ اور دنیوی بادشاہوں میں فرق

[1] سورۂ زخرف میں گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کا چند روزہ انتظام اس طرح فرمادیا ہے کہ کسی کو بادشاہ کیا، کسی کو رعیت، اور ایک کی ضرورت دوسرے سے لگادی۔ مثلاً رعیت کے لوگ کھیتی کر کے بادشاہ کو محصول دیتے ہیں۔ فوج کے لوگ ضرورت کے وقت بادشاہ کی طرف سے لڑتے ہیں۔ لکھنے پڑھنے والے لوگ بادشاہ کے دفتری کاموں کو انجام دیتے ہیں۔ جس طرح ان کاموں میں بادشاہ کی ضرورتیں رعیت اور نوکروں سے متعلق ہیں، اسی طرح کھیتی کیلئے زمین کے ملنے کی، رعیت کی ضرورت

خرچ کے لئے تنخواہ کے ملنے کی ضرورت، فوج اور قسم قسم کے نوکروں کی ضرورتیں بادشاہ سے متعلق ہیں۔ یہ سب کچھ ہے مگر بادشاہ اور رعیت سب پر اصل بادشاہی اللہ تعالیٰ کی ہے۔ تمام رعیت کے لوگ کئی سال موسم پر مینہ برسنے کی تمنا کرتے ہیں، مگر جب تک اس بادشاہ حقیقی کا حکم نہ ہو، دنیا کے بادشاہوں سے کیا ہوسکتا ہے۔ تمام رعیت کے لوگ اور نوکر لوگ، ایک بادشاہ کا صاحب اولاد ہو جانا، یا ایک بادشاہ کا کسی مرض سے اچھا ہو جانا چاہتے ہیں، لیکن بغیر حاکم حقیقی کے کچھ نہیں ہوسکتا۔ روم کے بادشاہ کی حکومت مثلاً ایران میں نہیں، اور ایران کے بادشاہ کی حکومت روم میں نہیں، وہی بادشاہ حقیقی ہے جس کی بادشاہی ایک وتیرہ پر تمام دنیا میں جاری ہے۔ غرض دنیا کے بادشاہوں کی نہ تمام دنیا میں حکومت ہے، نہ ہر طرح کا دنیا کا کارخانہ ان کے قبضہ کے ملک کا ان کے اختیار سے چل سکتا ہے۔ ہر جگہ اور ہر طرح کا کام اللہ تعالیٰ کے ہی اختیار میں ہے۔ اس واسطے بادشاہ اور فقیر سب کے سمجھانے کو فرمایا کہ تمام دنیا کا مالک، تمام دنیا کی بادشاہی، اور اس بادشاہی میں ہر طرح کی حکومت اس ایک ذات وحدہٗ لاشریک کے ہاتھ میں ہے۔ جس نے تمام دنیا کو اس آزمائش کیلئے پیدا کیا کہ دنیا میں پیدا ہو کر کون نیک کام کرتا ہے اور کون بد، اور پھر اپنی پیدا کی ہوئی ایسی چند چیزوں کا ذکر فرمایا جو انسان کی قدرت سے باہر ہیں، تاکہ انسان کے دل میں اللہ کی قدرت کا پورا یقین جم جائے۔ موت وحیات کے پیدا کرنے سے یہ مطلب ہے کہ انسان کی ایک حالت تو وہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کی کہ وہ دنیا میں نابود، اور علم الٰہی میں ایک وقت مقررہ پر اس کا دنیا میں آنا مقرر تھا۔ پھر اسکو دنیا میں پیدا کیا جس کے سبب سے اس کی نابودی کی حالت جاتی رہی، اور زندگی کی حالت میں آ گیا۔ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ کی پوری تفسیر ہے۔ پھر فرمایا کہ انسان کو حالت نابودی سے حالتِ زندگی اس لیئے دی گئی ہے تاکہ دنیا کی ظاہری حالت میں کھل جائے کہ دنیا میں کس نے اچھے کام کیئے اور کس نے برے، ورنہ اللہ کے علم ازلی میں دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے ہی نیک و بد کا حال کھل چکا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے جو کچھ دنیا کے پیدا کرنے کے بعد ہونے والا تھا، اپنے علم ازلی کے موافق وہ سب اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے انصاف کے موافق جزا و سزا کا مدار اپنے اس علم ازلی پر نہیں رکھا، سب جزا و سزا کا مدار دنیا کی ظاہری حالت پر رکھا ہے، کہ جیسا کوئی کرے گا ویسا ہی پھل پائے گا۔ عزیز کے معنی ''زبردست''، حقیقت میں وہ ایسا زبردست ہے کہ اسکے حکم کے آگے سب زبردست زیر ہیں۔ بخشنے والا وہ ایسا ہے کہ ایسے کلمہ گو لوگوں کو جنہوں نے اپنی تمام عمر میں کوئی نیک کام نہیں کیا، دوزخ سے نکال کر جنت میں بھیج دے گا۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بہت بڑی حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ سات آسمان اس طرح بنائے کہ جس طرح پہلا آسمان دنیا کی چھت ہے، اسی طرح ہر ایک آسمان دوسرے آسمان کی چھت ہے، اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانسو برس کے راستہ کا فاصلہ ہے۔ ہر آسمان کا دل پانسو برس کی راہ کا ہے۔ بغیر کسی سہارے کے اتنے بڑے دل کی ہی تہہ پر تہہ سات چھتیں جدا جدا فقط اس کی قدرت سے کھڑی ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو کوئی اللہ کی اس قدرت کو گھڑی گھڑی غور کی نگاہ سے دیکھے گا، تو آخر اس کی نگاہ تھک جائے گی، مگر کسی کا کیا مقدور ہے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز میں کسی طرح کا عیب پکڑ سکے۔ اس کے بعد اپنی قدرت کاملہ سے آسمان میں ستاروں کو پیدا کر کے ان کی روشنی سے آسمانوں کی زینت اور رونق جو بڑھائی، اس کا ذکر فرمایا کہ آسمان کی طرف

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيرٌ ﴿٤﴾ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِّلشَّيَاطِينِ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ﴿٥﴾ وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٦﴾

پھر دوبارہ (یعنی بار بار) نگاہ اٹھا (آخرکار) تیری نگاہ ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی (اور تجھے بناوٹ میں فرق نہ معلوم ہوگا) ﴿۴﴾ اور بیشک ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں (یعنی ستاروں سے) زینت دی اور بے شک ہم نے ان (ستاروں) کو شیطان کا آلہ رجم بنایا اور ہم نے شیاطین کے لئے (آخرت میں بوجہ ان کے کفر کے) دوزخ کا عذاب تیار کیا ﴿۵﴾ لـ اور جنہوں نے اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کیا (خواہ انسان ہوں یا جنات) ان کیلئے دوزخ کا عذاب ہے اور وہ بری جگہ ہے ﴿۶﴾

دیکھو، رات کے وقت ستاروں کی جگمگاہٹ سے کیسی رونق وشان معلوم ہوتی ہے۔ یہ قدرتی چراغ ہیں جن سے دنیا کے بہت سے منافع وابستہ ہیں۔ آگے فرمایا کہ چوری سے شیاطین آسمان پر کی کچھ خبریں سننے جو آجاتے ہیں، انہی ستاروں میں سے آگ کے شعلے لے کر اللہ کے فرشتے ان پر انگارے برساتے ہیں۔ زیادہ تفصیل اس کی سورہ جن، سورہ حجر وغیرہ میں ہے۔

شیطان کے بہکاوے سے بچنے کا ذکر اور جو نہ بچے اس کا انجام

لـ اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل فرما کر اپنے رسول کی معرفت یہ سب لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ یہ لوگ شیطان کو اپنا دشمن جانیں، اور اس کے بہکاوے میں ہرگز نہ آئیں۔ ورنہ جو شیطان کے بہکاوے میں آن کر اللہ کی مرضی کے برخلاف کام کرے گا، ایسے نافرمان آدمیوں اور شیطان اور اس کے شیاطینوں سے دوزخ کو بھر دیا جائیگا۔ اس قدر انتظام کے بعد بھی جب بہت سے نافرمان لوگ شیطان اور اس کے شیاطینوں کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے، تو دوزخ کے تعیناتی والے فرشتوں کو اس بات کا بڑا تعجب ہوگا کہ باوجود ایسے بڑے انتظام کے اتنے بہت سے آدمی دوزخ میں کیونکر آن پڑے۔ اس لئے وہ فرشتے ان دوزخی آدمیوں سے پوچھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے انتظام کے موافق کیا اللہ کے رسولوں نے اس دن کی آفت سے تم لوگوں کو نہیں ڈرایا۔ وہ دوزخی جواب دیں گے کہ اللہ کے رسولوں نے تو ہم کو ڈرایا تھا، مگر ہم نے اپنی کم بختی کے سبب سے اللہ کے رسولوں کی نصیحت کو نہیں مانا، بلکہ ان سے کہہ دیا کہ تم خود بہکے ہوئے ہو، جو ہم کو ہمارے باپ دادا کے طریقہ سے جدا طریقہ سکھاتے ہو۔ پھر پچھتا کر یہ بھی کہیں گے کہ "اگر دنیا میں ہم رسولوں کی نصیحت کو مان لیتے، اور شیطان کے بہکاوے کے وقت کچھ خدا کی

إِذَآ أُلْقُوا۟ فِيهَا سَمِعُوا۟ لَهَا شَهِيقًا وَهِىَ تَفُورُ ﴿٧﴾ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ ٱلْغَيْظِ ۖ كُلَّمَآ أُلْقِىَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ﴿٨﴾

جب وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو اس کی آواز مانند گدھے کی آواز کے سنیں گے اور وہ دوزخ جوش مارتی ہے ﴿۷﴾ معلوم ہوتا ہے کہ غصہ سے پھٹ جائے، جب کبھی اس میں کوئی گروہ (کافروں کا) ڈالا جائے گا تو دوزخ کے داروغہ (نگران) اس گروہ سے پوچھیں گے: ''کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا پیغمبر نہ آیا تھا؟'' ﴿۸﴾

دی ہوئی عقل سے کام لیتے، تو آج ہم اس بلا میں نہ پڑتے، مگر اس وقت کا پچھتانا اور گناہوں کا اقرار کرنا ان کے کچھ کام نہ آئے گا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے یہ پھٹکار ملے گی کہ اے کم بختو! دور ہو اللہ کی رحمت سے، ایسے نافرمان دوزخ کے مستحق ہیں جن کا اس وقت کا پچھتانا اور گناہوں کا اقرار کرنا اللہ کی جناب میں ہرگز قابل قبول نہیں۔ شہیق کے معنی ''خوفناک آواز'' کے ہیں، یہ دوزخ کا دھاڑنا اور خوفناک آوازوں کا نکلنا اس وقت ہوگا جب کافروں میں سے کوئی گروہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ یہود یا نصاریٰ یا کافر یا مشرکین وغیرہ وغیرہ تو وہ اس وقت اس دوزخ کی آواز ایسی سنیں گے جیسے گدھا رینگتا ہے۔ بڑی ہیبت ناک آواز سے چیختی ہوگی، جوش میں اُبل رہی ہوگی، کافروں کے اوپر ایسے غصہ اور طیش میں ہوگی کہ آپے سے باہر ہوگی۔ قریب ہوگا کہ جوش خروش سے غیظ وغضب سے پھٹ پڑے۔ مسند امام احمد، مستدرک حاکم وغیرہ میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب شیطان مردود ٹھہرایا جا کر آسمان سے اتارا جانے لگا، تو اس نے قسم کھا کر اللہ تعالیٰ کے روبرو یہ بات کہی کہ جب تک بنی آدم کے دم میں دم ہے، میں ہر وقت ہر طرح ان کے بہکانے میں کسی طرح کی کوتاہی نہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے جاہ وجلال کی قسم کھا کر اس مردود سے فرمایا کہ ''تیرے بہکانے سے گناہ کر کے جب تک وہ خالص دل سے توبہ استغفار کریں گے، میں بھی ان کے گناہوں کے بخش دینے میں کبھی کوتاہی نہ کروں گا''۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ غرض شیطان کی دشمنی تو ایسی پکی ہے کہ وہ اس دشمنی پر خدا کے روبرو حلف اٹھا چکا ہے۔ ایسے پکے دشمن کے پھندے میں پھنس کر باقتضائے بشریت آدمی سے جب کوئی گناہ ہو جائے، تو اس مرض کی اس دوا سے جس کا ذکر اس حدیث میں ہے، آدمی کو ہرگز غافل نہ رہنا چاہیے۔ تاکہ بغیر توبہ کے گناہ پر گناہ کرتے کرتے دل پر اسکے زنگ لگ جانے کی نوبت نہ آجائے جس کا ذکر وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ میں آتا ہے۔ جس زنگ سے دل بالکل مر جاتا ہے، اور بغیر موت کے آنکھوں کے سامنے آجانے کے ایسے مردہ دل آدمیوں کو توبہ کی توفیق ہرگز نہیں ہوتی، اور یہ تو سورۂ نساء میں گذر چکا ہے کہ ایسی ناامیدی کے وقت کی توبہ بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوتی۔

قَالُوۡا بَلٰی قَدۡ جَآءَنَا نَذِیۡرٌ ۬ۙ فَکَذَّبۡنَا وَ قُلۡنَا مَا نَزَّلَ اللّٰہُ مِنۡ شَیۡءٍ ۚۖ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ کَبِیۡرٍ ﴿۹﴾ وَ قَالُوۡا لَوۡ کُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ نَعۡقِلُ مَا کُنَّا فِیۡۤ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ ﴿۱۰﴾ فَاعۡتَرَفُوۡا بِذَنۡۢبِہِمۡ ۚ فَسُحۡقًا لِّاَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ ﴿۱۱﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَیۡبِ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ کَبِیۡرٌ ﴿۱۲﴾ وَ اَسِرُّوۡا قَوۡلَکُمۡ اَوِ اجۡہَرُوۡا بِہٖ ؕ اِنَّہٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۱۳﴾

(کافر) کہیں گے: ''بیشک ہمارے پاس ڈرسنانے والے پیغمبر تشریف لائے تھے، پس ہم نے جھٹلایا'' اور کہا: ''اللہ نے کچھ نہیں اتارا تم تو محض بڑی گمراہی میں ہو'' ﴿۹﴾ اور کافر فرشتوں سے (یہ بھی) کہیں گے کہ اگر ہم (رسولوں کی ہدایت) سنتے یا سمجھتے (یعنی مانتے) تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے ﴿۱۰﴾ پس اپنے گناہ کا اقرار کیا (تو اس وقت کا اقرار کچھ نافع نہیں) پس دوزخ والوں کو لعنت ہو ﴿۱۱﴾ بے شک [۱] جو لوگ اپنے پروردگار سے بے دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے ﴿۱۲﴾ [۲] اور تم لوگ اپنی بات آہستہ کہو یا آواز سے (اس کو سب خبر ہے) وہ تو دلوں تک کی باتوں کو جانتا ہے ﴿۱۳﴾

[۱] اوپر دوزخیوں کے گروہ کا ذکر فرما کر اب ان آیتوں میں جنتی گروہ کی نشانی کا ذکر فرمایا ہے، کہ اگرچہ شیطان جس طرح بد لوگوں کو بہکاتا ہے اسی طرح نیک لوگوں کو بھی بہکاتا ہے، اور جس طرح بدلوگوں نے دنیا میں عذاب آخرت کو آنکھ سے نہیں دیکھا، اسی طرح نیک لوگوں نے بھی دنیا میں عذاب آخرت کو آنکھ سے تو نہیں دیکھا۔ لیکن وہ اللہ اور اللہ کے رسول کے کلام کا پورا یقین اپنے دل میں رکھتے ہیں، اور بغیر آنکھ سے دیکھنے کے ان آنکھوں سے غائب چیزوں کا خوف ان کے دل میں اس قدر ہے، کہ گویا آج عذاب آخرت ان کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس واسطے وہ لوگ شیطان کے بہکانے میں کم آتے ہیں اور بدکام کا چھوڑنا، نیک کام کا کرنا، جو کچھ کرتے ہیں دنیا کے دکھاوے کی نیت سے نہیں کرتے، بلکہ محض ثواب آخرت کی نیت سے کرتے ہیں۔ اسلئے اللہ تعالیٰ ان کی نیت پوری کرے گا، اور عقبیٰ میں بہت بڑا ثواب ان کو عنایت فرمائے گا۔

علم الٰہی

[۲] **شان نزول:** مشرکین اسلام کی اور آنحضرت ﷺ کی، اور مسلمانوں کی مذمت کرتے تھے، اور ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ چپکے چپکے باتیں کرو، ایسا نہ ہو کہ محمد ﷺ کا خدا ہماری باتیں سن پاوے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو تو دل کا بھید تک معلوم ہے، اس سے کوئی بات کس طرح چھپی رہ سکتی ہے۔

أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿۱۴﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ﴿۱۵﴾ أَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ ﴿۱۶﴾ أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ ﴿۱۷﴾

کیا وہ (اپنی مخلوق کے احوال کو) نہ جانے گا؟ جس نے پیدا کیا ہے، اور وہی ہے ہر باریکی دیکھنے والا خبردار ﴿۱۴﴾ وہی ہے ۱ جس نے زمین کو تمہارے لئے پست کردیا تاکہ تم اس کے رستوں میں چلو (پھرو) اور اللہ کی روزی میں سے (جو تمہارے لئے اس نے پیدا کی ہے) کھاؤ، اور اسی کی طرف اٹھنا ہے ﴿۱۵﴾ کیا تم ۲ اس سے بے خوف ہوگئے کہ جو آسمان میں ہے کہ تم کو زمین میں دھنسا دے پس ناگہاں زمین تھرتھرانے لگے ﴿۱۶﴾ کیا تم اس ۳ سے بے خوف ہوگئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر (مثل قوم لوط کے) پتھر برسا دے، پس ۴ (عذاب دیکھ کر) جان لوگے کہ میرا ڈرانا کیسا تھا؟ ﴿۱۷﴾

۱ یعنی زمین کو تمہارے سامنے کیسا پست وذلیل اور مسخر ومنقاد کردیا کہ جو چاہو اس میں تصرف کرو۔ تو چاہیے کہ اس پر اور اسکے پہاڑوں پر چلو پھرو، اور روزی کماؤ مگر اتنا یاد رکھو کہ جس نے روزی دی ہے، اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

۲ پہلے انعامات یاد دلائے تھے اب شان قہر وانتقام یاد دلا کر ڈرانا مقصود ہے۔ یعنی زمین بیشک تمہارے لئے مسخر کردی گئی، مگر یاد رہے اس پر حکومت اسی آسمان والے کی ہے۔ وہ اگر چاہے تو تم کو زمین میں دھنسا دے، اس وقت زمین بھونچال سے لرزنے لگے، اور تم اس کے اندر اترتے چلے جاؤ، لہٰذا آدمی کو جائز نہیں کہ اس مالک ومختار سے نڈر ہو کر شرارتیں شروع کردے، اور اس کے ڈھیل دینے پر مغرور ہوجائے۔

۳ یعنی بیشک زمین پر چلو پھرو اور روزی کماؤ لیکن خدا کو نہ بھولو، ورنہ وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر ایک سخت آندھی بھیج دے، یا پتھروں کا مینہ برسادے، پھر تم کیا کروگے، ساری دوڑ دھوپ یوں ہی رکھی رہ جائے گی۔

۴ یعنی جس عذاب سے ڈرایا جاتا تھا وہ کیسا تباہ کن اور ہولناک ہے۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ؔ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ﴿۱۹﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾ ج

وقف غفران — وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور ۱ بیشک ان سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں انہوں نے (بھی) جھٹلایا تھا تو (دیکھو ان پر) میری سزا کیسی ہوئی ﴿۱۸﴾ کیا ان ۲ لوگوں نے اپنے اوپر پرندے نہ دیکھے (ہوا میں اڑتے وقت) پر کھولتے اور کبھی سمیٹتے ہیں جن کو (گرنے سے) اللہ کے سوا کوئی نہیں تھامتا۔ بیشک وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے ۳ ﴿۱۹﴾ بھلا وہ کون سا تمہارا لشکر ہے، جو خدا کے مقابل میں تمہاری مدد کرے؟ (اگر وہ تمہیں عذاب کرنا چاہے)۔ کافر تو سراسر دھوکے میں ہیں (کہ ان پر عذاب نازل نہ ہوگا) ﴿۲۰﴾

۱ یعنی عاد و ثمود وغیرہ کے ساتھ جو معاملہ ہو چکا ہے۔ اس سے عبرت پکڑ دیکھو ان کی حرکات پر ہم نے انکار کیا تھا، تو وہ انکار کیسے عذاب کی صورت میں ظاہر ہو کر رہا۔

پرندے قدرت الٰہیہ کا نمونہ

۲ پہلے آسمان و زمین کا ذکر ہوا تھا، یہاں درمیانی چیز کا ذکر ہے یعنی خدا کی قدرت دیکھو، پرندے زمین و آسمان کے درمیان کبھی پر کھول کر اور کبھی باز و سمیٹے ہوئے کس طرح اڑتے رہتے ہیں، اور باوجود جسم ثقیل مائل الی المرکز ہونے کے نیچے نہیں گر پڑتے، نہ زمین کی قوت جاذبہ اس ذرا سے پرندے کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ بتلاؤ رحمان کے سوا کس کا ہاتھ ہے جس نے انہیں فضا میں تھام رکھا ہے، بیشک رحمان نے اپنی رحمت و حکمت سے انکی ساخت ایسی بنائی، اور ان میں وہ قوت رکھی جس سے وہ بے تکلف ہوا میں گھنٹوں ٹھہر سکیں۔ وہ ہی ہر چیز کی استعداد کو جانتا اور تمام مخلوق کو اپنی نگاہ میں رکھتا ہے۔ شائد پرندوں کی مثال بیان کرنے سے یہاں اس طرف بھی اشارہ ہو کہ اللہ آسمان سے عذاب بھیجنے پر قادر ہے، اور کفار اپنے کفر و شرارت سے اسکے مستحق بھی ہیں، لیکن جس طرح رحمان کی رحمت نے پرندوں کو ہوا میں روک رکھا ہے، عذاب بھی اس کی رحمت سے رکا ہوا ہے۔

قدرت کی نشانیاں

۳ مشرکین کے دلوں میں یہ بات جو بسی ہوئی ہے کہ وقت پڑنے پر ان کے بت کچھ ان کی مدد کریں گے، منکر سخت دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ انکے باطل معبودوں اور فرضی دیوتاؤں کی فوج ان کو اللہ کے عذاب اور آنے والی آفت سے بچالے گی، خوب سمجھ لو کہ جس خالق کی یہ ظاہر قدرتیں تمہیں نظر آتی ہیں، اس اللہ کے سوا عذاب الٰہی سے کوئی نہیں بچا

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤى اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۲﴾

بھلا وہ کون ہے جو تم کو روزی دے، اگر اللہ اپنی روزی روک لے (تو اس کے سوا کوئی روزی دینے والا نہیں)۔ بلکہ (اصل یہ ہے کہ) کافر سرکشی اور نفرت میں ڈھیٹ بنے ہوئے ہیں (یعنی حق کے قریب نہیں ہوتے) ﴿۲۱﴾ بھلا وہ[1] جو اپنے منہ کے بل اوندھا چلے زیادہ راہ پر ہے یا وہ جو کھڑا ہو کر سیدھے رستے پر چلتا ہے ﴿۲۲﴾

سکتا۔ پھر قحط کے عذاب کی مثال دیکھ کر سمجھایا کہ اگر ایک برس آسمان سے مینہ نہ برسے، تو بھلا سوا اللہ کے کسی بت میں قدرت ہے کہ اس مصیبت کو ٹال سکے۔ غرض اللہ اگر روزی کے سامان بند کرلے تو کسی کی طاقت نہیں جو تم پر روزی کا دروازہ کھول دے۔ اس قحط کے ذکر میں یہ بھی فرمایا کہ اتنی بری تنبیہ کا اثر جو ان لوگوں پر کچھ نہیں ہوا، اس کا سبب یہی ہے کہ اپنی شرارت سے یہ لوگ قرآن کی نصیحت کے سننے سے بدکتے ہیں، اور بدکنے کے سبب سے وہ شرارت ان کے دلوں میں گھس گئی ہے۔

[1] قرآن شریف میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نے اسلئے اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے کہ مشرک لوگ اس بات کو سمجھیں، کہ جب نعمتیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں، کسی کا اس میں دخل نہیں ہے، اور کوئی مصیبت آن کر ان نعمتوں کو کچھ زوال پہنچ جائے تو اس زوال کی مصیبت کو بھی سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی دفع نہیں کرسکتا۔ تو پھر یہ کافر لوگ اندھا راستہ چل رہے ہیں کہ بتوں کو پوجتے اور اس کا شریک کرتے ہیں۔ اسی پر یہ مثال فرمائی ہے کہ خدا کو معبود ٹھہرانے والے لوگ اپنے پیروں سے سیدھی چال چلتے ہیں، اور کافر لوگ ایسے جیسے کوئی پیروں سے چلنا چھوڑ کر منہ کے بل چلنے لگے۔ پھر فرمایا کہ جس اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے، اس نے تو نصیحت کے سننے کے لئے کافی قدرت کے نمونے مثلاً دیکھنے کے لئے آنکھیں، ہر بات پر غور کرنے کیلئے ان کے دل میں عقل سب کچھ دیا ہے، اس پر یہ اندھا راستہ چلیں گے تو قیامت کے دن اس اوندھی چال کی سزا بھی ان لوگوں کو اسی طرح کی دی جائے گی، کہ جب حشر کے دن یہ لوگ قبروں سے اٹھیں گے، تو منہ کے بل اٹھیں گے، جس کا ذکر قرآن شریف اور صحیحین وغیرہ کی حدیث میں اوپر گذر چکا ہے۔ قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ کی تفسیر وہی ہے جو اوپر گذری کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کھیل کے طور پر بے فائدہ نہیں پیدا کیا، بلکہ انسان کے پیدا کرنے کا نتیجہ وہی ہے جو کئی جگہ قرآن میں بیان کردیا گیا ہے۔ کہ چند روزہ زیست میں انسان سے جو نیک و بد ہوسکے وہ کرلیوے، اور دنیا سے اٹھ جانے کے بعد اسکے، سب دنیا کے ختم کے بعد اس کو پھر دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اور اسکے عمر بھر کے نیک و بد کی جزا و سزا ہوگی تاکہ انسان کا پیدا کرنا رائیگاں نہ ہو۔ اس نصیحت کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں یہ بھی فرمایا ہے کہ اب تو یہ کافر لوگ سرکشی سے یہ کہتے ہیں

قُلْ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۶﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ قِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَ مَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ

(اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم فرماؤ: "وہی (اللہ) ہے جس نے تم کو پیدا کیا ہے اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے ہیں (مگر اس پر بھی) تم بہت کم شکر کرتے ہو" ﴿۲۳﴾ تم فرماؤ کہ وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلایا اور تم اسی کی طرف (قیامت کے دن) اٹھائے جاؤ گے ﴿۲۴﴾ اور کافر (جب قیامت کا ذکر سنتے ہیں تو مسلمانوں سے) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو ﴿۲۵﴾ (تو بتاؤ) تم فرماؤ کہ یہ علم تو خدا کے پاس ہے میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں ﴿۲۶﴾ پھر جب اس وعدے کو پاس آتا ہوا دیکھیں گے تو (اس وقت مارے دہشت وغم کے) کافروں کے منہ بگڑ جاویں گے اور (ان سے) کہا جاوے گا: "یہی ہے وہ (عذاب) جس کو تم (ہمارے رسول سے) مانگتے تھے" ﴿۲۷﴾ تم (ان کافروں سے [1]) فرماؤ: "بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو (تمہاری تمنا کے موافق ہلاک کردے) یا (موافق ہماری امید اور وعدے کے) ہم پر رحمت فرمائے۔

کہ قرآن کی نصیحت نہ ماننے پر جس عذاب سے ڈرایا جاتا ہے، آخر وہ عذاب کب آئے گا، فرمایا کہ ان کافروں سے اس کے جواب میں کہہ دیا جائے کہ عذاب کے آنے کا وقت تو اللہ کو معلوم ہے، لیکن اتنا یاد رہے کہ جب عذاب کا وقت آئے گا تو سرکشی سب نکل جائے گی، اور بڑے بڑے سرکشوں کی صورت مارے دہشت وغم کے پہچانی نہ جائے گی۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ بدر کی لڑائی والے دن اور مکہ کے قحط کے وقت دنیا میں تو یہ حال گذر چکا، عقبیٰ کے عذاب کا وقت مرنے کے بعد آئے گا، اور اس وقت قائل کرنے کے لئے ان سے کہا جائے گا کہ جس عذاب کی دنیا میں تم جلدی کرتے تھے، اب اس کا مزہ چکھو۔

[1] سورۃ والطور میں گذر چکا ہے کہ مکہ کے مشرک لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انکے ساتھ مسلمانوں کی موت کی آرزو کیا کرتے

فَمَنْ یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۸﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۹﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ ﴿۳۰﴾ ع

تو کافروں کو (آخرت کے) دردناک عذاب سے کون بچالے گا؟'' ﴿۲۸﴾ تم فرماؤ: ''وہی اللہ ہے جس پر ہم ایمان لائے اور اسی پر ہم نے بھروسہ کیا پس عنقریب جان لو گے کہ کون صریح گمراہی میں ہے'' ﴿۲۹﴾ تم فرماؤ: ''بھلا دیکھو تو اگر تمہارا پانی جو (کنوؤں میں ہے) نیچے کو (اتر کر) غائب ہو جائے پس وہ کون ہے جو تمہارے پاس بہتا ہوا صاف پانی لادے (یعنی کنوؤں کی سوت کو جاری کردے)'' ﴿۳۰﴾

تھے۔ اس سورۃ میں تو اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کی اس آرزو کا جواب دیدیا تھا۔ یہاں بھی ان مشرکوں کے عذاب کی جلدی پر فرمایا ''اے محبوب ﷺ! ان مشرکوں سے کہہ دو کہ ہم تو اللہ کے حکم کے تابعدار ہیں، اور اسی پر ہمارا بھروسہ ہے۔ تمہاری یہ آرزو اگر برآئی کہ ہم کو موت آگئی، تو اللہ تعالیٰ اپنی فرمانبرداری کا اجر اپنے وعدہ کے موافق ضرور ہمیں دے گا۔ تم اپنی کہو کہ تمہاری نافرمانی کی سزا کے طور پر دنیا یا آخرت میں تم پر کوئی عذاب الٰہی آگیا، تو اس عذاب سے تم کو کون چھڑائے گا۔ جن بتوں پر تمہارا بھروسہ ہے ان کا حال قحط کے وقت تم نے دیکھ لیا، کہ دنیا میں تو ان بتوں نے کچھ بھی تمہاری مدد نہیں کی۔ عقبیٰ میں یہ تم سے ایسی بیزاری ظاہر کریں گے جس کو دیکھ کر تم کو نہایت درجہ پچھتانا اور یہ کہنا پڑے گا کہ کیا اچھا ہوتا اگر دنیا میں ایک دفعہ اور ہمارا جانا ہوتا، تاکہ ہم بھی ان سے اسی طرح کی بیزاری ظاہر کرتے، جس طرح کی بیزاری آج انہوں نے ہم سے ظاہر کی ہے۔ پھر قحط کی سی مصیبت یاد دلانے اور بتوں کی بیکسی جتانے کے لئے فرمایا کہ جن کنوؤں کا پانی تم لوگ پیتے ہو، وہ صاحبِ قدرت خدا جس نے یہ موتی کی طرح صاف شفاف پانی مہیا کیا، اگر فرض کرو چشموں اور کنوؤں کا پانی خشک ہو کر زمین کے اندر اتر جائے، تو کیا تمہارے جھوٹے معبودوں میں اتنا دم ہے کہ وہ تمہارے پینے کے میٹھے پانی کا انتظام کردیں گے، جو تمہاری زندگی اور بقاء کے لئے کافی ہو۔

خدائی پکڑ کی ایک ادنیٰ جھلک

بعض مفسروں نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ یہ آیتیں ایک ظالم بادشاہ کے روبرو پڑھی گئیں، تو اس نے کہا کہ خدا اگر کنوؤں کا پانی خشک کردے گا تو ہم کدال پھاوڑے سے زمین کھود کر پھر پانی نکال لیں گے۔ یہ بات اس ظالم کی زبان پر آئی تھی کہ فوراً اس کی آنکھوں کا پانی بالکل خشک ہو گیا اور وہ ظالم اندھا ہو کر بیٹھ گیا۔

اٰیاتہا ۵۲ 　 ۶۸ سُوْرَۃُ الْقَلَمِ مَکِّیَّۃٌ ۲ 　 رکوعاتہا ۲

سورۂ قلم مکہ میں نازل ہوئی، اس میں باون آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَ ① مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ②

قسم[۱] ہے قلم اعلیٰ کی (جو نوری ہے) اور اس کی کہ (اعمال بنی آدم کے نگہبان) فرشتے لکھتے ہیں ① (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم[۲]) تم اپنے پروردگار کے فضل سے مجنون نہیں (جیسا کہ کافر کہتے ہیں) ②

خواص سورۃ القلم: اس سورت کو نماز میں پڑھنے سے فقر و فاقہ دور ہو جاتا ہے۔ اگر اس سورت کو ستر بار پڑھے تو بد گوؤں کے فریب سے نجات پائے (ن ص ق) ان سب کو انگشتری پر کندہ کر کے جو شخص اپنے پاس رکھے گا اس کی سب حاجتیں اللہ تعالیٰ پوری کرے گا اور زندگی ضرور خوبی کے ساتھ بسر ہو گی۔

[۱] اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم ذکر فرمائی۔ اس قلم سے مراد یا تو لکھنے والوں کے قلم ہیں۔ جن سے دینی دنیوی مصالح و فوائد وابستہ ہیں اور یا قلم اعلیٰ مراد ہے جو نوری قلم ہے۔ اور اس کا فاصلہ زمین و آسمان کے برابر ہے۔ اس نے بحکم الٰہی لوح محفوظ پر قیامت تک ہونے والے تمام امور لکھ دیئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کا جواب

[۲] مشرکین مکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو العیاذ باللہ مجنون کہتے تھے، کوئی کہتا کہ شیطان کا اثر ہے جو یک بیک تمام قوم سے الگ ہو کر ایسی باتیں کرنے لگے ہیں، جن کو کوئی نہیں مان سکتا۔ حق تعالیٰ نے اس خیال باطل کی تردید اور آپ کی تسلی فرمائی کہ اسکا لطف و کرم تمہارے شامل حال ہے۔ اس نے تم پر انعام و احسان فرمائے، نبوت اور حکمت عطا کی، فصاحت تامہ، عقل کامل، پاکیزہ خصائل، پسندیدہ اخلاق، عطا کیے۔ مخلوق کیلئے جس قدر کمالات امکان میں ہیں، سب علی وجہ الکمال عطا فرمائے۔ ہر عیب سے ذات عالی صفات کو پاک رکھا جس پر اللہ تعالیٰ کے ایسے ایسے فضل و انعام ہوں، جن کو ہر آنکھ والا مشاہدہ کر رہا ہے۔ کیا اسے مجنون کہنا خود اپنی مجنون گی کی دلیل نہیں۔ آج آپ کو العیاذ باللہ مجنون کے لقب سے یاد کرنا بالکل وہی رنگ رکھتا ہے جس رنگ میں دنیا کے تمام جلیل القدر اور اولوا العزم مصلحین کو ہر زمانے کے شریروں اور بے عقلوں نے یاد کیا ہے۔ لیکن جس طرح تاریخ نے ان مصلحین کے اعلیٰ کارناموں پر بقاء دوام کی مہر ثبت کی، اور ان مجنون کہنے والوں کا نام و نشان باقی نہ چھوڑا۔ قریب ہے کہ قلم اور اسکے ذریعہ سے لکھی ہوئی تحریریں، آپ کے ذکر اور آپ کے بے مثال کارناموں اور علوم و معارف کو ہمیشہ

وَ اِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ﴿۳﴾ وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ﴿۴﴾ فَسَتُبْصِرُ وَ یُبْصِرُوْنَ ﴿۵﴾ بِاَیِّکُمُ الْمَفْتُوْنُ ﴿۶﴾

اور ۱ بیشک تمہارے لئے بے شمار اجر ہے ﴿۳﴾ اور ۲ بیشک تم اعلیٰ درجہ کے خلق پر ہو ﴿۴﴾ پس عنقریب تم (ان کافروں کی حالت) دیکھو گے ﴿۵﴾ اور ۳ یہ (بھی تمہارا مرتبہ) دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون مجنون تھا؟ ﴿۶﴾

کے لئے روشن رکھیں گی۔ اور آپکو مجنون بتلانے والوں کا وجود صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ کر رہے گا۔ ایک وقت آئے گا جب ساری دنیا آپ کی حکمت و دانائی کی داد دے گی، اور آپکے کامل ترین انسان ہونے کی بطور ایک اجماعی عقیدہ کے تسلیم کرے گی۔ بھلا خداوند قدوس جس کی فضیلت و برتری کو ازل الازال میں اپنے قلم نور سے لوح محفوظ کی تختی پر نقش کر چکا، کسی کی طاقت ہے کہ محض مجنون و مفتون کی پھبتیاں کس کر اسکے ایک شوشہ کو مٹا سکے۔ جو ایسا خیال رکھتا ہے پرلے درجہ کا مجنون یا جاہل اور کاذب ہے۔

۱ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! تم کو تو اس تبلیغ احکام و اشاعت اسلام کے عوض میں اتنا ثواب اعلیٰ جنت میں ملے گا، جو ہرگز ممنون یعنی کبھی منقطع نہ ہوگا، تم پر احسان نہ جتایا جائے گا۔

۲ یعنی اللہ تعالیٰ نے جن اعلیٰ اخلاق و کمالات پر آپ کو پیدا فرمایا، کیا دیوانوں میں ان اخلاق و کمالات کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ ایک مجنون کے اقوال و افعال میں قطعاً نظم و ترتیب نہیں ہوتی، نہ اس کا کلام اس کے کاموں پر منطبق ہوتا ہے۔ برخلاف اسکے آپ کی زبان قرآن ہے، اور آپکے اعمال و اخلاق قرآن کی خاموش تفسیر۔ قرآن جس نیکی جس خوبی اور بھلائی کی طرف دعوت دیتا ہے، وہ آپ میں فطرۃً موجود ہیں، اور جس بدی و زشتی سے روکتا ہے آپ طبعاً اس سے نفور و بیزار ہیں۔ پیدائشی طور پر آپ کی ساخت اور ترتیب ایسی واقع ہوئی ہے کہ آپ کی کوئی حرکت اور کوئی چیز حد تناسب و اعتدال سے ایک انچ ادھر ادھر ہٹنے نہیں پاتی۔ آپ کا حسن اخلاق اجازت نہ دیتا تھا کہ جاہلوں اور کمینوں کے طعن و تشنیع پر کان دھریں۔ جس شخص کا خلق اس قدر عظیم اور مطمح نظر اتنا بلند ہو، بھلا وہ کسی مجنون کے مجنون کہہ دینے پر کیا التفات کرے گا، آپ تو اپنے مجنون کہنے والوں کی نیک خواہی اور دردمندی میں اپنے کو گھلائے ڈالتے ہو۔

۳ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! یہ حال کہ کون دیوانہ ہے، حق سے بیگانہ ہے عنقریب کھلا جاتا ہے۔ اب عذاب اترتا ہے تم اور یہ سب کے سب جان لیں گے، اور صاف ظاہر ہوگا کہ دونوں میں سے کون ہوشیار اور عاقبت اندیش تھا اور کون احمق مجنون تھا۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ۝

بیشک ۱؎ تمہارا پروردگار خوب ہے، جو اس کی راہ سے بہکے، اور وہ راہ پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے ۝ بس ۲؎ تم جھٹلانے والوں کا کہنا نہ ماننا ۝ وہ اس آرزو میں ہیں کہ کسی طرح تم (تبلیغ میں) نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑ جائیں ۝ اور ۳؎ ہر ایسے شخص کا کہنا نہ مانو جو بہت (جھوٹی) قسمیں کھانے والا ہے ۝ ذلیل ہے، طعنے دینے والا ہے ۴؎ چغلخور ہے (لوگوں میں فساد ڈالنے والا ہے) ۝

۱؎ یعنی پوری طرح علم تو اللہ ہی کو ہے کہ کون لوگ راہ پر آنے والے ہیں، اور کون بھٹکنے والے، لیکن نتائج جب سامنے آئیں گے تو سب کو نظر آجائے گا کہ کون کامیابی کی منزل پر پہنچا، اور کون شیطان کی راہ زنی کی بدولت ناکام ونامراد رہا۔

مصلحت پرستی کی ممانعت

۲؎ **شانِ نزول:** کفارِ مکہ حضور ﷺ سے کہتے تھے کہ آپ بت پرستی کی نسبت اپنا سخت رویہ ترک کردیں، اور ہمارے معبودوں کی تردید نہ کریں، ہم بھی آپ کے خدا کی تعظیم کریں گے، اور آپ کے طور وطریق اور مسلک ومشرب سے معترض نہ ہوں گے۔ ممکن تھا کہ ایک مصلحِ اعظم کے دل میں جو خُلقِ عظیم پر پیدا کیا گیا ہے، نیک نیتی سے یہ خیال آجائے کہ تھوڑی سی نرمی اختیار کرنے اور ڈھیل دینے سے کام بنتا ہے، تو برائے چندے نرم روش اختیار کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔ اس پر حق تعالیٰ نے متنبہ فرمادیا کہ آپ ان مکذبین کا کہنا نہ مانیے، ان کی غرض محض آپکو نرم کرنا ہے، ایمان لانا اور صداقت کو قبول کرنا مقصود نہیں۔ راہ پر آنے والے اور نہ آنے والے سب اللہ کے علمِ محیط میں طے شدہ ہیں۔ لہٰذا آپ دعوت وتبلیغ کے معاملہ میں رورعایت نہ کریں، جسکو راہ پر آنا ہوگا آئے گا، اور جو محرومِ ازلی ہے وہ کسی لحاظ ومروت سے ماننے والا نہیں۔

۳؎ یعنی جس کے دل میں خدا کے نام کی عظمت نہیں، جھوٹی قسم کھالینا ایک معمولی بات سمجھتا ہے، اور چونکہ لوگ اس کی باتوں پر اعتبار نہیں کرتے، اس لئے یقین دلانے کیلئے بارہا قسمیں کھا کر بےقدر اور ذلیل ہوتا ہے۔

۴؎ یعنی ان خصلتوں کے ساتھ بدنام اور رسوائے عالم بھی ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ سب کافر کے وصف ہیں، آدمی اپنے اندر دیکھے اور یہ خصلتیں چھوڑے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ولید بن مغیرہ نے اپنی ماں سے جاکر کہا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے میرے حق میں دس باتیں فرمائی ہیں تو نو تو میں جانتا ہوں کہ مجھ میں موجود ہیں، لیکن دسویں بات اصل میں خطا ہونے کی اس کا حال مجھے معلوم نہیں، یا تو مجھے سچ سچ بتادے ورنہ میں تیری گردن ماردوں گا۔ اس پر اس کی ماں نے کہا کہ تیرا باپ نامرد تھا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ جائے گا تو اس کا مال غیر لے جائیں گے، تو میں نے چرواہے کو بلالیا تو اس سے ہے۔ **فائدہ:** ولید

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۙ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۙ﴿۱۳﴾ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۴﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿۱۸﴾

نیکی سے باز رہنے والا ہے، حد سے بڑھنے والا ہے، گنہگار ہے ﴿۱۲﴾ سخت مزاج ہے، سب میں بڑھ کر یہ کہ اس کی اصل میں خطا ﴿۱۳﴾ اس لئے کہ وہ ۱؎ مال اور اولاد رکھتا ہے ﴿۱۴﴾ جب ۲؎ ہماری آیتیں (یعنی قرآن) اس پر پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ پہلوں کی کہانیاں ہیں (یعنی جھوٹ ہے) ﴿۱۵﴾ ہم عنقریب ۳؎ اس کی ناک پر داغ لگا دیں گے ﴿۱۶﴾ بیشک ۴؎ ہم نے انہیں (قحط اور بھوک سے) آزمایا جیسا کہ ہم نے اس باغ والوں کو آزمایا تھا۔ جبکہ ان لوگوں نے قسم کھائی کہ اس باغ کے پھل ضرور صبح ہوتے ہی توڑ لیں گے (تاکہ مسکینوں کو خبر نہ ہو) ﴿۱۷﴾ اور ان شاء اللہ نہیں کہا ﴿۱۸﴾

نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک جھوٹا کلمہ کہا تھا: "مجنون"۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اسکے دس واقعی عیوب ظاہر فرمادیئے، اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور شانِ محبوبیت معلوم ہوتی ہے۔

۱؎ یعنی یہ باتیں اسی گھمنڈ اور غرور میں کرتا ہے کہ مال اور اولاد والا ہے۔ نو ہزار مثقال چاندی اس کا مال محفوظ تھا، دس لڑکے تھے۔

۲؎ جب اسکو قرآن کی آیتیں سنائی جاتی ہیں اور امر و نواہی سنتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ تو اگلوں کے بنائے ہوئے قصے ہیں، جھوٹی باتیں اگلے لوگوں کی چلی آتی ہیں کہ قیامت جنت دوزخ ہوگی، حساب کتاب لیا جائے گا، وغیرہ وغیرہ کچھ بھی نہیں۔ اس کا یہ کہنا اس کا نتیجہ ہے کہ ہم نے اس کو مال اور اولاد دی۔

۳؎ یعنی اس کا چہرہ بگاڑ دیں گے اور اس کی بدباطنی کی علامت اس کے چہرہ پر نمودار کر دیں گے، تاکہ اس کے لئے سبب عار ہو۔ آخرت میں تو یہ سب کچھ ہوگا ہی مگر دنیا میں بھی یہ خبر پوری ہو کر رہی، اور اسکی ناک دغیلی ہوگئی۔ کہتے ہیں کہ بدر کی لڑائی والے دن ولید بن مغیرہ کی ناک کٹ گئی۔

۴؎ اہل مکہ جب اپنے مال و متاع پر بہت اترائے، اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طرح طرح کی سرکشی انہوں نے شروع کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی کہ یارب! انہیں ایسی قحط سالی میں مبتلا کر جیسی

حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی تھی۔ چنانچہ اہل مکہ قحط کی مصیبت میں ایسے مبتلا کیے گئے کہ وہ بھوک کی شدت میں مُردار اور ہڈیاں تک کھا گئے، اور اس طرح آزمائش میں ڈالے گئے۔ آخر آنحضرت ﷺ سے رفع قحط کی دعا کرنے کی التجا کی، اور آپ کی دعا سے قحط رفع ہوا۔ اس لئے اوپر کی آیتوں میں ولید بن مغیرہ کا خاص طور پر ذکر فرما کر سب کو قحط کا قصہ یاد دلایا، اور فرمایا کہ ان لوگوں کی نافرمانی کے سبب سے ان پر قحط کی آفت اسی طرح آئی تھی جیسے باغ والوں پر ان کے باغ کے اجڑ جانے کے وقت آئی تھی۔

غرباء اور مستحقین کی امداد نہ کرنے کا انجام اور توبہ کی فضیلت

اس قصہ کا حاصل یہ ہے کہ یمن کے ملک میں ایک شخص کا ایک باغ تھا، وہ شخص نیک نیت تھا باغ کے میوے کثرت سے فقراء کو دیتا تھا۔ جب باغ میں جاتا فقراء کو بلا لیتا، تمام گر پڑے میوے فقراء لے لیتے، اور باغ میں بستر بچھا دیئے جاتے، جب میوے توڑ جاتے تو میوے بستروں پر گرتے، وہ بھی فقراء کو دیدیئے جاتے، اور جو خالص اپنا حصہ ہوتا اس میں سے دسواں حصہ فقراء کو دے دیتا۔ اسی طرح کھیتی کاٹتے وقت بھی اس نے فقراء کے حقوق بہت زیادہ مقرر کئے تھے۔ اس کی وفات کے بعد اس کے تین بیٹے وارث ہوئے۔ انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ مال قلیل ہے کنبہ بہت ہے، اگر والد کی طرح ہم بھی خیرات جاری رکھیں تو تنگ دست ہو جائیں گے۔ آپس میں مل کی قسمیں کھائیں کہ صبح سویرے لوگوں کے اٹھنے سے پہلے باغ چل کر میوے توڑ کر گھر لے آئیں، فقراء جائیں گے تو وہاں کچھ نہ پائیں گے اور اپنی اس تدبیر پر ایسا یقین جمایا کہ ان شاء اللہ بھی نہ کہا، انہوں نے اپنی ناشکری کا یہ پھل پایا کہ وہاں رات کو اللہ کے حکم سے آگ لگ گئی، اور سارا باغ جل کر خاک وسیاہ ہو گیا۔ جب یہ لوگ باغ تک پہنچے تو اس کی حالت دیکھ کر ان لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید اندھیرے میں راستہ بھول کر ہم کہیں اور آ گئے، پھر جب جگہ پہچان گئے تو اپنی ناشکری کی نیت پر بڑا افسوس کیا۔ منجھلا بھائی ان میں زیادہ ہوشیار تھا اس نے مشورہ کے وقت متنبہ کیا تھا کہ اللہ کو مت بھولو، یہ سب اسی کا انعام سمجھو، محتاج کی خدمت سے دریغ نہ کرو۔ جب کسی نے اس کی بات پر کان نہ دھرا چپ ہو رہا، اور انہی کا شریک حال ہو گیا۔ اب یہ تباہی دیکھ کر اس نے وہ پہلی بات یاد دلائی، اور اب اپنی تقصیر کا اعتراف کر کے رب کی طرف رجوع ہوئے، اور آخر میں سب مل کر کہنے لگے کہ واقعی ہماری سب کی زیادتی تھی کہ ہم نے فقیروں محتاجوں کا حق مارنا چاہا، اور حرص وطمع میں آ کر اصل بھی کھو بیٹھے۔ یہ جو کچھ کھو بیٹھے یہ جو کچھ خرابی آئی، اس میں ہم ہی قصوروار ہیں، مگر اب بھی ہم اپنے رب سے ناامید نہیں۔ کیا عجیب ہے وہ اپنی رحمت سے پہلے باغ سے بہتر باغ ہم کو عطا کر دے، ان لوگوں نے صدق واخلاص سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کے عوض اس سے بہتر باغ عطا فرمایا، اور اس میں کثرت پیداوار اور لطافت وآب وہوا کا یہ عالم تھا کہ اسکے انگوروں کا ایک خوشہ ایک گدھے پر بار کیا جاتا تھا۔ آخر آیت میں قریش کو ہوشیار کیا کہ دیکھو خدا کی نافرمانی اور اسکی نعمتوں کی ناشکری سے دنیا میں بھی خدا کی آفتیں یوں آیا کرتی ہیں، اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ چند روزہ دنیا ہی کیا، اور اس کی چلتی پھرتی آفت ہی کیا، یہ تو دنیا کے عذاب کا ایک چھوٹا سا نمونہ تھا، جسے کوئی ٹال نہ سکا۔ آخرت کی آفت بڑی آفت ہے، جس کی مدت کا کچھ ٹھکانہ نہیں۔

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۱۹﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿۲۰﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿۲۴﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾

پس اس باغ پر تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک (گرم ہوا کی) بلا گھر آئی اور وہ اپنے گھروں میں) سوتے تھے ﴿۱۹﴾ پھر صبح کو وہ باغ کٹی ہوئی کھیتی کے مانند ہو گیا ﴿۲۰﴾ پھر انہوں نے صبح ہوتے آپس میں ایک دوسرے کو پکارا: ﴿۲۱﴾ ''اگر تم کو پھل توڑنے ہیں تو سویرے ہی اپنے باغ کو چلو'' ﴿۲۲﴾ پس چلے اور آپس میں چپکے چپکے کہتے جاتے تھے ﴿۲۳﴾ کہ (دیکھو) ہرگز آج کوئی مسکین تمہارے باغ میں آنے نہ پائے ﴿۲۴﴾ اور سویرے (اپنے زعم میں) بخل کی نیت پر قادر سمجھ کر پہنچے ﴿۲۵﴾ پھر جب اس باغ کو دیکھا تو بولے: ''بیشک ہم راستہ بھول گئے'' ﴿۲۶﴾ (غور سے دیکھ کر کہا: ''نہیں جگہ تو وہی ہے) بلکہ ہم محروم کر دیئے گئے'' ﴿۲۷﴾ پھر ان میں جو سب سے اچھا شخص تھا، بولا: ''کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے'' ﴿۲۸﴾ تب بولے: ''ہم اپنے پروردگار کو پاکی سے یاد کرتے ہیں بیشک ہم ظالم تھے'' (جو مسکینوں کو نہ دیا) ﴿۲۹﴾ پھر ایک دوسرے کو مخاطب بنا کر ملامت کرنے لگے ﴿۳۰﴾ (پھر سب متفق ہو کر) کہنے لگے: ''ہائے ہماری خرابی! بیشک ہم سرکش تھے ﴿۳۱﴾ (سب مل کر توبہ کر لو) امید ہے کہ ہمارا پروردگار ہم کو اس سے اچھا باغ اس کے بدلے میں دے، بیشک ہم اپنے پروردگار کی طرف رغبت لاتے ہیں'' ﴿۳۲﴾

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۳۴﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ مَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَاۗءُ ڔ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَاۗىِٕهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۴۱﴾

(دیکھو اے کفار مکہ! دنیاوی) عذاب ایسا ہوتا ہے اور بیشک آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے۔ کاش یہ (عذاب آخرت کو) جانتے (تو ایمان لے آتے) ﴿۳۳﴾ بیشک [۱] پرہیزگاروں کیلئے ان کے پروردگار کے پاس (آخرت میں) نعمت کے باغ ہیں ﴿۳۴﴾ تو کیا (اے کافرو! تم سمجھتے ہو کہ) ہم مسلمانوں کو مجرموں کے مانند کردیں گے ﴿۳۵﴾ تمہیں کیا ہوگیا تم (جہالت سے) کیسی بات ٹھہراتے ہو ﴿۳۶﴾ کیا تمہارے پاس کوئی (آسمانی) کتاب ہے جس میں تم یہ مضمون پڑھتے ہو ﴿۳۷﴾ کہ (آخرت میں) تمہارے لئے وہی ہوگا جو تم پسند کرو ﴿۳۸﴾ کیا تمہارے لئے کچھ محکم قسمیں ہمارے ذمہ ہیں۔ جن کا حکم قیامت تک باقی رہے گا۔ اس مضمون سے کہ تمہیں ملے گا جو کچھ تم مقرر کرتے ہو ﴿۳۹﴾ تم ان کافروں سے پوچھو ان میں کون سا اس کا ضامن ہے (کہ آخرت میں مسلمانوں کے برابر یا زیادہ اجر ملے گا) ﴿۴۰﴾ کیا ان کے ٹھہرائے ہوئے کچھ شریک ہیں تو ان کو چاہئے کہ اپنے شریکوں کو لے آئیں اگر یہ سچے ہیں ﴿۴۱﴾

[۱] **شان نزول**: مشرکین نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ اگر مرنے کے بعد پھر ہم اٹھائے بھی گئے تو وہاں بھی ہم تم سے اچھے رہیں گے، اور ہمارا ہی درجہ بلند ہوگا، جیسے کہ دنیا میں ہمیں آسائش حاصل ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ ان مشرکوں کے پاس کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نوشتہ آیا ہے، یا اللہ نے ان سے عہد لیا ہے، یا کوئی ضامن انہوں نے پیدا کیا ہے، یا ان کے بتوں نے ان سے اقرار کیا ہے کہ آخرت میں ان کو اللہ کے فرمانبرداروں سے بڑھ کر خوشحالی ملے گی۔ اللہ تعالیٰ کے انصاف میں یہ بات ہرگز روا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو اور فرمانبرداروں کو ایک سا کردے، یا اللہ تعالیٰ نے ان

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۲﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾

(وہ[1] دن یاد کرنے کے قابل ہے) جس دن کہ ساق کی تجلی فرمائی جائے گی (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اور سجدہ کی طرف بلائے جائیں گے تو یہ کافر نہ کرسکیں گے (کمر تختہ کی مانند ہو جائے گی یہ ایمان کی آزمائش کے لئے ہے) ﴿۴۲﴾ ان کی آنکھوں پر ندامت ظاہر ہوگی، ذلت ان کو گھیرے ہوئے ہوگی، اور بیشک یہ لوگ (دنیا میں) سجدہ کی طرف بلائے جاتے تھے (تو نہ آتے تھے) حالانکہ وہ تندرست تھے ﴿۴۳﴾

کے بتوں کو اپنے حکم میں کچھ شراکت کا حق دیا ہے کہ وہ اس شراکت کے حق کے سبب سے کسی کچھ بھلا کرسکیں۔ اچھا اگر یہ سچے ہیں تو دین و دنیا کی آفت کے وقت اپنے بتوں کو حمائیتیوں کے طور پر پیش کریں۔ دنیا کے قحط کے وقت تو ان کی بتوں کی حمایت کی قلعی خوب اچھی طرح کھل گئی، آخرت کا حال بھی ان کی آنکھوں کے سامنے آنے والا ہے۔

ساق کا ذکر۔ قیامت میں نماز نہ پڑھنے والوں کی کمر تختے کی مانند ہو جائے گی

[1] اس کا قصہ حدیث شیخین میں مرفوعاً اس طرح آیا ہے کہ حق تعالیٰ میدان قیامت میں اپنی ساق کی تجلی فرمائے گا۔ ساق پنڈلی کو کہتے ہیں، اور یہ کوئی خاص صفت یا حقیقت ہے صفات و حقائق الٰہیہ میں سے۔ جس کو کسی خاص مناسبت سے ساق فرمایا۔ جیسے قرآن میں ید (ہاتھ) اور وجہ (چہرہ) کا لفظ آیا ہے یہ مفہومات متشابہات میں سے کہلاتے ہیں، ان پر اسی طرح بلا کیف ایمان رکھنا چاہئے جیسے اللہ کی ذات۔ وجود۔ حیات اور سمیع و بصیر وغیرہ صفات پر ایمان رکھتے ہیں۔ سلف کا یہی طریق ہے کہ وہ اسکے معنی میں کلام نہیں کرتے، اور یہ فرماتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں، اور انکے معنی کی تفصیل اللہ تعالیٰ کے علم پر سونپنا چاہئے۔ حدیث میں ہے کہ اس ساق کی تجلی کو دیکھ کر تمام ایماندار مرد و عورت سجدہ میں گر پڑیں گے۔ اور جو لوگ ظاہر میں اپنے آپکو مسلمان کہتے، اور ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے دین کا پورا یقین نہیں ہے، اس ادھورے یقین کے سبب سے وہ جو کچھ کرتے ہیں، وہ محض دنیا کے دکھاوے کیلئے کرتے ہیں۔ یہ لوگ سجدہ کرنا چاہیں گے تو ان کی کمر تختہ سی ہو جائے گی اور ان کو سجدہ کرنا نصیب نہ ہوگا۔ جب اہل ریا و نفاق سجدہ پر قادر نہ ہوں گے تو کفار کا اس پر قادر نہ ہونا بطریق اولیٰ معلوم ہو گیا۔ یہ سب کچھ محشر میں اس لئے کیا جائے گا کہ مومن و کافر اور مخلص و منافق صاف طور پر کھل جائیں، اور ہر ایک کی اندرونی حالت حسی طور پر مشاہدہ ہو جائے۔

فَذَرْنِیْ وَ مَنْ یُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَ اُمْلِیْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ﴿۴۵﴾ اَمْ تَسْــٴَـلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَ لَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَ هُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿۴۸﴾

وقف لازم

پس [۱] (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جو اس بات (یعنی قرآن) کو جھٹلاتا ہے اسے مجھ پر چھوڑ دو۔ عنقریب ہم ان کو رفتہ رفتہ (عذاب کی طرف) لے جائیں گے اس رستے سے کہ ان کو خبر نہ ہوگی ﴿۴۴﴾ اور میں ان کو ڈھیل دوں گا، بیشک میری خفیہ تدبیر مضبوط ہے ﴿۴۵﴾ کیا تم (تبلیغ پر) [۲] ان سے کچھ معاوضہ مانگتے ہو کہ جس کے تاوان کا ان پر بوجھ پڑ رہا ہے (کہ ایمان نہیں لاتے) ﴿۴۶﴾ کیا ان کے پاس علم غیب (یعنی لوح محفوظ) ہے کہ وہ لکھ رہے ہیں ﴿۴۷﴾ پس [۳] تم صبر کرو، اپنے پروردگار کے حکم کے منتظر رہو اور مچھلی والے (یعنی یونس علیہ السلام) کی طرح نہ ہونا۔ جبکہ اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ اس کا دل غم سے گھٹ رہا تھا ﴿۴۸﴾

[۱] جو لوگ قرآن کو جھٹلاتے ہیں، آپ ان کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے میں خود ان سے سمجھ لوں گا۔ اور اس طرح بتدریج آہستہ آہستہ دوزخ کی طرف لے جاؤں گا، کہ ان کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔ یہ اپنی حالت پر مگن رہیں گے اور اندر ہی اندر سکھ کی جڑیں کٹتی چلی جائیں گی۔ ان کو چند دنوں کی ڈھیل دے رکھی ہے، اس میں اگر وہ راہ راست پر نہ آئے تو پھر میری خفیہ تدبیر ایسی ایسی زبردست اور مستحکم ہے، جس کو یہ لوگ سمجھ بھی نہیں سکتے بھلا اس کو توڑ تو کیا کر سکتے ہیں۔

[۲] یعنی افسوس اور تعجب کا مقام ہے کہ یہ لوگ اس طرح تباہی کی طرف چلے جا رہے ہیں، لیکن آپ کی بات نہیں مانتے۔ آخر نہ ماننے کی وجہ کیا ہے کہ آپ ان سے کچھ معاوضہ طلب کرتے ہیں، جس کے بوجھ میں وہ دبے جا رہے ہیں، یا خود ان کے پاس غیب کی خبریں اور اللہ کی وحی آتی ہے، جسے وہ حفاظت کیلئے قرآن کی طرح لکھ لیتے ہیں۔ اسلئے آپ کے اتباع کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ آخر کچھ سبب تو ہونا چاہئے جب ان پر کچھ بار بھی ڈالا نہیں جاتا، اور اس چیز سے استغناء بھی نہیں، تو نہ ماننے کا سبب بجز عناد اور ہٹ دھرمی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ

[۳] اوپر ذکر تھا کہ قرآن کی آیتوں کو جو لوگ جھٹلاتے ہیں انہیں اللہ نے کچھ دنوں کی ڈھیل دے رکھی ہے۔ ان آیتوں میں فرمایا: ''اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! اس ڈھیل کی مدت میں تم کو صبر اور اللہ کے حکم کا انتظار ضرور ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بلا انتظار اللہ کے حکم حضرت

لَوْلَاۤ اَنْ تَدٰرَکَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَ هُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۵۰﴾ وَ اِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَ مَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۲﴾ ع

اگر اس کے پروردگار کی رحمت اس کی دستگیری نہ کرتی تو بیشک وہ ضرور میدان میں الزام کے ساتھ ڈالا جاتا ﴿۴۹﴾ پس اس کو اس کے پروردگار نے برگزیدہ کیا اور اس کو نیک بندوں میں شامل کرلیا ﴿۵۰﴾ اور [۱] بیشک یہ کافر جب قرآن سنتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا اپنی بدنظر لگا کر تمہیں گرادیں گے اور (اسی عداوت سے تمہاری نسبت) وہ کہتے ہیں: "بیشک یہ پیغمبر مجنوں ہیں" ﴿۵۱﴾ حالانکہ یہ قرآن (جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لائے ہیں) سارے جہان کے لئے نصیحت ہے ﴿۵۲﴾

یونس علیہ السلام کا سا تم کوئی جلدی کا کام کر بیٹھو۔ حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ سورہ یونس، انبیاء اور والصافات میں گذر چکا ہے، انہوں نے بلا انتظار اللہ کے حکم کے جلدی کا کام کیا۔ وہ یہ تھا کہ جب ان کو قوم یونس پر عذاب کے آنے کا حال معلوم ہوگیا تو وہ بستی کو چھوڑ کر جنگل میں چلے گئے، اور ادھر قوم یونس کے رونے گڑگڑانے اور راہ راست پر آجانے سے وہ عذاب ٹل گیا۔ غرض وقت مقررہ گذر جانے پر عذاب کے نازل ہونے کی خبر جو حضرت یونس علیہ السلام کو کچھ نہ لگی، تو بلا انتظار اللہ کے حکم کے یہ وہاں سے چل دیئے، یہی انہوں نے جلدی کی۔ اب آگے باقی کا قصہ ہے کہ یہ وہاں سے ایک دریا پر جاکر کشتی میں بیٹھے وہ کشتی وہیں تھم گئی۔ کشتی والوں نے قرعہ ڈالا کہ کس کے روکنے لئے یہ کشتی اڑی ہے، قرعہ میں ان کا نام نکلا۔ انہوں نے اپنے آپ کو دریا میں ڈال دیا، اور مچھلی نے ان کو نگل لیا۔ مَكْظُوْمٌ کے معنی مفسرین نے یہ کئے ہیں کہ وہ غم سے گھٹ رہے تھے، اور یہ غم مجموعہ تھا کئی غموں کا۔ ❶ ایک قوم کے ایمان نہ لانے کا ❷ ایک عذاب کے ٹل جانے کا ❸ ایک بلا اذن صریح شہر چھوڑ کر چلے آنے کا ❹ ایک مچھلی کے پیٹ میں رہنے کا۔ اس وقت انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں یہ دعا مانگی: لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ اور اللہ کے حکم سے اس مچھلی نے ایک چٹیل میدان میں ان کو اُگل دیا۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں ایک کدو کی بیل پیدا کی، اور اس میں ان کو رکھا تا کہ مچھلی کے پیٹ کی گرمی سے ان کے جسم کی کھال اڑ کر جگہ جگہ جو زخم پڑ گئے تھے، سخت زمین پر لیٹنے سے وہ زخم اور زیادہ نہ چھل جاویں۔ اسی کو فرمایا کہ اس چٹیل میدان میں اللہ ان کو نہ سنبھالتا، تو وہاں زخموں کا جلدی اچھا ہونا ممکن نہ تھا، اور پھر جب یہ تندرست ہوگئے تو اسی قوم کی ہدایت کے لئے ان کو بھیجا۔

نظر لگنے کا ذکر

[۱] **شان نزول:** منقول ہے کہ عرب میں بعض لوگ نظر لگانے میں شہرہ آفاق تھے، اور ان کی یہ حالت تھی کہ دعویٰ کر کے نظر

لگاتے تھے، اور جس چیز کو انہوں نے ایذا پہنچانے کے ارادہ سے دیکھا' دیکھتے ہی ہلاک ہوگئی۔ ایسے بہت واقعات ان کے تجربہ میں آچکے تھے۔ کفار نے ان سے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر لگائیں تو ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی تیز نگاہوں سے دیکھا، اور کہا کہ ہم نے اب تک نہ ایسا آدمی دیکھا، نہ ایسی دلیلیں دیکھیں، اور ان کا کسی چیز کو دیکھ کر حیرت کرنا ہی ستم ہوتا تھا۔ لیکن ان کی یہ تمام جدوجہد بھی مثل انکے اور مکائد کے جو رات دن وہ کرتے رہتے تھے بیکار گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے شر سے محفوظ رکھا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جس کو نظر لگے اس پر یہ آیت پڑھ کر دم کردی جائے۔

ایاتھا ۵۲　۶۹ سورۃ الحاقۃ مکیۃ ۷۸　رکوعاتھا ۲

سورہ حاقہ مکہ میں نازل ہوئی، اس میں باون آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اَلْحَآقَّةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْحَآقَّةُ ۚ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ؕ﴿۳﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ﴿۴﴾ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ﴿۵﴾

وہ[۱] حق ہونیوالی (قیامت) ﴿۱﴾ کیا ہے وہ حق ہونیوالی (قیامت) ﴿۲﴾ اور کس چیز نے تم کو جتلایا گیا ہے وہ حق ہونیوالی (قیامت) ﴿۳﴾ قبیلہ ثمود اور عاد نے قیامت کو جھٹلایا ﴿۴﴾ پس ثمود تو ایک زور کی آواز سے ہلاک کردیئے گئے ﴿۵﴾

خواص سورۃ الحاقہ: جب بچہ پیدا ہو تو اس سورۃ کو پڑھ کر پانی پر دم کرکے اس کے منہ پر ملیں تو بچہ ہر مرض سے اور آفت سے محفوظ رہے گا اور اس سورۃ کو روغن زیتون پر دم کرکے بچے کے ملیں تو بہت فائدہ بخش ہوگا اور موذی جانوروں سے بھی محفوظ رہے گا۔ یہ تیل تمام جسمانی دردوں کے لئے بھی اکسیر ہے۔

[۱] قیامت کی جس سزا و جزا کا ذکر قرآن مجید و حدیث شریف میں ہے، قیامت کے دن وہ سزا و جزا سب کی آنکھوں کے سامنے آجائے گی، اور پھر اس کا کوئی منکر باقی نہ رہے گا، سب اس کا حق ہونا مان لیویں گے۔ اسی لئے قیامت کا نام حاقہ ہے، جس کے معنی: ''حق ثابت ہونے والی''۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک جتنی قوموں نے قیامت کی سزا و جزا اور اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا تھا، اور اس جرم میں طرح طرح کے عذابوں سے وہ قومیں ہلاک ہوئی تھیں ان سب کا ذکر ان آیتوں میں فرمایا ہے تاکہ یہ قصے اس بات کی ایک یادگار اور نصیحت ہو جائیں، کہ اب بھی جو لوگ ان لوگوں کے سے کام کریں گے، قیامت کو قیامت کے عذاب کو اللہ کے رسول کو جھٹلائیں گے، اللہ کے حکم کی نافرمانی کریں گے۔ ان کا بھی

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ﴿۶﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ﴿۷﴾ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۚ﴿۹﴾ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿۱۰﴾ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِى الْجَارِيَةِ ۙ﴿۱۱﴾

اور جو عاد تھے بس وہ ایک سخت آندھی سے ہلاک کیے گئے ﴿۶﴾ وہ ان پر سات راتیں اور آٹھ دن (چہار شنبہ سے چہار شنبہ تک) لگاتار قوت سے چلائی، پس اے مخاطب! اگر تو (اس وقت وہاں موجود ہوتا تو) اس قوم کو اس طرح گرا (یعنی مرا) ہوا دیکھتا کہ گویا گرے ہوئے کھجوروں کے تنے (پڑے) ہیں ﴿۷﴾ پس تو ان میں سے کسی کو بھی بچا ہوا دیکھتا ہے؟ (نہیں نام ونشان تک نہیں ہے) ﴿۸﴾ اور (اسی طرح) فرعون اور اس سے پہلے کافر لوگ اور الٹ جانے والی بستیاں (مثل لوط کی قوم) گناہ کے مرتکب ہوئے ﴿۹﴾ پس انہوں نے اپنے پروردگار کے رسولوں کی نافرمانی کی تو اللہ نے ان کو ایک بڑی پکڑ میں پکڑا ﴿۱۰﴾ بیشک جس وقت پانی ابلا تو ہم نے تم کو (یعنی تمہارے باپ داداؤں کو جب کہ تم ان کی پشت میں تھے) کشتی میں سوار کیا (اور باقیوں کو غرق کردیا) ﴿۱۱﴾

وہی انجام ہوگا جو پچھلے سرکش لوگوں کا ہو چکا۔ حاصل کلام یہ ہے ان قصوں کے انجام کے اثر کو سوچا کرنا فائدہ کی بات ہے۔ اسی واسطے حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا کہ یہ قصہ ایسے لوگوں کے حق میں نصیحت نہیں، جو لوگ نصیحت کی بات کو اس کان سے سن کر اس کان سے اڑا دیتے ہیں، بلکہ یہ قصہ ایسے لوگوں کے حق میں نصیحت ہے جو نصیحت کی بات سن کر اس نصیحت کو یاد رکھتے ہیں، اور اس نصیحت کے موافق عمل کرتے ہیں۔ اسی مطلب کے سمجھانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں کے بعد ایسا ذکر فرمایا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ بالکل منکروں کا انجام تو وہ ہے جو حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک لوگوں کا بیان ہوا۔ اس کے بعد ایک انجام حشر کا ہے جس میں ذرہ ذرہ کا حساب ہونے والا ہے، اور ہر طرح کی خلاف شریعت عادت کی سزا اس دن ہوگی۔ یہ سب قصے کئی جگہ گذر چکے ہیں، اسلئے پھر یہاں انکے بیان کرنے کی ضرورت نہیں خیال کی گئی۔

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّ تَعِيَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰۤى اَرْجَآئِهَا ؕ وَ يَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾

تا کہ ہم اس معاملہ کو تمہارے لیے نصیحت اور یادگار کریں ﴿۱۲﴾ اور (یہ بات) یاد رکھنے والوں کے کان یاد رکھیں، پس ۱ جب صور میں پھونک ماری جاوے گی ﴿۱۳﴾ اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر دفعتہً ریزہ ریزہ کردیئے جائینگے ﴿۱۴﴾ پس اس روز قیامت قائم ہو جائے گی ﴿۱۵﴾ اور آسمان ۲ پھٹ جائے گا تو اس دن اسکا پتلا حال ہوگا ﴿۱۶﴾ اور ۳ فرشتے آسمان کے کناروں پر کھڑے ہوں گے اور اس دن ۴ تمہارے پروردگار کا عرش اپنے اوپر آٹھ فرشتے اٹھائینگے ﴿۱۷﴾ اس ۵ دن (خدا کے روبرو حساب کے واسطے) تم سب پیش ہو گے کہ تم میں کوئی چھپنے والی جان چھپ نہ سکے گی ﴿۱۸﴾

پہلے صور سے لے کر دوزخ میں جانے تک کا حال۔ ایماندار اور کافر کی پہچان

۱ یعنی صور پھنکنے کے ساتھ زمین اور پہاڑ اپنی جگہ کو چھوڑ دیں گے، اور آپس میں ٹکرا ٹکرا کر ریزہ ریزہ کردیا جائے گا۔ یا یہ کہ زمین پر سے درخت پہاڑ مکانات وغیرہ سب چیزیں دور کردی جائیں گی، اور سارا عالم زیروزبر ہو جائے گا۔ پس وہی وقت ہے قیامت کے ہونے کا۔

۲ یعنی آج جو آسمان اس قدر مضبوط محکم ہے کہ لاکھوں سال گذرنے پر بھی کہیں ذرا سا شگاف نہیں پڑا، اس روز آسمان ہیبتِ رحمٰن جل جلالہٗ اور ہجوم ملائکہ سے، اور انکے اترنے سے پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

۳ یعنی جن فرشتوں کا مسکن آسمان ہے، وہ اسکے پھٹنے پر اس کے کناروں پر کھڑے ہوں گے۔ پھر بحکم الٰہی اتر کر زمین کا احاطہ کریں گے۔

۴ حدیث شریف میں ہے کہ حاملینِ عرش آج کل چار ہیں، روز قیامت ان کی تائید کیلئے چار کا اور اضافہ کیا جائے گا، آٹھ ہو جائیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس سے ملائکہ کی آٹھ صفیں مراد ہیں جن کی تعداد اللہ ہی جانے۔

۵ دوسرے صور پر جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے تو جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا ہے، وہ سب بھولے ہوئے ہوں گے۔ اس لئے اعمال کے یاد دلانے کی غرض سے پہلے ان کو ان کے اعمال نامے اس طرح دیئے جائیں گے کہ نیکوں کے دائیں ہاتھ

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ﴿۱۹﴾ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ﴿۲۰﴾ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ﴿۲۱﴾ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ﴿۲۲﴾ قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ﴿۲۳﴾ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔۢا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ﴿۲۴﴾ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ۬

پھر ۱ جس کو اس کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو خوشی کے مارے آس پاس والوں سے) کہے گا: ''لو میرے نامہ اعمال پڑھو ﴿۱۹﴾ مجھے (دنیا میں) یقین تھا کہ (آخرت میں) میں اپنے حساب کو پہنچوں گا'' ﴿۲۰﴾ پس وہ شخص پسندیدہ زندگانی ﴿۲۱﴾ بہشت بریں میں ہوگا ﴿۲۲﴾ کہ جس کے میوے جھکے ہوئے ہوں گے ﴿۲۳﴾ (کہا جائے گا) ''مزے کے ساتھ کھاؤ پیو ان نیک اعمال کے صلہ میں، جو تم نے گزشتہ دنوں (یعنی دنیا کی زندگی) میں آگے (یعنی آخرت کے لئے) بھیجے تھے'' ﴿۲۴﴾ اور ۲ جس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

میں، اور بدوں کے پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں، اور پھر حساب و کتاب کیلئے ان سب کو اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش کیا جائے گا۔ اس دن اللہ کی عدالت میں کسی کی کوئی نیکی یا بدی مخفی نہ رہے گی، سب منظر عام پر آجائیں گی۔ اور اس دن ان پڑھ اور پڑھے ہوئے سب اپنا اعمال نامہ پڑھ سکیں گے۔

۱ جو اچھے لوگ کہ نامہ اعمال ان کے سیدھے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے، وہ اپنے اعمال صالحہ پر جو دنیا میں کئے تھے وثوق کر کے اور خوش ہو کر پڑھیں گے، اور جو کوئی رشتہ دار کنبہ والا یا جان پہچان والا اس وقت نظر آئے گا، خوشی کے مارے اس سے بھی کہیں گے ''لو ہمارا نامہ اعمال پڑھ کر دیکھو کہ میری کتاب اس میں کیا کیا ثواب و کرامت ہے''، اور یہ بھی کہیں گے کہ ہم کو تو دنیا میں ہی یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن حساب و کتاب دینے والے ہیں، اور یہ بات پیش آنے والی ہے۔ اس خیال سے ہم ڈرتے رہے، اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہے۔ پس جو ایسا شخص ہوگا وہ ایسے عیش میں ہوگا کہ اس کی جان اس سے نہایت خوش اور راضی ہوگی، اور جنت بالاتر مرتبہ پایہ میں اس جنت کے پھل میوے لٹکتے ہوں گے۔ کھڑا بیٹھا لیٹا ہر حال میں بآسانی پائیں گے۔ تکلیف اٹھانے کی حاجت نہ ہوگی، اور ان لوگوں سے کہا جائے گا کہ خوشگواری اور سلامتی کے ساتھ میوے کھاؤ۔ نہروں میں پانی پیو، اب نہ کوئی دکھ درد ہے نہ موت۔ مبارک ہو یہ اس کا بدلہ ہے جو تم نے دنیا کی زندگی میں اچھے اچھے کام نماز روزہ ادا کر کے رکھ چھوڑے تھے۔

۲ جن لوگوں کے نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، وہ لوگ اس میں اول سے آخرت کی بدیاں لکھی ہوئی دیکھیں

فَيَقُولُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿٢٥﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿٢٦﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿٢٧﴾ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ﴿٢٨﴾ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿٢٩﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿٣١﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿٣٢﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿٣٣﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿٣٤﴾

تو کہے گا: "اے کاش! میرا اعمالنامہ مجھے نہ ملتا ﴿٢٥﴾ اور میں نہ جانتا کہ میرا کیا حساب ہے ﴿٢٦﴾ اے کاش! کسی طرح موت ہی قصہ چکا جاتی ﴿٢٧﴾ (افسوس) میرا مال (جو میں دنیا میں جمع کیا تھا) کچھ کام نہ آیا ﴿٢٨﴾ میری سب (حجت اور قوت جاتی رہی" ﴿٢٩﴾ ایسے شخص [1] کیلئے فرشتوں کو حکم ہوگا: "اسے پکڑو پھر اس کی گردن میں طوق ڈالو ﴿٣٠﴾ پھر اس کو دوزخ میں لے جاؤ ﴿٣١﴾ پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی ناپ (فرشتوں کے ہاتھ سے) ستر ہاتھ ہے اس کو جکڑ دو ﴿٣٢﴾ کیونکہ یہ (دنیا میں) [2] خدائے بزرگ پر ایمان نہیں رکھتا تھا ﴿٣٣﴾ اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہ دیتا تھا" ﴿٣٤﴾

گے، تو اس وقت نہایت حسرت سے تمنا کریں گے کہ کاش! ہمارے ہاتھ میں اعمال نامہ نہ دیا جاتا، اور ہمیں کچھ خبر نہ ہوتی کہ حساب کتاب کیا چیز ہے۔ کاش موت ہمارا قصہ ہمیشہ کے لئے تمام کر دیتی۔ مرنے کے بعد پھر اٹھنا نصیب نہ ہوتا، یا اٹھا تھا تو اب موت آ کر ہمارا لقمہ کر لیتی۔ افسوس وہ مال و دولت اور جاہ و حکومت کچھ کام نہ آئی، آج ان میں سے کسی چیز کا پتہ نہیں نہ ہماری حجت اور دلیل چلتی ہے، نہ معذرت کی گنجائش ہے۔ اسکے بعد ان دوزخیوں کا انجام بیان فرمایا۔

[1] فرشتوں کو حکم ہوگا کہ: "اسے پکڑو۔ طوق گلے میں ڈالو۔ پھر دوزخ کی آگ میں غوطہ دو۔ اور اس زنجیر میں جس کا طول ستر گز ہے، اس کو جکڑ دو تا کہ جلنے کی حالت میں ذرا بھی حرکت نہ کر سکے"۔ کہ ادھر ادھر حرکت کرنے سے بھی جلنے والا قدرے تخفیف محسوس کیا کرتا ہے۔ گز سے وہاں کا گز مراد ہے، جس کی مقدار اللہ ہی جانے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ یہ ستر گز فرشتوں کے ہاتھوں کی ناپ کے ہیں۔

[2] یعنی اس نے دنیا میں رہ کر نہ اللہ کو جانا، نہ بندوں کے حقوق پہچانے، فقیر محتاج کی خود تو کیا خدمت کرتا، دوسروں کو بھی ادھر ترغیب نہ دی۔ پھر جب اللہ پر جس طرح چاہئے ایمان نہ لایا تو نجات کہاں، اور جب کوئی بھلائی کا چھوٹا بڑا کام بن نہ پڑا، تو عذاب میں تخفیف کی بھی کوئی صورت نہیں۔

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿۳۶﴾ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾

تو آج ۱؎ یہاں (یعنی آخرت میں) اس کا کوئی دوست نہیں (کہ مدد کرے) ﴿۳۵﴾ اور نہ ۲؎ (اسے) کچھ کھانے کو بجز زخموں کی پیپ کے ﴿۳۶﴾ جس کو گنہگاروں کے سوا اور کوئی نہیں کھائے گا ﴿۳۷﴾ پس ۳؎ مجھے قسم ان چیزوں کی جن کو تم دیکھتے ہو ﴿۳۸﴾ اور ان کی جن کو تم نہیں دیکھتے ﴿۳۹﴾ بیشک یہ قرآن ایک بزرگ رسول (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے باتیں ہیں (جو ان کے رب نے فرمائیں) ﴿۴۰﴾ اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں ہے، تم بہت کم ایمان لاتے ہو ﴿۴۱﴾ اور نہ کسی کاہن کا قول ہے (جیسا بعض کفار کہتے ہیں) تم بہت کم نصیحت مانتے ہو ﴿۴۲﴾ (یہ قرآن) اس نے اتارا ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے ﴿۴۳﴾

۱؎ یعنی جب اللہ کو دوست نہ بنایا تو آج اس کا دوست کون بن سکتا ہے، جو حمایت کر کے عذاب سے بچاوے، یا مصیبت کے وقت کچھ تسلی کی بات کرے۔

۲؎ کھانے سے بھی انسان کو قوت پہنچتی ہے، مگر دوزخیوں کو کوئی ایسا مرغوب کھانا نہ ملے گا، جو راحت وقوت کا سبب ہو۔ ہاں دوزخیوں کے زخموں کے پیپ دی جائے گی، جسے ان گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھا سکتا۔ اور وہ بھی بھوک پیاس کی شدت میں غلطی سے یہ سمجھ کر کھائیں گے کہ اس سے کچھ کام چلے گا، بعد کو ظاہر ہوگا کہ اس کا کھانا بھوک کے عذاب سے بڑا عذاب ہے (اعاذنا اللہ من سائر انواع العذاب فی الدنیا والاخرۃ)

۳؎ **شانِ نزول**: تفسیر مقاتل وابن جریر وغیرہ میں قتادہ سے روایت ہے کہ مشرکین مکہ میں سے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاعر اور کچھ کاہن کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں یہ آیتیں نازل فرمائیں، اور دونوں جہان کی تمام مخلوقات کی قسم کھا کر فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے، جس کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس نے نازل فرمایا ہے۔ جن لوگوں کو عقبیٰ کی باتوں پر پورا یقین نہیں ہے، وہ اس قرآن کو شاعر کا اور جو لوگ قرآن کی شان پر پورا غور نہیں کرتے.... وہ کاہن کا کلام کہتے ہیں۔ یہ نادان

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ﴿۴۴﴾ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ﴿۴۷﴾

اور ا۔ اگر پیغمبر ہم پر ایک بات بھی بنا کر یعنی اپنی طرف سے) کہتے ﴿۴۴﴾ تو ہم ان سے انکا دہنا ہاتھ لے لیتے ﴿۴۵﴾ پھر ان کی شہ رگ کاٹ دیتے ﴿۴۶﴾ پس تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا۔ (بس یہ رسول اللہ کے سچے رسول ہیں) ﴿۴۷﴾

اتنا خیال نہیں کرتے کہ ان میں بعضے لوگ ایسے ہیں جو خود بھی شاعر ہیں، پھر قرآن بھی اگر کسی شاعر کا یا کاہن کا کلام ہے، تو ان لوگوں سے تو گھڑی گھڑی کہا جاتا ہے کہ تم بھی کچھ ایسا کلام بنا کر پیش کرو جو فصاحت اور اخبار غیب میں قرآن کی مانند ہو۔ جب یہ لوگ اور ان کے کاہن اور ان کاہنوں کے مددگار سب کے سب مل کر ایسا کچھ کلام بنانے اور پیش کرنے سے عاجز ہیں تو پھر اس قرآن کو شاعر یا کاہن کا کلام بتلانا محض نادانی ہے۔ جس طرح اوپر گزرا کہ کفار قرآن کو شاعر یا کاہن کا کلام کہتے تھے، اسی طرح وہ لوگ ایک بات یہ بھی کہتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے دل سے یہ باتیں جوڑ لی ہیں، جن باتوں کو انہوں نے کلام الٰہی مشہور کیا ہے۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں دیا، اور فرمایا کہ غیب سے اس دین کی دن بدن مدد ہوتی چلی جاتی ہے۔ دن بدن یہ دین ترقی پکڑتا چلا جاتا ہے۔ اس سے سمجھ لینا چاہئے کہ یہ رسول اللہ کے سچے رسول ہیں، اور قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، کیونکہ صاحب شریعت نبی حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک جو مدد غیبی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی فرمائی ہے، وہی مدد ان رسول کی ہر وقت ہر باب میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔ جس طرح قریش لوگ کہتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو لوگوں کے جھٹلانے سے پہلے ہم ان سے اس بات کا مواخذہ کرتے، انکو سزا دیتے، انکو روکتے، ان کا سیدھا ہاتھ پکڑ لیتے، اور ان کی رگ کاٹ ڈالتے، جس کے کاٹتے ہی موت واقع ہو جاتی ہے، اور تم میں سے کوئی ان کو بچا نہ سکتا۔ لیکن حالت تو یہ ہے کہ جس طرح سے اور رسولوں کی غیب سے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ مدد فرمائی ہے، اسی طرح ان کی مدد غیب سے دن بدن ہو رہی ہے۔ پھر فرمایا کہ آنحضرت ﷺ اور اللہ کے کلام کے جھٹلانے والوں کا حسرت اور ندامت کا حال جو کچھ قیامت کے دن ہوگا، اس کا ذکر سورہ فرقان میں گزر چکا ہے۔ آخر کو فرمایا کہ اے محبوب ﷺ تم تکذیب کا خیال نہ کرو، اپنے پروردگار عظمت والے کے حکم سے نماز پڑھو، اس کی توحید خوب شائع کرو، اس کی بڑائی بیان کرو۔

ا۔ **شان نزول:** نسائی، تفسیر ابن حاتم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ابوجہل، نضر بن حارث اور قریش میں کے سرکش لوگوں نے جب اللہ تعالیٰ سے عذاب کی خواہش کی، اور یہ کہا کہ ''جو کچھ محمد ﷺ کہتے ہیں، اگر وہ حق بات ہے اور ہم لوگ اس کو نہیں مانتے ہیں، تو خدا کرے ہم لوگوں پر آسمان سے پتھروں کا مینہ برسے، یا اور کوئی سخت عذاب ہم لوگوں پر نازل ہو جائے''۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائی ہیں، اور فرمایا کہ یہ

وَ اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۴۸﴾ وَ اِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِیْنَ ﴿۴۹﴾ وَ اِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ﴿۵۰﴾ وَ اِنَّهٗ لَحَقُّ الْیَقِیْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ﴿۵۲﴾ ع

اور بیشک یہ قرآن پرہیزگاروں کے لئے ایک نصیحت ہے ﴿۴۸﴾ اور بیشک ہم جانتے ہیں کہ بعض تم میں سے جھٹلانے والے ہیں ﴿۴۹﴾ اور بیشک یہ قرآن کافروں کے حق میں موجب حسرت ہے ﴿۵۰﴾ اور بیشک یہ قرآن یقینی حق ہے ﴿۵۱﴾ تو (اے محبوب ﷺ!) تم اپنے پروردگار عظمت والے کو پاکی سے یاد کرو ﴿۵۲﴾

قریش میں کے سرکش لوگ عذاب الٰہی کو دور گن کر اس طرح کی سرکشی کی باتیں کرتے ہیں، مگر اللہ کے نزدیک پچھلی قوموں کی طرح نہ ان مشرکوں پر دنیا میں کوئی عذاب نازل کر دینا کچھ دور ہے، نہ عذاب آخرت کا وقت کچھ دور ہے۔ دنیا ایک دن ختم ہونے والی ہے، اور عذاب آخرت کا وقت ایک دن آنے والا ہے۔ اور اگر ان سرکشوں کا یہی ڈھنگ رہا تو دنیا میں بھی یہ سرکش اپنی سرکشی کا خمیازہ بھگت لیویں گے۔ اس کے بعد اپنے رسول کو فرمایا کہ ذرا صبر کرو، اور وقت مقررہ کا انتظار کرو اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ بدر کی لڑائی میں ابوجہل، نضر بن حارث اور قریش میں کے سرکشوں پر جو کچھ آفت آئی، اس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔

آیاتھا ۴۴ | ۷۰ سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ ۷۹ | رکوعاتھا ۲

سورۂ معارج مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چوالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورۃ المعارج: جو شخص اس سورۃ کو سوتے وقت پڑھے تو پڑھنے والا جنابت اور پریشان خوابوں سے محفوظ رہے گا، اور کثرت احتلام والے کے لئے اس سورۃ کا پڑھنا بہت مفید ہے۔ جو شخص اس سورۃ کو روزانہ پڑھ لیا کرے تو ان شاء اللہ ہر قسم کے شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہے گا اور ہر آفت سے بچا رہے۔

سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ﴿۱﴾ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ؕ﴿۳﴾ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ﴿۴﴾ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۙ﴿۶﴾ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ؕ﴿۷﴾

ایک ۱؎ مانگنے والے نے (بطور تمسخر کے) عذاب کی خواہش کی ﴿۱﴾ جو کافروں پر (واقع) ہونے والا ہے اس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے ﴿۲﴾ وہ (عذاب) اللہ کی طرف سے واقع ہوگا جو بلند درجوں والا ہے ﴿۳﴾ فرشتے اور روح (یعنی جبرئیل) اس کی بارگاہ کی طرف عروج کرتے ہیں، اور وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار دنیا کے) پچاس ہزار برس ہے (یعنی قیامت کے دن) ﴿۴﴾ پس تم (ان کی مخالفت پر) اچھی طرح سے صبر کرو ﴿۵﴾ بیشک کافر اس عذاب کو دور سمجھ رہے ہیں (یعنی واقع ہونے والا ہی نہیں) ﴿۶﴾ اور ہم اس کو نزدیک دیکھ رہے ہیں (یعنی ضرور ہونے والا ہے) ﴿۷﴾

روح کا بیان

۱؎ ان آیتوں میں یہ جو ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف فرشتے اور روح چڑھتے ہیں اس کے دو معنی ہیں: ❶ ایک تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کا نام روح قرآن شریف میں آیا ہے۔ ❷ دوسرے معنی یہ ہیں کہ نیک لوگ جب مرتے ہیں تو ان کی روح کو فرشتے اللہ کے روبرو لے جاتے ہیں۔ پچاس ہزار برس کا ذکر جو ان آیتوں میں ہے اس کے بعد دو معنی ہیں: ❶ ایک تو یہ کہ قیامت کے دن کی درازی پچاس ہزار برس کی ہوگی۔ ❷ دوسرے معنی یہ ہیں کہ ساتویں زمین سے عرش معلیٰ تک پچاس ہزار برس کا راستہ انسان کے چلنے کا ہے، جس کو اللہ کے فرشتے روز کے روز طے کرتے ہیں۔ حاصل مطلب ان دونوں معنی کا یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ہزاروں برس کا کام روز کے روز طے ہوتا ہے، تو سرکش لوگوں پر عذاب نازل ہونے کی کیا دیر لگتی ہے، فقط وقت مقررہ آنے کی دیر ہے جبکہ سزا و جزا کیلئے پچاس ہزار برس کا ایک دن مقرر ہے، تو عذاب آخرت کی جلدی ان مشرکوں کو کیا ہے۔ معارج کے معنی آسمانوں کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اس کی قدرت سے سات آسمانوں پر سے اس قدر جلدی ہر ایک کام ہو جاتا ہے، تو ان عذاب کے چاہنے والوں پر عذاب آنے میں کیا دیر لگتی ہے۔ انکے عذاب کے تو بہت سے سامان خود زمین ہی پر موجود ہیں۔ فرعون اور قارون کا قصہ کیا ان کو یاد نہیں رہا کہ ایک کو دریا میں ڈبو دیا اور دوسرا زمین میں دھنس گیا۔

يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ ۙ﴿٨﴾ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۙ﴿٩﴾ وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ﴿١٠﴾ يُبَصَّرُونَهُمْ ۚ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ﴿١١﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ﴿١٢﴾ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ﴿١٣﴾ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ﴿١٤﴾ كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ﴿١٥﴾ نَزَّاعَةً لِلشَّوَىٰ ﴿١٦﴾ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١٧﴾ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ﴿١٨﴾

جس دن ۱؎ آسمان پگھلا ہوا تانبے کی طرح ﴿۸﴾ اور پہاڑ ایسے ہلکے ہو جائیں گے جیسے دھنی ہوئی اون (کہ ہوا میں اڑتے پھریں گے) ﴿۹﴾ اور کوئی رشتہ دار کسی رشتہ دار کی بات نہ پوچھے گا (ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی) ﴿۱۰﴾ حالانکہ ایک دوسرے کو سامنے دیکھ رہے ہوں گے، مجرم (یعنی کافر) آرزو کرے گا کاش! اس دن کے عذاب سے چھٹنے کے بدلے میں اپنے بیٹے ﴿۱۱﴾ اور اپنی بیوی اور اپنا بھائی ﴿۱۲﴾ اور اپنے اس کنبے کو بھی جس میں اس کی جگہ ہے ﴿۱۳﴾ اور جتنے زمین میں ہیں سب کو دے دے، پھر یہ بدلہ دینا اسے بچالے ﴿۱۴﴾ (تو یہ) ہرگز نہ ہوگا ﴿۱۵﴾ بیشک وہ دوزخ شعلے مارنے والی آگ ہے۔ کھال اتار دینے والی ﴿۱۶﴾ اس شخص کو بلا رہی ہے جس نے (حق کے قبول کرنے سے) پیٹھ دی اور (ایمان لانے سے) منہ پھیرا ﴿۱۷﴾ اور (مال) جوڑ کر سینت (جمع) رکھا (راہ خدا میں خرچ نہ کیا) ﴿۱۸﴾

قیامت کا ذکر اور دوزخ کی ہولناکی

۱؎ اوپر ان لوگوں کا ذکر تھا جو عذاب کی جلدی کرتے تھے۔ ان آیتوں میں پہلے صور سے لے کر دوزخ میں جانے تک کا حال فرمایا، تاکہ ان عذاب کے جلدی کرنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ دنیا میں اگر ان پر کسی عذاب کے آنے کا اللہ کا حکم نہ بھی ہوا، تو قیامت کے دن ایسے جزا و سزا کے منکر لوگوں پر وہ سخت عذاب آنے والا ہے، جس کے چھٹکارے کے بدلے میں یہ لوگ اپنی بی بی بچوں اور ساری دنیا کو دینے پر آمادہ ہو جائیں گے، جب بھی ان کا چھٹکارا نہ ہوگا۔ لِعِهْنِ کے معانی رنگین دھنی ہوئی اون جو نہایت ہلکی ہو جاتی ہے، اور ہوا میں بہت جلدی اُڑ جاتی ہے۔ اس دن ہر ایک کو اپنی جان کی ایسی پڑی ہوگی کہ ایک دوسرے کو دیکھے گا، اور کوئی کسی سے بات تک بھی نہیں کرے گا۔ اس دن عام لوگوں کی بدحواسی کا تو کیا ذکر ہے۔ سوائے خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انبیاء تک کی زبان پر نفسی نفسی کا کلمہ ہوگا۔ اب آگے ان لوگوں کی عادتیں بتلائیں جن کو دوزخ پکار کر بلائے گی تاکہ وہ لوگ اپنے کیے کا خمیازہ بھگتیں۔ فرمایا بس جتنے لوگ دنیا میں حق کی طرف سے پیٹھ پھیر کر چل دیے تھے، اور

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿۲۰﴾ وَّ اِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿۲۱﴾ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿۲۲﴾

بیشک ۱؎ انسان بڑا بے صبرا حریص پیدا کیا گیا ہے ﴿۱۹﴾ جب اس کو مصیبت پہنچے تو سخت گھبرانے والا ہے ﴿۲۰﴾ اور جب اس کو بھلائی پہنچے تو (مال سے) بخل کرنے والا (ہو جاتا) ﴿۲۱﴾ مگر نمازی ۲؎ ﴿۲۲﴾

عمل صالح کی طرف سے اعراض کرتے، اور مال سمیٹنے اور سینت کر رکھنے میں مشغول رہے تھے، وہ سب دوزخ کی طرف کھنچے چلے آئیں گے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث معتبر سند سے ترمذی وغیرہ میں ہے کہ دوزخ اول زبان قال سے پکارے گی: الی یا کافر، یا منافق، الی یا جامع المال یعنی او کافر۔ او منافق۔ او مال سمیٹ کر رکھنے والے ادھر آ۔ لوگ ادھر ادھر بھاگیں گے۔ اسکے بعد ایک بہت لمبی گردن نکلے گی جو کافر کو چن چن کر اس طرح اٹھالے گی، جیسے جانور زمین سے دانہ اٹھالیتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

نماز کی تاکید، محبوبان باری تعالیٰ کی صفات

۱؎ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان یعنی انسانوں میں جو کافر ہے، فطری طور پر لالچی اور صبر پیدا ہوا ہے، یعنی کسی طرح پختگی اور ہمت نہیں دکھلاتا۔ فقر فاقہ بیماری اور سختی آئے تو بے صبر ہو کر گھبرا اُٹھے، بلکہ مایوس ہو جائے۔ گویا اب کوئی سبیل مصیبت سے نکلنے کی باقی نہیں رہی، اور مال و دولت تندرستی اور فراخی ملے تو نیکی کے لئے ہاتھ نہ اٹھے، اور خدا کے رستہ میں خرچ کرنے کی توفیق نہ ہو، وہاں وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

۲؎ ان آیتوں میں فرمایا ہے کہ ایماندار لوگ وہ ہیں جو امانت اور اپنے عہد پر قائم رہتے ہیں، اور حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے منافق لوگوں کی نشانی یہ ہے کہ امانت میں خیانت کرتے ہیں، اور جب وعدہ یا کوئی عہد و پیمان کرتے ہیں تو اسکو پورا نہیں کرتے۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ ایماندار لوگ جو گواہی دیتے ہیں، سچی دیتے ہیں۔ حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ منافق لوگ ہر بات میں جھوٹ سے باز نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں ایماندار لوگوں کی نماز کی دو نشانیاں ذکر فرمائی ہیں۔ ❶ ایک تو یہ کہ وہ لوگ سلسلہ وار ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں، یہ نہیں کہ گنڈے دار نماز پڑھتے ہوں کہ کبھی پڑھی اور کبھی چھوڑ دی۔ ❷ دوسری نشانی یہ کہ نماز کے وقت کا، اور رکوع و سجدہ کا لحاظ رکھتے ہیں، وقت کو ٹال کر نماز نہیں پڑھتے، اور نماز میں ایسی جلدی نہیں کرتے، جس سے رکوع و سجدہ پورا ادا نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں کی نماز میں یہ دو نشانیاں نہ ہوں، ان کا ایمان اور ان کی نماز دونوں ادھوری ہیں۔ اسی واسطے آخری وقت پر جلدی جلدی ایک شخص کو عصر کی نماز پڑھتے دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ منافقوں کی نماز ہے۔ یہ قصہ صحیحین کی روایت میں ہے اسی طرح گنڈے دار نماز پڑھنے والوں کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی صحیح بخاری اور مسلم کی حدیث میں آنحضرت ﷺ نے منافق قرار

الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَالَّذِيْنَ فِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۲۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾

جو اپنی نماز کے ہمیشہ پابند ہیں (یعنی مومن) ﴿۲۳﴾ اور وہ جن کے مالوں سے مقرر حق نکلتا ہے (یعنی زکوٰۃ صدقہ) ﴿۲۴﴾ اس کے لئے جو مانگے اور اس محتاج کے لئے جو (بسبب شرم) نہ مانگے ﴿۲۵﴾ وہ لوگ جو انصاف کے دن کو سچ جانتے ہیں ﴿۲۶﴾ اور وہ لوگ جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرتے ہیں ﴿۲۷﴾ بیشک ان کے پروردگار کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں ﴿۲۸﴾ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ﴿۲۹﴾ مگر اپنی بیویوں یا اپنی (شرعی) لونڈیوں کے پاس جاتے ہیں، پس ان پر کچھ ملامت نہیں ﴿۳۰﴾ پھر جو کوئی اس کے علاوہ اور چاہے پس ایسے لوگ حد (شرعی) سے نکلنے والے ہیں (یعنی حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرتے ہیں) ﴿۳۱﴾

دے کر یہ فرمایا کہ عشاء اور فجر کی نماز منافقوں کو بھاری معلوم ہوتی ہے، کہ یہ دونوں وقت راحت و آرام کے ہیں۔ اس راحت و آرام کو چھوڑ کر یہ لوگ ان دونوں نمازوں میں حاضر نہیں ہوتے۔ ان آیتوں میں جنتیوں کی آٹھ صفتیں بیان کیں جن کو نماز سے شروع اور نماز ہی پر ختم کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ نماز اللہ کے ہاں کس قدر مہتم بالشان عبادت ہے۔ جس میں یہ صفات ہوں گی وہ کچے دل کا نہ ہوگا بلکہ عزم و ہمت والا ہوگا۔ سورۃ المومنون میں اس کی تفسیر گذر چکی ہے۔ یعنی جو لوگ حرام کاری سے بچتے ہیں، اپنی فروج کو بے جگہ استعمال سے بچاتے ہیں، مگر حلال جگہ یعنی چار بیبیاں یا وہ عورتیں جو وہ ان کی مملوک ہیں یعنی ان کی باندیاں ہیں، کہ حلال کام میں کوئی ملامت اور گناہ نہیں۔ پس جو سوائے ان کے اور جگہ تلاش کرے گا یعنی حرام کاری کرے گا تو وہ ظالم سرکش ہے، سزا پائے گا۔ **مسئلہ**۔ اس آیت سے متعہ، لواطت، جانوروں کے ساتھ قضاء شہوت، اور ہاتھ سے استمناء کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآىِٕمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾ اُولٰٓىِٕكَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَالِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِیْنَ ﴿۳۶﴾ عَنِ الْیَمِیْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ عِزِیْنَ ﴿۳۷﴾

اور وہ جو اپنی (سپردگی میں لی ہوئی) امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرنے والے ہیں ﴿۳۲﴾ اور وہ جو اپنی گواہیوں پر ٹھیک قائم رہنے والے ہیں ﴿۳۳﴾ اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرنے والے ہیں ﴿۳۴﴾ یہ لوگ (جنت کے) باغوں میں عزت سے ہوں گے ﴿۳۵﴾ پس ۱؎ کافروں کو کیا ہوا کہ تمہاری طرف ﴿۳۶﴾ داہنے طرف سے اور بائیں طرف سے گروہ کے گروہ دوڑے چلے آتے ہیں ﴿۳۷﴾

بت پرستی کا انجام

۱؎ **شان نزول:** مشرکین مکہ قرآن شریف کی آیتیں سن کر آنحضرت ﷺ کے دائیں بائیں ہو کر نکل جاتے تھے، اور قرآن شریف کی پوری نصیحت سننے سے کنیاتے تھے، اور آپس میں یہ باتیں کرتے تھے کہ یہ ساری نصیحت اس لئے ہے کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہوں گے، اور اس نئی زندگی میں میوہ کھانے کو باغ ملیں گے۔ پھر کہتے تھے اگر یہ بات سچ ہے تو جس طرح بہ نسبت ان مسلمانوں کے دنیا میں ہم راحت و آرام سے ہیں، اسی طرح ان سے پہلے ہم کو بھی وہ باغ ملیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ جنت کچھ ان کے بڑے بوڑھوں کے بنائے ہوئے باغ نہیں ہیں، کہ بغیر مرضی اللہ تعالیٰ کے یہ ان باغوں میں گھس جائیں گے۔ نہیں یہ خیال ان کا بالکل غلط ہے آدمی تو ایک ایسی ناچیز شے سے یعنی نطفہ سے پیدا ہوا ہے، کہ اصل پیدائش کی رُو سے اسکی کچھ قدر و منزلت نہیں، ہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کے پیچھے اپنی فرمانبرداری جو لگائی ہے اس کے پورے طور پر ادا ہو جانے کی حالت میں انسان قابل قدر و منزلت کے ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید کی جن آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی فرمانبرداری کی شکلیں اور شرطیں بیان کی ہیں، ان آیتوں کے سُننے سے تو یہ لوگ وحشیوں کی طرح بھاگتے ہیں، اور اس پر دعویٰ یہ کہ اللہ کی جنت میں یہ زبردستی گھس جائیں گے، اس سے بڑھ کر اور کیا نادانی ہوگی۔ پھر قسم کھا کر فرمایا کہ قدرت سے یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ وہ اپنا دین پھیلنے کیلئے ان لوگوں سے بہتر لوگ پیدا کر دے۔ اللہ سچا ہے۔ ہجرت کے بعد اس کا ظہور ہو گیا کہ انصار لوگ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت میں دیدیئے، جن کی مدد سے اللہ کا دین بہت جلد پھیل گیا، پھر فرمایا کہ ان کفار کو مسخراپن کی باتیں بنانے کی حالت میں چھوڑ دیا جائے، تاکہ ان میں سے جو بغیر فرمانبرداری بجالانے کے مرگئے

اَیَطۡمَعُ کُلُّ امۡرِیٍٔ مِّنۡهُمۡ اَنۡ یُّدۡخَلَ جَنَّةَ نَعِیۡمٍ ﴿۳۸﴾ کَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقۡنٰهُمۡ مِّمَّا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۹﴾ فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِرَبِّ الۡمَشٰرِقِ وَ الۡمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوۡنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰۤی اَنۡ نُّبَدِّلَ خَیۡرًا مِّنۡهُمۡ ۙ وَ مَا نَحۡنُ بِمَسۡبُوۡقِیۡنَ ﴿۴۱﴾ فَذَرۡهُمۡ یَخُوۡضُوۡا وَ یَلۡعَبُوۡا حَتّٰی یُلٰقُوۡا یَوۡمَهُمُ الَّذِیۡ یُوۡعَدُوۡنَ ﴿۴۲﴾ یَوۡمَ یَخۡرُجُوۡنَ مِنَ الۡاَجۡدَاثِ سِرَاعًا کَاَنَّهُمۡ اِلٰی نُصُبٍ یُّوۡفِضُوۡنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً اَبۡصَارُهُمۡ تَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِکَ الۡیَوۡمُ الَّذِیۡ کَانُوۡا یُوۡعَدُوۡنَ ﴿۴۴﴾

کیا ان میں سے ہر ایک شخص طمع کرتا ہے کہ (ایمان والوں کی طرح) نعمت کے باغوں میں داخل کیا جائے ﴿۳۸﴾ یہ ہرگز نہ ہوگا، بیشک ہم نے ان کو اس چیز سے پیدا کیا جس کو وہ بھی جانتے ہیں (یعنی نطفہ) ﴿۳۹﴾ پس مجھے قسم ہے اس کی جو سب مشرقوں اور سب مغربوں کا مالک ہے بیشک ہم اس پر قادر ہیں ﴿۴۰﴾ کہ (ان کو ہلاک کر کے) ان سے بہتر بدل دیں (یعنی پیدا کر دیں) اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں ﴿۴۱﴾ پس تم اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں (انہی کے حال پر) چھوڑ دو کہ بیہودگی میں پڑے رہیں اور کھیل میں مشغول رہیں یہاں تک کہ اپنے اس (عذاب کے) دن سے ملیں جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے ﴿۴۲﴾ جس دن کہ قبروں سے (محشر کی طرف) اس طرح دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا وہ نشانوں کی طرف لپک رہے ہیں ﴿۴۳﴾ ان کی آنکھیں (مارے شرمندگی کے) نیچے کو جھکی ہوئی ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی، یہ ہے ان کا وہ دن جس کا ان سے وعدہ دیا جاتا تھا ﴿۴۴﴾

ان کا پھر زندہ ہو کر اللہ کی جنت میں زبردستی گھس جانا تو درکنار بلکہ جس طرح یہ لوگ دنیا میں بتوں کی طرف دوڑتے ہیں، اسی طرح حشر کے دن قبروں سے اٹھ کر حساب و کتاب، اور اس بت پرستی کا خمیازہ بھگتنے کے لئے آگے پیچھے میدان محشر کی طرف دوڑیں گے۔ اور بت پرستی کا خمیازہ بھگتنے کے لئے جو کچھ ہوگا اس کا ذکر شروع سورۃ میں گذر چکا ہے، کہ ایک گنہگار اپنے سارے رشتہ داروں اور تمام دنیا کے مال و متاع کو معاوضہ میں دے کر عذاب آخرت میں جو کچھ سختی ہوگی اس کا بیان دوزخ کے ذکر کی آیتوں میں اور کئی جگہ گذر چکا ہے۔ اللہ اس عذاب سے سب کو اپنی پناہ میں رکھے اور اس عذاب سے بچنے کی توفیق دیوے۔

ایاتھا ۲۸　　۷۱ سورۃ نوح مکیۃ ۷۱　　رکوعاتھا ۲

سورۂ نوح مکہ میں نازل ہوئی، اس میں اٹھائیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ① قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ② اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ③

بیشک ہم نے نوح (علیہ السلام) کو[۱] اس کی قوم کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا کہ تم اپنی قوم کو (وبال کفر سے) ڈراؤ اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آئے ① انہوں نے (اپنی قوم سے) کہا: "اے میری قوم! میں تمہارے لئے صاف ڈرسنانے والا ہوں ② (اور کہتا ہوں) کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو ③

خواص سورہ نوح: اگر اس سورۃ کو روزانہ پڑھیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہر قسم کی حاجت پوری ہو اور ہر قسم کے رنج و غم سے محفوظ رہے، اور اگر کسی دشمن سے مقابلہ پڑ جائے تو اس سورت کو ایک ہزار مرتبہ پڑھے یا زیادہ آدمی ایک جگہ بیٹھ کر اس سورت کو پڑھیں تو دشمن پر فتحیابی ہووے۔

نوح علیہ السلام کا واقعہ

[۱] ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا، ان سے کہا کہ جاؤ اور اپنی قوم کو ڈراؤ دھمکاؤ۔ خدا کے غصہ اور عذاب کی خبر سناؤ، قبل ازاں کہ انکو عذابِ الیم دردرساں پہنچے۔ جب حضرت نوح علیہ السلام انکے پاس آئے تو کہا: "اے قوم! میں تم کو خدا کے غصہ سے بچانے کے لئے آیا ہوں، اس کا قاصد ہوں، اسکا پیغام دے کر ڈراتا ہوں۔ صاف صاف تمہارے محاورے میں تم کو سمجھاتا ہوں۔ یہ حکم دیتا ہوں کہ خدا کی عبادت کرو، توحید مانو، اس سے ڈرو، کفر و شرک سے منہ پھیرو، میری اطاعت کرو، میرا حکم، میری وصیت و نصیحت مانو۔ اگر تم قبول کرو گے، خدا تمہاری حالت کفر کی توحید توبہ کی برکت سے بخش دے گا، اور تم کو ایک وقت معین تک دنیا میں ٹھہرائے گا، یعنی عذاب بھیج کر ہلاک نہ کرے گا، اپنی موت مرو گے۔ خوب سمجھ لو کہ اگر انکار کیا عذاب پاؤ گے، اور اللہ کا عذاب جب آتا ہے تو کسی کے ٹالے نہیں ٹلتا، نہ ایک منٹ کی ڈھیل دی جاتی ہے۔ کاش اگر تم جانو اور سمجھو تو یہ باتیں سمجھنے اور عمل کرنے کی ہیں۔

يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ ۖ لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ﴿٥﴾ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا ﴿٦﴾ وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ﴿٧﴾ ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ﴿٨﴾ ثُمَّ إِنِّي أَعْلَنتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ﴿٩﴾

وقف لازم

تاکہ وہ تمہارے گناہ بخش دے اور تم کو ایک مقرر میعاد (یعنی موت) تک مہلت دے، بیشک مقرر کیا ہوا وقت اللہ کا جب آتا ہے ہرگز اس کو ٹالا نہیں جاتا اگر تم (اس کو) جانتے (تو ایمان لے آتے)'' ﴿٤﴾ نوح نے عرض کی: ''اے میرے ۱؎ پروردگار! میں نے اپنی قوم کو (دین حق کی طرف) رات اور دن بلایا ﴿٥﴾ پس میرے بلانے سے انہیں اور زیادہ بھاگنا ہی بڑھا ﴿٦﴾ اور بیشک میں نے جب کبھی ان کو (دین حق کی طرف) بلایا تاکہ تو ان کو بخش دے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں (تاکہ حق بات کو سنیں ہی نہیں) اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے (یعنی منہ چھپائے) اور کفر پر اصرار کیا اور میری نصیحت کو قبول کرنے سے) سخت غرور کیا ﴿٧﴾ پھر میں نے ان کو (دین حق کی طرف) نہایت زور سے بلایا ﴿٨﴾ پھر میں نے ان کو کھلم کھلا کہا اور آہستگی کے ساتھ خفیہ طور پر بھی کہا ﴿٩﴾

حضرت نوح علیہ السلام کی نصیحت کا ذکر

۱؎ اوپر کی آیتوں میں حضرت نوح علیہ السلام کو جس طرح اللہ تعالیٰ کا حکم تھا، اس کے موافق حضرت نوح علیہ السلام نوسو بیس برس تک ان کو سمجھاتے رہے۔ جب اُمید کی کوئی سورت باقی نہ رہی تو مایوس اور تنگ دل ہو کر بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ یا اللہ! میں نے اپنی طرف سے دعوت وتبلیغ میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا، رات کی تاریکی اور دن کے اجالے میں برابر ان کو تیری طرف بُلاتا رہا، مگر نتیجہ یہ ہوا کہ جوں جوں تیری طرف آنے کو کہا گیا، یہ بدبخت اور زیادہ ادھر سے منہ پھیر کر بھاگے، اور جس قدر میری طرف سے شفقت ودل سوزی کا اظہار ہوا، ان کی جانب سے نفرت اور بیزاری بڑھتی گئی۔ سمجھاتے سمجھاتے تھک گیا مگر ان لوگوں نے میری ایک نہ سنی، بلکہ یہ لوگ نصیحت کی بات سے ایسے گھبراتے ہیں کہ جب ان سے کوئی بات نصیحت کی کہی

جاتی ہے تو یہ لوگ کانوں میں انگلیاں دے لیتے ہیں، منہ سر لپیٹ کر کانوں کو کپڑے کے اندر چھپا لیتے ہیں، تاکہ نصیحت کی بات سے ان کے کان آشنا نہ ہوں۔ ان کی بدعادت قحط کی آفت جوان پر برسوں سے پڑی ہوئی ہے، میں نے ان کو یہ بھی سمجھایا کہ اگر تم اللہ کی جناب میں اپنی بداعمالی سے توبہ استغفار کرو گے، تو اللہ تعالیٰ خوب مُوسلا دھار مینہ برسا دے گا، جس سے کھیت اور باغ خوب سیراب ہوں گے۔ غلے پھل میوہ کی افراط ہوگی۔ مویشی وغیرہ فربہ ہو جائیں گے۔ دودھ گھی بڑھ جائے گا، تم آباد ہو جاؤ گے، تمہارے مال واولاد میں ترقی ہوگی۔ اولاد کی ترقی کا ذکر اس لئے کیا کہ سزا کے طور پر جس طرح ان لوگوں میں قحط پڑا تھا، اسی طرح ان کے گھر اولاد کا پیدا ہونا بھی بند ہو گیا تھا۔ میں نے ان لوگوں کو یہ بات بھی سمجھائی کہ اللہ کی اس قدرت کو ذرا خیال کرو کہ اس نے تم میں سے کسی کو گورا کسی کو کالا، کسی کو مرد کسی کو عورت، جس طرح چاہا پیدا کیا اور پھر اب پیدا ہونے کے بعد کوئی بچہ ہے، کوئی جوان کوئی بوڑھا، کوئی تندرست کوئی بیمار۔ پھر کوئی اچھا ہو جاتا ہے کوئی مر جاتا ہے۔ تمہاری طرح طرح کی ضرورتوں کیلئے تم نے کیا یہ نہیں دیکھا کہ اس نے سات آسمان چاند سورج کیا کیا پیدا کیا۔ زمین کو بچھونے کی طرح ایسا نرم کر دیا کہ اس میں کھیتی کرو باغ لگاؤ، اس کو کھود کر اس کی اینٹ مٹی سے مکان بناؤ، پہاڑوں میں گھاٹیاں رکھیں تاکہ ایک شہر سے دوسرے شہر کو تجارت کے لئے جاسکو۔ تم جو کھیتی کرتے ہو تو اناج کے ہاتھ آنے کی نیت سے کرتے ہو، باغ لگاتے ہو میوہ کھانے کے ارادہ سے، اور مکان بناتے ہو تو اس میں رہنے کے قصد سے۔ پھر کیا تم کو اتنی سمجھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب انتظام بغیر کسی انجام کے کئے ہیں۔ نہیں نہیں، اس سب انتظام کا انجام یہی ہے، جو میں تم سے کہتا ہوں کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ پھر تم کو زندہ کرے گا، اور عمر بھی جو تم نے کیا ہے اس سب کی جزا اور سزا دے گا۔ ان سب باتوں کو بھلا کر تم نے جو خدا کی عظمت بالکل دل سے نکال دی، اور بتوں کی پوجا کرنے لگے، ان بتوں کو خدا کی خدائی میں کیا اختیار ہے، جو ان کی پوجا سے تم کچھ فیض کو پہنچو گے۔ غرض باوجود ان سب فہمائشوں کے یہ لوگ کسی طرح راہ راست پر نہیں آتے، بلکہ ان کی سرکشی دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔

اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی دوسری یہ شکایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یا اللہ اس قوم کے صاحبِ مال اور صاحب اولاد لوگوں نے اس قوم کو یہ بہکا رکھا ہے، کہ اگر ہم حق پر نہ ہوتے تو یہ نعمتیں ہم کو کیونکر ملتیں۔ اس لئے تم اپنے بتوں کی پوجا ہرگز نہ چھوڑنا، ان مالدار لوگوں کے اس بہکاوے کو حضرت نوح علیہ السلام نے ان کا بڑا مکر اور بڑا داؤں کہا ہے، اور یہ بھی کہا ہے کہ ان کے مال اور اولاد کے غرور کے سبب سے وہ خود بھی راہ پر نہیں آتے، دوسروں کو بھی مال واولاد کے حیلہ سے بہکاتے ہیں۔ پھر یہ شکایت کی کہ یا اللہ! ان بتوں کے سبب سے تیری بہت سی مخلوق گمراہی میں پڑ گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں یہ پانچ بت تھے، جن کا آیت میں نام بتایا گیا ہے، ہر مطلب کا ایک الگ بُت بنا رکھا تھا، وہ ہی بُت پھر عرب میں آئے، اور ہندوستان میں بھی اسی قسم کے بُت وشنو۔ برہما۔ اندر۔ شوا اور ہنومان وغیرہ کے ناموں سے مشہور ہیں، وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا ضَلٰلًا کا مطلب یہ ہے کہ یا اللہ! ان کی گمراہی یہاں تک بڑھی کہ آخر ان پر عذاب آ جائے، یہ بددُعا ہے جو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے مشرک لوگوں کے حق میں کی ہے۔ کیونکہ مشرک سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ۝۱۰ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ۝۱۱ وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ؕ۝۱۲ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۚ۝۱۳ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝۱۴ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۙ۝۱۵ وَّ جَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝۱۶ وَ اللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۙ۝۱۷ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَ يُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝۱۸ وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۙ۝۱۹ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۧ۝۲۰ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَ اتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ۚ۝۲۱ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ۚ۝۲۲

پس میں نے ان سے کہا کہ تم اپنے پروردگار سے بخشش مانگو (شرک وکفر سے توبہ کرو) بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے ۝۱۰ وہ تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا ۝۱۱ اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغ تیار کر دے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کر دے گا ۝۱۲ تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ کی بزرگی اور عظمت کا اعتقاد نہیں کرتے؟ (اور اس سے ثواب حاصل کرنے کی امید نہیں رکھتے) ۝۱۳ حالانکہ اس نے تم کو مختلف طور پر پیدا کیا ۝۱۴ کیا تم نہیں دیکھتے اللہ نے کس طرح سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے ۝۱۵ اور ان میں چاند کو روشن کیا، اور سورج کو (مثل) چراغ (کے روشن) بنایا (اس کی روشنی چاند سے زیادہ ہے) ۝۱۶ اور اللہ نے زمین سے سبزے کی طرح تمہیں اگایا۔ (یعنی تم کو آدم سے، آدم کو مٹی سے، مٹی کو زمین سے پیدا کیا) ۝۱۷ پھر تم کو (بعد مرنے کے) زمین ہی میں لے جائے گا اور (قیامت کے دن اس زمین سے) دوبارہ نکالے گا ۝۱۸ اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا ۝۱۹ تاکہ اس کے کھلے رستوں میں چلو ۝۲۰ نوح نے عرض کی: "اے میرے پروردگار! بے شک انہوں نے میری نافرمانی کی اور ایسے کی پیروی کی کہ جسے اس کے مال اور اولاد نے نقصان ہی بڑھایا ۝۲۱ اور اب وہ روسا بہت بڑا داؤں کھیلے (کہ نوح کو جھٹلایا اور انہیں اور ان کے ماننے والوں کو ایذا پہنچائیں) ۝۲۲

وَ قَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا ۙ۬ وَّ لَا يَغُوْثَ وَ يَعُوْقَ وَ نَسْرًا ﴿۲۳﴾ وَ قَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ۬ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ۬ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾ وَ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَ لَا يَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾

اور کہا: ''ہرگز نہ چھوڑنا اپنے معبودوں کو اور ہرگز نہ چھوڑنا وہ (جو بت مرد کی شکل) اور سواع (جو عورت کی شکل) اور یغوث (جو شیر کی شکل) اور یعوق (جو گھوڑے کی شکل) اور نسر کو (جو کرگس کی شکل) ﴿۲۳﴾ اور بیشک ان بتوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا اور تو ظالموں کی گمراہی اور بڑھا دے'' ﴿۲۴﴾ (نوح (علیہ السلام) نے جب بددعا کی تو ان کا انجام یہ ہوا) پس [1] وہ اپنی خطاؤں کے سبب غرق کر دیئے گئے، پھر دوزخ میں ڈال دیئے گئے پس انہوں نے اللہ کے سوا اپنا کوئی مددگار نہ پایا ﴿۲۵﴾ اور نوح نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار! کافروں میں سے زمین پر کوئی بسنے والا نہ چھوڑ ﴿۲۶﴾ بیشک اگر تو انہیں رہنے دے گا تو بیشک تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ بھی بدکار اور ناشکر گزار ہی ہوگی ﴿۲۷﴾

[1] حضرت نوح علیہ السلام کی شکایت اور بدُعا کا آخر نتیجہ یہ ہوا کہ سوا تھوڑے سے آدمیوں کے جو حضرت نوح علیہ السلام کے سمجھانے سے راہ راست پر آ گئے تھے، اور سب قوم کے لوگ طوفان سے ہلاک ہو کر سیدھے جہنم کو چلے گئے۔ یہ طوفان کا قصہ سورۂ عنکبوت اور سورۂ ہود میں تفصیل سے گذر چکا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو ساڑھے نو سو برس تک اپنی قوم کی سرکشی کا خوب تجربہ ہو چکا تھا، اسلئے طوفان کے وقت انہوں نے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! اس سرکش قوم میں کا ایک گھر بھی طوفان کی آفت سے باقی نہ رہے، کیونکہ ان میں کا ایک گھر بھی باقی رہے گا، تو وہ اور ان کی اولاد لوگوں کو بہکائیں گے۔ پھر اپنی ذات اور اپنے ماں باپ، اور جو فرمانبردار مرد عورت حضرت نوح علیہ السلام کے گھر میں طوفان کی آفت سے امن وامان میں رہنے کیلئے آئے تھے، ان کے گناہ معاف ہونے کی دعا، اور بُت پرستوں کی بربادی کی بددعا پر کلام کو ختم کیا۔ بت پرستی حضرت نوح علیہ السلام

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِؕ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾ ع

اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو (کہ وہ دونوں مومن تھے) اور اس کو جو میرے گھر میں مومن ہو کر آجائے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو بخش دے، اور ان ظالموں کی ہلاکت اور بڑھادے۔ (اللہ نے نوح (علیہ السلام) کی دعا قبول فرمائی اور تمام کفار کو عذاب سے ہلاک کر دیا) ﴿۲۸﴾

کے ماں باپ کے بعد پھیلی ہے۔ اس لئے حضرت نوح علیہ السلام کے ماں باپ مسلمان تھے، حضرت نوح علیہ السلام کے باپ کا نام لامک تھا، حضرت آدم علیہ السلام کی پانچویں پشت کے پوتے تھے۔

ایاتھا ۲۸ | ۷۲ سورۃ الجن مکیۃ ۴۰ | رکوعاتھا ۲

سورۂ جن مکہ میں نازل ہوئی، اس میں اٹھائیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴿۱﴾

(اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [۱]) تم فرماؤ کہ میری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ جنوں میں سے ایک جماعت نے کان لگا کر میرا پڑھنا سنا تو (اپنی قوم میں واپس جا کر) انہوں نے کہا بیشک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے ﴿۱﴾

خواص سورہ جن: اگر کسی پر آسیب کا خلل ہو تو پاک پانی پر سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور پانچ آیتیں سورۂ جن کے شروع کی (یعنی قُلْ اُوْحِیَ سے کَذِبًا تک) پڑھ کر پانی پر دم کرے اور وہ پانی اس کے منہ پر چھڑک دیں اور مکان کے چاروں طرف بھی چھڑک دیں ان شاء اللہ جن دور ہو جائے گا۔ اگر اس سورت کو قیدی بار بار پڑھے گا تو رہائی جلد حاصل ہوگی۔

جنات کا قرآن مجید پر ایمان لانا

[۱] سورۃ احقاف میں گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے، کئی جن ادھر کو گذرے اور قرآن شریف کی آواز پر فریفتہ ہو کر سچے دل سے ایمان لے آئے۔ پھر اپنی قوم سے جا کر سب ماجرا بیان کیا کہ ہم نے ایک

يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۙ﴿۳﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۙ﴿۴﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۙ﴿۵﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ﴿۶﴾

کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے پس ہم اس پر ایمان لائے اور ہم (اب) اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو ہرگز شریک نہ ٹھہرائیں گے ﴿۲﴾ اور انہوں نے کہا لہ (کہ) ہمارے پروردگار کی بڑی شان ہے، نہ اس نے بیوی اختیار کی اور نہ فرزند ﴿۳﴾ اور یہ کہ ہم میں سے بعض جاہل اللہ کی شان میں جھوٹ بات کہتے تھے ﴿۴﴾ اور یہ کہ ہمارا (پہلے) یہ خیال تھا کہ انسان و جنات اللہ کی شان میں جھوٹ بات نہ کہیں گے، (اس لئے ہم ان کی باتوں کی تصدیق کرتے تھے) ﴿۵﴾ اور ۲ یہ کہ بہت سے لوگ آدمیوں (یعنی بنی آدم) میں سے ایسے تھے، کہ وہ جنات میں سے تھے بعضے مردوں کی پناہ لیتے تھے پس اس سے اور بھی ان جنوں کا تکبر بڑھا ﴿۶﴾

کلام سنا ہے، جو اپنی فصاحت و بلاغت، حُسنِ اسلوب، قوتِ تاثیر، شیریں بیانی، طرزِ موعظت اور علوم و مضامین کے اعتبار سے عجیب و غریب ہے۔ معرفتِ ربانی 'رُشد و فلاح کی طرف رہبری کرتا ہے، اور طالبِ خیر کا ہاتھ پکڑ کر نیکی اور تقویٰ کی منزل پر پہنچا دیتا ہے۔ اس لئے ہم سُنتے ہی بلا توقف اس پر ایمان لائے، اور ہم کو کچھ شک و شبہ باقی نہیں رہا کہ ایسا کلام اللہ کے سوا کسی کا نہیں ہوسکتا۔ اب ہم اس کی تعلیم و ہدایت کے موافق عہد کرتے ہیں کہ آئندہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ ان کے اس تمام بیان کی آخر تک اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ پر وحی فرمائی۔ اس کے بعد گیارہ ہزار جنات کا قافلہ دین اور اسلام کی باتیں سیکھنے آیا۔ آپ نے سورۃ الرحمٰن پڑھ کر سنائی اور دین کی باتیں سکھلائیں۔

لہ بے وقوف جن و انس حد سے بڑھ کر گستاخی کا یہ کلمہ جو اللہ تعالیٰ کی شان میں کہتے تھے کہ ''اللہ صاحب اولاد ہے''۔ ہم کو یہ گمان تھا کہ شائد وہ کلمہ جھوٹ نہیں کہتے، مگر اب قرآن شریف کے سُننے سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے مقابلہ میں اس کلمہ کا منہ سے نکالنا بڑی گستاخی ہے، اور جن و انس میں سے جو یہ کلمہ کہتے ہیں ان کی عقل ٹھکانے نہیں ہے۔

۲ ایام جاہلیت میں یہ ایک دستور تھا کہ عرب کے لوگ مسافرت کی حالت میں جب کسی جنگل میں اترتے تو نعوذ لبيد هذا

وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ﴿۷﴾ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۙ﴿۸﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ﴿۹﴾

اور یہ کہ جیسا انہوں نے گمان کیا ویسا ہی تمہیں گمان ہے کہ اللہ ہرگز کسی کو نہیں بھیجے گا ۷ اور لہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا (یعنی کلام سننے کے لئے آسمان دنیا پر جانا چاہا) پس ہم نے اس کو پایا کہ مضبوط چوکیدار (فرشتوں) اور گرنے والوں ستاروں سے آسمان بھر دیا گیا ہے ۸ اور یہ کہ ہم پہلے آسمانوں کے کچھ موقعوں پر (وہاں کی باتیں) سننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے پس اب جو کوئی سنے تو اپنے لئے ایک تارہ (یعنی شعلہ) پائے ۹

لو اذی من شر سفهاء قومه کہا کرتے تھے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس جنگل کے سردار سے ہم یہ حمایت چاہتے ہیں کہ اس سردار کی قوم میں کا کوئی نادان جن ہماری جان اور مال کو کسی طرح کا کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ اسی دستور کو جنوں کی اس ٹکڑی نے یہ کہا کہ اس دستور نے جنات کے تکبر اور نخوت کو اور بڑھا دیا، کیونکہ اس دستور سے وہ سمجھنے لگے کہ ہم بھی ایسے ہیں کہ انسان ہم سے حمایت چاہتے ہیں۔ یہ جنات کی ٹکڑی یہودی مذہب کی تھی، اس لئے انہوں نے قرآن کو سن کر انا سمعنا کتابا انزل من بعد موسیٰ کہا بعد عیسیٰ نہیں کہا۔ اس واسطے اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا کے مفسرین نے دو معنی کئے ہیں:
❶ ایک تو یہ کہ ان جنات کا ویسا ہی عقیدہ تھا جس طرح بنی آدم میں یہود کا عقیدہ ہے کہ قیامت تک کوئی ایسا رسول نہ پیدا ہو گا جس کے سبب سے توراۃ کے احکام منسوخ ہوں گے۔ ❷ دوسرے معنی یہ کہ کفار کی طرح حشر کے منکر تھے۔ حاصل یہ ہے کہ اس جنات کی ٹکڑی نے قرآن کے سننے کے بعد کہا کہ اب قرآن سے معلوم ہوا کہ اس نے ایک عظیم الشان رسول بھیجا ہے، جو لوگوں کو بتلاتے ہیں کہ تم سب موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے، اور رتی رتی کا حساب دینا ہوگا۔ ان آیتوں میں قریش کو یوں قائل کیا ہے کہ جنات کا حال تو ایک دفعہ کے قرآن کے سننے سے یہ ہوا جو بیان ہوا۔ قریش باوجودیکہ انسان ہیں، اور گھڑی گھڑی ان کو قرآن کی آیتیں سنائی جاتی ہیں، جس پر ان کا یہ حال ہے کہ خود بھی قرآن کے منکر اور لوگوں کو بھی قرآن کی آیتیں سننے سے روکتے ہیں۔

جنات کا آسمان پر نہ جانے کا سبب اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت

لہ قرآن شریف کے نازل ہونے کے زمانہ سے پہلے جنات بعض روایتوں کے موافق اول آسمان پر پہنچ کر چوری سے آسمان پر کی کچھ خبریں سن آتے تھے، اور ایک بات میں نو باتیں اپنی طرف سے جھوٹ ملا کر کاہن لوگوں سے کہہ دیتے تھے۔ قرآن شریف کا نزول شروع ہوتے ہی آسمان کی خبروں کی حفاظت کا انتظام زیادہ بڑھ گیا۔ اس انتظام کے بعد پہلے کی طرح جنات

وَّاَنَّا لَا نَدْرِیْۤ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿۱۰﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ﴿۱۱﴾

اور یہ کہ ۱؎ ہم نہیں جانتے کہ اس سے زمین والوں کے حق میں کوئی برائی مقصود ہے یا ان کے پروردگار نے کوئی بہتری چاہی ہے ﴿۱۰﴾ اور ۲؎ یہ کہ (قرآن سننے کے بعد) کچھ تو ہم میں سے نیک ہیں اور کچھ دوسری طرح کے ہیں، ہم مختلف فرقے ہیں ﴿۱۱﴾

نے جب آسمان تلک جانے کا قصد کیا، تو دیکھا کہ آج کل بہت سخت جنگی پہرے لگے ہوئے ہیں۔ جو کسی شیطان کو غیب کی خبر سننے نہیں دیتے، اور جو شیطان ایسا ارادہ کرتا ہے اس پر چاروں طرف سے انگارے برستے ہیں۔ اس سے پیشتر اتنی سختی اور روک ٹوک نہ تھی، اب اس قدر سخت ناکہ بندی اور انتظام ہے کہ جو سننے کا ارادہ کرے فوراً شہاب ثاقب کے آتشیں گولے سے اس کا تعاقب کیا جاتا ہے، اسکی تفسیر پہلے سورۂ حجر وغیرہ میں گذر چکی ہے۔

۱؎ ان جدید انتظامات اور سخت ناکہ بندیوں کو دیکھ کر حیرت میں تھے کہ یہ معاملہ کیا ہے: کچھ نہ جانتے تھے کہ اتنی حراست کس لئے ہے، سوچتے تھے کہ گلشنِ تقدیر میں کیا نیا شگوفہ کھلا ہے، نہیں جانتے تھے کہ خدا نے زمین والوں کے ساتھ کیا ارادہ کیا ہے، آیا کوئی برائی کا قصد کیا گیا ہے کہ ہلاک کئے جائیں گے، یا پروردگار نے بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے کہ کوئی رحمت و برکت نازل کرے گا جو ایسا بندوبست ہے کہ زمین پر آسمان کی خبر نہ آنے پائے۔ اب جب قرآن شریف سنا تو معلوم ہوا کہ قرآن کریم کا نزول اور محمد رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف لائے ہیں، یہ انتظامات اس کا سبب ہوئے۔

۲؎ سلف کا قول ہے کہ جس طرح بنی آدم میں مشرک یہود و نصاریٰ طرح طرح کے فرقے ہیں، یہی حال جنات کا بھی ہے۔ اس جنات کی ٹکڑی کے جن جن کا ذکر اوپر سے چلا آتا ہے، اپنا اور اپنی قوم کا حال بیان کر رہے ہیں کہ بعضے ہم میں سے نیک اور اپنے دین کے پابند ہیں، اور بعضوں کا ڈھنگ اس کے برخلاف ہے۔ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ جب سے ہم نے یہ قرآن شریف سنا ہے، ہم اس پر ایمان لے آئے کیونکہ ہم یہ جانتے ہیں کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کریں، اور وہ اس نافرمانی کی سزا میں ہم کو پکڑنا چاہے تو اسکے مواخذہ سے ہم کہیں بھاگ کر بچ نہیں سکتے۔ اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جس نے اللہ کی فرمانبرداری کی، اس نے ٹھیک راستہ ڈھونڈ لیا، جس میں اس کو کبھی کسی طرح کا ٹوٹا نہ ہوگا۔ کہ اس کی کوئی نیکی اور محنت یوں ہی رائیگاں چلی جائے، اور نہ زبردستی کسی دوسرے کے جرم اسکے سر تھوپ دیئے جائیں۔ غرض وہ نقصان، تکلیف اور ذلت و رسوائی سب سے مامون و محفوظ رہے گا۔ اور جو نافرمان ہیں وہ آخر کو دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ اب جنات کے اس تذکرہ میں قریش کو یہ ارشاد

وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَ لَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًاۙ(۱۲) وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖؕ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّ لَا رَهَقًاۙ(۱۳) وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓىٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا(۱۴) وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًاۙ(۱۵) وَّ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِیْقَةِ لَاَسْقَیْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًاۙ(۱۶) لِّنَفْتِنَهُمْ فِیْهِؕ وَ مَنْ یُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ یَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًاۙ(۱۷)

اور یہ کہ ہم کو یقین ہوا کہ ہم ہرگز زمین میں اللہ کو عاجز نہ کرسکیں گے اور بھاگ کر ہم اس کو ہرگز عاجز نہ کرسکیں گے (۱۲) اور یہ کہ ہم نے جب ہدایت (یعنی قرآن) سنی اس پر ایمان لائے، پس جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے اس کو نہ کسی نقصان (یعنی ثواب کی کمی) کا اندیشہ ہے اور نہ کسی کی (بدیوں کی) زیادتی کا (۱۳) اور یہ کہ ہم میں سے کچھ تو مسلمان ہیں اور کچھ گنہگار (یعنی کافر) ہیں، پھر جو کوئی مسلمان ہوگیا پس انہوں نے بھلائی کا رستہ تلاش کرلیا (۱۴) اور جو گنہگار (یعنی کافر) ہیں پس وہ دوزخ کے ایندھن بن گئے (۱۵) اور اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تم فرماؤ کہ مجھے یہ وحی ہوئی ہے کہ اگر بنی آدم سیدھے رستے پر رہتے بیشک ہم انہیں بہت سا پانی (یعنی رزق) دیتے (۱۶) تاکہ ہم ان کو اس میں آزمائیں، اور جس کسی نے اپنے پروردگار کی یاد سے منہ موڑا تو اللہ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا (۱۷)

ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! ان لوگوں سے کہہ دو جس طرح مجھ کو یہ وحی اللہ کی طرف سے آئی ہے کہ جنات کے ایک گروہ نے قرآن سنا اور وہ ایمان لے آئے، اسی طرح یہ بھی وحی آئی ہے کہ اگر ان جنات کی طرح یہ لوگ بھی سیدھے راستہ پر آجاتے تو یہ قحط کی آفت ان پر سے ٹل جاتی، اور ان کی شکر گذاری آزمانے کے لئے ان کے رزق میں اچھی فراخی کردی جاتی۔ انہوں نے ایسا نہیں کیا، تو یہ عادتِ الٰہی جاری ہے کہ جو اللہ کی نصیحت نہیں مانتا، اللہ اسے ایسے عذاب میں پکڑ لیتا ہے جو روز بروز بڑھتا چڑھتا رہتا ہے۔ مثلاً کبھی مکہ کا سات برس کا قحط ہے، کبھی بدر کی لڑائی کا قتل، اور قید کی آفت، پھر سب سے بڑھ چڑھ کر دوزخ کا عذاب، جس کے بڑھنے چڑھنے کا کچھ ٹھکانہ نہیں۔ ابن ماجہ، مستدرک حاکم وغیرہ میں روایتیں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کم تولنے اور زکوٰۃ کے نہ ادا کرنے سے قحط پڑتا ہے۔

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّيْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾

اور ۱؎ یہ کہ مسجدیں سب اللہ ہی (کی عبادت) کیلئے مخصوص ہیں پس ۲؎ اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو ﴿۱۸﴾ اور ۳؎ جب اللہ کا خاص بندہ (یعنی محمد ﷺ) اللہ کی عبادت کرنے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ جن اس پر ٹھٹھ کے ٹھٹھ (قرآن سننے کیلئے) موجود ہو جائیں ﴿۱۹﴾ تم فرماؤ ۴؎ کہ میں اپنے پروردگار ہی کی عبادت کرتا ہوں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ﴿۲۰﴾ تم فرماؤ کہ میں تمہارے کسی برے بھلے کا مالک نہیں ﴿۲۱﴾ تم فرماؤ: ''(اگر میں حکم الٰہی پہنچانے میں کوتاہی کروں تو) ہرگز مجھے اللہ سے کوئی نہ بچائیگا اور میں اسکے سوا کوئی پناہ (کی جگہ) نہ پاؤں گا ﴿۲۲﴾

۱؎ یوں تو خدا کی ساری زمین اس اُمت کیلئے مسجد بنا دی گئی ہے۔ لیکن خصوصیت سے وہ مکانات جو مسجدوں کے نام سے خالص عبادت کے لئے بنائے جاتے ہیں، ان کو اور زیادہ امتیاز حاصل ہے۔

۲؎ جیسا یہود و نصاریٰ کا طریقہ تھا کہ وہ اپنے گرجاؤں اور عبادت خانوں میں شرک کرتے تھے۔

۳؎ جب خدا کا بندۂ کامل محمد رسول اللہ ﷺ خدا کی عبادت کو اس کی یاد کو کھڑے ہوتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں تو ٹھٹھ کے ٹھٹھ آپ ﷺ پر ٹوٹے پڑتے ہیں، یعنی جب حضور بطن نخلہ میں قرآن پڑھ رہے تھے تو جن آئے، اور حضرت کو دیکھ کر اور اپنے مقصود کو پا کر محبت سے تعجب سے قرآن سُننے کو، رسول اللہ ﷺ کا جمال پاک دیکھنے کو جمگھٹ کر کے حضرت کے اوپر جھکے پڑتے ہیں، گویا حضرت پر فرط شوق میں گر پڑیں گے۔

۴؎ اے مشرکو! تم ٹھٹھ کے ٹھٹھ جمع ہو کر مجھ سے مخالفت کیوں کرتے ہو، میں تو اللہ کے حکم کے موافق اللہ کی خالص عبادت کرتا ہوں۔ اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ رہی تمہاری ہدایت اور گمراہی وہ میرے اختیار میں نہیں، جس طرح اللہ کا حکم آتا ہے، میں خود بھی اس کے موافق عمل کرتا ہوں، اور تم کو بھی وہ حکمِ الٰہی پہنچا دیتا ہوں۔ کیونکہ اللہ کے حکم کے موافق عمل کرنے میں، یا اس کو تم کو پہنچا دینے میں مجھ سے کوئی کوتاہی ہو جائے تو مجھے اللہ کے مواخذہ سے نہ کوئی بچا سکتا ہے، نہ اس سے بچنے کی کوئی پناہ کی جگہ مجھ کو نظر آتی ہے۔ اب بعد اس فہمائش کے جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے گا اس کا ٹھکانہ ہمیشہ کے لئے دوزخ ہے۔

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ ؕ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ﴿۲۳﴾ حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾ قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ﴿۲۶﴾

لیکن (میرا کام تو) اللہ کی طرف سے پیغام پہنچانا اور اسکے پیغام سنادینا (ہے)'' اور جو کوئی اللہ اور اسکے رسول کا حکم نہ مانے تو بیشک اس کیلئے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ﴿۲۳﴾ (لیکن یہ کفار باز نہ آئینگے) ۱؎ یہاں تک کہ جب (عذاب کو) دیکھیں گے جس کا وعدہ دیا جاتا ہے، پس عنقریب جان لیں گے کس کا مددگار زیادہ کمزور ہے اور کس کی گنتی کم ہے؟ ﴿۲۴﴾ تم فرماؤ کہ ۲؎ مجھے خبر نہیں آیا قریب ہے جس (عذاب) کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے یا میرا پروردگار اسے کچھ وقفہ دے گا ﴿۲۵﴾ غیب کا جاننے والا تو اپنے علم غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا ﴿۲۶﴾

۱؎ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اس وقت تک مہلت دو جبکہ عذاب آجائے۔ جب وہ اس عذاب الٰہی کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ ہے تو اس وقت جان جائیں گے کہ کمزور کون ہے قوی کون۔ کس کے مددگار کم ہیں، کس کے زائد اور وہ زمانہ بھی قریب ہے۔

علم غیب کا ذکر

۲؎ **شان نزول:** نضر بن حارث نے کہا تھا کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا، اس کے جواب میں یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا: ''اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! تم ان عذاب کے جلد باز لوگوں کو جواب دیدو کہ میں نہیں جانتا کہ جس کا تم سے وعدہ ہے وہ قریب ہے، یا یہ کہ اس کے لئے خدا نے ایک وقت معین بنایا ہے، کچھ مدت بعد اپنے وقت پر آئے گا۔ عالم الغیب حقیقی تو خدا ہی ہے، وہی وقت نزول عذاب جانے وہ اپنی غیبی باتوں پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، مگر رسولوں میں سے جس کسی کو پسند کرتا ہے اور برگزیدہ بناتا ہے، کہ ان کو اپنے کارخانہ قدرت کے اسرار غیب جتنے چاہے بتا دیتا ہے، اور یہ علم غیب ان کیلئے معجزہ ہوتا ہے۔ اولیاء کو بھی اگرچہ غیوب پر اطلاع دی جاتی ہے، مگر انبیاء کا علم باعتبار کشف وانجلا اولیاء کے علم سے بہت بلند و بالا وارفع واعلیٰ ہے، اور اولیاء کے علوم انبیاء ہی کے وساطت، اور انہی کے فیض سے ہوتے ہیں۔ معتزلہ ایک گمراہ کن فرقہ ہے، وہ اولیاء کیلئے علم غیب کا قائل نہیں، اس کا خیال باطل اور احادیث کثیرہ کے خلاف ہے۔ اور اس آیت سے ان کا تمسک صحیح نہیں۔ بیان مذکورہ بالا میں

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَ اَحْصٰى كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

سوا اپنے پسندیدہ رسولوں میں سے کہ اس کے لے آگے اور اس کے پیچھے فرشتوں کا حفاظت کے لئے پہرہ مقرر کر دیتا ہے ﴿۲۷﴾ تاکہ اللہ دیکھ لے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیئے اور جو کچھ ان کے پاس ہے سب اللہ کے علم میں ہے اور اس نے ہر چیز کی گنتی کر رکھی ہے ﴿۲۸﴾

اس کا ارشاد کر دیا گیا ہے۔ سیّد الرسل خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ مرتضیٰ ﷺ رسولوں میں سب سے اعلیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو تمام اشیاء کے علوم عطا فرمائے، جیسا کہ صحاح کی معتبر احادیث سے ثابت ہے۔ اور یہ آیت حضور ﷺ کے اور تمام مرتضیٰ رسولوں کیلئے غیب کا علم ثابت کرتی ہے۔

لے اب یہاں سے یہ ارشاد ہوتا ہے کہ رسولوں کو جو وحی پہنچائی جاتی ہے، اس وحی کی حفاظت کا خدا کی طرف سے آسمان وزمین پر بہت بڑا انتظام ہے، آسمان پر جگہ جگہ فرشتے تعینات ہیں، جو وحی کی خبر چوری سے سننے والے جنّات پر چاروں طرف سے انگارے برساتے ہیں، اور کوئی وحی کی خبر چوری سے ان کو سننے نہیں دیتے۔ آسمان سے زمین پر جب وحی کی خبر آتی ہے تو اللہ کے رسول کے اردگرد ہر طرف فرشتے اس بات کی چوکسی کرتے ہیں، کہ ان میں کوئی شیطانی دخل نہ ہونے پائے۔ یہ سب انتظام اللہ تعالیٰ نے ظاہری اسباب کے طور پر فرمایا ہے، ورنہ علم باطنی کے طور پر ذرہ ذرہ سب اس کو معلوم ہے۔ کوئی شے اس کے علم سے باہر نہیں، جو چیز مخلوقات کی نظروں سے غائب ہے اسکو غیب کہتے ہیں۔ عذابِ قبر، جنت دوزخ یہ سب غیب کی چیزیں ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے فرمایا جنت اور دوزخ کا حال جو کچھ مجھ کو معلوم ہے، اگر وہ تم لوگوں کو معلوم ہو جائے تو تم ہنسنا بالکل کم کر دو، ہر وقت روتے رہو۔ بستی کو چھوڑ کر جنگل کو چلے جاؤ، اور ہر دم اللہ سے لو لگائے رہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض غیب کی باتیں دنیا کا انتظام قائم رہنے کے لئے سوائے آنحضرت ﷺ کے ان کی امت کے لوگوں پر تفصیل سے ظاہر نہیں کی گئیں۔

ایاتھا ۲۰ ۷۳ سورۃ المزمل مکیۃ ۳ رکوعاتھا ۲

سورۂ مزمل مکہ میں نازل ہوئی، اس میں بیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ﴿۴﴾

اے کپڑا لے اوڑھنے والے (محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) ﴿۱﴾ رات میں (نماز وعبادت کے لئے) قیام کرو (تمام رات نہیں) ﴿۲﴾ مگر کچھ آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کرو ﴿۳﴾ یا اس سے کچھ بڑھاؤ اور ۲ قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو ﴿۴﴾

خواص سورہ مزمل: اس سورت کو اگر کوئی شخص ہمیشہ ہمیشہ پڑھتا رہے تو اس کی روزی میں کشائش ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت خواب میں نصیب ہو اور موجب خیر وبرکت ہو۔ اگر اس سورت کو لکھ کر مریض کے گلے میں بطور تعویذ کے باندھے تو صحت نصیب ہو، اور اس سورت کو پڑھ کر حاکم کے پاس جائے تو حاکم مہربان ہو جائے۔

نمازِ تہجد کا ذکر

۱ **شان نزول:** اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابتدائے زمانہ وحی میں رات کو اپنے کپڑے میں نماز کے لئے لپٹے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی کملی کے ساتھ خطاب فرمایا کہ رات کو نماز میں مشغول رہو، خدا کی عبادت میں کھڑے رہو مگر تھوڑی رات کہ اس میں مشغول نہ رہو۔ پھر اسکا بیان کیا کہ آدھی رات کھڑے ہو کر عبادت کرو، یا اس آدھی رات سے بھی کم کر لو یعنی تہائی رات مشغول عبادت رہو، یا آدھی سے کچھ زائد کر لو یعنی دو تہائی عبادت کرو۔ غرض حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سب باتوں میں اختیار دیا ہے کہ خواہ قیام نصف شب سے کم ہو، یا نصف شب یا اس سے زیادہ ہو، مراد اس قیام سے تہجد ہے، جو ابتداء اسلام میں واجب وبقولے فرض تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب شب کو قیام فرماتے، اور لوگ نہ جانتے کہ تہائی رات یا آدھی رات یا دو تہائی رات کب ہوئی، تو وہ تمام شب قیام میں رہتے، اور صبح تک نمازیں پڑھتے، اس اندیشہ سے کہ قیام قدر واجب سے کم نہ ہو جائے۔ یہاں تک کہ ان حضرات کے پاؤں سوج جاتے تھے۔ پھر یہ حکم ایک سال کے بعد منسوخ ہو گیا اور اس کا ناسخ بھی اسی سورت میں ہے فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ

۲ یعنی رعایت وقوف اور ادائے مخارج کے ساتھ اور حروف کو مخارج کے ساتھ تا بامکان صحیح ادا کرنا نماز میں فرض ہے۔

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ﴿۵﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِیْلًا ﴿۶﴾ؕ اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا ﴿۷﴾ؕ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا ﴿۸﴾ؕ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِیْلًا ﴿۹﴾

بیشک ۱ ہم عنقریب تم پر ایک بھاری کلام (یعنی احکام) نازل کریں گے ﴿۵﴾ بے شک ۲ رات کا اُٹھنا نفس کے کچلنے میں بڑا سخت ہے اور تلفظ الفاظ میں زیادہ درست ہے ﴿۶﴾ ۳ بیشک تم کو دن میں (وعظ و پند کا) بہت کام (رہتا) ہے ﴿۷﴾ اور تم ۴ اپنے پروردگار کا نام یاد کرو اور سب ۵ سے الگ ہو کر اسی کی طرف ہو رہو ﴿۸﴾ کہ وہ مشرق اور مغرب ۶ کا مالک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ ﴿۹﴾

۱ یعنی نہایت جلیل و باعظمت۔ مُراد اس سے قرآن مجید ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ معنی یہ ہیں کہ ہم آپ پر قرآن نازل فرمائیں گے، جس سے اوامر ونواہی اور تکالیفِ شاقہ ہیں جو مکلفین پر بھاری ہوں گی۔

۲ یعنی رات کو اُٹھنا کچھ آسان کام نہیں، بڑی بھاری ریاضت اور نفس کشی ہے، جس سے نفس کچلا جاتا ہے، اور نیند آرام وغیرہ خواہشات پامال کی جاتی ہیں نیز اس وقت دعا اور ذکر سیدھا دل سے ادا ہوتا ہے۔ زبان اور دل موافق ہوتے ہیں، جو بات زبان سے نکلتی ہے ذہن میں خوب جمتی چلی جاتی ہے، کیونکہ ہر قسم کے شور وغل اور چیخ و پکار سے یک سو ہونے، اور خداوند قدوس کے سماءِ دنیا پر نزول فرمانے سے قلب کو ایک عجیب قسم کے سکون وقرار اور لذت واشتیاق کی کیفیت میسر ہوتی ہے۔

۳ یعنی دن میں لوگوں کو وعظ ونصیحت اور دوسرے کئی طرح کے مشاغل رہتے ہیں، گو وہ بھی آپ کے حق میں بالواسطہ عبادت ہیں۔ تاہم بلاواسطہ پروردگار کی عبادت اور مناجات کیلئے رات کا وقت مخصوص رکھنا چاہئے۔ اگر عبادت میں مشغول ہو کر رات کی بعض حوائج چھوٹ جائیں تو کچھ پروا نہیں، دن میں ان کی تلافی ہو سکتی ہے۔

۴ یعنی رات و دن کے جملہ اوقات میں تسبیح تہلیل، نماز تلاوت قرآن درس علم وغیرہ کیلئے مشغول رہو۔

۵ یعنی عبادت میں انقطاع کی صفت ہو کہ دل اللہ کے سوا اور کسی کی طرف مشغول نہ ہو۔ سب علاقے قطع ہو جائیں اسی کی طرف توجہ رہے۔

۶ اس آیت میں فرمایا کہ مشرق اور مغرب سارے جہان کا پرورش کرنے والا جبکہ وہی وحدہٗ لاشریک ہے، تو وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اسی کی خالص عبادت کی جائے، اور دین و دنیا کے ہر ایک کام کا اسی پر بھروسہ رکھا جائے۔ یہ دنیا عالم اسباب سے ہے،

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا ﴿۱۰﴾ وَ ذَرْنِیْ وَ الْمُكَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَةِ وَ مَهِّلْهُمْ قَلِیْلًا ﴿۱۱﴾ اِنَّ لَدَیْنَاۤ اَنْكَالًا وَّ جَحِیْمًا ﴿۱۲﴾ وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۳﴾ یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِیْبًا مَّهِیْلًا ﴿۱۴﴾

اور لے کافروں کی باتوں پر صبر کرو اور عمدگی کے ساتھ ان سے الگ ہو جاؤ ﴿۱۰﴾ اور مجھ پر ان جھٹلانے والے مالداروں کو چھوڑ دو اور تم انہیں تھوڑی مہلت دو ﴿۱۱﴾ بیشک ہمارے پاس (آخرت میں) بھاری بیڑیاں اور دوزخ ﴿۱۲﴾ اور کھانا گلے میں اٹکنے والا اور درد دینے والا عذاب ہے ﴿۱۳﴾ (یہ سب اس دن ہوگا) جس دن زمین اور پہاڑ لرزیں گے اور پہاڑ آپس میں ٹکرا ٹکرا کر (ایسے) ہو جائیں گے (جیسے) چلنے والے ریت کے ٹیلے ﴿۱۴﴾

اسلئے دنیا کے کاموں میں اللہ پر بھروسہ رکھنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی اسباب کو بیکار سمجھے، بلکہ اللہ پر بھروسہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی سبب کو سبب کی طرح برتے، اور ہر کام میں اصل بھروسہ اللہ کی ذات پر رکھے، سبب کو اصل بھروسہ کی چیز نہ سمجھے۔

نیک بختوں اور بد بختوں کا ذکر

لے اوپر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ اے محبوب ﷺ! تم اپنے سب کام اللہ کو سونپ دو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کے سرانجام کیلئے کافی ہے۔ اس ہدایت کے پورا کرنے کیلئے فرمایا یہ لوگ جو اپنے مال ومتاع کے غرور میں تم کو برا بھلا کہتے ہیں، اور اللہ کے کلام کو جھٹلاتے ہیں، تم اس کا کچھ خیال نہ کرو، اور تھوڑے دنوں کے لئے ان لوگوں کو اللہ کے انتقام پر چھوڑ دو، اللہ ان سے خود سمجھ لے گا۔ اللہ سچا ہے، اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ ان آیتوں کے نازل ہونے کے تھوڑے عرصہ کے بعد بدر کی لڑائی پیش آئی۔ جس میں بڑے بڑے سرکش مشرکینِ مکہ میں کے قتل ہو گئے۔ اب آگے اللہ تعالیٰ نے قریش کو دو طرح سے ڈرایا، ایک فرعون کا قصہ یاد دلایا کہ اگر ان لوگوں کی یہی فرعون کی سی سرکشی رہی، تو وہی نتیجہ ان کا ہوگا جو فرعون اور اسکے لشکر کا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اگر دنیا کے عذاب سے یہ لوگ بچ بھی گئے تو قیامت کے اس عذاب سے ان کو کون بچائے گا۔ جس عذاب کو تفصیل سے اگر کسی کے لڑکے روبرو بیان کیا جائے تو وہ لڑکا بڈھے شخص کی طرح بدحواس ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ قیامت کے حال کو قصہ کہانی کی طرح سن کر اڑا دیتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کا آنا ایسا یقینی ہے کہ اس میں کسی صاحبِ عقل آدمی کو شک وشبہ کا موقع نہیں، کیونکہ دنیا کا پیدا کرنا جو سب کی آنکھوں کے سامنے ہے، بغیر نیک وبد کی جزا وسزا کے بے ٹھکانے رہتا ہے۔ پھر جب ان میں کے معمولی عقل کے آدمی اس طرح کے بے ٹھکانے کام

إِنَّآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُولًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿۱۵﴾ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ﴿۱۶﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ﴿۱۷﴾ السَّمَآءُ مُنفَطِرٌۢ بِهِۦ ۚ كَانَ وَعْدُهُۥ مَفْعُولًا ﴿۱۸﴾ إِنَّ هَٰذِهِۦ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَآءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِۦ سَبِيلًا ﴿۱۹﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهُۥ وَثُلُثَهُۥ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۚ

بیشک (اے لوگو!) ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے، جو تم پر گواہی دینے والے ہیں جیسا ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجے ﴿۱۵﴾ پس فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اسکو سخت وبال میں پکڑ لیا ﴿۱۶﴾ پس (عذاب الٰہی سے) کیسے بچو گے اگر (دنیا میں) کفر کرو اس دن جو بچوں کو (اپنے شدت دہشت سے) بوڑھا کر دے گا ﴿۱۷﴾ آسمان اسکے صدمہ سے پھٹ جائے گا بیشک (اس دن) اللہ کا وعدہ ہو کر رہے گا ﴿۱۸﴾ بیشک ؂۱ یہ نصیحت ہے، پس جسکا دل چاہے اپنے پروردگار کی طرف راہ لے ﴿۱۹﴾ بیشک ؂۲ تمہارا پروردگار جانتا ہے تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب اور کبھی آدھی رات اور کبھی تہائی رات اور ایک جماعت تمہارے ساتھ والی (بھی اٹھتی ہے)۔

سے گھبراتے ہیں، تو پھر اللہ کے ذمہ یہ بے ٹھکانے کا کام کیونکر جائز رکھا جاتا ہے۔ یعنی کافروں کے لئے ہمارے پاس طرح طرح کے عذاب تیار ہیں، قیدیں ہیں زنجیریں۔ طوق ہتھکڑیاں کہ ہاتھ پاؤں گردن سب جکڑے جائیں گے، بھاری بھاری زنجیریں پہنائی جائیں گی، اور دوزخ ہے جہاں رہیں گے، اور ناگوار اٹکنے والا کھانا ہے۔ یعنی زقوم اور طرح طرح کا عذاب دردناک سانپوں اور بچھوؤں کا، اور خدا جانے کس کس قسم کا ہوگا۔ یہ باتیں بروز قیامت ہوں گی، وہ وہ دن ہے کہ زمین اور پہاڑ ہلا ڈالے جائیں گے، پہاڑ کانپ کر گر پڑیں گے اور ریزہ ریزہ ہو کر ایسے ہو جائیں گے جیسے ریت کے تودے جن پر قدم جم نہ سکے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے ہاں گواہی دیں گے کہ کس نے ان کا کہنا مانا اور کس نے نہیں مانا۔

؂۱ یعنی نصیحت کر دی گئی اب جو اپنا فائدہ چاہے اس نصیحت پر عمل کر کے اپنے رب سے مل جائے۔ راستہ کھلا پڑا ہے کوئی روک ٹوک نہیں، نہ خدا کا کچھ فائدہ ہے تم سو دفعہ اپنا فائدہ سمجھو تو سیدھے چلے آؤ۔

؂۲ یعنی اللہ کو معلوم ہے کہ تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے اسکے حکم کی تعمیل کی۔ کبھی آدھی کبھی تہائی اور کبھی دو تہائی رات کے

وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنۡ لَّنۡ تُحۡصُوۡهُ فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنۡ سَيَكُوۡنُ مِنۡكُمۡ مَّرۡضٰى ۙ وَاٰخَرُوۡنَ يَضۡرِبُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ يَبۡتَغُوۡنَ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوۡنَ يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۖ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنۡهُ ۙ

اور رات اور دن کا پورا اندازہ [1] اللہ ہی کرتا ہے، اس کو معلوم ہے کہ (اے مسلمانو!) تم رات کے قیام کا تحفظ نہ کرسکو گے، تو اس نے اپنی مہربانی سے تم پر رجوع فرمائی (یعنی شب کا قیام معاف فرمایا)، تو (اب) تم قرآن میں [2] سے جتنا تم پر آسان ہوا تنا پڑھو، اسے معلوم ہے کہ بعضے آدمی تم میں سے بیمار ہوں گے، اور بعضے آدمی خدا کے فضل (یعنی روزی) کی تلاش کے لئے زمین میں سفر کریں گے، اور بعضے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے (اس لئے اس حکم کو تم پر فرض نہیں کیا)، پس تم لوگ جتنا قرآن میں سے آسان ہو پڑھو۔

قریب اللہ کی عبادت میں گذاری۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ صحابہ کرام کے پاؤں راتوں کو کھڑے کھڑے سوج جاتے تھے، بلکہ بعض تو اپنے بال رسی سے باندھ لیتے تھے کہ نیند آئے تو جھٹکا لگ کر تکلیف سے آنکھ کھل جائے۔

[1] یعنی رات اور دن کی پوری پیمائش تو اللہ کو معلوم ہے، وہی ایک خاص اندازہ سے کبھی رات کو دن سے گھٹاتا ہے، کبھی بڑھاتا اور کبھی دونوں کو برابر کر دیتا ہے۔ بندوں کو اس نیند اور غفلت کے وقت روزانہ آدھی تہائی اور دو تہائی رات کی پوری طرح حفاظت کرنا، خصوصاً جبکہ گھڑی گھنٹوں کا سامان نہ ہو سہل کام نہیں تھا۔ اسی لئے بعض صحابہ رات بھر نہ سوتے تھے کہ کہیں نیند میں ایک تہائی رات بھی جاگنا نصیب نہ ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے معافی بھیج دی، اور فرمایا کہ جس کو اٹھنے کی توفیق ہو، وہ جتنی نماز اور اس میں جتنا قرآن پڑھ لے، اب امت کے حق میں نہ نماز تہجد فرض ہے، نہ وقت کی یا مقدار تلاوت کی کوئی قید ہے۔

[2] یعنی اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ تم میں بیمار بھی ہوں گے، اور مسافر بھی جو ملک میں روزی یا علم وغیرہ کی تلاش کرتے پھریں گے، اور وہ مرد مجاہد بھی ہوں گے جو اللہ کی راہ میں جنگ کریں گے۔ ان حالات میں شب بیداری کے احکام پر عمل کرنا سخت دشوار ہو گا۔ اس لئے تم پر تخفیف کر دی کہ نماز میں جس قدر قرآن پڑھنا آسان ہو، پڑھ لیا کرو اپنی جانوں کو زیادہ تکلیف میں ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں فرض نمازیں نہایت اہتمام سے باقاعدہ پڑھتے رہو، اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے رہو کہ انہی باتوں کی پابندی سے بہت کچھ روحانی فائدہ اور ترقیات حاصل ہوسکتی ہیں۔

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَیْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۰﴾ ع

اور نماز قائم رکھو اور ۱؎ زکوٰۃ دو اور اللہ کو (خوش دلی کے ساتھ) اچھا قرض دو، اور ۲؎ جو نیک عمل اپنے لئے آگے (ذخیرہ آخرت بنا کر) بھیج دو گے، اس کو اللہ کے پاس جا کر اس سے اچھا اور ثواب کے اعتبار سے بہت زیادہ پاؤ گے اور اللہ سے بخشش ۳؎ مانگو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۲۰﴾

۱؎ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس قرض سے مُراد زکوٰۃ کے سوا راہ خدا میں خرچ کرنا ہے۔ صلہ رحمی میں اور مہمانداری میں اور یہ بھی کہا گیا کہ اس سے تمام صدقات مُراد ہیں، جنہیں اچھی طرح مال حلال سے خوش دلی کے ساتھ راہ خدا میں خرچ کیا جائے۔

۲؎ یعنی جو نیکی یہاں کرو گے اللہ کے ہاں اس کو نہایت بہتر صورت میں پاؤ گے۔ اور بہت بڑا اجر اس سے ملے گا تو یہ مت سمجھو کہ جو نیکی ہم کرتے ہیں یہ یہیں ختم ہو جاتی ہے، نہیں وہ سب سامان تم سے آگے اللہ کے ہاں پہنچ رہا ہے، جو عین حاجت کے وقت تمہارے کام آئے گا۔

۳؎ یعنی تمام احکام بجا لا کر پھر اللہ سے معافی مانگو۔ کون ہے جو دعویٰ کر سکے کہ میں نے اللہ کی بندگی کا حق پوری طرح ادا کر دیا۔ پس آدمی کو چاہئے کہ اپنی کوتاہیوں کی معافی چاہتا رہے کہ اے غفور رحیم! تو اپنے فضل سے میری خطاؤں اور کوتاہیوں کو معاف فرما۔

اٰیاتھا ۵۶　　۷۴ سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ ۴　　رکوعاتھا ۲

سورہ مدثر مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چھپن آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ مدثر: اگر اس سورۃ کو پڑھ کر قرآن شریف کے یاد ہونے کی دعا کرے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اسے حفظ کرنے میں آسانی ہوگی۔ اگر اس سورت کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو وہ شخص ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ۪ۙ﴿۲﴾ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۪ۙ﴿۳﴾ وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۪ۙ﴿۴﴾ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۪ۙ﴿۵﴾ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۪ۙ﴿۶﴾

اے ۱ کپڑا اوڑھنے والے۔ (محبوب!) کھڑے ہو جاؤ ۲ ﴿۱﴾ پھر (قوم کو عذاب الٰہی سے ایمان نہ لانے پر) ڈراؤ ﴿۲﴾ اور اپنے پروردگار کو تعظیم سے یاد کرو ﴿۳﴾ اور ۳ اپنے کپڑے پاک رکھو ﴿۴﴾ اور (بتوں کی) پلیدی سے الگ رہو ﴿۵﴾ اور ۴ زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو ﴿۶﴾

۱ **شان نزول:** حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں کوہ حرا پر تھا کہ مجھے ندا کی گئی، یا محمد انک رسول اللہ میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا کچھ نہ پایا، اوپر دیکھا ایک شخص آسمان زمین کے درمیان بیٹھا ہے یعنی وہی فرشتہ جس نے ندا کی تھی۔ یہ دیکھ کر مجھ پر رعب ہوا اور میں خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آیا اور میں نے کہا مجھے کپڑا وغیرہ اڑھاؤ۔ انہوں نے اڑھا دیا تو جبرئیل آئے اور انہوں نے کہا یٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ یعنی ''اے کپڑا اوڑھنے والے محبوب!''۔

۲ یعنی وحی کے ثقل اور فرشتہ کی ہیبت سے آپ کو گھبرانا اور ڈرنا نہیں چاہئے۔ آپ کا کام تو یہ ہے کہ دوسروں کو خدا کا خوف دلائیں، اور کفر و معصیت کے برے انجام سے ڈرائیں۔ پھر فرمایا کہ یہ مشرک اللہ کی شان میں شرک کے الفاظ جو کہتے رہتے ہیں، اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! تم انکے برخلاف اللہ کی بڑائی اور توحید بیان کرو، تاکہ ان مشرکوں کے کان بھی توحید سے آشنا ہوں، کیونکہ رب کی بڑائی بولنے اور بزرگی و عظمت بیان کرنے ہی سے اس کا خوف دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر فرمایا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضور کی تکبیر سن کر تکبیر کہی اور خوش ہوئیں اور انہیں یقین ہوا کہ وحی آئی۔

طہارت و پاکیزگی

۳ مشرکین مکہ پہننے کے کپڑوں کی پاکی ناپاکی کا خیال نہ رکھتے تھے۔ اس لئے فرمایا کہ تم اپنے کپڑے ہر طرح کی نجاست سے پاک صاف رکھو، کیونکہ نماز کے لئے طہارت ضروری ہے، اور نماز کے سوا اور حالتوں میں کپڑے پاک رکھنا بہتر ہے۔ اور پلیدی سے دور رہنے کے معنی یہ ہیں کہ بتوں کی گندگی سے دور رہو، جیسے اب تک دور رہو۔ بہر حال آیت ہذا میں طہارت ظاہری و باطنی کی تاکید مقصود ہے۔

۴ یعنی جیسے کہ دنیا میں ہدیئے اور نیوتے دینے کا دستور ہے کہ دینے والا یہ خیال کرتا ہے کہ جس کو میں نے دیا ہے، وہ اس سے زیادہ مجھے دے دے گا، اس قسم کے نیوتے اور ہدیئے شرعاً جائز ہیں مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے منع فرمایا گیا۔ کیونکہ شانِ نبوت بہت ارفع و اعلیٰ ہے، اور اس منصبِ عالی کے لائق یہی ہے کہ جس کو جو دیں وہ محض کرم ہو، اس سے لینے یا نفع حاصل کرنے کی نیت نہ ہو۔

وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝٧ فَاِذَا نُقِرَ فِى النَّاقُوْرِ ۝٨ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝٩ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ۝١٠ ذَرْنِىْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۝١١

اور (دین کی خاطر جو ایذا پیش آئے اس پر) [۱] اپنے پروردگار (کی خوشنودی) کے لئے صبر کئے رہو ۝ پھر جبکہ دوسرا صور پھونکا جائے گا ۝ تو وہ دن سخت ہے ۝ کافروں پر آسان نہیں (بلکہ ایمان والوں پر آسان ہے) ۝ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم اسے [۲] مجھ پر چھوڑ دو جسے میں نے اکیلا (یعنی ماں کے پیٹ سے بغیر مال و اولاد کے) پیدا کیا ۝

[۱] یعنی جو شدائد دعوت و تبلیغ کے راستہ میں پیش آئیں ان کو اللہ کی خوشنودی کیلئے صبر و تحمل سے برداشت کرو، اور خدمتِ نبوت کی ادائیگی کے سبب سے مخالفِ شریعت لوگ جو تم کو کچھ گستاخی کے الفاظ کہیں، تو اس پر صبر کرنے کا سب کا پورا اجر اللہ تم کو دے گا۔ پھر فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! باوجود تمہاری نصیحت کے جو کوئی آخرت کی سزا و جزا کا منکر رہے تو ایسے لوگوں کو یہ سنا دیا جائے کہ مُردوں کو زندہ کرنے کا دوسرا صور پھونکا جائے گا۔ جب یہ لوگ زندہ ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہوں گے، اور ذرہ ذرہ کا ان حساب لیا جائے گا تو وہ وقت ان پر بڑی مشکل کا ہے اس مشکل کیلئے ان لوگوں کو تیار رہنا چاہیے۔

[۲] **شانِ نزول:** جب حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلاوت فرمائی۔ ولید بن مغیرہ نے سنا، اس قوم کی مجلس میں آکر اس نے کہا کہ خدا کی قسم! میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ابھی ایک کلام سنا، نہ وہ آدمی کا نہ جن کا، بخدا اس میں عجیب شیرینی اور تازگی اور فوائد دل کشی ہے، وہ کلام سب پر غالب رہے گا۔ قریش کو اس کی ان باتوں سے بہت غم ہوا، ان میں مشہور ہو گیا کہ ولید آبائی دین سے برگشتہ ہو گیا، ابو جہل نے ولید کو ہموار کرنے کا ذمہ لیا، اور اس کے پاس آکر بہت غمزدہ صورت بنا کر بیٹھ گیا۔ ولید نے کہا: ''کیا غم ہے''۔ ابو جہل نے کہا: ''غم کیسے نہ ہو تو بوڑھا ہو گیا ہے، قریش تیرے خرچ کے لئے روپیہ جمع کر دیں گے۔ انہیں خیال ہے کہ تو نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کی تعریف اس لئے کی ہے کہ تجھے ان کے دستر خوان کا بچا کھانا مل جائے''۔ اس پر اسے طیش آیا اور کہنے لگا: ''قریش کو میرے مال و دولت کا حال معلوم نہیں ہے، اور کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب نے کبھی سیر ہو کر کھانا بھی کھایا ہے، ان کے دستر خوان پر کیا بچے گا''۔ پھر ابو جہل کے ساتھ اٹھا اور قوم میں آکر کہنے لگا: ''تمہیں خیال ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجنون ہیں، کیا تم نے ان میں کبھی دیوانگی کی کوئی بات دیکھی''۔ سب نے کہا ''ہرگز نہیں''۔ کہنے لگا: ''تم انہیں کاہن سمجھتے ہو، کیا تم نے انہیں کہانت کرتے دیکھا''۔ سب نے کہا ''نہیں''۔ کہنے لگا ''تم انہیں شاعر گمان کرتے ہو، کیا تم نے کبھی انہیں شعر کہتے پایا'' سب نے کہا: ''نہیں''۔ کہنے لگا: ''تم انہیں کذاب کہتے ہو، کیا تمہارے تجربہ میں کبھی انہوں نے جھوٹ بولا''۔ سب نے کہا: ''نہیں'' اور قریش میں آپ کا صدق و دیانت ایسا مشہور تھا کہ قریش آپ کو امین کہا کرتے تھے۔ یہ سن کر قریش نے کہا: ''پھر کیا بات ہے'' تو ولید کہنے لگا: ''ذرا سوچ لوں'' آخر تیوری بدل کر اور منہ بنا کر یہ بات کہی جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں، آدمی کا

وَّ جَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًاۙ﴿۱۲﴾ وَّ بَنِیْنَ شُهُوْدًاۙ﴿۱۳﴾ وَّ مَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِیْدًاۙ﴿۱۴﴾ ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَۗ﴿۱۵﴾ كَلَّاؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًاؕ﴿۱۶﴾ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًاؕ﴿۱۷﴾ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَ قَدَّرَۙ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَۙ﴿۱۹﴾

اور اسے میں نے کثرت سے مال دیا﴿۱۲﴾ اور پاس رہنے والے بیٹے دیئے﴿۱۳﴾ اور اسی طرح سامان اس کے لئے مہیا کردیا﴿۱۴﴾ پھر بھی اس بات کی ہوس رکھتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں﴿۱۵﴾ ہرگز نہیں بیشک وہ تو ہماری آیتوں سے عناد رکھتا ہے﴿۱۶﴾ قریب ہے کہ میں اسے (آخرت میں) آگ کے پہاڑ صعود پر چڑھاؤں﴿۱۷﴾ بیشک اس نے (ہماری آیتوں میں) غور کیا اور (دل میں) اندازہ مقرر کیا﴿۱۸﴾ پس اس پر لعنت ہو کہ اس نے کیسا اندازہ مقرر کیا﴿۱۹﴾

کلام ہے، مگر جادو کے سبب سے اس میں ایک اثر ہے تم نے دیکھا ہوگا کہ ان کی بدولت رشتہ دار رشتہ دار سے، باپ بیٹے سے جدا ہو جاتے ہیں۔ بس یہی جادوگر کا کام ہے، اور جو قرآن وہ پڑھتے ہیں وہ دل میں اثر کر جاتا ہے۔'' اسی پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ جب یہ ولید ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا' تو تن تنہا تھا نہ اس کے دس بیٹے تھے، نہ کچھ مال و متاع تھا، اللہ نے اسکو صاحب اولاد، صاحب مال کیا۔ مجاہد سے منقول ہے کہ وہ ایک لاکھ دینار کی نقد کی حیثیت رکھتا تھا۔ اور طائف میں اس کا ایسا بڑا باغ تھا جو سال کے کسی وقت پھلوں سے خالی نہ ہوتا تھا۔ اس نے اس کا شکر یہ یہ کیا کہ قوم کے لوگوں کی خاطر سے اللہ کے کلام کو انسان کا کلام بتلایا۔ اے محبوب ﷺ! تم اس سے کچھ نہ الجھو بلکہ اس کو اللہ کے حوالہ چھوڑ دو، وقت مقررہ پر اللہ اس سے خود سمجھ لے گا۔ یہ ولید کہا کرتا تھا کہ اگر مرنے کے بعد پھر جینا سچ ہے تو وہاں بھی اس سے زیادہ مجھ کو مال و اولاد سب کچھ ملے گا، اور دنیا میں بھی میری خوشحالی روز بروز بڑھتی جائے گی۔ اسی پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ باوجود اس ناشکری کے دین و دنیا میں اس کو اور بہبودی کی توقع ہے۔ نہیں نہیں ہرگز یہ توقع اس کی پوری نہ ہوگی، بلکہ آخرت میں تو اس کو وہ عذاب بھگتنا پڑے گا جس کی تکلیف روز بروز بڑھتی رہے گی۔ اور دنیا میں جو کچھ اس ناشکری کا حال ہوگا، وہ بھی سب دیکھ لیں گے اللہ سچا ہے۔ پھر اللہ کا کلام سچا ہے۔ چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد ولید کے مال و اولاد و جاہ میں کمی شروع ہوئی، یہاں تک ولید تنگ حال ہو کر مرا۔ یہ تو دنیا کا حال اس وقت کے لوگوں کے روبرو گذرا۔ آخرت میں ایسے لوگوں کا جو کچھ انجام ہوگا وہ بھی سب کی آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔

عذاب دوزخ کی ایک قسم

مسند امام احمد، ترمذی وغیرہ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''صعود دوزخ میں ایک پہاڑ ہے جس پر کافر کو ہمیشہ چڑھائیں گے، اور گرائیں گے یہ بھی عذاب کی ایک قسم ہے اور یہ عذاب بڑی تکلیف کا ہوگا''۔

ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ﴿٢٦﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ ﴿٢٧﴾ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ﴿٢٨﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿٢٩﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾

پس اس پر لعنت ہو کہ اس نے کیسا اندازہ مقرر کیا ﴿۲۰﴾ پھر اس پر لعنت ہو کہ اس نے کیسا برا اندازہ کیا ﴿۲۱﴾ پھر نظر اٹھا کر دیکھا پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنایا ﴿۲۲﴾ پھر پیٹھ پھیر لی اور تکبر کیا ﴿۲۳﴾ پھر کہنے لگا کہ بس یہ قرآن محض جادو ہے کہ جادوگروں سے نقل ہوتا چلا آتا ہے ﴿۲۴﴾ یہ قرآن آدمی ہی کا کلام ہے ﴿۲۵﴾ بہت جلد میں اس کو دوزخ میں داخل کروں گا ﴿۲۶﴾ اور[۱] تم نے کیا جانا کہ دوزخ کیا ہے ﴿۲۷﴾ (وہ ایسی ہے کہ کسی مستحق عذاب کو)[۲] باقی نہ چھوڑے ﴿۲۸﴾ اور (جسم پر گوشت کھال) نہ لگی رکھے ﴿۲۹﴾ وہ آدمی کی کھال جھلس دینے والی ہے۔ اس[۳] دوزخ پر انیس داروغہ مقرر ہیں (جس میں ایک مالک ہے باقی ساتھی ہیں) ﴿۳۰﴾

[۱] یعنی دوزخیوں کی کوئی چیز باقی نہ رہنے دے گی جو جلنے سے بچ جائے۔ پھر جلانے کے بعد اس حالت پر بھی نہ چھوڑے گی بلکہ دوبارہ اصلی حالت پر لوٹائے جائیں گے، اور جلیں گے یہی سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

[۲] یعنی بدن کی کھال جھلس کر حیثیت بگاڑ دے گی، حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں جیسے دہکتا لوہا سرخ نظر آتا ہے آدمی کی پنڈلی پر وہ سرخی نظر آئے گی۔

دوزخ پر انیس فرشتوں کا تعینات ہونا

[۳] یعنی دوزخ کے انتظام پر جو فرشتوں کا لشکر ہوگا اس کے افسر انیس فرشتے ہوں گے۔ جن میں ایک مالک ہے، باقی ساتھی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جہنم میں مجرموں کو عذاب دینے کے لئے انیس قسم کے فرائض ہیں۔ جن میں سے ہر فرض کی انجام دہی ایک فرشتہ کی سرکردگی میں ہوگی۔ کوئی شبہ نہیں کہ فرشتہ کی طاقت بہت بڑی ہے، اور ایک فرشتہ وہ کام کرسکتا ہے جو لاکھوں آدمی مل کر نہیں کرسکتے لیکن یاد رہے کہ ہر فرشتہ کی یہ قوت اسی دائرہ میں محدود ہے جس میں کام کرنے کے لئے وہ مامور ہوا ہے۔ مثلاً ملک الموت لاکھوں آدمیوں کی جان ایک آن میں نکال سکتا ہے مگر عورت کے پیٹ میں ایک بچہ کے اندر جان نہیں ڈال سکتا، حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لاسکتے ہیں لیکن پانی برسانا ان کا کام نہیں۔ جس طرح کان دیکھ نہیں سکتا، آنکھ سن نہیں سکتی،

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ

اور ہم نے [1] دوزخ کے نگہبان فرشتے ہی مقرر کیے اور ہم نے ان کی یہ تعداد صرف کافروں کی جانچ کے لئے مقرر کی ہے (کہ وہ کہیں انیس کیوں ہوئے) اور اس لئے کہ اہل کتاب یقین کرلیں (یعنی رسول اللہ ﷺ کو سچا جانے) اور ایمانداروں کا ایمان زیادہ ہوجائے اور اس لئے کتاب والوں اور مسلمانوں کو کوئی شک نہ رہے۔

اگرچہ اپنی قسم کے کام کتنے ہی سخت ہوں کرسکتے ہیں مثلاً کان سے ہوسکتا ہے کہ ہزاروں آوازیں سن لے اور نہ تھکے، آنکھ ہزاروں رنگ دیکھ لے اور عاجز نہ ہو، اسی طرح اگر ایک فرشتہ عذاب کے واسطے دوزخیوں پر مقرر ہوتا، اس سے ایک ہی قسم کا عذاب دوزخیوں پر ہوسکتا تھا، دوسری قسم کا عذاب جو اس کے دائرہ استعداد سے باہر ہے ممکن نہ تھا۔ اس لئے انیس قسم کے عذابوں کے لئے انیس ذمہ دار فرشتے مقرر ہوئے ہیں۔

ابوجہل کا فرشتوں پر مذاق اور فرشتوں کی طاقت

[1] **شان نزول:** تفسیر ابن جریر وغیرہ میں جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ اسکا حاصل یہ ہے کہ جب اوپر کی آیتوں میں یہ لفظ اُترے کہ دوزخ پر انیس فرشتے تعینات ہیں، تو ابوجہل نے قریش سے کہا کہ تم لوگ تو بہت بڑی قوم ہو، تم میں سے سو شخص بھی اگر ایک ایک فرشتے سے بھگت لوگے، تو انیس فرشتے تمہارا کیا کرسکتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ ان لوگوں کی عقل ماری گئی ہے، جو یہ ایسی باتیں کرتے ہیں۔ یہ انیس انسان نہیں جو سارے قریش مل کر ان سے بھگت لیں گے، یہ تو فرشتے ہیں ان میں کا تو ایک ایک کا پر ساری دنیا کے اُلٹ پلٹ کردینے کو کافی ہے۔ کیا ان لوگوں نے سنا نہیں کہ اللہ کے ایک فرشتے نے لوط کی قوم کو مع ان کی بستی کو اٹھا کر اُلٹ دیا۔ پھر فرمایا پچھلی کتابوں میں بھی ان فرشتوں کی تعداد یہی ہے، اس لئے اہلِ کتاب کو اس گنتی کا حال سن کر قرآن کے کتاب آسمانی ہونے پر یقین بڑھ جائے گا، اور ان کے یقین میں بھی ترقی ہوجائے گی۔ پھر فرمایا کہ اللہ کے علم ازلی میں جو لوگ کافر اور منافق ٹھہر چکے ہیں، وہ اس گنتی کو سن کر ایسی باتیں کریں گے جیسی باتیں ابوجہل اور اسکے ساتھیوں نے کیں، کیونکہ دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ کے علم میں نیک و بد کا اندازہ ٹھہر چکا ہے۔ اسی اندازہ سے اللہ ہر ایک کو لگا دیتا ہے مجبور کر کے دوسرے ڈھنگ پر کسی کو نہیں لگاتا، تاکہ مجبوری کا ایمان یا نیک عمل اس کی بارگاہ میں قبول نہیں۔ پھر فرمایا ان انیس فرشتوں پر کیا منحصر ہے،

وَ لِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ مَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾ كَلَّا وَ الْقَمَرِ ۙ﴿۳۲﴾ وَ الَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ۙ﴿۳۳﴾ وَ الصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ۙ﴿۳۴﴾ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ۙ﴿۳۵﴾ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ۙ﴿۳۶﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ؕ﴿۳۷﴾

اور اس لئے کہ جن لوگوں کے دلوں میں (شک کی) بیماری ہے اور کافر کہیں کہ اللہ کی اس (گنتی کی) مثال سے کیا ارادہ ہے، (جس طرح اس بات میں کافروں کو گمراہ کیا) اسی طرح اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے، اور ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے، اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو [۱] اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور دوزخ (کا حال بیان کرنا تو) بنی [۲] آدم کی نصیحت کے لئے ﴿۳۱﴾ بالتحقیق قسم ہے چاند کی ﴿۳۲﴾ اور رات کی جب وہ پیٹھ پھیرے ﴿۳۳﴾ اور پھر صبح کی قسم جب وہ روشن ہو جائے ﴿۳۴﴾ بیشک دوزخ بہت بڑی خوفناک چیزوں کی ایک چیز ہے ﴿۳۵﴾ [۳] بنی آدم کو ڈرانے والی ہے ﴿۳۶﴾ اسے جو تم میں چاہے (ایمان لا کر جنت کی طرف) آگے بڑھے یا (یا کفر اختیار کر کے) پیچھے رہے (اور عذاب میں گرفتار ہو) ﴿۳۷﴾

آسمانوں پر اور اتنے فرشتے ہیں کہ چپہ بھر جگہ فرشتوں سے خالی نہیں، سوا اسکے آگ پانی ہوا یہ سب اللہ کے لشکر ہیں۔ پچھلی قومیں ان ہی لشکروں کی چڑھائی سے غارت ہو چکی ہیں، اس کے لشکروں کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے۔

[۱] یعنی دوزخ کا ذکر صرف عبرت و نصیحت کیلئے ہے، اس کا حال سن کر لوگ غضب الٰہی سے ڈریں اور نافرمانی سے باز آئیں۔

[۲] یعنی جو بڑی بڑی ہولناک اور عظیم الشان چیزیں ظاہر ہونے والی ہیں، دوزخ ان میں کی ایک چیز ہے۔

قیامت کا ذکر

[۳] آگے بڑھے نیکی یا بہشت کی طرف، اور پیچھے رہے بدی میں پھنسا ہوا، یا دوزخ میں پڑا ہوا، بہر حال مقصود یہ ہے کہ دوزخ سب مکلفین کے حق میں بڑے ڈراوے کی چیز ہے۔ اور چونکہ اس ڈرانے کے عواقب و نتائج قیامت میں ظاہر ہوں گے اس لئے قسم ایسی چیزوں کی کھائی جو قیامت کے بہت ہی مناسب ہے۔ چنانچہ چاند کا اول بڑھنا پھر گھٹنا نمونہ ہے اس عالم کے نشوونما

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّآ أَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿٣٩﴾ فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٤٠﴾ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٤١﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿٤٣﴾ وَ لَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَ كُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَ كُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٤٦﴾ حَتّٰٓى أَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿٤٧﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿٤٨﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿٤٩﴾

ہر[1] شخص اپنے اعمال میں گروی ہے ﴿۳۸﴾ مگر اہل سعادت ﴿۳۹﴾ باغوں میں ہوں گے مجرموں (یعنی کفار) سے پوچھیں گے ﴿۴۰﴾ کہ تمہیں دوزخ میں کیا چیز لائی ﴿۴۲﴾ وہ کہیں گے ہم (دنیا میں) نہ نماز پڑھتے تھے ﴿۴۳﴾ اور نہ ہم مسکین کو کھانا (یعنی صدقہ) دیتے تھے ﴿۴۴﴾ اور بیہودہ فکر والوں کے ساتھ بیہودہ فکر کرتے ﴿۴۵﴾ تھے اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے تھے ﴿۴۶﴾ یہاں تک کہ (اسی حالت میں) ہم کو موت آگئی ﴿۴۷﴾ تو ان کو سفارشیوں کی سفارش فائدہ نہ دے گی ﴿۴۸﴾ پس ان کو کیا ہوا کہ نصیحت سے منہ پھیرتے ہیں ﴿۴۹﴾

اور اضمحلال وفنا کا، اسی طرح اس عالم دنیا کو عالم آخرت کے ساتھ حقائق کے اخفاء واکتشاف میں ایسی نسبت ہے جیسے رات کو دن کے ساتھ۔ گویا اس عالم کا ختم ہو جانا رات کے گذر جانے، اور اس عالم کا ظہور نور صبح کے پھیل جانے کے مشابہ ہے۔

[1] جس طرح گروی رکھوانے والا شخص گروی رکھوائی ہوئی چیز کے چھڑانے کا پابند اور ذمہ دار ہوتا ہے، اسی طرح قیامت کے دن کافر مومن سب اپنی اپنی جان کو دوزخ کے عذاب سے چھڑانے کے لئے اپنے اپنے عمل کے پابند کئے گئے ہیں۔ اسی واسطے ہر ایک نیک وبد عمل کا حساب لکھنے کیلئے ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے رہتے ہیں، جو ہر شخص کا زندگی بھر کا حساب لکھتے ہیں، اور اس شخص کے مرجانے کے بعد وہ حساب کا کاغذ سربمہر رکھ لیا جاتا ہے، اس کاغذ کو اعمالنامہ کہتے ہیں۔ یہ اعمال نامہ ان لوگوں کو تو داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا جن کے حساب آسانی سے ہو کر جلدی سے ان کی نجات ہونے والی ہے، اور جن لوگوں کے حساب میں جانچ منظور ہے ان سب کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دے کر ان کے حساب کی جانچ ہو کر ان کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔ پھر منکرین حشر تو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، اور کلمہ گو گنہگار جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا، وہ

كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ كَلَّا بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۵۳﴾ كَلَّا اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿۵۴﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۵۵﴾

گویا یہ وحشی گدھے ہیں ﴿۵۰﴾ جو شیر سے بھاگے جارہے ہیں (یعنی جس طرح گدھا شیر کو دیکھ کر بھاگتا ہے اسی طرح تلاوت قرآن سن کر بھاگتے ہیں) ﴿۵۱﴾ بلکہ ان[1] میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ کھلے صحیفے اس کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں۔ ہرگز (ایسا) نہیں (ہوسکتا) ﴿۵۲﴾ بلکہ (اصل وجہ یہ ہے کہ) یہ لوگ آخرت (کے عذاب) سے نہیں ڈرتے ﴿۵۳﴾ ہاں ہاں بیشک وہ قرآن نصیحت ہے ﴿۵۴﴾ پس جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے ﴿۵۵﴾

آخر کو دوزخ سے نجات پاکر جنت میں جائے گا۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں اس کا ذکر ہے یہ لوگ جو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہ جائیں گے، انہی سے جنتی لوگ ان کے ہمیشہ دوزخ میں رہ جانے کا سبب پوچھیں گے، اور وہ دوزخی جواب دیں گے کہ ہم مرتے دم تک سزا و جزا کے منکر تھے۔ مرنے کے بعد ہمیں اس کا یقین آیا ورنہ جیتے جی جو لوگ آخرت کی باتوں کو جھٹلاتے تھے، ان کے ہی ساتھ ہم بھی لگے رہتے تھے، اور جبکہ ہم کو سزا و جزا کا یقین ہی نہیں تھا۔ تو ہم نے نہ خدا کی کچھ عبادت کی نہ خدا کے بندوں کا کوئی حق ادا کیا۔ پھر فرمایا کہ ایسے لوگوں کی سفارش بھی نہ ہوگی، کیونکہ سفارش تو اس بات کی ہوگی کہ گنہگاروں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے، جو لوگ سرے سے دوزخ اور جنت کے ہی منکر تھے، ان کی سفارش کیا ہوسکتی ہے۔ اب اس قدر نصیحت کے بعد فرمایا کہ باوجود اس نصیحت کے ان کو کیا ہوگیا جو یہ لوگ قرآن شریف کی نصیحت نہیں سنتے، بلکہ نصیحت سے ایسے بھاگتے ہیں، جس طرح جنگل کے گدھے شیر یا شکاری یا غل وشور سے بھاگتے ہیں۔

[1] کفار قریش آنحضرت ﷺ سے کہتے تھے کہ ہم میں سے ہر ایک شخص کے نام آسمان سے ایک حکم نامہ اس مضمون کا آنا چاہئے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ تم لوگ ان کی فرمانبرداری کرو۔ پھر فرمایا کہ ان لوگوں کی سرکشی کے سبب سے اللہ کی بارگاہ سے جو انتظام ہو چکا ہے وہ نہیں پلٹ سکتا، کیونکہ یہ خواہش ان لوگوں کی کچھ اس خیال سے نہیں ہے، کہ اگر ان کی خواہش پوری ہو جائے تو ان کے دل میں اللہ کے، رسول اللہ کے کلام کی صداقت پیدا ہو جائے؛ بلکہ ان کے دل میں تو دنیا کے انجام پر غور کر کے عقبیٰ کا یقین، اور اس یقین کے سبب اس کا خوف کچھ بھی نہیں ہے۔ اس واسطے یہ لوگ بے ٹھکانے باتیں کرتے ہیں، اور قرآن کی نصیحت کان کھول کر نہیں سنتے۔ پھر فرمایا کہ جس طرح یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن انسان کا کلام اور جادو ہے۔ حقیقت میں ہرگز ایسا نہیں، کیونکہ جادو کا سیکھ لینا اور انسان کے کلام کا بنا لینا ان لوگوں کو ایسا عاجز نہ کر دیتا، جیسا کہ

وَ مَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَ اَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۠﴿۵۶﴾

اور وہ کیا نصیحت مانیں مگر جب اللہ چاہے، وہی ہے ڈرنے کے لائق (کہ آدمی اسی سے ڈرے) اور اسی کی شان ہے مغفرت فرمانا ﴿۵۶﴾

اب یہ قرآن کی مانند کلام کے بنانے سے عاجز اور لاچار ہیں۔ اسی لئے یہ قرآن اللہ کا کلام اور ہر نصیحت پکڑنے والے کیلئے ایک نصیحت ہے، لیکن جس کو اللہ چاہے وہی اس سے نصیحت پکڑتا ہے، اور اللہ کے علم ازلی میں ہر نصیحت کو پکڑنے والا، اور نصیحت سے بھاگنے والا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے ہی قرار پاچکا ہے۔ اس واسطے زبردستی سے اللہ کسی کو نصیحت پکڑنے کے راستہ پر لانا نہیں چاہتا۔ پھر فرمایا کہ جن باتوں سے اللہ نے منع فرمایا ہے، انسان کو ان سے ڈرانا لائق اور سزاوار ہے، اور اس کے بعد اللہ کو ایسے لوگوں کے گناہوں کا بخش دینا لائق اور سزاوار ہے۔

ایاتھا ۴۰ | ۷۵ سُوْرَةُ الْقِيٰمَةِ مَكِّيَّةٌ ۳۱ | رکوعاتھا ۲

سورۂ قیامت مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ﴿۱﴾

قسم [۱] کھاتا ہوں روز قیامت کی ﴿۱﴾

خواص سورہ قیامہ: اگر اس سورت کو پاک پانی پر دم کر کے پیئے تو ان شاء اللہ تعالیٰ قلب میں رقت اور خشوع پیدا ہو۔ اس سورت کو جو شخص ہر جمعرات کی رات کو پڑھے گا عذاب قبر وحشر سے محفوظ رہے گا۔

[۱] یعنی قیامت کا دن، جس کا ممکن ہونا عقل اور متیقن الوقوع ہونا ایسے مخبر صادق کی خبر سے ثابت ہو چکا ہے جس کے صدق پر دلائل قطعیہ قائم ہیں، اس کی قسم کھاتا ہوں کہ تم یقیناً مرے پیچھے اٹھائے جاؤ گے اور ضرور بھلے برے کا حساب ہوگا۔

وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۟ؕ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۟ؕ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰۤى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۟

اور قسم [۱] کھاتا ہوں اس نفس کی جو اپنے اوپر بہت ملامت کرے ۞ کیا انسان [۲] (یعنی کافر قیامت کا منکر) گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے ۞ کیوں نہیں ہم قادر ہیں اس بات پر کہ اس کی پوریوں کو (پہلی طرح) درست کردیں ۞

نفس کی تشریح

[۱] محققین نے لکھا ہے کہ آدمی کا نفس ایک چیز ہے، لیکن اس کی تین حالتوں کے اعتبار سے تین نام ہو گئے ہیں: ❶ اگر نفس عالم علوی کی طرف مائل ہو اور اللہ کی عبادت و فرمانبرداری میں اسکو خوشی حاصل ہوئی اور شریعت کی پیروی میں سکون اور چین محسوس کیا، اس نفس کو، مطمئنہ کہتے ہیں یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ ۟ۙ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۟ۚ (الفجر) ❷ اور اگر عالم سفلی کی طرف جھک پڑا، اور دنیا کی لذات و خواہشات میں پھنس کر بدی کی طرف رغبت کی، اور شریعت کی پیروی سے بھاگا اس کو نفس امارہ کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ آدمی کو برائی کا حکم کرتا ہے، وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ (یوسف رکوع ۷) ❸ اور اگر کبھی عالم سفلی طرف جھکنا اور شہوت و غضب میں مبتلا ہوتا ہے، اور کبھی عالم علوی کی طرف مائل ہو کر ان چیزوں کو برا جانتا ہے، اور ان سے دور بھاگتا ہے، اور کوئی برائی یا کوتاہی ہو جانے پر شرمندہ ہو کر اپنے تئیں ملامت کرتا ہے، اس کو بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ کہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ آدمی کا جی اول کھیل میں اور مزوں میں غرق ہوتا ہے، ہرگز نیکی کی طرف رغبت نہیں کرتا، ایسے جی کو لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ کہتے ہیں۔ پھر ہوش پکڑا نیک و بد سمجھا تو باز آیا کبھی غفلت ہوئی تو اپنی خو پر دوڑ پڑا پیچھے کچھ سمجھ آئی تو اپنے کئے پر پچھتانے اور ملامت کرنے لگا ایسا بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ کہلاتا ہے۔ پھر جب پورا اسنور گیا دل سے رغبت نیکی ہی پر ہو گئی، بیہودہ کام سے خود بخود بھاگنے لگا، اور بدی کے ارتکاب بلکہ تصور سے تکلیف پہنچنے لگی، وہ النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ ہو گیا۔ یہاں لوامتہ کی قسم کھا کر اشارہ فرمادیا کہ اگر فطرت صحیح ہو تو خود انسان کا نفس دنیا ہی میں برائی اور تقصیر پر ملامت کرتا ہے۔ یہی چیز ہے جو اپنی اعلیٰ و اکمل ترین صورت میں قیامت کے دن ظاہر ہو گی۔

اُن لوگوں کا ذکر جنہوں نے دنیا کے پیچھے اپنی عقبیٰ کو برباد کردیا

[۲] **شان نزول:** یہ آیت عدی بن ربیعہ کے حق میں نازل ہوئی جس نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا کہ اگر میں قیامت کا دن دیکھ بھی لوں جب بھی نہ مانوں، اور آپ پر ایمان نہ لاؤں۔ کیا اللہ بکھری ہوئی ہڈیاں جمع کردے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اور فرمایا کہ کیا اس کافر کا یہ گمان ہے کہ ہڈیاں بکھرنے اور گلنے اور ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں ملنے، اور ہواؤں کے ساتھ اُڑ

بَلْ يُرِيدُ الْإِنسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ ﴿٥﴾ يَسْأَلُ أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ ﴿٦﴾ فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ﴿٧﴾ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ﴿٨﴾ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ﴿٩﴾ يَقُولُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ ﴿١٠﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿١١﴾

بلکہ ۱؎ انسان (قیامت کا منکر ہوکر) یہ چاہتا ہے کہ اپنی آئندہ زندگی میں بھی بے خوف ہوکر بدی کرے ﴿۵﴾ (اس لئے بطور تمسخر کے) پوچھتا ہے کہ قیامت کب ہوگی ﴿۶﴾ پس ۲؎ جس وقت (مارے حیرت کے) آنکھیں پتھرا جائیں گی ﴿۷﴾ اور چاند بے نور ہو جائے گا ﴿۸﴾ اور ۳؎ سورج اور چاند ملا دیئے جائیں گے (یعنی دونوں مغرب سے طلوع کریں گے) ﴿۹﴾ اس دن ۴؎ آدمی کہے گا کہ کدھر بھاگ کر جاؤں ﴿۱۰﴾ (ارشاد ہوتا ہے) ہرگز (بھاگنا ممکن) نہیں کہیں پناہ کی جگہ نہیں ﴿۱۱﴾

کر دور دراز مقامات میں منتشر ہو جانے سے ایسی ہو جاتی ہیں کہ ان کا جمع کرنا کافر ہماری قدرت سے باہر سمجھتا ہے۔ یہ خیال فاسد اس کے دل میں کیوں آیا، اور اس نے کیوں نہیں جانا کہ جو پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے، وہ مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے۔ پھر فرمایا کہ ابھی دنیا میں چاہیں تو اس کی انگلیوں کی پوروں کو ایک ہڈی کر دیں، جس سے اس کا پنجہ اونٹ کا سا ہو جائے پھر وہ کوئی چیز ہاتھ سے نہیں پکڑ سکے۔

۱؎ یعنی جو لوگ قیامت کا انکار کرتے اور دوبارہ زندہ کئے جانے کو محال جانتے ہیں، اس کا سبب یہ نہیں کہ یہ مسئلہ بہت مشکل ہے، اور اللہ کی قدرت کاملہ کے دلائل ونشانات غیر واضح ہیں۔ بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ قیامت کے آنے سے پہلے اپنی اگلی عمر میں جو باقی رہ گئی ہے بالکل بیباک ہوکر فسق وفجور کرتا رہے۔ اگر کہیں قیامت کا اقرار کر لیا، اور اعمال کے حساب کتاب کا خوف دل میں بیٹھ گیا، تو فسق وفجور میں اس قدر بیباکی اور بے خوفی اس سے نہ ہو سکے گی۔ اسی لئے ایسا خیال دل میں آنے ہی نہیں دیتا، جس سے عیش منغص ہو اور لذت میں خلل پڑے، بلکہ استہزاء ولعنت اور سینہ زوری سے سوال کرتا ہے کہ ہاں صاحب! وہ آپ کی قیامت کب آئے گی، اگر واقعی آنے والی ہے تو بقید سنہ وماہ اس کی تاریخ بتلایئے۔

۲؎ یعنی اللہ تعالیٰ کی تجلی قہری سے جب آنکھیں چندھیانے لگیں گی، اور مارے حیرت کے نگاہیں خیرہ ہو جائیں گی، اور سورج بھی سر کے قریب آ جائے گا۔

۳؎ یہ دنیا یا طلوع میں ہوگا، دونوں مغرب سے طلوع کریں گے یا بے نور ہونے میں دونوں شریک ہوں گے۔

۴؎ یعنی اب تو کہتا ہے کہ وہ دن کہاں ہے؟ اور اس وقت بدحواس ہوکر کہے گا کہ آج کدھر بھاگوں اور کہاں پناہ لوں جو اس ہول ودہشت سے رہائی ملے۔ ارشاد ہوگا کہ آج نہ بھاگنے کا موقع ہے نہ سوال کرنے کا' آج کوئی طاقت تیرا بچاؤ نہیں کر سکتی نہ پناہ

اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ﹰالْمُسْتَقَرُّ ﴿١٢﴾ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ﴿١٣﴾ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ﴿١٤﴾ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ﴿١٥﴾ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿١٦﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿١٧﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿١٨﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿١٩﴾

اس دن تیرے پروردگار ہی کی طرف ٹھکانا ہے [۱] ﴿۱۲﴾ اس دن انسان کو جتا دیا جائے گا کہ وہ کیا لایا ہے اور کیا چھوڑ آیا؟ ﴿۱۳﴾ (اس جتانے پر موقوف نہ ہوگا) بلکہ انسان [۲] خود ہی اپنی حالت پر خوب مطلع ہوگا ﴿۱۴﴾ اور اگر (اس وقت بھی) اس کے پاس جتنے عذر ہوں سب لا ڈالے ﴿۱۵﴾ جب بھی نہ سنا جائے گا اے محبوب ﷺ! [۳] (وحی کے ختم ہونے سے پہلے) تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو ﴿۱۶﴾ (کیونکہ تمہارے قلب میں) اس کا محفوظ کرنا اور اس کا پڑھنا آسان کرنا ہمارے ذمے ہے ﴿۱۷﴾ پس جس وقت اس کو ہمارا فرشتہ پڑھ چکے اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو ﴿۱۸﴾ پھر بیشک اس کا سمجھانا (بھی) ہمارے ذمہ ہے ﴿۱۹﴾

دے سکتی ہے۔ آج کے دن سب کو اپنے پروردگار کی عدالت میں حاضر ہونا اور اس کی پیشی میں ٹھہرنا ہے۔ پھر وہ جسے چاہے گا اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے گا' جسے چاہے گا اپنے عدل سے جہنم میں ڈالے گا۔

[۱] یعنی سب اگلے پچھلے اعمال نیک ہوں یا بد، اسکو جتلا دیے جائیں گے، تمام عمر کے اعمال کا اس سے حساب لیا جائے گا۔

[۲] اکثر مفسرین نے اس کا تعلق يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ الخ سے رکھا ہے، یعنی جلانے پر بھی موقوف نہیں، انسان اپنی حالت پر خود مطلع ہوگا تو باقتضائے طبیعت وہاں بھی بہانے بنائے اور حیلے حوالے پیش لائے، جیسے کفار کہیں گے: وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ، بلکہ یہاں دنیا میں بھی وہ انسان جس کا ضمیر بالکل مسخ نہ ہو گیا ہو، اپنی حالت کو خوب سمجھتا ہے، گو دوسروں کے سامنے حیلے بہانے بنا کر اسکے خلاف ثابت کرنے کی کتنی ہی کوشش کرے۔

حفاظت قرآن مجید کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہے

[۳] **شان نزول:** آنحضرت ﷺ جبرئیل امین کے وحی پہنچا کر فارغ ہونے سے قبل یاد فرمانے کی سعی فرماتے تھے، اور جلد جلد پڑھتے اور زبانِ اقدس کو حرکت دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی مشقت گوارا نہ فرمائی، اور قرآنِ کریمہ کا سینہ پاک میں محفوظ کرنا، اور زبانِ اقدس پر جاری فرمانا اپنے ذمہ کرم پر لیا، اور یہ آیتِ کریمہ نازل فرما کر حضور ﷺ کو مطمئن فرما دیا۔

كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ﴿٢٠﴾ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ ﴿٢١﴾ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾ تَظُنُّ أَنْ يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾ كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾

اے کافرو! ۱؎ (قیامت کی بابت جیسا تم سمجھ رہے ہو) ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم دنیا کو درست رکھتے ہو ﴿۲۰﴾ اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو ﴿۲۱﴾ کتنے منہ اس روز تروتازہ ہوں ﴿۲۲﴾ اپنے پروردگار کو دیکھتے ہوں گے (یہ تو مومنین کا حال ہوا) ﴿۲۳﴾ اور کتنے منہ اس روز اداس ہوں گے ﴿۲۴﴾ سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ وہ (سختی) کی جائے گی جو کمر توڑ دے (یعنی اشد عذاب) ﴿۲۵﴾ ہاں ۲؎ ہاں جب روح (وقت موت) حلق کو پہنچ جائے گی ﴿۲۶﴾

۱؎ فرمایا کہ ان لوگوں کے عقبیٰ سے غافل رہنے کا اور کوئی سبب نہیں، فقط اس کا یہی سبب ہے کہ یہ لوگ دنیا کی محبت اور الفت میں گرفتار ہو کر ایسے کام کرتے ہیں، جس سے گناہ پر گناہ کرتے کرتے انکے دل بالکل مُردہ ہو گئے ہیں، اور ان پر زنگ کے سبب سے ان کے دل پر عقبیٰ کی کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ اسلئے ان لوگوں نے عقبیٰ کے خیال کو چھوڑ رکھا ہے۔ اب اس کے بعد دنیا کے پیچھے جو لوگ دین کو بالکل چھوڑے بیٹھے تھے، ان کا اور ان کے برعکس جو لوگ دنیا میں گذر کرتے تھے، انکے آخرت کے انجام کا ذکر فرمایا کہ جو لوگ دنیا میں رہ کر عقبیٰ کو نہیں بھولے تھے، بلکہ ثواب آخرت کی نیت سے انہوں نے اپنی نیکیوں کا پلڑا بھاری کر لیا تھا۔ جب ایسے لوگ جنت میں داخل ہو کر جنت کی طرح طرح کی نعمتوں سے اس قدر خوش ہوں گے کہ خوشی کے مارے ان کے چہروں پر ایک رونق اور چمک آجائے گی، تو ان سب کی نعمتوں سے بڑھ کر ان کو ایک اور عطا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے دیدار سے مشرف فرمائے گا۔ **مسئلہ:** اس آیت سے ثابت ہوا کہ آخرت میں مومنین کو دیدار الٰہی میسر آئے گا۔ یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے، قرآن و حدیث و اجماع کے دلائل کثیرہ اس پر قائم ہیں، اور یہ دیدار بے کیف اور بے جہت ہوگا۔ معتزلی خارجی اور مرجیہ وغیرہ گمراہ فرقے اسکے منکر ہیں کیونکہ یہ دولت ان کے نصیب میں نہیں۔ اب آگے ان لوگوں کے عقبیٰ کے انجام کا ذکر فرمایا، جو دنیا کی زندگی پر اور عقبیٰ سے بے خبر تھے، کہ جب جنتی اور دوزخیوں کو الگ الگ کیا جائے گا، تو انکے چہروں پر ایک اداسی چھائی ہوئی ہوگی، اور دوزخ کی بلا سر پر پڑنے سے پہلے وہ جان لیں گے کہ ان پر ایسی بھاری بلا آنے والی ہے جس سے ان کی کمر ٹوٹ جائے گی۔

انسان کی پیدائش اور اس کی روح نکلنے کا ذکر، منکرین خدا اور محبوبان خدا کی جدا جدا حالت

۲؎ اوپر اُن اہلِ دنیا کا ذکر تھا جنہوں نے دنیا کے پیچھے اپنی عقبیٰ کو برباد کر دیا۔ ان آیتوں میں انہی لوگوں کے خبردار کرنے کیلئے فرمایا کہ جس طرح ان لوگوں نے خیال کر لیا ہے کہ دنیا ایک پائیدار چیز ہے، وہ بات ہرگز نہیں ہے یہ لوگ دنیا کو نہ چھوڑیں، دنیا

کے پیچھے عمر بھر عقبیٰ کو برباد کریں، پھر آخر یہ دنیا کی گرویدگی، عقبیٰ کی بربادی کب تک۔ ان کے بڑوں میں سے کوئی ہمیشہ جیا ہے جو یہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ قبر۔ حشر۔ قیامت کی باتیں تو بھلا آنکھوں کے سامنے نہیں ہیں، کیا کسی کی یہ حالت ان کی آنکھوں کے سامنے نہیں گذری کہ آخری وقت آن پہنچا، اور جان سارے جسم میں سے کھچ کر حلق میں آ گئی۔ ایسے حکیم یا جھاڑ نے پھونکنے والے کی ڈھونڈیا پڑی جو بیمار کو اچھا کر دیوے، ادھر بیمار کو زندگی سے ناامیدی ہوگئی، مرنے کا گمان قوی ہوگیا ہے، پکے دنیادار کو جان بہت پیاری ہوتی ہے، مرنا نہیں چاہتے آخری وقت تک ان کو زیست کی توقع رہتی ہے۔ لیکن آخر یہ گمان یوں یقین کے درجے کو پہنچ گیا کہ پیروں کا دم نکل گیا، پنڈلیاں بالکل سوکھ گئیں، یہاں تک کہ پیروں کو کوئی دوسرا آدمی سیدھا نہ کرے تو سمٹے ہی ہوئے رہ جائیں۔ آخر سارے جسم میں سے کھچ کر جو جان حلق میں آ گئی تھی، اس نے بھی جسم کو چھوڑ دیا، اور پھر اس جان کا پالا، اس پروردگار سے پڑا جس نے پہلے جسم میں یہ جان ڈالی تھی۔ مسند امام احمد، ابوداؤد وغیرہ میں براء بن عازب سے روایت ہے، جس کے ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نیک آدمی کی روح جب جسم سے نہایت آسانی کے ساتھ نکل جاتی ہے، تو اسکو ساتویں آسمان پر فرشتے لے جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے کہ اس کا نام دفتر میں لکھ لو جس کا نام علیین ہے۔ اور روح کو منکر نکیر کے سوال وجواب کیلئے زمین پر پھر لے جاؤ، اور مردے کے جسم میں اس کو جانے دو۔ اور بد آدمی کی روح کو جب اول آسمان تک فرشتے لے جاتے ہیں، تو اس کو آسمان پر لے جانے کی اجازت نہیں ہوتی، بلکہ یہیں سے سجین میں اس کا نام لکھ لینے کا حکم ہوتا ہے، اور روح کو منکر نکیر کے سوال وجواب کیلئے مُردے کے جسم میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس حدیث سے آیت کی یہ تفسیر معلوم ہوگئی کہ جسم سے نکلتے ہی نیک وبد روح کا پالا اللہ تعالیٰ سے کیونکر پڑتا ہے۔ اب ایسے لوگوں کی شان میں آخر سورۃ تک آیتیں نازل فرمائیں جو حشر کے منکر ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ بوسیدہ ہڈیاں دوبارہ کیونکر پیدا ہو جائیں گی۔ ان کے حال کے میں یہ فرمایا کہ یہ لوگ نادانی سے ایسی باتوں کے منکر ہیں۔ حق باتوں کی صداقت ہر عقلمند کے دل میں ہونی چاہئے، جیسے مثلاً یہ بات کہ جس قادر مطلق نے پانی جیسی پتلی چیز منی سے آدمی کی ہڈی پسلی آنکھ ناک غرض سارا پُتلا بنا دیا، اور رحم جیسی تنگ جگہ میں روح کا تعلق اس جسم سے کر دیا جس سے روح کو کبھی پہلے کچھ واسطہ نہ تھا۔ اس کی قدرت سے یہ کیا بعید ہے کہ مٹی جیسی پرکار چیز سے آدمی علیہ السلام کے پُتلے کی طرح خاک کا پُتلا بنا کر کھلے میدان میں روح کا اس پتلے سے تعلق کر دے، جس پتلے اور روح میں ہر شخص کی عمر کی مدت تک تعلق پہلے دنیا میں رہ چکا ہے۔ اسی طرح یہ بات ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جس اللہ نے انسان کو انسان کی زندگی کے قائم رہنے کے ہر ایک طرح کے سامان کو پیدا کیا، اس اللہ کی تعظیم انسان پر لازم ہے۔ برعکس اس کے یہ لوگ بتوں کی تعظیم کرتے ہیں، اور خالص اللہ کی تعظیم میں ایک سجدہ تک ان سے ادا نہیں ہوسکتا، اور اسی طرح ہر شخص سمجھدار سمجھ سکتا ہے کہ انسان جب ایسی حقیر چیز سے پیدا ہوا ہے، تو اس کی کوئی بات اترانے کے لائق نہیں ہے۔ برخلاف اس کے بازار وغیرہ میں جب یہ لوگ کسی شخص کو اپنے سے کم درجہ کا خیال کر کے اپنے گھر کی طرف موڑتے ہیں، تو ایسے مغروروں کی چال سے اِترائے ہوئے گھر تک پہنچتے ہیں کہ ان میں کا ہر شخص گویا کہ فرعون ہے۔

وَ قِيْلَ مَنْ ٜ رَاقٍ ۟ۙ وَّ ظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۟ۙ وَ الْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۟ۙ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىٕذِ ﹰ الْمَسَاقُ ۟ؕ۠ فَلَا صَدَّقَ وَ لَا صَلّٰى ۟ۙ وَ لٰكِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ۟ۙ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ۟ؕ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۟ۙ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۟ؕ

اور (اس کے پاس بیٹھنے والے) لوگ کہیں گے کہ کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے (۲۷) اور وہ یقین کرتا ہے کہ یہ وقت روح کی جدائی کا ہے (۲۸) اور (اس کی سکرات موت سے) ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ جائے گی (۲۹) اس دن تیرے پروردگار ہی کی طرف چلنا (۳۰) تو اس نے نہ تو (قرآن اور رسالت کی) تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی (۳۱) ولیکن اس نے جھٹلایا اور (ایمان لانے سے) منہ موڑا (۳۲) پھر وہ اپنے گھر والوں کی طرف اتراتا ہوا چلا (۳۳) (تو اس سے کہا جاتا ہے) تیری [۱] خرابی آ لگی اب آ لگی (۳۴) پھر کہتا ہوں میں تیری خرابی آ لگی اب آ لگی (۳۵)

[۱] **شانِ نزول:** نسائی، تفسیر ابن جریر وغیرہ میں معتبر سند سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ ابوجہل کی طرح طرح کی شرارتوں کے سبب سے ایک روز آنحضرت ﷺ نے ابوجہل کی چادر کا پلو پکڑ کر فرمایا کہ ''تیری خرابی آ لگی، اب آ لگی، پھر تیری خرابی آ لگی اب آ لگی''۔ تو ابوجہل نے کہا: ''اے محمد ﷺ کیا تم مجھے دھمکاتے ہو، تم اور تمہارا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ مکہ کے پہاڑوں کے درمیان میں سب سے زیادہ قوی زور آور صاحبِ شوکت وقوت ہوں۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے کلام کی صداقت کے طور پر یہی لفظ ان آیتوں میں نازل فرمائے۔ اللہ سچا ہے، اللہ کا کلام سچا ہے۔ قرآنی خبر ضرور پوری ہوتی تھی اور آن حضرت ﷺ کا فرمان ضرور پورا ہونے والا تھا، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جنگ بدر میں ابوجہل ذلت وخواری کے ساتھ بری طرح مارا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''ہر اُمت میں ایک فرعون ہوتا ہے۔ میری اُمت کا فرعون ابوجہل ہے''۔ اس آیت میں اس خرابی کا ذکر چار مرتبہ فرمایا گیا: (۱) پہلی خرابی بے ایمانی کی حالت میں ذلت کی موت (۲) دوسری خرابی قبر کی سختیاں، اور وہاں کی شدتیں، (۳) تیسری خرابی مرنے کے بعد اٹھنے کے وقت گرفتار مصائب ہونا (۴) چوتھی خرابی عذاب جہنم۔ فرمایا کہ جو شخص ابوجہل کی سی عادتوں کا ہوگا، اس کے پیچھے یہ دونوں جہان کی خرابی لگی ہوئی ہے۔ پھر فرمایا کہ اس نادان انسان نے یہ گمان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے فائدہ پیدا کیا ہے، دنیا میں نہ کسی نیک کام کرنے کی اس کو تاکید کی جائے گی، نہ کسی بدکام سے اسے روکا جائے گا، پھر دنیا کا معاملہ دنیا پر ہی ختم کیا جا کر نہ اس کو پھر دوبارہ پیدا کیا جائے گا، نہ نیک وبد کی کچھ جزا و سزا کی جائے گی۔ اس نادان کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اگر دنیا کا معاملہ دنیا پر ختم

اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ یُّتۡرَکَ سُدًی ﴿۳۶﴾ اَلَمۡ یَکُ نُطۡفَۃً مِّنۡ مَّنِیٍّ یُّمۡنٰی ﴿۳۷﴾ ثُمَّ کَانَ عَلَقَۃً فَخَلَقَ فَسَوّٰی ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ مِنۡہُ الزَّوۡجَیۡنِ الذَّکَرَ وَ الۡاُنۡثٰی ﴿۳۹﴾ اَلَیۡسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰی ﴿۴۰﴾

کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا؟ ﴿۳۶﴾ کیا وہ (ابتدا میں محض) ایک قطرہ منی نہ تھا جو (عورت کے) رحم میں گرایا جاتا تھا ﴿۳۷﴾ پھر وہ خون کی پھٹک ہوا پھر اللہ نے (اس کو انسان) پیدا کیا ﴿۳۸﴾ پھر اعضاء درست کیے، پھر اس منی سے مرد اور عورت دو قسمیں بنائیں ﴿۳۹﴾ کیا (وہ اللہ) جس نے یہ سب کچھ کیا اس بات پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کردے (ضرور قادر ہے) ﴿۴۰﴾

رہے، تو دنیا کا پیدا کرنا بالکل بلانتیجہ جو اللہ کی حکمت کے سرتاپا بعید ہے۔ اسی طرح اس نادان کو یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ جس قادر مطلق نے اس طرح خلاف عقل ایک قطرہ پانی سے انسان کو سب کی آنکھوں کے سامنے پیدا کیا، پھر یہ تو تجربہ انسانی کی بات ہے کہ جو کام ایک دفعہ کرلیا گیا، پھر دوبارہ اس کا کرنا نہایت سہل ہو جاتا ہے۔

آیاتھا ۳۱ — ۷۶ سورۃ الدھر مدنیۃ ۹۸ — رکوعاتھا ۲

سورۂ دہر مکہ میں نازل ہوئی، اس میں اکتیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

ہَلۡ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَانِ حِیۡنٌ مِّنَ الدَّہۡرِ لَمۡ یَکُنۡ شَیۡئًا مَّذۡکُوۡرًا ﴿۱﴾

بیشک [۱] آدمی پر ایک زمانہ وہ گزرا ہے کہ وہ کوئی چیز قابل تذکرہ نہ تھا ﴿۱﴾

خواص سورہ دھر: اگر کوئی شخص اس سورۃ کو بکثرت پڑھے تو پڑھنے والے پر علم کی باتیں جاری ہو جائیں گی۔ جو شخص اس سورت کو بطور ورد کے پڑھے تو پڑھنے والے سے دوزخ دور ہو جائے گی۔

[۱] بیشک انسان پر ایک وقت گذر چکا ہے جب اس کا کچھ نام ونشان نہ تھا، پھر کتنے ہی دور طے کر کے نطفہ کی شکل میں آیا۔ وہ حالت بھی اس کی موجودہ شرافت و کرامت کو دیکھتے ہوئے اس قابل نہیں کہ زبان پر لائی جائے۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۲﴾ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ﴿۳﴾ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَاۡ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِيْرًا ﴿۴﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ﴿۵﴾ ج

بیشک ۱ہم نے آدمی کو (مرد وعورت کے) مخلوط نطفہ سے پیدا کیا کہ اسے جانچیں، پس ۲ ہم نے اس کو سنتا دیکھتا (سمجھتا) کردیا ﴿۲﴾ بیشک ۳ ہم نے اس کو (رسول بھیج کر) راہ بتائی (اب) وہ شکر گزار ہے (یعنی مومن) یا ناشکرا (یعنی کافر) ﴿۳﴾ بیشک ۴ ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق اور دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے ﴿۴﴾ بیشک ۵ نیک لوگ وہ جام پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہے ﴿۵﴾

۱ فرمایا کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا مرد اور عورت دونوں کی منی سے، کیونکہ عورت کی منی بھی اندر ہی اندر عورت کے رحم میں گرتی ہے، پھر کبھی فم رحم سے خارج ہو کر ضائع ہو جاتی ہے، اور کبھی اندر ہی رہ جاتی ہے۔ یا مخلوط کے معنی یہ ہیں کہ نطفہ جن غذاؤں کا خلاصہ ہے، وہ مختلف چیزوں سے مرکب ہوتی ہیں، غرض اس کو ایسے نطفہ سے پیدا کیا ہے کہ جو اجزاء مختلفہ سے مرکب ہے۔

۲ یعنی آدمی کا بنانا اس غرض سے تھا کہ اس کو احکام کا مکلف اور امر و نہی کا مخاطب بنا کر امتحان لیا جائے، اور دیکھا جائے کہ کہاں تک رب کے احکام کی تعمیل میں وفاداری دکھلاتا ہے۔ اسی لئے اس کو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی وہ قوتیں دی گئیں جن پر تکلیف شرعی کا مدار ہے۔

۳ فرمایا کہ ہم نے مخلوق کو ایک سیدھا رستہ بتایا، ایک مضمون توحید اور اطاعت کا اپنے تمام پیغمبروں کے ذریعہ سے پہنچایا۔ ایسی کتابیں نازل کیں جن میں شک کے قابل کوئی بات نہ تھی، اور ایسے رسول بھیجے جن کی رسالت صاف طور پر اپنی صداقت کا آئینہ تھے، مگر پھر بھی مخلوق دو قسم کی ہو گئی ❶ بعض نے اللہ کو مانا اور اس کا حق پہچانا یعنی مومن سعید ❷ اور بعض نے ناشکری اور ناحق کوشی پر کمر باندھ لی، یعنی کافر شقی آگے دونوں کا انجام مذکور ہے۔

۴ فرمایا کہ کافروں کے پاؤں میں بیڑیاں ہوں گی اور گلے میں طوق، جس طوق میں ہاتھ بھی جکڑے ہوں گے، اور دہکتی آگ میں اس طوق و زنجیر میں جکڑنے کے بعد ان لوگوں کو جھونک دیا جائے گا۔

۵ یعنی وہ اچھے لوگ جو اپنے ایمان میں مخلص تھے، اور اللہ کے تابعدار بندے، وہ جنت میں شراب ناب کے پیالے پلائے جائیں گے۔ وہ شراب جس میں کافور بہشتی ملایا جائے گا۔ یہ کافور دنیا کا نہیں بلکہ جنت کا ایک خاص چشمہ ہے، جو خاص طور پر

عَیۡنًا یَّشۡرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوۡنَهَا تَفۡجِیۡرًا ﴿۶﴾ یُوۡفُوۡنَ بِالنَّذۡرِ وَ یَخَافُوۡنَ یَوۡمًا کَانَ شَرُّهٗ مُسۡتَطِیۡرًا ﴿۷﴾ وَ یُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسۡکِیۡنًا وَّ یَتِیۡمًا وَّ اَسِیۡرًا ﴿۸﴾ اِنَّمَا نُطۡعِمُکُمۡ لِوَجۡهِ اللّٰهِ لَا نُرِیۡدُ مِنۡکُمۡ جَزَآءً وَّ لَا شُکُوۡرًا ﴿۹﴾

(وہ کافور کیا ہے جنت میں) ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے مقرب بندے پئیں گے اپنے محلوں میں اسے جہاں چاہیں گے بہا کر لے جائیں گے ۶ یہ لے لوگ اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے ۷ اور وہ لوگ (محض) اللہ کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں ۸ ان سے کہتے ہیں ہم تم کو خالص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں نہ ہم تم سے اس کا بدلہ چاہیں اور نہ شکر گزاری مانگتے ہیں ۹

اللہ کے مقرب مخصوص بندوں کو ملے گا، شائد اس کو ٹھنڈا خوشبودار مفرح اور سفید رنگ ہونے کی وجہ سے کافور کہتے ہوں گے۔ آگے فرمایا کہ وہ چشمہ ان بندوں کے اختیار میں ہوگا، جدھر اشارہ کریں گے اسی طرف نہریں چلنے لگیں گی۔

لے ابرار کے ثواب بیان فرمانے کے بعد ان کے اعمال کا ذکر فرمایا جاتا ہے جن عملوں کے سبب سے ان کو یہ درجہ ملا ہے، وہ تفصیل یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کی فرض کی ہوئی عبادت کو تو پوری طور پر ادا کرتے ہی ہیں، لیکن جو طاعت غیر واجب اپنے اوپر نذر سے واجب کر لیتے ہیں اس کو بھی ادا کرتے ہیں، غرض اپنی مانی ہوئی نذر کو اور محتاجوں کو کھانا کھلانے کی نیکی کو بھی باوجود تنگدست ہونے، خالص عقبیٰ کے ثواب کی نیت سے پورا کرتے ہیں۔ منت یہ ہے کہ جو چیز آدمی پر واجب نہیں ہے وہ کسی شرط سے اپنے اوپر واجب کر لے، مثلاً یہ کہے کہ اگر میرا مریض اچھا ہو، یا میرا مسافر بخیر واپس آئے تو میں راہ خدا میں اس قدر صدقہ دوں گا، یا اتنی رکعتیں نماز پڑھوں گا اس نذر کی وفا واجب ہوتی ہے۔

شان اہل بیت کرام علیہم الرضوان

شان نزول: یہ آیت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی کنیز فضہ کے حق میں نازل ہوئی۔ حسنین کریمین بیمار ہوئے، ان حضرات نے ان کی صحت پر تین روزوں کی نذر مانی، اللہ تعالیٰ نے صحت دی، نذر کی وفا کا وقت آیا سب صاحبوں نے روزے رکھے۔ حضرت علی مرتضیٰ ایک یہودی سے تین صاع جو لائے۔ حضرت خاتون جنت نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا، لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز مسکین، ایک روز یتیم، ایک روز قیدی آیا اور تینوں روز یہ سب روٹیاں ان لوگوں کو دیدی گئیں۔ اور صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا ﴿۱۰﴾ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْیَوْمِ وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا ﴿۱۱﴾ وَ جَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِیْرًا ﴿۱۲﴾ مُّتَّكِـِٕیْنَ فِیْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّ لَا زَمْهَرِیْرًا ﴿۱۳﴾ وَ دَانِیَةً عَلَیْهِمْ ظِلٰلُهَا وَ ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِیْلًا ﴿۱۴﴾

بیشک [۱] ہمیں اپنے پروردگار سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش اور نہایت سخت ہوگا ﴿۱۰﴾ پھر [۲] اللہ نے ان کو اس دن کی برائی سے بچالیا اور انہیں تازگی اور خوشحالی عطا فرمائی ﴿۱۱﴾ اور [۳] ان کے صبر کے بدلے میں ان کو جنت اور ریشمی لباس دیئے ﴿۱۲﴾ جنت میں مسہریوں پر [۴] (آرام و عزت سے) تکیہ لگائے ہوں گے، نہ وہاں دھوپ (کی تپش) دیکھیں گے اور نہ سخت سردی (بلکہ موسم فرحت بخش ہوگا) ﴿۱۳﴾ اور جنت کے درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوں گے اور میوے کے گچھے بہت ہی پاس لٹک رہے ہوں گے (کہ بلا مشقت لے سکیں گے) ﴿۱۴﴾

[۱] لہٰذا ہم اپنے عمل کی جزا یا شکر گذاری تم سے نہیں چاہتے، یہ عمل اس لئے ہے کہ اس دن خوف سے امن میں رہیں، کیونکہ ہم کو اپنے پروردگار کا اور اس دن کا خوف لگا ہوا ہے، جو بہت سخت اداس اور غصہ سے چیں بہ جبیں ہوگا۔ ہم تو اخلاص کے بعد بھی ڈرتے ہیں کہ دیکھئے ہمارا عمل مقبول ہوا یا نہیں۔ مبادا اخلاص وغیرہ میں کمی رہ گئی ہو اور الٹا منہ پر مارا جائے۔

[۲] یعنی جس چیز سے وہ ڈرتے تھے اللہ نے اس سے محفوظ و مامون رکھ، اور انکے چہروں کو تازگی اور دلوں کو سرور عطا کیے۔

[۳] یعنی یہ لوگ دنیا کی تنگیوں اور سختیوں پر صبر کر کے معاصی سے رکے، اور اطاعت پر جمے رہے تھے، اس لئے اللہ نے ان کو عیش کرنے کیلئے جنت کے باغ اور ریشمی لباس مرحمت فرمائے۔

اہل جنت کی نعمتوں کا ذکر

[۴] ان آیتوں میں ابرار لوگوں کی حالت کی اور یہ تفصیل فرمائی کہ وہ لوگ جنت کے عیش محلوں میں، چھپر کھٹوں، مسہریوں، شہ نشینوں پر مسندوں، گدوں پر تکیہ لگائے عیش کریں گے۔ اور وہاں گرمی سردی کی ان کو کچھ تکلیف نہ ہوگی، عمدہ موسم سرور راحت رہے گا۔ جنت کے درختوں کی سہانی سہانی چھاؤں ان پر جھکی ہوئی ہوگی، ان درختوں کی شاخیں مع اپنے پھول پھل وغیرہ کے ان پر جھکی پڑتی ہوں گی، اور پھلوں کے خوشے اسی طرح لٹکتے ہوں گے، اور ان کے قبضہ میں کر دیئے جائیں گے، کہ جنتی، جس حالت میں چاہے، کھڑے بیٹھے لیٹے، بے تکلف لے سکیں۔ وہاں بھی برتن چاندی کے ایسے صاف ہوں گے جن میں سے شیشے کے برتنوں کی طرح اندر کی چیز باہر سے نظر آئے گی۔ اگرچہ جنت میں کھانے پینے برتنے کی جتنی چیزیں ہیں ان کے فقط نام

وَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَاۡ ﴿۱۵﴾ قَوَارِيْرَاۡ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَ يُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿۱۷﴾ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿۱۸﴾

اور ان پر چاندی کے برتنوں اور کوزوں کا دور ہوگا جو شیشہ کے مثل ہو رہے ہوں گے ﴿۱۵﴾ کیسے شیشے چاندی کے سے اندازہ کئے ہوئے ہوں گے اس کے پلانے والوں نے مناسب انداز سے بھرا ہوگا ﴿۱۶﴾ اور ان کو اس جگہ وہ جام پلائے جائیں گے جس میں سونٹھ کے چشمے کے پانی کی آمیزش ہوگی ﴿۱۷﴾ (وہ چشمہ کیا ہے) وہ جنت میں ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کہتے ہیں ﴿۱۸﴾

دنیا کی چیزوں سے ملتے جلتے ہیں، لیکن جنت کی چیزوں اور دنیا کی چیزوں میں بڑا فرق ہے جیسے مثلاً دنیا میں ایسا دودھ کہاں ہے جس کی ہمیشہ نہر بہتی ہو، اور پھر دوسرے ہی دن وہ کھٹا نہ ہو جائے۔ وہ شہد کہاں ہے جس کی نہر بہتی ہو اور مکھیاں بھنک کر اس میں جم جم کر نہ مریں، اور ہوا سے خاک اور کوڑا کرکٹ اس پر نہ پڑے۔ وہ شراب کہاں ہے جس کی نہر ہو اور بدبو کے سبب سے اس نہر کے آس پاس کا راستہ کچھ دنوں میں نہ بند ہو جائے۔ اسی طرح جنت کے یہ چاندی کے برتن ہوں گے جن میں سے اندر کی چیز باہر سے نظر آئے گی۔ دنیا کی زمین مٹی کی ہے، اور جنت کی زمین چاندی کی ہوگی۔ جس صاحب قدرت نے دنیا کی زمین کی مٹی میں یہ تاثیر دی ہے کہ اس سے شیشہ کے برتن میں کی اندر کی چیز باہر سے نظر آتی ہے، جنت کی زمین کی چاندی میں اس تاثیر کا دے دینا اس کی قدرت سے کیا بعید ہے۔ یہ چاندی کے آبخورے جنتی کو جس قدر پینے کی خواہش ہوگی، ٹھیک اس کے اندازہ کے موافق بھرے ہوں گے، تاکہ نہ جھوٹی چیز بچے نہ دوبارہ پھر مانگنے کی ضرورت ہو۔ اور ان کو اس جگہ شراب طہور کے جام پلائے جائیں گے جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ اس کی آمیزش سے شراب کی لذت اور زیادہ ہو جائے گی، ایک جام شراب وہ تھا جس کی آمیزش کافور ہے۔ دوسرا وہ ہے جس میں سونٹھ کی آمیزش مگر دنیا کی سونٹھ نہ سمجھیں۔ وہ سونٹھ جنت کا ایک چشمہ رحمت ہے جس کا نام سلسبیل ہے۔ مقربین تو خالص اسی کو پئیں گے، اور باقی اہل جنت کی شرابوں میں اسکی آمیزش ہوگی۔ یہ چشمہ زیر عرش سے جنت عدن ہوتا ہوا تمام جنتوں میں گذرتا ہے، اور جنت میں خوبصورت لڑکے غلام اہل جنت کی خدمت گذاری میں ہر وقت پھرتے رہیں گے۔ اور وہ خوبصورت لڑکے اسی عمر میں ہمیشہ رہیں گے، یعنی نہ مریں گے، نہ بوڑھے ہوں گے، نہ ان میں کوئی تغیر آئے گا، نہ خدمت سے اکتائیں گے۔ انکے حسن کا یہ عالم ہوگا جیسے بکھیرے ہوئے موتی ہیں یعنی اپنے حسن و جمال، صفائی اور آب و تاب میں ادھر ادھر پھرتے ہوئے ایسے خوش منظر معلوم ہوں گے، گویا بہت سے چمکدار خوبصورت موتی زمین پر بکھیر دیئے گئے۔ تفسیر خازن میں اسی قول کو ترجیح دی ہے کہ حوروں کی پیدائش کی طرح وہ لڑکے بھی جنت کی مخلوقات میں سے ہیں۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۚ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ﴿١٩﴾ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ﴿٢٠﴾ عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ ۖ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ﴿٢١﴾

اوران کے پاس (یہ چیزیں لیکر) ایسے لڑکے آمد و رفت کریں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے (اے مخاطب!) جب تو ان کو دیکھے تو یوں سمجھے موتی ہیں بکھیرے ہوئے ﴿١٩﴾ اور [1] جب تو اس جگہ کو دیکھے تو بڑی نعمت اور بڑی بادشاہی دیکھے ﴿٢٠﴾ اوران جنتیوں کے بدن پر سبز ریشمی باریک کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے کپڑے اوران کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اوران کو ان کا پروردگار پاکیزہ شراب پلائے گا ﴿٢١﴾

[1] یعنی جنت کا حال کیا کہا جائے جس کا وصف بیان میں نہیں آسکتا۔ کوئی دیکھے تو معلوم ہو کہ کیسی عظیم الشان نعمت اور کتنی بھاری بادشاہت ہے، جو ادنیٰ ترین جنتی کو نصیب ہوگی۔ وسعت کا یہ عالم کہ ادنیٰ مرتبہ کا جنتی جب اپنے ملک میں نظر آئے گا، تو ہزار برس کی راہ تک ایسے ہی دیکھے گا جیسے اپنے قریب کی جگہ دیکھتا ہو۔ شوکت و شکوہ یہ ہوگا کہ ملائکہ بے اجازت اس کے دربار میں اور بغیر سلام کئے نہ آئیں گے۔ اسی طرح ترمذی، ابن ماجہ، دارمی اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی جو روایت ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ادنیٰ ادنیٰ اہلِ جنت کی خدمت میں اسی ہزار خدمت گار، اور موتیوں اور یاقوت کے خیمے ہوں گے۔ ان حدیثوں سے ہر شخص کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ جب ادنیٰ ادنیٰ اہلِ جنت کی یہ شان ہے تو متوسط اور اعلیٰ درجہ کے اہلِ جنت کی کیا شان ہوگی۔ آگے فرمایا کہ جنتیوں کو باریک اور دبیز دونوں قسم کے لباس ملیں گے، اوران کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر ایک جنتی کے ہاتھ میں تین کنگن ہوں گے: (۱) ایک چاندی کا (۲) ایک سونے کا (۳) ایک موتی کا۔ سب نعمتوں کے بعد شرابِ طہور کا ایک جام محبوبِ حقیقی کی طرف سے ملے گا، جس میں نہ نجاست ہوگی، نہ کدورت، نہ سرگردانی، نہ بدبو۔ اس کے پینے سے دل پاک اور پیٹ صاف ہوں گے۔ پینے کے بعد بدن سے پسینہ نکلے گا، جس کی خوشبو مشک کی طرح مہکنے والی ہوگی۔ جب اہل جنت کو یہ جنت کی سب نعمتیں مل جائیں گی، تو انہیں ان نعمتوں کا سبب یوں جتلایا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے تمہارے تھوڑی سی عمر کے اعمالوں کے بدلہ میں یہ ابدالآباد کی نعمتیں تم کو دی ہیں۔ بندوں کی سعی کو اللہ تعالیٰ نے مشکور فرمایا ہے، اسکو سن کر جنتی اور زیادہ خوش ہوں گے۔

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَ لَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۲۵﴾

بیشک (ان سے کہا جائے گا) یہ تمہارا صلہ ہے (جو دنیا میں کرتے تھے) اور تمہاری محنت مقبول ہوئی (کہ تم سے تمہارا رب راضی ہوا) ﴿۲۲﴾ بیشک ۱؎ ہم نے (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر قرآن بتدریج اتارا ﴿۲۳﴾ پس تم اپنے پروردگار کے حکم پر صابر رہو اور ۲؎ ان میں کسی گنہگار یا ناشکرے کی بات نہ سنو ﴿۲۴﴾ اور اپنے پروردگار کا نام صبح وشام یاد کرو ۳؎ ﴿۲۵﴾

۱؎ **شان نزول:** اوپر نیک وبدلوگوں کا اور جنت ودوزخ کا حال تھا، اس قسم کی آیتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حشر کے منکر لوگ جب سنتے تو یہ کہتے کہ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خلاف عقل باتیں اپنی طرف سے بنالی ہیں"۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں، اور فرمایا: "ان لوگوں کو تو ایک سیدھی سی بات بتلادی گئی ہے، کہ اگر یہ لوگ قرآن کو کلام انسان جانتے ہیں تو ایک چھوٹی سی سورت یہ لوگ بھی بنا کر پیش کریں۔ جب اس بات سے یہ لوگ عاجز ہیں تو پھر ان لوگوں کا قرآن کو کلام انسان کہنا محض ان کی ہٹ دھرمی ہے۔ یہ کلام بلاشک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جو بتدریج ضرورت کے موافق اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے تم پر نازل فرمایا ہے۔ اس میں اللہ کی بڑی حکمتیں ہیں۔ پس تم اپنے رب کے حکم پر صبر کئے جاؤ"، یعنی رسالت کی تبلیغ فرماکر، اور اس میں مشقتیں اٹھاکر، اور دشمنان دین کی ایذائیں برداشت کرکے صابر رہو۔

۲؎ **شان نزول:** عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن مغیرہ یہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے: "آپ اس کام سے باز آجایئے یعنی اپنے دین کی تبلیغ سے" عتبہ نے کہا کہ آپ ایسا کریں تو میں اپنی بیٹی آپ کو بیاہ دوں، اور بغیر مہر کے آپ کی خدمت میں حاضر کردوں۔ ولید نے کہا کہ میں آپ کو اتنا مال دیدوں کہ آپ راضی ہوجائیں، اس پر یہ آیت نازل فرمائی، اور فرمایا کہ یہ لوگ آخرت کے تو منکر ہیں، فقط دنیا پر ان لوگوں کا مدار ہے، اور اللہ کے نزدیک دنیا کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لئے اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تم ان لوگوں کی ایک نہ سنو، اور لوگوں کی نصیحت اور اللہ کی عبادت میں جہاں تک ممکن ہو رات دن لگے رہو۔ اللہ تمہاری ہر طرح کی مدد کو کافی ہے۔

۳؎ نماز میں صبح کے ذکر سے نماز فجر، اور شام کے ذکر سے ظہر اور عصر مراد ہیں۔

گرمی محشر

طبرانی، مستدرک حاکم میں معتبر سند سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حشر کے میدان میں سورج کے قریب آجانے سے گنہگار لوگوں کو پسینے اور گرمی کی ایسی تکلیف ہوگی کہ وہ اس تکلیف سے دوزخ میں جانے کو اچھا گنیں گے۔ اس سے خیال کیا جاسکتا ہے کہ جب اس دن کی ایک چھوٹی سی تکلیف ایسی بھاری ہوگی اور بڑی تکلیف کا کیا ٹھکانا۔ اسی واسطے اس دن کو بھاری فرمایا کہ یہ لوگ قیامت کے بھاری دن سے

وَ مِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَ سَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَ يَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿۲۷﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَ شَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَ اِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿۲۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۲۹﴾ وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۳۰﴾

اور کچھ رات میں اسے سجدہ کرو، اور بڑی رات تک اس کی تسبیح کیا کرو ﴿۲۶﴾ بیشک یہ کافر دنیا کو چاہتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بھاری (یعنی قیامت کے) دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں ﴿۲۷﴾ ہم نے ان کو پیدا کیا اور ان کے جوڑ بند مضبوط کئے اور ہم جب چاہیں (انہیں ہلاک کر دیں اور) ان جیسے اور بدل دیں (جو اطاعت شعار ہوں) ﴿۲۸﴾ بیشک یہ نصیحت ہے پس جو کوئی چاہے اپنے پروردگار کی طرف راہ لے (یعنی اللہ کی اطاعت اور رسول کا اتباع کرے) ﴿۲۹﴾ ورتم کیا چاہو مگر اللہ چاہے، بیشک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ﴿۳۰﴾

غفلت میں ہیں، اس کی کچھ فکر نہیں بلکہ اس کے آنے کا یقین بھی نہیں سمجھتے ہیں کہ مر کر جب گل سڑ کے پھر کون دوبارہ ہم کو ایسا ہی بنا کر کھڑا کر دے گا۔ آگے اس کا جواب دیا کہ پانی جیسی پتلی چیز سے جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی ہڈی پسلی وغیرہ یہ سب مضبوط چیزیں انکے آنکھوں کے سامنے پیدا کر دیں، تو وہ جب چاہے ان کے غارت کرنے کے بعد ان جیسی اور مخلوق کو یا حشر کے دن انہی کو پیدا کر سکتا ہے۔ آنکھوں کے سامنے جو چیز ایک دفعہ آچکی تو پھر دوبارہ اس کے پیدا ہو جانے کا انکار یہ خلاف عقلِ سلیم ہے۔ آگے فرمایا کہ یہ قرآن تو اللہ کی طرف سے ایک نصیحت ہے جس کا جی چاہے اس نصیحت کو سن کر اس کے موافق عمل کرے، تاکہ اس کا معاملہ اللہ کے ساتھ اچھا ہو، مگر اتنی بات ہے کہ جو لوگ راہ پر آنے والے ہیں، وہ اور جو ان کے برعکس ہیں، وہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اللہ کے علم ازلی میں چھانٹے جا چکے ہیں۔ اس کے موافق جن کی قسمت میں ہدایت نہیں ہے وہ باوجود نصیحت کے کبھی راہ راست پر آنے والے نہیں، اور مجبور کر کے ان کو راہ پر لانا اللہ کو منظور نہیں، کیونکہ مجبوری کا ایمان مجبوری کی عبادت کچھ اس کی بارگاہ میں قبول نہیں۔ اس واسطے نتیجہ یہی ہوگا کہ ان میں کے بعضے لوگ حالت کفر میں مریں گے، اور اس کی سزا میں ان کو قیامت کے دن سخت سزا بھگتنا پڑے گی۔ یعنی مغرب وعشاء کی نمازیں پڑھو، اس آیت میں پانچوں نمازوں کا ذکر فرمایا گیا، اور کچھ رات میں کا مطلب یہ ہے کہ فرائض کے بعد نوافل پڑھتے رہو، اس میں نماز تہجد آ گئی۔

يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۱﴾

اپنی رحمت (یعنی جنت) میں داخل کرتا ہے (ایمان عطا فرما کر) جسے چاہے، اور ظالموں (یعنی کافروں) کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ﴿۳۱﴾

ایاتھا ۵۰ ۷۷ سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ ۳۳ رکوعاتھا ۲

سورۂ مرسلات مکہ میں نازل ہوئی، اس میں پچاس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿۳﴾

قسم ہے [۱] ان ہواؤں کی جو لگاتار بھیجی جاتی ہیں ﴿۱﴾ پھر قسم زور سے جھونکا دینے والی ہواؤں کی ﴿۲﴾ اور قسم ہے ان ہواؤں کی جو ابھار کر اٹھانے والیاں ﴿۳﴾

خواص سورہ مرسلات: اگر یہ سورت صاحب حکومت پڑھے تو رعایا تابع دار رہے گی اور دشمن مغلوب ہو جائیں گے اگر ماں باپ پڑھ کر دعا کریں تو ان شاء اللہ تعالیٰ اولاد فرمانبردار ہو۔

امت محمدیہ کا اور اُمتوں پر گواہی دینا

[۱] جن پانچ چیزوں کی اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے شروع میں قسم کھائی ہے، ان میں اول کی تین چیزوں سے مقصود ہوائیں ہیں، اور باقی کی دو سے ملائکہ۔ عُرْفًا کے معنی پے در پے۔ فَالْعٰصِفٰتِ وہ ہوائیں جن میں سناٹے کی آواز ہو۔ النّٰشِرٰتِ وہ ہوائیں جو بادلوں کو پھیلاتی ہیں۔ فَالْفٰرِقٰتِ اور فَالْمُلْقِيٰتِ کا یہ مطلب ہے کہ ملائکہ طرح طرح کے حکم وحی کے ذریعہ سے رسولوں پر لاتے ہیں۔ عُذْرًا کا یہ مطلب ہے کہ ہر طرح کے حکم نازل ہو جانے کے بعد انجانی کا عذر کسی کا باقی نہ رہے گا نُذْرًا کا یہ مطلب ہے کہ نافرمانی کی حالت میں قیامت کے دن نافرمان لوگوں کو جو عذاب ہوگا اس سے ہر شخص ڈرا دیا جائے۔ قسم کا جواب یہ ہے کہ جس سزا و جزا کے دن کا اللہ نے اپنے رسولوں کی معرفت وعدہ کیا ہے وہ ضرور پیش آنے والا ہے۔ پھر اس دن کی نشانیاں فرمائیں کہ اس دن تاروں کی روشنی جاتی رہے گی، حشر کے انتظام کیلئے فرشتے زمین پر آئیں گے، اس لئے ان کے آنے کے واسطے آسمان میں دو دروازے ہو جائیں گے، پہاڑوں کو اُڑا دیا جائے گا، اور زمین کو ایک چٹیل میدان کر دیا جائے

فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ﴿۵﴾ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ﴿۶﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ﴿۸﴾ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ﴿۹﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ﴿۱۱﴾ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ﴿۱۲﴾ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ﴿۱۳﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ﴿۱۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۷﴾

پھران کی جو بادلوں کوٹکڑے ٹکڑے کر کے خوب جدا کرتی ہیں ﴿۴﴾ پھران کی قسم جو ذکر کا القا کرتی ہیں ﴿۵﴾ حجت تمام کرنے یا ڈرانے کو ﴿۶﴾ بیشک جو کچھ تم کو وعدہ دیا جاتا ہے وہ یقیناً ہونے والا ہے ﴿۷﴾ پس جب ستارے بے نور کر دیئے جائیں ﴿۸﴾ اور جب آسمان میں رخنے پڑیں ﴿۹﴾ اور جس وقت پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے کر کے اڑا دیئے جائیں ﴿۱۰﴾ اور جس وقت پیغمبروں کو میعاد مقررہ پر جمع کیا جائے (کہ وہ امتوں پر گواہی دیں) ﴿۱۱﴾ کس دن کے لئے پیغمبروں کو ٹھہرایا گیا ﴿۱۲﴾ روز فیصلہ کے لئے ﴿۱۳﴾ اور تو کیا جانے روز فیصلہ کیا ہے ﴿۱۴﴾ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے (جو دنیا میں انبیاء ومرسلین کے جھٹلانے والے تھے) ﴿۱۵﴾ کیا ہم نے اگلے (کافر) لوگوں کو (عذاب سے) ہلاک نہ کیا؟ ﴿۱۶﴾ پھر پچھلوں [۱] کو اپنے پیچھے لے جائیں گے (یعنی کفار کو کہ یہ بھی جھٹلانے والے ہیں) ﴿۱۷﴾

گا۔ پھر فرمایا یہی وقت ہے جس کا رسولوں سے وعدہ تھا کہ ان کا اور ان کی فرمانبردار اور نافرمان اُمتوں کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اس فیصلہ کی تفصیل سورۃ بقرہ اور سورۃ زُمر میں گذر چکی ہے کہ جب پچھلی اُمتوں کے منکر شریعت لوگ یہ کہیں گے کہ یا اللہ! ہم کو تیرا حکم کسی رسول نے نہیں پہنچایا، تو انبیاء اپنی رسالت ادا کر دینے کی تصدیق میں اُمت محمدی کو پیش کریں گے، اور اُمت محمدیہ پچھلے رسولوں کے کلام کی تصدیق کرے گی۔ پچھلی اُمتوں کے لوگ جب یہ کہیں گے کہ یا اللہ! اُمت محمدیہ کے لوگ تو ہم سے پیچھے پیدا ہوئے ہیں، ان کو ہمارا حال کیا معلوم۔ اس پر اُمتِ محمدیہ کے لوگ یہ جواب دیں گے کہ قرآن مجید میں پچھلا سب حال معلوم ہو گیا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ اپنی امت کی گواہی کی تائید فرمائیں گے، اور ان سب گواہیوں پر فیصلہ آخر ہو جائے گا۔ اسی واسطے فرمایا کہ اس فیصلہ کے دن ان لوگوں کی بڑی خرابی ہے، جو اس دن کے فیصلہ سے منکر ہیں۔

اِنسان کی پیدائش اور نیک وبد کا ہونا

[۱] قوم نوح سے لے کر فرعون تک کے ان لوگوں کو اولین فرمایا، جن پر عذاب آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی عذاب آیا، جس

كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۲۰﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۲۱﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۸﴾

ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں ﴿۱۸﴾ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ﴿۱۹﴾ (اے لوگو!) کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی (یعنی نطفہ) سے پیدا نہ کیا ﴿۲۰﴾ پھر ہم نے اسے ایک محفوظ جگہ (یعنی عورت کے رحم) ﴿۲۱﴾ میں ایک وقت معین تک رکھا ﴿۲۲﴾ پھر ہم نے اندازہ کیا، پس ہم کیا ہی اچھا اندازہ کرنے والے ہیں ﴿۲۳﴾ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ﴿۲۴﴾ کیا ہم نے زمین جمع کرنے والی نہ کی ﴿۲۵﴾ تمہارے زندوں کو (اپنے اوپر) اور مردوں کو (اپنے اندر) ﴿۲۶﴾ اور ہم نے زمین میں اونچے اونچے پہاڑ پیدا کئے اور ہم نے تم کو میٹھا پانی پلایا ﴿۲۷﴾ اس روز جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ﴿۲۸﴾

سے وہ ہلاک ہوگئے۔ اسی واسطے فرمایا ہم مجرموں کیساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ کفار مکہ اور آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے منکر لوگوں کو آخرین فرمایا، اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ اگر یہ آخر زمانہ کے لوگ بھی اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت، اور اللہ کے کلام کو جھٹلانے میں پہلے لوگوں کے قدم بقدم رہے، تو ان پر بھی ایسی آفت آئے گی جو ان سے پہلوں پر آئی۔ قیامت کے دن ایسے لوگوں کیلئے جو خرابی درپیش ہے، وہ اس آفت دنیاوی کے علاوہ ہے۔ پھر ایک ناچیز نطفہ سے انسان کی پیدائش کا، اور تاحیات اس کے زمین پر رہنے کا، اور مردہ انسان کی زمین میں سمائی کا، اور بارش اور زمین کی ندیوں نالوں چشموں کنوؤں سے میٹھے پانی کے بہم پہنچانے کا ذکر فرما کر یہ تنبیہ فرمائی کہ انسان کی سمجھ سے باہر یہ سب انتظام آنکھوں سے دیکھ کر، پھر بھی جو کوئی حشر کا انکار کرے گا، اس کے لئے اس دن بڑی خرابی ہے، فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی نطفہ سے مرد اور عورت پورا ادھورا، گورا کالا جس کو جیسا چاہا پیدا کیا۔

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِىْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾ لَّا ظَلِيْلٍ وَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ اِنَّهَا تَرْمِىْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۴﴾ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ لَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۷﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۰﴾

(ان کافروں سے کہا جائے گا کہ) اس [1] (دوزخ) کی طرف چلو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے ﴿۲۹﴾ اس دھوئیں کے سایہ کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں ﴿۳۰﴾ نہ ٹھنڈا سایہ دے اور نہ آگ کی گرمی سے بچائے ﴿۳۱﴾ بیشک دوزخ بڑے بڑے انگارے اڑاتی ہے جیسے اونچے محل ﴿۳۲﴾ گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں ﴿۳۳﴾ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ﴿۳۴﴾ یہ وہ دن ہے کہ (کافر) نہ بول سکیں گے ﴿۳۵﴾ اور نہ انہیں اجازت ملے گی کہ عذر کریں ﴿۳۶﴾ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ﴿۳۷﴾ (ان کافروں سے کہا جائے گا) یہ ہے فیصلہ کا دن ہم نے (آج) تمکو اور سب اگلوں کو جمع کیا ﴿۳۸﴾ پس اگر تمہارے پاس کوئی داؤں ہے تو مجھ پر کرلو ﴿۳۹﴾ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ﴿۴۰﴾

[1] کافروں کو جب فرشتے دوزخ میں لے جانے لگیں گے، تو ان منکروں کو قائل کرنے کیلئے ان سے یہ کہیں گے: "چلو ذرا اس آگ کا مزہ چکھو جس کے تم دنیا میں منکر تھے"۔ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "دنیا میں بڑے عیش و آرام سے جن دوزخیوں نے اپنی تمام عمر گذاری ہے، دوزخ کے پہلے ہی جھونکے کے بعد فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ دنیا کا عیش و آرام تمہیں کچھ یاد ہے۔ وہ لوگ قسمیں کھا کر کہیں گے کہ آج کے دن کی تکلیف کے سامنے دنیا کا سب عیش و آرام بھول گئے۔ حساب و کتاب سے فارغ ہونے تک اہل دوزخ کو آگ کی لپٹ کے نیچے رکھا جائے گا، جس میں دھواں بھی ہوگا۔ اس دھوئیں کی تین شاخیں ہوں گی تاکہ اس لپٹ کی تپش بدستور قائم رہے۔ پھر اس آگ کی لپٹ سے ایسے بڑے بڑے انگارے اُڑتے رہیں گے، جیسے بڑے بڑے محل، وہ انگارے

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ ظِلٰلٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّ فَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ كُلُوْا وَ تَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾

(بیشک آج) لہ پرہیزگار لوگ سایوں میں اور چشموں میں ﴿۴۱﴾ اور دل پسند میووں میں ہیں ﴿۴۲﴾ (ان سے کہا جائے گا کہ) خوب مزے سے کھاؤ پیو جو مرغوب ہو بسبب اس کے کہ جو تم (دنیا میں) کرتے تھے ﴿۴۳﴾ بیشک ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ﴿۴۴﴾ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ﴿۴۵﴾ (اے کفار! ۲) تم (دنیا میں) کچھ دن (یعنی موت تک) کھالو اور فائدہ اٹھالو، بیشک تم مجرم ہو ﴿۴۶﴾

زرد رنگ اور اولڑے پنے (تہہ در تہہ اور خمدار) کے سبب سے زرد اونٹ معلوم ہوں گے قیامت کے دن پچاس ہزار برس کا ہوگا، اور اس میں طرح طرح کی حالتیں پیش آئیں گی۔ حساب و کتاب تک تو دوزخیوں کو جواب دہی کرنے اور عذر پیش کرنے کا موقعہ دیا جائے گا، جس کا ذکر اور آیتوں میں ہے۔ پھر ان کو کسی جواب دہی کا موقعہ نہ ملے گا۔ اسی کا ذکر ان آیتوں میں ہے اور قیامت کی ہر حالت کا انکار ایک جرم ہے، اسلئے اس دن کی مختلف حالتوں کا ذکر فرما کر ہر ایک جگہ پر فرمایا ہے کہ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔ اگلے پچھلے منکرین حشر کو قائل کرنے کے لئے ان سب سے اس دن یہ کہا جائے گا کہ آج سزا و جزا کے آخری فیصلہ کا وہ دن ہے، جس کی خبر اللہ کے رسولوں نے تم کو دی تھی، اور تم نے اس خبر کو جھٹلایا تھا۔ آج بھی اس کے جھٹلانے کی تدبیر تم لوگ رکھتے ہو، تو اس کو اٹھا نہ رکھو، ورنہ اس دن کے جھٹلانے کی خرابی کو بھگتو۔

اہل جنت کی پر کیف زندگی

لہ لِلْمُكَذِّبِيْنَ کے مقابل یہ الْمُتَّقِيْنَ کا حال بیان فرمایا کہ وہ جنت کے درختوں کے سایہ میں ہوں گے۔ ان کے اردگرد شیریں پاک صاف چشمے رواں ہوں گے۔ طرح طرح کے میوے جو دل میں آرزو خواہش ہوگی، وہی موجود ہوں گے۔ ان سے کہا جائے گا کہ لو کھاؤ پیو، عیش کرو۔ مبارک ہو، اب نہ بیماری ہے نہ موت، اسکے بدلے جو تم دنیا میں اچھے کام کیا کرتے تھے۔ ہم ان کو جو اقوال افعال میں بھلائی کا خیال رکھتے ہیں، ایسا ہی اچھا بدلہ دیتے ہیں۔ اس دن لِلْمُكَذِّبِيْنَ کو سخت عذاب ہوگا، جو ایمان نہ لاتے تھے قیامت اور رسول اور جنت و دوزخ کی تکذیب کرتے تھے۔

۲ دنیا میں اس طرح کے عقبیٰ کے منکروں کی کو جو کچھ خوشحالی ہے، وہ تھوڑے دنوں کی ہے، کیونکہ نہ دنیا رہنے والی چیز ہے نہ اس

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ﴿۴۷﴾ اور جب ان سے کہا جائے کہ نماز پڑھو تو نہیں پڑھتے ﴿۴۸﴾ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ﴿۴۹﴾ پس اس قرآن کے بعد کس کلام پر ایمان لائیں گے؟ (جو سب سے آخری کتاب ہے) ﴿۵۰﴾

کی خوشحالی۔ آنکھ بند ہوتے ہی پھر طرح طرح کی خرابی ہے۔ کیونکہ جس اللہ نے ان کو پیدا کیا، خالص اسکے نام پر سر جھکانے کو یہ لوگ عار سمجھتے ہیں۔ تفسیر مقاتل بن سلیمان میں ہے کہ ثقیف ایک قبیلہ نے نماز سے انکار کر کے یہ کہا کہ کمر جھکانے کو ہم لوگ عار سمجھتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ان لوگوں کو جس اپنی فصاحت و بلاغت کا بڑا دعویٰ تھا، قرآن کی فصاحت و بلاغت نے وہ دعویٰ تو ان کا باقی نہیں رکھا، جس سے یہ لوگ خوب سمجھ گئے کہ قرآن کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔ اس پر بھی ان لوگوں کا قرآن کے احکام کو نہ ماننا محض ان کی ہٹ دھرمی ہے۔

ایاتہا ۴۰ ۷۸ سورۃ النبا مکیۃ ۸۰ رکوعاتہا ۲

سورۂ نبا مکہ میں نازل ہوئی اس میں چالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ ۚ﴿۱﴾ عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیۡ ہُمۡ فِیۡہِ مُخۡتَلِفُوۡنَ ؕ﴿۳﴾ کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۴﴾ ثُمَّ کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵﴾

یہ لے کافرلوگ آپس میں کس چیز کی بابت پوچھ گچھ کر رہے ہیں ﴿۱﴾ ہاں سوال کرتے ہیں ایک بڑی خبر کے متعلق ﴿۲﴾ کہ وہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں ﴿۳﴾ نہیں نہیں اب جان جائیں گے ﴿۴﴾ پھر ہم کہے دیتے ہیں: ''نہیں نہیں اب جان جائیں گے'' ﴿۵﴾

خواص سورہ نبا: اگر کسی شخص کو ضعف بصارت کی شکایت ہوتو اس کو چاہئے کہ ہر روز اس سورت کو پڑھ لیا کرے ان شاءاللہ تعالیٰ آنکھوں میں روشنی پیدا ہو جائے گی اور دل میں نور پیدا ہوگا خواہ حفظ پڑھے یا ناظرہ پڑھے۔ جو شخص اس سورت کو پڑھ کر حاکم کے روبرو جاوے گا تو وہ حاکم اس پر مہربان رہے گا اور اس سورت کو لکھ کر اپنے پاس رکھ کر جائے گا تو حاکم کے شر سے محفوظ رہے گا۔

قیامت کے بارے میں عقلی دلائل اور قدرت کے انمول عجائبات واحسانات

لے اگرچہ مجاہد کا قول یہ ہے کہ بڑی خبر سے مراد قرآن شریف ہے، لیکن قتادہ اور اکثر سلف کا قول یہ ہے کہ بڑی خبر سے مراد حشر اور قیامت ہے۔ آگے کی آیتوں میں خود اللہ تعالیٰ نے بھی قیامت کا ہی ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے یہی قول قرآن شریف کے مطلب کے موافق معلوم ہوتا ہے۔ اس واسطے حافظ ابن کثیر نے اس قول کو ترجیح دی ہے۔ حشر اور قیامت کی بہت سی باتیں انسان کی عقل میں نہیں آتیں، اس واسطے اسلام لانے سے پہلے مکہ کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ سے حشر اور قیامت کی باتوں میں طرح طرح سے جھگڑتے تھے، کہ مرنے کے بعد انسان کی خاک رواں دواں ہو جائے گی، پھر اس خاک کا پتلا کیونکر بن جائے گا۔ کبھی کہتے تھے کہ آگ میں زقوم کا پیڑ کیونکر ہوگا کبھی کچھ کہتے تھے کبھی کچھ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ ''ان کے بڑے بوڑھے ان کی آنکھوں کے رُوبرو دنیا سے اٹھ گئے، اس لئے یہ تو ان کو معلوم ہے کہ ایک دن یہ بھی مرجائیں گے، کیونکہ دنیا ہمیشہ نہیں رہنے والی اور دنیا کے فنا ہونے کے بعد آخرت کی یہ سب باتیں اُن منکروں کی آنکھوں کے سامنے آجائیں گی، اور اس وقت ان کو ان باتوں کا یقین آئے گا۔ اس وقت کا یقین ان کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ رہی یہ بات کہ آخرت کی باتیں ان کی عقل میں نہیں آتیں۔ ایک بوند پانی سے انسان کا پیدا ہو جانا، اور دنیا کے ہزار ہا عجائبات' کیا یہ سب انسان کی

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ﴿۶﴾ وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا ۪ۙ﴿۷﴾ وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۙ﴿۸﴾ وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ﴿۹﴾ وَّ جَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۙ﴿۱۰﴾ وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۪﴿۱۱﴾ وَّ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۙ﴿۱۲﴾

کیا[1] ہم نے زمین کو فرش ﴿۶﴾ اور پہاڑ کو میخیں نہ بنایا ﴿۷﴾ اور ہم نے تم کو جوڑے (یعنی مرد اور عورت) پیدا کیا ﴿۸﴾ اور تمہاری نیند کو (تمہارے جسموں کے لئے موجب) راحت کیا ﴿۹﴾ اور ہم نے رات کو پردہ پوش بنایا (جو اپنی تاریکی سے ہر چیز چھپاتی ہے) ﴿۱۰﴾ اور ہم نے دن کو روزی تلاش کرنے کے لئے بنایا ﴿۱۱﴾ ہم نے[2] تمہارے اوپر سات آسمان مضبوط بنائے ﴿۱۲﴾

عقل میں آنے کی باتیں ہیں۔ پھر جس نے دنیا میں آنکھوں کے سامنے کے خلاف عقل عجائبات کو پیدا کر کے دکھا دیا، وہ آخرت میں بھی خلاف عقل عجائبات پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اور دنیا کے عجائبات کو آنکھوں سے دیکھنے اور تجربہ کر لینے کے بعد اس کی اس قدرت کا انکار کسی صاحب عقل کا کام نہیں ہے۔ کسی بات کی تاکید منظور ہوتی ہے تو اس کو دو دفعہ کہا جاتا ہے۔ جیسے مثلاً سانپ نکلنے کے وقت سانپ سانپ دو دفعہ کہتے ہیں، اس واسطے كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ کو دو دفعہ فرمایا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جن باتوں کو خلاف عقل سمجھ کر یہ لوگ طرح طرح کی باتیں بنا رہے ہیں، قریب ہے کہ مرتے ہی ان باتوں کو ضرور یہ لوگ خوب اچھی طرح جان لیں گے۔

[1] اوپر ذکر تھا کہ حشر اور قیامت کی باتوں میں طرح طرح کی بحثیں کرتے تھے، اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں دنیا کے چند عجائبات کا ذکر فرمایا کہ اگر انکو ہماری قدرت میں انکار ہے، تو ہمارے کارخانہ کو ذرا غور کی نظر سے دیکھیں۔ دیکھو کیا ہم نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا نہیں بنایا، تمہارا مرنا جینا کاروبار سب اسی کے ذریعہ سے ہے، اسی طرح دیکھو کہ کیا ہم نے پہاڑوں کو میخوں کی مانند گڑا ہوا نہیں بنایا۔ اور ان کفار سے ہم کہتے ہیں کہ دیکھو تمہارے نر و مادہ کو جو ہم نے جوڑا بنایا ہے، کیا یہ ہماری قدرت کی دلیل نہیں ہے، اور تمہاری راحت کا سامان نیند کو بنایا کہ سونے کے بعد سب محنت و مشقت جاتی رہتی ہے، اور رات کو تمہارے حق میں پردہ پوش بنایا' جو عبادت کرنیوالے ہیں، ان کے حق میں رات بے ریا عبادت حاصل ہونے کا سبب ہے۔ جو عشاق جانباز ہیں ان کے راز و نیاز کی خلوت گاہ ہے۔ اور دن کو تمہارے لئے طلب معیشت کا وقت بنایا، کوئی تجارت کرتا ہے، کوئی زراعت، کوئی پیشہ وری کرتا ہے، کوئی نوکری وغیرہ وغیرہ کرتا ہے۔

[2] زمین کی عجائبات کے ذکر کے بعد ان آیتوں میں آسمانی عجائبات کا ذکر ہے کہ دیکھو ہم نے تمہارے سروں پر سات درجے کی ایک مضبوط چھت بنائی، اس کی مضبوطی سب کی آنکھوں کے سامنے ہے، کہ ہزارہا برس سے بغیر کسی طرح کی مرمت کے

وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿۱۳﴾ وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ﴿۱۵﴾ وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿۱۶﴾ اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِیْقَاتًا ﴿۱۷﴾

اور ہم نے (آسمان میں) ایک روشن چراغ (یعنی آفتاب) پیدا کیا ﴿۱۳﴾ اور ہم نے پانی بھرے بادلوں سے کثرت سے پانی اتارا ﴿۱۴﴾ تاکہ ہم اس پانی کے ذریعہ سے غلہ اور سبزہ ﴿۱۵﴾ اور گنجان (درختوں کے) باغ نکالیں ﴿۱۶﴾ بیشک [1] فیصلہ کا دن (ثواب وعذاب کے لئے) مقرر کیا ہوا وقت ہے ﴿۱۷﴾

بالکل بے سہارے کھڑی ہیں۔ اور اس میں سات ستارے ایسے ہیں کہ ہر مومن وکافر اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور دیکھو ہم نے تمہارے واسطے ایک روشن چراغ بنایا یعنی آفتاب، کہ ہر شخص اس کی روشنی اور گرمی سے فائدہ اٹھاتا ہے اور دیکھو ہم نے تمہارے لئے بادلوں سے بہت مینہ اتارا۔ یہ کام ہم نے اس لئے کیا کہ تمہارے لئے اناج پیدا کریں، اور نباتات جس میں سے بعض ساگ وغیرہ تمہارے کام کے ہیں، اور بعض چارہ وغیرہ تمہارے جانوروں کا، اور اس پانی سے ہم نے گنجان درختوں کے باغ لگائے تاکہ تم میوہ کھاؤ اور لذت اٹھاؤ۔ یہ سب قدرت کی عظیم الشان نشانیاں بیان فرما کر بتلا دیا کہ جو خدا ایسی قدرت وحکمت والا ہے، کیا اسے تمہارا دوسری مرتبہ پیدا کر دینا، اور حساب وکتاب کے لئے اٹھانا کچھ مشکل ہوگا۔ اور کیا یہ بات اس کی حکمت کے منافی نہ ہوگی کہ اتنے بڑے کارخانہ کو یوں ہی خلط ملط بے نتیجہ پڑا چھوڑ دیا جائے، یقیناً دنیا کے اس طویل سلسلہ کا کوئی صاف نتیجہ اور انجام ہونا چاہئے اسی کو ہم آخرت کہتے ہیں۔ جس طرح نیند کے بعد بیداری اور رات کے بعد دن آتا ہے، ایسے ہی سمجھو کہ دنیا کے خاتمہ پر آخرت کا آنا یقینی ہے۔

[1] جس طرح مینہ سے چیزیں اُگتی ہیں، اسی طرح حشر سے پہلے ایک مینہ برسے گا، جس سے سب آدمیوں کے جسم تیار ہو جائیں گے۔ پھر دوسرا صور پھونک کر ان جسموں میں روحیں پھونک دی جائیں گی اور حشر قائم ہو جائے گا۔ صحیح بخاری ومسلم میں روایات ہیں، ان میں اس حشر سے پہلے مینہ برسنے کا ذکر ہے، اگرچہ نیک وبد کا فیصلہ دوسرے صور کے، اور اس صور سے لوگوں کے قبروں سے اُٹھنے کے بعد ہوگا، لیکن دنیا کا پیدا کیا جانا، مرنے کے بعد پھر زندہ کیا جانا، یہ سب کچھ نیک وبد کی جانچ، اور اس کے فیصلہ کے لئے ہے۔ اسلئے اس فیصلہ کا اہتمام زیادہ فرما کر اس کا ذکر صور سے پہلے فرمایا، اور یہ تو سورۂ زمر میں گذر چکا ہے کہ پہلے صور کے پھونکنے سے تمام دنیا اُجڑ جائے گی، اور دوسرے صور کے پھونکنے سے سب جی اٹھیں گے۔ ان آیتوں میں منکرین حشر کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ اس لئے مختصر طور پر فقط دوسرے ہی صور کا ذکر فرمایا ہے، کیونکہ جو کچھ دوسرے صور کے وقت ہوگا، منکرین حشر اس کے ہی منکر تھے، اور اس یوم الفصل کا تعین اللہ کے علم میں ٹھہرا ہوا ہے۔

يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾ وَّ فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿۱۹﴾ وَّ سُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿۲۰﴾ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿۲۱﴾ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ﴿۲۲﴾ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿۲۳﴾

جس دن صور پھونکا جاوے گا پس ۱؎ تم (اپنی قبروں سے حساب کے لئے) گروہ گروہ ہوکر چلے آؤ گے ﴿۱۸﴾ اور آسمان ۲؎ کھولا جائے گا پس (اس میں) دروازے (یعنی راستے) ہوجائیں گے (ان سے ملائکہ اُتریں گے) ﴿۱۹﴾ اور پہاڑ ۳؎ چلائے جائیں گے چمکتی ہوئی ریت کی طرح ہوجائیں گے (جو دور سے پانی کا دھوکا دیتا ہے) ﴿۲۰﴾ بیشک ۴؎ دوزخ سرکشوں کے لئے انتظار میں ہے ﴿۲۱﴾ ان کا ٹھکانا ہے ﴿۲۲﴾ اس میں بیشمار مدت رہیں گے ﴿۲۳﴾

قیامت کا ذکر اور امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کثرت

۱؎ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن کسی نبی کے پیرو اس قدر کثرت سے نہ ہوں گے جس قدر کثرت سے میرے پیرو ہوں گے۔ اور مستدرک حاکم وطبرانی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معتبر سند سے جو روایتیں ہیں، اس کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ کسی نبی کے پیرو نہیں ہیں، بلکہ اغوائے شیطانی سے کوئی گروہ بتوں کی، اور کوئی سورج اور چاند وغیرہ کی پوجا کرتا ہے، ان لوگوں کے گروہ قیامت کے دن الگ الگ بن جائیں گے۔ غرض ان حدیثوں کے موافق گروہ کے گروہ اللہ تعالیٰ کے رُوبرو جانے کا مطلب یہ ہے کہ تھوڑے یا بہت جس قدر لوگ نبی کے پیرو ہوں گے، وہ تو اپنے اپنے نبی کے ساتھ ہوں گے، اور باقی کے لوگوں کی جماعتیں الگ الگ ہوں گی۔

۲؎ آسمان کے کھل جانے اور اس میں دروازے ہوجانے کا مطلب یہ ہے کہ محشر کے میدان میں طرح طرح کے انتظام کے لئے بہت سے فرشتے آسمان سے اُتریں گے، جن کے اُترنے کے لئے بہت سے دروازوں کی طرح کے راستے آسمان میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بن جائیں گے۔

۳؎ یعنی چمکتی ریت پر دُور سے پانی کا گمان ہوجاتا ہے، ایسے ہی ان پر پہاڑوں کا گمان ہوگا حالانکہ واقع میں وہ پہاڑ نہیں رہیں گے، محض ریت کے تودے رہ جائیں گے۔

دوزخ اور اہل دوزخ

۴؎ دوزخ پر جو ملائکہ تعینات ہیں وہ نافرمان لوگوں کی تاک میں لگے ہوئے ہیں، اور ان نافرمانوں کی گرفتاری کے وقت کے انتظار میں ہیں، یا یہ کہ دوزخ سرکشوں کے لئے انتظار میں ہے، اور دوزخ کافروں کے لئے کمین گاہ ہے، اور سرکشوں کا وہ ٹھکانہ ہے، اور وہ دوزخی دوزخ میں مدت رہیں گے جن کا کوئی شمار نہیں۔ قرن پہ قرن گذرتے چلے جائیں گے، اور ان کی

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا حَمِيمًا وَّغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَّكَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴿٢٩﴾ فَذُوقُوا فَلَنْ نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿٣١﴾

اس جگہ ٹھنڈک (یعنی راحت) کا کچھ مزہ نہ پائیں گے اور نہ کچھ پینے کو ﴿۲۴﴾ مگر کھولتا پانی اور پیپ ﴿۲۵﴾ (ان کو) پورا پورا بدلہ دیا گیا ﴿۲۶﴾ بیشک انہیں حساب کی توقع نہ تھی (کیونکہ وہ مرنے کے بعد اٹھنے کے منکر تھے) ﴿۲۷﴾ اور ہماری آیتیں بیباکی سے جھٹلاتے تھے ﴿۲۸﴾ اور ہم نے ہر چیز (انکے نامہ اعمال میں) لکھ کر شمار کر رکھی ہے ﴿۲۹﴾ پس (ان سے کہا جاوے گا) اب مزہ چکھو کہ تم پر نہ بڑھائیں گے مگر عذاب ﴿۳۰﴾ بیشک لہ پرہیزگاروں کو کامیابی کی جگہ (یعنی جنت) ہے ﴿۳۱﴾

مصیبت کا خاتمہ نہ ہوگا، نہ ان کو کچھ کسی طرح کی ٹھنڈک میسر آئے گی کہ دوزخ کی آگ سے کچھ آرام ملے، اور گرم پانی اور دوزخیوں کی پیپ کے سوا کوئی ایسی چیز پینے کی نہ ملے گی، جس سے پیاس بجھے، بلکہ یہ لوگ قیامت اور اس کی سزا و جزا کے منکر تھے، اور باوجود طرح طرح کی فہمائش کے اس انکار پر ان کو اصرار تھا، اور وہ انکار اور اصرار سب کچھ دفتر الٰہی میں لکھا جاتا تھا، اس لئے اس انکار اور اصرار کی سزا میں ان پر دن بدن عذاب بڑھتا اور بدلتا رہے گا، اسی کو جَزَآءً وِّفَاقًا فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے ان کے اعمال ویسی ہی ان کی سزا۔

جنت اور اہل جنت اور جنت صرف فضل خداوندی سے ملے گی

لہ اوپر دوزخ اور دوزخیوں کا ذکر تھا اس کے مقابلے میں ان آیتوں میں جنت اور جنتیوں کا ذکر ہے کہ جو شرک و فواحش سے بچتے ہیں، ان کو دوزخ سے نجات ہے، اور اللہ سے قُرب اور باغات ہیں، جن کے گرد احاطے بنے ہیں کھجوروں وغیرہ کے، اور انگور کے باغات ہیں، اور نو خاستہ عورتیں جن کی جوانی پورے ابھار پر ہوگی، اور سب ایک ہی سِن و سال کی ہوں گی، اور ان کو وہاں جام پُر از شراب ناب پے در پے ملیں گے، اور وہاں کوئی لغو اور جھوٹ بات نہ سنیں گے، یعنی دنیا کی شراب نوشی کے بعد جس طرح کی بیہودہ باتیں ہوتی ہیں، جنت کی شراب نوشی کے بعد ایسی کوئی بات نہ ہوگی، بلکہ یاد خدا اور ورزائد ہوگی، یہ انکو اچھے کاموں کا بدلہ ملے گا۔ جنت کو اس لئے عطا فرمایا کہ جس کسی کو جنت ملے گی وہ اللہ کے فضل سے عطا کے طور پر ملے گی، ورنہ انسان کی کیا طاقت ہے کہ تھوڑی سی عمر کے نیک عملوں کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ کی دنیا کی بے شمار نعمتوں کی شکر گذاری کو پورا کر کے جنت کی اس قدر بے حساب نعمتیں کون پا سکتا۔ چنانچہ واثلہ بن الاسقع سے مستدرک حکم وغیرہ میں روایت ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پچھلی اُمتوں میں ایک عابد تھا، جس نے مدتوں ایک پہاڑ پر بیٹھ کر عبادت کی تھی،

حَدَآئِقَ وَ اَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ وَّ كَاْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾

باغ ہیں (جس میں طرح طرح کے میوے ہیں) اور انگور ﴿۳۲﴾ اور (دل بہلانے کو) بے بیاہی ہم عمر عورتیں ہوں ﴿۳۳﴾ گی اور جام شراب کے بھرے ہوئے ہوں گے ﴿۳۴﴾ نہ اس جگہ بیہودہ بات سنیں گے اور نہ جھٹلانا (کیونکہ یہ باتیں جنت میں معدوم ہیں) ﴿۳۵﴾ یہ صلہ تمہارے پروردگار کی طرف سے دیا گیا جو کہ نہایت کافی انعام ہے ﴿۳۶﴾ وہ جو لے پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور خدا اکرم کرنے والا کہ اس کے رعب وجلال سے بات نہ کرسکیں گے ﴿۳۷﴾

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس عابد سے فرمائے گا کہ میری رحمت کے سبب سے جا جنت میں چلا جا، وہ عابد کہے گا: ''یا اللہ! میرے نیک عملوں کا بدلہ کہاں ہے''؟ اللہ تعالیٰ اس پر فرشتوں سے فرمائے گا: ''اچھا اس کے نیک عملوں کا ان نعمتوں کے ساتھ تول کر اندازہ کیا جائے۔ جو نعمتیں اس کو دنیا میں دی گئی تھیں''۔ اس اندازہ میں عابد کے سب نیک عمل فقط آنکھوں کی نعمت کے بدلے میں برابر ہو جائیں گے۔ آخر قائل ہو کر وہ عابد اللہ کی رحمت سے جنت میں جانے کا اقرار کرے گا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے ان ہی نعمتوں کا شکر یہ آدمی کے ذمہ ہونے سے صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے کوئی شخص جنت میں نہیں جاسکتا۔ عطا کے ساتھ حساب کا لفظ جو فرمایا اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ حساب بھی ایک عطا ہے، کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ اکہرا ہونے کی جگہ دس سے لے کر سات سو تک، کبھی اس سے بھی زیادہ کا حساب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ٹھہرایا ہے، جس کا ذکر صحیح حدیثوں میں آیا ہے۔

شفاعت کا ذکر اور وقوع قیامت کا عقلی تقاضا

لے اوپر ذکر تھا کہ جس شخص کو نیک عملوں کے بدلہ میں جنت ملے گی وہ محض عطائے الٰہی کے طور پر ملے گی، ان آیتوں میں اس بے شمار عطا کی صراحت یوں فرمائی کہ زمین وآسمان جنت اور نیکی کے ثواب کے درجہ کو بڑھانا سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ جس کو چاہے عطا کے طور پر دیدے، اس کی بارگاہ میں کچھ کمی نہیں۔ وہ رحمٰن ہے اس کی رحمت بندوں پر عام ہے۔ پھر فرمایا باوجود اس عام رحمت کے اس کا جلال بھی ایسا ہے کہ قیامت کو جب اس سے آمنا سامنا ہوگا، تو بغیر اس کے حکم کے اس سے کوئی بات نہ کرسکے گا، اور اس دن بنی آدم اور ملائکہ اللہ کے روبرو صف باندھ کر کھڑے ہوں گے۔ یہ ذکر اس وقت کا ہے

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙۖ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾

جس دن جبرئیل فرشتہ کھڑا ہوگا اور سب فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے (اس روز) کوئی حاضران (حاضرین میں سے) محشر نہ بول سکے گا مگر جس کو اللہ نے اذن دیا ہوگا (کلام یا شفاعت کرے گا) اور اس نے ٹھیک بات کہی ﴿۳۸﴾

جب اللہ تعالیٰ نیک و بد کے فیصلہ کے لئے آسمان سے زمین پر میدان محشر میں نزول فرمائے گا، اور لوگ سورج کی گرمی اور پسینہ سے گھبرائیں گے، اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب انبیاء کے پاس حساب و کتاب شروع ہو جانے کیلئے جائیں گے، اور کسی نبی کی جرأت اور طاقت اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کی نہ ہوگی۔ آخر خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کو بات کرنے کا حکم ہوگا، اور آپکی شفاعت سے سب لوگوں کا حساب و کتاب شروع ہوگا۔ پھر فرمایا جس دن کے حساب و کتاب اور عذاب سے ان لوگوں کو ڈرایا جاتا ہے، اس دن کا پیش آنا ایسا یقینی اور اس کی صداقت ایسی ایک حق بات ہے کہ جس کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ کس لئے کہ جن آیات قرآنی میں قیامت کے آنے کا ذکر ہے، ان آیتوں کو یہ قیامت کے منکر لوگ محض ہٹ دھرمی سے جھٹلا رہے ہیں، اگر اس ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر اپنی آنکھوں کے سامنے کے انتظام دنیا پر بھی یہ لوگ ذرا غور کریں، تو انکی سمجھ میں اچھی طرح یہ بات آسکتی ہے کہ خود موجودہ انتظام اس کا مقتضی ہے کہ دنیا کے ختم ہونے کے بعد قیامت جیسے ایک دن کی سخت ضرورت ہے، کیونکہ دنیا میں بہت سے نیک لوگ ایسے ہیں کہ عمر بھر دنیا کی اکثر راحتوں سے محروم رہے، اور بہت سے بدلوگ ایسے ہیں کہ دنیا کی ہر طرح کی راحت میں ان کی ساری زندگی بسر ہوئی۔ اب دنیا کے چھوٹے چھوٹے حاکم و آقا تو اس بات کو بڑی ناانصافی کہتے ہیں، کہ نیک و بد، نوکر یا غلام کو ہمیشہ ایک حالت میں رکھا جائے، اس حاکم احکم الحاکمین کے انصاف پر یہ دھبہ کون لگا سکتا ہے کہ اس کی بارگاہ میں نہ نیکی کا کچھ ثمرہ، نہ بدی کی کچھ پرسش۔ پھر فرمایا جب قیامت کا آنا یقینی ہے، تو آدمی کو چاہئے کہ اس دن خدا کو اچھی طرح منہ دکھانے کے ارادہ سے جہاں تک ہو سکے نیکی کرے، اور جس عذاب سے اس کو ڈرایا گیا ہے، اس سے ڈر کر برے کاموں سے پرہیز کرے، اور یہ خوب جان لے کہ یہ دنیا میں نیک و بد جو کچھ کرے گا، اس دن وہ سب اس کے سامنے آنے والا ہے۔ دو روز نامچہ نویس خدا کی طرف سے ہر ایک شخص پر مقرر ہیں۔ رات دن انسان کے ہر قول و فعل کو لکھ لینا یہی ان کا کام ہے۔ پھر فرمایا جو کوئی اس فہمائش کے بعد بھی عقبیٰ کے انکار پر اڑا رہے گا، تو اس کو وہاں ایسا پچھتاوا ہوگا کہ وہ عذاب کی سختی کے خیال سے یہ آرزو کرے گا وہ خاک ہو جاتا تو اچھا ہوتا۔ صحیح مسلم، ترمذی، مسند امام احمد میں جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایتیں ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن یہاں تک انصاف ہوگا کہ اگر کوئی سینگ والا جانور بغیر سینگ والے جانور کو مار بیٹھے گا تو اس سے بدلہ لیا جائے گا۔ بیہقی، تفسیر ابن جریر ابن ابی حاتم کی روایتوں میں اتنا اور زیادہ ہے کہ اس بدلہ کے بعد سب جانوروں کو خاک ہو جانے کا حکم ہوگا، اور وہ خاک ہو جائیں گے۔ جانوروں کی یہ حالت دیکھ کر حشر کے منکر لوگ یہ آرزو کریں گے، کہ وہ بھی اسی طرح خاک ہو جاتے تو عذاب سے بچ جاتے۔

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚۖ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَ يَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾ ع

(دنیا میں اسی کے مطابق عمل کیا) وہ دن برحق ہے، پس جو چاہے عمل صالح کر کے اپنے پروردگار کی طرف ٹھکانا بنالے ﴿۳۹﴾ (اے کافرو!) ہم نے تم کو ایک نزدیک آنے والے عذاب سے ڈرایا، جس دن ہر شخص دیکھے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا (یعنی نیکی یا بدی کے نامہ اعمال میں درج ہوگی) اور کافر (حسرت سے) کہے گا: "کاش! میں خاک ہو جاتا (تا کہ عذاب سے بچتا)" ﴿۴۰﴾

آیاتہا ۴۶ | ۷۹ سورۃ النّٰزعٰت مکیۃ ۸۱ | رکوعاتہا ۲

سورۂ نازعات مکہ میں نازل ہوئی اس میں چھیالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ﴿۲﴾

قسم ہے [1] فرشتوں کی ان جماعتوں کی جو (کافروں کی) جان سختی سے کھینچتے ہیں ﴿۱﴾ اور جو (مسلمانوں کی) نرمی سے بند کھولتے (یعنی آسانی سے جان نکالتے) ہیں ﴿۲﴾

خواص سورہ نازعات: اگر کوئی شخص اس سورۃ کو دشمن کے شر سے بچنے کے لئے پڑھے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ دشمن کے ہر شر سے محفوظ رہے گا اور اس سورۃ کو تین مرتبہ پڑھنے سے افسر کے عتاب سے امن میں رہے اور افسر مہربان ہو، اور اس سورۃ کو ہر روز جو کوئی پڑھے گا تو پڑھنے والے کا ایمان سلامتی کے ساتھ رہے گا۔

سختی اور آسانی سے جان نکالنے کا ذکر

[1] سورہ والنزعت مکیہ ہے۔ اس میں دو رکوع چھیالیس آیتیں ایک سو ستانوے کلمے، سات سو تریپن حرف ہیں۔

وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ﴿۵﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿۶﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿۷﴾

اور۱؎ ان کی جو (روحیں لے کر) تیرتے ہوئے چلتے ہیں ۳ ان کی جو سبقت کرتے ہیں (اپنی خدمت انجام دینے پر) ۴ پھر۲؎ اُن کی جو ہر کام کی تدبیر کرتے ہیں جو کچھ کہا جاتا ہے ہونے والا ہے ۵ جس دن۳؎ ہلا دینے والی چیز ہلا ڈالے گی (یعنی نفخہ اولیٰ) ۶ اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی (یعنی نفخہ ثانیہ) ۷

۱؎ امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن مسعود اور حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ان لفظوں کی تفسیر سختی اور آسانی سے جان کھینچنے والے فرشتوں کی جو قرار دی ہے، یہی تفسیر صحیح حدیثوں کے مضمون کے موافق ہے، اور ابوداؤد کی روایتوں میں جو النّٰزِعٰتِ اور النّٰشِطٰتِ کی پوری تفسیر ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''فرمانبردار لوگوں کی قبض روح کے وقت اچھی شکل کے فرشتے آتے ہیں، اور کہتے ہیں: ''اے نیک روح! اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور مغفرت کی ہم تجھ کو خبر دیتے ہیں، جلدی سے جسم کو چھوڑ دے''۔ یہ خوشخبری سن کر وہ نیک روح جسم کو چھوڑ کر اس طرح آسانی سے نکل جاتی ہے جس طرح مشک کا دہانہ کھول دینے سے مشک کا پانی نکل جاتا ہے۔ اسی طرح نافرمان لوگوں کی قبض روح کے وقت خوفناک صورت کے فرشتے آتے ہیں، اور کہتے ہیں: ''اے بد روح! جسم سے نکل خدا کے غضب سے تیرا سامنا پڑنے والا ہے''۔ یہ خوفناک خبر سن کر وہ روح آدمی کے جسم میں جگہ جگہ چھپتی پھرتی ہے، اور فرشتے اسکو کھینچتے ہیں۔ آخر بڑی دشواری سے جسم کو چھوڑتی ہے۔ یعنی جو فرشتے روحوں کو لے کر زمین سے آسمان کی طرف اس سرعت و سہولت سے چلتے ہیں، گویا بے روک ٹوک پانی پر تیر رہے ہیں۔ پھر ان ارواح کے باب میں جو خدا کا حکم ہوتا ہے اس کے امتثال کے لئے تیزی کے ساتھ دوڑ کر آگے بڑھتے ہیں''۔

۲؎ یعنی اس کے بعد ان ارواح کے متعلق ثواب کا حکم ہو یا عذاب کا، دونوں امروں میں سے ہر امر کی تدبیر و انتظام کرتے ہیں۔ یا مطلقاً وہ فرشتے مراد ہوں جو عالم تکوین کی تدبیر و انتظام پر مسلط ہیں۔

حشر کا ذکر

۳؎ اوپر کی قسموں کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں پہلے صور سے دنیا کے اُجڑ جانے اور دوسرے صور سے حشر کے ہو جانے کا ذکر فرمایا ہے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ حشر کا برپا ہونا ایسا یقینی ہے، جس طرح قسم کھانے کے بعد کی کوئی بات یقینی ہوتی ہے فرمایا کہ قیامت کا دن وہ ہوگا کہ زمین اور پہاڑ جنبش میں آئیں گے، پہلا صور جب پھونکا جائے گا اس وقت روحیں بدن سے جُدا ہو جائیں گی، اور دُنیا کا انتظام درہم برہم ہو جائے گا۔ پھر اسکے بعد دوسرا صور پھونکا جائے گا، اس وقت پھر ارواحیں قالب میں آئیں گی، اور نئے سرے سے عالم ایک اور عالم میں ظاہر ہوگا۔ بہت دل اس دن خوفزدہ ہوں گے، اور نظریں مارے دہشت

قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ﴿۸﴾ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ﴿۹﴾ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ؕ﴿۱۰﴾ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ؕ﴿۱۱﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۘ﴿۱۲﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ؕ﴿۱۴﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۘ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۚ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۖ﴿۱۷﴾

وقف لازم — وقف لازم — وقف لازم

کتنے دل اس روز دھڑکتے ہوں گے ﴿۸﴾ ان کی آنکھیں (مارے دہشت کے) جھک رہی ہوں گی ﴿۹﴾ کافر کہتے ہیں ۱؎ کہ کیا ہم پھر پہلی حالت میں لوٹائے جائیں گے؟ ﴿۱۰﴾ کیا جب ہم گلی ہوئی ہڈیاں ہو جائیں گے پھر زندہ ہوں گے ﴿۱۱﴾ وہ بولے ہمارا اس وقت لوٹنا نقصان دینے والا ہوگا ﴿۱۲﴾ پس سوائے ۲؎ اس کے نہیں کہ وہ واقعہ (یعنی نفخہ آخیرہ) ایک ہیبت ناک آواز ہے ﴿۱۳﴾ پس ناگہاں وہ (زندہ ہو کر) کھلے میدان میں آموجود ہوں گے ﴿۱۴﴾ کیا تمہیں ۳؎ موسیٰ کی خبر آئی ﴿۱۵﴾ جبکہ اسے اس کے پروردگار نے ایک پاک میدان میں جس کا نام طویٰ ہے ندا فرمائی ﴿۱۶﴾ کہ تم فرعون کی طرف جاؤ کیونکہ وہ (کفر و فساد میں) حد سے گزر گیا ہے ﴿۱۷﴾

کے جھک رہی ہوں گی، غرض یہ ہے کہ عاقل ہر وقت خوفزدہ رہے کہ ایسا نہ ہو میں بھی اس دن مصیبت میں آجاؤں، اور تکلیف کی شدت سے متحیر ہو جاؤں۔

۱؎ یعنی کافر کہتے ہیں کہ کیا مر کر پھر ہم اُلٹے زندگی کی طرف واپس کیے جائیں گے۔ ہم تو نہیں سمجھ سکتے کہ گلی ہوئی ہڈیوں میں دوبارہ جان پڑ جائے گی۔ ایسا ہوا تو یہ صورت ہمارے لئے بڑے ٹوٹے اور نقصان دینے والی ہوگی، کیونکہ ہم نے اس زندگی کیلئے کوئی سامان نہیں کیا۔ یہ تمسخر سے کہتے تھے یعنی مسلمان ہماری نسبت ایسا سمجھتے ہیں، حالانکہ وہاں مرنے کے بعد سرے سے دوسری زندگی ہی نہیں نقصان اور خسارہ کا کیا ذکر۔

۲؎ یعنی یہ لوگ اسے بہت مشکل کام سمجھ رہے ہیں حالانکہ اللہ کے ہاں یہ سب کام دم بھر میں ہو جائیں گے۔ جہاں ایک صور پھونکا اسی وقت بلا توقف سب اگلے پچھلے میدان حشر میں کھڑے دکھائی دیں گے۔

۳؎ اوپر قیامت کا ذکر تھا ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور فرعون کا قصہ یاد دلا کر کفار کو یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ عذابِ الٰہی کچھ قیامت پر ہی منحصر نہیں۔ اگر یہ لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے جھٹلانے پر اپنی عادت کے موافق اڑے رہے، تو اللہ کی

فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَ اَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَ عَصٰى ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَ الْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾

پس اس سے کہو کہ کیا تجھ کو اس بات کی رغبت ہے؟ کہ تو (کفر و شرک و معصیت سے) ستھرا ہو جائے ﴿۱۸﴾ اور میں تجھے تیرے پروردگار کی طرف راہ دکھاؤں کہ تو (اس کے عذاب سے) ڈرے ﴿۱۹﴾ پھر موسیٰ نے اسے بہت بڑی نشانی (نبوت کی) دکھائی (یعنی ید بیضا اور عصا) ﴿۲۰﴾ پس اس پر اس نے (موسیٰ کو) جھٹلایا اور نافرمانی کی ﴿۲۱﴾ پس پیٹھ پھیری۔ اس کے خلاف تدبیر کرتا ہوا ﴿۲۲﴾ پھر لوگوں (یعنی جادوگروں) کو جمع کیا ﴿۲۳﴾ پھر (ان کے سامنے) باآواز بلند تقریر کی۔ پھر کہا: "میں تمہارا رب سب سے بڑا ہوں" ﴿۲۴﴾ پس اللہ نے اس کو دنیا و آخرت کے عذاب میں پکڑ لیا ﴿۲۵﴾ بیشک اس (واقعہ) میں نصیحت ہے اس کے لئے جو ڈرے ﴿۲۶﴾ کیا ۱ تمہارا (مرنے کے بعد دوسری بار) پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا آسمان کا جس کو اللہ نے بنایا ﴿۲۷﴾ اس کی ۲ چھت اونچی کی پھر اس کو درست کیا ﴿۲۸﴾

قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ جس طرح رسول وقت کی نافرمانی سے فرعون پر دنیا میں آفت آ گئی، اسی طرح ان لوگوں پر بھی کوئی آفت آ جائے، چنانچہ اس تنبیہ کی غرض سے اس قصہ کے ذکر کے بعد فرمایا کہ جس شخص کے دل میں خدا کا خوف ہے، اس کو اس قصہ سے نصیحت پکڑنی چاہئے۔ یہ قصہ کئی جگہ مفصل گذر چکا ہے، اور اسی طرح تنبیہ کے مطلب کو اللہ تعالیٰ نے سورہ الٓمٓ سجدہ میں فرمایا ہے۔

عجائبات قدرت خداوندی

۱ یعنی تمہارا پیدا کرنا اور وہ بھی ایک مرتبہ پیدا کر چکنے کے بعد آسمان و زمین اور پہاڑوں کے پیدا کرنے سے زیادہ مشکل تو نہیں۔ جب اتنی بڑی بڑی چیزوں کا خالق اس کو مانتے ہو، پھر دوبارہ پیدائش میں کیوں تردد ہے۔

۲ یعنی آسمان کو خیال کرو کس قدر اونچا، کتنا مضبوط، کیسا صاف ہموار، اور کس درجہ مرتب و منظم ہے۔ کس قدر زبردست انتظام اور باقاعدگی کے ساتھ اس کے سورج کی رفتار سے رات اور دن کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ رات کی اندھیری میں اس کا سماں کچھ اور ہے، اور دن کے اجالے میں ایک دوسری ہی شان نظر آتی ہے۔

وَ اَغْطَشَ لَیْلَهَا وَ اَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ مَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾ وَ الْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾

اور اس کی رات اندھیری کی اور اس کی روشنی (آفتاب کو ظاہر فرما کر) چمکائی [۱] ﴿۲۹﴾ آسمان کے پیدا کرنے کے بعد زمین کو ہموار کیا ﴿۳۰﴾ اور اس [۲] میں سے (چشمے جاری فرما کر) اس کا پانی اور چارہ نکالا [۳] (جسے جاندار کھاتے ہیں) ﴿۳۱﴾ اور پہاڑوں کو (اس پر) قائم کر دیا [۴] (تاکہ سکون ہو) ﴿۳۲﴾ تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے فائدے کے لئے ﴿۳۳﴾ پس [۵] جس وقت قیامت آئے گی ﴿۳۴﴾

[۱] ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ زمین کی پیدائش تو آسمان سے پہلے فرمائی گئی تھی، مگر یکساں اور ہموار نہ کی گئی تھی۔

[۲] زمین کا پانی نکالنے سے مطلب یہ ہے کہ دریا اور ندیاں اور چشمے جاری کئے، پھر پانی سے سبزہ پیدا کیا۔

[۳] یعنی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کھاتے، اور زمین کو بھی بعض خاص قسم کے اضطرابات سے محفوظ رکھنے والے ہیں۔ پہاڑوں کا ذکر مفصل اوپر کئی جگہ گذر چکا ہے۔

[۴] یعنی یہ انتظام نہ ہوتو تمہارا اور تمہارے جانوروں کا کام کیسے چلے، ان تمام اشیاء کا پیدا کرنا تمہاری حاجت روائی، اور راحت رسانی کے لئے ہے۔ چاہیے کہ اس منعم حقیقی کا شکر ادا کرتے رہو، اور سمجھو کہ جس قادرِ مطلق اور حکیم برحق نے ایسے زبردست انتظامات کئے ہیں، کیا وہ تمہاری بوسیدہ ہڈیوں میں روح نہیں پھونک سکتا۔ لازم ہے کہ آدمی اس کی قدرت کا اقرار کرے، اور اس کی نعمتوں کی شکر گذاری میں لگے۔

روز قیامت کی مشکلات

[۵] دنیا کے موجودات کے ذکر کے بعد قیامت کا ذکر فرمایا، تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ موجودات ہمیشہ رہنے والی چیزیں نہیں ہیں، بلکہ یہ سب موجودات ایک دن اُجڑ کر اس کے بعد سزا و جزا کا دوسرا انتظام قائم ہوگا، جس کا نام قیامت ہے۔ اَلطَّآمَّةُ اس آفت کو کہتے ہیں کہ جس کی برداشت نہ ہو سکے۔ یہاں اَلطَّآمَّةُ سے مطلب قیامت ہے، اس دن دوزخ کو لوگوں کی آنکھوں کے سامنے لایا جائے گا۔ سورج ایک میل کے فاصلہ کی بلندی پر آجائے گا، ادھر سے سورج کی گرمی اور ادھر دوزخ کی گرمی، اس لئے پسینہ کی وہ حالت ہوگی کہ ہوش و حواس ٹھکانے نہ رہیں گے۔ نیکی و بدی کے تولے جانے کا، پل صراط پر گذرنے کا جدا خوف لگا ہوگا۔ غرض ایسی ایسی خوفناک آفتیں اس دن آدمی کو پیش آنے والی ہیں، جس کی برداشت اس قدر مشکل ہے کہ جس کو خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ، جس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کی گھڑی بڑی آفت اور سختی کی گھڑی ہے۔ پھر جب انسان اس دن یہ دیکھے گا کہ بغیر نیک عمل کے ان آفتوں سے نجات نہیں مل سکتی، تو اس وقت ہر شخص

يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَ اٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ﴿۴۲﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ﴿۴۳﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ﴿۴۴﴾ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ﴿۴۵﴾

اس دن انسان یاد کرے گا جو کچھ (دنیا میں) عمل کیا تھا ﴿۳۵﴾ اور دوزخ ہر دیکھنے والے کے لئے ظاہر کی جائے گی ﴿۳۶﴾ تو وہ جس نے سرکشی کی ﴿۳۷﴾ اور دنیا کی زندگی کو (آخرت پر) ترجیح دی ہوگی ﴿۳۸﴾ تو بیشک دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہے ﴿۳۹﴾ اور جو کوئی اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو (حرام چیزوں کی) خواہش سے روکا ﴿۴۰﴾ تو بیشک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے ﴿۴۱﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم ۱) تم سے (کافر) قیامت کو پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ ﴿۴۲﴾ تمہیں اس کے بیان (اور اس کا وقت بتانے) سے کیا تعلق ﴿۴۳﴾ تمہارے ۲ پروردگار ہی کی طرف اس کے علم کی انتہا ہے ﴿۴۴﴾ تم تو اسے ڈرانے والے ۳ ہو جو اس سے ڈرے ﴿۴۵﴾

اپنے نیک و بد عملوں کو سوچے گا، مگر اس وقت کا سوچنا کچھ فائدہ نہ دیوے گا۔ اس وقت تو یہی انجام ہوگا کہ جس شخص نے فقط دنیا کے عیش و عشرت میں اپنی ساری عمر گنوائی، اور اس عیش و عشرت میں عقبیٰ کو بالکل بھولا رہا، وہ دوزخی قرار پائے گا، اور جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے رُوبرو کھڑے ہونے کا کھٹکا لگا رہا، اور اس کھٹکے کے سبب سے وہ اپنے نفس کو بُرے کاموں سے ہمیشہ روکتا، اور نیک کاموں میں نفس کو لگاتا رہا۔ وہ جنتی ٹھہرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عمر بھر نیک کاموں میں جہاں تک ہو سکا لگا رہا۔ اس کو بھی اس دن یہ پچھتاوا ہوگا کہ اس نے اور زیادہ نیک عمل کیوں نہیں کیئے کہ زیادہ ثواب کا مستحق ٹھہرتا۔

۱ یعنی آخر وہ گھڑی کب آئے گی اور قیامت کب قائم ہوگی۔

۲ یعنی اسکا وقت ٹھیک معین کر کے بتلانا آپ کا کام نہیں، اس کا علم خدا ہی پر حوالہ کرنا ہے۔

۳ یعنی آپ کا کام قیامت کی خبر سنا کر لوگوں کو ڈرا دینا ہے۔ اب جس کے دل میں اپنے انجام کی طرف سے کچھ خوف ہوگا، یہ خوف آخرت کی اِستعداد ہوگی، وہ سن کر ڈرے گا اور ڈر کر تیاری کرے گا۔ گویا آپ کا ڈرانا نتیجہ کے اعتبار سے صرف ان ہی

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿۴۶﴾

جس[1] دن وہ (کافر) اس (قیامت) کو دیکھیں گے تو (کہیں گے): "دنیا میں نہ رہے تھے مگر ایک شام یا اس کی صبح"۔ ﴿۴۶﴾

لوگوں کے حق میں ہوا، جو اس سے منتفع ہونے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ ورنہ نا اہل لوگ تو انجام سے غافل ہوکر ان ہی فضول بحثوں میں پڑے ہوئے ہیں، کہ قیامت کس تاریخ کس دن کس ماہ میں آئے گی۔

[1] یعنی اب تو شور مچا رہے ہیں کہ قیامت کے آنے میں دیر کیوں ہے، جلد کیوں نہیں آجاتی۔ مگر اس وقت معلوم ہوگا کہ بہت جلد آئی، بیچ میں دیر کچھ نہیں لگی۔

آیاتها ۴۲ | ۸۰ سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ ۲۴ | رکوعها ۱

سورۂ عبس مکہ میں نازل ہوئی، اس میں بیالیس آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰۤى ﴿۱﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ﴿۲﴾ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰۤى ﴿۳﴾

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم[1] نے) تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا ﴿۱﴾ اس سبب سے کہ ان کے پاس نابینا حاضر ہوا ﴿۲﴾ تمہیں کیا معلوم شاید کہ وہ (تم سے احکام الٰہی سن کر گناہوں سے) پاک ہوجاتا ﴿۳﴾

خواص سورہ عبس: اس سورۃ کے ورد کرنے کی برکت سے آنکھوں میں روشنی پیدا ہوتی ہے، اور جو کوئی کام شروع کرے تو اس سورۃ کو پہلے پڑھ لے ان شاء اللہ اس کے کام میں برکت ہوگی۔ اس سورۃ کو لکھ کر اپنے پاس رکھنے سے راستے کے خطروں سے امن میں رہتا ہے اس سورت کو روزانہ پڑھنے سے قیامت کے دن خوشحال نظر آئے گا۔

[1] **شان نزول:** سورۂ عبس میں ایک سو تیں کلمے، پانچ سو تینتیس حروف ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عتبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام اور عباس بن عبدالمطلب اور ابی بن خلف اور امیہ بن خلف اشراف قریش کو اسلام کی دعوت فرما رہے تھے، اس درمیان عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی نابینا حاضر ہوئے، اور اپنی طرف متوجہ کرنے لگے کہ فلاں آیت کیونکر ہے، یارسول اللہ مجھے اس میں سے تعلیم فرمائیے، جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا بے وقت کا پوچھنا گراں گذرا۔ آپ کو خیال ہوا ہوگا کہ یہ قریش کے بڑے بڑے سردار اگر ٹھیک سمجھ کر اسلام لے آئیں تو بہت لوگوں کے مسلمان ہونے کی

اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝۴ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝۵ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝۶ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝۷ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝۸ وَهُوَ يَخْشٰى ۝۹ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝۱۰ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝۱۱ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝۱۲ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝۱۳ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝۱۴ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝۱۵ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝۱۶ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝۱۷

وقف لازم

یا نصیحت سنتا تو اس کو نصیحت فائدہ دیتی ۝۴ وہ جو (اللہ سے اور ایمان لانے سے بسبب اپنے مال کے) بے پروا بنتا ہے ۝۵ تم اس کی تو فکر میں ہو ۝۶ اور تم پر کوئی الزام نہیں اس بات کا کہ وہ پاک نہ ہو ۝۷ اور وہ جو تمہاری طرف دوڑتا ہوا آیا ۝۸ اور وہ اللہ سے ڈرتا ہے ۝۹ تو تم اس سے بے پروائی کرتے ہو ۝۱۰ یوں نہیں (کریں)۔ بیشک یہ قرآن کی آیتیں نصیحت ہے ۝۱۱ پس جو چاہے اسے یاد کرے (اور نصیحت پکڑے) ۝۱۲ بیشک قرآن کی آیتیں (لوح محفوظ کے) ایسے ورقوں میں) لکھی ہوئی ہیں ۝۱۳ جو (اللہ کے نزدیک) عزت والے بلند قدر والے پاکی والے ہیں ۝۱۴ ایسے لکھنے والوں (یعنی فرشتوں) کے ہاتھوں لکھی ہوئی ہیں ۝۱۵ کہ جو بزرگ نیکوکار ہیں ۝۱۶ مارا جائے انسان کہ وہ کیسا ناشکرا ہے؟ (کہ کثیر نعمتوں اور احسانوں کے باوجود کفر کرتا ہے) ۝۱۷

توقع ہے۔ ابن اُم مکتوم بہرحال مسلمان ہیں، ان کو سمجھنے اور تعلیم حاصل کرنے کے ہزار موقع حاصل ہیں، اگر ان لوگوں کی طرف سے ہٹ کر گوشہ التفات ان کی طرف کروں گا، تو ان لوگوں پر کس قدر شاق ہوگا۔ شاید پھر وہ میری بات سننا بھی پسند نہ کریں۔ غرض حضور اقدس ﷺ کو یہ بات گراں گزری، اور آثار ناگواری چہرہ اقدس پر نمایاں ہوئے اور حضور ﷺ اپنی دولت سرائے اقدس کی طرف واپس ہوئے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ روایات میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں آتے تو آپ بہت تعظیم و تکریم سے پیش آتے۔

خدا کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والوں کا حشر

لہ ان آیتوں میں فرمایا کہ انسان کی ناشکری کچھ اس پر منحصر نہیں ہے جس کا ذکر اوپر کی آیتوں میں گذرا بلکہ انسان تو ایسا بڑا ناشکرا ہے کہ اللہ نے اس کو ناچیز شے ایک پانی کی بوند یعنی منی سے مناسب اعضا میں بنایا۔ پیدائش کا وقت اس پر ایک مشکل کا

مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ كَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَاۤ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾

خدا نے اس کو کس چیز سے پیدا کیا ﴿۱۸﴾ نطفہ منی سے پیدا کیا، پھر اسے طرح طرح کے اندازوں پر رکھا ﴿۱۹﴾ پھر اس کے (ماں کے پیٹ سے) نکلنے کا راستہ آسان کیا ﴿۲۰﴾ پھر (بعد عمر ختم ہونے کے) اس کو موت دی پھر قبر میں جگہ دی (کہ بے عزت نہ ہو) ﴿۲۱﴾ پھر جب اللہ چاہے گا اس کو (حساب و جزا کے لئے) اٹھا کھڑا کرے گا ﴿۲۲﴾ کچھ شک نہیں کہ خدا نے اسے جو حکم دیا تھا اس نے اب تک پورا نہیں کیا ﴿۲۳﴾

وقت تھا، اسکو آسان کیا، اور پھر طرح طرح کی چیزیں اس کی عمر بھر کی ضرورت کی پیدا کیں۔ اور جب اس کی عمر پوری ہوگئی تو عقبیٰ کے انتظام کی مصلحت سے اس کی روح قبض کی، اور اس کی لاش کو رواں دواں نہیں ہونے دیا کہ کتے کوے اس کو کھا جائیں، بلکہ مردوں کو زمین میں دفن کرنے کی حکمت دنیا میں ایجاد کر دی، تاکہ مردہ کی لاش کا پردہ ڈھکا رہے۔ ان سارے انتظاموں کو آنکھوں سے دیکھ کر، اور اس کی قدرت کے لاکھوں کرشموں کا تجربہ کر کے بھی ناسمجھ انسان اُس صاحب قدرت کی اس قدرت کا انکار کرتا ہے، کہ وہ صاحب قدرت اس انسان کو پھر دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے، یہ ناسمجھ اتنا نہیں سمجھتا کہ اللہ تو وہ حکیم ہے جس کا ثانی نہیں۔ دنیا کے معمولی عقل و سمجھ کے آدمی بھی دنیا کا جو کام کرتے ہیں، اس کا کوئی نہ کوئی انجام اپنے دل میں سوچ لیتے ہیں، مثلاً مکان بنانے کا انجام اس میں رہنے کا۔ کھیتی کرنے اور باغ لگانے کا انجام، اناج کے ساتھ آنے اور میوہ کے کھانے کا ہوتا ہے۔ پھر اللہ کی حکمت اور تدبیر کو ان لوگوں نے کیا معمولی عقل اور سمجھ کے لوگوں کی عقل و سمجھ سے بھی کم سمجھا ہے کہ اس نے دنیا کے اتنے بڑے کارخانہ کو بغیر کسی انجام کے پیدا کیا ہے۔ دنیا میں لوگ رہیں گے کوئی اللہ کی نعمتوں کو بھول کر بتوں کو پوجے گا، اور کوئی اللہ کی نعمتوں کے شکریہ میں اس کا فرمانبردار بن کر اپنی عمر بسر کرے گا۔ پھر آخر مرنے کے بعد سب یکساں حالت میں ہو جائیں گے، نہ نیکیوں کا کچھ اجر، نہ بدوں کی کچھ پرسش۔ اللہ کی شان مین ایسی بدگمانی بڑی بے ادبی کی بات ہے، اس بے ادبی سے خفا ہو کر اس بے ادبی کرنے والوں کو یہاں، قُتِلَ الْاِنْسَانُ کے لفظوں سے خفگی فرمائی ہے اور سورۂ مومنون میں فرمایا: اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَی اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ، حاصل یہ ہے کہ اللہ کی شان سے یہ بہت بعید ہے کہ وہ دنیا کو محض کھیل تماشہ کے طور پر پیدا کرتا، اور دنیا کے ختم ہو جانے کے بعد نیک و بد کا کچھ انجام نہ ٹھہراتا۔ اسی واسطے اس آیت میں سب انتظام انسان کو جتلا کر فرمایا۔ كَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَاۤ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾ جس کا مطلب یہ ہے کہ باوجود ان احسانات کے انکے شکریہ میں انسان کو طاعت الٰہی بجالانے کا جو حکم تھا، بجائے اسکے اس نے طرح طرح کی نافرمانی کی، اور اللہ کی قدرت کو جھٹلایا۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ﴿٢٤﴾ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ﴿٢٩﴾ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ﴿٣١﴾ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾ فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ﴿٣٣﴾

توانسان ۱؎ کو چاہئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے (جنہیں کھاتا ہے ان میں اللہ کی قدرت ظاہر ہے) ﴿۲۴﴾ کہ ہم نے ۲؎ (بادل سے) اچھی طرح پانی برسایا ﴿۲۵﴾ پھر ہم نے زمین کو خوب چیرا ﴿۲۶﴾ پھر ہم نے اس میں اگایا اناج ﴿۲۷﴾ اور انگور اور ترکاری ﴿۲۸﴾ اور زیتون اور کھجور ﴿۲۹﴾ اور گنجان باغ ﴿۳۰﴾ اور میوے اور چارہ ﴿۳۱﴾ تمہارے فائدہ کیلئے اور تمہارے مویشیوں کیلئے ﴿۳۲﴾ پس ۳؎ جب سخت (یعنی قیامت نفخہ ثانیہ کی ہولناک) آوے گی ﴿۳۳﴾

۱؎ اوپر انسان کے پیدا کرنے اور مارنے کا ذکر تھا، اب اس کی زندگی اور بقا کے سامان یاد دلاتا ہے۔

۲؎ یعنی ایک گھاس کے تنکے کی کیا طاقت تھی کہ زمین کو چیر پھاڑ کر باہر نکل آتا، یہ قدرت کا ہاتھ ہے جو زمین کو پھاڑ کر اس سے طرح طرح کے غلہ پھل اور سبزی ترکاریاں وغیرہ باہر نکالتا ہے۔ پھر بعض چیزیں تمہارے کام آتی ہیں اور بعض تمہارے جانوروں کے۔

نفسانفسی کا ذکر

۳؎ اوپر کی آیتوں میں انسان کے پیدا کرنے اور اس کی عمر بھر کے چند انتظاموں کا ذکر تھا۔ ان آیتوں میں حشر کا ذکر فرمایا تا کہ معلوم ہو جائے کہ انسان کی پیدائش اور اس کی عمر بھر کے انتظام اسی انجام کے لئے ہیں، کہ مرنے کے بعد ایک دفعہ اس کو پھر زندہ کیا جائے، اور دنیا کے سب نیک و بد کا حساب و کتاب ہو کر ہر ایک کی جزا و سزا کا فیصلہ آخر صادر ہو جائے۔ حاصل یہ ہے کہ دنیا فیصلہ آخر کی رُوداد جمع ہو جانے کیلئے ہے، اور قیامت کا دن اس رُوداد کے موافق فیصلہ آخر صادر کرنے کی پیشی کی تاریخ ہے۔ اور تمام دنیا کی مختلف رُوداد کے مقدمات کا فیصلہ آخر ایک ہی وقت ہوگا۔ اس لئے دنیا کے ختم ہونے کے بعد کی یہ وسیع تاریخ پیشی کے قرار دی گئی۔ پس جب سخت آواز یعنی قیامت آئے گی، یہ دنیوی لذائذ اور فوائد منقطع ہو جائیں گے۔ وہ دن یعنی حشر کا دن ایسا ہوگا کہ انسان اپنے بھائی سے بھاگے گا، باوجود اس بات کے کہ غیر سے زیادہ بھائی عزیز اور محبوب ہوتا ہے۔ اور بچپن سے رفاقت اور محبت ہمدردی کا تعلق شروع ہو کر تمام عمر رہتا ہے۔ اور اس دن ماں سے بھی بھاگے گا، جو کہ بھائی سے بھی زیادہ حق دار ہے، اور باپ سے بھی بھاگے گا جس کی تعظیم تمام عمر سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے، اور بیٹوں سے بھی بھاگے

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿٣٤﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿٣٧﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾

اس دن آدمی اپنے بھائی سے ﴿٣٤﴾ اور اپنے ماں اور باپ سے ﴿٣٥﴾ اور اپنی بیوی سے اور بیٹوں سے دور بھاگے گا (یعنی کوئی کسی کی ہمدردی نہ کرے گا) ﴿٣٦﴾ ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر ہے کہ وہی اسے کافی ہے ﴿٣٧﴾ اس [1] دن کتنے منہ (نور ایمان سے) روشن ﴿٣٨﴾ (اور) ہنستے ہوئے بشاش ہوں گے ﴿٣٩﴾ اور [2] کتنے ہی مونہوں پر اس دن (کفر سے) گرد پڑی ہوگی ﴿٤٠﴾ ان پر سیاہی غالب آئے گی ﴿٤١﴾ یہی [3] لوگ کافر بدکار ہیں ﴿٤٢﴾

گا جو کہ بیوی سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں۔ غرض ہر شخص کو اس دن اپنی فکر پڑی ہوگی، احباب و اقارب ایک دوسرے کو نہ پوچھیں گے، بلکہ اس خیال سے کہ کوئی میری نیکیوں میں سے نہ مانگنے لگے، یا اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے لگے۔ ایک دوسرے سے بھاگے گا۔

[1] یعنی مومنین کے چہرے نور ایمان سے روشن اور غایت مسرت سے خنداں وفرحاں ہوں گے۔

[2] یعنی کافروں کے چہروں پر کفر کی کدورت چھائی ہوگی، اور اوپر سے فسق وفجور کی ظلمت اور زیادہ تیرہ وتاریک کردے گی۔

[3] یعنی کافر بے حیا کو کتنا ہی سمجھاؤ ذرا نہ پسیجیں، نہ خدا سے ڈریں، نہ مخلوق سے شرمائیں۔ سورہ کُوِّرَتْ مکیہ ہے، اس میں ایک رکوع، انتیس آیتیں، ایک سو چار کلمے، پانچ سو تیس حرف ہیں۔ حدیث شریف میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ منظور ہو کہ قیامت کو دنیا میں بھی اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لے، تو اس کو چاہئے کہ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿١﴾ اور سورہ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ﴿١﴾ اور سورہ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴿١﴾ پڑھے کہ ان سورتوں میں دنیا کے ختم ہونے اور قیامت کے قائم ہونے کا پورا حال ہے۔

ایاتھا ۲۹ ۸۱ سورۃ التکویر مکیۃ ۷ رکوعھا ۱

سورۂ تکویر مکہ میں نازل ہوئی، اس میں انتیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝۲ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝۳ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝۵

جب [۱] آفتاب لپیٹ دیا جائے (یعنی بے نور ہو جائے) ۝۱ اور جب تارے جھڑ پڑیں (بارش کی طرح) ۝۲ اور جب پہاڑ چلائے جائیں (یعنی ہوا میں اڑتے پھریں) ۝۳ اور جب (دس مہینے کی) حاملہ اونٹنیاں چھٹی پھریں ۝۴ اور جب وحشی جانوروں کو جمع کیا جائے ۝۵

خواص سورہ تکویر: اس سورۃ کو پڑھ کر آنکھ پر دم کرنے سے بینائی میں قوت ہو جاتی ہے اور آشوب چشم اور جالا وغیرہ دفع ہو جاتا ہے۔ اس سورت کو لکھ کر اور پانی سے دھو کر مریض کو پلائیں تو مریض کو صحت حاصل ہو۔

علامات قیامت اور حالات

[۱] تفسیر ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ سے وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ تک کی تفسیر میں ابی بن کعب سے جو روایتیں ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ پہلے صور کی چھ نشانیاں ہیں کہ ۝۱ آفتاب کی روشنی جاتی رہے گی ۝۲ تارے بارش کی طرح آسمان سے زمین پر گر پڑیں اور کوئی تارا اپنی جگہ باقی نہ رہے گا ۝۳ پہاڑ غبار کی طرح ہوا میں اُڑتے پھریں گے۔ ۝۴ حاملہ اونٹنیوں کو چھوڑ دیں گے کیونکہ اونٹ عرب کا بہترین مال ہے، اور دس مہینے جن کے حمل کے گذر چکے ہوں اور بیاہنے کے قریب ہو، دودھ اور بچے کی توقع پر بہت زیادہ عزیز ہوتی ہے لیکن قیامت کے ہولناک زلازل کے وقت ایسے نفیس وعزیز مال کو کوئی نہ پوچھے گا، نہ مالک کو اتنا ہوش ہوگا کہ ایسے بڑھیا مال کی خبر گیری کرے ۝۵ جنگلی جانور گھبرا کر آدمیوں میں گھس آئیں گے یعنی جنگل کے وحشی جانور جو آدمی کے سایہ سے بھاگتے ہیں، مضطرب ہو کر شہر میں گھس آئیں گے اور پالتو جانوروں میں مل جائیں گے جیسا کہ اکثر خوف کے وقت دیکھا گیا ہے ۝۶ دریا سلگ کر آگ ہو جائیں گے۔ یعنی سمندر کا پانی گرم ہو کر دھواں اور آگ بن جائے، جو نہایت گرم ہو کر محشر میں کافروں کو دکھ پہنچائے، اور تنور کی طرح جھونکنے سے اُبلے۔ تفسیر عبد بن حمید اور ابن منذر میں سلف سے جو روایتیں ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ سے وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ تک چھ نشانیاں دوسرے صور کے وقت کی ہیں جس کا ذکر آگے بیان ہوتا ہے۔

وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶ وَ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝۷ وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىٕلَتْ ۝۸ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝۹ وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝۱۰ وَ اِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝۱۱ وَ اِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ ۝۱۲ وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝۱۳

اور جب سمندر (آگ کی طرح) سلگائے جائیں ۝۶ اور ۱؎ جب ارواح کو جسموں سے ملایا جائے ۝۷ اور ۲؎ جب زندہ دبائی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے ۝۸ کہ تو کس گناہ پر ماری گئی ۝۹ اور ۳؎ جب نامہ اعمال کھولے جائیں (تاکہ سب اپنے عمل دیکھ لیں) ۝۱۰ اور ۴؎ جب آسمان کی کھال اتاری جائے ۝۱۱ اور جب ۵؎ (کافروں کے لئے) دوزخ دہکائی جائے ۝۱۲ اور جب (اللہ کے پیاروں کے لئے) جنت نزدیک کردی جائے ۝۱۳

۱؎ یعنی کافر کافر کے اور مسلم مسلم کے ساتھ، پھر ہر قسم کا نیک یا بدعمل کرنے والا، اپنے جیسے عمل کرنیوالوں کے ساتھ ملادیا جائے، اور عقائد اعمال اخلاق وغیرہ کے اعتبار سے الگ جماعتیں بنادی جائیں، یا یہ مطلب ہے کہ روحوں کو جسموں کے ساتھ ملادیا جائے۔

۲؎ عرب میں رسم تھی کہ باپ اپنی بیٹی کو نہایت سنگ دلی اور بے رحمی سے زندہ کو زمین میں گاڑ دیتا تھا۔ بعض تو تنگدستی اور شادی بیاہ کے اخراجات کے خوف سے یہ کام کرتے تھے، اور بعض کو عار تھی کہ ہم اپنی بیٹی کسی کو دیں گے تو وہ ہمارا داماد کہلائے گا۔ قرآن کریم نے آگاہ کیا کہ ان مظلوم بچیوں کی نسبت بھی سوال ہوگا کہ کس گناہ پر ان کو قتل کیا تھا۔ یہ مت سمجھنا کہ ہماری اولاد ہے، اس میں ہم جو چاہیں تصرف کریں، بلکہ اولاد ہونے کی وجہ سے جرم اور زیادہ سنگین ہوجاتا ہے۔

۳؎ جب تک آدمی دنیا میں زندہ رہتا ہے اس کے ہر طرح کے عمل لکھے جاتے ہیں۔ قیامت کے دن حساب وکتاب کے لئے وہی کاغذ نکالے جائیں گے، اور ہر شخص کو پتہ لگ جائے گا کہ نیکی یا بدی کا کیا سرمایہ لے کر حاضر ہوا ہے۔

۴؎ جیسے جانور کی ذبح کے بعد کھال اُتار لیتے ہیں، اس سے تمام اعضاء اور رگ وریشے ظاہر ہوجاتے ہیں، اسی طرح آسمان کے کھل جانے سے اس کے اوپر کی چیزیں نظر آئیں گی، اور فرشتوں کا نزول ہوگا۔ جس کا ذکر انیسویں پارہ آیت، وَیَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ سے ہوا ہے۔

آتش دوزخ

۵؎ بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایتیں ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ دوزخ کی آگ کی موجودہ حرارت دنیا کی آگ سے اُنہتر درجہ زیادہ ہے۔ اس پر قیامت کے دن اس کی آگ کو اور زیادہ زور شور کے ساتھ دہکایا جائے گا کہ اسکے منکر اس کا خوب مزہ چکھیں۔

عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّاۤ اَحۡضَرَتۡ ﴿۱۴﴾ فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الۡجَوَارِ الۡكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ﴿۱۹﴾

(اس وقت) ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو لے کر آیا ہے (نیکی یا بدی) ۱؎ ﴿۱۴﴾ پس قسم ہے ان ستاروں کی، جو الٹے پھریں ﴿۱۵﴾ سیدھے چلیں، تھم جائیں ﴿۱۶﴾ اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے ﴿۱۷﴾ اور قسم ہے صبح کی جب وہ روشن ہو ﴿۱۸﴾ بیشک ۲؎ یہ قرآن عزت والے رسول (یعنی جبرئیل) کا پڑھنا ہے ﴿۱۹﴾

۱؎ یہ پانچ ستارے ہیں جنہیں متحیرہ کہتے ہیں: ❶ زحل ❷ مشتری ❸ مریخ ❹ زہرہ ❺ عطارد۔ ان ستاروں کی چال اس ڈھب سے ہے کہ کبھی ٹھٹک کر اُلٹے پھریں، اور کبھی سورج کے پاس آکر کتنے دنوں تک غائب رہیں۔ ان ستاروں کا چلنا ٹھہرنا لوٹنا اور چھپ جانا ایک نمونہ ہے۔ اگلے انبیاء پر بار بار وحی آنے، اور ایک مدت دراز تک اس کے نشان باقی رہنے، پھر منقطع ہو کر چھپ جانے اور غائب ہو جانے کا اور رات کا آنا نمونہ ہے، اس تاریک دور کا، جو خاتم المرسلین ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے دنیا پر گذرا۔ کہ کسی شخص کو حق و باطل کی تمیز نہ رہی تھی، اور وحی کے آثار بالکل مٹ چکے تھے، اس کے بعد صبح کا روشن ہونا حضور ﷺ کا اس جہان میں تشریف لانا، اور قرآن کا اترنا ہے کہ ہر چیز کو ہدایت کے نُور سے دن کی مانند روشن کر دیا۔ گویا اگلے انبیاء کا نُور ستاروں کی طرح تھا، اور اس نُور اعظم کو آفتاب درخشاں کہنا چاہیے۔

۲؎ یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی صفات بیان ہوئیں، مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم جو اللہ کے پاس سے ہم تک پہنچا، اس میں دو واسطے ہیں: ❶ ایک وحی لانے والا فرشتہ جبرئیل علیہ السلام ❷ دوسرا پیغمبر عربی ﷺ دونوں کی صفات وہ ہیں جن کے معلوم ہونے کے بعد کسی طرح کا شک و شبہ قرآن کے صادق، اور منزل من اللہ ہونے میں نہیں رہتا۔ کسی روایت کی صحت تسلیم کرنے کیلئے اعلیٰ سے اعلیٰ راوی وہ ہوتا ہے جو اعلیٰ درجہ کا ثقہ، عادل، ضابط، حافظ اور امانت دار ہو، جس سے روایت کرے اسکے پاس عزت و حُرمت کے ساتھ رہتا ہو، بڑے بڑے معتبر ثقات اس کی امانت وغیرہ پر اعتماد کُلی رکھتے ہوں۔ اور اسی لئے اس کی بات بے چون و چرا مانتے ہوں۔ یہ تمام صفات حضرت جبرئیل علیہ السلام میں موجود ہیں۔ وہ کریم عزت والے ہیں، جن کیلئے اعلیٰ نہایت متقی اور پاکباز ہونا لازم ہے، اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ و فی الحدیث الکرم التقوی بڑی قوت والے ہیں جس میں اشارہ ہے کہ حفظ و ضبط اور بیان کی قوت بھی کامل ہے۔ اللہ کے ہاں ان کا بڑا درجہ ہے۔ سب فرشتوں سے زیادہ بارگاہ ربوبیت میں قُرب اور رسائی حاصل ہے۔ آسمانوں کے فرشتے اُن کی بات مانتے اور ان کا حکم تسلیم کرتے ہیں، کیونکہ ان کے امین اور معتبر ہونے میں کسی کو شبہ نہیں۔ یہ تو رسولِ ملکی کا حال تھا آگے رسولِ بشری کا حال بیان ہوگا۔
امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس اور سلف نے فرمایا ہے کہ، اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ سے مراد اس آیت میں حضرت جبرئیل ہیں۔

ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍۙ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍؕ﴿۲۱﴾ وَ مَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍۚ﴿۲۲﴾ وَ لَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِۚ﴿۲۳﴾ وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍۚ﴿۲۴﴾ وَ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍۙ﴿۲۵﴾ فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَؕ﴿۲۶﴾

جو قوت والا مالک عرش کے حضور عزت والا ہے ﴿۲۰﴾ آسمانوں میں اس کا کہنا مانا جاتا ہے (اور وحی الٰہی کا) امانت دار ہے ﴿۲۱﴾ اور ۱؎ تمہارا صاحب مجنون نہیں ہے (جیسا کہ کفار کہتے ہیں) ﴿۲۲﴾ اور ۲؎ بیشک انہوں نے اسے (یعنی جبرئیل کو ان کی اصلی صورت میں) روشن کنارہ (یعنی آفتاب کے جائے طلوع) پر دیکھا ہے ﴿۲۳﴾ اور یہ نبی ۳؎ غیب کی بتانے میں بخل کرنے والے نہیں ہیں ﴿۲۴﴾ اور ۴؎ قرآن شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے ﴿۲۵﴾ (جب یہ سب ثابت ہے) ۵؎ پس کدھر بہکے جاتے ہو؟ ﴿۲۶﴾

۱؎ یعنی نبوت سے پہلے چالیس سال تک وہ تمہارے اور تم اس کے ساتھ رہے، اتنی طویل مدت تک اسکے تمام کھلے چھپے احوال کا تجربہ کیا، کبھی ایک مرتبہ اس کا جھوٹ فریب یا مجنون پن کی بات نہ دیکھی، ہمیشہ ان کے صدق و امانت اور عقل و دانائی کے معترف رہے۔ اب بلا وجہ اسے جھوٹا یا مجنون کیونکر کہہ سکتے ہو، کیا یہ وہی تمہارا رفیق نہیں ہے جس کے رتی رتی احوال کا تم پہلے سے تجربہ رکھتے ہو۔ اب اس کو مجنون کہنا بجز دیوانگی کے کچھ نہیں۔

۲؎ بعض کا قول ہے کہ حضور ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت میں صاف صاف اُفق مبین میں یعنی مطلع الشمس میں دیکھا تھا کہ بلندی میں کھڑے تھے۔

پیغمبر ﷺ کا علم غیب

۳؎ یعنی یہ پیغمبر ﷺ ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتے ہیں۔ ماضی سے متعلق ہوں، یا مستقبل سے، یا اللہ کے اسماء و صفات سے، یا احکامِ شرعیہ سے، یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے، یا جنت و دوزخ کے احوال سے، یا واقعات بعد الموت سے، اور ان چیزوں کے بتلانے میں ذرا بخل نہیں کرتے۔ نہ اُجرت مانگتے ہیں، پھر کاہن کا لقب ان پر کیسے چسپاں ہو سکتا ہے۔

۴؎ بھلا شیطان ایسی نیکی اور پرہیزگاری کی باتیں کیوں سکھلانے لگا جس میں سراسر بنی آدم کا فائدہ، اور خود اس ملعون کی تقبیح و مذمت ہو۔

۵؎ یعنی جب جھوٹ دیوانگی تخیل و توہم اور کہانت وغیرہ کے سب احتمالات مرفوع ہوئے تو بجز صدق و حق کے اور کیا باقی رہا۔ پھر اس روشن اور صاف راستہ کو چھوڑ کر کدھر بہکے چلے جا رہے ہو۔

اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنۡ شَآءَ مِنۡكُمۡ اَنۡ يَّسۡتَقِيۡمَ ﴿۲۸﴾ وَ مَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲۹﴾

یہ ۱ قرآن سارے جہان کے لئے ایک نصیحت ہی ہے (۲۷) ایسے ۲ شخص کے لئے جو تم میں سیدھا چلنا چاہے (۲۸) اور ۳ تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے جو تمام جہان کا پروردگار ہے (۲۹)

۱ قرآن شریف کی نسبت جو احتمالات تم پیدا کرتے ہو سب غلط ہیں، اگر اس کے مضامین و ہدایات میں غور کرو تو اس کے سوا کچھ نہیں نکلے گا کہ یہ سارے جہان کیلئے ایک سچا نصیحت نامہ اور مکمل دستور العمل ہے۔ جس سے ان کے دارین کی فلاح وابستہ ہے۔
۲ یعنی بالخصوص ان کیلئے نصیحت ہے، جو سیدھا چلنا چاہیں، عناد اور کجروی اختیار نہ کریں، کیونکہ ایسے ہی لوگ اس نصیحت سے منتفع ہوں گے۔
۳ یعنی فی نفسہ قرآن نصیحت ہے، لیکن اس کی تاثیر مشیت الٰہی پر موقوف ہے جو بعض لوگوں کے لئے متعلق ہوتی ہے، اور بعض کے لئے کسی حکمت سے انکے سوء استعداد کی بنا پر متعلق نہیں ہوتی۔

آیاتھا ۱۹ ۸۲ سُوۡرَۃُ الۡاِنۡفِطَارِ مَكِّيَّةٌ ۸۲ رکوعھا ۱

سورۂ انفطار مکہ میں نازل ہوئی، اس میں انیس آیتیں ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ﴿۱﴾ وَ اِذَا الۡكَوَاكِبُ انۡتَثَرَتۡ ﴿۲﴾

جب آسمان ۱ پھٹ جائے (۱) اور جب تارے جھڑ پڑیں (بارش کی طرح) (۲)

خواص سورہ انفطار: اگر اس سورت کو قیدی پڑھے تو اس کو بہت جلد رہائی حاصل ہوگی۔ اگر کسی دشمن کا خوف ہو تو اس سورت کو تین بار پڑھے اور دعا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ خوف جاتا رہے گا۔ اگر اس سورت کو پڑھتے ہوئے پانی سے بخار والا غسل کرے گا تو اس کا بخار جلد دفع ہو جائے گا۔
۱ آسمان کے پھٹ جانے اور تاروں کے زمین پر بارش کی طرح جھڑ پڑنے کا حال اوپر گذر چکا ہے۔

وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۙ﴿۳﴾ وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۙ﴿۴﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ؕ﴿۵﴾ یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ ۙ﴿۶﴾ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ﴿۷﴾ فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ؕ﴿۸﴾

اور ۱؎ جب سمندر (شیریں وشور) بہہ پڑیں (یعنی سب مل جاویں) ۞ اور جب قبریں پھاڑی (یعنی مردے زندہ کر کے نکالے) جائیں ۞ (اس وقت) ہر جان جان لے گی جو اس نے آگے (نیک عمل یا بد عمل) بھیجا ہے اور جو پیچھے (نیکی یا بدی) چھوڑی ۞ اے انسان! تجھ کو اپنے کرم والے پروردگار سے کس چیز نے فریب دیا ۞ وہ خدا جس نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک کیا پھر ہموار کیا (یعنی اعضا میں مناسبت رکھی) ۞ جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا ۞

انسان کی پیدائش اور حشر کا ذکر

۱؎ یعنی زمین پر کے سب سمندر شیریں وشور مل کر ایک ہو جائیں، اور قبریں پھٹ جائیں گی، اور ان میں سے مُردے زندہ کر کے نکالے جائیں گے۔ اس وقت ہر نفس اپنے اعمال خیر وشر جان لے گا، جو اس نے زندگی میں کیے ہوں گے۔ کہ میں نے نیک عمل و بد عمل کیا بھیجا، اور کیا چھوڑا، اور توبہ اور نیک عمل کو پس پشت ڈالنے کا ثمرہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ اب آگے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے کرم اور احسانات یاد دلائے ہیں، کہ جس طرح دنیا میں چند روز جینے کے بعد مر کر انسان آخر کو مٹی ہو جائیں گے، اسی طرح دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے انسان بالکل نیست و نابود تھا، اللہ تعالیٰ نے اسکو پیدا کیا۔ بُرا بھلا دیکھنے کیلئے آنکھیں دیں، ہر طرح کی بات سننے کیلئے کان دیئے، ہر طرح کی بات سمجھنے کیلئے عقل دی، ان سب چیزوں سے انسان نے کام لیا تو یہ لیا کہ شیطان کے فریب میں آن کر بعضے لوگ تو بالکل خدا کو ہی بھول گئے، اور اپنے پیدا کرنے والے کو چھوڑ کر کوئی بتوں کی پرستش میں لگ گیا، اور کوئی سورج چاند وغیرہما کی چیزوں کی پوجا کرنے لگا۔ بعضے لوگوں نے یہ فریب کھایا کہ خدا کی عبادت میں دنیا کے دکھاوے اور ریاکاری کو دخل دیا، بعضے اس فریب میں ہیں کہ جن باتوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے، ان باتوں کے کرنے پر دلیر ہیں، اور رات دن طرح طرح کے گناہوں میں ان کی عمر گزرتی ہے۔ اس لئے فرمایا کی ان فریبوں کا سبب یہ ہے کہ انسان کو مرنے کے بعد پھر جینے کا بھی اور جزا و سزا ہونے کا یقین نہیں ہے، ورنہ کوئی انسان جان بوجھ کر اپنا بُرا نہیں چاہتا۔ اگر یہ یقین آدمی کے دل میں جم جائے کہ برائی کی سزا ایک دن ضرور پیش آنے والی ہے تو شیطان کے فریبوں میں پھر آدمی بہت کم آئیگا، جس طرح حاکم وقت لوگوں نے قانون بنا دیا ہے۔ مثلاً چوری۔ ڈاکہ، یہ جرم ہیں جو کوئی یہ جرم کرے گا تو ثبوت کے بعد اس کو اس قدر سزا ملے گی۔ اب جن لوگوں کو قانون کے مطلب اور منشاء کا پورا یقین ہے ان کو چوری ڈاکہ کی ہزار طرح کی رغبت دلائی جائے، لیکن وہ لوگ جہاں تک ہو سکتا ہے اپنے آپ کو خلاف ورزی قانون حاکم وقت سے بچاتے ہیں۔

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ﴿٩﴾ وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ﴿١٠﴾ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ﴿١١﴾ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿١٢﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿١٣﴾ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ﴿١٤﴾ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿١٥﴾

نہیں نہیں بلکہ تم قیامت کو جھٹلاتے ہو ۹ اور تم پر (تمہارے عملوں کے) لکھنے والے معزز (فرشتے) محافظ ہیں ۱۰ ۱۱ جو کچھ تم کرتے ہو جانتے ہیں ۱۲ بیشک لہ نیک لوگ نعمت (یعنی جنت) میں ہوں گے ۱۳ اور بیشک بدکار (یعنی کافر) دوزخ میں ہوں گے ۱۴ انصاف کے دن اس میں داخل ہوں گے ۱۵

اسی طرح حاکم حقیقی نے دفعہ وار ہر جرم کی سزا مقرر کر دی ہے، ثبوت جرم کے لئے روداد جمع کرنے کو دو روز نامچہ نویس ہر شخص کے ساتھ ہر وقت مرتے دم تک لگے ہوئے ہیں۔ تجویز سزا کیلئے ایک تاریخی پیشی جس کا نام قیامت کا دن ہے، قرار پاچکی ہے۔ پھر کیا سبب ہے کہ حاکم وقت کے قانون کا جس قدر عمل دنیا میں نظر آتا ہے، قانونِ الٰہی کا اس قدر عمل بھی نظر نہیں آتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ منہ سے ''مرنا ہے مرنا ہے''، سب کہتے ہیں لیکن مرنے کے بعد جو کچھ پیش آنے والا ہے، اسکو ایک قصہ کہانی جانتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جس شخص کو یہ منظور ہو کہ وہ اپنا اعمال نامہ پڑھ کر خوش ہو، تو وہ اپنے گناہوں سے توبہ استغفار کیا کرے''۔ حاصل یہ ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ دنیا کے پیچھے عقبیٰ کو نہ بھولے، اور اقتضائے بشریت سے جب کبھی کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً سچے دل سے توبہ استغفار کرے۔ اور آئندہ گناہوں سے بچنے کا دل میں مضبوط ارادہ رکھے۔ اور خوب جان لے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو روز نامچہ نویس ہر وقت لگے ہوئے ہیں۔ اسی طرح جب تک انسان کے دم میں دم ہے اس کے دم کے پیچھے ایک ایسا قوی بہکانے والا ہر دم لگا ہوا ہے، جو آدمی کے تمام جسم میں خون کے دورہ کی طرح دورہ کرتا ہے۔ اور جو اپنا کام پورا کرنے پر اللہ تعالیٰ کے روبرو حلف اٹھا چکا ہے۔

لہ اوپر کی آیتوں میں انسان کے پیدا کرنے اور حشر کا ذکر تھا، ان آیتوں میں اس سب کا یہ نتیجہ فرمایا کہ نیکوں کو نیکی کی جزا میں جنت کی طرح طرح کی نعمتیں ملیں گی، اور بدوں کو بدی کی سزا میں دوزخ کا طرح طرح کا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ پھر قیامت کا تاکید کے طور پر دو دفعہ ذکر فرما کر یہ جتلا دیا کہ اس دن کوئی شخص کسی شخص کے لئے کسی بات کا مالک نہ ہوگا، یعنی کافروں کی کوئی سفارش نہ کر سکے گا، نہ انکو نجات دلا سکے گا۔ اس آیت میں فاجر سے وہی لوگ منکر حشر مراد ہیں، جن کا ذکر اوپر کی آیتوں میں گذرا۔ اہلِ ایمان گنہگار اس میں داخل نہیں ہیں۔ کس لئے کہ صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ایمان گنہگاروں میں سے جس شخص کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا، اس کی بھی شفاعت قبول ہوگی اور وہ آخیر کو جنت میں جائے گا۔

وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۸﴾ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ؕ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾

اور اس سے کہیں چھپ نہ سکیں گے ﴿۱۶﴾ اور تو کیا جانے کہ جزا کا دن کیسا ہے ﴿۱۷﴾ پھر تو کیا جانے کہ جزا کا دن کیسا ہے ﴿۱۸﴾ وہ ایسا دن ہے جس دن کوئی شخص (یعنی کافر) کسی شخص کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے گا اور سارا حکم اس روز اللہ ہی کا ہوگا ﴿۱۹﴾

اٰیاتھا ۳۶ | ۸۳ سورۃ المطففین مکیۃ ۸۶ | رکوعھا ۱

سورۃ المطففین مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چھتیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ﴿۲﴾

کم تولنے والوں کی خرابی ہے ﴿۱﴾ وہ لوگ کہ جب اوروں سے اپنے لئے ناپ لیں تو پورا لیں ﴿۲﴾

خواص سورة المطففين: جو شخص اس سورت کو روزانہ ورد رکھے گا وہ حشر کے دن رب العالمین کے سائے میں کھڑا ہوگا۔ اگر اس سورت کو کسی جمع کی ہوئی چیز پر پڑھ دیا جائے تو وہ چیز دیمک اور چوری سے محفوظ رہے گی۔ جو بچہ بہت روتا ہو اس پر یہ سورت سات بار پڑھ کر دم کرنے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا رونا کم ہو جائے گا اور سیرت و صورت اچھی ہوگی۔

کم تولنا اور دھوکہ فریب کرنا

۲: معتبر سند سے نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مدینہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو مدینہ کے لوگوں کو کم تولنے اور کم ناپنے کی بہت عادت تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی اور فرمایا کہ کیا یہ لوگ حساب کتاب کیلئے اللہ تعالیٰ کے رُوبرو کھڑے ہونے سے نہیں ڈرتے، جو انہوں نے کم تولنے اور کم ناپنے کا شیوہ اختیار کیا ہے۔

وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝۳ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝۴ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۵ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝۷ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝۸

اور جب انہیں (دوسروں کو) ناپ تول کر دیں تو گھٹا کر دیں ۝۳ کیا ان لوگوں کو گمان نہیں ہے کہ انہیں اٹھنا ہے ۝۴ ایک عظمت والے دن (یعنی روز قیامت) کے لئے ۝۵ جس دن سب لوگ (اپنی قبروں سے اٹھ کر) رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے (اور ذرہ ذرہ کا حساب کیا جائے گا) ۝۶ ہرگز ۱؎ (ایسا) نہیں بیشک کافروں کا اعمال نامہ سب سے نیچی جگہ سجین میں ہے ۝۷ اور تو کیا جانے سجین کیسی ہے ۝۸

انسان کے نیک و بد عمل کرنے ، منکرین اسلام اور محبوبان حق کا ذکر

۱؎ جو لوگ قیامت کے دن خدا کے رُوبرو کھڑے ہونے کے ڈرانے سے نہ ڈرے، ان کو فرمایا کہ وہ گنہگار قیامت کے منکر ہیں۔ کیونکہ جس کو قیامت کے آنے اور اس دن اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہونے کا یقین ہے وہ اس دن کے عذاب سے ایسا بے فکر نہیں ہے جیسے کہ یہ لوگ ہیں، پھر فرمایا کہ ان کے نامہ اعمال، سجین میں رکھے جائیں گے۔ سجین ساتویں زمین میں ایک جگہ ہے جہاں بدلوگوں کے اعمال نامے رکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد اور مسند امام احمد وغیرہ میں براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ بدلوگوں کی قبض روح کے بعد فرشتے ان روحوں کو آسمان پر لے جانے کا جب قصد کرتے ہیں، تو ان روحوں کو آسمان پر لیجانے کا خدا کا حکم نہیں ہوتا، بلکہ یہ حکم ہوتا ہے کہ ایسی روح کو زمین پر پھینک دو۔ ایسے بدلوگوں کے اعمال کا حوالہ ساتویں زمین کے اس دفتر میں لکھ لو جس کا نام سجین ہے۔ اس حکم کے موافق اس کے اعمال نامہ کا حوالہ سجین میں لکھ لیا جاتا ہے، اور اس کی روح کو قبر کے سوال و جواب کے لئے پھر جسم میں پھونک دیا جاتا ہے۔ منذری نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ پھر فرمایا کہ قیامت کے منکر وہی لوگ ہیں جو گناہ کے کرنے میں حد سے بڑھ گئے، اور کثرت گناہوں سے ان کے دل پر زنگ آگیا ہے۔ مسند امام احمد ترمذی نسائی وغیرہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس وقت کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک چھوٹا سا داغ پڑ جاتا ہے، پھر اگر اس گناہ کے بعد اس شخص نے خالص دل سے توبہ واستغفار کر لی، تو وہ داغ دل پر سے جاتا رہتا ہے، اور اس شخص کا دل صاف ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ شخص بغیر توبہ استغفار کے گناہ پر گناہ کرتا رہا، تو رفتہ رفتہ ایسے شخص کا دل بالکل کالا سیاہ ہو جاتا ہے، کہ حق و باطل کی تمیز باقی نہیں رہتی۔ یہی حال ان مکذبین کا ہے کہ شرارتیں کرتے کرتے ان کے دل بالکل مسخ ہو چکے ہیں، اسی لئے آیات اللہ کا مذاق اڑاتے ہیں۔

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿٩﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿١١﴾ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿١٢﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣﴾ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٤﴾ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿١٦﴾ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٧﴾ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿١٨﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿١٩﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿٢٠﴾ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿٢١﴾

وہ لکھت ایک مہر کیا ہوا نوشتہ ہے (جو نہ مٹ سکتا ہے) ۹ اس دن (جبکہ وہ نوشتہ نکالا جائے گا) جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ۱۰ جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے ہیں ۱۱ اور اسے نہ جھٹلائے گا مگر حد سے گزرنے والا گنہگار ۱۲ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں (اس کی نسبت) کہتا ہے کہ پہلوں کی کہانیاں ہیں ۱۳ کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال (بد) کا زنگ چڑھا دیا ہے ۱۴ ہرگز ا (ایسا) نہیں بیشک وہ اس (قیامت کے) دن اپنے پروردگار کے دیدار سے محروم ہوں گے (جیسا کہ دنیا میں اس کی توحید سے محروم رہے) ۱۵ پھر بیشک وہ دوزخ میں داخل ہوں گے ۱۶ پھر ان کو کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ (عذاب) جس کو تم (دنیا میں) جھٹلاتے تھے ۱۷ نہیں نہیں بیشک ۲ نیکوں (یعنی مومنین) کی لکھت (یعنی نامہ اعمال نامہ) سب سے اونچے محل علیین میں ہے ۱۸ اور تو کیا جانے علیین کیسی ہے؟ ۱۹ وہ لکھت ایک مہر کیا ہوا نوشتہ ہے ۲۰ اس کے پاس خدا کے مقرب فرشتے حاضر رہتے ہیں ۲۱

ا یعنی اس انکار و تکذیب کے انجام سے بے فکر نہ ہوں، وہ وقت ضرور آنے والا ہے جب مومنین حق سبحانہ وتعالیٰ کے دیدار کی دولت سے مشرف ہوں گے۔ اور یہ بد بخت کافر خدا کے دیدار سے محروم رکھے جائیں گے، اور یہ بد بخت کافر دوزخ میں جانے کے بعد طرح طرح کا ان پر عذاب ہوگا، اور انکے قائل کرنے کیلئے گھڑی گھڑی ان سے فرشتے یہ کہیں گے کہ جس عذاب کے تم لوگ دنیا میں منکر تھے، تو اب اس کا مزہ چکھو۔

۲ اوپر حشر کے منکر اہل دوزخ کا ذکر تھا، اس کے مقابلہ میں ان آیتوں میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا جن کو دنیا میں ایک دن خدا

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَی الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ﴿۲۴﴾ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَ فِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ ﴿۲۷﴾ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾

بیشک نیک لوگ نعمت میں ہوں گے ﴿۲۲﴾ تختوں پر بیٹھ کر نظارہ کریں گے ﴿۲۳﴾ تو ان کے چہروں پر نعمت کی تازگی پہچانے گا ﴿۲۴﴾ (اور) ۱؎ ان کو خاص شراب پلائی جائے گی۔ جو مہر کی ہوئی رکھی ہے ﴿۲۵﴾ اس کی مہر بجائے موم کے مشک (کستوری) سے ہوگی اور اسی پر چاہیے کہ رغبت کریں رغبت کرنے والے ﴿۲۶﴾ اور اس شراب میں تسنیم کی ملونی (آمیزش) ہوگی (جو جنت کی شرابوں میں اعلیٰ ہے) ﴿۲۷﴾ وہ چشمہ جسے خدا کے مقرب لوگ پیتے ہیں ﴿۲۸﴾

کے روبرو کھڑے ہونے کا پورا یقین تھا، اور اس یقین کے سبب سے جہاں تک ہوسکا دنیا سے اس دن کی راحت کا کچھ سامان بھی وہ اپنے ساتھ لے گئے۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس کا ذکر اوپر گزرا، اس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ نیک لوگوں کی روح قبض کر کے جب فرشتے آسمان پر لے جانے اک قصد کرتے ہیں، تو ساتوں آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے روبرو جب اس روح کو حاضر کیا جاتا ہے تو علیین مقام کے دفتر میں جو ساتویں آسمان پر ہے، اسکے نامہ اعمال کا حوالہ لکھنے کا حکم ہوتا ہے، اور اس روح کو منکر نکیر کے سوالات کا جواب دینے کے لئے پھر جسم میں پلٹا دیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ نیک لوگ جنت میں جانے کے بعد اپنے چھپر کھٹوں میں بیٹھے ہوئے جنت کے باغوں کی سیر کیا کریں گے، اور دیدار الٰہی سے آنکھیں شاد کریں گے، اور جنت کے عیش و آرام سے ان کے چہرے ایسے پر رونق اور تروتازہ ہوں گے کہ ہر ایک دیکھنے والا دیکھتے ہی پہچان جائے کہ یہ لوگ نہایت عیش تنعم میں ہیں۔

۱؎ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ شراب کی نہریں ہیں ہر کسی کے گھر میں، لیکن یہ شراب نادر ہے جو سربمہر رہتی ہے۔ آگے فرمایا کہ جیسے دنیا میں مہر لاکھ یا مٹی پر جمائی جاتی ہے، وہاں کی مٹی مشک ہے اسی پر جمائی جائیں گی۔ شیشہ ہاتھ میں لیتے ہی دماغ معطر ہوجائے گا، اور آخر تک خوشبو مہکتی رہے گی۔ آگے فرمایا کہ دنیا کی ناپاک شراب اس لائق نہیں کہ بھلے آدمی اس کی طرف رغبت کریں، ہاں یہ شراب طہور ہے جس کیلئے لوگوں کو ٹوٹ پڑنا چاہئے، اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش ہونی چاہے۔ آگے فرمایا کہ مقرب لوگ اس چشمہ کی شراب کو خالص پیتے ہیں، اور ابرار کو اس شراب کی ملونی دی جاتی ہے جو بطور گلاب وغیرہ کے ان کی شراب میں پلاتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَ اِذَا مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِیْنَ ﴿۳۱﴾ وَ اِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْۤا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ مَاۤ اُرْسِلُوْا عَلَیْهِمْ حٰفِظِیْنَ ﴿۳۳﴾ فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ یَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْاَرَآىِٕكِ یَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

بیشک لے وہ لوگ جو گنہگار (یعنی کافر) تھے مسلمانوں سے (دنیا میں حقارت سے) ہنسا کرتے تھے ﴿۲۹﴾ اور جب وہ ان پر گزرتے تو یہ آپس میں ان پر آنکھوں سے اشارے کرتے (بطریق طعن وحقارت) ﴿۳۰﴾ اور جب (کفار) اپنے گھر پلٹتے خوشیاں کرتے پلٹتے (یعنی مسلمانوں کو برا کہہ کر آپس میں ان کی ہنسی اڑاتے) ﴿۳۱﴾ اور جب مسلمانوں کو دیکھتے تو کہتے بیشک یہ لوگ بھکے ہوئے ہیں (کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے) ﴿۳۲﴾ اور یہ (کافر) ان (مسلمانوں) پر نگہبان بنا کر نہ بھیجے گئے ﴿۳۳﴾ پس آج (قیامت کے دن) مسلمان کافروں سے ہنستے ہیں ﴿۳۴﴾ تختوں پر بیٹھے (ان کافروں کی ذلت و رسوائی کا عذاب) دیکھ رہے ہیں ﴿۳۵﴾ کیا کچھ کافروں کو بدلہ ملا اس کے موافق جو کچھ وہ (دنیا میں) کرتے تھے ﴿۳۶﴾

جنتی اور دوزخی کی پہچان

لے اوپر جنتیوں اور دوزخیوں کا ذکر تھا اسی ذکر کو پورا کرنے کیلئے اس مدنی سورۃ میں کچھ مکہ کے نافرمان صاحب نخوت مشرک لوگوں کا ذکر فرمایا۔ حاصل اس قصہ کا یہ ہے کہ ابوجہل، ولید بن مغیرہ اور اس قسم کے مالدار لوگ غریب مسلمانوں کو طرح طرح کے مسخراپن کی باتوں میں اڑاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں تو اس قصہ کا یہ فیصلہ کیا کہ یہ مشرک مالدار لوگ ان غریب مسلمانوں کے قول وفعل کی نگرانی ونگہبانی کیلئے نہیں پیدا کیے گئے، جو یہ ہر وقت ان غریب مسلمانوں کے درپے رہتے ہیں۔ ان کو اپنے کام سے کام دوسروں سے ان کو کیا غرض، اور عقبیٰ کا دونوں فریق کا یہ حال سنا دیا کہ وہاں کا معاملہ برعکس ہوگا کہ یہ غریب مسلمان تختوں پر شاہانہ ٹھاٹ سے بیٹھے ہوئے جنت کے باغوں کی سیر کر رہے ہوں گے۔ اس سیر میں جنت کے بلند مکانوں کی سیرگاہوں سے جب ان غریب مسلمانوں کی نظر دوزخ میں ان مشرک لوگوں پر جا پڑے گی، اور دیکھیں گے کہ دنیا میں ان پر ہنسنے والے لوگ آج عجیب ذلت اور خواری میں ہیں۔ تو ان غریب مسلمانوں کو بھی ان مشرکوں پر ہنسی آئے گی، اور آپس میں یہ تذکرہ کریں گے کہ ان مشرکوں نے دنیا میں جیسا کیا ویسا ہی پھل پالیا یا نہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے کیے کا پورا ثمرہ پالیا۔ یہ مشرک مالدار دوزخ میں جانے کے بعد ان غریب مسلمانوں کے حق میں جو کچھ کہیں گے، وہ سورہ ص میں گذر چکا ہے۔ مَالَنَا لَا نَرٰی

رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ حاصل مطلب دونوں آیتوں کا یہ ہوا کہ وہ مشرک مالدار غریب مسلمانوں کو اپنے ساتھ نہ دیکھیں گے، تو ان کو بڑا تعجب ہوگا۔ پھر انکو اپنے اوپر ہنستے ہوئے جنت میں ہر طرح کی راحت میں دیکھ کر جان لیں گے کہ جن کو یہ بہکا ہوا سمجھ کر ان سے مسخرا پن کرتے تھے، وہ بہکے ہوئے نہ تھے بلکہ یہ خود بہکے ہوئے تھے۔ جس کا آج دوزخ میں عذاب کا مزہ چکھ رہے ہیں۔

آیاتہا ۲۵　۸۴ سُوْرَۃُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ ۸۳　رکوعہا ۱

سورۂ انشقاق مکہ میں نازل ہوئی، اس میں پچیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴿۱﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿۲﴾ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ﴿۳﴾ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ﴿۴﴾

جب [۱] آسمان شق ہو ﴿۱﴾ اور اپنے پروردگار کا حکم (اپنے شق ہونے کے متعلق) سنے اور آسمان کو سننا سزاوار (لائق) ہے ﴿۲﴾ [۲] اور جب زمین دراز کی جائے ﴿۳﴾ اور [۳] اپنے اندر کی چیزوں (یعنی خزانے اور مردوں) کو باہر ڈال دے اور خالی ہو جائے ﴿۴﴾

خواص سورہ انشقاق: اس سورت کی چار آیتیں یعنی اِذَا السَّمَآءُ سے وَتَخَلَّتْ تک ان آیتوں کو لکھ کر حاملہ عورت کی بائیں ران پر باندھ دیں ان شاء اللہ تعالیٰ بہت آسانی کے ساتھ ولادت ہوگی بعد ولادت فوراً اس تعویذ کو کھول لینا چاہیے۔ اگر اس سورت کو پڑھ کر کسی نیش زدہ پر دم کر دیا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اسے سکون اور آرام ہو جائے گا۔

حالات قیامت

[۱] یعنی اللہ کی طرف سے جب پھٹنے کا حکم تکوینی ہوگا، آسمان اس کی تعمیل کرے گا، اور وہ مقدور و مقہور ہونے کے لحاظ سے اسی لائق ہے کہ باایں عظمت و رفعت اپنے مالک و خالق کے سامنے گردن ڈال دے، اور اسکی فرمانبرداری میں ذرا چوں چرا نہ کرے۔

[۲] محشر کیلئے یہ زمین ربڑ کی طرح کھینچ کر پھیلا دی جائے گی، اور عمارتیں پہاڑ وغیرہ سب برابر کر دیئے جائیں گے، کہ تاریک سطح مستوی پر سب اوّلین و آخرین بیک وقت کھڑے ہو سکیں، اور کوئی حجاب و حائل باقی نہ رہے۔

[۳] یعنی زمین اس دن اپنے خزانے اور مردوں کے اجزا اُگل ڈالے گی، اور ان تمام چیزوں سے خالی ہو جائے گی، جن کا تعلق اعمال عباد کے حالات سے ہے۔

وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ﴿۶﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ﴿۷﴾ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ﴿۸﴾ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۹﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ﴿۱۰﴾ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ﴿۱۱﴾ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ﴿۱۲﴾

اور لے اپنے پروردگار کا حکم سنے اور زمین کو سننا سزاوار ہے ﴿۵﴾ اے انسان! ۲ بیشک تجھے اپنے رب کی طرف (مرنے کے بعد) ضرور دوڑنا ہے، پھر اس سے ملنا ہے ﴿۶﴾ پس وہ جس کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے ﴿۷﴾ پس اس سے حساب لیا جائے گا ۳ آسان حساب ﴿۸﴾ اور وہ (اس سے فارغ ہوکر) اپنے (جنتی) گھر والوں کی طرف خوش خوش آئے گا ﴿۹﴾ اور جس کا نامہ اعمال (اس کے بائیں ہاتھ میں) اس کے پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا ﴿۱۰﴾ تو وہ (عذاب کے ڈر سے) موت مانگے گا ﴿۱۱﴾ اور دوزخ میں داخل ہوگا ﴿۱۲﴾

۱ زمین وآسمان جس کے حکم تکوینی کے تابع ومنقاد ہوں، آدمی کو کیا حق ہے کہ اسکے حکم تشریعی سے سرتابی کرے۔

۲ قیامت کے ذکر کے بعد انسان کے عمل کا ذکر فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ زندگی بھر دنیا میں نیک وبد جو کچھ ہر شخص کرے گا جس وقت قیامت قائم ہوگی، تو اس کا وہ سب عمل اس کے سامنے آنے کا مطلب یہ ہے، کہ اس دن ہر شخص کو اسکے ہر طرح کے عمل کی جزاوسزا مل جائے گی، ورنہ نیک وبدعمل تو ہر شخص کو قبر میں رکھتے ہی اس کے سامنے آجاتا ہے۔ چنانچہ براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ منکر نکیر کے سوال وجواب کے بعد نیک شخص کے پاس اس کی قبر میں ایک آدمی اچھی صورت کا اچھا لباس پہنے ہوئے آتا ہے، اور مردے سے کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اسی طرح بدآدمی کے مردہ کی قبر میں بدشکل برے لباس کا ایک شخص اس مردے کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تیرا بدعمل ہوں۔ اسکے بعد نیک آدمی قیامت کے جلدی آنے اور اپنے نیک عمل کی جزا پانے کی تمنا کرتا رہتا ہے، اور بدآدمی قیامت کے نہ آنے اور اپنے بدعمل کی سزا سے بچ جانے کی آرزو میں لگا رہتا ہے۔

آسان حساب کیسے ہوگا؟

۳ آسان حساب کی بابت مسند امام احمد، مستدرک حاکم، عبد بن حمید، تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ حضور آسانی سے حساب ہوجانے کی قیامت کے دن کیا صورت ہوگی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "آسانی سے حساب ہوجانے کی صورت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے نامہ اعمال پر فقط نظر ڈالے گا، اور درگذر فرما کر حساب میں

اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ﴿۱۴﴾ بَلٰۤى ۚۛ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا ﴿۱۵﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَ الَّیْلِ وَ مَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾

کیونکہ وہ دنیا میں اپنے گھر والوں میں خوش خوش تھا ﴿۱۳﴾ بیشک اس نے گمان کیا تھا کہ اللہ کی طرف پھر کر جانا ہی نہیں ہے ﴿۱۴﴾ ہاں کیوں ۱؎ نہیں؟ بیشک اس کا پروردگار اسکے احوال کو دیکھ رہا ہے ﴿۱۵﴾ پس ۲؎ مجھے قسم ہے آسمان کے کنارے کی اس سرخی کی۔ جو اول شب میں ہوتی ہے ﴿۱۶﴾ اور ۳؎ قسم رات کی اور اس چیز کی جسکو رات نے جمع کیا ہے ﴿۱۷﴾

زیادہ کرید نہ فرمائے گا، کیونکہ جس شخص کے حساب میں کرید نکالی جائے گی وہ ضرور عذاب کا مستحق ٹھہرے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص میں یہ تین خصلتیں ہوں گی قیامت کے دن اسکا حساب آسانی سے ہوگا: ❶ ایک بدمزاج رشتہ داروں سے سلوک اور صلہ رحمی کا کرنا ❷ دوسرے جو برائی سے اپنے سے پیش آئے اس کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا ❸ تیسرے کوئی ظلم زیادتی کرے تو اس کو معاف کر دینا۔ اب دوسری آیت میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا جن کا اعمال نامہ پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ فرشتے سامنے سے اسکی صورت دیکھنا پسند نہیں کریں گے، گویا غایت کراہت کا اظہار کی جائے گا، اور ممکن ہے پیچھے کو مشکیں بندھی ہوں اس طرح کہ داہنا ہاتھ تو اس کی گردن کے ساتھ ملا کر طوق میں باندھ دیا جائے گا۔ اور بایاں ہاتھ پس پشت کر دیا جائے گا۔ اس میں اس کا نامہ اعمال دیا جائے گا اس حال کو دیکھ کر وہ جان لے گا کہ وہ اہل دوزخ میں سے ہے، تو اس عذاب کے ڈر سے موت مانگیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ دنیا میں آخرت سے بے فکر تھے، اور ان کو کہاں خیال تھا کہ ایک روز خدا کی طرف واپس ہونا اور رتی رتی کا حساب دینا ہے۔ اس لئے گناہوں اور شرارتوں پر خوب دلیر رہا، اس کا بدلہ یہ ہے کہ آج سخت غم میں مبتلا ہونا پڑا، آخر کار انکا انجام دوزخ ہوگا۔ اس کے برعکس جو لوگ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی فکر میں گھلے جاتے تھے، انکو آج بالکل بے فکری اور امن چین ہے۔

۱؎ یعنی پیدائش سے موت تک برابر دیکھتا تھا کہ اس کی روح کہاں سے آئی، بدن کس کس چیز سے بنا، پھر کیا اعتقاد رکھا، کیا عمل کیا۔ دل میں کیا بات تھی، زبان سے کیا نکلا، ہاتھ پاؤں سے کیا کمایا، اور موت کے بعد اس کی روح کہاں گئی، اور بدن کے اجزا بکھر کر کہاں کہاں پہنچے، وغیرہ ذالک۔ جو خدا آدمی کے احوال سے اس قدر واقف ہو، اور ہر جزئی و کلی حالت کو نگاہ میں رکھتا ہو، کیا گمان کر سکتے ہو کہ وہ اس کو یوں ہی مہمل و معطل چھوڑ دے گا۔

۲؎ جو سرخی کے بعد نمودار ہوتا ہے، اور جس کے غائب ہونے پر امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک وقت عشاء شروع ہوتا ہے۔ یہی قول ہے کثیر صحابہ کا، اور بعض علماء شفق سے سرخی مراد لیتے ہیں۔

۳؎ یعنی آدمی اور جانور جو دن میں تلاشِ معاش کے لئے مکانوں سے نکل کر ادھر ادھر منتشر ہوتے ہیں، رات کے وقت سب طرف سے سمٹ کر اپنے اپنے ٹھکانوں پر جمع ہو جاتے ہیں۔

وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۴﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾

اور۱ قسم ہے چاند کی جب وہ پورا ہو ﴿۱۸﴾ کہ ضرور تم منزل منزل چڑھو گے ﴿۱۹﴾ تو ان کافروں کو کیا ہوا؟ کہ ایمان نہیں لاتے (باوجود دلائل ظاہر ہونے کے) ﴿۲۰﴾ اور۲ جب ان کے روبرو قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ (تلاوت) نہیں کرتے ﴿۲۱﴾ بلکہ کافر (قرآن کو اور مرنے کے بعد اٹھنے کو) جھٹلاتے ہیں ﴿۲۲﴾ اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ اپنے دل میں محفوظ رکھتے ہیں ﴿۲۳﴾ پس تم ان کو درد دینے والے عذاب کی بشارت دو ﴿۲۴﴾ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لئے (آخرت میں) بے انتہا اجر ہیں ﴿۲۵﴾

۱ یعنی اس کا نور کامل ہو جائے اور یہ ایامِ بیض یعنی تیرھویں چودھویں پندرھویں تاریخوں میں ہوتا ہے۔

۲ بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس آیت میں آنحضرت ﷺ کا حال بیان فرمایا گیا ہے۔ معنی یہ ہیں کہ آپ کو مشرکین پر فتح وظفر حاصل ہوگی اور انجام بہت بہتر ہوگا۔ آپ کفار کی سرکشی اور ان کی تکذیب سے غمگین نہ ہوں، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ خطاب آنحضرت ﷺ کو ہے کہ آپ شبِ معراج ایک آسمان پر تشریف لے گئے، پھر دوسرے پر، اسی طرح درجہ بدرجہ مرتبہ بمرتبہ منازل قرب میں واصل ہوئے یا یہ خطاب انسان کو ہے۔ اس تقدیر پر معنی یہ ہیں کہ تم ہمیشہ زندہ نہیں رہو گے، بلکہ موت کے بعد کی سختیاں تم کو جھیلنی ہیں۔ مسند امام احمد اور طبرانی میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگرچہ انسان کے لئے موت سخت چیز ہے، لیکن موت کے بعد جو چیزیں اس کو پیش آنے والی ہیں، وہ موت سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ موت کی سختی سے آدمی کی جان نکل جاتی ہے، عذاب قبر کی سختی، حشر وقیامت کی سختی میں یہ بھی نہیں ہے کہ آدمی مرکر اس سختی سے چھوٹ جائے۔ پھر فرمایا کہ ان لوگوں کو موت کے بعد بھی کسی طرف رجوع ہونا ہے، اور ایک بڑا بھاری سفر درپیش ہے جس کے لئے کافی توشہ ساتھ ہونا چاہیے۔ جب یہ سختیاں جھیلنی ہیں، اور یہ توشہ اور سختیاں بغیر اطاعت خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے کسی طرح آسان نہیں ہو سکتیں، تو پھر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو یہ لوگ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت نہیں کرتے، اور جب ان کے روبرو اللہ کا کلام پڑھا جائے تو اس کو دل سے نہیں سنتے، اور کلام الٰہی کی تعظیم میں سر نہیں جھکاتے۔ پھر فرمایا بعضے تو ان میں اللہ کی فرمانبرداری کے

ایسے منکر ہیں کہ اللہ کا کلام ماننے کی بجائے اُلٹا اس کو جھٹلاتے ہیں۔ پھر فرمایا ایسے لوگوں کے دلوں میں جو نافرمانی سمائی ہوئی ہے، اللہ اس سے غافل نہیں ہے۔ اس کو سب معلوم ہے، اس کے خمیازہ میں وقت مقررہ پر ایسے لوگوں کو سخت عذاب بھگتنا پڑے گا، جس طرح کوئی کسی کو بڑی خوشخبری سناتا ہے، بجائے کسی دوسری خوشخبری کے خدا کی طرف سے ان کو اس عذاب کی خوشخبری سنادی جائے۔ ہاں اس فہمائش کے بعد ان میں سے جو لوگ اللہ کی فرمانبرداری قبول کر کے نیک کام کریں گے، ان کے ثواب میں کبھی کسی طرح کی کمی نہ ہوگی۔ ۔ مراد اس سے سجدہ تلاوت ہے۔

سجدۂ تلاوت کا بیان

شان نزول: جب سورۂ اقراء میں وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ نازل ہوا تو آنحضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر سجدہ کیا۔ مومنین نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا، اور کفار قریش نے سجدہ نہ کیا۔ انکے اس فعل کی برائی میں یہ آیت نازل ہوئی کہ کفار پر جب قرآن پڑھا جاتا ہے، تو وہ سجدہ تلاوت نہیں کرتے۔ **مسئلہ**۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ سجدہ تلاوت واجب ہے، اور جمہور علماء کے نزدیک اس آیت کے پڑھنے اور سننے والے دونوں پر سجدہ کرنا چاہئے۔ کس لئے کہ یہاں سجدہ نہ کرنے والوں کی برائی مذکور ہے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہ سجدہ واجب ہے۔ قرآن کریم میں سجدہ کی چودہ آیتیں ہیں جن کو پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے، خواہ سننے والے نے سننے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو **مسئلہ**۔ سجدہ تلاوت کیلئے بھی وہی شرطیں ہیں، جو نماز کیلئے مثل طہارت، اور قبلہ رُو ہونے، اور ستر عورت وغیرہ کے۔ **مسئلہ**۔ سجدہ کے اول و آخر اللہ اکبر کہنا چاہئے۔ **مسئلہ** امام نے آیت سجدہ پڑھی تو اس پر اور مقتدیوں پر، اور جو شخص نماز میں نہ ہو سن لے، اس پر سجدہ واجب ہے۔ **مسئلہ** سجدہ کی جتنی آیتیں پڑھیں تو اس پر، اور مقتدیوں پر اور جو شخص نماز میں نہ ہو سن لے اس پر سجدہ واجب ہے۔ **مسئلہ**۔ سجدہ کی جتنی آیتیں پڑھی جائیں گی، اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے، اگر ایک ہی آیت ایک مجلس میں بار بار پڑھی گئی تو ایک ہی سجدہ واجب ہوا۔ والتفصیل فی کتب الفقہ (تفسیر احمدی)

آیاتہا ۲۲ | ۸۵ سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ ۲۷ | رکوعہا ۱

سورۂ بروج مکہ میں نازل ہوئی، اس میں بائیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ بروج: جس بچے کا دودھ چھڑانا منظور ہو تو اس سورت کو لکھ کر بچے کے بازو پر باندھ دیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ بچہ آسانی سے دودھ چھوڑ دے گا۔ اگر اس سورت کو لکھ کر پانی سے دھو کر بواسیر کے مریض کو پلائیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ مریض کو شفا ہو۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿۱﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿۲﴾ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ﴿۳﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ﴿۶﴾ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ﴿۷﴾

قسم ہے [۱] (بارہ) برجوں والے آسمان کی ﴿۱﴾ اور اس دن کی جس کا وعدہ دیا جاتا ہے (یعنی قیامت کے دن کی) ﴿۲﴾ اور [۲] اس دن کی جو ہر ہفتہ حاضر ہوتا ہے (یعنی روز جمعہ) ﴿۳﴾ اور اس دن کی جس میں حاضر ہوتے ہیں (یعنی عرفہ کی) ﴿۳﴾ کہ خندق والے [۳] یعنی بہت سے ایندھن کی آگ والے ہلاک کیے گئے ﴿۵﴾ جب وہ اس خندق کے کناروں پر (کرسیاں بچھائے) بیٹھے تھے ﴿۶﴾ اور جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے (باوجود اس کے کہ) وہ اس پر حاضر تھے (لیکن رحم نہ آتا تھا) ﴿۷﴾

[۱] ان سات تاروں اور بارہ برجوں کا ذکر سورۃ فرقان میں گذر چکا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ آسمان کے بارہ حصے ہیں۔ ان کے ہر ایک حصہ کو بُرج کہتے ہیں۔ چاند سورج۔ زہرہ۔ مریخ۔ عطارد۔ مشتری۔ زحل۔ تاروں کا دورہ جب ان بُرجوں میں ہوتا ہے، تو اس سے مہینہ سال کی گنتی، تبدیل موسم طرح طرح کی اللہ کی قدرتیں نمودار ہوتی ہیں۔

[۲] وَشَاهِدٍ سے مراد یوم جمعہ ہے کہ ہر شہر میں ہر ہفتہ آتا ہے، اور مَشْهُوْدٍ سے مراد عرفہ کا دن ہے جس میں حج کیلئے دور دور سے ہزارہا آدمی جمع ہوتے ہیں۔

خدا پر ایمان لانے پر ظالم بادشاہ کی سرکشی اور انجام

[۳] اس سورۃ میں ایک بادشاہ کا قصہ لوگوں کو آگ میں جلانے کا بیان فرمایا ہے۔ اس قصہ کی روایت صحیح مسلم، ترمذی، نسائی وغیرہ میں ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں کوئی کافر بادشاہ تھا اس کے ہاں ایک جادوگر رہتا تھا۔ جب جادوگر بوڑھا ہوا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ میرے پاس ایک ہوشیار اور ہونہار لڑکا بھیج جسے میں اپنا جادو سکھا دوں کہ میرے بعد یہ علم مٹ نہ جائے۔ چنانچہ ایک لڑکا تجویز کیا گیا جو روزانہ جادوگر کے پاس جا کر جادو سیکھتا تھا۔ راستہ میں ایک راہب رہتا تھا اس کے پاس بیٹھنے لگا، اور اس کا کلام اسکے دل نشین ہوتا گیا، اور خفیہ طور پر راہب کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ اور اسکے فیض صحبت سے ولایت و کرامت کے درجہ کو پہنچا۔ ایک روز لڑکے نے دیکھا کہ کسی بڑے جانور شیر وغیرہ نے راستہ روک رکھا ہے، جس کی وجہ سے مخلوق پریشان ہے۔ اس نے ایک پتھر لے کر دُعا کی کہ یارب اگر راہب تجھے پیارا ہو تو میرے پتھر سے اس جانور کو ہلاک کر دے"۔ یہ کہہ کر پتھر پھینکا جس سے اس جانور کا کام تمام ہو گیا، اس کے بعد لڑکا مستجاب الدعوۃ ہوا اور اس کی دعا سے کوڑھی

اور اندھے اچھے ہونے لگے۔ بادشاہ کا ایک مصاحب نابینا ہو گیا تھا، وہ آیا لڑکے نے کہا کہ اگر اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لائے تو میں دعاء کروں، امید ہے وہ تجھ کو بینا کر دے گا۔ چنانچہ لڑکے نے دُعا کی وہ اچھا ہو گیا اور اللہ پر ایمان لے آیا۔ اور بادشاہ کے دربار میں پہنچا اس نے کہا "تجھے کس نے اچھا کیا"۔ کہا: "میرے رب نے" بادشاہ نے کہا: "میرے سوا اور بھی کوئی رب ہے"۔ یہ کہہ کر اس نے اس پر سختیاں شروع کیں، بادشاہ نے لڑکے اور راہب کو بھی طلب کر لیا اور ان دونوں پر سختیاں کیں، اور راہب سے کہا: "اپنا دین ترک کر"، اس نے انکار کیا تو اس کے سر پر آرا رکھ کر چروا دیا۔ پھر مصاحب کو بھی جو بینا ہوا تھا چروا دیا، پھر لڑکے کو حکم دیا کہ پہاڑ کی چوٹی سے گرا دیا جائے۔ سپاہی اس کو پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے اس نے دعا کی، پہاڑ میں زلزلہ آیا سب گر کر ہلاک ہو گئے لڑکا صحیح وسلامت چلا آیا۔ پھر بادشاہ نے لڑکے کو سمندر میں غرق کرنے کیلئے بھیجا، لڑکے نے دعا کی کشتی ڈوب گئی، تمام شاہی آدمی ڈوب گئے لڑکا صحیح وسلامت بادشاہ کے پاس آگیا، بادشاہ نے کہا: "وہ آدمی کیا ہوئے" کہا: "سب کو اللہ نے ہلاک کر دیا، اور تُو مجھے قتل کر ہی نہیں سکتا، جب تک وہ کام نہ کرے جو میں بتاؤں"، کہا: "وہ کیا"۔ لڑکے نے کہا: "ایک میدان میں سب لوگوں کو جمع کر، اور مجھے کھجور کے ڈھنڈ پر سولی دے، پھر میرے ترکش سے ایک تیر نکال کر بسم اللہ رب الغلام کہہ کر مار، ایسا کرے گا تو مجھے قتل کر سکے گا"۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا تیر لڑکے کی کنپٹی پر لگا اس نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور اپنے رب کے نام پر قربان ہو گیا۔ یہ عجیب واقعہ دیکھ کر یک لخت لوگوں کی زبان سے ایک نعرہ بلند ہوا کہ آمنا برب الغلام (ہم سب لڑکے کے ربّ پر ایمان لائے) لوگوں نے بادشاہ سے کہا کہ لیجئے جس چیز کی روک تھام کر رہے تھے، وہ ہی پیش آئی پہلے تو کوئی اِکا دُکا مسلمان ہوتا تھا، اب خلق کثیر نے اسلام قبول کر لیا۔ بادشاہ نے غصہ میں آکر بڑی بڑی خندقیں کھدوائیں، اور ان کو خُوب آگ سے بھروا کر اعلان کیا کہ جو شخص اسلام سے نہ پھرے گا، اس کو ان خندقوں میں جھونک دیا جائے گا، آخر لوگ آگ میں ڈالے جا رہے تھے لیکن اسلام سے نہیں ہٹتے تھے۔ ایک مسلمان عورت لائی گئی جس کے پاس دودھ پیتا بچہ تھا، شاید بچے کی وجہ سے آگ میں گرنے سے گھبرائی مگر بچہ نے خدا کے حکم سے آواز دی: اماہ اصبری فانك علی الحق (اماں جان صبر کر کہ تُو حق پر ہے) وہ بچہ اور ماں آگ میں ڈال دیئے گئے۔ آگے فرمایا کہ بادشاہ اور اس کے وزیر و مشیر خندقوں کے آس پاس کرسیاں بچھائے بیٹھے ہوئے نہایت سنگ دلی سے مسلمانوں کے جلنے کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ بدبختوں کو ذرا رحم نہ آتا تھا۔ مروی ہے جو مومن آگ میں ڈالے گئے اللہ تعالیٰ نے ان کے آگ میں پڑنے سے قبل ان کی روحیں قبض فرما کر انہیں نجات دی۔ ان مسلمانوں کا قصور اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کفر کی ظلمت سے نکل کر ایک زبردست اور ہر طرح کی تعریف کے لائق خدا پر ایمان لائے، جس کی بادشاہت سے زمین وآسمان کا کوئی گوشہ باہر نہیں، اور جو ہر چیز کے ذرہ ذرہ کے احوال سے باخبر ہے، جب ایسے خدا کے پرستاروں کو محض اس جُرم پر کہ وہ کیوں اُسی اکیلے کو پوجتے ہیں آگ میں جلایا جائے، تو کیا یہ گمان ہو سکتا ہے کہ ایسا ظلم وستم یوں ہی خالی چلا جائے گا، اور وہ خداوند قہار ظالموں کو سخت ترین سزا نہ دے گا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں جب اللہ کا غضب آیا وہ ہی آگ پھیل پڑی۔ بادشاہ اور امیروں کے گھر سارے پھونک دیئے۔ ابتدائے اسلام میں مشرک لوگ مکہ میں اہلِ اسلام کو بڑی بڑی تکلیفیں دیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کا ذکر فرما کر اہلِ اسلام کی یہ تسکین فرمائی کہ دنیا امتحان کی جگہ ہے۔ کچھ تم پر تکلیف نئی نہیں ہے ہر زمانہ کے پابند شریعت

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِۙ ۝۸ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ؕ ۝۹ اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ ؕ ۝۱۰ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ۬ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ ؕ ۝۱۱ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ ؕ ۝۱۲

اور ان کافروں نے مسلمانوں کا کچھ عیب نہ پایا سوائے اس کے کہ وہ ایمان لائے خدا غالب تعریف کیے گئے پر ۝۸ کہ اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے، اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے ۝۹ بیشک جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو (آگ میں جلا کر) ایذا دی پھر توبہ نہ کی تو ان کے لئے (آخرت میں) دوزخ کا عذاب ہے اور ان کے لئے (دنیا میں بھی) آگ کا عذاب ہے ۝۱۰ بے شک [1] جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لئے (بہشت کے) باغ ہیں۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں یہی بڑی کامیابی ہے ۝۱۱ بیشک تمہارے پروردگار کی گرفت (کافروں پر) سخت ہے ۝۱۲

لوگوں کو مخالف لوگوں کے ہاتھ سے تکلیف پہنچ چکی ہے، لیکن آخر کو اہل حق کا بول بالا ہوا ہے۔ زمانہ امتحان تک ذرا صبر درکار ہے، پھر آخر کو ہمیشہ کی عادت الٰہی کے موافق اہل حق کا غلبہ ہوگا، اللہ سچا ہے، اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ آخر کو مکہ میں جو کچھ اسلام پھیلا اس کا اثر آج تک موجود ہے۔ آگے فرمایا کہ جو لوگ ایمانداروں کو دینِ حق سے برگشتہ کرنے کی کوشش کریں گے، پھر اپنی ان نالائق حرکات سے توبہ نہ کریں گے، تو ان سب کیلئے دوزخ کا عذاب تیار ہے۔ جس میں بے شمار قسم کی تکلیفیں آگ کی ہوں گی، جس میں دوزخی کا تن من سب گرفتار ہوگا۔

[1] اوپر ان اہلِ ایمان کا ذکر تھا جو دنیا میں ایک ظالم بادشاہ کے ظلم سے آگ میں ڈال کر جلائے گئے تھے، ان آیتوں میں اہل جنت کا ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ نیک لوگوں کو اگر دنیا میں کچھ تکلیف ہوتی ہے تو وہ چند روزہ ہے، پھر اس تکلیف پر صبر کے اجر میں عقبیٰ ان کیلئے راحت کی جگہ ہے۔ مشرک لوگ اہلِ ایمان کو ہجرت سے پہلے ستاتے تھے، اس واسطے ان اہلِ ایمان

اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَ يُعِيْدُ ۝۱۳ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝۱۴ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۝۱۵ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝۱۶ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝۱۷ فِرْعَوْنَ وَ ثَمُوْدَ ۝۱۸ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۝۱۹ وَّ اللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ۝۲۰ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝۲۱ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝۲۲

بیشک وہی اول بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ (قیامت میں) پیدا کرے گا ۝۱۳ اور وہی بڑا بخشنے والا اپنے نیک بندوں کا پیارا ۝۱۴ عرش کا مالک بڑی شان والا ۝۱۵ ہمیشہ جو چاہے کر لینے والا ہے ۝۱۶ کیا تمہارے پاس لشکروں کی خبر ۝۱۷ وہ لشکر فرعون اور ثمود کے ہیں (جو کفر کے سبب ہلاک کئے گئے) ۝۱۸ بلکہ کافر (آپ کے اور قرآن کے جھٹلانے میں ہیں ۝۱۹ اور اللہ ان کے گرداگرد احاطہ کئے ہوئے ہے (کہ اس سے انہیں کوئی بچانے والا نہیں) ۝۲۰ بلکہ یہ قرآن بڑی عظمت والا ہے ۝۲۱ جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے ۝۲۲

کو تسکین کے لئے فرمایا کہ اللہ کی گرفت بہت سخت ہے۔ وقت مقررہ کی دیر ہے، پھر اگر یہ سرکش مشرک لوگ باز نہ آئے تو ان میں سے وقت مقررہ تک جو زندہ رہے گا، وہ دُنیا میں بھی اپنے کرتوت کا خمیازہ بھگت لے گا، اور جو لوگ وقت مقررہ سے پہلے دُنیا سے اُٹھ گئے تو جس اللہ نے ان سب کو پہلی دفعہ پیدا کیا ہے، وہ وقت مقررہ پر دوبارہ اُن سب کو پیدا کر کے ان کو انکے کرتوت کا پورا مزہ چکھا دے گا۔ کیونکہ وہ جو چاہے سو کر سکتا ہے، اس کے ارادہ کو کوئی روک نہیں سکتا۔ یہ جو فرمایا تھا کہ اللہ کی گرفت سخت ہے، اس کے دل میں جم جانے کے لئے ثمود اور فرعون کے دو قصے یاد دلائے تا کہ ان دو قصوں سے وہ عبرت پکڑیں اور فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کے رسول ﷺ اور اللہ کے کلام کو جو جھٹلاتے ہیں، تو یہ یاد رکھیں کہ اللہ کی قدرت ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ وہ جب چاہے ان کو پکڑ سکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ان کا کلامِ الٰہی کو جھٹلانا اگر اس خیال سے ہے کہ وہ کلامِ الٰہی نہیں، پر تو یہ خیال ان کا غلط ہے۔ بلا شک یہ اللہ کا کلام ہے جس کو اس نے لوح محفوظ سے اپنے رسول ﷺ پر اُتارا ہے۔ اور اس کی دلیل ان لوگوں کو پہلے ہی سمجھا دی گئی ہے کہ اگر تم لوگ اس کے کلام اللہ ہونے میں کچھ شبہ رکھتے ہو، تو تم بھی کوئی ٹکڑا اس جیسا بنا لو۔ جب یہ بات ان لوگوں سے نہیں ہو سکتی، تو پھر اس کے کلامِ الٰہی ہونے میں شک و شبہ کا کوئی موقعہ باقی نہیں رہا۔

اٰیاتھا ۱۷ ۔ ۸۶ سُوْرَۃُ الطَّارِقِ مَکِّیَّۃٌ ۳۶ ۔ رکوعھا ۱

سورۂ طارق مکہ میں نازل ہوئی، اس میں سترہ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَ السَّمَآءِ وَ الطَّارِقِ ﴿۱﴾ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ﴿۲﴾ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ﴿۳﴾ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿۴﴾

قسم [۱] ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کے وقت ظاہر ہوتی ہے ﴿۱﴾ اور کچھ تم نے جانا کہ وہ رات کو ظاہر ہونے والی چیز کیا ہے ﴿۲﴾ خوب چمکتا ستارا ہے ﴿۳﴾ کوئی شخص نہیں کہ جس پر (اعمال کا لکھنے والا) فرشتہ نگہبان نہ ہو ﴿۴﴾

خواص سورہ طارق: اگر اس سورت کو پڑھ کر کسی دوا پر دم کر دیں تو وہ دوا کچھ نقصان نہ دے گی اگر اس سورت کا ورد کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ شیطان سے دور رہے گا۔ سورہ طارق کی پہلی دس آیتیں سوتے وقت پڑھ لینے سے احتلام سے حفاظت رہتی ہے، جس مکان میں جن ہوں یا پتھر آتے ہوں تو سورہ طارق چار کیلوں پر پچیس پچیس بار پڑھ کر کیلوں پر دم کر کے ان کیلوں کو مکان کے چاروں کونوں میں گاڑ دیں۔ ان شاء اللہ جن دفع ہو جائے گا۔ جس کو باؤلا کتا کاٹ لے تو سورہ طارق کی آیت ۱۵ تا ۱۷ (اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ...... رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾) روٹی کے چالیس ٹکڑوں پر لکھ کر ہر روز اس کو ایک ٹکڑا کھلا دیں (یعنی چالیس دن تک روزانہ ایک ٹکڑا اے پر پڑھ کر) تو ان شاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔ (شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ)

[۱] **شان نزول:** ایک شب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ابو طالب کچھ ہدیہ لائے۔ حضور ﷺ اس کو تناول فرما رہے تھے، اس درمیان میں ایک تارا ٹوٹا، اور تمام فضا آگ سے بھر گئی۔ ابو طالب گھبرا کر کہنے لگے: "یہ کیا ہے"۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "یہ ستارہ ہے جس سے شیاطین مارے جاتے ہیں، اور یہ قدرت الٰہی کی نشانیوں میں سے ہے"۔ ابو طالب کو اس سے تعجب ہوا اور یہ سورت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اے انسان! تو کیا جانے کہ اس تارے کی کیا کیفیت ہے۔ وہ ایسا تارا ہے کہ شیطان کی آنکھوں میں اس تارے سے چکا چوندی ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات اس تارے میں سے ایک شعلہ پیدا ہوتا ہے، اور وہ شیاطین کو جلا دیتا ہے۔ اس قسم کے بعد یہ بات فرمائی کہ ہر شخص کے لئے اللہ کی طرف سے محافظ اور نگہبان مقرر ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ کی یہ حدیث ہے کہ حفاظت اور نیکی بدی لکھنے کے رات اور دن کے الگ الگ فرشتے، ہر انسان پر خدا کی طرف سے مقرر ہیں۔ صبح کو نماز کے وقت دن کو تعینات رہنے والے فرشتے، اور عصر کے وقت رات کو تعینات رہنے والے فرشتے چوکی (ڈیوٹی) بدلوا دیتے ہیں۔ اور ہر وقت انسان کے تمام جسم کی ہر طرح کی آفت سے اس وقت تک آدمی کی حفاظت کرتے ہیں، جب تک تقدیری کوئی آفت پیش نہ آئے۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝٥ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝٦ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝٧ إِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝٨ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝٩ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝١٠ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝١١ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝١٢

پس ۱؎ چاہئے کہ آدمی غور کرے کہ کس چیز سے پیدا ہوا ہے ۵ پیدا کیا گیا ہے اچھلتے پانی سے ۶ جو مرد کی پشت اور عورت کے سینہ کی ہڈیوں سے نکلتا ہے ۷ بیشک اللہ آدمی کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے ۸ جس ۲؎ دن چھپی باتوں کی جانچ ہوگی ۹ پس (منکر بعث) (قیامت) آدمی کے پاس نہ کچھ زور ہوگا ۳؎ اور نہ کوئی اس کا مددگار ہوگا ۱۰ قسم ۴؎ ہے آسمان کی جس سے مینہ اترتا ہے ۱۱ اور زمین کی کہ جس میں سے بوٹیاں پھوٹ کر نکلتی ہیں ۱۲

انسان کی پیدائش کا ذکر

۱؎ اس آیت میں فرمایا کہ انسان کو چاہئے کہ اپنے آپ کو غور کرے کہ وہ کس شے سے پیدا کیا گیا ہے۔ پھر خود بتلایا کہ وہ پانی یعنی منی سے پیدا کیا گیا ہے، جو مرد کی پشت اور عورت کے سینہ کی ہڈیوں سے نکلتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورت کے سینہ کے اس مقام سے جہاں ہار پہنا جاتا ہے، اور انہیں سے منقول ہے کہ عورت کی دونوں چھاتیوں کے درمیان سے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسان کے تمام اعضاء سے برآمد ہوتی ہے۔ اور اسکا زیادہ حصہ دماغ سے مرد کی پشت پر آتا ہے، اور عورت کے بدن کے اگلے حصہ میں بہت سی رگوں میں جو سینہ کے مقام پر ہیں نازل ہوتا ہے۔ اسی لئے ان دونوں مقاموں کا ذکر خصوصیت سے فرمایا۔ جس اللہ تعالیٰ نے پہلی دفعہ انسان کو پانی جیسی پتلی چیز سے دنیا میں سب کی آنکھوں کے سامنے پیدا کیا ہے، کہ وہ جانے کہ اس کا پیدا کرنے والا اس کو بعد موت، جزا کیلئے حشر کے دن مٹی سے اسی انسان کا پیدا کرنا، بھی اس کی قدرت میں ہے۔ منکرین حشر کی عقل ناقص ہے، ورنہ عقل کا یہ کام نہیں ہے کہ پانی جیسی پتلی چیز سے انسان کے پتلے کے بن جانے کو دیکھ کر مٹی جیسی چیز سے اس پتلے کے بن جانے کا انکار کرے۔

۲؎ چھپی باتوں سے مراد عقائد اور نیتیں اور وہ اعمال ہیں جن کو آدمی چھپاتا ہے، روز قیامت اللہ تعالیٰ ان سب کو ظاہر کردے گا۔

۳؎ یعنی اس وقت مجرم نہ اپنے زور قوت سے مدافعت کر سکے گا، نہ کوئی ایسا مددگار ہوگا جو اسے عذاب سے بچا سکے۔

۴؎ ان سب کی قسم کہ قرآن قول فیصل وحکم الٰہی ہے، یہ قرآن باطل وخرافات نہیں۔ یہ قرآن دنیا میں نیک راستہ بتلانے، اور بدی سے روکنے، اور عقبیٰ میں جزا وسزا کی خبر سنانے کا ایک فیصلہ قطعی ہے۔ اگر یہ لوگ قرآن کو جھٹلائیں تو تھوڑے دنوں تک ان

إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿١٣﴾ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿١٤﴾ إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ﴿١٥﴾ وَأَكِيدُ كَيْدًا ﴿١٦﴾ فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿١٧﴾

بیشک یہ قرآن (حق و باطل میں) ایک فیصلہ کردینے والا کلام ہے ﴿۱۳﴾ اور کوئی ہنسی کی بات نہیں ﴿۱۴﴾ بیشک کافر (حق کے نہ ماننے کے لئے) اپنا سا داؤں (مکروفریب) چلتے ہیں ﴿۱۵﴾ اور میں (ان کی ناکامی کے لئے) اپنی خفیہ تدبیر کرتا ہوں ﴿۱۶﴾ تو تم کافروں کو ڈھیل دو اور انہیں کچھ مہلت دو (عنقریب وہ ہلاک کیے جائیں گے) ﴿۱۷﴾

سے درگذر کی جائے، کوئی مکروفریب توان لوگوں کو قرآن سے روکنے میں اللہ کی تدبیر کے آگے نہیں چل سکتا۔ بلکہ تھوڑے دنوں کے بعد اللہ کی تدبیر کا نتیجہ سب کی آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی حیات میں ہی کچھ قرآن کے مخالف لوگ ذلت اور خواری سے ہلاک ہوگئے، اور اکثر قرآن کے حامی بن گئے۔

آیاتھا ۱۹ | ۸۷ سورۃ الاعلیٰ مکیۃ ۸ | رکوعھا ۱

سورۃ الاعلیٰ مکہ میں نازل ہوئی، اس میں انیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ﴿١﴾ الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ ﴿٢﴾

اپنے [۱] پروردگار کے نام کی پاکی بیان کرو جو سب سے اعلیٰ ہے ﴿۱﴾ جس [۲] نے انسان کو بنا کر ٹھیک کیا ﴿۲﴾

خواص سورۃ الاعلیٰ: اس سورت کو تین بار پڑھ کر سفر کرے تو ان شاء اللہ تعالیٰ کامیاب سفر ہو اور ہر آفت سے محفوظ ہو کر گھر واپس آئے اگر اس سورت کو روزانہ پڑھ لیا کرے تو بڑی بھاری فضیلت ہے ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔

[۱] حدیث شریف میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اسکو اپنے سجدہ میں داخل کرو''، اسی لئے سجدہ کی حالت میں سبحان ربی الاعلیٰ کہا جاتا ہے۔

[۲] یعنی جو چیز بنائی عین حکمت کے موافق بہت ٹھیک بنائی، اور باعتبار خواص صفات، اور ان فائدوں کے جو اس چیز سے مقصود ہیں، اس کی پیدائش کو درجہ کمال تک پہنچایا، اور ایسا معتدل مزاج عطا کیا جس سے وہ منافع وفوائد اس پر مرتب ہوسکیں۔

وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ﴿۳﴾ وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی ﴿۴﴾ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی ﴿۵﴾ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓی ﴿۶﴾ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا یَخْفٰی ﴿۷﴾ وَنُیَسِّرُكَ لِلْیُسْرٰی ﴿۸﴾ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰی ﴿۹﴾ سَیَذَّكَّرُ مَنْ یَّخْشٰی ﴿۱۰﴾ وَیَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَی ﴿۱۱﴾

اور وہ جس ۱؎ نے اندازہ کیا پھر راہ دکھائی ﴿۳﴾ اور جس ۲؎ نے (زمین سے) چارہ نکالا ﴿۴﴾ پھر اسے خشک سیاہ کر دیا ﴿۵﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اب ہم تمہیں ۳؎ قرآن پڑھائیں گے پس تم نہ بھولو گے ﴿۶﴾ مگر جو ۴؎ اللہ چاہے، بیشک اللہ ہر ۵؎ ظاہر اور پوشیدہ کو جانتا ہے ﴿۷﴾ اور ۶؎ ہم تم کو آسان شریعت کی توفیق دیں گے ﴿۸﴾ پس تم (اس قرآن سے) نصیحت فرماؤ، اگر نصیحت کرنا فائدہ دے ﴿۹﴾ جو (خدا سے) ڈرتا ہے عنقریب اس نصیحت کو مانے گا ﴿۱۰﴾ اور اس نصیحت سے وہ بڑا بدبخت دور رہے گا ﴿۱۱﴾

۱؎ یعنی اس نے ہر چیز کو اندازہ سے بنایا۔ مرد عورت کو بنایا اور کفر و ایمان و خیر و شر کی راہ دکھائی۔

۲؎ یعنی اول نہایت سبز و خوشنما گھاس چارا، زمین سے پیدا کیا، پھر آہستہ آہستہ اس کو خشک و سیاہ کر ڈالا، تاکہ خشک ہو کر ایک مدت تک جانوروں کے لئے ذخیرہ کیا جاسکے، اور خشک کھیتی کٹ کر کام میں آئے۔ اس تذکرہ میں یہ اشارہ ہے کہ یہی حال دنیا کی تمام چیزوں کا ہے کہ اس کی ہر ایک چیز کا کمال زوال سے خالی نہیں، اور جب یہ بات ہے تو دنیا فقط اس لئے نہیں پیدا کی گئی ہے کہ اس کا کمال و زوال بغیر کسی نتیجہ کے ایک تماشہ کے طور پر ہو، بلکہ دنیا کے بعد اس کا ایک بہت بڑا نتیجہ یہی ہے کہ جس کا نام قیامت ہے۔

۳؎ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشارت ہے کہ آپ کو حفظ قرآن کی نعمت بے محنت عطا ہوئی، اور یہ آپ کا معجزہ ہے کہ اتنی بڑی کتاب عظیم بغیر محنت و مشقت اور بغیر ورد کے آپ کو حفظ ہو گئی۔ (جمل)

۴؎ مفسرین نے فرمایا کہ یہ استثناء واقع نہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ آپ کچھ بھول لیں (خازن)

۵؎ یعنی وہ تمہاری مخفی استعداد اور ظاہری اعمال و احوال کو جانتا ہے اور وہ جو بالکل پوشیدہ ہے جس کو کسی نے ابھی خیال بھی نہ کیا اس کو بھی جانتا ہے۔

۶؎ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس وحی کو یاد رکھنا آسان ہو جائے گا، اور اللہ کی معرفت و عبادت اور ملک و ملت کی سیاست کے طریقے سب سہل کر دیئے جائیں گے۔ اور کامیابی کے راستہ سے تمام مشکلات ہٹا دی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایسے

الَّذِیۡ یَصۡلَی النَّارَ الۡکُبۡرٰی ﴿۱۲﴾ ثُمَّ لَا یَمُوۡتُ فِیۡهَا وَ لَا یَحۡیٰی ﴿۱۳﴾ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی ﴿۱۴﴾ وَ ذَکَرَ اسۡمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی ﴿۱۵﴾ بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا ﴿۱۶﴾ وَ الۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی ﴿۱۷﴾

جو سب سے بڑی آگ (یعنی دوزخ) میں جائے گا ﴿۱۲﴾ پھر نہ اس میں مرے (کہ مر کر ہی عذاب سے چھوٹ سکے اور نہ جئے (ایسا جینا جس سے کچھ آرام پائے) ﴿۱۳﴾ بیشک ۱؎ فلاح اس نے پائی جو پاک ہوا ﴿۱۴﴾ اور اپنے پروردگار کا نام لے کر (پنجگانہ) نماز ﴿۱۵﴾ بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ تم دنیاوی زندگی کو (آخرت پر) ترجیح دیتے ہو ﴿۱۶﴾ اور ۲؎ آخرت (کی زندگی دنیاوی زندگی سے) بہتر اور باقی رہنے والی ہے ﴿۱۷﴾

انعام فرمائے آپ دوسروں کو فیض پہنچائیں، اور اپنے کمال سے دوسروں کی تکمیل کیجئے۔ ہاں یہ نہ ہوگا کہ سب آدمی نصیحت پالیں اور ایمان لے آئیں، بلکہ سمجھانے سے وہی سمجھتا ہے، اور نصیحت سے وہ ہی فائدہ اٹھاتا ہے، جس کے دل میں تھوڑا بہت خدا کا ڈر اور اپنے انجام کی فکر ہو، اور جس بدقسمت کے نصیب میں دوزخ کی آگ لکھی ہے وہ کہاں سمجھتا ہے۔ اسے خدا کا اور اپنے انجام کا ڈر ہی نہیں، جو نصیحت کی طرف متوجہ ہو اور ٹھیک بات سمجھنے کی کوشش کرے، اور آخر یہ دوزخ میں جائیں گے۔ اور پھر دوزخ میں جانے کے بعد ان پر یہ مصیبت پڑے گی کہ نہ وہ وہاں مریں گے کہ مر کر چھٹکارا ہو جائے، یعنی نہ موت ہی آئے گی کہ تکلیفوں کا خاتمہ کر دے، اور نہ آرام کی زندگی ہی نصیب ہوگی۔ ہاں ایسی زندگی ہوگی جس کے مقابلہ میں موت کی تمنا کرے گا۔

طہارت و پاکیزگی اور اس کی اقسام

۱؎ نجات اسی شخص کو ہے جو پاکیزگی حاصل کرے۔ پاکیزگی کئی قسم کی ہوتی ہے: ① اول تو کفر اور شرک اور عقائد باطلہ اور اخلاق ذمیمہ سے دل کو پاک کرنا ② دوسری قسم یہ ہے کہ بدن اور کپڑوں کو نجاسات حقیقیہ سے پاک رکھے ③ تیسری قسم یہ ہے کہ نجاست حکمی سے پاک رہے ④ چوتھی قسم یہ ہے کہ موئے زیر ناف اور بغل کے بال اور ناخن اور بدن کی میل علیحدہ کرے۔ پس اگر کسی کی داڑھی لمبی ہو، یا سر پر بال رکھتا ہو تو اسکے واسطے ہر جمعہ کے دن بالوں کو دھونا اور کنگھے کا کرنا، اور عطر ملنا سنت موکدہ ہے ⑤ پانچویں پاکی یہ ہے کہ مال کی زکوٰۃ دے اور خیرات کرے اور حرام اور مشتبہ مال سے اپنے مال کو بچائے۔ پس پاکیزگی حاصل کرنے کے بعد اللہ کی یاد اور نماز ضروری ہے۔ تزکیہ کے بعد جو یاد الٰہی ہوگی وہ بھی کچھ اور ہوگی۔ نماز کا بھی کچھ اور ہی مرتبہ ہو جائے گا، دل ذکرِ شوق سے لبریز ہوگا، اور نماز معراج اور مشاہدہ کا ذریعہ بن جائے گی۔

۲؎ فرمایا کہ عقبیٰ کی بھلائی کے کاموں میں اکثر لوگ کوتاہی اس لئے کرتے ہیں کہ دنیا کے مشغلوں کو چھوڑ کر عقبیٰ کے کاموں میں مصروف ہونا ان کو شاق گذرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ دنیا کے مشغلوں کو نہ چھوڑیں تو نہ چھوڑیں، ایک دن وہ دنیا کے مشغلے خود

اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى ﴿۱۹﴾

بیشک ۱؎ یہ بیان اگلے صحیفوں ﴿۱۸﴾ (یعنی ابراہیم اور موسیٰ (علیہما السلام) کے صحیفوں میں ہے ﴿۱۹﴾

ان کو چھوڑ دیں گے۔ کیونکہ دنیا اور اس کے مشغلے ان میں کوئی باقی رہنے والی چیز نہیں، اور عقبیٰ کے کاموں کو یہ چھوڑ بیٹھے ہیں مگر عقبیٰ ان کو نہیں چھوڑے گی کس لئے کہ وہ باقی رہنے والی چیز ہے۔

۱؎ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ سے یہاں تک ایسا مضمون ہے کہ اس کی ترغیب خدا کی طرف سے ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں اور توراۃ میں بھی موجود ہے۔

آیاتہا ۲۶ — ۸۸ سورۃ الغاشیۃ مکیۃ ۶۸ — رکوعہا ۱

سورہ غاشیہ مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چھبیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ﴿۱﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ﴿۲﴾

کیا ۱؎ تمہارے پاس قیامت کی خبر آئی ہے ﴿۱﴾ اس دن کتنے ۲؎ منہ ذلیل ہوں گے ﴿۲﴾

خواص سورہ غاشیہ: اگر کوئی شخص اس سورت کو پڑھ کر کھانے پر دم کر کے کھائے تو وہ کھانا اس کو نفع دے گا اور کوئی برائی وغیرہ نہ ہوگی۔ اگر مریض پر تین دفعہ اس سورۃ کو پڑھ کر دم کرے تو مریض کو شفا حاصل ہوگی۔ اور جو شخص روزانہ اس کو پڑھے گا تو وہ عذاب اور حساب قیامت سے محفوظ رہے گا۔

۱؎ اے محبوب ﷺ! قیامت کے دن نیک و بد پر جو کچھ حالت گذرے گی، اس کا حال تمہاری اُمت کو اکثر آیات قرآنی سے معلوم ہو چکا ہے۔ پھر اس حالت کی تفصیل فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ اہل دوزخ اس دن طرح طرح سے خوار ہوں گے، اور اہل جنت طرح طرح کی عزت اور راحت پائیں گے۔

نیک کام کرنے کی دشواری اور اس کی فضیلت

۲؎ فرمایا کتنے لوگ ہیں جو دنیا میں محنتیں کرتے کرتے تھک جاتے ہیں، مگر انکی سب محنتیں طریق حق پر نہ ہونے کی وجہ سے سب اکارت ہیں۔ یہاں بھی تکلیفیں اٹھائیں اور وہاں بھی مصیبت میں رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۟ۙ﴿۳﴾ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۟ۙ﴿۴﴾ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ؕ﴿۵﴾ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۟ۙ﴿۶﴾ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ؕ﴿۷﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۟ۙ﴿۸﴾ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۟ۙ﴿۹﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۟ۙ﴿۱۰﴾ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ؕ﴿۱۱﴾ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۘ﴿۱۲﴾

کام کرنے والے مشقت جھیلنے والے ﴿۳﴾ دہکتی آگ میں داخل ہوں گے (جو دین اسلام پر نہ تھے) ﴿۴﴾ ایک لے نہایت کھولتے ہوئے چشمے کا پانی پلائے جائیں گے ﴿۵﴾ ان کے لئے (وہاں) کچھ کھانا نہیں مگر آگ کے کانٹے ﴿۶﴾ جو نہ ۲ (تو کھانے والوں) کو فربہ کرے اور نہ (ان کی) بھوک کو دفع کرے ﴿۷﴾ کتنے ہی منہ ۳ اس دن تروتازہ ہوں گے ﴿۸﴾ اپنے نیک کاموں کی بدولت (جو دنیا میں کرتے تھے) ﴿۹﴾ بہشت اعلیٰ میں خوش ہو رہے ہوں گے ﴿۱۰﴾ کہ اس میں کوئی بیہودہ بات نہ سنیں گے ﴿۱۱﴾ اس میں بہتا ہوا چشمہ ہو گا ﴿۱۲﴾

سے مراد وہ لوگ ہیں جو دین اسلام پر نہ تھے، بت پرست تھے، یا کتابی کافر مثل راہبوں اور پجاریوں کے انہوں نے محنتیں بھی اٹھائیں مشقتیں بھی جھیلیں اور نتیجہ یہ ہوا کہ جہنم میں گئے۔

لے جب دوزخ کی گرمی ان کے باطن میں سخت تشنگی پیدا کرے گی بے اختیار پیاس پیاس پکاریں گے، کہ شاید پانی پینے سے یہ تشنگی دور ہو۔ اس وقت ایک گرم کھولتے ہوئے چشمہ کا پانی دیا جائے گا۔ اور جب وہ پانی پلایا جائے گا انتڑیاں کٹ کر گر پڑیں گی، اور وہی پانی ان کے سر پر ڈالا جائے گا، جس سے جسم کے اندر تک حرارت پہنچ کر دل اور جگر سب نکل پڑے گا۔ پھر ہر دوزخی کو اصلی حال پر لایا جائے گا، اور اسی طرح ہمیشہ عذاب میں گرفتار رہیں گے۔ اور جب دوزخی بھوک کے عذاب سے چلائیں گے تو یہ کانٹوں دار گھانس ان کو نگلائی جائے گی، جو تلخی میں ایلوئے سے زیادہ اور بدبو میں مردار سے بدتر، اور گرمی میں آگ سے بڑھ کر ہے۔ جب ان کے حلق میں پھنس جائے گی، اس کو حلق سے اُتارنے کے لئے جب وہ پانی مانگیں گے تو یہی گرم پانی پلایا جائے گا، اور یہ گھاس کچھ پیٹ میں اترے گی تو اس سے پیٹ نہ بھرے گا۔

۲ **شان نزول:** جب اوپر کی آیت نازل ہوئی کہ دوزخیوں کی خوراک ضریع کانٹوں دار گھانس ہوگی تو مشرکین کہنے لگے ضریع تو اچھی چیز ہے، اس سے تو ہمارے اونٹ موٹے ہو جاتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتوں کا ٹکڑا نازل فرمایا کہ اس گھاس سے نہ کسی کا پیٹ بھرے گا، اور نہ کوئی موٹا ہوگا بلکہ وہ شدید عذاب ہے۔

اہل جنت کی نعمتوں کا ذکر

۳ اہل دوزخ کے ذکر کے بعد ان آیتوں میں اہل جنت کا ذکر فرمایا کہ وہ اپنی ایک ایک نیکی کا دس گنا سے سات سو تک، اور

فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ﴿١٣﴾ وَّ اَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ﴿١٤﴾ وَّ نَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ﴿١٥﴾ وَّ زَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ﴿١٦﴾ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾

اس میں اونچے تخت (بچھے) ہوں گے ﴿۱۳﴾ اور چنے ہوئے کوزے ﴿۱۴﴾ اور گاؤ تکیے ایک قطار میں لگے ہوں گے ﴿۱۵﴾ اور عمدہ قالین پھیلے ہوئے ہوں گے ﴿۱۶﴾ پس [1] (جنت کی یہ نعمتیں سن کر کفار نے تعجب کیا اور جھٹلایا تو اللہ ارشاد فرماتا ہے) کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کیسا پیدا کیا گیا ﴿۱۷﴾ اور آسمان کی طرف کہ کیسا بلند کیا گیا ﴿۱۸﴾

بعضے نیکیوں کا اس سے بھی زیادہ اجر پائیں گے۔ تو اپنے نیک عملوں کے نتیجہ سے خوش ہو جائیں گے۔ اوپر گذر چکا ہے کہ جنت کے درجے ہیں، جیسا جس کا عمل ہوگا، ویسا ہی اس کو درجہ ملے گا۔ لیکن دوزخ کے مقابلے میں جنت کا ہر درجہ بلند اور عالی ہے اس لئے فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿۱۰﴾ فرمایا۔ سورۃ بقر میں آیت، اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا گذر چکی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اہلِ دوزخ آپس میں لغو باتیں اور ایک دوسرے کو لعن طعن کریں گے، اس واسطے فرمایا اہلِ جنت نہ کوئی لغو بات کہیں گے، اور نہ کوئی ایسی لغویات کسی دوسرے سے سنیں گے۔ پھر فرمایا وہاں طرح طرح کی نہریں جاری ہوں گی، ان نہروں کے کناروں پر کوزے رکھے ہوں گے، جن کے دیکھنے سے لذت حاصل ہو اور جب پینا چاہیں تو وہ بھرے ملیں گے۔ اور تخت بچھے ہوں گے، ان تختوں پر جا بجا طرح طرح کے بچھونے اور تکیے ہوں گے، جہاں جو کوئی چاہے بیٹھے لیٹے غرض جنت کی نعمتیں وہ ہیں کہ نہ کسی بادشاہ و امیر نے آنکھوں سے دیکھیں، نہ کانوں سے سنیں، نہ کسی کے دل میں ان کا تصور گذر سکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے وہ نعمتیں نصیب کرے گا اس وقت ان نعمتوں کی تفصیل معلوم ہوگی اب دنیا کی کسی زبان یا قلم میں وہ طاقت کہاں کہ ان نعمتوں کی تفصیل بیان کر سکے۔

اونٹ قدرت الٰہی کا نمونہ

[1] **شانِ نزول:** تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن ابی حاتم میں قتادہ سے روایت ہے کہ اوپر کی آیتوں میں جب اللہ تعالیٰ نے جنت کی نعمتوں کا ذکر فرمایا تو مشرکین مکہ کو وہ نعمتیں اور جنت کی چیزیں خلاف عقل معلوم ہوئیں، اور جنت کی چیزوں کا تعجب کے طور پر وہ لوگ آپس میں ذکر کرنے لگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں، اور فرمایا کہ ان کی آنکھوں کے سامنے جس اللہ نے خلاف عقل اور جانوروں کی عادت کے خلاف اونٹ کو اس طرح کی عادت کا جانور پیدا کیا کہ کانٹے کھا کر اپنی گذر کرتا ہے، اور منزلوں بوجھ لے جاتا ہے، اور عرب کا ملک جس طرح کا خشک تھا، اور اس ملک میں پانی کی کمی تھی، اسی عادت کا یہ جانور ہے کہ دس دس دن تک اس کو پانی کی خواہش نہیں ہوتی، غریب ایسا کہ ایک بچہ بھی نکیل پکڑ لیوے تو جہاں چاہے لے جائے، کسی جانور کی یہ عادت نہیں کہ اس کو بٹھلا کر اس کی پیٹھ پر بوجھ لادا جائے، اور پھر بوجھ پیٹھ پر لے کر وہ جانور کھڑا ہو

وَ اِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۟ وَ اِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۟ فَذَكِّرْ ۚ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ؕ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۙ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ ۙ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ؕ اِنَّ اِلَيْنَاۤ اِيَابَهُمْ ۙ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۟

اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے قائم کیے گئے (۱۹) اور زمین کی طرف کہ کیسے بچھائی گئی (۲۰) پس (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تم (انہیں) نصیحت سناؤ تم تو صرف نصیحت سنانے والے ہو (۲۱) تم کچھ ان پر مسلط نہیں (۲۲) لیکن جو کوئی (ایمان لانے سے) منہ پھیرے اور (بعد نصیحت کے) کفر کرے (۲۳) تو اللہ اس کو (آخرت میں) بڑا عذاب دے گا (۲۴) بیشک ہمارے ہی طرف (بعد مرنے کے) ان کا پھرنا ہے (۲۵) پھر بیشک ہماری ہی طرف ان کا حساب ہے (۲۶)

جائے۔ برخلاف اور جانوروں کے یہ اونٹ کی ہی عادت ہے کہ اس کو بٹھلا کر اس کی پیٹھ پر بوجھ لادا جاتا ہے، اور پھر وہ اسی بوجھ کو سر پر لے کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جس طرح اللہ تعالیٰ نے خلافِ عقل آسمان کو بغیر ستون کے اس طرح قائم کر دیا، اور زمین کو پانی پر بچھا دیا، اور زمین میں پہاڑوں کی کیلیں ٹھونک دیں۔ اس طرح کے ہزار ہا کروڑ ہا عجائبات قدرتِ الٰہی کو یہ لوگ نظر غور سے دیکھیں گے، تو انکو ہرگز یہ تعجب باقی نہ رہے گا کہ دوزخ یا جنت میں کسی خلافِ عقل چیز کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہے۔ دنیا میں انسان کی چندروزہ زندگی کیلئے یہ کچھ عجائبات پیدا کیے ہیں، جہاں انسان کا ہمیشہ کا رہنا اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے۔ وہاں جس قدر عجائبات ہوں کچھ عقل سے دور نہیں ہیں۔ غرض جو چیز عقل میں نہ آئے اس کو قدرتِ الٰہی کے باہر جاننا کسی عقلمند کا کام نہیں ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا ہے، پھر عقل میں یہ جرأت کیونکر ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے پیدا کرنیوالے کی قُدرت کا انکار کر سکے۔ غرض اسی عقلی غلطی کے سبب سے یہ کفار لوگ حشر کا انکار کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی یہ غلطی بھی عجائبات قدرت پر غور کرنے سے رفع دفع ہو سکتی ہے۔ آگے فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! جب یہ لوگ باوجود قیام دلائل واضحہ غور نہیں کرتے، تو آپ بھی ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑیئے۔ بلکہ صرف نصیحت کر دیا کیجئے۔ اگر یہ نہیں سمجھتے تو آپ ان پر مسلط نہیں کیے گئے کہ زبردستی منوا کر چھوڑیں، اور ان کے دلوں کو بدل ڈالیں، یہ کام مقلب القلوب ہی کا ہے۔ اور فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی کی، اور ان آیتوں کا انکار کیا، وہ آخرت کے بڑے عذاب اور اللہ کی سخت ترین سزا سے بچ نہیں سکتا۔ یقیناً ان کو ایک روز ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے، اور ہم کو ان سے رتی رتی کا حساب لینا ہے۔ غرض آپ اپنا فرض ادا کر دیجئے اور ان کا مستقبل ہمارے سپرد کیجئے۔

آیاتہا ۳۰ ۸۹ سُوْرَۃُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ ۱۰ رکوعہا ۱

سورہ فجر مکہ میں نازل ہوئی، اس میں تیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝

قسم ۱ صبح کی ۝ اور ۲ دس راتوں کی ۝ اور ۳ جفت و طاق کی ۝ اور ۴ قسم رات کی جب وہ چل دے (یعنی گزرے) ۝ کیا اس بیان ۵ میں عقلمندوں کے لئے معتبر قسم ہے ۝

خواص سورہ فجر: جس شخص کی اولاد نہ ہوتی ہو تو دونوں میاں بیوی ہر روز صبح تین یا سات بار اس سورت کو پڑھا کریں ان شاء اللہ تعالیٰ اولاد نیک ہوگی۔ اگر کوئی مشکل سے مشکل کام آ پڑے تو اس سورت یعنی (والفجر) کو ستر بار پڑھیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ کام میں آسانی ہوگی۔

۱ مراد اس سے یکم محرم کی صبح ہے جس سے سال شروع ہوتا ہے، یا یکم ذی الحجہ کی جس سے دس راتیں ملی ہوئی ہیں، یا عید الاضحیٰ کی صبح۔ اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ مراد اس سے ہر دن کی صبح ہے کیونکہ وہ رات کے گذرنے اور روشنی کے ظاہر ہونے، اور تمام جانداروں کے طلب رزق کے لئے منتشر ہونے کا وقت ہے۔ اور یہ مردوں کے قبروں سے اٹھنے کے وقت کے ساتھ مشابہت و مناسبت رکھتا ہے۔

۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مراد ان سے ذی الحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں، کیونکہ یہ زمانہ اعمال حج میں مشغول ہونے کا زمانہ ہے۔ اور حدیث شریف میں اس عشرہ کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ رمضان کے عشرہ آخیرہ کی راتیں مراد ہیں یا محرم کے پہلے عشرہ کی۔

۳ طاق اور جفت نمازیں ہیں جیسے مغرب اور عشاء۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جفت سے مراد خلق اور طاق سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔

۴ یہ پانچویں قسم ہے عام رات کی اس سے پہلے دس خاص راتوں کی قسم ذکر فرمائی گئی۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے خاص شب مزدلفہ مراد ہے، جس میں بندگان خدا طاعت الٰہی کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے شب قدر مراد ہے جس میں رحمت کا نزول ہوتا ہے، اور جو کثرت ثواب کیلئے مخصوص ہے۔

۵ یعنی البتہ ضرور ارباب عقل کے نزدیک ایسی عظمت رکھتے ہیں کہ خبروں کو ان کے ساتھ موکد کرنا شایاں ہے، کیونکہ یہ ایسے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝٦ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝٧ الَّتِىْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِى الْبِلَادِ ۝٨ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝٩ وَفِرْعَوْنَ ذِى الْاَوْتَادِ ۝١٠ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِى الْبِلَادِ ۝١١ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۝١٢ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝١٣

کیا تم [1] نے نہ دیکھا؟ کہ تمہارے پروردگار نے عاد (۶) (یعنی) ارم ستون (جیسے دراز قد) والوں کے ساتھ کیسا معاملہ کیا (۷) جن کے برابر (زور وقوت میں دنیا بھر کے) شہروں میں کوئی شخص پیدا نہیں کیا گیا (۸) اور ثمود کے ساتھ کیا معاملہ کیا کہ جنہوں نے وادی القریٰ میں (مکانات بنانے کے لئے) پہاڑ تراشے (۹) اور فرعون کے ساتھ کہ چومیخا کرتا (۱۰) جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی تھی (۱۱) پھر ان میں بہت فساد پھیلایا کرتے تھے (۱۲) پس تمہارے پروردگار نے ان (سب) پر عذاب کا کوڑا بقوت مارا (۱۳)

عجائب ودلائل پر مشتمل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید واسکی ربوبیت پر دلالت کرتے ہیں۔ اور جواب قسم یہ ہے کہ کافر ضرور عذاب کیے جائیں گے، اس جواب پر اگلی آیتیں دلالت کرتی ہیں۔

صاحب قوت اقتدار لوگوں کا عذاب الٰہی سے ہلاک ہونا

[1] فرمایا کہ کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے عاد یعنی ارم ستون جیسے دراز قد والوں کے ساتھ کیسا معاملہ کیا۔ زور وقوت اور طول قامت میں عاد کے بیٹوں میں سے شدّاد بھی ہے جس نے دنیا پر بادشاہت کی، اور تمام بادشاہ اس کے مطیع ہو گئے، اور اس نے جنت کا ذکر سن کر براہ سرکشی دنیا میں جنت بنانی چاہی۔ اور اس ارادہ سے ایک شہر عظیم بنایا جس کے محل سونے چاندی کی اینٹوں سے تعمیر کیے گئے، اور زبرجد اور یاقوت کے ستون اسکی عمارتوں میں نصب ہوئے، اور ایسے ہی فرش مکانوں اور رستوں میں بنائے گئے سنگریزوں کی جگہ آبدار موتی بچھائے گئے۔ ہر محل کے گرد جواہرات پر نہریں جاری کی گئیں، قسم قسم کے درخت حسن تزئین کے ساتھ لگائے گئے، جب یہ شہر مکمل ہوا تو شداد بادشاہ اپنے اعیانِ سلطنت کے ساتھ اسکی طرف روانہ ہوا۔ جب ایک منزل فاصلہ باقی رہا تو آسمان سے ایک ہولناک آواز آئی جس سے اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ہلاک کردیا۔ اب آگے ثمود کا قصہ فرمایا۔ ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا نام ہے یہ لوگ سنگ تراشی کے بڑے ماہر تھے پتھروں کو کاٹ کر مکان بناتے تھے، اور وادی القریٰ میں پہاڑوں کو تراش تراش کے انہوں نے بہت سی عمارتیں بنائیں۔ آگے فرمایا کہ فرعون بڑے لاؤ لشکر والا جس کو فوجی ضروریات کیلئے بہت کثیر مقدار میں میخیں رکھنا پڑتی تھیں، اور وہ چومیخوں والا تھا کہ اس نے چار میخیں گاڑی تھیں۔ جس پر غصہ ہوتا ان میخوں میں اس کو ٹانگتا اور ایذا دے کر مار ڈالتا جیسا کہ اپنی بیوی آسیہ بنت

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿١٥﴾ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ﴿١٦﴾ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿١٧﴾

بیشک تمہارے پروردگار کی نظر سے کچھ غائب نہیں ﴿١٤﴾ پس ۱؎ آدمی ایسا ہے کہ جب اس کا پروردگار اس کو آزمائے کہ اس کو عزت اور نعمت دے پس کہتا ہے: ''میرے پروردگار نے مجھے عزت دی'' ﴿١٥﴾ اور اگر اس کو (اس طرح) آزمائے کہ اس کی روزی اس پر تنگ کرے تو کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے ذلیل کیا ﴿١٦﴾ ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم (باوجود دولت مند ہونے کے) یتیم کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے ﴿١٧﴾

مزاحم کے ساتھ کیا۔ وہ فرعون جس نے مصر میں طغیان و کفر پھیلایا، لوگوں کو قتل کیا، بت پوجے۔ فرمایا کہ جب ان قوموں نے عیش و دولت اور زور و قوت کے نشہ میں مست ہو کر ملکوں میں خوب اودھم مچایا، بڑی بڑی شرارتیں کیں، اور ایسا سر اٹھایا گویا انکے سروں پر کوئی حاکم ہی نہیں، ہمیشہ اسی حال میں رہنا ہے۔ کبھی اس ظلم و شرارت کا خمیازہ بھگتنا نہیں پڑے گا۔ آخر جب انکے کفر و تکبر اور جور و ستم کا پیمانہ لبریز ہو گیا، اور مہلت و درگذر کا کوئی موقع باقی نہ رہا، دفعتاً خداوندِ قہار نے سخت آندھی سے عاد، اور سخت آواز سے ثمود کو غارت کیا، اور فرعون مع اپنے لشکر کے ڈوب کر مرا۔ ان پر اپنے عذاب کا کوڑا برسا دیا ان کی سب قوت اور بڑائی خاک میں مل گئی، اور وہ ساز و سامان کچھ کام نہ آیا، ان عذابوں کو کوڑا اس لئے فرمایا کہ گویا بہ نسبتِ عذاب آخرت کے یہ عذاب ایسے ہیں جس طرح کسی کو چند کوڑے مار دیئے، اوپر کی قسموں کے بعد جو کچھ فرمایا اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کا عمل اللہ کی نگاہ میں ہے۔ جس طرح ان پچھلی قوموں کی سرکشی ان کے آگے آئی، جن کی عمریں بہت زیادہ اور قد بہت طویل اور نہایت قوی و توانا تھے، انہیں اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا تو یہ کافر اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں، اور عذاب الٰہی سے کیوں بے خوف ہیں۔ اگر قریش اپنے کرتوتوں سے باز نہ آئے تو ایک دن یہی نتیجہ انکے آگے آنے والا ہے۔

۱؎ فرمایا کہ ان لوگوں کو فقط دنیا کی زندگی پر ان کے سب کاموں کا مدار ہے۔ جس کے سبب سے ان کا یہ خیال ہے کہ دنیا میں جو کوئی آسودہ حال ہے اس پر خدا مہربان ہے، اور اس کی عزت خدا کو منظور ہے، اور جو کوئی دنیا میں تنگ حال ہے اس سے خدا ناخوش ہے، اور اس کی ذلت خدا کو منظور ہے۔ بس دنیا کی موجودہ راحت و تکلیف ہی کو عزت ذلت کا معیار سمجھتے ہیں، نہیں جانتے کہ دونوں حالتوں میں اس کی آزمائش ہے، نعمت دے کر اس کی شکر گزاری اور سختی بھیج کر اسکے صبر و رضا کو جانچا جا رہا ہے۔ نہ یہاں کا عارضی عیش و آرام اللہ کے ہاں مقبول و معزز ہونے کی دلیل ہے، نہ محض تنگی اور سختی ذلیل ہونے کی علامت ہے۔ مگر انسان اپنے افعال و اعمال پر نظر نہیں کرتا، اپنی بے عقلی یا بے حیائی سے رب پر الزام رکھتا ہے، اور آگے فرمایا کہ یہ

وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾

اور آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کے کھانا کھلانے کی رغبت نہیں دیتے ﴿۱۸﴾ اور میراث کا مال سب سمیٹ کر کھا جاتے ہو (یعنی دوسروں کا حق بھی کھا جاتے ہو) ﴿۱۹﴾ اور مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو (اس کو خرچ کرنا ہی نہیں چاہتے) ﴿۲۰﴾

بات نہیں ہے کہ تم بلا وجہ ذِلت دیئے جاتے ہو۔ بلکہ تمہارا قصور یہ بھی ہے کہ تم یتیم کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے، اور عزت نہیں کرتے، ایک دوسرے کو اس بات کی ترغیب نہیں دیا کرتے، اور تقید نہیں کرتے کہ غریبوں کو کھانا کھلایا جائے۔

ایصال ثواب کی ترغیب اور حکمت

اس آیتِ قرآنی کے مطابق ایصال ثواب کی ترغیب دلائی جاتی ہے۔ اور عوام الناس کو ایصالِ ثواب کا مقید بنانے کیلئے تیجے اور دسویں اور بیسویں چالیسویں، سہ ماہی چھ ماہی اور برسی کے قاعدے مقرر کئے گئے ہیں۔ کیونکہ بلا تعین اور تقید کے عوام الناس اس فعل سے محروم رہتے ہیں۔ چنانچہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ ان باتوں کے معتقد نہیں ان کو ایصالِ ثواب بہت کم نصیب ہوتا ہے۔ اور جو لوگ اس کے قائل ہیں ان کے یہاں سے غریبوں کو بہت کچھ مل جاتا ہے، جمعرات کو بھی روٹی جاتی ہے، اور موقعوں پر بھی غریب کا پیٹ بھرا جاتا ہے۔ ہمیشہ اس بات کا تجربہ سب کو ہوتا ہے کہ جس کام کا کوئی وقت مقرر نہیں کیا جاتا، اسکی پابندی نہیں ہوسکتی۔ ہاں یہ بات ضرور قابلِ لحاظ ہے کہ عمل خیر کو نام و نمود کی نیت سے نہ کیا جائے، ورنہ کوئی فائدہ نہیں بلکہ اُلٹا گناہ ہے۔ اگر نماز جیسی عمدہ عبادت میں بھی ریا کو داخل کیا جائے تو بیکار بلکہ وبال جان ہو جائے۔ الغرض ہر کام اللہ کی رضامندی کی طلب سے کیا جائے، اور عبادت کو رسم نہ بنا دیا جائے، اگر حلال پیسہ میسر ہو تو ایصال ثواب کیا جائے، ورنہ قرض کرنا اور رسم سمجھنا کیا ضرور ہے۔ عبادت کو عبادت ہی کے طریقہ سے ادا کرنا چاہئے، اور کسی مصلحت سے وقت مقرر کرنے میں کوئی شرعی ممانعت نہیں۔ دیکھو ملاقات کا وقت۔ نکاح کا وقت دنیوی کاموں کیلئے علیحدہ علیحدہ وقت ہر کوئی مقرر کرتا ہے۔ اسی طرح آج کل مصلحت سے نمازوں کے وقت بھی مقرر ہیں، کہیں ظہر کی نماز دو بجے ہوتی ہے، کہیں ڈیڑھ بجے علیٰ ہذا القیاس۔ اور امور میں بھی وقت معین کئے جاتے ہیں، اور کوئی ان کو ناجائز نہیں سمجھتا۔ پھر مُردوں نے کیا قصور کیا ہے کہ ان کو ثواب پہنچانے کے لئے دن مقرر کرنا حرام ہو گیا۔ ہاں اگر کوئی یوں سمجھے کہ آج ہی ثواب پہنچائیں گے، تو پہنچے گا، اور دوسرے دن نہیں پہنچ سکتا۔ یہ عقیدہ بیشک برا ہے، دنیا میں کوئی عالم بھی اس کا قائل نہیں، اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ مردوں کی ارواح کو ثواب پہنچانے سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اور ان کو بہت فرحت حاصل ہوتی ہے فاتحہ نہ دینے والے گو زبان قال سے نہیں کہتے، مگر زبان حال سے اپنے مردوں کو کہہ رہے ہیں کہ مر گئے مردود جن کی فاتحہ نہ درود۔ پس اس مقام پر قرآن میں اللہ فرماتا ہے کہ تم لوگ غریبوں کو کھانا کھلانے کی تاکید نہیں کرتے، اور تم میں یہ بھی عیب ہے کہ میراث کو حق تلفی کے ساتھ کھاتے ہو، اور مال کی محبت حد سے زیادہ رکھتے ہو۔ (تفسیر حقانی)

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾ وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ۬ یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ﴿۲۴﴾ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴿۳۰﴾

نہیں نہیں ۱؎، جب زمین ٹکرا کر پاش پاش کر دی جائے گی (اور اس پر پہاڑ اور عمارت کسی چیز کا نام ونشان نہ رہے) ﴿۲۱﴾ اور تمہارے پروردگار (کا حکم آئے) اور فرشتے قطار قطار چلے آئیں ﴿۲۲﴾ اور اس دن دوزخ لائی جائے، اس دن انسان سوچے گا (اور اپنی تقصیر کو سمجھے گا) اور اس وقت اس کو سمجھنا کیا فائدہ دے گا ﴿۲۳﴾ کہے گا: ''اے کاش! کسی طرح میں نے جیتے جی نیکی آگے بھیجی ہوتی'' ﴿۲۴﴾ تو اس دن کا خدا کا سا عذاب کوئی نہیں کرتا ﴿۲۵﴾ اور اس کے جکڑنے کے مانند کوئی نہیں جکڑتا ﴿۲۶﴾ مومن کی روح کو وقت موت کہا جائے گا: ''اے آرام پکڑنے والے نفس! ﴿۲۷﴾ تو اپنے پروردگار کی طرف واپس ہو کہ تو اس سے خوش پھر ﴿۲۸﴾ (ادھر چل کر)۔ تو میرے خاص بندوں میں داخل ہو ﴿۲۹﴾ اور میری جنت میں داخل ہو'' ﴿۳۰﴾

قیامت کا ذکر، نیک اور بد کی جگہ

۱؎ قیامت کے انکار کے سبب سے قریش طرح طرح کی نافرمانی جو کرتے تھے، اس کے انجام سے ڈرانے کیلئے اوپر کی آیتوں میں ان کو عاد۔ ثمود اور فرعون کی ہلاکت اور تباہی کا قصہ سنایا گیا تھا، اس کے بعد ان آیتوں میں قیامت کا ذکر فرمایا کہ نافرمان لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اگر کوئی نافرمان دنیا کے عذاب سے بچ بھی جائے، تو اس کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ بچ گیا۔ کیونکہ اصل سزا و جزا کی جگہ دنیا نہیں ہے، اصل سزا و جزا کے لئے دنیا کے ختم کے بعد قیامت کا دن ہے، جس میں یہ فیصلہ کیا جائے گا جس کا آگے ذکر ہے۔ زمین کا جو حال ان آیتوں میں ہے، وہ دوسرے صور کے وقت کا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس نئی زمین میں کوئی بلندی کی چیز نہ ہوگی۔ بلکہ پہاڑوں ٹیلوں اور عمارات ان سب بلندی کی چیزوں کو کوٹ کر پاش پاش کر دیا جائے گا،

جس سے کل زمین پست ہو جائے گی، اور اس سرے سے اس سرے تک ایک میدان نکل آئے گا۔ محشر کے طرح طرح کے انتظام کیلئے فرشتوں کے زمین پر اترنے کا ذکر اوپر کسی جگہ گذر چکا ہے، جس وقت تمام دنیا کے لوگ میدان محشر کی گرمی اور پسینے سے گھبرائیں گے، اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب انبیاء کے پاس شفاعت بارگاہ الٰہی میں پیش کرنے کی خواہش ان انبیاء کے پاس شفاعت بارگاہ الٰہی میں پیش کرنے کی خواہش ان انبیاء سے کریں گے، اور سب انبیاء اس شفاعت سے انکار کریں گے۔ آخر خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس شفاعت کا اقرار اہل محشر سے کریں گے، اور اپنے اس اقرار کے موافق بارگاہ الٰہی میں شفاعت فرمائیں گے۔ یہ بھی حدیث شریف میں ہے کہ اس روز سب نفسی نفسی کہتے ہوں گے سوائے حضور پرُنور حبیب خدا سید انبیاء ﷺ کے، کہ حضور ﷺ یارب امتی امتی فرماتے ہوں گے۔ جہنم حضور سے عرض کرے گی کہ اے سید عالم محمد مصطفیٰ ﷺ! آپ کا میرا کیا واسطہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجھ پر حرام کیا ہے (جمل) میدان محشر میں دوزخ کے لائے جانے کا ذکر اوپر گذر چکا ہے اور یہ بھی گذر چکا ہے کہ اس وقت انسان اپنے کئے پر پچھتائے گا، لیکن اس وقت کا پچھتانا اس کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اس وقت تو اسی قدر فیصلہ ہو جائے گا کہ جو لوگ عقبیٰ کی باتوں پر یقین اور اطمینان رکھتے تھے، جس یقین اور اطمینان کے سبب سے انہوں نے جہاں تک ہو سکا اپنی عقبیٰ سنواری۔ ان کو جنت، اور جو ان کے خلاف تھے ان کو دوزخ کا حکم ہو جائے گا۔ پس جن کے دلوں کو اللہ کے ذکر اور اس کی اطاعت سے چین اور آرام ملتا ہے، ان سے محشر میں کہا جائے گا کہ اے نفس آرمیدہ بحق جس محبوب حقیقی سے تو لو لگائے ہوئے تھا، اب ہر قسم کے جھگڑوں اور خرخشوں سے یکسو ہو کر راضی وخوشی اسکے مقام قرب کی طرف چل، اور اسکے مخصوص بندوں کے زمرہ میں شامل ہو، اس کی عالیشان جنت میں قیام کر۔ بعض اقدامات سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کو موت کے وقت بھی یہ بشارت سنائی جاتی ہے بلکہ عارفین کا تجربہ بتلاتا ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں بھی ایسے نفوس مطمئنہ اس طرح کی بشارات کافی الجملہ حظ اٹھاتے ہیں: **اللھم انی اسئلک نفساً بل مطمئنة تئومن بلقائک و ترضی بلقائک وتنفع بعطائک**

آیاتھا ۲۰ — ۹۰ سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ ۳۵ — رکوعھا ۱

سورۂ بلد مکہ میں نازل ہوئی، اس میں سینتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ بلد: اس سورت کو ولادت کے وقت لکھ کر باندھ دینے سے وہ بچہ موذی جانور کے کاٹنے سے محفوظ رہے گا۔ اور بچش کے لئے اس سورت کو لکھ کر باندھے تو فائدہ حاصل ہو۔ اگر کسی شہر میں داخل ہوتے وقت اس سورت کو پڑھ لے تو شہر کے لوگ اس کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئیں گے۔ اگر اس سورت کو لکھ کر پانی سے دھو کر مریض کو پلائیں تو اسے صحت ہو۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۱﴾ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۲﴾ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ﴿۴﴾ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ﴿۵﴾ یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ﴿۶﴾

وقف لازم

مجھے ۱؎ اس شہر (مکہ مکرمہ) کی قسم ﴿۱﴾ کہ (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) تم اس شہر میں تشریف فرما ہو ﴿۲﴾ اور ۲؎ قسم ہے جننے والے کی اور جو جنا گیا ہے (یعنی آدم علیہ السلام اور آپ کی اولاد) ﴿۳﴾ بیشک ۳؎ ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا ﴿۴﴾ کیا ۴؎ آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہرگز اس پر کوئی قدرت نہیں پائے گا ﴿۵﴾ وہ کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت میں) فنا کردیا ﴿۶﴾

محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر مکہ کی قسم

۱؎ فرمایا اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ شہر قسم کھانے کے قابل ہوا جب سے آپ اس شہر مکہ مکرمہ میں تشریف فرما ہوئے۔ کیونکہ آپ کی عظمت کی وجہ سے یہ شہر معظم ہوا، شرف المکان بالمکین مشہور فقرہ ہے، یعنی مکان کو شرافت رہنے والے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ چونکہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند جل وعلا احکم الحاکمین کے محبوب خاص ہوئے، اس لئے آپ کا شہر بھی اللہ کو محبوب ہوا، اور اس کے قابل ہوا کہ اسکی قسم کھائی جائے (تفسیر حقانی)

۲؎ اور قسم ہے آدم علیہ السلام اور ان کی ذرّیت کی، چونکہ آپ اولاد آدم علیہ السلام ہوئے، اس لئے اولاد آدم اور خود آدم علیہ السلام کی عظمت ہوئی محبوب کے تمام ہم جنس محبوب ہوتے ہیں (تفسیر حقانی)

۳؎ اب جس بات کو قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ یہ ہے کہ انسان ایک محنت اور مشقت کی حالت میں ہمیشہ ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اگر غور سے دیکھا جائے تو ماں کے پیٹ سے لے کر مرتے دم تک کوئی وقت انسان کا محنت اور سختی سے خالی نہیں ہے۔ بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو ماں کے سونے اور لیٹنے کے وقت ایک فرشتہ اس بچہ کا سر اونچا کردیتا ہے، تاکہ ماں کے لیٹنے کے وقت ماں کے سارے جسم مین خون جو دوڑتا ہے، وہ خود بچہ کی ناک اور منہ میں بھر کر بچہ مر نہ جائے۔ پھر پیدا ہونے کے وقت جو سختی ماں اور بچہ پر گذرتی ہے، وہ سب کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اسی طرح پیدا ہونے کے بعد بچپنے میں جوانی میں بڑھاپے میں دکھ درد طرح طرح کا رنج وغم ہر ایک کے پیچھے لگا ہوا ہے۔

غریبوں کے ساتھ سلوک کرنا

۴؎ شان نزول: تفسیر کلبی میں لکھا ہے کہ مشرکین مکہ میں ایک شخص ابو الاشد بڑا شہ زور تھا، اور اس کی طاقت کا یہ عالم تھا کہ اونٹ کی کھال پاؤں کے نیچے دبا لیتا تھا، دس دس آدمی اس کھال کو کھینچتے تھے، کھال پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے اڑ جاتی تھی مگر جتنا اس کے پاؤں کے نیچے ہوتا ہرگز نہ نکل سکتا تھا۔ یہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑی عداوت رکھتا تھا، اور حضور کی عداوت میں لوگوں

أَيَحْسَبُ أَن لَّمْ يَرَهُ أَحَدٌ ﴿٧﴾ أَلَمْ نَجْعَل لَّهُ عَيْنَيْنِ ﴿٨﴾ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ﴿٩﴾ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ﴿١٠﴾ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿١١﴾

کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اسے (خرچ کرتے) کسی نے نہیں دیکھا ۷ کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں؟ ۸ اور زبان اور دونوں ہونٹ ۹ اور اسے ہم نے دو ابھری چیزوں کی راہ بتائی (یعنی جب وہ پیدا ہوا تو دودھ پینے کے لئے دونوں پستان کا راستہ بتا دیا) ۱۰ پھر بھی وہ ان نعمتوں کے شکر میں) گھاٹی میں نہ کودا ۱۱

کو رشوتیں دے دے کرتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آزار پہنچائیں، اسی شخص کی شان میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ کوئی ہستی ایسی نہیں جو اس پر قابو پاسکے، اور اس سرکشی کی سزا دے سکے، اور حضور کی عداوت میں یوں ہی بے تکے پن سے مال خرچ کرنے کو ہنر سمجھتا ہے، پھر اسے بڑھا چڑھا کر فخر سے کہتا ہے کہ میں اتنا مال خرچ کر چکا ہوں، کیا اس کے بعد بھی کوئی میرے مقابلہ میں کامیاب ہوسکتا ہے فرمایا: ''کیا اس کافر کا یہ گمان ہے کہ اسے اللہ نے نہیں دیکھا، اور اللہ اس سے سوال نہیں کرے گا کہ اس نے یہ مال کہاں سے حاصل کیا، کس کام میں خرچ کیا''۔

جسم انسانی اللہ کریم کی قدرت کا شاہکار اور اس کا تقاضا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کا ذکر فرماتا ہے، تاکہ اس کو عبرت حاصل کرنے کا موقع ملے۔ فرمایا: ''کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دیں۔ کہ ان سے دیکھے، اور زبان نہیں دی کہ اس سے بولتا ہے، اور اپنے دل کی بات بیان میں لاتا ہے۔ اور دو ہونٹ نہیں دیئے جن سے منہ کو بند کرتا ہے، اور جب چاہتا ہے کھولتا ہے اور بات کرنے اور کھانے اور پینے اور پھونکنے میں ان سے کام لیتا ہے۔ اور کیا ہم نے اس کو جب پیدا ہوا تو دودھ پینے کیلئے دونوں پستانوں کا راستہ نہیں بتا دیا، یعنی ہم نے یہ نعمتیں دیں مگر یہ ناشکری کرتا ہے''۔ اب آگے فرمایا کہ یہ کافر جو غرور کرتا ہے، قوت کا گھمنڈ رکھتا ہے تو کیا عقبہ یعنی گھاٹی سے یہ گذر گیا ہے، نہیں ہرگز نہیں گذرا۔ وہ عقبہ صراط ہے، جو دوزخ جنت کے درمیان میں رکھا ہوا ہے، جب اس سے گذارا ہو جائے تو آدمی کو فخر زیبا ہے۔ فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو وہ کیا عقبہ ہے، بڑا عقبہ ہے، دشوار گزار، اسکے پار اترنے کا علاج اور اسباب کار خیر ہیں۔ غلام کا آزاد کرنا، بھوک اور سختی کے دنوں میں قحط کے موسم میں یتیموں کو، بن باپوں کے بچوں کو اور خاص کر وہ یتیم جو قرابت دار ہوں ان کو کھانا کھلانا، اور مسکین جس کے پاس کچھ نہ ہو، اور پریشانی و حیرانی کے سبب خاک میں مل گیا ہو، اور قرض دار کی گردن قرض سے چھڑوانا، یہ موقع ہیں مال خرچ کرنے کے۔ پس جو آدمی ایسا ہوگا، اور پھر بعد اسکے ظاہر ظہور ان لوگوں سے ہوگا، جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے قرآن پاک پر ایمان لائے ہیں، اور آپس میں ایک دوسرے کو صبر کی وصیت، ادائے فرائض و ترک مناہی پر، اور فقیروں مسکینوں پر رحم کرنے کو کرتے ہیں۔ تو اسی صف کے لوگ بروز قیامت سیدھی طرف والے ہوں گے یعنی جنتی' ان کے سیدھے ہاتھوں میں نامہ اعمال دیا جائیگا۔ یہ لوگ بڑے خوش نصیب میمون و مبارک ہیں۔ آگے فرمایا کہ جو لوگ ہماری آیتوں کو نہیں مانتے کافر ہیں، وہ بائیں طرف والے ہیں دوزخی، ان کے الٹے ہاتھوں میں

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿۱۸﴾ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿۱۹﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۲۰﴾

اور تم نے کیا جانا کہ گھاٹی کیا ہے؟ ﴿۱۲﴾ کسی بندے کی گردن کا (غلامی یا قرض کے پھندے سے) چھڑانا ﴿۱۳﴾ یا بھوک کے دن میں ﴿۱۴﴾ کسی رشتہ دار یتیم کو ﴿۱۵﴾ یا خاکسار فقیر کو کھانا کھلانا (یہ سب باتیں کرے) ﴿۱۶﴾ پھر (سب سے بڑھ کر یہ کہ) ان لوگوں میں سے ہو جو ایمان لائے (ورنہ سب عمل بیکار ہیں) اور جو آپس میں صبر کی وصیتیں کرتے ہیں اور آپس میں مہربانی کرنے کی وصیتیں کرتے ہیں ﴿۱۷﴾ یہی لوگ (آخرت میں) داہنی طرف والے ہیں (یعنی خوش نصیب ہیں) ﴿۱۸﴾ اور جنہوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا وہ بائیں طرف (یعنی بدبخت) ہیں ﴿۱۹﴾ ان پر آگ ہے کہ اس میں ڈال کر اوپر سے بند کر دی جاوے گی ﴿۲۰﴾

نامہ اعمال ہوں گے۔ یہ لوگ بڑے بدنصیب منحوس شامت زدہ ہیں۔ ان دوزخیوں کو دوزخ میں ڈال کر سب دروازے بند کر دیئے جائیں گے کہ نکل نہ سکیں۔

آیاتھا ۱۵ — ۹۱ سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ ۲۶ — رکوعھا ۱

سورۂ شمس مکہ میں نازل ہوئی، اس میں پندرہ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ شمس: جس عورت کا بچہ زندہ نہ رہتا ہو تو اجوائن اور کالی مرچ لیکر دونوں پر دوشنبہ کے روز چالیس مرتبہ یہ سورت پڑھے، اور ہر مرتبہ گیارہ بار درود شریف پڑھ کر شروع کرے اور گیارہ بار درود ہی پر ختم کرے۔ حمل کے دن سے دودھ چھڑانے تک ہر روز اس کو عورت کھایا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ بچہ زندہ رہے گا۔ جو شخص کسی کام کو خواب میں دیکھنا چاہے تو

وَ الشَّمْسِ وَ ضُحٰهَا ۝۱ وَ الْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝۲ وَ النَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۝۳ وَ الَّیْلِ اِذَا یَغْشٰىهَا ۝۴ وَ السَّمَآءِ وَ مَا بَنٰىهَا ۝۵ وَ الْاَرْضِ وَ مَا طَحٰىهَا ۝۶ وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا ۝۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝۹ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝۱۰

قسم [۱] ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی اور چاند کی ۝۱ جب سورج (کے غروب) سے پیچھے آئے ۝۲ اور دن کی جب اس (سورج) کو چمکائے ۝۳ اور رات کی جب اس (سورج) کو چھپائے ۝۴ اور آسمان کی اور اس کے بنانے والے کی قسم ۝۵ اور زمین اور اس کے پھیلانے والے کی قسم ۝۶ اور جان کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا ۝۷ پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری (دونوں باتوں) کی دل میں پہچان ڈالی ۝۸ بیشک [۲] مراد کو پہنچا وہ جس نے اپنے نفس کو (گناہوں سے) پاک کیا ۝۹ اور بیشک نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا ۝۱۰

رات کو سوتے وقت وضو کر کے پاک کپڑے پہنے اور داہنی کروٹ پر لیٹ کر روبہ قبلہ سات بار والشمس اور سات بار واللیل اور سات بار والتین اور سات بار قل ھو اللہ پڑھے اور خدا سے التجاء کرے کہ فلاں کام کا انجام مجھے معلوم ہو جائے پھر کسی سے نہ بولے۔ اسی طرح سات روز تک کرے انشاء اللہ تعالیٰ معلوم ہو جائے گا۔ (شاہ ولی اللہ)

[۱] سورۂ والشمس میں چون کلمے اور دو سو سنتالیس حروف ہیں، اس سورت میں حق تعالیٰ نے پہلے اپنی عجائبات مخلوقات کی قسم کھائی ہے، جن میں اولاد آدم کے منافع بے شمار ہیں۔ گویا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہماری ان مخلوقات میں غور کرو کہ تمہاری ان مخلوقات میں غور کرو کہ تمہاری فائدے رسانی کیلئے ہم نے اپنی کتنی عظیم الشان مخلوق کو کام میں لگایا ہے۔ اس کے بعد انسان کی برائی اور بھلائی بتلائی کہ یہ کرے اور یہ نہ کرے۔

طریقہ فلاح ونجات کیا ہے؟

[۲] اس میں کوئی شک نہیں کہ فراغ اور نجات اسی کے واسطے ہے جو نفس کو پاکیزہ بنائے، گناہوں کی نجاست سے پاک کرے، اور توبہ صدق دل سے کر کے نیک کاموں میں مشغول ہو۔ یہ بات جب ہی حاصل ہوتی ہے کہ کسی پیر متبع شریعت کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر مجاہدہ میں مشغول ہوتا ہے، بغیر اسکے نفس کا پاکیزہ رہنا بہت مشکل ہے۔ افسوس کہ اس زمانے میں لوگوں کو علم تصوف کا شوق نہیں رہا بلکہ شوق بالکل جاتا ہی رہا۔ وہابیت اور نیچیریت کے دریا ایسے موج زن ہو گئے کہ لوگوں کے دلوں سے تصوف کا شوق دھو دیا۔ اب اتباع سنت اسی کا نام ہے کہ نفس کو بے قید رکھا جائے، اور اس پر دین داری کا وہ گھمنڈ ہے کہ تمام دنیا کو بے ایمان اور دوزخی سمجھتے ہیں

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ﴿۱۱﴾ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ﴿۱۲﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا سکتة فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿۱۴﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾

ثمود نے اپنی سرکشی سے (اپنے رسول صالح علیہ السلام کو) جھٹلایا ﴿۱۱﴾ جب کہ اس قوم میں کا سب سے زیادہ بدبخت اٹھ کھڑا ہوا ﴿۱۲﴾ تو ان لوگوں سے اللہ کے رسول (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اللہ کی (اس) اونٹنی (کے درپے ہونے سے اور اس کے پانی پینے کی باری سے بچو (تا کہ تم پر عذاب نہ آئے) ﴿۱۳﴾ پس انہوں نے رسول کو جھٹلایا، اس اونٹنی کو مار ڈالا، پس ان کے پروردگار نے ان کے گناہ کے سبب ان پر عذاب نازل فرما کر وہ بستی برابر (یعنی ہلاک) کردی ﴿۱۴﴾ اور ان کے پیچھا کرنے کا اسے خوف نہیں ﴿۱۵﴾

اس لئے ارشاد ہے کہ وہ شخص بڑے نقصان میں ہے جس نے اپنے نفس کو گمنام کیا، اور خاک آلودہ یعنی غبارِ خواہش اور حرص وہوا کی نجاست سے نفس کو نہ دھویا، اور محبت الٰہی کے نُور سے منور نہ کیا، ایسے لوگوں کا انجام ہلاکت ہے۔ (تفسیر حقانی)

خواہشات نفسانی کی پیروی اور انبیاء کرام علیہم السلام کی نافرمانی سے ہلاکت و بربادی

لہ دیکھو نفس کو سرکش بنانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوم ثمود نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی، اس قوم میں جو سب سے زیادہ بدبخت مخالفت پیغمبر پر آمادہ ہوا، حقیقت میں خواہش نفسانی کا اتباع کرتے کرتے مباحات سے تجاوز کر کے فسق پہ نوبت پہنچتی ہے، جب فسق حد سے زیادہ گذر جاتا ہے تو اس کی شامت سے طبیعت کفر کی طرف مائل ہو جاتی ہے، اور جس وقت نفس غالب ہو جاتا ہے تو کسی عمدہ سے عمدہ نصیحت کرنے والے کی نصیحت مفید نہیں ہوتی۔ دیکھو جب قوم ثمود نے سرکشی کی تو اللہ کے رسول نے ان کو سمجھایا، اور کہا یہ اللہ کی اونٹنی ہے اس سے تعرض نہ کرو، اس کے پانی کے حصے کو چھوڑ دو۔ پس اس قوم نے اللہ کے رسول کی تکذیب کی، اور ان کی ہدایت سے کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکے، اور اللہ کی اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا۔ آخر پیغمبر کی سرکشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ انکے گناہوں کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان پر قہر نازل کیا، اور خاک میں ملیامیٹ کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کو اس قوم کے ہلاکت کے انجام کا کچھ خوف نہیں ہوا، کہ کیونکہ انجام کار سے وہ ڈرتا ہے جس کو یہ خوف ہو کہ مجھ پر کوئی حاکم ہے۔ اسکے سامنے مجھ کو جواب دہی کرنی پڑے گی، اللہ تعالیٰ پر کون حکومت کر سکتا ہے وہ خود احکم الحاکمین ہے۔

ایاتہا ۲۱ ۹۲ سورۃ اللیل مکیۃ ۹ رکوعہا ۱

سورۂ لیل مکہ میں نازل ہوئی، اس میں اکیس آیتیں ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَ الَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی ۙ﴿۱﴾ وَ النَّہَارِ اِذَا تَجَلّٰی ۙ﴿۲﴾ وَ مَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَ الۡاُنۡثٰۤی ۙ﴿۳﴾ اِنَّ سَعۡیَکُمۡ لَشَتّٰی ؕ﴿۴﴾ فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی وَ اتَّقٰی ۙ﴿۵﴾ وَ صَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰی ۙ﴿۶﴾ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلۡیُسۡرٰی ؕ﴿۷﴾

قسم ہے لے رات کی جب چھائے ① اور دن کی جب روشن ہو جائے ② اور اس (خدا) کی جس نے نر و مادہ (ایک ہی پانی سے) بنائے ③ بیشک تمہاری کوشش (یعنی اعمال) مختلف ہیں ④ پس وہ جس نے (اللہ کی راہ میں اپنا مال) دیا اور پرہیزگاری کی ⑤ اور اچھی بات (یعنی ملت اسلام) کو سچا سمجھا ⑥ تو بہت ہی جلد ہم اسے جنت کے لئے آسانی مہیا کر دیں گے ⑦

خواص سورہ لیل: اگر مشکل کے وقت کوئی شخص اس سورت کو ایک سو اکیس بار پڑھے گا تو اس کی مشکلیں آسان ہو جائیں گی، اور اللہ کا فضل اس کے ساتھ رہے گا۔ اگر اس سورت کو لکھ کر مال و اسباب میں رکھیں تو مال چوری وغیرہ سے محفوظ رہے گا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایمان

لے **شان نزول:** روساء مکہ میں سے دو شخص بڑے مالدار تھے: ایک تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک امیہ بن خلف لیکن دونوں کی حالت مختلف تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق مسلمان اور انبیاء کے بعد سب سے افضل، اور اپنا جان و مال راہ خدا میں لٹانے والے تھے۔ اور یہ کم بخت کافر انتہا درجہ کا بخیل اور گستاخ تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کے غلام تھے، اور خفیہ ایمان لا چکے تھے۔ امیہ بن خلف کو جب اس امر کی اطلاع ہوئی تو غلاموں کو حکم دیا کہ دن چڑھے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام جسم پر ببول کے کانٹے چبھو دیا کرو، اور جب دھوپ تیز ہو جائے تو اس کو دھوپ میں چت لٹا کر سر سے پیر تک گرم پتھر پاٹ دیا کرو کہ ہل نہ سکے۔ اور گردا گرد آگ سلگا دیا کرو، اور رات کو ایک تنگ تاریک کوٹھڑی میں بند کر کے باری باری تمام رات کوڑے مارا کرو۔ کئی دن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مصیبت میں گرفتار رہے، لیکن اس حال میں کلمہ ایمان

وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰى ۙ﴿۸﴾ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿۹﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ؕ﴿۱۰﴾ وَ مَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ؕ﴿۱۱﴾ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۖ﴿۱۲﴾ وَ اِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَ الْاُوْلٰى ﴿۱۳﴾ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۚ﴿۱۴﴾ لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ۙ﴿۱۵﴾ الَّذِيْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ؕ﴿۱۶﴾ وَ سَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۙ﴿۱۷﴾ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۚ﴿۱۸﴾

اور جس نے (اللہ کا حق ادا کرنے میں) بخل کیا اور (ثواب اور نعمت آخرت سے) بے پروا بنا﴿۸﴾ اور اچھی بات (یعنی ملت اسلام) کو جھٹلایا﴿۹﴾ تو بہت جلد ہم اسے دشواری (یعنی جہنم) مہیا کردیں گے﴿۱۰﴾ اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا جب وہ ہلاکت میں پڑے گا﴿۱۱﴾ بیشک لے ہدایت (کا راستہ) دکھانا ہمارے ذمہ ہے﴿۱۲﴾ اور بیشک آخرت اور دنیا دونوں کے ہم ہی مالک ہیں﴿۱۳﴾ تو میں تمہیں اس آگ سے ڈراتا ہوں جو بھڑک رہی ہے﴿۱۴﴾ اس آگ میں نہ جائے گا مگر وہ جو بڑا بدبخت ہو﴿۱۵﴾ جس نے (پیغمبر کو) جھٹلایا اور (ایمان سے) منہ پھیرا﴿۱۶﴾ اور اس آگ سے دور رکھا جائے گا وہ نہایت پرہیزگار﴿۱۷﴾ جو اپنا مال پاک نفس ہونے کے لئے (خالصتاً للہ) دیتا ہے﴿۱۸﴾

ان کی زبان پر جاری رہا۔ اتفاق سے ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس طرف گذر ہوا تو آپ یہ حال اور آہ وزاری سن کر بے تاب ہوگئے، آپ نے اُمیہ سے فرمایا: ''اے بدنصیب! ایک خدا پرست پر یہ سختیاں''۔ اس نے کہا: ''آپ کو اس کی تکلیف ناگوار ہو تو خرید لیجئے''۔ آپ نے گراں قیمت پر ان کو خرید کر آزاد کردیا۔ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی اس میں بیان فرمایا گیا کہ تمہاری کوششیں مختلف ہیں، یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوشش اور اُمیہ کی اور، یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رضائے الٰہی کے طالب ہیں، اُمیہ حق کی دشمنی میں اندھا ہے۔

لے اس آیت میں فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں راستہ بتانا ہمارا ہی کام ہے، برائی کا ہو یا بھلائی کا سب دنیا کا انتظام ہماری ہاتھ میں ہے۔ اور آخرت کا اختیار بھی ہے، جب راستہ بتانا ہمارا کام ہے، اس لئے تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈراتے ہیں، اور بتائے دیتے ہیں کہ اس آگ میں وہی شخص جائے گا جو خدا اور خدا کے رسول ﷺ کی تکذیب کرتا ہے، اور تقویٰ اور دینداری سے منہ پھیرتا ہے۔ تقویٰ اہلِ شریعت کی اصطلاح میں یہ ہے کہ کفر سے اور گناہ کبیرہ اور صغیرہ سے بچتا رہے۔ اگر کبھی کوئی گناہ بھی ہو جائے تو سچی توبہ جھٹ پٹ کرلے۔ سچی توبہ کے معنی یہ ہیں کہ اس گناہ سے متنفر ہو جائے، اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے پرہیز

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ⑲ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ⑳ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ㉑

اور[1] کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے ⑲ مگر صرف اپنے پروردگار کی خوشنودی چاہتا ہے جو سب سے بڑا ہے ⑳ اور بیشک وہ عنقریب خوش ہوگا (جس کو اللہ تعالیٰ جنت دے گا) ㉑

رکھے۔ آگے فرمایا کہ جب راستہ بتانا ہمارا ہی کام ہے اس لئے ہم اطلاع کرتے ہیں کہ اس آگ سے وہی بچایا جائے گا جو نہایت پرہیزگاری سے بسر کرے اور اپنا مال اللہ کی راہ میں دیتا رہے۔

[1] **شانِ نزول:** جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال کو بہت گراں قیمت پر خرید کر آزاد کیا تو کفار کو حیرت ہوئی اور انہوں نے کہا کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کیوں کیا۔ شاید بلال کا ان پر کوئی احسان ہوگا، جو انہوں نے اتنی گراں قیمت دے کر خریدا اور آزاد کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ظاہر فرما دیا گیا کہ حضرت صدیق اکبر کا یہ فعل محض اللہ کی رضا کے لئے ہے کسی کے احسان کا بدلہ نہیں۔ اور نہ ان پر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کا کوئی احسان ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سے لوگوں کو ان کے اسلام کے سبب خرید کر آزاد کر دیا۔

آیاتہا ۱۱ — ۹۳ سُوْرَةُ الضُّحٰى مَكِّيَّةٌ ۱۱ — رکوعہا ۱

سورۂ ضحیٰ مکہ میں نازل ہوئی، اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَالضُّحٰى ① وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ②

قسم ہے[1] وقت چاشت (یعنی دن چڑھتے وقت) کی ① اور رات کی جب پردہ ڈالے ②

خواص سورہ ضحیٰ: اگر کوئی شخص اس سورت کو روزانہ پڑھے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی مغفرت ہو اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہو جائے۔ اگر کوئی چیز یا آدمی غائب ہو جائے اور اس کا پتہ نہیں لگتا ہو تو اس سورت کو دو ہزار مرتبہ پڑھے جہاں بھی ہوگا فوراً گھر آ جائے گا یا اپنے ٹھکانے کی اطلاع دے گا۔

[1] **شانِ نزول:** ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ چند روز وحی نہ آئی تو کفار نے بطریق طعن کہا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ سے ان کا رب روٹھ گیا، اس پر والضحیٰ نازل ہوئی۔ سورۂ ضحیٰ میں چالیس کلمے اور ایک سو بہتر حروف ہیں۔

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝۳ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝۴ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝۵ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝۶

(اے محبوب ﷺ) تمہیں تمہارے پروردگار نے جدا کیا اور نہ مکروہ جانا ۝ اور ۱؎ بیشک تمہارے لئے (بعد میں آنے والی ہر حالت) پہلی سے بہتر ہے ۝ اور ۲؎ بیشک عنقریب تمہارا پروردگار تمہیں (دنیا و آخرت میں) اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے ۝ کیا ۳؎ اللہ نے تمہیں یتیم نہ پایا، پھر تم کو (اپنی رحمت میں) جگہ دی ۝

۱؎ جس وقت کہ آفتاب بلند ہو، کیونکہ یہ وقت وہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے کلام سے مشرف کیا، اور اسی وقت جادوگر سجدے میں گرے **مسئلہ**۔ چاشت کی نماز سنت ہے، اس کا وقت آفتاب کے بلند ہونے سے قبل زوال تک ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چاشت کی نماز دو رکعتیں ہیں، یا چار ایک سلام کے ساتھ۔
بعض مفسرین نے فرمایا کہ الضُّحیٰ سے دن مراد ہے۔ بعض نے فرمایا کہ چاشت اشارہ ہے نورِ جمال مصطفیٰ ﷺ کی طرف۔ اور شب کنایہ ہے آپ کے گیسوئے عنبریں سے (روح البیان)۔

شانِ مصطفیٰ ﷺ میں ہر لمحہ اضافہ ہی اضافہ ہوتا رہے گا

۲؎ کیونکہ وہاں آپ کیلئے مقامِ محمود و حوض مورود و خیر موعود، اور تمام انبیاء و رسل پر تقدم اور آپ کی اُمت کا تمام اُمتوں پر گواہ ہونا، اور آپ کی شفاعت سے مومنین کے مرتبے اور درجے بلند ہونا، اور بے انتہا عزتیں اور کرامتیں ہیں جو بیان میں نہیں آتیں۔ اور مفسرین نے اسکے یہ معنی بھی بیان فرمائے ہیں کہ آنے والے احوال آپ کے لئے گذشتہ سے بہتر و برتر ہیں، گویا کہ حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ روز بروز آپ کے درجے بلند کرے گا، اور عزت پر عزت اور منصب پر منصب زیادہ فرمائے گا، اور ساعت بساعت آپ کے مراتب ترقیوں میں رہیں گے۔

شفاعت کا بیان

۳؎ یعنی جدا اور مکروہ جاننا کیسا، ابھی تو آپ کا رب آپ کو دُنیا و آخرت میں اس قدر دولتیں اور نعمتیں عطا فرمائے گا کہ آپ پوری طرح مطمئن اور راضی ہو جائیں گے، اور اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب ﷺ سے یہ وعدہ کریمہ ان نعمتوں کو بھی شامل ہے جو آپ کو دنیا میں عطا فرمائیں۔ کمال نفس اور علوم اولین و آخرین اور ظہور امر اور اعلائے دین اور وہ فتوحات جو عہد مبارک میں ہوئیں، اور عہد صحابہ میں ہوئیں، اور عہد صحابہ میں ہوئی، اور تا قیامت مسلمانوں کو ہوتی رہیں گی، اور دعوت کا عام ہونا، اور اسلام کا مشارق و مغارب میں پھیل جانا، اور آپکی اُمت کا بہترین اُمم ہونا، اور آپ کے وہ کرامات و کمالات جن کا اللہ ہی عالم ہے، اور آخرت کی عزت و تکریم کو بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفاعت عامہ و خاصہ، اور مقام محمود وغیرہ جلیل نعمتیں عطا فرمائیں۔

خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

مسلم شریف کی حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ نے دونوں دست مبارک اٹھا کر اُمت کے حق میں رو کر دعا فرمائی اور عرض

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝۷ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝۸

اور ۱؎ اس نے تمکو اپنی محبت میں خودرفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی ۝ اور اس نے ۲؎ تم کو حاجت مند پایا تو غنی کر دیا ۝

کیا: اللھم اُمتی اُمتی اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جاکر دریافت کرو رونے کا کیا سبب ہے۔ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ دانا ہے جبرئیل علیہ السلام نے حسب حکم حاضر ہو کر دریافت کیا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں تمام حال سنایا، اور غم اُمت کا اظہار فرمایا، جبرئیل امین نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ تیرے حبیب یہ فرماتے ہیں باوجودیکہ وہ خوب جاننے والا ہے، اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ اور میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہو کہ ہم آپ کو آپ کی اُمت کے بارے میں عنقریب راضی کریں گے، اور آپ کو گراں خاطر نہ ہونے دیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک میرا ایک اُمتی بھی دوزخ میں رہے میں راضی نہ ہوں گا۔ آیت کریمہ صاف دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی کرے گا جس میں حضور راضی ہوں، اور احادیثِ شفاعت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا اسی میں ہے کہ سب گنہگاران اُمت بخش دیئے جائیں، تو آیت و احادیث سے قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت مقبول اور حسب مرضی مبارک گنہگاران اُمت بخشے جائیں گے۔ سبحان اللہ! کیا رتبہ عالیہ ہے کہ جس پروردگار کو راضی کرنے کیلئے تمام مقربین تکلیفیں برداشت کرتے اور محنتیں اٹھاتے ہیں، وہ اس حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راضی کرنے کے لئے عطا عام کرتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کا ذکر فرمایا جو آپ کے ابتدائے حال سے آپ پر فرمائیں۔

۱؎ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی والدہ ماجدہ کے بطن میں تھے حمل دو ماہ کا تھا کہ آپ کے والد صاحب نے مدینہ شریف میں وفات پائی، اور نہ کچھ مال چھوڑا نہ کوئی جگہ چھوڑی۔ آپ کی خدمت کے متکفل آپ کے دادا عبدالمطلب ہوئے۔ جب آپ کی عمر چار یا چھ سال کی ہوئی تو والدہ صاحبہ نے بھی وفات پائی۔ جب عمر شریف آٹھ سال کی ہوئی تو آپ کے دادا عبدالمطلب نے بھی وفات پائی۔ انہوں نے اپنی وفات سے پہلے اپنے فرزند ابوطالب کو جو آپ کے حقیقی چچا تھے، آپ کی خدمت و نگرانی کی وصیت کی۔ ابوطالب آپ کی خدمت میں سرگرم رہے، یہاں تک کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے ایک معنی یہ بیان کئے ہیں کہ یتیم بمعنی یکتا و بے نظیر کے ہیں، جیسے کہ کہا جاتا ہے دُرہ یتیمہ۔ اس تقدیر پر آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو عزوشرف میں یکتا و بے نظیر پایا، اور آپ کو مقام قُرب میں جگہ دی، اور اپنی حفاظت میں آپ کے دشمنوں کے اندر آپ کی پرورش فرمائی، اور آپکو نبوت و اصطفاء ورسالت کے ساتھ مشرف کیا۔ (خازن وجمل)

رفعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۲؎ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوان ہوئے قوم کے مُشرکانہ اطوار اور بیہودہ رسوم ورواہ سے سخت بیزار تھے، اور قلب میں خدائے واحد کی عبادت کا جذبہ پورے زور کے ساتھ موجزن تھا، عشق الٰہی کی آگ سینہ مبارک میں بڑی تیزی سے بھڑک رہی تھی، وصول الی اللہ اور ہدایتِ خلق کی اس اکمل ترین استعداد کا چشمہ جو تمام عالم سے بڑھ کر نفسِ قدسی میں ودیعت کیا گیا تھا، اندر ہی اندر جوش مارتا تھا۔ لیکن کوئی صاف کھلا ہوا راستہ اور مفصل راستہ دستور العمل بظاہر دکھائی نہ دیتا تھا، جس سے اس عرش و کرسی سے

فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ؕ﴿۹﴾ وَ اَمَّا السَّآىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْ ؕ﴿۱۰﴾ وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۠﴿۱۱﴾ ع

تو تم (اسکے شکریہ میں ۱) یتیم پر دباؤ نہ ڈالو ﴿۹﴾ اور ۲ سائل کو مت جھڑکو ﴿۱۰﴾ اور ۳ اپنے پروردگار کی نعمت کا چرچا کرو ﴿۱۱﴾

زیادہ وسیع قلب کو تسکین ہوتی۔ اسی جوش طلب اور فرط محبت میں آپ بے قرار غاروں اور پہاڑوں میں جا کر رب کو یاد کرتے، اور محبوب حقیقی کو پکارتے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے غیب کے اسرار آپ پر کھول دیئے، اور علوم ما کان و ما یکون عطا کئے۔ اپنی ذات و صفات کی معرفت میں سب سے بلند مرتبہ عنایت کیا۔ **مسئلہ**۔ انبیاء علیہم السلام سب معصوم ہوتے ہیں، نبوت سے قبل بھی نبوت کے بعد بھی۔ اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے صفات کے ہمیشہ سے عارف ہوتے ہیں۔

۱ اس طرح کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے نکاح کر لیا، اور اپنا تمام مال حاضر کر دیا، یہ تو ظاہری غنا تھی، باقی آپ کے قلبی اور باطنی غنا کا درجہ تو وہ غنی عن العالمین ہی جانتا ہے کوئی بشر اس کا کیا اندازہ کر سکے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ابتداء سے مورد انعامات رہے ہیں، آئندہ بھی رہیں گے۔ جس پروردگار نے اس شان سے آپ کی تربیت فرمائی کیا وہ خفا ہو کر آپ کو یونہی درمیان میں جدا کر دے گا استغفر اللہ! بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ تونگری کثرت مال سے حاصل نہیں ہوتی حقیقی تونگری نفس کا بے نیاز ہونا ہے۔ جیسا کہ اہلِ جاہلیت کا طریقہ تھا کہ یتیموں کو دباتے، اور ان پر زیادتی کرتے تھے۔

سب سے اچھا گھر کون سا؟

حدیث شریف میں ہے سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''مسلمانوں کے گھروں میں وہ بہت اچھا گھر ہے جس میں یتیم کے ساتھ بہتر سلوک کیا جاتا ہو، اور وہ بہت برا گھر ہے جس میں یتیم کے ساتھ برا برتاؤ کیا جاتا ہے''۔

۲ ارشاد ہے کہ سائل سے تنگ دل نہ ہو، اور حاجت مندوں کے سوال سے گھبرا کر جھڑکنے ڈانٹنے کا شیوہ اختیار نہ کرے، بلکہ فراخدلی اور خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ احادیث میں سائلین کے مقابلہ میں آپ کی وسعتِ اخلاق کے جو قصے منقول ہیں، وہ بڑے سے بڑے مخالف کو آپ کے اخلاق کا گرویدہ بنا دیتے ہیں۔ صاحب ''روح المعانی'' لکھتے ہیں کہ سائل کے زجر کی ممانعت اس صورت میں ہے جب وہ نرمی سے مان جائے، ورنہ اگر اڑی لگا کر کھڑے ہو جائے اور کسی طرح نہ مانے، اس وقت زجر جائز ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سائل سے طالب علم مُراد ہے اس کا اِکرام کرنا چاہئے، اور جو اس کی حاجت ہو اس کا پورا کرنا اور اس کے ساتھ بد خلقی نہ کرنا چاہئے۔

میلاد النبی ﷺ

۳ نعمتوں سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمائیں، اور وہ بھی جن کا حضور سے وعدہ فرمایا۔ نعمتوں کے ذکر کا اس لئے حکم فرمایا کہ نعمت کا بیان کرنا شکر گذاری ہے۔ اور تمام مسلمانوں کے حق میں رسول کریم ﷺ کا اس عالم میں تشریف لانا نعمتِ عظمیٰ ہے۔ پس اس آیت کے حکم کے موافق اس نعمت کا بیان مسلمانوں کو ضرور چاہیے۔ اسی لئے علمائے ربانی اور اولیاء اللہ نے مجلس مولود شریف کو مرتب کیا، تاکہ آپ کی تشریف آوری کا حال بیان کیا جائے، کیونکہ آپکی

تشریف آوری ہمارے حق میں نعمت میں ہے، اور نعمت کا ذکر کرنا مامور بہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اُمتِ محمدیہ کے ہر شخص کو اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی پر قائم رہنے کی توفیق دے، تاکہ حضور کی پیروی کے طفیل سے یہ دولت قیامت کے دن حاصل ہو، جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انکی اُمت کے حق میں کیا ہے۔ (تفسیر حقانی)

آیاتہا ۸ | ۹۴ سُوْرَۃُ اَلَمْ نَشْرَحْ مَکِّیَّۃٌ ۱۲ | رکوعہا ۱

سورۂ انشراح مکہ میں نازل ہوئی، اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ ۙ﴿۱﴾ وَ وَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَکَ ۙ﴿۳﴾ وَ رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ؕ﴿۴﴾

(اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱) کیا ہم نے تمہارا سینہ (علم و حکمت کے لئے) کشادہ نہ کیا ﴿۱﴾ اور تم ۲ پر سے (تمہاری امت کے گناہوں کے غم کا) وہ بوجھ اتار لیا ﴿۲﴾ جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی ﴿۳﴾ اور ۳ ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا (کہ اپنے نام کے ساتھ تمہارا نام رکھا) ﴿۴﴾

خواص سورہ انشراح: اس سورت کو لکھ کر پانی سے دھو کر پینا پتھری کو ریزہ ریزہ کر کے نکال دیتا ہے اور درد مثانے کو بھی مفید ہے۔ اس سورت کو پڑھ کر سینے پر دم کرنے سے ہر قسم کے دردوں کو آرام ہوتا ہے۔

۱ یعنی ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ اور وسیع کیا۔ ہدایت و معرفت اور موعظت و نبوت اور علم و حکمت کیلئے یہاں تک کہ عالم غیب و شہادت اس کی وسعت میں سما گئے۔ اور علائق جسمانیہ انوار روحانیہ کیلئے مانع نہ ہو سکے، اور علوم لدنیہ و حکم الٰہیہ و معارف ربانیہ و حقائق رحمانیہ سینہ پاک میں جلوہ نما ہوئے، اور ظاہری شرح صدر بھی بار بار ہوا، ابتدائے نزول وحی کے وقت، اور شب معراج جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ اسکی شکل یہ تھی کہ جبرئیل امین نے سینہ پاک کو چاک کر کے قلب مبارک نکالا، اور زریں طشت میں آب زمزم سے غسل دیا، اور نُور حکمت سے بھر کر اس کو اس کی جگہ رکھ دیا۔

۲ اس بوجھ سے مُراد اُمت کے گناہوں کا غم ہے، جس میں قلب مبارک مشغول رہتا تھا، مراد یہ ہے کہ ہم نے آپ کو مقبول شفاعت کر کے وہ غم دور کر دیا۔

ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بلندی

۳ حدیث شریف میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے آیت کو دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپکے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے، میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر کیا جائے''۔ حضرت ابن عباس

فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ۝۵ اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ۝۶ فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ ۝۷ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارۡغَبۡ ۝۸

سو لہ بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے ۝۵ بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے ۝۶ تو جب ۲ تم کاروبار سے فارغ ہوجاؤ تو خدا کی عبادت میں محنت کرو ۝۷ اور اپنے پروردگار کی طرف رغبت کرو ۝۸

رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مُراد اس سے یہ ہے کہ اذان میں، تکبیر میں، تشہد میں، منبروں پر، خطبوں میں، تو اگر کوئی اللہ کی عبادت کرے ہر بات میں اس کی تصدیق کرے، اور سید عالم ﷺ کی رسالت کی گواہی نہ دے، تو یہ سب بیکار، وہ کافر ہی رہے گا۔ قتادہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر دنیا و آخرت میں بلند کیا۔ ہر خطیب ہر تشہد پڑھنے والا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ اشھد ان محمد رسول اللہ پکارتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ آپکے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے آپ پر ایمان لانے کا عہد لیا (تفسیر خزائن)

لہ یعنی جو شدت و سختی کہ آپ کفار کے مقابلہ میں برداشت کر رہے ہیں، اسکے ساتھ ہی آسانی ہے کہ ہم آپکو ان پر غلبہ عطا فرمائیں گے۔

۲ پس جب آپ انتظام اُمت سے فارغ ہوں تو عبادت کیجئے، اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوجائیں۔

آیاتھا ۸　۹۵ سورۃ التین مکیۃ ۲۸　رکوعھا ۱

سورۂ تین مکہ میں نازل ہوئی، اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ والتین: اس سورت کو پڑھ کر غلہ کی کوٹھی میں دم کرنے سے غلہ موذی جانوروں سے محفوظ رہے گا۔ اگر کوئی شخص مفلس ہو تو ہر روز صبح چالیس دفعہ اس سورت کو پڑھے تو افلاس دور ہو۔ اگر کوئی غائب ہوگیا ہو تو سورۂ والتین کو دو ہزار مرتبہ پڑھے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ حاضر ہوجائے گا۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ﴿١﴾ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ﴿٢﴾ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ﴿٣﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴿٤﴾ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ﴿٥﴾

قسم انجیر ۱ اور زیتون (کے درخت) کی ﴿١﴾ اور ۲ قسم طور سینا (پہاڑ) کی ﴿٢﴾ ۳ اور قسم اس شہر امن والے (یعنی مکہ معظمہ) ﴿٣﴾ بیشک ۴ ہم نے آدمی کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ﴿٤﴾ پھر ہم نے اس کو ہر نیچی سے نیچی حالت (یعنی بڑھاپے) کی طرف پھیر دیا ﴿٥﴾

۱ انجیر نہایت عمدہ میوہ ہے جس میں فضلہ نہیں۔ سریع الہضم، کثیر النفع ہلین محلل، رافع ریگ، مفتح سدۂ جگر، بدن کا فربہ کرنے والا، بلغم کو چھانٹنے والا۔ اور زیتون ایک مبارک درخت ہے، اس کا تیل روشنی کے کام میں بھی لایا جاتا ہے، اور سالن میں بھی کھایا جاتا ہے۔ یہ وصف دنیا کے کسی تیل میں نہیں۔ اس کا درخت خشک پہاڑوں میں پیدا ہوتا ہے، جن میں دھنیت کا نام و نشان نہیں، بغیر خدمت کے پرورش پاتا ہے۔ ہزاروں برس رہتا ہے ان چیزوں میں قدرت الٰہی کے آثار ظاہر ہیں۔

۲ یہ وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام سے مشرف فرمایا، اور سینا اس جگہ کا نام ہے جہاں یہ پہاڑ واقع ہے۔ یا بمعنی خوش منظر کے ہے جہاں کثرت سے پھل دار درخت ہوں۔

۳ امن والا شہر مکہ معظمہ ہے، جہاں سارے عالم کے سردار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے اور اللہ کی سب سے بڑی اور آخری امانت قرآن کریم اول اسی شہر میں اتاری گئی۔

۴ ہم نے انسان کو کیسے اچھے سانچے میں ڈھالا، اور کیسی کچھ قوتیں، اور ظاہری و باطنی خوبیاں اس کے وجود میں جمع کی ہیں، دل ایک ایسی چیز عنایت ہوئی ہے کہ اگر اس کو صاف کر لیا جائے تو محبوبِ حقیقی کے جمال کا آئینہ بن جائے۔ آگے فرمایا کہ ہم نے انسان کو ہر نیچی سے نیچی حالت یعنی بڑھاپے کی طرف پھیر دیا، جس سے بدن ضعیف، اعضا ناکارہ، عقل ناقص، پشت خم، بال سفید ہو جاتے ہیں۔ جلد میں جھریاں پڑ جاتی ہیں، اپنی ضروریات انجام دینے میں مجبور ہوتا ہے، یا یہ معنی ہیں کہ جب اس سے اچھی شکل و صورت کی شکر گذاری نہ کی، اور نافرمانی پر جما رہا اور ایمان نہ لایا، تو جہنم کے اسفل ترین درجات کو ہم نے اس کا ٹھکانہ کر دیا۔ آگے فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کرتے رہے ان کے واسطے بے حد ثواب ہے، جو کبھی کم یا ختم نہ ہوگا، اور ان کو جنت ملے گی۔ پھر فرمایا اے کافر! ان قدرتوں کو دیکھنے کے بعد قیامت کے فیصلہ کا کیوں انکار کرتا ہے، کیا تیرے نزدیک اللہ احکم الحاکمین کا حاکم نہیں ہے۔ دنیا کے حاکم جب مقدمات فیصل کرتے ہیں اور دربار جماتے ہیں تو پھر وہ ذات مقدس جس کے یہ حاکم بھی ادنیٰ غلام ہیں کیا مظلوموں کا انصاف نہ کرے گا۔ انصاف ضروری شے ہے، پس اسکی پیشی کا دن بھی ضرور مقرر ہونا چاہیے۔

اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَہُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ؕ﴿۶﴾ فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعۡدُ بِالدِّیۡنِ ؕ﴿۷﴾ اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِاَحۡکَمِ الۡحٰکِمِیۡنَ ﴿۸﴾ ع

مگر جو لوگ کہ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے تو ان کے لئے بے حد ثواب ہے ﴿۶﴾ پس (اے کافر تمام نصیحتوں کے بعد تجھے جزائے اعمال کے معاملہ میں) اب کیا چیز قیامت کے جھٹلانے کا باعث ہوتی ہے ﴿۷﴾ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے (ہاں کیوں نہیں) ﴿۸﴾

ایاتھا ۱۹ | ۹۶ سُوۡرَۃُ الۡعَلَقِ مَکِّیَّۃٌ ۱ | رکوعھا ۱

سورہ علق مکہ میں نازل ہوئی، اس میں انیس آیتیں ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾

(اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [1]) تم اپنے رب کی برکت سے (قرآن) پڑھو (یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر پڑھو)

خواص سورہ علق: جو شخص اس سورت کو لکھ کر سفر میں اپنے پاس رکھے وہ گھر آنے تک ہر قسم کی آفات سے محفوظ رہے گا اور جب کبھی کسی حاکم کے پاس جانے کا ارادہ ہو تو اس سورت کو تین بار پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے تو حاکم اس پر مہربان ہو گا۔

[1] اکثر مفسرین کے نزدیک یہ سورت سب سے پہلے نازل ہوئی اور اس کی یہ پانچ آیتیں اِقۡرَاۡ سے مَالَمۡ یَعۡلَمۡ تک قرآن کی سب آیتوں اور سورتوں سے پہلے اُتریں۔ حضور غار حرا میں خدائے واحد کی عبادت کر رہے تھے کہ اچانک حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہا: اِقۡرَاۡ پڑھئے۔ آپ نے فرمایا: ما انا بقاری، جبرئیل علیہ السلام نے سینہ سے لگا کر بہت زور سے دبایا، پھر چھوڑ کر اِقۡرَاۡ کہا پھر آپ نے وہی جواب دیا۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا، پھر جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِقۡرَاۡ سے مَالَمۡ یَعۡلَمۡ تک پڑھا۔

نزول وحی کا آغاز

قرأت کی ابتداء اد با اللہ کے نام سے ہو۔ اس تقدیر پر آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ قرأت کی ابتداء بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے ساتھ مستحب ہے، اور مسلمانوں کو یہ ہدایت ہے کہ جو کام کرو پہلے اللہ کا نام لے لیا کرو۔ یعنی بسم اللہ شریف کا ہر

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝۳ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴

جس نے (تمام خلق کو) پیدا کیا ۱ ۝ آدمی کو خون کی پھٹک ۲ سے پیدا کیا ۝ پڑھو ۳ اور تمہارا پروردگار ۴ بڑا کریم ہے ۝ کہ جس نے ۵ قلم سے لکھنا سکھایا ۝

کام میں ہر بات میں وِرد رکھا کرو۔ بسم اللہ شریف کے بہت سے فضائل ہیں۔ اگر کھانے کا ہر نوالہ بسم اللہ کہنے کے بعد کھایا جائے تو وہ کھانا پیٹ میں جا کر تمام بدن کو منور کر دیتا ہے۔ بسم اللہ کا ختم اگر کسی مشکل کے واسطے پڑھا جائے، تو وہ مشکل آسان ہوتی ہے۔ اسکی ایک ترکیب یہ ہے کہ باوضو ہو کر دو رکعت نماز پڑھے، اور بعد اسکے قرآن شریف کھول کر ہر سطر پر داہنے ہاتھ کی انگلی پھیرتا جائے اور بسم اللہ پوری پڑھتا جائے، اسی طرح اول سے آخر تک سارا قرآن ختم کر دے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جس مُراد کے واسطے کیا جائے گا وہ مُراد حاصل ہو جائے گی، مگر اعتقاد شرط ہے کیونکہ اعتقاد بغیر کچھ نہیں ہوتا۔

۱ یعنی انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، خون شریعت میں بھی نجس ہے اور حکمت کی رُو سے بھی ذلیل۔ ایسی ذلیل چیز سے اشرف المخلوقات کو بنا دیا ہے، اور شرافت کا جوہر اس میں بھر دیا، پھر اللہ سے بڑھ کر قدرت والا کون ہو سکتا ہے، اور کس کے نام میں اس سے زیادہ برکت ہو سکتی ہے۔ یہاں اس بات کی انسان کو تعلیم ہے کہ اللہ کی قدرتوں پر نظر کیا کرو، اور اس کے کمالات کا نقشہ دل میں جمایا کرو، تاکہ اس کی عبادت کی طرف دل متوجہ ہو اور شرک کفر سے ہمیشہ نفرت رہے۔

۲ دوبارہ پڑھنے کا حکم تاکید کیلئے ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دوبارہ قرات کے حکم سے مراد یہ ہے کہ تبلیغ اور اُمت کی تعلیم کیلئے پڑھئے۔

۳ اس سے کتابت کی فضیلت ثابت ہوئی، اور درحقیقت کتابت میں بڑے منافع ہیں۔ کتابت ہی سے علوم ضبط میں آتے ہیں۔ گذرے ہوئے لوگوں کی خبریں، اور ان کے احوال، اور ان کے کلام محفوظ رہتے ہیں۔ کتابت نہ ہوتی تو دین و دنیا کے کام قائم نہ رہ سکتے۔

۴ آدمی سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، اور جو نہیں سکھایا اس سے مُراد علم الاسماء۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آدمی سے مُراد یہاں سید عالم ﷺ ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جمیع اشیاء کے علوم عطا فرمائے۔ (معالم وخازن)

۵ یعنی انسان کی اصل تو اتنی ہے کہ جمے ہوئے خون سے بنا اور وہ اپنی اصل حقیقت کو ذرا یاد نہیں رکھتا۔ دنیا کے مال و دولت پر مغرور ہو کر سرکشی اختیار کرتا ہے، اور سمجھتا ہے کہ مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔ یہ آیتیں ابوجہل کے حق میں نازل ہوئیں۔ اس کو کچھ مال ہاتھ آ گیا تھا، اس نے لباس اور سواری اور کھانے پینے میں تکلفات شروع کئے، اور اسکا غرور و تکبر بہت بڑھ گیا تھا۔ فرمایا کہ انسان کو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ اول بھی اس نے پیدا کیا، اور آخر بھی اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اس وقت اس تکبر اور سرکشی کی حقیقت کھل جائے گی۔

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴿٥﴾ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ﴿٦﴾ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ﴿٧﴾ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ﴿٨﴾ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ﴿٩﴾ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ﴿١٠﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ﴿١١﴾

آدمی [۱] کو وہ سکھایا جو نہ جانتا تھا ⑤ ہاں ہاں [۲] بیشک آدمی حد سے گزرتا ہے ⑥ جبکہ اپنے آپ کو مالدار سمجھتا ہے ⑦ بیشک تمہارے پروردگار کی طرف (سب کو) لوٹنا ہے ⑧ بھلا [۳] دیکھو تو جو منع کرتا ہے ⑨ بندہ کو جب وہ نماز پڑھے ⑩ بھلا دیکھو تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا ⑪

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن ضرور ہلاک ہوتا ہے

[۱] **شان نزول:** یہ آیت بھی ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھنے سے منع کیا تھا، اور لوگوں سے کہا تھا کہ اگر میں انہیں ایسا کرتا دیکھوں گا تو (معاذ اللہ) گردن پاؤں سے کچل ڈالوں گا، اور چہرہ خاک میں ملادوں گا۔ پھر وہ اسی ارادہ فاسد سے حضور کے نماز پڑھتے میں آیا، اور حضور کے قریب پہنچ کر الٹے پاؤں پیچھے بھاگا۔ ہاتھ آگے بڑھائے ہوئے جیسے کوئی کسی مصیبت کو روکنے کیلئے ہاتھ آگے بڑھاتا ہے۔ چہرہ کا رنگ اُڑ گیا اعضاء کانپنے لگے۔ لوگوں نے کہا: ''کیا حال ہے''۔ کہنے لگا: ''میرے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ایک خندق ہے جس میں آگ بھری ہوئی ہے، اور دہشت ناک پرند بازو پھیلائے ہوئے ہیں''۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اسکا عضو عضو جدا کر ڈالتے''۔

[۲] **شان نزول:** جب ابوجہل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز سے منع کیا تو حضور نے اسکو سختی سے جھڑک دیا، اس پر اس نے کہا کہ ''آپ مجھے جھڑکتے ہیں، خدا کی قسم: میں آپ کے مقابل نوجوان سواروں اور پیادوں سے اس جنگل کو بھر دوں گا۔ آپ جانتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں مجھ سے زیادہ بڑے جتھے اور مجلس والا کوئی نہیں ہے''۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ ''اب وہ اپنی مجلس والے ساتھیوں کو بلائے، ہم بھی اس کی گوشمالی کیلئے اپنے سپاہی بلاتے ہیں، دیکھیں کون غالب رہتا ہے''۔ چندروز بعد بدر کے میدان میں دیکھ لیا کہ اسلام کے سپاہیوں نے اسے کس طرح گھسیٹ کر قلیب بدر میں پھینک دیا۔ باقی اصل وقت گھسیٹے جانے کا آخرت ہے، جب دوزخ کے فرشتے اس کو نہایت ذلت کے ساتھ جہنم رسید کریں گے۔

[۳] یعنی آپ اس کی ہرگز پرواہ نہ کیجئے اور اس کی کسی بات پر کان نہ دھریئے، جہاں چاہو شوق سے اسکی عبادت کرو اور اس کی بارگاہ میں سجدے کر کے بیش از بیش قُرب حاصل کرتے رہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ سب حالتوں سے زیادہ سجدہ میں اللہ تعالیٰ سے نزدیک ہوتا ہے۔

اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰىؕ ﴿۱۲﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰىؕ ﴿۱۳﴾ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰىؕ ﴿۱۴﴾ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ۬ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِۙ ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍۚ ﴿۱۶﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗۙ ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَۙ ﴿۱۸﴾ كَلَّاؕ لَا تُطِعْهُ وَ اسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾ السجدۃ ع

یا پرہیزگاری کا حکم کرتا تو کیا خوب تھا ﴿۱۲﴾ بھلا دیکھو تو اگر اس نے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو) جھٹلایا اور (ایمان لانے سے) منہ موڑ لیا تو کیا حال ہوگا ﴿۱۳﴾ کیا اس نے نہ جانا کہ اللہ (اس کے فعل کو) دیکھ رہا ہے ﴿۱۴﴾ ہاں ہاں اگر وہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا اور آپ کی تکذیب سے) باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر (جہنم کی طرف) کھینچیں گے ﴿۱۵﴾ کیسی پیشانی جھوٹی خطا کار ﴿۱۶﴾ پس چاہئے کہ اب اپنی مجلس کے لوگوں کو (اپنی مدد کے لئے) پکارے ﴿۱۷﴾ ہم بھی پیادوں کو بلاتے ہیں یعنی عذاب کرنے والے فرشتوں کو ﴿۱۸﴾ نہیں نہیں تم اس کی نہ سنو اور نماز پڑھو اور ہم سے قریب ہو جاؤ ﴿۱۹﴾

اٰیاتھا ۵ | ۹۷ سُورَۃُ الْقَدْرِ مَکِّیَّۃٌ ۲۵ | رکوعھا ۱

سورۂ قدر مکہ میں نازل ہوئی، اس میں پانچ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ قدر: جو شخص وضو کے بعد آسمان کی طرف منہ کر کے ایک بار اس سورت کو پڑھ لے گا اس کی بینائی میں کبھی کمی نہ ہوگی۔ جو کوئی اس سورت کو صبح و شام تین تین بار پڑھے تو سب دوست و آشنا اس کی عزت کریں گے۔ اگر کسی چینی کے برتن پر اس سورت کو لکھ کر اور اسے گلاب کے عرق سے دھو کر مریض کو پلا دیں تو مریض شفا پائے گا۔

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۞ وَمَآ اَدۡرٰٮكَ مَا لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۞ لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۙ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ۞ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓـئِكَةُ وَالرُّوۡحُ فِيۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ‌ ۚ مِنۡ كُلِّ اَمۡرٍ ۞ سَلٰمٌ ۛ هِىَ حَتّٰى مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ۞

بیشک ا۔ ہم نے قرآن کو (لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف) شب قدر میں اتارا ۞ اور ۲۔ تم نے کیا جانا کہ شب قدر (کا) کیا (رتبہ) ہے؟ ۞ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے (یعنی اس رات نیک عمل کرنا ہزار راتوں کے عمل سے بہتر ہے) ۞ اس رات فرشتے اور جبرئیل اپنے پروردگار کے حکم سے ہر کام (سال بھر کے انجام دینے کیلئے (زمین کی طرف) اترتے ہیں ۞ وہ رات (بلاؤں اور آفتوں سے) صبح طلوع ہونے تک سلامتی کی ہے ۞

شب قدر کے فضائل

ا۔ شب قدر شرف و برکت والی رات ہے، اسکو شب قدر اسلئے کہتے ہیں کہ اس شب میں سال بھر کے احکام نافذ کیے جاتے ہیں، اور ملائکہ کو سال بھر کے وظائف وخدمات پر مامور کیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس رات کی شرافت وقدر کے باعث اسکو شب قدر کہتے ہیں، اور یہ بھی منقول ہے کہ چونکہ اس شب میں اعمال صالحہ مقبول ہوتے ہیں، اور بارگاہ الٰہی میں انکی قدر کی جاتی ہے، اس لئے اس کو شب قدر کہتے ہیں۔ احادیث اس شب کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ جس نے اس رات میں ایمان واخلاص کے ساتھ شب بیداری کر کے عبادت کی، اللہ تعالیٰ اس کے سال بھر کے گناہ بخش دیتا ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ شب میں کثرت سے استغفار کرے، اور رات عبادت میں گذارے۔ سال بھر میں شب قدر ایک مرتبہ آتی ہے، اور روایات کثیرہ سے ثابت ہے کہ وہ رمضان المبارک کے عشرہ میں ہوتی ہے، اور اکثر اس کی بھی طاق راتوں میں سے کسی رات میں۔ بعض علماء کے نزدیک رمضان المبارک کی ستائیسویں رات شب قدر ہوتی ہے۔ یہی حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے۔ اس رات کے فضائل عظیمہ اگلی آیتوں میں ارشاد فرمائے جاتے ہیں۔

۲۔ جو شب قدر سے خالی ہوں۔ اس ایک رات میں نیک عمل کرنا ہزار راتوں کے عمل سے بہتر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اُمم گذشتہ کے ایک شخص کا ذکر فرمایا، جو تمام رات عبادت کرتا تھا۔ اور کافروں کے ساتھ جہاد میں مصروف رہتا تھا، اس طرح اس نے ہزار مہینے گزارے تھے۔ مسلمانوں کو اس سے تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو شب قدر عطا فرمائی، اور یہ آیت نازل کی۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے (اخرجہ ابن جریر طریقۃ مجاہد)۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب پر کرم ہے کہ آپ کے اُمتی شب قدر کی ایک رات عبادت کریں، تو ان کا ثواب پچھلی اُمت کے ہزار ماہ کی عبادت کرنے والوں سے زیادہ ہو۔ اب آگے فرمایا کہ شب قدر ایسی معظم رات ہے کہ اس رات کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملائکہ اور ارواحیں دنیا میں

آتے ہیں۔ برکات نازل کرتے ہیں، اور جو بندہ کھڑا یا بیٹھا یاد الٰہی میں مشغول ہوتا ہے اس کو سلام کرتے ہیں، اور اس کے حق میں دعاء و استغفار کرتے ہیں، اور اس رات کی برکت اور سلامتی طلوع صبح صادق تک ہے۔

اٰیاتھا ۸ ۹۸ سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۰ رکوعھا ۱

سورۂ بینہ مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۙ﴿۱﴾ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ﴿۲﴾ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ؕ﴿۳﴾

اہل کتاب [۱] (یعنی یہود و نصاریٰ) اور مشرک (یعنی بت پرست) اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آئے ﴿۱﴾ وہ کون اللہ کے رسول (محمد ﷺ) جو پاکیزہ ورقوں کو (یعنی قرآن کی سورتیں) پڑھتے ہیں ﴿۲﴾ ان میں سچ اور صحیح احکام ہیں ﴿۳﴾

خواص سورہ بینہ: اس سورت کو اکیس بار صبح کے وقت مرض کے دور کرنے کے لئے پڑھ کر دم کرنا اور لکھ کر باندھنا نہایت مفید ہے اور یرقان اور ورم والے کے لئے اس سورت کو لکھ کر اس کو پانی میں گھول کر پلانا مفید ہے۔ اگر کوئی شخص اس سورت کو روزانہ پڑھے گناہوں کی بخشش ہوگی۔

حضور ﷺ کی تشریف آوری کا ذکر

[۱] اہل کتاب یہود و نصاریٰ اور مشرکین جو بت پرستی یا آتش پرستی وغیرہ میں مبتلا تھے، اور کوئی کتاب سماوی ان کے ہاتھ میں نہ تھی، اور آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے سب دین والے بگڑ چکے تھے۔ اور سید انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے یہ تمام یہی کہتے تھے کہ ہم اپنا دین چھوڑنے والے نہیں، جب تک کہ وہ نبی موعود تشریف فرما نہ ہوں۔ یعنی سید عالم ﷺ جلوہ افروز ہوں جن کا ذکر توریت و انجیل میں ہے۔ چنانچہ وہ رسول یعنی سید عالم محمد مصطفیٰ ﷺ حق و عدل کی کتاب یعنی قرآن مجید پڑھتے ہوئے جلوہ افروز ہوئے۔ آگے فرمایا کہ یہ اہل کتاب اب جو متفرق ہو رہے ہیں، کہ کوئی ان میں سے

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝۴ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝۵

اور اہل کتاب میں پھوٹ نہ پڑی مگر بعد اس کے کہ وہ روشن دلیل (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے پاس تشریف لائے ۝ اور ان لوگوں کو تو (توریت و انجیل میں) یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی عبادت کریں (خالص اسی کے عبادت گزار ہو کر) ابراہیمی دین پر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہ صحیح دین کے احکام ہیں ۝

اسلام لے آیا، اور کوئی بدستور حالتِ کفر پر اڑا ہوا ہے۔ اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ ان کو نبی آخر الزماں کے سچے ہونے یا قرآن کے کتاب آسمانی ہونے میں کچھ شک و شبہ ہے، کیونکہ جو احکام قرآن میں ہیں، وہی احکام ان کی کتابوں میں ہیں۔ اور یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے لڑائیوں میں فتح کی دعائیں مانگتے تھے اب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کے بعد فقط اس حسد سے یہ لوگ اسلام کے منکر ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر حکم ہو جانے سے ان کی ہمیشہ کی ریاست، اور حکومت میں بٹا لگ جائے گا، دنیا کی ان باتوں کے خیال سے انہوں نے اپنے دین کو جو برباد کیا ہے، یہ حالت ان کی خدا کی لعنت کے قابل ہے۔ اب آگے فرمایا کہ اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو سن لیں کہ جو لوگ اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے کفر کی راہ پر جم گئے ہیں، وہ ضرور دوزخ کی آگ میں داخل ہوں گے، وہاں سے کبھی نکالے نہ جائیں گے۔ یہی لوگ بدترین مخلوقات ہیں کہ حق کو پہچان کر مخالفت کرتے ہیں، کسی شبہ کی وجہ سے انکار نہیں۔ کیونکہ جو شخص ضد نہیں رکھتا وہ ضرور تحقیق کا شائق ہوتا ہے۔ اس لئے کہ حق کے طالب کو تحقیقات میں جان کا ہی ضرور چاہئے۔ اور جو جان لڑا کر حق کی تلاش کرتا ہے، اس کو ضرور اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے حق بتا دیتا ہے۔

محنت کا پھل ضرور ملتا ہے

آنحضرت فرماتے ہیں کہ جس نے کوشش کی اس نے مقصد پایا۔ اللہ پاک قرآن میں ارشاد فرماتا ہے کہ جو ہماری راہ میں کوشش کرے گا، ہم اسے اپنی راہیں بتائیں گے۔ اور حق کے مل جانے کے طریقے سوجھائیں گے، مگر خرابی تو یہ ہے کہ جہان میں ضد بازی کا بازار گرم ہے۔ جس طرح نصاریٰ اور یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور آج تک تحقیق سے لاغرض ہیں، اور بلاتحقیق کے ضد کرتے ہیں، اسی طرح مسلمانوں کے کجرو فرقے اہل سنت والجماعت سے فقط ضد کی وجہ سے مخالفت کرتے ہیں۔ اگر تحقیق میں جان لڑائیں تو انہیں صاف صاف معلوم ہو جائے کہ یہی مذہب ہے، جس کو خدا نے دُنیا پر اُتارا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو سکھایا، جو اس طریق سے پھرے گا ضرور بالضرور وہ دوزخ میں گرے گا۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ﴿٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ﴿٧﴾ جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ﴿٨﴾

بے شک جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر ہوئے، سب دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی لوگ تمام مخلوق میں بدتر ہیں ⑥ بے شک [1] جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے، یہی لوگ تمام مخلوق میں بہتر ہیں ⑦ ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس (جنت میں) بسنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہ وعدہ اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرے ⑧

[1] اللہ تعالیٰ اس مقام پر فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے، صرف وہ بہترین مخلوقات ہیں، اور ایسے لوگوں کی جزا اللہ کے پاس یہ موجود ہے کہ ان کو ایسے باغ مرحمت ہوں گے کہ جن کی بہار کے لئے کوئی فنا نہیں، اور ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور ہمارے خاص بندے ان باغات میں ہمیشہ ہمیشہ عیش کریں گے، اور اللہ ان سے خوش ہووے گا اور وہ اللہ سے خوش ہوویں گے۔ حقیقت میں دنیا اور آخرت میں اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں کہ بندہ کو یہ بات حاصل ہو جائے کہ ہر حال میں اللہ سے خوش رہے، اور ایسے کام کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے خوش رہے۔ آخر پھر فرمایا کہ جن لوگوں کے دل میں خدا کے روبرو کھڑے ہونے کا خوف ہے، اصلاح پر وہی لوگ آئیں گے اور جو قیامت کے دن سے نڈر، یا اس سے منکر ہیں اس دن انکی مٹی خراب ہے۔

آیاتها ۸ ۹۹ سورۃ الزلزال مدنیۃ ۹۳ رکوعها ۱

سورۃ الزلزال مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ① وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ② وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ③ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ④

جبکہ ۱ زمین تھرتھرا دی جائے جیسا اس کا تھرتھرانا ٹھہرا ہے ① اور ۲ زمین اپنے بوجھ (یعنی خزانے اور مردے جو اس میں دفن ہیں) باہر پھینک دے ② اور ۳ انسان کہے کہ زمین کو کیا ہو گیا ③ اس ۴ دن زمین اپنی خبریں بتائے گی (اور جو نیکی بدی اس پر کی گئی سب بیان کرے گی) ④

خواص سورہ الزلزال: دشمن کے دفع کرنے کے لئے چار ہزار دفعہ اس سورت کو پڑھے تو تمام دشمن غارت ہوں گے۔ اگر کوئی شخص مصیبت میں مبتلا ہو تو اس سورت کو ستر بار پڑھنے سے اس کی تمام مصیبتیں دور ہو جائیں گی۔ اگر اس سورت کو لکھ کر لقوہ والا تعویذ بنا کر اپنے پاس رکھے تو اس کا مرض دور ہو۔ اور دیگر امراض کے لئے اس سورت کو لکھ کر پانی میں گھولے اور اس پانی سے دن میں تین مرتبہ منہ دھوئے تو جملہ امراض سے صحت پائے گا۔

قیامت کی نشانیاں

۱ یعنی اللہ تعالیٰ ساری زمین کو ایک نہایت سخت اور ہولناک زلزلہ سے ہلا ڈالے گا، جس کے صدمہ سے کوئی عمارت اور کوئی پہاڑ یا درخت زمین پر قائم نہ رہے گا۔ سب نشیب و فراز برابر ہو جائیں گے، تاکہ میدانِ حشر بالکل ہموار اور صاف ہو جائے، اور یہ معاملہ قیامت میں نفخ ثانی کے وقت ہوگا۔

۲ یعنی اس وقت زمین جو کچھ اسکے پیٹ میں ہے مثلاً مردے یا سونا چاندی وغیرہ سب باہر اُگل ڈالے گی، لیکن مال کو کوئی لینے والا نہ ہوگا، سب دیکھ لیں گے کہ آج یہ چیز جس پر ہمیشہ لڑا کرتے تھے کس قدر بیکار ہے۔

۳ یعنی آدمی زندہ ہونے اور اس زلزلہ کے آثار دیکھنے کے بعد یا ان کی روحیں عین زلزلہ کے وقت حیرت زدہ ہو کر کہیں گی کہ اس زمین کو کیا ہو گیا، جو اس قدر زور سے ہلنے لگی اور اپنے اندر کی تمام چیزیں ایک دم باہر نکال پھینکیں۔

۴ یعنی بنی آدم نے جو برے بھلے کام زمین کے اوپر کئے تھے، سب ظاہر کر دے گی مثلاً کہے گی فلاں شخص نے مجھ پر نماز پڑھی

بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝٥ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ۬ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝٦ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝٧ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝٨

اس لئے کہ تمہارے پروردگار نے اسے حکم بھیجا۝ اس [1] دن لوگ اپنے پروردگار کی طرف مختلف راہ ہو کر لوٹیں گے (یعنی کوئی داہنی طرف سے جنت کی طرف جائے گا کوئی بائیں جانب سے دوزخ کی طرف)۔ تاکہ ان کو بدلے کے لئے ان کے اعمال دکھائے جائیں۝ پس جس [2] نے (دنیا میں) ایک ذرہ برابر نیک عمل کیا ہوگا وہ اس کو (وہاں) دیکھ لے گا۝ اور جس نے ایک ذرہ برابر عمل کیا ہوگا وہ اس کو دیکھ لے گا۝

تھی، فلاں نے چوری کی تھی، فلاں نے خونِ ناحق کیا تھا وغیرہ ذلک۔ گویا آج کل کی زبان میں یوں سمجھو کہ جس قدر اعمال زمین پر کئے جاتے ہیں، زمین میں ان سب کا ریکارڈ موجود ہے۔ قیامت میں وہ پروردگار کے حکم سے کھول دیئے جائیں گے۔

[1] یعنی اس روز آدمی اپنی قبروں سے میدان حشر میں طرح طرح کی جماعتیں بن کر حاضر ہوں گے۔ ایک گروہ شرابیوں کا ہو گا، ایک زانیوں کا، ایک ظالموں کا، ایک چوروں کا، ایک کافروں کا، پھر حساب سے فارغ ہو کر جو لوٹیں گے تو کچھ جماعتیں جنتی، اور کچھ دوزخی ہو کر جنت اور دوزخ کی طرف چلی جائیں گی۔

[2] یعنی میدانِ حشر میں ان کے عمل دکھلا دیئے جائیں گے، تاکہ بدکاروں کو ایک طرح کی رسوائی اور نیکوکاروں کو ایک قسم کی سرخروئی حاصل ہو۔

[3] یعنی ہر ایک کا ذرہ ذرہ، وہ عمل بھلا ہو یا برا، اس کے سامنے ہوگا، اور اللہ تعالیٰ جو کچھ معاملہ ہر ایک عمل کے متعلق فرمائے گا، وہ بھی آنکھوں سے نظر آ جائے گا۔

ایاتھا ۱۱ | ۱۰۰ سُوْرَۃُ الْعٰدِیٰتِ مَکِّیَّۃٌ ۱۴ | رکوعھا ۱

سورۂ عادیات مکہ میں نازل ہوئی، اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۙ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۙ﴿۲﴾ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَکَنُوْدٌ ۚ﴿۶﴾ وَاِنَّهٗ عَلٰی ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ ۚ﴿۷﴾

قسم[1] (غازیوں کے) تیز دوڑنے والے گھوڑوں کی، جو ہانپ ہانپ جاتے ہیں ﴿۱﴾ پھر پتھروں پر سم مار کر چنگاریاں اڑاتے جاتے ہیں ﴿۲﴾ پھر صبح ہوتے تاراج کرتے (یعنی دشمنوں پر چھاپا جا مارتے) ہیں ﴿۳﴾ پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں ﴿۴﴾ پھر اس وقت (دشمنوں کے) بیچ لشکر میں جا گھستے ہیں ﴿۵﴾ بیشک آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے ﴿۶﴾ اور بیشک اپنی ناشکری پر خود گواہ ہے ﴿۷﴾

خواص سورہ عادیات: اس سورت کو لکھ کر اپنے پاس رکھنا زیادہ معاش اور امن خوف کے لئے بہتر ہے۔ اگر کسی شخص کی آنکھ میں زخم ہو تو اس سورت کو پڑھ کر دم کرے ان شاء اللہ تعالیٰ آنکھ کے زخم کو آرام ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص قرضدار ہو تو اس سورت کو ہر روز تین مرتبہ پڑھے ان شاء اللہ اس کا قرضہ ادا ہو جائے گا۔

جہاد کی اہمیت وفضیلت

[1] اللہ تعالیٰ کا دین پھیلانے کیلئے جو لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر مخالف لوگوں پر حملہ کرتے ہیں، انکے گھوڑوں کے دوڑنے اور دوڑنے میں ہانپنے اور پتھر پر دوڑتے وقت ان کے نعلوں میں سے آگ کے شعلے جھڑنے اور صبح کے وقت حملہ کرنے اور حملہ کے وقت گرد وغبار اٹھنے، اور اس گرد وغبار میں سواروں کے دشمنوں میں گھس جانے کی (حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں یہ جہاد والے سواروں کی قسم ہے۔ اس سے بڑا کون سا عمل ہوگا کہ اللہ کے کام پر اپنی جان دینے کو حاضر ہیں، اور یہ جہاد کرنے والے سواروں کی اللہ کی راہ میں سرفروشی وجانبازی بتلاتی ہے کہ وفادار وشکر گزار بندے ایسے ہوتے ہیں) ان سب باتوں کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا کہ انسان بڑا ناشکرا ہے۔ کیونکہ جو آدمی اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو اس کے راستہ میں خرچ نہیں کرتا، وہ پرلے درجے کا ناشکرا اور نالائق ہے۔ بلکہ غور کرو تو خود گھوڑا زبان حال سے شہادت دے رہا ہے، کہ جو لوگ

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝٨ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۝٩ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۝١٠ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝١١

اور بیشک آدمی مال کی محبت میں البتہ بہت سخت ہے (کہ خرچ کرنے میں بخیلی کرتا ہے) ۸ تو کیا وہ نہیں جانتا کہ جب (مردے) اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں ۹ اور جو کچھ (کفر و ایمان) دلوں میں ہے وہ ظاہر کیا جائے گا ۱۰ بیشک پروردگار ان کا ان کے احوال سے اس دن البتہ خبردار ہے (جیسا کہ ہمیشہ ہے) ۱۱

مالک حقیقی کی دی ہوئی روزی کھاتے، اور اس کی بے شمار نعمتوں سے شب و روز تمتع کرتے ہیں، پھر اسکے باوجود اس کی فرمانبرداری نہیں کرتے، وہ جانوروں سے زیادہ ذلیل وحقیر ہیں۔ ایک شائستہ گھوڑے کو مالک گھاس کے تنکے اور تھوڑا سا دانہ کھلاتا ہے۔ وہ اتنی سی تربیت پر اپنے مالک کی وفاداری میں جان لڑا دیتا ہے، جدھر سوار اشارہ کرتا ہے ادھر چلتا ہے، دوڑتا اور ہانپتا ہوا ٹاپیں مارتا، اور غبار اٹھاتا ہوا گھمسان کے معرکوں میں بے تکلف گھس جاتا ہے۔ گولیوں کی بارش میں تلواروں سنگینوں کے سامنے پڑ کر سینہ نہیں پھیرتا' بلکہ بسا اوقات وفادار گھوڑا سوار کو بچانے کیلئے اپنی جان خطرہ میں ڈال دیتا ہے۔ کیا انسان نے ایسے گھوڑوں سے کچھ سبق سیکھا کہ اس کا بھی کوئی پالنے والا مالک ہے، جس کی وفاداری میں اسے جان و مال خرچ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ بیشک انسان بڑا ناشکرا ہے کہ ایک گھوڑے کے برابر بھی وفاداری نہیں دکھلا سکتا۔ آگے فرمایا کہ انسان خود اپنی ناشکری پر زبان حال سے گواہ ہے۔ ذرا اپنے ضمیر کی آواز کی طرف متوجہ ہو تو سن لے کہ اندر سے خود اس کا دل کہہ رہا ہے کہ تو بڑا ناشکرا ہے۔ آگے فرمایا کہ دین کی باتوں سے یہ انسان اس لئے غافل ہے کہ حرص وطمع اور بخل وامساک نے اس کو اندھا بنا رکھا ہے۔ دنیا کے زر و مال کی محبت میں منعمِ حقیقی کو بھی فراموش کر بیٹھا۔ نہیں سمجھتا کہ آگے چل کر اس کا کیا انجام ہونے والا ہے کہ ایک دن خود یہ دنیا سے چل بسے گا، اور اس کا سمیٹا ہوا سب مال یہیں دنیا میں پڑا رہ جائے گا۔ آگے فرمایا کہ وہ وقت بھی آنے والا ہے جب مُردہ جسم قبروں سے نکال کر زندہ کیے جائیں گے، اور دلوں میں جو کفر و ایمان ہے، اور جو باتیں چھپی ہوئی ہیں، سب کھول کر رکھ دی جائیں گی، اس وقت یہ مال کہاں تک کام دے گا، اور نالائق ناشکرے لوگ کہاں چھوٹ کر جائیں گے۔ اگر یہ کافر بے حیا اس بات کو بھی سمجھ ہرگز مال کی محبت میں غرق ہو کر ایسی حرکتیں نہ کرتے۔ آگے فرمایا کہ اللہ کا علم ہر وقت بندے کے ظاہر و باطن پر محیط ہے، لیکن اس روز اس کا علم ہر شخص پر ظاہر ہو جائے گا، اور کسی کو گنجائش انکار کی نہ رہے گی۔

اٰیاتها ۱۱ ۱۰۱ سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ ۳۰ رکوعها ۱

سورۃ القارعہ مکہ میں نازل ہوئی، اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اَلْقَارِعَةُ ۝۱ مَا الْقَارِعَةُ ۝۲ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝۴ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝۵ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۶ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۷ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۸ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝۹ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝۱۰ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝۱۱

قیامت ۱ کیا ہے ۝۱ وہ قیامت ۝۲ اور کس چیز سے تجھے مطلع کیا کہ وہ قیامت کیا ہے ۝۳ (وہ ایک ایسا وقت ہے) جس دن آدمی ایسے (پریشان) ہوں گے جیسے پراگندہ (و پریشان) پروانے ۝۴ اور پہاڑ دھنی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں گے ۝۵ پس جس کی نیکیوں کے پلے بھاری ہوئے ۝۶ وہ شخص دل پسند (یعنی جنت) میں ہوگا ۝۷ اور جس کی نیکیوں کے پلے ہلکے ہوئے (بسبب اس کے کہ وہ باطل کا اتباع کرتا تھا) ۝۸ تو اس کا ٹھکانا ہاویہ ہے ۝۹ اور تو کیا جانے وہ ہاویہ کیا ہے؟ ۝۱۰ وہ دہکتی ہوئی آگ (یعنی دوزخ) ہے ۝۱۱

خواص سورۃ القارعہ: اس سورت کو بکثرت پڑھنا روزی کو ترقی دیتا ہے۔ اس سورت کو وباء کے دنوں میں ایک سو ایک بار پڑھے اور لکھ کر اپنے پاس رکھے تو ان شاء اللہ تعالیٰ تمام آفات سے محفوظ رہے گا۔

حالات قیامت

۱ وہ قیامت جس کے ہول و ہیبت سے دل دہلیں گے، اور جہان کو زیروزبر کردے گی، اس کی کیفیت کیا ہے، اور تمہیں کیا خبر ہے کہ اسکی حقیقت کیا ہے۔ کیونکہ ہر چیز کا پہچاننا اسباب کے پہچاننے پر موقوف ہے، اور اسباب قیامت کسی بشر کو معلوم نہیں۔ پھر اس کی حقیقت آدمی کیونکر سمجھے۔ اس کی بعض تاثیرات سن لو کہ جب وہ حادثہ واقع ہوگا، اس روز آدمی ایسے پریشان پھیریں گے کہ جیسے پروانے چاروں طرف دوڑتے ہیں۔ کوئی کدھر جاتا ہے کوئی کدھر، اور پہاڑ اس طرح سے اڑیں گے جیسے

دھنیا اون یا روئی کوئی دُھنک کر ایک علیحدہ پھاہا کر کے اُڑا دیتا ہے۔ اسی طرح پہاڑ اس دن ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ پس قیامت میں جس شخص کی نیکی کا پلہ بھاری ہو گا وہ عیش پسندیدہ حاصل کرے گا، اور جس کی نیکی کا پلڑا ہلکا ہو گا اور بدی کا بھاری۔ پس اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے، اور تم کیا جانو کہ ہاویہ کیا ہے، یعنی جو عذاب اس طبقہ میں ہے کچھ آدمی کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ بس اتنا سمجھ لو کہ ایک آگ ہے نہایت گرم دہکتی ہوئی، جس کے مقابلہ میں گویا دوسری آگ کو گرم کہنا نہ چاہئے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دوزخ کی آگ کی گرمی ایک کم ستر حصے دنیا کی آگ سے بڑھ کر ہے، اور تین ہزار برس تک دوزخ کی آگ دہکائی گئی ہے، اسی واسطے یہاں دوزخی آگ کو فقط آگ نہیں فرمایا دہکتی آگ فرمایا ہے۔

آیاتھا ۸ ۱۰۲ سُورَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ ۱۶ رکوعھا ۱

سورۂ تکاثر مکہ میں نازل ہوئی، اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۟ۙ۱ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۟ؕ۲

(اے لوگو) لے تمہیں مال کی زیادہ طلبی نے تم کو (آخرت سے) غافل رکھا ① یہاں تک کہ تم گورستان میں پہنچے ②

خواص سورہ تکاثر: اگر کوئی شخص اس سورت کو بکثرت پڑھے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی روزی میں برکت ہو۔ اس سورت کو بعد نماز عصر پڑھ کر درد سر اور درد شقیقہ پر دم کرنا مفید ہے۔ جو شخص ہر روز اس سورت کو پڑھے تو دین و دنیا کے کام اس پر سے آسان ہو جائیں گے۔ اگر اس سورت کو لکھ کر مال میں رکھے تو مال میں برکت رہے گی۔

صبر اور نیک کام پر قائم رہنے کا ذکر

لے صحت بدن، وقت پر غذا کا ملنا، ٹھنڈے پانی کا ملنا، اس طرح سب چیزیں جن پر آدمی کی زندگی کا مدار ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو کام میں لاتے ہیں، اور اطاعت الٰہی سے غافل ہیں، اور رات دن زیادتی مال اور اولاد حرص و ہوس میں ان لوگوں کی زندگی کٹتی ہے، اس ساری سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو متنبہ فرمایا ہے کہ آدمی کے پیچھے موت ایسے لگی ہوئی ہے کہ مرتے دم تک بھی آدمی مال اور اولاد کی ہوس میں لگا رہے، تو بھی دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے سب چھوڑ جانے کی چیزیں ہیں۔ جو لوگ ان چھوڑ جانے کی چیزوں میں اس طرح مصروف رہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی شکر گذاری سے غفلت کریں گے، قیامت کے دن ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے کام میں لانے کی جواب وہی مشکل ہو جائے گی۔ حدیث شریف میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردے کے ساتھ تین ہوتے ہیں دو

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ﴿۴﴾ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ؕ﴿۵﴾ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۙ﴿۶﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۙ﴿۷﴾ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾ ع

ہاں ۱؎ ہاں جلد جان لو گے (یعنی نزع کے وقت) ﴿۳﴾ پھر کہتے ہیں ہم ہاں ہاں جلد جان لو گے (یعنی قبروں میں) ﴿۴﴾ ہاں ۲؎ ہاں اگر تم حقیقت کار کو علم یقین سے جانتے تو (مال کی محبت نہ رکھتے اور آخرت سے غافل نہ ہوتے) ﴿۵﴾ بیشک ۳؎ تم لوگ (مرنے کے بعد) ضرور دوزخ کو دیکھو گے ﴿۶﴾ پھر ۳؎ بیشک ضرور اس دوزخ کو یقینی دیکھنا دیکھو گے ﴿۷﴾ پھر بیشک اس دن تم سے (شکر) نعمت کے بارے میں پرسش ہوگی ﴿۸﴾

لوٹ آتے ہیں: ① ایک اس کے ساتھ رہ جاتا ہے یعنی ایک مال ② دوسرا اس کے اہل واقارب ③ اور ایک اسکا عمل۔ عمل اس کے ساتھ رہ جاتا ہے، باقی دونوں واپس ہو جاتے ہیں (بخاری)

۱؎ یعنی دیکھو بار بار تاکید کہا جاتا ہے کہ تمہارا خیال صحیح نہیں کہ مال واولاد وغیرہ کی بہتات ہی کام آنے والی چیز ہے، عنقریب تم جان لو گے کہ زائل فانی چیز ہرگز فخر ومباہات کے لائق نہ تھی۔ پھر سمجھ لو کہ آخرت ایسی چیز نہیں جس سے انکار کیا جائے، یا غفلت برتی جائے۔ آگے چل کر تم کو بہت جلد کھل جائے گا کہ اصل زندگی اور عیش آخرت کا ہے۔ اور دنیا اس زندگی کے مقابلہ میں ایک خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔ یہ حقیقت بعض لوگوں کو دنیا میں تھوڑی بہت کھل جاتی ہے، لیکن قبر میں پہنچ کر اور اسکے بعد محشر میں سب کو پوری طرح کھل جائے گی۔

۲؎ یعنی تمہارا خیال ہرگز صحیح نہیں اگر تم یقینی طور پر دلائلِ صحیحہ سے اس بات کو جان لیتے، آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے سب سامان ہیچ ہیں تو ہرگز اس غفلت میں پڑے نہ رہتے۔

۳؎ یعنی اس غفلت وانکار کا نتیجہ دوزخ ہے وہ تم کو دیکھنا پڑے گا، اول تو اس کا کچھ اثر برزخ میں نظر آجائے گا، پھر آخرت میں پوری طرح دیکھ کر عین الیقین حاصل ہو جائے گا۔

یادِ الٰہی سے غفلت اللہ کی رحمت سے محرومی کا باعث

۳؎ یعنی اس وقت کہا جائے گا کہ اب بتلاؤ دنیا کے عیش وآرام کی کیا حقیقت تھی۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت جو دیدارِ الٰہی اور حساب وکتاب کی ایک بہت بڑی حدیث ہے، اور اس صحیح حدیث کا ایک ٹکڑا گویا اس سورۃ کی تفسیر ہے۔ حاصل اس ٹکڑے کا یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں صاحبِ نعمت اور اللہ کے روبرو کھڑے ہونے، اور حساب وکتاب سے غافل ہیں، اس طرح کے لوگوں میں سے ہر ایک شخص کا حساب وکتاب یوں ہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے شخص! کیا میں نے تجھ کو دنیا میں عزت دار مالدار اور ہر طرح کا صاحبِ نعمت نہیں کیا تھا، جب یہ شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار کرے گا، تو

اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس خدا نے ان نعمتوں کو پیدا کیا تھا، اس کی پیدا کی ہوئی نعمتوں کو برت کر اس خدا کی یاد بھی کچھ تُو نے دل میں رکھی تھی۔ یہ شخص جب اس سوال کا جواب پورا نہ دے سکے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "دنیا میں جس طرح تو نے میری یاد کو بھلادیا، اسی طرح میں نے بھی آج اپنی رحمت سے تجھ کو محروم کردیا اور بھلادیا"۔

ایاتھا ۳ | ۱۰۳ سُوْرَۃُ الْعَصْرِ مَکِّیَّۃٌ ۱۳ | رکوعھا ۱

سورۂ عصر مکہ میں نازل ہوئی، اس میں تین آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

وَالْعَصْرِ ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝۲

قسم (اس) ۱؎ زمانہ (محبوب) کی ۝۱ بیشک ۲؎ آدمی نقصان میں ہے ۝۲

خواص سورہ عصر: مال وغیرہ زمین میں دفن کرتے وقت اس سورت کو پڑھنے سے ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔ جو شخص اس سورت کو ہر روز پڑھے گا اس کا ایمان سلامت رہے گا۔ اس سورت کو جمعہ کے دن ایک سو ایک بار پڑھے تو اس کے تمام مطالب حل ہوں گے۔

۱؎ عصر زمانہ کو کہتے ہیں اور زمانہ چونکہ عجائبات پر مشتمل ہے، اس میں احوال کا تغیر و تبدّل ناظر کیلئے عبرت کا سبب ہوتا ہے۔ اور یہ چیزیں خالق حکیم کی قدرت و حکمت اور اسکی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس لئے ہوسکتا ہے کہ زمانہ کی قسم مُراد ہو، یعنی قسم ہے ہمارے پیغمبر ﷺ کے زمانہ مبارک کی، جس میں رسالتِ عظمٰی اور خلافتِ کبریٰ کا نور اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمکا۔ کیونکہ یہ بڑی خیر و برکت کا زمانہ اور تمام زمانوں میں سب سے زیادہ فضیلت و شرف والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے زمانہ کی قسم یاد فرمائی جیسا کہ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝۱ میں حضور ﷺ کے مسکن مکان کی قسم یاد فرمائی ہے اور جیسا کہ، لعمرك میں آپ کی عمر شریف کی قسم یاد فرمائی، اور اس میں شانِ محبوبیت کا اظہار ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ عصر سے نماز عصر مُراد ہو جو شرعی نقطہ نظر سے نہایت فضیلت کا وقت ہے، حتیٰ کہ حضور نے حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ جس کی نماز عصر فوت ہوگئی گویا اس کا سب گھر بار لُٹ گیا۔

۲؎ اس سورۃ میں سخت وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں پر نقصان میں ہونے کا حکم کیا سوائے انکے جو چار باتیں اختیار کریں۔ جن کا ذکر آگے کیا گیا ہے کہ انسان کو نقصان سے بچنے کیلئے چار باتوں کی ضرورت ہے: ❶ اول خدا اور رسول پر ایمان لائے اور ان کی ہدایات اور وعدوں پر خواہ دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے پورا یقین رکھے ❷ دوسرے اس یقین کا

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۳

مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے، اور ایک دوسرے کو حق (یعنی ایمان و عمل صالح) پر قائم رہنے کی وصیت کی، اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی (ان مشقتوں پر جو دین کی راہ میں پیش آئیں، یہ لوگ خدا کے فضل سے ٹوٹے (نقصان) میں نہیں ہیں) ۳

اثر محض قلب و دماغ تک محدود نہ رہے بلکہ جوارح میں ظاہر ہو، اور اس کی عملی زندگی اس کے ایمانِ قلبی کا آئینہ ہو ۳ تیسرے محض اپنی افرادی صلاح و فلاح پر قناعت نہ کرے بلکہ قوم و ملت کے اجتماعی مفاد کو پیشِ نظر رکھے، جب وہ مسلمان ملیں ایک دوسرے کو اپنے قول و فعل سے سچے دین اور ہر معاملہ میں سچائی اختیار کرنے کی تاکید کرتے رہیں ۴ چوتھے ہر ایک کو دوسرے کی یہ نصیحت و وصیت رہے کہ حق کے معاملہ میں اور شخصی و قومی اصلاح کے راستہ میں جس قدر سختیاں اور دشواریاں پیش آئیں، یا خلاف طبع امور کا تحمل کرنا پڑے پورے صبر و استقامت سے تحمل کریں، ہرگز قدم نیکی کے راستہ سے ڈگمگانے نہ پائے۔ جو خوش قسمت حضرات ان چار اوصاف کے جامع ہوں گے، اور خود کامل ہو کر دوسروں کی تکمیل کریں گے، ان کا نام صفحاتِ دہر پر زندہ جاوید رہے گا، اور جو آثار چھوڑ کر دنیا سے جائیں گے، وہ بطور باقیاتِ صالحات ہمیشہ ان کے اجر کو بڑھاتے رہیں گے۔ فی الحقیقت یہ چھوٹی سی سورۃ سارے دین و حکمت کا خلاصہ ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے سچ فرمایا کہ اگر قرآن میں سے صرف یہی ایک سورۃ نازل کر دی جاتی تو سمجھدار بندوں کی ہدایت کیلئے کافی تھی۔ بزرگانِ سلف میں جب دو مسلمان آپس میں ملتے تھے، جدا ہونے سے پہلے ایک دوسرے کو یہ سورۃ سنایا کرتے تھے۔

آیاتھا ۹ — ۱۰۴ سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ ۳۲ — رکوعھا ۱

سورۂ ہمزہ مکہ میں نازل ہوئی، اس میں نو آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ ھمزہ: جسے نظر وغیرہ ہو جائے تو اس سورت کو پڑھ کر اس پر دم کر دیا جائے ان شاء اللہ تعالیٰ آرام ہو جائے گا۔ جو شخص اس سورت کو ہر رات پڑھ لیا کرے تو بصارت میں کبھی کمی نہ ہوگی۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۙ ① الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهُ ۙ ② يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۚ ③ كَلَّا ۖ لَيُنبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۖ ④ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ۚ ⑤ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ ۙ ⑥ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ ۚ ⑦ إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ ۙ ⑧ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ⑨

خرابی ہے اس کے لئے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے، پیٹھ پیچھے بدی کرے ① جس نے ۱ مال جمع کیا اور (بڑی حفاظت سے) گن گن کر اس نے رکھا ② (جہالت سے) ۲ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے دنیا میں ہمیشہ (زندہ) رکھے گا ③ نہیں ۳ نہیں ضرور حطمہ (یعنی روندنے والی آگ) میں ڈالا جائے گا ④ اور ۴ تو نے کیا جانا کہ حطمہ کیا ہے؟ ⑤ وہ اللہ کی آگ کہ بھڑک رہی ہے ۵ ⑥ وہ جو (تمام گوشت پوست کو جلا کر) دلوں پر غالب ہو جائے گی ⑦ بیشک وہ آگ ان (کافروں) پر بند کر دی جائے گی ⑧ (اس طرح سے کہ وہ لوگ آگ کے) لمبے لمبے ستونوں میں (گھرے ہوں گے) ⑨

۱ **شان نزول:** یہ آیتیں ان کفار کے حق میں نازل ہوئیں جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب پر زبان طعن کھولتے تھے، اور ان حضرات کی غیبت کرتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی تنبیہ میں یہ سورۃ نازل فرمائی، اور یہ حکم ہر غیبت کرنیوالے کیلئے عام ہے، یعنی اپنی خبر نہیں لیتا دوسروں کو حقیر سمجھ کر طعنے دیتا ہے، اور ان کے واقعی یا غیر واقع عیب چنتا رہتا ہے۔

۲ یعنی طعنہ زنی اور عیب جوئی کا منشاء تکبر۔ اور تکبر کا سبب مال ہے، جس کو مارے حرص کے ہر طرف سے سمیٹتا اور مارے بخل کے گن گن کر رکھتا ہے کہ کوئی پیسہ کہیں خرچ نہ ہو جائے، یا نکل کر بھاگ نہ جائے۔ اکثر بخیل مالداروں کو دیکھا ہوگا کہ وہ بار بار روپیہ شمار کرتے اور حساب لگاتے رہتے ہیں۔ اسی میں ان کو مزہ آتا ہے۔

۳ یعنی اس کے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ مال کبھی اس سے جدا نہ ہوگا، بلکہ ہمیشہ اس کو آفات ارضی وسماوی سے بچاتا رہے گا۔

۴ یعنی یہ خیال محض غلط ہے مال تو قبر تک بھی ساتھ نہ جائے گا، آگے تو کیا کام آتا۔ سب دولت یوں ہی پڑی رہ جائے گی، اور اس بدبخت کو اٹھا کر دوزخ میں پھینک دیں گے۔

۵ یعنی یاد رہے یہ آگ بندوں کی نہیں، اللہ کی سلگائی ہوئی ہے۔ اس کی کیفیت کچھ نہ پوچھو۔ بڑی سمجھدار ہے۔ دلوں کو جھانک لیتی ہے۔ جس دل میں ایمان ہو نہ جلائے، جس میں کفر ہو جلا ڈالے، اس کی سوزش بدن کو لگتے ہی فوراً دلوں تک نفوذ

کر جائے گی، بلکہ ایک طرح دل سے شروع ہو کر جسموں میں سرایت کرے گی، اور باوجودیکہ قلوب وارواح جسموں کی طرح جلیں گے، اس پر بھی مجرم مرنے نہ پائیں گے۔ دوزخی تمنا کرے گا کہ کاش موت آ کر اس عذاب کا خاتمہ کر دے لیکن یہ آرزو پوری نہ ہوگی۔ آگے فرمایا کہ کفار کو دوزخ میں ڈال کر دروازے بند کر دیئے جائیں گے، کوئی راستہ نکلنے کا نہ رہے گا۔ ہمیشہ اس میں پڑے جلتے رہیں گے، اور دوزخیوں کو لمبے لمبے ستونوں سے باندھ کر خوب جکڑ دیا جائے گا کہ جلتے وقت ذرا حرکت نہ کر سکیں۔ کیونکہ ادھر ادھر حرکت کرنے سے بھی عذاب میں کچھ برائے نام تخفیف ہو سکتی تھی، اور بعض نے کہا کہ دوزخ کے منہ کو لمبے لمبے ستون ڈال کر اوپر سے پاٹ دیا جائے گا۔

ایاتہا ۵ | ۱۰۵ سورۃ الفیل مکیۃ ۱۹ | رکوعہا ۱

سورۂ فیل مکہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝١

(اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ![1]) کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے پروردگار نے ان ہاتھیوں والوں کا کیا حال کیا ۝١

خواص سورہ فیل: جس شخص کے دشمن بے حساب ہوں وہ واسطے دفع کے ایک ہزار پچاس بار اس سورت کو پڑھے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا فکر دور ہو اور یہ شخص ان پر زبر ہو۔ جو شخص اس سورت کو روزانہ پڑھے تو وہ صاحب مراتب وجاہ ہو۔ اور قرضدار ہو تو قرضہ دور ہو۔

اصحابِ فیل کا واقعہ

[1] ہاتھی والوں سے مراد ابرہہ اور اس کا لشکر ہے۔ اس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ ابرہہ یمن وحبشہ کا بادشاہ تھا۔ اس نے دیکھا کہ سارے عرب کعبہ کا حج کرنے جاتے ہیں، وہ چاہتا تھا کہ حج کرنیوالے بجائے مکہ مکرمہ کے یہاں آئیں۔ اسکی تدبیر یہ سوچی کہ اپنے مذہب کے نام پر ایک عالیشان عبادت خانہ بنایا جائے۔ چنانچہ صنعاء میں جو یمن کا بڑا شہر ہے، اپنے مصنوعی عبادت خانہ کی بنیاد رکھی، اور خوب دل کھول کر روپیہ خرچ کیا، اس پر بھی لوگ ادھر متوجہ نہ ہوئے۔ عرب کے لوگوں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انکو یہ بات بہت شاق گذری۔ قبیلہ بن کنانہ کے ایک شخص نے موقع پا کر وہاں قضاء حاجت کی، اور اس کو نجاست سے آلودہ کر دیا۔ اس پر ابرہہ کو بہت طیش آیا اور اس نے کعبہ شریف کو ڈھانے کی قسم کھائی۔ اور اس ارادہ سے اپنا لشکر لے کر جس میں بہت سے ہاتھی تھے، اور ان کا پیش رو ایک بڑا عظیم الجثہ کوہ پیکر ہاتھی جس کا نام محمود تھا۔ ابرہہ نے مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ کر اہلِ مکہ کے جانور قید کر لئے۔ ان میں دوسو اونٹ عبدالمطلب کے بھی تھے۔ عبدالمطلب ابرہہ کے پاس آئے۔

اَلَمۡ یَجۡعَلۡ کَیۡدَهُمۡ فِیۡ تَضۡلِیۡلٍ ۙ﴿۲﴾ وَّ اَرۡسَلَ عَلَیۡهِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ ۙ﴿۳﴾ تَرۡمِیۡهِمۡ بِحِجَارَۃٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍ ۪ۙ﴿۴﴾ فَجَعَلَهُمۡ کَعَصۡفٍ مَّاۡکُوۡلٍ ﴿۵﴾ ع

ہم نے ان کا داؤں (مکروفریب) تباہی میں نہ ڈالا ﴿۲﴾ اوران پر غول غول پرندے بھیجے ﴿۳﴾ جوان لوگوں پر کنکر کے سنگ ریزے مارتے تھے ﴿۴﴾ تواللہ نے ان کوایسا کردیا جیسے کہ جانوروں کا کھانے سے باقی رہاہوا بھس ﴿۵﴾

ابرہہ نے ان کی تعظیم کی اوراپنے پاس بٹھایا' اور مطلب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: ''میرا مطلب یہ ہے کہ میرے اونٹ واپس کیے جائیں''۔ ابرہہ نے کہا: ''مجھے بہت تعجب ہوتا ہے کہ میں خانہ کعبہ کوڈھانے کے لئے آیاہوں اور تمہارے باپ دادا کا معظم ومحترم مقام ہے۔ تم اس کے لئے تو کچھ نہیں کہتے ہو، اپنے اونٹوں کے لیے کہتے ہو''۔ آپ نے فرمایا: ''میں اونٹوں ہی کا مالک ہوں انہیں کے لئے کہتا ہوں' اور کعبہ کا جو مالک ہے وہ خوداس کی حفاظت فرمائے گا''۔ ابرہہ نے آپ کے اونٹ واپس کردیئے۔ عبدالمطلب نے قریش کو حال سنایا اورانہوں نے مشورہ دیا کہ وہ پہاڑوں کی گھاٹیوں اور چوٹیوں میں پناہ گزین ہوں۔ چنانچہ قریش نے ایسا ہی کیا۔ عبدالمطلب نے دروازہ کعبہ پر پہنچ کر بارگاہ الٰہی میں کعبہ کی حفاظت کی دعا کی۔ اور دعا سے فارغ ہوکر آپ اپنی قوم کی طرف چلے گئے۔ ابرہہ نے صبح تڑکے اپنے لشکروں کو تیاری کا حکم دیا اور ہاتھیوں کو تیار کیا، لیکن محمود ہاتھی نہ اٹھا اور کعبہ کی طرف نہ چلا۔ اور جس طرف چلاتے تھے چلتا تھا، جب کعبہ کی طرف اس کا رُخ کرتے تھے بیٹھ جاتا تھا۔ وادی محسّر جو مکہ کے قریب جگہ ہے، سمندر کی طرف سے سبز اور زرد رنگ کے چھوٹے چھوٹے جانوروں کی ٹکڑیاں نظر آئیں۔ ہرایک کی چونچ اور پنجوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں۔ ان عجیب وغریب پرندوں کے غول لشکر پر کنکریاں برسانے لگے۔ خدا کی قدرت سے وہ کنکر کی پتھریاں بندوق کی گولی سے زیادہ کام کرتی تھیں۔ جس کے لگتی ایک طرف سے گھس کر دوسری طرف نکل جاتی۔ بہت سے وہیں ہلاک ہوگئے جو بھاگے وہ دوسری بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر مرے۔ یہ واقعہ حضور ﷺ کی ولادت شریف سے پچاس روز پہلے ہوا۔ بلکہ بعض کہتے ہیں کہ خاص اسی روز آپ کی ولادت باکرامت ہوئی۔ گویا یہ آپ کی آمد آمد کا ایک آسمانی نشان تھا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت فرمائی ہے، اس گھر کے سب سے مقدس متولی اور سب سے بزرگ پیغمبر کی حفاظت بھی اسی طرح کرے گا اور کسی دوسرے مذہب کو یہ موقع نہ دے گا کہ وہ کعبہ اور کعبہ کے سچے خادموں کا استیصال کرسکیں۔

ایاتہا ۴ ۱۰۶ سورۃ قریش مکیۃ ۲۹ رکوعہا ۱

سورۂ قریش مکہ میں نازل ہوئی اس میں چار آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝١ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝٢ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝٣ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝٤

اس [۱] لئے کہ قریش کو الفت دی ① ان کو جاڑے (میں یمن کی طرف) اور گرمی (میں شام کی طرف) کے سفر کی (تجارت کیلئے) الفت لگا دی ہے ② تو ان کو (شکریہ میں) چاہئے کہ اس خانہ کعبہ کے رب کی عبادت کریں ③ جس نے انکو بھوک میں کھانا دیا اور (سید عالم محمد ﷺ کی برکت سے) انہیں ایک بڑے خوف سے امن دیا ④

خواص سورہ قریش: اگر اس سورت کو کھانے کے وقت پڑھ کر دم کر کے کھائے تو کھانا ہر قسم کے ضرر سے محفوظ رہے گا۔ اگر اس سورت کو ایک پاک تشتری پر زعفران سے لکھ کر اور پانی سے دھو کر جسے زہر دیا گیا ہو پلا دے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو زہر کچھ ضرر نہ کرے گا۔

[۱] یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں۔ ان میں سے ایک نعمتِ ظاہرہ یہ ہے کہ اس نے قریش کو ہر سال میں دو سفروں کی طرف رغبت دلائی، ان کی محبت ان میں ڈالی۔ مکہ میں غلہ وغیرہ پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے جاڑے کے موسم میں یمن کا سفر کہ وہ ملک گرم ہے، اور گرمی کے موسم میں شام کا جو سرد اور شاداب ملک ہے، قریش تجارت کے لئے ان موسموں میں سفر کرتے تھے۔ ہر جگہ کے لوگ ان کو اہلِ حرم اور خادم بیت اللہ سمجھ کر نہایت عزت واحترام کی نظر سے دیکھتے اور ان کی خدمت کرتے اور ان کے جان و مال سے کچھ تعرض نہ کرتے تھے۔ اس طرح ان کو خاطر خواہ نفع ہوتا تھا۔ پھر امن وچین سے گھر بیٹھ کر کھاتے اور کھلاتے تھے۔ حرم کے چاروں طرف لوٹ کھسوٹ اور چوری ڈکیتی کا بازار گرم رہتا تھا۔ لیکن کعبہ کے ادب سے کوئی چور ڈاکو قریش کو پریشان نہیں کرتا تھا۔ اسی انعام کو یہاں یاد دلایا ہے کہ اس گھر کے طفیل اور سید عالم محمد مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے تم کو روزی دی اور خوفِ عظیم سے امان عطا فرمائی۔ ہاتھی والوں کی زد سے محفوظ رکھا، پھر اس گھر والے کے رب کی بندگی کیوں نہیں کرتے، اس کے رسول کو کیوں ستاتے ہو۔ کیا یہ انتہائی ناشکری اور احسان فراموشی نہیں ہے۔ اگر وہ میری باتیں نہیں سمجھ سکتے تو ایسی کھلی ہوئی حقیقت کا سمجھنا کیا مشکل ہے۔

آیاتھا ۷ ۱۰۷ سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ ۱۷ رکوعھا ۱

سورۂ ماعون مکہ میں نازل ہوئی، اس میں سات آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

أَرَءَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ﴿١﴾ فَذٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ﴿٢﴾

کیا[1] تم نے اس شخص کو دیکھا جو جزائے اعمال کو جھٹلاتا ہے؟ (باوجود دلائل واضح ہونے کے) ﴿١﴾ پس وہ شخص وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے (اور اس کا حق نہیں دیتا) ﴿٢﴾

خواص سورة الماعون: اگر اس سورت کو گیارہ مرتبہ پڑھے تو رزق میں کشائش ہو، اور اس سورت کو اکتالیس دفعہ پڑھنے سے قرابت والوں کو فقر و محتاجی سے بے خوف رکھتا ہے۔

نماز کی تاکید

[1] اے محبوب ﷺ کیا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا جو روز جزا کا یقین نہیں رکھتا۔ یہ وہی شخص ہے جو قیامت کے انکار کے ساتھ اور بھی عیب رکھتا ہے۔ یتیم کا مال سینہ زوری سے کھاتا ہے، اور مسکین کو کھانا کھلانے کی کسی کو رغبت نہیں دلاتا۔ خود تو کیا دے گا کسی سے دلواتا بھی نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ بخل کفر کا شعار ہے تو نماز اور زکوٰۃ وغیرہ فرائض کا ترک بدرجۂ اعلیٰ ہو، اور اس کا انجام بہت برا ہوگا۔ اسلئے ارشاد ہے کہ ان نمازیوں کی خرابی ہے، جو اپنی نماز کی حقیقت سے غافل ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ نماز کس کی مناجات ہے، اور مقصد نماز سے کیا ہے، اور کس قدر اہتمام کے لائق ہے۔ یہ نہیں جانتے کہ نماز مراقبہ حق ہے ہمہ تن۔ تن من کو اللہ کی طرف متوجہ کر کے پڑھنی چاہئے۔ یہ کیا نماز ہوئی کہ کبھی پڑھی، کبھی نہ پڑھی۔ وقت بے وقت کھڑے ہو گئے۔ باتوں میں اور دنیا کے دھندوں میں جان بوجھ کر وقت تنگ کر دیا۔ پھر بھی تو چار ٹکریں لگائیں۔ کچھ خبر نہیں کس کے روبرو کھڑے ہیں، اور احکم الحاکمین کے دربار میں کس شان سے حاضری دے رہے ہیں۔ کیا خدا صرف ہمارے اٹھنے بیٹھنے جھک جانے اور سیدھے ہونے کو دیکھتا ہے۔ ہمارے دلوں پر نظر نہیں رکھتا کہ ان میں کہاں تک اخلاص اور خشوع کا رنگ موجود ہے۔ ابن ماجہ، صحیح ابن خزیمہ وغیرہ میں معتبر سند سے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص دنیا کے دکھاوے کے طور پر کوئی عمل کرے گا، اس کا کچھ اجر خدا کی درگاہ سے ایسے شخص کو نہ ملے گا"۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز پر کچھ موقوف نہیں، دین کا جو کام دنیا کے دکھلانے کے لئے کیا جائے گا، وہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ہرگز قبول نہ ہوگا۔

وَ لَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِؕ﴿۳﴾ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَۙ﴿۴﴾ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَۙ﴿۵﴾ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَۙ﴿۶﴾ وَ یَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ۠﴿۷﴾

اور مسکین کو کھانا دینے کی (دوسروں کو) ترغیب نہیں دیتا (اور نہ خود دیتا ہے انتہا درجہ کا بخیل ہے)۔ پس ان نمازیوں کی خرابی ہے۔ جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ وہ جو (تنہائی میں نماز نہیں پڑھتے لوگوں کے سامنے) دکھاوے سے پڑھتے ہیں اور [1] برتنے کی (چھوٹی چھوٹی) چیزیں مانگے نہیں دیتے۔

[1] یعنی یہ غافل لوگ زکوٰۃ وصدقات وغیرہ تو کیا ادا کرتے، معمولی برتنے کی چیزیں بھی مثلاً سوئی دھاگہ پتیلا پیالے وغیرہ وغیرہ کسی کو مانگے نہیں دیتے جن کے دے دینے کا دنیا میں عام رواج ہے۔ **مسئلہ:** علماء نے فرمایا کہ مستحب ہے کہ آدمی اپنے گھر میں ایسی چیزیں اپنی حاجت سے زیادہ رکھے، جن کی ہمسایوں کو حاجت ہوتی ہے اور انہیں عاریتاً دیا کرے۔

آیاتھا ۳ | ۱۰۸ سُوْرَۃُ الْکَوْثَرِ مَکِّیَّۃٌ ۱۵ | رکوعھا ۱

سورہ کوثر مکہ میں نازل ہوئی، اس میں تین آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَؕ﴿۱﴾

(اے محبوب! [1]) بیشک ہم نے تمہیں کوثر (یعنی ہر خوبی کی کثرت) عطا فرمائی۔

خواص سورہ کوثر: اگر کوئی شخص اس سورت کو ایک ہزار مرتبہ اور ایک ہزار مرتبہ درود شریف شب جمعہ میں سوتے وقت پڑھے تو خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوگا۔ جب دشمن درپے آزار ہوں تو ایک سو ایک بار اس سورت اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ کو پڑھے اور کوری اینٹ پر اس کا نقش لکھ کر کسی پرانی قبر میں ڈال دے تو دشمن تباہ و برباد ہو جائے گا۔

[1] **شان نزول:** جب آنحضرت ﷺ کے فرزند حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو کفار نے آپ کو منقطع النسل کہا، اور کہا کہ اب ان کی نسل نہیں رہی، ان کے بعد اب ان کا ذکر بھی نہ رہے گا، یہ سب چرچا ختم ہو جائے گا۔ اس

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝٢ۭ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝٣ۧ

تو تم (اس کے شکریہ میں) اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھو (یعنی عید الاضحیٰ کی نماز) اور (اس کے نام کی) قربانی کرو ۝٢ بیشک جو تمہارا دشمن ہے بے نام ونشان ہے ۝٣

پر یہ سورت کریمہ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کفار کی تکذیب کی اور ان کا بلیغ رد فرمایا۔ اور فرمایا کہ: "اے محبوب ﷺ! ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں اور فضائل کثیرہ عنایت کر کے تمام خلق پر افضل کیا۔ حسن ظاہر بھی دیا، حسن باطن بھی، نسب عالی بھی، نبوت بھی۔ کتاب بھی، حکمت بھی، علم بھی شفاعت بھی، حوض کوثر بھی، مقام محمود بھی، کثرت اُمت بھی، اعدائے دین پر غلبہ بھی، کثرت فتوح بھی، اور بے شمار نعمتیں اور فضیلتیں جن کی انتہا نہیں۔ پس اے محبوب! ﷺ آپ اس کے شکریہ میں اپنے رب کے لیے نماز عید الاضحیٰ پڑھیں، اور اس کے نام کی قربانی کریں۔ اے محبوب ﷺ! آپ کا جو دشمن ہے، وہی ابتر ہے۔ نہ اس کا اہل رہے گا نہ مال نہ کوئی بہتری۔ خاک میں مل جائے گا۔ اس کا بھلائی سے کوئی نام بھی نہ لے گا، اے محبوب ﷺ! آپ کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، آپ کی اولاد میں بھی کثرت ہوگی اور آپ کے متبعین سے دنیا بھر جائے گی۔ آپ کا ذکر منبروں پر بلند ہوگا۔ قیامت تک پیدا ہونے والے عالم اور واعظ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر کرتے رہیں گے"۔

آیاتھا ٦　　١٠٩ سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ ١٨　　رکوعھا ١

سورۂ کافرون مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ کافرون: جو شخص یک شنبہ کے روز طلوع آفتاب کے وقت دس بار اس سورت کو پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے تو ان شاء اللہ تعالیٰ مراد پوری ہو۔ ہر روز سات مرتبہ اس سورت کا پڑھنا حفاظت ایمان کے لئے مفید ہے۔ اس سورت کو کشائش رزق کے واسطے بعد نماز صبح ٢١ بار، اور بعد نماز ظہر ٢٢ بار، بعد نماز عصر ٢٣ بار، بعد نماز مغرب ٢٤ بار، بعد نماز عشاء ٢٥ بار، اور اول و آخر اسی قدر درود شریف پڑھا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ روزی میں کشائش ہوگی۔

قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْكَٰفِرُونَ ۝١ لَآ أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۝٢ وَلَآ أَنتُمْ عَٰبِدُونَ مَآ أَعْبُدُ ۝٣ وَلَآ أَنَا۠ عَابِدٌ مَّا عَبَدتُّمْ ۝٤ وَلَآ أَنتُمْ عَٰبِدُونَ مَآ أَعْبُدُ ۝٥ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۝٦

اے محبوب!ؑ تم فرماؤ: ''اے کافرو! ۝١ نہیں پرستش کرتا ہوں میں اس چیز کی جس کی تم پرستش کرتے ہو ۝٢ اور نہ تم پرستش کرتے ہو اس چیز کی جس کی میں پرستش کرتا ہوں ۝٣ اور نہ (آئندہ) میں پرستش کروں گا اس چیز کی جس کی تم نے پرستش کی ۝٤ اور نہ تم پرستش کرو گے اس چیز کی جس کی میں پرستش کرتا ہوں ۝٥ تمہارے لئے تمہارا دین (کفر و شرک) ہے اور میرے لئے میرا دین (اسلام ہے) ۝٦

ؑ **شان نزول:** قریش کی ایک جماعت نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا کہ آپ ہمارے دین کا اتباع کیجئے ہم آپ کے دین کا اتباع کریں گے۔ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں، ایک سال ہم آپ کے معبودوں کی عبادت کریں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی پناہ! کہ میں اسکے ساتھ غیر کو شریک کروں''۔ کہنے لگے: ''تو آپ ہمارے کسی معبود کو ہاتھ ہی لگا دیجئے، ہم آپ کی تصدیق کر دیں گے، اور آپ کے معبود کی عبادت کریں گے''۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی اور آنحضرت ﷺ مسجد حرام میں تشریف لے گئے، وہاں قریش کی وہ جماعت موجود تھی۔ حضور نے یہ سورۃ انہیں پڑھ کر سنائی تو وہ مایوس ہو گئے، اور حضور کے اور حضور کے اصحاب کے درپے آزار ہو گئے۔

آیاتها ۳ — ۱۱۰ سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۴ — رکوعها ۱

سورۂ نصر مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں تین آیتیں ہیں۔

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ نصر: اس سورت کو ہر روز سات مرتبہ پڑھے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہر بلا سے محفوظ رہے گا اور فتح اور مدد میسر ہو۔ اگر کوئی اس سورت کو روزانہ پڑھے تو دشمن پر فتح یابی حاصل کرے۔ اس سورت کو رانگ پر کندہ کر کے جال میں لگا دیں، اس جال میں مچھلیاں خوب آئیں گی۔

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾ وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۲﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ ؔؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

(اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! لہ) جب اللہ کی مدد آئے اور فتح ظہور میں آئے ۞ اور تم لوگوں کو دیکھو کہ اللہ کے دین (اسلام) میں غول کے غول (لشکر کے لشکر) داخل ہوتے ہیں ۞ پس اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ پاکی بیان کرو، اور اس سے (امت کے لئے) بخشش چاہو، بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے ۞

سب سے آخری سورۃ کا نازل ہونا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لہ اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمۡدِهٖ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوۡبُ اِلَيۡهِ کی بہت کثرت فرمائی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ سورۃ حجۃ الوداع میں بمقام منیٰ نازل ہوئی۔ اس کے بعد آیت اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ نازل ہوئی۔ اس کے نازل ہونے کے بعد اسی روز حضور نے دنیا میں تشریف رکھی، پھر آیت الکلالہ نازل ہوئی اسکے بعد حضور پچاس روز تشریف فرما رہے۔ پھر آیت وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِيۡهِ اِلَى اللّٰهِ، نازل ہوئی اس کے بعد حضور اکیس روز یا سات روز تشریف فرما رہے۔ اس سورت مبارک کے نازل ہونے کے بعد صحابہ نے سمجھ لیا تھا کہ دین کامل اور تمام ہوگیا، تو اب حضور دنیا میں زیادہ تشریف نہ رکھیں گے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سورۃ سن کر اسی خیال سے روئے۔ اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا کہ ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ چاہے دنیا میں رہے، چاہے اس کی لقاء فرمائے، اس بندہ نے لقاء الٰہی اختیار کی۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آپ پر ہماری جانیں ہمارے مال، آبا، ہماری اولاد سب قربان''۔

آیاتہا ۵ ۔ ۱۱۱ سُوۡرَۃُ اللَّهَبِ مَكِّيَّةٌ ۶ ۔ رکوعہا ۱

سورۂ لہب مکہ میں نازل ہوئی، اس میں پانچ آیتیں ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص سورہ لہب: اگر اس سورت کو لکھ کر درد کی جگہ باندھیں تو درد کم ہو جائے گی۔ اگر کوئی ظالم بادشاہ در پے آزار ہو تو تین ہزار بار اس سورت کو پڑھ کر دعا کرے ان شاء تعالیٰ نجات پاوے۔ اور اگر اس سورت کو ایک سو ایک بار پڑھے تو دشمن ہلاک ہو۔ اور اس سورت کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو ہر آفات سے محفوظ رہے۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۝١ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ۝٢ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣ وَّ امْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝٤ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝٥

ابولہب[۱] کے دونوں ہاتھ تباہ ہو جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے ① نہ اس کا مال (واولاد ہی) اس کے کچھ کام آیا اور نہ اس کے اعمال ② عنقریب شعلہ مارتی آگ میں داخل ہوگا ③ اور اس کی بیوی بھی جو (خاردار) لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھانے والی ④ اس کے گلے میں کھجور کے چھال کی رسی ہے (جس سے کانٹوں کا گٹھا باندھتی تھی) ⑤

ابولہب اور اس کی بیوی کی اسلام دشمنی اور ان کی ہلاکت

[۱] **شان نزول:** صحیح بخاری، مسلم وغیرہما میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے جب آنحضرت ﷺ نے کوہ صفا پر عرب کے لوگوں کو دعوت دی۔ ہر طرف سے لوگ آئے اور حضور ﷺ نے ان سے اپنے صدق وامانت کی شہادتیں لینے کے بعد فرمایا: انی لکم نذیر بین یدی عذاب شدید اس پر ابولہب نے حضور سے کہا تھا کہ: "تم تباہ ہو جاؤ۔ کیا تم نے ہمیں اس لئے جمع کیا تھا"۔ اس پر یہ سورۂ شریف نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کی طرف سے جواب دیا۔ ابولہب آنحضرت ﷺ کا بڑا مخالف تھا۔ جہاں آنحضرت ﷺ لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے تھے تو یہ آپ کو جھٹلانے کی تقریر ضرور کیا کرتا تھا۔ ابولہب کی بی بی کا نام اروکا تھا اور کنیت اس کی اُم جمیل تھی۔ یہ ابوسفیان کی بہن اور معاویہ کی پھوپھی ہے۔ یہ بھی آنحضرت ﷺ سے بڑی عداوت رکھتی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے راستہ میں اکثر کانٹے بچھا دیا کرتی تھی کہ صبح کو اندھیرے میں آپ نماز کو جائیں تو آپ کو ان کانٹوں سے کچھ ایذا پہنچے۔ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ کا مطلب یہ ہے کہ ابولہب ہلاک ہو جائے۔ عرب کا محاورہ ہے کہ آدمی کے دونوں ہاتھوں سے آدمی کی ذات مُراد لیا کرتے تھے۔ حاصل یہ ہے کہ ابولہب نسب کا شریف اور مال دار تھا، مگر اس نے خدا اور رسول کے ساتھ اپنا معاملہ درست نہیں رکھا تو اس کی دین ودنیا دونوں خراب ہو گئیں۔ دنیا تو یوں کہ اس کے دونوں بیٹے عتبہ وعتیبہ جو گویا اُس کے دونوں ہاتھ تھے وہ یوں ٹوٹ گئے کہ عتبہ تو مسلمان ہو گئے، اور عتیبہ کو شیر نے پھاڑ ڈالا۔ خود اس کا یہ حال ہوا کہ وہ خود تو بدر کی لڑائی میں نہیں جا سکا ایک شخص کو خرچ دے کر اپنی طرف سے قریش کے ساتھ اس نے بھیج دیا تھا۔ قریش پر بدر کی لڑائی میں وہ آفت گزری کہ ستر آدمی ان کے مارے گئے اور ستر قید ہو گئے، اور بدیل نامی جس شخص کو اس نے اس لڑائی میں بھیجا تھا، اس سے اور لوگوں سے قریش کی مصیبت کا سب تفصیلی حال ابولہب نے جب سنا تو اس غم میں طاعون مرض سے بدر کی لڑائی کے سات روز کے بعد مر گیا۔ عرب کے لوگ اس مرض میں جو شخص مر جائے اس کی لاش سے بہت پرہیز کرتے تھے۔ اس لئے تین دن تک اس کی لاش بغیر

دفن کے پڑی رہی۔ جب لاش بالکل سڑ گئی تو اس لاش کے دفن کی نوبت آئی۔ تفسیر ضحاک میں ہے کہ ابولہب کی بی بی اُم جمیل ایک روز کانٹوں کا گٹھا لا رہی تھی کہ تھک کر آرام لینے کے لئے ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ ایک فرشتہ بحکم الٰہی اس کے پیچھے سے اس گٹھے کو کھینچا' وہ گرا اور رسی سے گلے میں پھانسی لگ گئی اور وہ مر گئی۔ قیامت کے دن وہ رسی ایک آگ کی رسی بن جائے گی اور دوزخ مین ہمیشہ رہے گی۔ غرض اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت اور اللہ تعالیٰ کی خفگی سے ابولہب اور اس کی بی بی دونوں کا خاتمہ کفر پر ہوا۔ ایسے لوگوں کا عقبیٰ میں جو کچھ انجام ہے وہ سب کی آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔

اٰیاتھا ۴ | ۱۱۲ سُوْرَۃُ الْاِخْلَاصِ مَکِّیَّۃٌ ۲۲ | رکوعھا ۱

سورۂ اخلاص مکہ میں نازل ہوئی، اس میں چار آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ ﴿۳﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾

(اے محبوب ﷺ !ل) فرماؤ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ (ہے) ایک ہے ﴿۱﴾ (اس کا کوئی شریک نہیں) ﴿۲﴾ اللہ (ہر چیز سے) بے نیاز ہے۔ (ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا) ﴿۳﴾ نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے ﴿۴﴾

خواص سورہ اخلاص: جو شخص اس سورت کو تین بار پڑھے تو اس کو ختم قرآن مجید کا ثواب حاصل ہوگا۔ اس سورت کو لکھ کر اپنے پاس رکھے خاصوں کا خاص ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس سورت کا پڑھنے والا اپنی مرادوں کو پہنچے گا۔ اگر بعد نماز عشاء کھڑے ہوکر اس سورت کو ایک سو ایک بار پڑھے تو اس کے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اگر اس سورت کو لکھ کر اور دھو کر بیمار کو پلائے تو اسے صحت حاصل ہو۔

ل اس سورۃ کی بہت سی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں۔ اس کو تہائی قرآن کے برابر فرمایا گیا ہے یعنی تین مرتبہ اس کو پڑھا جائے تو پورے قرآن کی تلاوت کا ثواب ملے۔ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے اس سورت سے بہت محبت ہے۔ فرمایا: "اس کی محبت تجھے جنت میں داخل کرے گی"۔

توحید کا بیان

شانِ نزول: کفار عرب نے آنحضرت ﷺ سے اللہ رب العزت تبارک وتعالیٰ کے متعلق طرح طرح کے سوال کئے۔

کوئی کہتا کہ اللہ کا نسب کیا ہے، کوئی کہتا تھا: "وہ سونے کا ہے یا چاندی کا ہے، یا لوہے کا ہے لکڑی کا ہے، کس چیز کا ہے"۔ کسی نے کہا کہ وہ کیا کھاتا ہے، کیا پیتا ہے، ربوبیت اس نے کس سے ورثہ میں پائی، اور اس کا کون وارث ہوگا۔ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی کہ اور اپنی ذات وصفات کا بیان فرما کر معرفت کی راہ واضح کی، اور جاہلانہ خیالات و اوھام کی تاریکیوں کو جن میں وہ لوگ گرفتار تھے، اپنی ذات وصفات کے انوار کے بیان سے مضمحل کر دیا۔

ایاتھا ۵ | ۱۱۳ سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ ۲۰ | رکوعھا ۱

سورۂ فلق مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں پانچ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲ وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝۳ وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝۴ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝۵ ع

تم فرماؤ[۱] میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے ۝۱ اس چیز کی برائی سے جو پیدا کی ہے ۝۲ اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے۔ جب تاریکی اس کی پھیلے ۝۳ اور ان جادوگر عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں (جادو کے منتر پڑھ پڑھ کر) پھونکتی ہیں ۝۴ اور ہر حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ (مجھ سے) حسد کرے ۝۵

خواص سورہ فلق: صحیح حدیث میں ہے کہ اس سورت کو معہ بسم اللہ شریف ایک ہزار بار پڑھنا اور اول آخر درود شریف۔ سو بار پڑھنا تلاش معاش کے لئے نہایت مجرب ہے اور سحر و جادو سے محفوظ رہتا ہے۔ اس سورت کو ہر روز بلاناغہ تلاوت کرنے والا تمام آفات سے محفوظ رہتا ہے۔ اور.........

جادو کا اثر دور کرنے والی سورتیں اور حضور ﷺ پر جادو کئے جانے کا ذکر۔ خدا کی صفتیں اور شیطان کا ذکر

[۱] **شان نزول:** یہ سورت اور سورۃ الناس جو اس کے بعد ہے، ان دونوں سورتوں کی شان نزول کی روایتیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے، اور حضرت عبداللہ بن عباس اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے صحیحین وغیرہ میں ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ لبید بن اعصم یہودی اور اسکی بیٹیوں نے آنحضرت ﷺ پر جادو کیا، اور حضور ﷺ کے جسم مبارک اور اعضاء

ظاہرہ پر اس کا اثر ہوا۔ قلب وعقل واعتقاد پر کچھ اثر نہ ہوا۔ چندروز کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے، اور انہوں نے عرض کیا: ''ایک یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے، اور جادو کا جو کچھ سامان ہے وہ ذروان کا کنواں ہے، وہاں ایک پتھر کے نیچے داب دیا ہے''۔ حضور ﷺ نے علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا انہوں نے کنویں کا پانی نکالنے کے بعد پتھر اٹھایا۔ اسکے نیچے سے کھجور کے گابھے کی تھیلی برآمد ہوئی۔ اس میں حضور ﷺ کے موئے شریف جو کنگھی سے برآمد ہوئے تھے، اور حضور کی کنگھی کے چند دندانے، اور ایک ڈورا یا کمان کا چلہ جس میں گیارہ گرہیں لگی تھیں، اور ایک موم کا پتلا جس میں گیارہ سوئیاں چبھی تھیں، یہ سب سامان پتھر کے نیچے سے نکلا۔ اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں سورتیں نازل فرمائیں۔ ان دونوں سورتوں میں گیارہ آیتیں ہیں۔ پانچ فلق میں ہر ایک آیت کے پڑھنے کے ساتھ ایک ایک گرہ کھلتی جاتی تھی، یہاں تک کہ سب گرہیں کھل گئیں اور حضور ﷺ بالکل تندرست ہو گئے۔ اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ جادو کا اثر حقیقی طور پر دنیا میں ہوتا ہے۔ فرقہ معتزلہ اس کا مخالف ہے کیونکہ وہ لوگ جادو کے اثر کو خیالی بتلاتے ہیں۔ مگر اہل سنت نے بہت سی آیتوں اور حدیثوں سے ثابت کیا ہے۔

مسئلہ: سوت کے گنڈے پر کوئی مباح کلام پڑھ کر یا تعویذ کے طور پر کسی کاغذ پر کوئی مباح کلام لکھ کر گلے میں ڈالا جائے، یا بازو میں باندھا جائے تو جائز ہے۔ کیونکہ جس کا پڑھ کر دم کرنا جائز ہے اس کا پاس رکھنا بھی جائز ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس گنڈے اور تعویذ کو منع فرمایا ہے، جس میں کوئی کلمہ کفر و شرک کا ہو۔ ہاں وہ عمل کئے جائیں جو آیات قرآنیہ یا احادیث میں وارد ہوئے۔ کیونکہ کلام مباح کے گنڈے تعویذ کی شریعت میں ممانعت نہیں ہے۔ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے اہل میں سے کوئی بیمار ہوتا تو حضور ﷺ معوذات پڑھ کر اس پر دم فرماتے۔ یہ بھی حدیث شریف میں ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! جعفر کے بچوں کو جلد جلد نظر ہوتی ہے، کیا مجھے اجازت ہے کہ ان کے لئے عمل کروں''۔ حضور ﷺ نے اجازت دے دی۔ (ترمذی)

صبح کے رب سے پناہ مانگنے کا یہ مطلب ہے کہ جس طرح رات کے بعد صبح کے آنے سے سب لوگ نیند سے اٹھ کر چونچال ہو جاتے ہیں، اسی طرح پناہ مانگنے والا شخص جادو اور ہر طرح کی بیماری کا اثر زائل ہو کر چونچال ہو جائے۔ ہر چیز کی بدی میں شیطان کی بدی اور ہر طرح کی موذی شے کی بدی داخل ہے۔ اندھیرے میں چاند گہن کا اندھیرا، رات کا اندھیرا سب داخل ہے۔ اندھیرے میں جادو کا اثر بڑھ جاتا ہے، اور طرح طرح کے موذی جانور اندھیرے میں نکلتے ہیں۔ اس لئے اندھیرے سے پناہ مانگنے کا ذکر فرمایا۔ گرہوں میں پھونکنے والی عورتوں کا مکر اور جادو مشہور ہے اس لئے ان کے جادو سے پناہ مانگنے کا ذکر فرمایا۔

ایاتھا ۶ ｜ ۱۱۴ سُوْرَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ ۲۱ ｜ رکوعھا ۱

سورۂ ناس مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں چھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ﴿۴﴾ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿۶﴾ ع

تم فرماؤ[۱] میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا پروردگار ﴿۱﴾ سب لوگوں کا بادشاہ ﴿۲﴾ سب لوگوں کا معبود (برحق) ہے ﴿۳﴾ شیطان کے شر سے جو وہ دل میں برے خطرے ڈالے ﴿۴﴾ (اور خدا کا نام سن کر) پیچھے ہٹ جائے وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالے ﴿۵﴾ (خواہ وہ) جنوں سے ہو اور (خواہ وہ) آدمیوں میں سے ہو ﴿۶﴾

خواص سورہ ناس: جو کوئی سورۂ فلق اور اس سورت کو پڑھتا رہے تو ہر چیز کے شر سے محفوظ رہے گا۔ اگر اس سورت کو سحر زدہ اور آسیب والے پر پڑھ کر دم کریں اور پانی پر دم کر کے پلا دیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ اسے نجات حاصل ہوگی۔ جب کسی جابر و ظالم حاکم کے سامنے جانا ہو تو سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھ کر جاوے تو اس کے ظلم و شر سے محفوظ رہے گا

[۱] یہ تین صفتیں ربوبیت، بادشاہت اور الٰہیت مل کر صفتوں کا ایک ایسا مجموعہ ہے کہ دنیا کے کسی بادشاہ میں نہیں پایا جاتا۔ اس لئے ان تینوں صفتوں کو یکجا کر کے ذکر فرمایا۔ ان صفتوں کے ترتیب وار ذکر فرمانے میں یہ بھی گویا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رب الناس ہونا تو ظاہر ہے۔ کیونکہ مثلاً ایک سال اس کی پرورش نہ ہو اور مینہ نہ برسے تو قحط پڑ جاتا ہے۔ اسی طرح اس کی بادشاہت تمام دنیا میں ظاہر ہے۔ جس بادشاہ وزیر امیر کو ایک دم میں چاہے بیمار ڈال دے، مار ڈالے کوئی اس میں کچھ دخل نہیں دے سکتا۔ اب آدمی کو یہ سوچنا چاہئے کہ جس کی یہ صفتیں ہیں، لائق عبادت بھی وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔ اَلْوَسْوَاس اور وسوسہ کے معنی اس ہلکی اور دبی ہوئی آواز کے ہیں جس آواز سے شیطان آدمی کے دل کے پاس گنگناتا ہے، اور آدمی کو بہکاتا ہے۔ اَلْخَنَّاس کے معنی: ''پیچھے ہٹ جانے والے'' کے ہیں۔

انسان اور شیطان کا تعلق اور اس سے بچاؤ

صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا: ''اذان اور تکبیر کی آواز سے شیطان دُور بھاگ جاتا ہے''۔ اس صحیح حدیث کے موافق اَلْخَنَّاس کا مطلب یہ ہے کہ جو وسوسہ ڈالنے کے وقت ذکر الٰہی سُن کر پیچھے ہٹ جاتا اور بھاگ جاتا ہے۔ اسی واسطے امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت کی یہ تفسیر بیان کی ہے۔ صَدْر سے مُراد یہاں دل ہے اوپر صحیح حدیث گزر چکی ہے کہ جس طرح آدمی کے سارے جسم میں خون پھرتا ہے، اسی طرح شیطان بھی آدمی کے سارے جسم میں پھرتا ہے۔ کسی آدمی کو خدا نے یہ قابو نہیں دیا کہ وہ شیطان کی طرح دوسرے آدمی کے جسم میں سرایت کر جائے۔ لیکن آدمی کے بعضے بدصلاح کار ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی بری صلاح سے لوگوں کے دین کا نقصان ہو جاتا ہے۔ یہ ایسے لوگ ہوتے جن کو سورۂ انعام میں شیاطین الانس میں فرمایا۔ غرض ان کی بری صلاح کی برائی سے بچنے کے لئے ان سے بھی پناہ مانگنے کا ذکر اس سورۃ میں فرمایا۔ کس لئے کہ ان کی بُری صلاح کا اثر بھی آدمی کے دل پر شیطانی وسوسہ سے کم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ سب دین دار مسلمانوں کو اصلی شیطان کے وسوسوں اور ان نقلی شیطانوں کی بدصلاحوں سے محفوظ رکھے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''شیطان آدمی کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ سب چیزیں تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیں لیکن نہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا''۔ ایسے مواقع پر آدمی کو اللہ سے پناہ مانگنی چاہئے تاکہ شیطان بھاگ جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وسوسہ شیطانی سے بچنے کے لئے اس سورۃ کا ورد بڑا وظیفہ ہے۔ آدمی کے آخری وقت پر بھی آتا ہے، اور طرح طرح کے وسوسے عین قبض روح کے وقت آدمی کے دل میں ڈالتا ہے۔ ہر وقت کے ورد کے سبب سے اس آخری وقت میں یہ سورۃ اگر آدمی کی زبان پر آ گئی تو ان شاء اللہ تعالیٰ شیطان کو بڑی شکست ہوگی۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ شب کو جب بستر مبارک پر تشریف لاتے تو اپنے دونوں دست مبارک جمع فرما کر ان میں دم کرتے اور سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر اپنے مبارک ہاتھوں سر مبارک سے لے کر تمام جسم اقدس پر پھیرتے۔ جہاں تک دست مبارک پہنچ سکتے، یہ عمل تین مرتبہ فرماتے۔

قرآن حکیم اغیار کی نظر میں

از: جانشین مسعود ملت صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد

قرآن کریم انسان کی فکری دُنیا اور عملی دُنیا کو بنانے والا، تاریکیوں سے روشنیوں کی طرف لانے والا، فاصلوں کو گھٹانے والا اور سفید وسیاہ کو ملانے والا ہے--- قرآن کریم نے انسان کو تجربوں کی کلفت سے بے نیاز کر کے نتائج تک پہنچا دیا، یہ اس کا عظیم احسان ہے، ہم نے اس سے فائدہ نہیں اُٹھایا، ہم نے قرآن کو مذہب کے خانے میں ڈال کر الگ کر دیا--- افسوس ہم نے یہ کیا کیا! ہم نے اس کو علم کے خانوں میں تقسیم کر دیا، یہ ناقابلِ تقسیم ہے علم ودانش کے سارے خانے اسی کی روشنی سے روشن ہوئے ہیں--- یہ آفتاب ہے، یہ مہتاب ہے، یہ نُورٌ علیٰ نُور ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری اور نزولِ قرآن سے انسانی زندگی میں ہر طرف انقلاب آیا--- حضور اکرم ﷺ نے اور قرآن نے ہم کو محبت میں لگایا، اَب ہم فساد میں لگ گئے، تشدد کے حوالے سے اسلام کو پہچانا جانے لگا، قرآن میں بڑی کشش ہے، اس کی تلاوت سن کر مسلمانوں کے ہی نہیں غیر مسلموں کے دل بھی کھنچتے ہیں، یہ آفاقی کلام ہے--- یہ اللہ کا کلام ہے۔ ہمارے اسلاف قرآن پڑھتے بھی تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے، ہم صرف باتیں بناتے ہیں، بہت کم ہیں جو پڑھتے ہیں، وہ جو عمل کرتے ہیں وہ عنقا ہوتے جارہے ہیں--- وہ کتاب جو دنیا کی ہر سلطنت میں یاد کیے جانے کے لائق ہے--- وہ خود مسلمان حکومتوں میں بھلا دی گئی، یہ دُنیا کی تاریخ خصوصاً مسلمانوں کی تاریخ کا بڑا المیہ ہے، ہمارے دانشور قرآنی علوم سے محروم ہیں، ہمارے حکمران قرآن کریم سے بے خبر ہیں۔

ہم زندگی کے ہر شعبے میں یہود ونصاریٰ اور ہنود کی باتیں اور ادائیں اپنا رہے ہیں مگر نہ معلوم کیوں اسلام کی باتیں اچھی نہیں لگتیں--- اللہ تعالیٰ ہم میں قومی غیرت اور حمیت پیدا کرے، یہ غیرت پیدا ہو جائے تو سب کام آسان ہو جائیں۔

ہمارا حال یہ ہو گیا ہے کہ ہم قرآن مجید کی عظمت کو غیر مسلموں کے اقوال کی روشنی میں جاننا چاہتے ہیں، کیسا عجیب اندازِ فکر ہے! قرآن کو خود قرآن وحدیث کی روشنی میں پڑھا جانا چاہیے یا مسلمان مفکرین ومفسرین کی تحقیقات کی روشنی میں--- دُنیا کے تقریباً ہر مذہب وملت کے دانشوروں نے قرآن کریم کو پڑھا ہے اور اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے، یہ خیالات خاص طور پر ان حضرات کی توجہ کے لائق ہیں جو قرآن کریم کو دوسروں کے حوالے سے جاننا چاہتے ہیں، ہم یہاں چند خیالات پیش کرتے ہیں:

❶ سر ولیم میور

"قرآن پاک کا کوئی جزو، کوئی فقرہ اور کوئی لفظ ایسا نہیں سنا گیا جس کو جمع کرنے والوں نے چھوڑ دیا ہو"۔[1]

---

[1] سیارہ ڈائجسٹ (لاہور)، قرآن نمبر، اپریل ۱۹۷۰ء (مقالہ خواجہ ظفر نظامی، قرآن مجید غیر مسلموں کی نظر میں) ص ۳۶۹

۲ سر ولیم میور

"شاید دُنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس کا متن قرآنِ پاک کی طرح تیرہ صدیوں تک اپنی اصلی حالت میں رہا ہو"۔[1]

۳ ڈاکٹر سیل

"قرآن انتہائی لطیف اور پاکیزہ زبان میں ہے، اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان اس کی مثل نہیں بنا سکتا۔ یہ لازوال معجزہ، مردہ زندہ کرنے سے کہیں زیادہ ہے"۔[2]

۴ ایم۔ کے۔ گاندھی

"میں نے تعلیماتِ قرآنی کا مطالعہ کیا ہے، مجھے قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کرنے میں ذرّہ برابر بھی تامّل نہیں ہے۔ مجھے اس کی سب سے بڑی خوبی یہ نظر آئی ہے کہ یہ فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے"۔[3]

۵ ڈاکٹر جانسن

"قرآن کے مطالب ایسے مناسب اور عام فہم ہیں کہ دُنیا ان کو آسانی سے قبول کر سکتی ہے"۔[4]

۶ چارلس فرانس پورٹر

"دنیا کی کوئی کتاب اتنی نہیں پڑھی جاتی جتنا قرآن پڑھا جاتا ہے"۔[5]

۷ جرمنی شاعر و فلسفی، گوئٹے

"قرآن کی یہ حالت ہے کہ اس کی دلفریبی بتدریج فریفتہ کرتی ہے، پھر متعجب کرتی ہے اور آخر میں ایک تحیر آمیز رقت میں ڈال دیتی ہے"۔[6]

۸ عمانویل ڈی اش

"قرآن مجید مردہ عقل اور علم کو زندہ کرتا ہے"۔[7]

۹ ہاروگ ہرش فیلڈ

"ہم کو یہ دیکھ کر تعجب نہ کرنا چاہیے کہ قرآن سائنسی علوم کا سرچشمہ ہے"۔[8]

---

(1) Islam the Religion of all Prophets, Karachi, 1982. Refference, life of Mohamet by sir William Muir.

۲۔ سیارہ ڈائجسٹ (لاہور)، قرآن نمبر، ص ۳۷۲ ۳۔ ایضاً، ص ۳۷۲ ۴۔ ایضاً، ص ۳۷۴

(5) Charles Francis Potter : The faith men live by, Kings Wood Surrey. 1955. p. 81

۶۔ سیارہ ڈائجسٹ (لاہور)، قرآن نمبر، ص ۳۷۳ ۷۔ ایضاً، ص ۳۷۴

(8) Hartwig Hirschfeld : New Researches into the Composition and Exegesis of the Qur'an. London. 1902. p.9

⑩ پروفیسر مارگولیوس

"قرآن نے انسانی فکروخیال کی نئی ہیئت کو جنم دیا اور ایک نئی قسم کی قومی خصوصیت پیدا کی"۔ ۱

⑪ ایل۔ وی۔ ورلری

"قرآن میں عقل ودانش کا ایک ذخیرہ جمع ہے جس سے ہماری ذہین ترین شخصیات، عظیم ترین فلاسفر اور ماہر سیاستدان استفادہ کر سکتے ہیں"۔ ۲

⑫ ڈاکٹر مورس بوکائے

"قرآن میں کوئی ایک بھی ایسی بات نہیں جس پر جدید سائنسی نقطہ نگاہ سے اعتراضات کیے جاسکیں"۔ ۳

⑬ ڈاکٹر مورس بوکائے

"حضرت محمد ﷺ کے زمانہ کی معلومات کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے یہ بات ناقابل تصور معلوم ہوتی ہے کہ قرآن کے بہت سے وہ بیانات جو سائنس سے متعلق ہیں کسی بشر کا کام ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ بات مکمل طور پر صحیح ہے کہ قرآن کو وحی آسمانی کا اظہار سمجھا جائے"۔ ۴

⑭ ڈاکٹر گستاؤلی بان

"قرآن دلوں میں ایسا زندہ اور پُر جوش ایمان پیدا کرتا ہے کہ پھر کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی"۔ ۵

⑮ جرمنی فاضل، ایکم کی بولف

"قرآن نے صفائی، طہارت اور پاکیزگی کی وہ تعلیم دی ہے کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو جراثیم امراض سب کے سب ہلاک ہو جائیں"۔ ۶

⑯ مسٹر بھوپندر ناتھ باسو

"تیرہ سو برس کے بعد بھی قرآن کی تعلیمات کا اثر یہ ہے کہ ایک خاکروب بھی مسلمان ہونے کے بعد بڑے بڑے خاندانی مسلمانوں کی برابری کا دعویٰ کر سکتا ہے"۔ ۷

⑰ ایچ۔ جی۔ ویلز

"قرآن نے مسلمانوں کو مواخات (اخوت) کے بندھن میں باندھ رکھا ہے جو نسل، رنگ اور زبان کے پابند نہیں ہیں"۔ ۸

(1) Rev. G. Margoliouth (In introduction to the Qur'an by Rev J. M. Rodwell. London. 1918

(2) Laura Veccia Varleiri : Apologie de 1' Islamisme, pp. 57-59

(3) Dr. Maurice Bucailli : The Bible, the Qur'an and Science, p.15

۴۔ مورس بوکائے: بائبل، قرآن اور سائنس (ترجمہ اُردو ثناء الحق صدیقی) مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۳ء، ص ۲۰۲

۵۔ سیارہ ڈائجسٹ (لاہور)، قرآن نمبر، ص ۳۷۴ ۶۔ ایضاً، ص ۳۷۰ ۷۔ ایضاً، ص ۳۷۶ ۸۔ ایضاً، ص ۳۷۵

⑱ گارڈ فرے ہیگنس

”قرآن غریبوں کا دوست اور غمخوار ہے اور سرمایہ داروں کی زیادتیوں کی ہر جگہ مذمت کرتا ہے“۔[۱]

⑲ پروفیسر ہربرٹ رائل

”قرآن اخلاقی ہدایتوں اور دانائی کی باتوں سے بھرا ہوا ہے اور قرآن نے عالم انسانیت کی زبردست اصلاح کی ہے“[۲]

⑳ پادری، وال ریمس ڈلی

”قرآن کا مذہب امن وسلامتی کا مذہب ہے“۔[۳]

㉑ تھامسن کارلائل

”قرآن کے احکام اس قدر عقل وحکمت کے مطابق واقع ہوئے ہیں کہ اگر انسان انہیں چشم بصیرت سے دیکھے تو وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کرسکتا ہے“۔[۴]

㉒ ڈاکٹر سموئیل جانسن

”قرآن کے مطالب اتنے ستھرے اور ہمہ گیر ہیں اور ہر زمانے کے لیے اس قدر موزوں ہیں کہ زمانے کی تمام صدائیں خواہ مخواہ اس کو قبول کرلیتی ہیں“۔[۵]

㉓ جان جاک رلیک

”قرآن نے ایک عظیم الشان نظامِ تہذیب وتمدن پیدا کیا“۔[۶]

㉔ ڈاکٹر برتھرینڈ

”وہ لوگ جنہوں نے قرآن کی ہدایات اور احکام کو اپنایا ہے وہ ایسی تہذیب کے بانی ہوئے جو آج تک حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے“۔[۷]

㉕ ڈاکٹر سٹینلے لین پول

”قرآن نے دنیا کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی اور اصول جہانبانی سکھائے“۔[۸]

㉖ ڈاکٹر راوڈیل

”اس کتاب کی تعلیم میں ایسے عناصر موجود ہیں جن کے ذریعہ زبردست اقوام اور فتوحات کرنے والی سلطنتیں بن سکتی ہیں“۔[۹]

۱۔ ایضاً ص ۳۷۵ ۲۔ ایضاً ص ۳۷۱ ۳۔ ایضاً ص ۳۷۵ ۴۔ ایضاً ص ۳۷۳ ۵۔ ایضاً ص ۳۷۱ ۶۔ ایضاً ص ۳۷۷

(7) Dr. Bertherand : Contribution des Arabes au progress des Sciences Medicales. Paris. 1883. p.6

۸۔ سیارہ ڈائجسٹ (لاہور)، قرآن نمبر، ص ۳۷۲ ۹۔ ایضاً ص ۳۷۲

(۲۷) نپولین بوناپارٹ

”مجھے اُمید ہے کہ میں دُنیا کے تمام دانا اور باشعور لوگوں کو یکجا کر کے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ایک لاثانی نظام قائم کروں گا' کیونکہ صرف یہی تعلیمات ہی انسان کو مسرتوں سے روشناس کر سکتی ہیں“۔[1]

(۲۸) ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور

”وہ وقت دُور نہیں جب کہ قرآن اپنی مسلمہ صداقتوں اور رُوحانی کرشموں سے سب کو اپنے اندر جذب کر لے گا۔ وہ زمانہ بھی دُور نہیں جب اسلام ہندو مذہب پر غالب آ جائے گا“۔[2]

(۲۹) مسز سروجنی نائیڈو

”قرآن شریف غیر مسلموں سے بے تعصبی اور رواداری سکھاتا ہے۔ اس کے اصول کی پیروی سے دُنیا خوشحال ہو سکتی ہے اور دُنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہوگا“۔[3]

(۳۰) سرایڈورڈ ڈینی راس

”قرآن شریف اس بات کا مستحق ہے کہ یورپ کے گوشے گوشے میں اسے پھیلایا جائے“۔[4]

☆☆☆

آپ نے قرآنِ کریم سے متعلق غیر مسلموں کے افکار و خیالات پڑھے، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کی نظر میں قرآن حکیم صحیح اور سچا ہے، بے مثال و بے نظیر ہے، کسی انسان کی طاقت نہیں کہ ایسی ایک آیت بھی لکھ سکے، اس کے مضامین فطرت کے عین مطابق ہیں، یہ بہت آسان ہے، اس کی تلاوت سے انسان عجیب کیف و مستی کے عالم میں کھو جاتا ہے، یہ حیرت افزا بھی ہے عقل افزا بھی، ایمان افزا بھی ہے اور صحت افزا بھی، اس میں انسانی مساوات، انسانی اخوت اور غریب پروری کا سبق دیا گیا ہے--- اس سے انسانیت کی اصلاح ہوئی، مذہب کے حوالے سے دُنیا میں امن وامان کا دَور دَورہ ہوا، ایک نیا دستورِ زندگی سامنے آیا اور ایک عظیم تہذیب وتمدن نے جنم لیا اور ایک عظیم حکومت قائم ہوئی--- قرآنِ کریم کی مدد سے ہم آج بھی ایک عالمی حکومت قائم کر سکتے ہیں--- قرآن سب کا ہے اور سب اسکے ہیں--- قرآن اللہ کا کلام ہے اور سب اللہ کے بندے ہیں--- بندگی کا تقاضا ہے کہ ہم اس کے ہر حکم کو مانیں اور اس سیدھے راستے پر چلیں جو قرآنِ حکیم نے ہم کو دکھایا اور اسی راستے پر چل کر ہم اپنی منزل کو پا سکتے ہیں۔

۱۔ ایضاً، ص ۳۷۱ ۲۔ ایضاً، ص ۳۷۶

(3) The Quranic Foundation and Structure of Muslim Society, vols. I. II, Karachi. 1973

(4) Quran the Fundeamental law human life, Hamdard Foundation, Karachi.

مختصر سوانح عمری رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

از: حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نسب نامہ

(اور وہ متفق علیہ کہاں تک ہے اور غیر متفق علیہ کہاں تک)

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اد بن اود بن مقوم بن ناخور بن برج بن معرب بن یشجب بن ثابت بن قیدار بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن آذر بن ماخور بن شاروخ بن راعو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لمک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس) بن یارد بن مہلیل بن قینان بن یانش بن شیث بن آدم علیہ السلام وعلی (انبیاء منہم)

نسب نامہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عدنان تک تو متفق علیہ ہے۔ پھر مختلف فیہ قیدار سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پھر اتفاق اس کے بعد پھر مختلف فیہ۔ پھر نوح علیہ السلام سے آدم علیہ السلام تک متفق علیہ۔ جناب سرور کائنات اپنے آپ کو عدنان ہی تک منسوب فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ کی طرف سے نسب نامہ

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ بنت وہب بن ہاشم بن عبد مناف ہے۔ آپ کا نسب نامہ تیسری پشت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسب نامہ سے مل جاتا ہے۔ نانی کا نام اُم حبیبہ بنت اسد ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے والد کے کس قدر انتقال کے بعد پیدا ہوئے

اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ دو ماہ کے بطن مادر میں تھے بعض کم وبیش۔ بعض کہتے ہیں آپ ڈیڑھ سال کے تھے جب انتقال ہوا۔ بعض کہتے ہیں اکیس مہینے کے، بعض کہتے ہیں چھ سال کے مگر مذہب راجح یہ ہے کہ آپ ابھی بطن مادر ہی میں تھے کہ آپ کے والد ماجد دنیائے فانی سے رحلت گزیں ہوئے۔

تاریخ وماہ ویوم وسن ولادت باسعادت

آپ عام الفیل میں دوشنبہ کے دن میں بارہویں ربیع الاول ۴۲ سنہ کسروی کو دنیا میں ظہور پذیر ہوئے۔ ہبوط آدم علیہ السلام سے آپ تک ۶۱۱۳ برس کا فاصلہ ہے۔

مرضعہ کا نام

آپ کو آپ کی والدہ سمیت آٹھ عورتوں نے دودھ پلایا: ❶ والدہ ماجدہ۔ ❷ ثویبہ مولاۃ ابی لہب۔ ❸ خولہ بنت

المنذر۔ ❹ پھر ایک عورت سعدیہ غیر حلیمہ نے ❺ پھر تین اور عورتیں جن کا نام عاتکہ تھا۔ ❻ پھر حلیمہ سعدیہ نے۔

کتنے دن مرضعہ کی تحویل میں رہے

والدہ ماجدہ کے سات روز ثویبہ کی آٹھ روز بیچ کی عورتوں کا حال معلوم نہیں۔ جب حلیمہ آپ کو لے گئی ہیں تو آپ کم و بیش ایک ماہ کے تھے۔ جب عمر شریف دو برس کی ہوئی حلیمہ آپ کو مکہ میں لائیں اور آمنہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

''اگر آپ ان کو چند دن اور میرے پاس چھوڑ دیں تو ان کے قویٰ خوب مضبوط ہو جائیں گے۔ دیگر یہ کہ آجکل مکہ میں وبا بھی ہے اگر میرے پاس رہیں گے تو مکہ کی وبا سے بھی محفوظ رہنے کا ظن غالب ہے اور یہاں رہنے میں مبتلائے وبا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔''

آمنہ خاتون نے یہ بات منظور کر لی اور حلیمہ آپ کو واپس لے آئیں۔ جب سن شریف چار سال کا ہوا تو فرشتوں نے سینہ مبارک چاک کیا اور اس میں نوُر اور رحمت بھر دی۔ اس واقعہ کو حلیمہ کے بیٹوں نے دیکھ کر اپنی ماں سے جا کہا جس سے وہ ڈر گئیں، اور آپ کو آپ کی والدہ کے پاس پہنچا دیا۔ غرض یہ کہ آپ چار سال سے کچھ کم حلیمہ کی تحویل میں رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کا کب انتقال ہوا

جب آپ کی عمر چھ برس کی ہوئی تو آپ ایک روز آمنہ خاتون آپ کو لے کر اپنے میکے قبیلہ بنی نجار میں چلی گئیں۔ ایک ماہ وہاں قیام کیا۔ واپسی پر حضرت آمنہ نجار نے ابواء مقام میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئیں۔ تو گویا آپ دو برس اپنی والدہ کی تحویل میں رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفلی کیونکر گزری

آپ کی طفلی کے مفصل حالات بہت مبسوط ہیں۔ مختصر یہ کہ آپ بچپن ہی سے نہایت خدا ترس، رحیم، شجاع، متین، صادق القول، باحیا، امین اور ہمہ صفات محمود متصف تھے، اور جمیع خصائل رذیلہ اور افعال مذمومہ سے متنفر۔ آپ کبھی برہنہ نہیں ہوئے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ قریش مرمت کعبہ مکرمہ کر رہے تھے اور آپ بھی پتھر ڈھو رہے تھے جس سے آپ کا کندھا چھل گیا۔ عباس آپ کے چچا نے کہا کہ ازار کندھے پر رکھ لو آپ نہ مانتے تھے۔ اونہوں نے زبردستی رکھ ہی دی اور آپ برہنہ رہ گئے۔ برہنگی کی وجہ سے آپ اسی وقت بے ہوش ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا متکفل کون کون اور کتنی کتنی مدت رہا

آپ کی والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کو پرورش فرمایا۔ جب عمر مبارک آٹھ برس دو مہینے دس روز کی ہوئی تو آپ کے دادا نے وفات پائی۔ ان کے بعد آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کو پرورش کیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفر شام

جب عمر شریف آپ کی بارہ برس دو مہینے دس روز کی ہوئی تو اپنے چچا کے ہمراہ ملک شام کو تجارت کے لئے تشریف لے گئے۔ جب شہر بصرہ پہنچے تو ایک راہب (یعنی آسمانی کتابوں کا عالم) بحیرہ نامی نے آپ میں چند علامتیں دیکھ کر آپ کو پہچانا،

اور آپ کا دست مبارک پکڑ کر لوگوں سے کہا:

''یہ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو تمام جہان کے لیے رحمت کا سبب بنانے والا ہے۔ یقین جانو اے لوگو! جب تم سب یہاں آئے تو تمام جھاڑوں اور پتھروں نے ان کو سجدہ کیا ہے۔ جھاڑ اور پتھر تو پیغمبروں کے سوا اور کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ بے شک میں نے ان کی تعریف اپنی کتابوں میں دیکھی ہے''۔

پھر اس نے ابوطالب سے کہا

''تم ان کو ملک شام کی طرف مت لے جاؤ کیونکہ وہاں یہودی ان کے دشمن ہیں' اندیشہ ہے کہ ان کو شہید کر ڈالیں''۔

یہ سن کر ابوطالب نے آپ کو وہاں سے مکہ کو روانہ کر دیا۔ اسکے بعد بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے پہلے ان کے غلام میسرہ نامی کے ہمراہ، پھر دوسری بار تجارت کے لئے ملک شام کو آپ تشریف لے گئے تھے۔ جب ملک شام میں پہنچے تو ایک راہب کے عبادت خانہ کے پاس ایک جھاڑ کے نیچے اُترے۔ تب اس راہب نے کہا کہ ''اس درخت کے نیچے پیغمبر کے سوا کوئی نہیں اُترا ہے'' اور میسرہ کہتے تھے کہ جب آپ ﷺ اس سفر سے لوٹے تو بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نکاح میں لائے اس وقت آپ کی عمر شریف پچیس ۲۵ سال دو مہینے دس روز کی تھی۔

ظہور پیغمبری کے وقت آپ کی کیا عمر تھی

جب آپ پینتیس ۳۵ سال کے ہوئے تو خانہ کعبہ کی تعمیر میں شریک ہوئے اور حجر اسود کو اپنے ہی دست مبارک سے رکھا' اور جب چالیس ۴۰ سال ایک روز کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیغمبری پر مقرر فرمایا' اور لوگوں کو آتش دوزخ سے ڈرانے اور جنت کی خوشخبری سنا کر دعوت اسلام کرنے کا حکم کیا۔ آپ غار حرا میں تھے کہ جبرئیل آپ پر وحی لائے اور وضو کرایا اور نماز سکھائی۔

غار حرا کا مختصر حال

یہ ایک غار ہے مکہ معظمہ سے قریب تین میل۔ آپ قبل نبوت اکثر وہاں جاتے اور تنہائی میں ذکر الٰہی کرتے۔ وہیں آپ پر سب سے اول وحی نازل ہوئی۔

آپ کی نبوت کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابوطالب کی وفات اور قریش میں دعوت اسلام

آپ کی نبوت کا شروع روز دوشنبہ تھا ماہ ربیع الاول کی آٹھویں تھی۔ بعد اسکے علانیہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو ظاہر کرنے لگے اور اس کے پیغام پہنچانے لگے۔ اور اپنی قوم کی بہت خیر خواہی کرنے لگے تو مکہ والے کمال نادانی سے آپ ﷺ کی ایذا کے درپے ہوئے--- یہاں تک کہ آپ کو مقام شعب میں قید میں بھی کیا تو آپ اہل بیت کے ہمراہ وہاں کچھ کم تین سال تک رہے۔ جب وہاں سے چھوٹے تو آپ کی عمر انچاس برس کی ہوئی تھی--- بعد اسکے جب آٹھ مہینے اور اکیس روز گزرے تو ابوطالب نے وفات پائی--- پھر تین روز کے بعد بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی وفات پائی--- پھر جب پچاس برس اور تین مہینے کی آپ کی عمر مبارک ہوئی تو آپ کی خدمت میں مقام نصیبین کے جنات آئے اور اسلام سے مشرف ہوئے---

اور جب عمر شریف اکیاون برس اور نو مہینے کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو معراج سے مشرف کیا۔ اللہ تعالیٰ کے طرف سے جبریل علیہ السلام وغیرہ نے آ کر چاہ زمزم اور مقام ابراہیم کے بیچ میں سے آپ کو اٹھا کر بیت المقدس تک پہنچایا پھر براق پر سوار کرا کے آسمانوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہیں سے یہ پانچوں وقت کی نمازیں فرض ہوئیں --- اور جب عمر شریف ترپن سال ہوئی تو پیر کے روز ماہ ربیع الاول کی آٹھویں کو مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی اور مدینہ میں بھی پیر کے روز ہی پہنچے اور وہاں دس برس تک رہے۔

قرآن مجید کی آخری سورت اور حضور کا صحابہ کے حق میں دُعا فرمانا

آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ نازل ہوئی اس کے نازل ہونے کے بعد اسی روز سید عالم ﷺ دنیا میں تشریف فرما رہے --- پھر آیت الکلالہ نازل ہوئی اس کے بعد حضور ﷺ پچاس روز تشریف فرما رہے --- پھر آیت وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ نازل ہوئی۔ اس کے بعد حضور ﷺ اکیس روز یا سات روز تشریف فرما رہے --- اس سورۃ مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد صحابہ نے سمجھ لیا تھا کہ دین کامل اور تمام ہو گیا تو اب حضور دنیا میں زیادہ تشریف نہ رکھیں گے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سورۃ سن کر اسی خیال سے روئے۔ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد حضور سید عالم ﷺ نے خطبہ فرمایا کہ ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ چاہے دنیا میں رہے چاہے اس کی لقاء قبول فرمائے، اس بندہ نے لقاالٰہی اختیار کی۔

یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''یارسول اللہ! آپ پر ہماری جانیں ہمارے مال، ہمارے آبا، ہماری اولادیں، سب قربان''۔

اس کے بعد ﷺ نے اپنے صحابہ کو جمع کر کے انکے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

حضور سیّد عالم ﷺ کا اپنی اُمت پر مہربان ہونا اور آپ کے طفیل سے اُمت کی نجات:

یَارَبِّ اُمَّتِیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ۔ حضور سے پہلے بہت سے نبی آئے مگر ان کی وفات ہمارے کچھ بھی کام نہ آئی۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی موت آئی اور وفات ہونے لگی تب آدم علیہ السلام غم میں روتے تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے آدم! آپ کو کیا غم ہے، فرمایا: ''اے جبرئیل علیہ السلام مجھے یہ غم ہے کہ جس جنت سے مجھے نکالا ہے پھر بھی میں اس میں داخل ہو جاؤں گا یا نہیں''۔

حکم الٰہی نازل ہوا: ''اے آدم! آسمان کی طرف دیکھ لو یہ جنت تمہارے لئے تیار ہے''۔

آدم علیہ السلام نے جنت کو دیکھا اور خوش ہو کر جان دیدی، لیکن جس وقت ہماری شفیع المذنبین سردار دو جہاں محمد رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے۔ ایام مرض میں ایک دن حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے جبرئیل علیہ السلام! کوئی خوشخبری لائے ہو تو سنا دو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا:

''یارسول اللہ! دوزخ آپ کے استقبال کے لیے ٹھنڈی کی گئی، اور جنت کے آٹھوں دروازے کھولے

گئے۔ حوران جنت اور ملائک آپ کے استقبال کے لئے جنت کے دروازے پر کھڑے ہیں"۔

حضور ﷺ نے یہ بات سن کر فرمایا: مالی وللنار ولی و للجنة۔ اے جبرئیل علیہ السلام! نہ مجھ کو جہنم سے کچھ مطلب ہے، نہ جنت سے کچھ تعلق ہے۔ یہ بتاؤ کہ میری امت کے لیے کیا تیار کیا گیا ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: "جنت حرام ہے تمام اُمتوں پر جب تک آپ کی اُمت نہ جائے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر وفات کے وقت ساڑھے تیرہ سو برس کی تھی۔ جب ملک الموت ان کے پاس آئے تو نوح علیہ السلام ملک الموت کی صورت دیکھ کر گھبرائے اور یہ کہا: "اے ملک الموت تم نے بہت جلدی کی"۔ ملک الموت نے کہا: "اے نوح علیہ السلام! تیرہ سو برس میں بھی آپ کا دنیا کی زندگی سے پیٹ نہیں بھرا"۔ نوح علیہ السلام نے کہا:

"اے ملک الموت! میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ میں کسی ایسے مکان میں داخل ہوا کہ جسکے دو دروازے ہیں ایک سے اندر آیا دوسرے دروازے سے تم مجھے لینے آ گئے۔ میں اس مکان میں ذرا بھی نہ ٹھہرا"۔

مگر جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس ملک الموت آئے تو ملک الموت سے بات بھی نہ کی۔ فرمایا: "جبرئیل علیہ السلام کہاں ہیں۔ اے ملک الموت جب تک جبرئیل علیہ السلام کی زبانی اُمت کی مغفرت کی بشارت نہ سنوں گا اس وقت تک جان نکالنے کی اجازت نہ دوں گا۔"

سبحان اللہ! جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس موت کا پیغام آیا گھبرا گئے۔ ملک الموت کے طمانچہ مارا۔ جب وفات پانے پر راضی ہوئے تو یہ کہا:

"مجھے بیت المقدس کی سرزمین میں پہنچاؤ۔ وہاں پہنچ کر میری جان نکلے"۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس پہنچایا۔ تب ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کی جان نکال کر لے گئے۔ حضور سید عالم ﷺ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: اگر آپ کی خوشی ہو تو آپ کی وفات کے بعد آپ کے جسم مبارک کو جنت میں پہنچاؤں۔

فرمایا: "نہیں مجھے میری اُمت کے اندر رہنے دو یہیں اپنی اُمت کے لئے استغفار کروں گا"۔

آپ پر اُمت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ اگر امت کی نیکیاں زیادہ ہوتی ہیں تو آپ اللہ کا شکر کرتے ہیں اور اگر گناہ زیادہ ہوتے ہیں تو آپ جناب الٰہی میں استغفار کرتے اور امت کے لئے بخشش کی دعائیں مانگتے ہیں۔ پھر کس طرح آپ کی اُمت آپ پر جان قربان نہ کرے۔ وفات سے تین روز پہلے حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے فرمایا: یا محمد ان ربک یقرئک السلام وھو لیس کیف تجدک۔ اللہ پاک آپ کو سلام فرماتا ہے اور یہ ارشاد کرتا ہے کہ آپ کا مزاج کیسا ہے۔

آپ نے فرمایا:

"انی اجدنی مغموماً فی موماً۔ اے جبرئیل علیہ السلام میں بہت غمگین ہوں"۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام مزاج پوچھ کر چلے گئے۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے فرمایا:

''اللہ پاک آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ کو کیا غم ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے لیکن آپ اپنی زبان مبارک سے فرمائیں''۔

آپ نے فرمایا:

''مجھے گنہگار اُمت کا اس وقت بہت خیال ہے۔ گنہگاروں کی مغفرت کس طرح ہوگی''۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: ''الٰہی تیرے نبی یوں ارشاد فرماتے ہیں''۔ حکم ہوا:

''کہہ دو ربّ العالمین آپ پر سلام فرماتا ہے اور ارشاد کرتا ہے کہ اگر آپ کی اُمت کا کوئی مسلمان گنہگار مرنے سے ایک سال پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کریگا' ہم اس کی توبہ قبول فرما کر اُسے بخش دیں گے''۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''الٰہی ایک سال کی مدت بہت ہوتی ہے' الٰہی میری اُمت کی مشکل آسان کر''۔

یہ سن کر حضرت جبرئیل علیہ السلام چلے گئے تھوڑی دیر کے بعد پھر واپس آئے اور یہ کہا:

''یارسول اللہ! رب العالمین فرماتا ہے کہ اگر آپ کی اُمت گنہگار مرنے سے ایک مہینہ پہلے توبہ کرے گی ہم اسکی توبہ قبول کریں گے''۔

عرض کیا:

''یاالٰہی ایک مہینہ بہت ہے، اے میرے اللہ اُمت کی مشکل آسان کر''۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام واپس گئے پھر آئے اور یہ فرمایا:

''یارسول اللہ رب العالمین آپ کو سلام فرماتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر ایک مہینہ کی مدت بہت ہے تب ایک ہفتہ تو بہت نہیں ہے جو گنہگار آپکی اُمت کا ہفتہ بھر پہلے مرنے سے توبہ کرے گا وہ بخشا جائے گا''۔

حضور ﷺ نے عرض کیا: ''الٰہی ایک ہفتہ بہت ہے' الٰہی معاف کر میری اُمت کی خطاؤں سے درگزر فرما'' پھر حکم ہوا: ''جو شخص مرنے سے ایک دن پہلے توبہ کرے گا ہم اسے بخش دیں گے'' حضور ﷺ نے عرض کیا: ''مولیٰ ایک دن بھی بہت ہے'' پھر حکم دیا: ''جو شخص مرنے سے ایک گھڑی پہلے توبہ کرے گا وہ اپنے گناہوں سے پاک ہو جائے گا'' حضور ﷺ نے عرض کیا: ''میرے رب ایک گھڑی بھی بہت زیادہ ہے''۔ یہ سن کر حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان پر گئے اور پھر واپس آئے اور فرمایا: ''یارسول اللہ رب العالمین جناب کو سلام فرماتا ہے اور یہ ارشاد کرتا ہے:

''اے محبوب ﷺ اگر مرنیوالے گنہگار شخص کی روح حلقوم میں پہنچ جائے اور زبان بند ہو جائے، اگر اپنے دل میں اپنے گناہوں سے نادم ہو جائیگا تو میں اسے بخش دونگا اور کچھ بھی اسکے گناہوں کی پروانہ

کرونگا' اور جس مسلمان گنہگار نے توبہ نہ کی اس کو آپ اپنی شفاعت سے بخشوائیں۔ آپ جسکی شفاعت فرمائیں گے وہ بخشا جائیگا''۔

یہ سن کر حضور ﷺ کا دل خوش ہوا اور اُمت کی طرف سے غم رفع ہوا۔ سبحان اللہ! کیا مہربان رؤف رحیم نبی ہماری ہدایت کے لئے بھیجے گئے ہیں۔

تاریخ ویوم سن وفات شریف

سرور انس وجان رحمت عالمیان شفیع المذنبین سید المرسلین ﷺ کی وفات تریسٹھ برس بارہ ربیع الاول ۱۱ ہجری یوم دو شنبہ چاشت کے وقت سوئے حق راہی ہوئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ!

حضور ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کی کیفیت

اس حادثہ جان گزا سے بعض صحابہ ایسے مدہوش ہوگئے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کا انکار کرنے لگے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہی حال ہوگیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گنگ ہوگئے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سکتہ ہوگیا تھا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سوائے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کسی کے ہوش بجا نہ رہے تھے۔ حضور ﷺ کی وفات بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں ہوئی آپ وہیں مدفون ہوئے' بعد آپ کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہیں مدفون ہوئے۔

صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وصحبہ اجمعین برحمتک الرحم الراحمین۔

حضرت رسول خدا ﷺ کے چند معجزات

❶ حضرت سرور کائنات ﷺ کے معجزوں میں بڑا معجزہ قرآن شریف ہے کہ جس کی ایک سورۃ کے برابر کی عبارت بھی کوئی نہیں بنا سکتا اور اس قرآن شریف میں گزری ہوئی اور آئندہ کی سچی سچی غیب کی خبریں بھی موجود ہیں۔

❷ ایک معجزہ آپ کا یہ ہے کہ جب معراج سے مشرف ہوکر لوگوں سے بیان کرنے لگے اور بیت المقدس تک اپنے جانے کی خبر دی تو کفار نے اس کو جھٹلایا اور بیت المقدس کی نشانیاں پوچھنے لگے تو بعض ایسی علامات پوچھیں کہ جس میں شب کو آپ ﷺ نے غور نہ فرمایا تھا۔ تب اللہ تعالٰی نے بیت المقدس کا نقشہ آپ کے روبرو ظاہر کر دیا تو آپ ﷺ نے خوش ہو کر صاف صاف نشانیاں اُس کی بیان فرما کر سب کو شرمندہ کر دیا۔

❸ ایک معجزہ آپ ﷺ کا یہ ہے کہ اپنی انگشت مبارک سے اشارہ کر کے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔

❹ ایک معجزہ آپ ﷺ کا یہ ہے کہ جب کفار بدکار آپ کو شہید کر دینے کے ارادہ سے آپ کے مکان پر جمع ہوئے۔ تب آپ کے نکلتے ہی سبھوں نے سر نیچے کر لئے اور ان سب کی ٹھڈیاں ان کے سینوں تک جالگیں تو آپ نے ایک مٹھی خاک لے کر ان کے سروں پر ڈال کر فرمایا شاہت الوجوہ یعنی ''برے ہو جائیں منہ ان کے'' آخر ایسا ہی ہوا کہ جن کے سروں پر وہ مٹی پڑی سب کے سب جنگ بدر میں مارے گئے۔

⑤ ایک معجزہ آپ ﷺ کا یہ ہے کہ جب جنگ حنین میں ایک مٹھی خاک اپنے دشمنوں کے منہ پر پھینکی تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو شکست فاش دی۔

⑥ ایک معجزہ یہ ہے کہ جب آپ ﷺ غار میں جا کر چھپے تو مکڑی نے اس غار کے منہ پر جال تن دیا تا کہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو کہ اس میں کوئی نہیں ہے۔

⑦ اور ایک معجزہ یہ ہے کہ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ کو جانے کو نکلے تو آپ کو پکڑنے کے لیے سراقہ بن مالک آپ ﷺ کے پیچھے نکلا جب قریب پہنچا تو اس کے گھوڑے کے پاؤں سخت زمین میں دھنس گئے اور آگے بڑھ نہ سکا۔

⑧ ایک معجزہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ ایک بار آپ نے ایسی بکری کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا کہ ابھی نر کی صورت نہیں دیکھی تھی سو وہ آپ کے دست مبارک کی برکت سے دودھ دینے لگی۔

⑨ ایک معجزہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے راستہ میں ایک بڑھیا اُم معبد نامی کی بکری جو بالکل ضعیف تھی آپ کے دست مبارک اس پر پھیرنے سے بہت دودھ دینے لگی حالانکہ اس میں اس سے پہلے کچھ دودھ نہیں تھا۔

⑩ ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک بار قتادہ بن النعمان کی آنکھوں میں زخم ہو کر پانی رخسارہ پر سے بہنے لگا۔ آپ ﷺ نے اس کو اٹھا کر اپنے دست مبارک سے اس کی جگہ پر رکھ دیا تو آپ کے دست مبارک کی برکت سے ان کی آنکھ اچھی ہوگئی' بلکہ پہلے سے زیادہ بہتر اور جمال والی ہوگئی۔

⑪ ایک معجزہ یہ ہے حضور اکرم ﷺ غزوہ حدیبیہ میں مکہ معظمہ کے قریب جنگل میں تشریف رکھتے تھے۔ ایک ہزار پانچ سو صحابہ حضور کے ساتھ تھے۔ جب عصر کی نماز کا وقت آیا۔ حضور نے وضو کے لئے پانی طلب کیا۔ صحابہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ سارے لشکر میں پانی کا پتہ نہیں ہے'' حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''قدر قلیل جس قدر ممکن ہو سکے پانی لشکر میں سے جمع کرلاؤ''۔ نہایت مشکل سے سارے لشکر کی مشکیں پانی کے برتن نچوڑ کر ایک پیالہ پانی کا جمع ہوا۔ وہی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا۔ حضور نے بسم اللہ کہہ کر اپنا دست کرم پیالہ میں رکھا آپ کا ہاتھ رکھنا تھا کہ حضور سید عالم ﷺ کے ہاتھ کی برکت سے پیالہ سے پانی کا چشمہ جاری ہوا۔ سارے لشکر والوں نے خود پیا لشکر کے جانوروں کو پلایا۔ لشکر والوں نے مشکیں پانی کے برتن بھرے۔ سب نے وضو کیا۔ کسی نے حضرت جابر سے پوچھا: ''بھلا تم کتنے آدمی تھے جو پانی پینے میں شامل تھے''۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہم تو کل ایک ہزار پانچ سو تھے۔ لیکن اگر لاکھ بھی ہوتے تو بھی وہ رحمت کا پانی سب کو کافی تھا''۔

نکتہ: یہ پانی آب زمزم سے افضل ہے کیونکہ زمزم حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ہاتھ سے مکہ کی زمین سے نکالا ہوا ہے۔ مگر یہ پانی حضور اکرم ﷺ کے اندر جسم اطہر کے درمیان سے نکلا ہے۔ زمزم جبرئیل کے پر نے کھودا۔ یہ پانی حضور کے ہاتھ سے جاری ہوا۔ زمزم زمین سے نکلا۔ یہ خاص حضور کے جسد اطہر سے نکلا۔ پس جیسا فرق زمین کو اور حضور کے جسم اطہر کو ہے وہی فرق آب زمزم اور اس معجزہ کے پانی کو ہے۔ یہ پانی کوثر کے پانی سے بہتر ہے۔ وہ فرشتوں کے ہاتھ سے پیدا ہوا' اور

یہ سیدالاولین وآخرین کے دستِ مبارک سے پیدا ہوا۔ پس جو فرق ملائکہ کے مرتبہ کو حضور کے مرتبے سے ہے وہی فرق کوثر کے پانی کو اس معجزہ کے پانی سے ہے۔ اگلے انبیاء علیہ السلام نے پتھروں سے پانی نکالا۔ درختوں سے پانی نکالا مگر جسم اطہر سے کسی پیغمبر کے پانی نہیں نکلا۔ حضور کے ہاتھ سے اُمت کیلئے اس طرح پانی نکلا جیسے مہربان ماں کے سینہ سے بچہ کے لیے دودھ نکلتا ہے۔ اسی لئے صحابہ کرام کو آپس میں سگے بھائیوں سے زیادہ محبت تھی' اور حضور کے ساتھ صحابہ کو اپنے ماں باپ سے زیادہ اُلفت تھی۔ سارے صحابہ باہم گویا دودھ شریک بھائی ہو گئے تھے' اور حضور ماں باپ سے زیادہ اُمت پر شفیق ہیں۔ سُبحان اللہ! حضور کیا رحمت والے نبی تھے۔

⓬ ایک معجزہ یہ ہے مدینہ طیبہ میں ایک سال قحط سالی ہوئی مینہ نہیں برسا۔ حضور اکرم ﷺ جمعہ کی نماز کا خطبہ فرما رہے تھے۔ ایک اعرابی نے حاضر ہو کر عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ جانور ہلاک ہوئے' کھیت درخت خشک ہو گئے غریب لوگوں کے بچے فاقہ سے مرنے لگے حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مینہ برسائے''۔

یہ سن کر حضور نے خطبہ میں اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر عرض کیا:

''اے اللہ! مینہ برسا دے خشک زمین کو تر' سوکھے کھیتوں' مُردہ زمین کو زندہ کر دے''۔

صحابہ کہتے ہیں کہ حضور کے ہاتھ اٹھانے سے پہلے آسمان پر ابر کا نام ونشان نہ تھا۔ حضور کے ہاتھ اٹھاتے ہی پہاڑوں کی طرح بادل اُٹھ کر آئے اور اسی وقت برسنے لگا۔ اور مسجد نبوی سے پانی ٹپک کر حضور کے سر مبارک سے بہتا ہوا ریش مبارک سے ہوتا ہوا حضور ﷺ کے لباس پر گرتا تھا۔ اس جمعہ سے برابر دوسرے جمعہ تک مینہ برستا رہا۔ جب دوسرے جمعہ کو حضور جمعہ کا خطبہ فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے کہ پھر ایک اعرابی نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! بارش کی کثرت سے اندیشہ ہلاکت کا ہے'' یہ سن کر حضور اکرم ﷺ نے خطبہ میں دعا فرمائی:

''الٰہی! مدینہ کی بستی میں کھل جائے' جنگلوں میں برسے' دریا میں برسے' ضرورت کے موقعہ پر برسے''۔

اس دعا کے ساتھ حضور ﷺ نے ہاتھ کا اشارہ آسمان کی طرف کیا۔ صحابہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ آپ کے ہاتھ کے اشارہ کے ساتھ بادل پھٹتا تھا' اور اشارہ کے ساتھ مینہ کھلتا تھا۔

نتیجہ: مسلمانو! زمین آپ کی اطاعت کرے' آسمان آپ کی اطاعت کرے' ہوا آپ کی مطیع ہو' پانی مطیع ہو' بادل آپ کی دعا سے برسے۔ آپ کی دعا سے کھلے۔ مگر اطاعت نہ کرے تو کون' انسان! پھر آپ کی اُمت کا مسلمان' حیرت اور غیرت کی جگہ ہے۔

⓭ ایک معجزہ یہ ہے حضور ﷺ کی نبوت کے بعد ایک دن آپ کے چچا ابو طالب آپ کے ساتھ کسی سفر میں تھے۔ راستہ میں ابو طالب کو پیاس لگی اس وقت وہاں نہ پانی پاس تھا' نہ جنگل میں کہیں پانی کا پتہ تھا۔ ابو طالب نے حضور سے پیاس کی شکایت کی۔ حضور اکرم ﷺ نے سواری سے اتر کر زمین پر پیر مارا فوراً زمین سے چشمہ میٹھے پانی کا جاری ہوا۔ ابو طالب نے

اس چشمہ سے پانی پی لیا۔

نتیجہ: کافروں کے لئے خشک زمین سے شیریں پانی پلانا جس مبارک نبی کا ادنیٰ فیض تھا۔ بھلاحشر میں جب حضور ﷺ حوض کوثر پر ہوں گے اور آپ کی اُمت کے مسلمان پیاسے حشر کی پیاس کی شکایت کرتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوں گے۔ تب کس طرح آپ ہر ایک پیاسے کو سیراب نہ فرمائیں گے۔ آپ ضرور سیراب فرمائیں گے پچاس ہزار برس کی پیاس ضرور بجھائیں گے۔

⑭ ایک معجزہ یہ ہے ایک دن سفر کے موقعہ پر حضور اکرم ﷺ نے حضرت اسامہ سے فرمایا کہ ''اے اسامہ! استنجا کرنے کے قابل کوئی پردہ کی جگہ ہے''۔ اسامہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ دور تک صحابہ کا لشکر ٹھہرا ہوا ہے اور یہاں قریب میں کوئی جگہ جناب کے قابل پردہ کی نظر نہیں آتی''۔

یہ سن کر حضور اکرم حضور ﷺ نے فرمایا:

''دیکھو اے اسامہ! یہ درخت کھجور کے جو الگ الگ کھڑے نظر آتے ہیں اور یہ پہاڑی پتھر جو دور دور پڑے دکھائی دیتے ہیں انکو حکم دو۔ ان سے جا کر کہو جناب رسول اللہ فرماتے ہیں درختو تم آپس میں مل جاؤ' اور پتھروں تم درختوں کے بیچ میں دیوار بنا کر تیار کرو' حضور اکرم ﷺ تمہارے پیچھے استنجا فرمائیں گے''۔

حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کا یہ پیغام لیکر درختوں پتھروں کے پاس گیا۔ سنتے ہی حضور کا حکم فوراً کھجوروں کے درخت آپس میں مل گئے اور درختوں کے درمیان جو جگہ خالی رہی ان میں پتھروں نے جمع ہو کر دیوار بنائی۔

جب حضور اکرم ﷺ استنجے سے فارغ ہوئے' فرمایا:

''اسامہ ان سے کہو کہ یہ سب اپنی اپنی جگہ واپس ہو جائیں''۔

یہ سن کر حضرت اسامہ نے اشارہ کیا۔ پتھر' درخت سب الگ الگ ہو کر اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ سبحان اللہ! الٰہی کیا تیرا احسان ہے۔ جہان بھر کا حاکم ساری دنیا پر حکومت کرنے والے نبی ﷺ کو ہم گنہگاروں کا عاشق اور ہم خطاواروں کا شیدائی بنایا۔ ہمارے غم نے انہیں راتوں رلایا۔ ہماری فکر نے انہیں بہت ساجگایا۔ کم سُلایا۔

نتیجہ: درختوں' پتھروں نے حضور اکرم ﷺ کے خادم کے حکم سے حضور ﷺ کے لئے صف بستہ ہو کر پردہ کی دیوار تیار کر دی۔ ہم انسان ہو کر پھر مدعی اسلام ہو کر افسوس ہم نے دنیا میں آن کر گھاس پھونس، درختوں، پتھروں کے برابر بھی خدا کے سچے رسول ﷺ کی اطاعت نہ کی۔ شرم کی جگہ، غیرت کا مقام ہے۔

⑮ ایک معجزہ یہ ہے حضور اکرم ﷺ ایک سفر کے موقعہ میں زمین پر لیٹے ہوئے سوتے تھے بہت دور سے ایک درخت کیکر کا آیا اور سات مرتبہ جناب کے صدقہ ہوا حضور کا طواف کیا۔ جب حضور اکرم ﷺ سوتے اٹھے۔ فرمایا:

''اس درخت نے اللہ تعالیٰ سے اجازت لی تھی کہ مجھے آنکر سلام کرے خدا نے اسے اجازت دی، اس

لئے یہ درخت آیا اور میری زیارت کر گیا"۔

⓰ ایک معجزہ یہ ہے جب حضور اکرم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ وہاں حضور نے جمعہ قائم کیا جب حضور کو خطبہ فرمانے کی ضرورت ہوئی۔ تب آپ مسجد کے ستون سے جو خشک کھجور کا درخت تھا پشت مبارک لگا کر خطبہ فرماتے تھے۔ ایک دن ایک انصاری عورت نے عرض کیا کہ:

"یارسول اللہ! اگر آپ فرمائیں تو یہ لونڈی اپنے غلام سے جو بڑھئی کا کام جانتا ہے' آقا کے لیے ایک کاٹھ کا منبر بنوادے"۔

حضور نے اشارہ کیا "اچھا"۔ یہ سنکر وہ عورت چلی گئی اور دو تین روز کے بعد تین سیڑھی کا منبر بنوا کر لائی اور حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ آنحضرت ﷺ نے وہ تحفہ قبول فرما کر اس پر خطبہ فرمایا وعظ کہنا شروع کیا۔ آج پہلا موقعہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس قدیمی لکڑی کو چھوڑ اور حضور ﷺ منبر پر جلوہ فرما ہوئے۔ حضور نے تھوڑا ہی سا خطبہ فرمایا تھا کہ اس خشک ستون سے رونے کی آوازیں چیخیں مارنے کی صدائیں بلند ہوئیں۔ ہچکیاں لینا، سسکیاں بھرنا' بچہ کی طرح ماں کی جدائی میں چیخیں مار کر رونا، غل مچانا شروع کیا، حضور اکرم ﷺ ستون کے رونے سے بے چین ہو گئے۔ منبر سے اتر کر اس رونے والے اور عشق رسول میں جان کھونے والے ستون کے پاس آئے۔ اسے گلے سے لگا کر بہت تسلی دی، اس سے کلام کیا، اسے چپ کیا۔ حضور فرماتے ہیں کہ "میں تسلی نہ دیتا تو وہ ستون قیامت تک روتا ہی رہتا"۔ حضور اکرم نے فرمایا کہ "اے ستون! تیرا کیا مطلب ہے تو کیوں روتا ہے" ستون نے عرض کیا:

"یارسول اللہ! رونے کا سبب جان دینے کا باعث محبوب ﷺ دو جہاں کی جدائی ہے۔ یارسول اللہ پہلے تو آپ مجھ سے کمر لگا کر خطبہ فرماتے تھے اور میں حضور ﷺ کے جمال اور حبیب رب العالمین کے وصال سے مشرف رہا کرتا تھا مگر اب میری کم نصیبی محرومی قسمت سے حضور ﷺ مجھے چھوڑ کر منبر پر اجلاس فرمانے تشریف لے گئے"۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اے ستون! اگر تو چاہے تو خدا تجھے دنیا میں سرسبز درخت بنا دے۔ تیرے پھل سارا جہان کھائے اگر تو چاہے تو آخرت میں تجھے خدا سرسبز کرے جہاں تیرے پھل اولیاء اللہ کھائیں گے"۔

اس ستون نے عرض کیا:

"یارسول اللہ میں وہی بات پسند کرتا ہوں جس کی بقا ہمیشہ رہے میں فانی بقا کو پسند نہیں کرتا بلکہ مجھے آخرت کی زندگی ملنی چاہیے۔ کہ جہاں میرے پھل ہمیشہ اولیاء اللہ کھائیں گے"۔

اللہ اکبر کیا حضور ﷺ کا روحانی فیض تھا۔ چند مرتبہ ایک خشک لکڑی سے کمر لگا کر خطبہ فرمایا تھا حضور ﷺ کی پشت مبارک کی تاثیر سے مردہ درخت میں اعلیٰ درجہ کا عشق، اعلیٰ درجہ فہم۔ اعلیٰ درجہ کی حق شناسی۔ اعلیٰ درجہ کی فانی اور باقی میں تمیز

پیدا ہوئی۔ جب پشت کی لکڑیوں پر اتنا فیض تھا تب صحابہ جو حضور ﷺ کے چہرہ انور کے سامنے بیٹھ کر فیض لیتے اور خطبہ سنتے اور زیارت کرتے تھے۔ وہ کس قدر حق آگاہ اور باخدا ہوئے ہوں گے۔

نکتہ: چونکہ یہ درخت عاشق رسول تھا اس لیے اس نے پھلوں کا ولیوں کو نبیوں کو کھلانا پسند کیا یہ درخت بھی عاشق تھا۔ اولیاء اللہ بھی عاشق الٰہی ہوتے ہیں سچ ہے ہر چیز اپنی جنس کی طرف مائل ہوتی ہے۔ ہمیں بھی حبیب خدا ﷺ کا عشق ہونا چاہیے۔ اور ایک خشک درخت سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

⑰ ایک معجزہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں فدیک نامی نابینا نے حاضر ہو کر اپنی بینائی کے جاتے رہنے کی شکایت کی۔ حضور اکرم ﷺ نے اس اندھے کی آنکھوں پر دم کیا' اپنا لعاب مبارک اس کی اندھی آنکھوں میں لگایا۔ حضور کے دم کرتے ہی فوراً اس کی دونوں آنکھیں روشن ہوئیں اور ایسی تیز بصارت خدا نے اسے عطا کی کہ اسی ۸۰ برس کی عمر میں باریک سوئی میں ڈورا پروتا تھا۔

⑱ ایک معجزہ یہ ہے جنگ احد میں قتادہ بن نعمان صحابی کی آنکھ میں کسی کافر کا تیر لگا جب تیر باہر نکالا گیا تو آنکھ باہر آن پڑی۔ قتادہ نے آنکھ کو ہتھیلی پر لیا اور اسی طرح حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آنکھ کے اچھے ہونے کی درخواست کی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اگر صبر کرو تو تم کو جنت ملے'' عرض کیا:

''یارسول اللہ میرے لئے دعاء فرمائیں کہ جنت بھی ملے اور میری آنکھ بھی اچھی ہو جائے''

یہ سن کر حضور نے اپنے دست کرم سے آنکھ کو اٹھا کر آنکھ کی جگہ رکھا۔ حضور کے ہاتھ کی برکت سے فوراً آنکھ اچھی ہوئی۔ خون بند ہوا سارا درد جاتا رہا۔ اب اس معجزہ والی آنکھ کی حالت یہ تھی کہ یہ آنکھ کبھی دُکھنے نہ آتی تھی اور اس آنکھ سے رات کے اندھیرے میں بھی نظر آتا تھا۔

⑲ ایک معجزہ یہ ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دسترخوان تھا۔ جس پر آپ کسی تقریب کے وقت کھانا کھاتے تھے۔ ایک دن کچھ مہمان آپ کے پاس آئے آپ نے کھانا طلب کیا خادمہ اسی دسترخوان میں کھانا لائی۔ آپ نے اسے میلا دیکھ کر خادمہ سے فرمایا کہ ''اسے تندور میں ڈالدو'' خادمہ نے وہ دسترخوان جلتی آگ میں ڈال کر تھوڑی دیر میں جب اسے تندور میں سے نکالا تو وہ دسترخوان نہایت سفید ہو کر آگ سے نکلا۔ بجائے جلنے کے اُجلا ہو کر باہر آیا۔ مہمانوں نے اس کا سبب پوچھا۔ حضرت انس نے فرمایا:

''یہ دسترخوان تبرک ہے حضور اکرم کا۔ حضور نے ایک دن اس سے اپنا منہ ہاتھ پونچھ کر مجھے عطا کیا تھا۔ اب اس کپڑے پر آگ حرام ہے یہ کسی طرح آگ میں نہیں جلتا۔ جب کبھی میلا ہوتا ہے ہم اسے آگ میں ڈال کر اُجلا کرتے ہیں۔''

⑳ ایک معجزہ یہ ہے۔ ایک دن دو صحابی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عشاء کی نماز کے بعد حضور کی زیارت کرتے حضور کے کلام سے مستفیض ہوتے ہوئے رہ گئے۔ اس عرصہ میں رات زیادہ آئی اندھیرا ہوا۔ جب یہ دونوں صحابی

حضور کی خدمت عالی سے رخصت ہو کر اپنے گھر جانے لگے تو حضور اکرم نے فرمایا:

''لوگو تم اندھیری رات میں گھبراؤ نہیں' تمہارے ہاتھ عصا مشعل کی طرح روشن ہو کر تمہیں راستہ دکھائے گا''۔

جب یہ دونوں صحابی وہاں سے رخصت ہو کر مسجد نبوی سے باہر آئے۔ مسجد سے نکلتے ہی ایک صحابی کا عصا خود بخود مشعل کی طرح بغیر آگ تیل کے روشن ہوا۔ اسی روشنی میں دونوں صحابی رستہ چلتے رہے۔ جب دونوں صحابیوں کا راستہ الگ ہوا اور ایک صحابی جن کا عصا پہلے سے روشن تھا، اپنا عصا لیکر اپنے گھر چلے اور دوسرے صحابی اندھیرے میں رہے۔ فوراً دوسرے صحابی کا عصا بھی مشعل کی طرح روشن ہوا اور اپنی اپنی لکڑی کی روشنی میں دونوں صحابی گھر تک پہنچے۔ صبح کو دیکھا کہ لکڑیوں میں آگ کا نشان مطلق نہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ کے حکم سے جب مُردہ لکڑیاں روشن اور نورانی ہوئیں تو حضور ﷺ کے ارشاد اور تعلیم و تلقین سے صحابہ کے دل کس درجہ روشن ہوئے ہوں گے۔ اے غافل مسلمان! اگر آج تو اپنا دل کا روشن ہونا چاہتا ہے تو درود شریف کی کثرت کر پھر دیکھ غیب سے کیسا نور تیرے دل میں پیدا ہوتا ہے۔

(۲۱) ایک معجزہ یہ ہے۔ ایک دن مکہ معظمہ میں ابوجہل لعین اپنے ہاتھ میں کچھ کنکریاں لیکر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

''اے محمد ﷺ اگر تم سچے نبی ہو تو بتاؤ کہ میرے ہاتھ میں کیا چیز ہے۔ کیونکہ جب تم آسمان کی باتیں زمین پر بیٹھے بتا رہے ہو تو ضرور ہے کہ میرے ہاتھ کی مخفی چیز کو بھی آپ بتا دیں گے''۔

یہ سن کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اے ابوجہل! اگر تو کہے تو میں بتا دوں کہ ہاتھ میں کیا ہے اور اگر تو کہے تو جو چیز تیرے ہاتھ میں ہے وہ بولے اور یہ بتائے کہ میں کون ہوں''۔

ابوجہل نے کہا:

''حضور یہ بات اور بھی زیادہ اچھی ہے کہ میرے ہاتھ کی چیز بولے اور بتلائے کہ آپ کون ہیں''۔

حضور اکرم ﷺ نے ابوجہل کے ہاتھ کی کنکروں کو اشارہ کیا فوراً ابوجہل کے ہاتھ میں کنکریاں **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھنے لگیں۔ اس معجزہ کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں۔

(۲۲) ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک بار آپ نے ایک اعرابی کو دعوت اسلام کی تو اس نے پوچھا: ''آپ کا گواہ کون ہے'' تو آپ نے جھاڑ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ جھاڑ نزدیک آ کر تین بار آپ کی نبوت کی گواہی دے کر چلا گیا۔

(۲۳) ایک معجزہ یہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیغمبر بنایا اس وقت پتھروں اور درختوں نے بھی کہا تھا:

السلام علیک یا رسول اللہ۔

(۲۴) ایک معجزہ یہ ہے کہ جب کافروں نے گوشت میں زہر ملا کر آپ کو دیا تو گوشت نے آپ سے کہا:

''مجھ میں زہر ہے آپ مت کھائیے''۔

۲۵ ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک بار کوئی اونٹ آپ کے پاس آ کر فریاد کرنے لگا: ''میرے مالک مجھ سے محنت بہت لیتے ہیں اور چارہ کم ڈالتے ہیں'' تب آپ نے اس کے مالکوں کو بلا کر تاکید کر دی۔

۲۶ ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک بار ایک ہرنی قید میں پڑی تھی اور اس کے دو بچے بھوکے رہ گئے تھے۔ اتفاقاً حضور اُدھر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ سے عرض کرنے لگی:

''یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھ کو اس کے ہاتھ سے چھڑوائیے تو میں جلد جا کر بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ جاتی ہوں''۔

آخر جب آپ نے اس کو شکاری کے دام سے چھڑوا دیا تو آپ کی اور اللہ تعالیٰ کی گواہی دیتی ہوئی ہرنی چلی گئی۔

۲۷ ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ نے جنگ بدر میں فرمایا ''اس اس جگہ میں فلاں فلاں کافر مارا جائے گا تو ویسا ہی ہوا''۔ اس اس جگہ میں فلاں فلاں کافر مارا گیا۔ اور ذرّہ برابر بھی آگے پیچھے نہ ہوا۔

۲۸ ایک معجزہ یہ ہے۔ آپ نے فرمایا: ''میری اُمت میں سے ایک جماعت دریا میں جنگ کرے گی اور ان میں ام حرام ؓ ہوگی'' تو ویسا ہی ہوا۔

۲۹ ایک معجزہ یہ ہے کہ جس رات میں اسود عنسی کذاب مارا گیا، اُسی رات میں آپ نے صحابہ سے فرمایا: 'آج کی رات فلاں مارا گیا ہے۔ اور فلاں نے اس کو مارا ہے' حالانکہ یہ قصہ گزرا شہر صنعاء میں جو ملک یمن میں ہے۔

۳۰ ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ نے ثابت بن قیس کے حق میں فرمایا تھا: ''یہ زندہ رہے گا نیک حالت سے اور آخر میں شہید ہو جائیگا'' پس ویسے ہی یمامہ میں شہید ہوئے۔

۳۱ ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک بار ایک شخص اسلام سے پھر کر مشرکوں میں جا ملا۔ صحابہ کرام نے آپ کو خبر دی تو آپ نے فرمایا: ''وہ مر جائیگا تو اس کو زمین بھی قبول نہ کرے گی'' آخر ویسا ہی ہوا جب وہ مر گیا تو جہاں جہاں اس کو دفن کرتے زمین اسکو باہر پھینک دیتی تھی۔

۳۲ ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک بار ایک پیالہ میں تھوڑا سا پانی باقی رہا تھا۔ آپ نے چاہا کہ اس میں تمام انگلیاں داخل کریں مگر اس کا منہ چھوٹا تھا۔ چار ہی انگلیاں اس میں رکھیں اور سب کو پانی پلایا تو اتنا پانی جاری ہوا کہ تمام آدمیوں نے اس سے وضو کیا۔

۳۳ ایک معجزہ یہ ہے کہ جنگ تبوک میں ایسے مقام پر وارد ہوئے تھے کہ وہاں اتنا پانی تھا کہ ایک ہی آدمی کو کفایت کرے۔ تمام لشکر میں تیس ہزار آدمی تھے وہ سب پیاسے ہو کر آپ کی خدمت میں عرض کرنے لگے۔ تو آپ ایک تیر دیکر فرمایا: ''اس کو اس پانی میں کھڑا کر دو''۔ جب تیر کھڑا کیا تو اتنا جوش مارا کہ وہ پانی سارے لشکر کو کفایت کر گیا۔

۳۴ ایک معجزہ یہ ہے کہ ایکبار چند صحابہ نے شکایت کی: ''یا رسول اللہ! ہمارے کنوئیں کا پانی کھاری ہے'' تب آپ صحابہ کرام کی ایک جماعت کو ہمراہ لیکر اس کنوئیں پر تشریف لے گئے اور اپنا لعاب دہن مبارک اُس میں ڈالا تو اس قدر میٹھا پانی جاری ہوا کہ کتنا ہی پانی اس سے نکالتے تھے تو موقوف نہیں ہوتا تھا۔

۲۵ ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک بار کسی عورت نے اپنے لڑکے کو آپ کی خدمت حاضر کیا اور عرض کیا: ''یارسول اللہ! اس کا سر پھوڑوں سے خراب ہو گیا ہے آپ دعا فرمایئے'' تب آپ نے دست مبارک اُسکے سر پر رکھا۔ ہاتھ رکھتے ہی بیماری دفع ہو گئی اور سر کے بال بھی ہموار ہو گئے۔ یہ کیفیت سن کر اہلِ یمامہ میں سے ایک عورت اپنے بچہ کو مسیلمہ کذاب کے پاس لے گئی جو وہاں جھوٹا دعویٰ پیغمبری کا کرتا تھا۔ اس نے بھی اپنا ہاتھ بچے کے سر پر رکھا تو اس بچے کے سر کے تمام بال جھڑ گئے اور یہ بیماری اس کی تمام اولاد میں باقی رہ گئی۔

۲۶ ایک معجزہ یہ ہے کہ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کا پاؤں جب ٹوٹ گیا تو آپ کا دست مبارک رکھتے ہی ایسا درست ہو گیا کہ گویا کچھ بھی بیماری نہ تھی۔

۲۷ ایک معجزہ یہ ہے۔ ''شفاء'' اور ''مواہب لدنیہ'' میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک دن ایک یہودی کو اسلام کی طرف بلایا۔ یہودی نے کہا:

''یا حضرت! جب تک میری مری ہوئی لڑکی کو آپ زندہ نہ کریں' اور وہ مُردہ دختر زندہ ہو کر آپکی رسالت کی گواہی نہ دے میں ہرگز مسلمان نہ ہونگا''۔

یہ سن کر حضور نے فرمایا:

''اے یہودی چل اپنی دختر کی قبر پر مجھے لے چل''۔

حضور اکرم ﷺ یہودی کیساتھ قبرستان تشریف لے گئے وہاں جا کر یہودی لڑکی کی قبر پر کھڑے ہو کر یہودی کی لڑکی کا نام لے کر پکارا۔ حضور کی آواز سنکر قبر شق ہو گئی اور قبر کے اندر سے لڑکی زندہ ہو کر پکاری: ''لبیک وسعدیک یارسول اللہ کیا ارشاد ہے'' حضور ﷺ نے فرمایا

''اگر تیرا دل چاہے تو تو اپنے ماں باپ کے پاس چلی آ دنیا میں زندہ ہو کر رہ''۔

عرض کیا:

''یارسول اللہ میں نے اپنے اللہ کو اپنے والدین سے زیادہ مہربان پایا' ہے اور آخرت کو دنیا سے افضل دیکھا ہے' اسلئے آپ مجھے میری قبر میں رہنے دیں''۔

حضور اکرم ﷺ نے پھر اس کے مرنے کی دعا کی وہ دختر دوبارہ مر کر قبر میں گئی۔ یہودی یہ واقع دیکھ کر حیران ہوا اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کیا اور مُردہ دختر کے والدین مسلمان ہو کر ہمیشہ کی زندگی کے مستحق ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ کے اعجاز اور روحانی فیض نے خدا کے فضل سے مُردہ کو زندہ کیا اور پھر مُردہ نے زندہ ہو کر دو مُردوں یعنی کافر ماں باپ کو مسلمان کر کے ہمیشہ کیلئے زندہ کیا سبحان اللہ کیا فیض ہے۔

۲۸ ایک معجزہ یہ ہے ایک دن حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کو مہمان بلا کر بکری ذبح کی۔ اس کا گوشت پکا کر آپ کے سامنے لائے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! گوشت گوشت کھا لینا ہڈیاں نہ چبانا'' حضور کے حکم عالی کے

مطابق بکری کی ہڈیاں ثابت چھوڑی گئیں۔ جب سب لوگ فارغ ہوئے حضورا کرم ﷺ نے سب ہڈیاں جمع کر کے کچھ دعا کے طور پر پڑھا اور بکری کا زندہ ہونا ایک ساعت میں سب کے سامنے ہوا مُردہ جانوروں کا زندہ کرنا آپکا ادنیٰ فیض تھا۔

کافروں، مُردہ دلوں کو زندہ کرنا، مسلمان بنانا آپ کا اصلی مقصود تھا۔ حضورا کرم کے معجزات دیکھ کر ہزار ہا مسلمان ہوتے تھے مگر جو ازلی گمراہ تھے وہ اس کو جادو سمجھ کر ٹال دیتے تھے۔ لوگو اگر خدا تعالیٰ نے تمہیں اسلام اور ایمان کی دولت عطا کی ہے تو اسکی انتہا درجہ کی حفاظت کرنا۔ مسلمانوں اس سرور کائنات ﷺ کے معجزات سمندر ہیں جس کا احاطہ کرنا ناممکن ہے، جو کچھ لکھا گیا ہے قدر قلیل بطور نمونہ برکت کے تحریر کیا گیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سید نا محمد و اله و صحبه اجمعین

رسول خدا کے خطوط بادشاہوں کے نام

عمرۃ الحدیبیہ اور وفات کے مابین آنحضرت ﷺ نے اپنے بعض اصحاب کو ملوک عرب وعجم وروم کی طرف خطوط دیکر بغرض دعوت اسلام روانہ کیا۔ سلیط رضی اللہ عنہ کو بادشاہ یمامہ کی طرف --- اور علاء رضی اللہ عنہ کو بادشاہ بحرین کے پاس --- اور عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کو والی عمان کی جانب --- اور حاطب رضی اللہ عنہ کو مقوقش بادشاہ اسکندریہ کی طرف --- اور دحیہ رضی اللہ عنہ کو قیصر روم کی طرف --- اور شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو بادشاہ دمشق کی طرف --- اور عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو نجاشی کی طرف روانہ فرمایا۔ مقوقش والی اسکندریہ نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی کمال عزت کی اور آنحضرت ﷺ کے نامہ مبارک کو توقیر کی نگاہوں سے دیکھ کر قبول کیا۔

❶ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ جو قیصر کی طرف روانہ ہوئے تھے پہلے وہ بصریٰ میں گئے اور وہاں سے حاکم بصریٰ کے ذریعہ سے قیصر روم ہرقل کے دربار میں پہونچے اس خط میں یہ عبارت تھی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم..... بانا مسلمون۔

"اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے (یہ خط ہے) محمد (ﷺ) کی طرف سے جو خدا کا رسول ہے ہرقل کی طرف جو روم کا بادشاہ ہے۔ وہ لوگ سلامت رہیں جو خدا کی ہدایت کی پیروی کریں۔ اس کے بعد (میرا مطلب یہ ہے کہ) میں تم کو اسلام کا بلاوا دیتا ہوں۔ اگر تم مسلمان ہو گئے تو تم (دنیا اور آخرت کی آفتوں سے) سلامت رہو گے اور تم کو خدا دوگنا اجر دیگا، اور اگر تم نے انکار کیا تو تمہاری رعایہ کا گناہ بھی تم پر رہے گا۔ اے آسمانی کتاب کے ماننے والو! تم ایک ایسی بات کی طرف آجاؤ (جس کی بابت خدا کی طرف سے) ہمارے اور تمہارے لئے ٹھیک ایک ہی حکم ہے۔ وہ یہ کہ ہم خدا کی سوا کسی کی پرستش نہ کریں اور نہ اس کے کاموں میں کسی کو شریک قرار دیں۔ اگر تم میری ان باتوں سے انکار کرو تو اس بات کے تم گواہ رہو کہ ہم (ان باتوں میں) خدا کے فرمانبردار ہیں"۔

ہرقل نے اس خط کو پڑھ کر اپنے سر آنکھوں پر رکھ کر دریافت احوال کے لئے کمال تلاش سے ان لوگوں کو بلوایا۔ جو آپ کی قوم کے اس کے ملک میں بغرض تجارت گئے ہوئے تھے۔ چنانچہ غزہ سے ابوسفیان وغیرہ طلب ہو کر آئے۔ ہرقل نے ان

سے آپ کے حالات دریافت کیے۔ ابوسفیان اس وقت تک اگرچہ کافر تھے مگر قیصر نے ابوسفیان کے ساتھیوں کو ان کے پیچھے کھڑا کر دیا: "تم پر خدا کی مار ہو اگر ابوسفیان نے کوئی جھوٹی بات کہی اور تم نے نہ روکا" تب قیصر نے ابوسفیان سے پوچھا: "کیا اس شخص کے خاندان میں کوئی بادشاہ گذرا ہے"۔ ابوسفیان نے کہا: "نہیں"۔ پھر پوچھا: "کبھی اس شخص نے دنیاوی معاملہ میں جھوٹ بولا ہے"۔ کہا: "نہیں"۔ قیصر نے کہا: "خدا کی قسم ہے کہ جو شخص دنیا کے لئے جھوٹا نہ ہو وہ خدا کے اوپر جھوٹ نہ باندھے گا"۔ پھر قیصر نے پوچھا: "اس پر ایمان غریب لوگ لاتے ہیں یا امیر" کہا: "غریب"۔ قیصر نے کہا: "پیغمبروں کا ہمیشہ سے یہی حال رہا ہے"۔ پھر قیصر نے کہا: "جس قدر اس شخص کے پیروکار زیادہ ہوتے جاتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو بڑا بناتا جاتا ہے"۔ کہا: "نہیں، بلکہ فقیرانہ وضع کو پسند کرتا ہے"۔ پھر قیصر نے پوچھا: "تم میں اور اس میں لڑائی کا کیا رنگ رہتا ہے"۔ کہا: "کبھی ہم غالب ہوتے ہیں اور کبھی وہ غالب ہوتے ہیں"۔ پھر پوچھا: "وہ بدعہدی بھی کرتا ہے" کہا: "ابتک تو اُسنے کوئی بدعہدی نہیں کی مگر ہمارے آنے کے بعد کی ہو تو معلوم نہیں" (ابوسفیان کہتے ہیں کہ اس جھوٹی بات کے سوا اور میں کوئی بات نہ کہہ سکا) پھر پوچھا: "اس کے پیروکار کبھی اس کے مذہب سے پھر بھی جاتے ہیں" کہا: "نہیں"۔ پھر پوچھا کہ "اس کے پیروکار بڑھتے جاتے ہیں"۔ کہا: "روز بروز زیادہ ہوتے جاتے ہیں"۔ تب قیصر نے کہا: "خدا کی قسم ہے اس شخص کا مذہب یہاں تک پہونچے گا جہاں ہم موجود ہیں"۔ جب ابوسفیان قیصر کے دربار سے باہر نکلے تو آنحضرت ﷺ کی شان میں اپنے ساتھیوں سے کہا: "دیکھو اس بددین کا اثر یہاں تک بھی پہنچے گا"۔ اور قیصر کو ابوسفیان کے جواب سے پوری تشفی ہوگئی۔ آپ کے حالات سنکر آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور ایک جلسہ میں نصاریٰ کو جمع کر کے اس امر کو پیش کیا۔ سبھوں نے باتفاق انکار کیا۔ جلسہ درہم برہم ہو چلا۔ قیصر نے مجلس کا رنگ بدلا دیکھ کر لوگوں کو نرمی سے بلایا۔ ابن اسحاق سے روایت کی جاتی ہے کہ اس مجمع کے منتشر ہونے کے بعد قیصر نے اراکین دولت کو طلب کر کے آنحضرت ﷺ کو جزیہ دینے کی بابت گفتگو پیش کی سبھوں نے اس سے انکار کیا پھر اس نے کہا

"بہتر ہوگا کہ ارض سوریہ (یعنی فلسطین واردن ودمشق وحمیص وغیرہ بلاد شام) دے کر صلح کر لی جائے"۔

اراکین دولت نے اس سے بھی اختلاف کیا۔

۲ نجاشی بادشاہ حبشہ کی طرف جو نامہ نامی عمرو بن امینہ الضخری کی معرفت روانہ کیا گیا تھا۔ اس کی عبارت یہ تھی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ...... الھدیٰ۔

"اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے (یہ خط ہے) محمد (ﷺ) کی طرف سے جو خدا کا رسول ہے نجاشی اصحمہ کی طرف جو حبشہ کا بادشاہ ہے۔ تم سلامت رہو۔ میں تمہارے آگے خدا کی تعریف کرتا ہوں کہ وہ بادشاہ دو جہاں پاک سلامتی دینے والا۔ امن میں رکھنے والا اور سب کی حفاظت کرنیوالا ہے۔ اور اس امر کا یقین کرتا ہوں کہ مریم کا بیٹا عیسیٰ علیہ السلام خدا کا حکم ہے اور اس کا ایک کلمہ ہے جو اس نے اس کو پاک اور بتول مریم عطا کیا۔ بس مریم کو عیسیٰ کا حمل رہ گیا۔

اور اللہ نے عیسیٰ کو اپنی روح اور اپنی پھونک سے پیدا کیا ایسا جیسا کہ اُس نے آدم کو پیدا کیا تھا۔ (تم میری بات سنو کہ) میں تم کو اس اکیلے خدا کی طرف بلاتا ہوں جس کے کاموں میں کسی کو شرکت نہیں ہے اور یہ کہ نیک کام کے لئے ہم ایک دوسرے کی مدد کریں' اور یہ کہ تم میرے پیرو ہو جاؤ' اور اس بات کو مان لو جو میرے پاس آئی ہے۔ میں اللہ کا رسول ہوں میں نے تمہارے پاس اپنے چچا کے بیٹے جعفر کو مع مسلمانوں کی جماعت کے روانہ کیا ہے۔ جب یہ لوگ تمہارے پاس آ جائیں تو ان کی مہمان نوازی کی جائے۔ تم زیادتی کو چھوڑ دو میں تم کو اور تمہاری فوجوں کو خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے تمہاری خیر خواہی میں کوشش کی ہے (کاش) تم میری خیر خواہی قبول کر لو۔ وہ لوگ سلامت رہیں جو اللہ کی ہدایت کی پیروی کریں''۔

نجاشی نے آپ کے فرمان کا ادب کیا اور تحفے تحائف روانہ کئے۔

کسریٰ شاہ فارس کے خط میں لکھا تھا۔ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم ..... المجوس''۔

''اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے (یہ خط ہے) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے جو اللہ کا رسول ہے۔ کسریٰ کی طرف جو فارس (ایران) کا بادشاہ ہے وہ لوگ سلامت رہیں جو اللہ کی ہدایت کی پیروی کریں اور جو اللہ اور اس کے پیغمبروں کو مان لیں۔ اس کے بعد (میرا مطلب یہ ہے کہ) مجھ کو اللہ نے تمام دنیا کے انسانوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تا کہ تمام لوگوں کو جو زندہ دل ہیں (گناہ کی وجہ سے عذاب سے) ڈراؤں۔ پس اگر تم نے میری باتوں کو مان لیا تو تم (دنیا و آخرت میں) سلامت رہو گے۔ اور اگر انکار کیا تو مجوسیوں کے گناہ کا بھی کچھ حصہ تمہارے ذمہ رہے گا''۔

کسریٰ نے اس خط کو پھاڑ ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا ''اللہ اس کے ملک کو پارہ پارہ کرے''۔ ابن اسحٰق کہتا ہے کہ کسریٰ نے اس خط کو پڑھ کر چاک کر ڈالا اور غصہ سے کہنے لگا:

''مجھ کو اور اس نے خط لکھا ہے اور میرے نام سے پہلے اپنے نام کو تحریر کیا ہے۔ باذان گورنر یمن کو لکھا جائے کہ فوراً دو آدمی بھیج کر اس حجازی شخص کو گرفتار کرا کے میرے پاس بھیج دے''۔

چنانچہ باذان گورنر یمن نے بانویہ اور خرخسرہ کو روانہ کیا۔ بانویہ و خرخسرہ چند دنوں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ پہنچ گئے اور یہ کہا:

''ہمارے شہنشاہ نے ملک باذان کو تمہاری گرفتاری کا حکم دیا ہے اور اس نے ہم کو اس امر پر مقرر کیا ہے۔ مناسب ہے کہ ہمارے ساتھ چلو اس میں تمہاری اور تمہاری قوم کی بہتری ہے۔ اور اگر تم انکار کرو گے تو تمہارے حق میں بہت برا ہو گا تم خود ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ تمہاری قوم بھی تباہ کر دی جائے گی۔ تمہارا ملک لوٹ لیا جائے گا''۔

آنحضرت ﷺ نے اس کلام پر کچھ توجہ نہ کی۔ آپ نے ان کو ٹھہرایا اور اگلے دن پر ان کی باتوں کے جواب دینے کو موقوف رکھا۔ اتنے میں یہ الہام ہوا کہ اللہ جل شانہ نے کسریٰ پر اس کے لڑکے شیرویہ کو مسلط کردیا اور اس نے اس کو شب کے وقت فلاں روز فلاں مہینہ میں قتل کر ڈالا۔ آنحضرت ﷺ نے بانویہ و خرخسرہ کو بلا کر اس واقعہ سے مطلع کیا۔ بانویہ و خرخسرہ کو اس کلام سے سخت تعجب ہوا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی کی حالت میں بیٹھے رہے پھر کچھ سوچ کر آنحضرت ﷺ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے:۔

"تم اس کہنے کا نتیجہ سمجھتے ہو کیا ہوگا۔ ہمارا شاہنشاہ تم کو اور تمہاری قوم کو تباہ کر دے گا۔ اس سرزمین کی خاک تک کا پتہ نہ ملے گا"۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم اس خیال و فکر میں نہ پڑو جاؤ اور ملک باذان کو اس واقع سے اطلاع کرو۔ اور میری طرف سے یہ کہہ دو کہ میرا مذہب تمام عالم میں پھیلنے والا ہے۔ میرا غلبہ وہاں تک پہنچ جائے گا جہاں تک کسریٰ کا سکہ چل رہا ہے۔ ملک باذان اگر اسلام لائے گا تو میں اس کو جس پر وہ متصرف بحال رکھوں گا اور اس کو اس قوم کی سرداری دے دوں گا"۔

خرخسرہ و بانویہ یہ پیام لے کر جس وقت باذان کے پاس آئے اور اس سے ہو بہو بیان کیا۔ باذان نے کہا:

"یہ کلام معمولی آدمیوں کا نہیں ہے' یہ باتیں نبیوں کی سی ہیں۔ میں اس کی پیشین گوئی کا نتیجہ دیکھتا ہوں کہ کیا ہوگا"۔

باذان اسی فکر و خیال میں تھا کہ شیرویہ کا خط آپہنچا جس میں لکھا ہوا تھا:

"میں نے کسریٰ کو اس وجہ سے قتل کیا کہ وہ فارس پر ظلم کرتا تھا۔ شرفاء ملک و رساء شہر کو بلا وجہ قتل کرتا اور ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیتا تھا۔ جس وقت میرا یہ فرمان تجھ کو ملے فوراً میری اطاعت قبول کرلے۔ جیسا کہ اس سے پہلے تو شاہان فارس کا مطیع تھا۔ اور اس شخص کی بابت جس کی گرفتاری کا کسریٰ نے تجھ کو حکم دیا تھا یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ اس سے تا صدور حکم ثانی کچھ تعرض نہ کرنا"۔

باذان کو جس وقت شیرویہ کا یہ فرمان ملا اس نے اسی وقت آنحضرت ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لایا۔ اس کے مسلمان ہوتے ہی انبار والے بھی مسلمان ہو گئے۔ بانویہ نے باذان سے بعد واپسی مدینہ یہ بھی کہا تھا:

"میں نے بڑے بڑے امراء و سلاطین سے باتیں کیں اور ان کے ساتھ میں نے کھانا کھایا لیکن اس شخص سے زیادہ کسی کو بارعب میں نے نہ پایا"۔

باذان نے دریافت کیا: "کیا اس کے ساتھ دستہ فوج جان نثاران رہتا ہے" بانویہ نے کہا: "نہیں"۔

❷ واقدی کا بیان ہے کہ مقوقس بادشاہ قبط کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی لیکن یہ اسلام نہیں لایا۔

تعارف

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ بن حضرت شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمہ کا مسلک حنفی اور طریقت میں انتساب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے ہے۔ آپ کا وطن دہلی ہے۔ آپ کی ولادتِ باسعادت بروز چہارشنبہ بوقت طلوع آفتاب ۴رشوال المکرم ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۳ء ہوئی۔ آپ پانچ سال کی عمر میں مکتب میں بیٹھے اور سات سال کی عمر میں قرآن شریف ختم کیا۔ اسی سال ان کے والد ماجد نے ان کو نماز پڑھنے کی تاکید کی اور رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا، آپ نے فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، گیارہ سال کی عمر میں شرح جامی شروع کی، چودہ سال کی عمر میں رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے علوم ظاہری و باطنی اپنے والد ماجد سے حاصل کئے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

''اور انہی سے علوم ظاہری اور آدابِ طریقت سیکھے اور ان سے اکثر فوائد طریقت سنے''۔

۱۱۲۹ھ میں جبکہ آپ کی عمر پندرہ برس کی تھی، سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں اپنے والد ماجد شاہ عبدالرحیم دہلوی سے بیعت ہوئے اور ان کے وصال کے بعد ان کے جانشین ٹھہرے۔

(عطاء الرحمٰن قاسمی، دہلی میں دفن خزینے، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء، ص۔ ۷۵)

شاہ عبدالرحیم، حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ حضرت سید آدم بنوری کے خلیفۂ اعظم حافظ سید عبداللہ اکبر آبادی سے بیعت تھے۔ ان کے وصال کے بعد شیخ ابوالقاسم اکبر آبادی سے بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔ (محمد منظور نعمانی، تذکرہ خلفائے مجدد الف ثانی، مطبوعہ لکھنؤ ص ۳۲۳)

حضرت شاہ ولی اللہ کو اپنے والد ماجد کے علاوہ دیگر مشائخ سے بھی سلاسل ثلاثہ نقشبندیہ، قادریہ و چشتیہ میں اجازات حاصل تھیں جس کا آپ نے خود اپنے ملفوظات میں ذکر کیا ہے''۔

(القول الجلی فی ذکر آثار الولی، مطبوعہ دہلی ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء، ص ۴۹۴)

جب علوم ظاہری سے فارغ ہو گئے تو آپ کے والد ماجد نے درس کی اجازت عطا فرمائی چنانچہ ایک تقریب منعقد کی گئی ہر خاص و عام کو ضیافت میں مدعو کیا گیا۔ سترہ سال کی عمر ہوئی تو والد ماجد وفات پا گئے۔ ۱۱۴۳ھ/ ۱۷۳۱ء میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے، اور وہاں شیخ ابو طاہر مدنی اور حرمین شریفین کے دیگر مشائخ سے فوائد حاصل کئے ۱۱۴۵ھ/ ۱۷۳۳ء مناسک حج کی ادائیگی کے بعد ہندوستان واپس ہوئے اور مخلوق کی رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو فروغ حاصل ہوا۔ نسبت مجددیہ آپ کی رگ رگ میں پیوست ہوئی۔ حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت مجدد الف ثانی کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

''ان کی جلالتِ شان یہاں تک پہنچتی ہے کہ ان کے متعلق بے خطر کہا جاسکتا ہے کہ ان سے نہیں محبت کرتا مگر مؤمن تقی، اور نہیں بغض رکھتا مگر فاجر شقی''۔

(شیخ محمد صالح الزواوی نقشبندی المجد دی المظہری المکی: نفائس السانحات فی تذییل الباقیات الصالحات، مطبوعہ مکہ مکرمہ ۱۳۰۰ھ ص۔۳۰)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تصنیف و تالیف تھے۔ حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمۃ نے ''القول الجلی فی ذکر آثار الولی'' کے مقدمہ میں حیدر آباد سندھ سے شائع ہونے والے مجلہ ''الرحیم'' کی جلد ۲ شمارہ ۱۳ زمانہ اگست ۱۹۶۵ء میں شائع ہونے والے ایک مکتوب کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جنابِ من حضرت کی ظاہری صورت آنکھوں سے اوجھل ہو چکی ہے۔ آپ کی تصنیفات نوے کے قریب ہیں، بلکہ اس سے زیادہ علوم ہیں۔ تفسیر، اصول، فقہ، کلام، حدیث میں جیسے ''حجۃ اللہ البالغہ، اسرار فقہ، صفور ازالۃ الخفاء اور ترجمہ قرآن'' کہ ان میں سے ہر ایک اسی نوے جز ہیں بڑے حجم کا ہے، اور دوسرے رسائل حقائق معارف میں ہیں جیسے ''الطاف القدس، ہمعات، فیوض الحرمین، انفاس العارفین اور دوسری کتابیں''۔

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ صاحب سخن گو تھے، آپ کا تخلص امین تھا چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:۔

من نہ دانم بادہ ام یا بادہ را پیمانہ ام عاشقِ شوریدہ ام یا عشق یا جانانہ ام

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا وصال ظہر کے وقت ہفتہ کے دن ۳۰ محرم الحرام ۶ ۱۱۷ھ/ ۲۱ اگست ۱۷۶۲ء دہلی میں ہوا، آپ کا مزار شریف نئی دہلی میں مہندیاں کے مقام پر ہے۔

آپ کے حالات و افکار پر مغرب و مشرق میں بہت کام ہوا ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالغنی آپ کے صاحبزادگان ہیں۔

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمۃ آپ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قطب دین احمد، ولی اللہ شاہ بودے شک جرِ اکمل، دین پناہ
پاک باطن، صاحب کشف صحیح راست باز و نیک دل بے اشتباہ
سال میلادش ہمایوں بخت بود ذات پاکش بہر عالم گشت ماہ
زید بشنو ایں صدائے ہاتفی روضہ اقدس شدہ آرام گاہ

شیخ الاسلام حضرت مفتی اعظم ہند شاہ محمد شاہ مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ

از: مولانا جاوید اقبال مظہری، بانی امام ربانی فاؤنڈیشن انٹرنیشنل، کراچی

آسمان علم وعرفان پر، آفتاب و ماہتاب بن کر درخشاں ہونے والے، عالم وفاضل، عارف کامل، مجمع کمالات صوری و معنوی، واقف اسرار خفی وجلی، پیر روشن ضمیر، شیخ بحر وبر، سلطان العارفین، امام العاشقین، شیخ المشائخ، قطب عالم شیخ الاسلام حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہ العزیز ۱۵/رجب المرجب ۱۳۰۳ھ/۲۱/اپریل ۱۸۸۶ء سرزمین دہلی میں جلوہ افروز ہوئے۔

حضرت مفتی اعظم، فقیہ الہند اعلیٰ حضرت شاہ محمد مسعود محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کے نامور پوتے اور حضرت مولانا مفتی محمد سعید قدس سرہ العزیز کے فرزند دلبند تھے۔

حضرت مفتی اعظم کی عمر شریف جب چار سال ہوئی تو حضرت والد ماجد وصال فرما گئے جبکہ حضرت والدہ ماجدہ اس کے ایک یا دو سال کے بعد وصال فرما گئیں۔

والدین کے وصال کے بعد جد امجد حضرت فقیہ الہند شاہ محمد مسعود قدس سرہٗ نے اپنی کفالت میں لے لیا، دو سال کے بعد حضرت ممدوح بھی وصال فرما گئے۔

حضرت جد امجد کے وصال کے بعد نانی صاحبہ نے اپنی کفالت میں لیا لیکن دو تین سال کے بعد وہ بھی وصال کر گئیں۔ اس وقت حضرت مفتی اعظم کی عمر شریف تقریباً ۱۴ سال کی تھی۔ نانی صاحبہ کے وصال کے بعد حضرت مفتی اعظم کے عم محترم حضرت مولانا عبد المجید علیہ الرحمۃ نے جوانی تک حضرت مفتی اعظم کو اپنے زیر کفالت رکھا۔

حضرت مفتی اعظم کی زندگی کے ابتدائی واقعات وحادثات حضور انور ﷺ کی سیرت پاک کی یاد دلا رہے ہیں۔

حضرت مفتی اعظم نے حافظ حبیب اللہ علیہ الرحمہ سے قرآن کریم حفظ فرمایا اور حفظ تجوید وقرأت میں کمال حاصل کیا۔ آپ کی قرأت انتہائی شیریں اور دلنشین تھی، جو سن لیتا وہ کبھی نہ بھولتا۔ قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد اپنے عم محترم سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل فرمائی۔

حضرت مفتی اعظم کے عم محترم کا سلسلہ حدیث ۳ واسطوں سے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ تک پہنچتا ہے۔

حضرت مفتی اعظم نے ذاتی مطالعہ سے معقولات اور منقولات میں کمال حاصل کیا اور جن علم میں مہارت حاصل فرمائی ان میں تفسیر، اصول تفسیر، فقہ، اصول فقہ، منطق، فلسفہ ریاضی، ادب، علم توقیت، علم الفرائض، صرف ونحو، خطاطی وغیرہ شامل ہیں۔

۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء میں قطب عالم حضرت سید امام علی شاہ علیہ الرحمۃ کے فرزند دلبند اور جانشین حضرت سید صادق علی شاہ

قدس سرہ العزیز نے حضرت فقیہ الہند شاہ محمد مسعود علیہ الرحمۃ کے جلیل القدر خلیفہ اور شاگرد رشید حضرت شاہ محمد رکن الدین علیہ الرحمۃ کی وساطت سے حضرت مفتی اعظم کو دہلی سے مکان شریف (مشرقی پنجاب) طلب فرمایا اور اپنے مقصود و مطلوب کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت فرما کر آسمان علم و عرفان کا آفتاب و ماہتاب بنا کر ملک ولایت کا بے تاج بادشاہ بنایا۔

حضرت مفتی اعظم کو بیعت فرمانے کے بعد حضرت سید صادق علی شاہ قدس سرہ العزیز نے مزید تربیت کے لئے حضرت شاہ محمد رکن الدین قدس سرہ کے سپرد فرمایا۔ حضرت سید صادق علی شاہ قدس سرہ العزیز کے وصال کے بعد بقول حضرت شاہ رکن الدین الوری آپ ہی کے روحانی فیض سے تربیت پائی اور حضرت شاہ رکن الدین قدس سرہ نے اپنے مخدوم زادے حضرت مفتی اعظم کو چہار سلاسل میں اجازت و خلافت عطا کر فرما کر مسند مسعودیہ پہ متمکن فرمایا۔

حضرت مفتی اعظم نے تقریباً ۶۰ ستر سال جامع مسجد فتحپوری میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیئے اور رُشد و ہدایت کے ذریعے بے شمار بندگانِ خدا کے قلوب کو عشق مصطفیٰ ﷺ سے منور فرما کر حق تعالیٰ کا محبوب بنایا، بکثرت ہنود و نصاریٰ کو مشرف باسلام فرمایا۔

حضرت مفتی اعظم کو فتویٰ نویسی میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ آپ نے جامع مسجد فتحپوری میں امامت و خطابت کے علاوہ ساٹھ سال فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیئے، آپ نے لاکھ سے زائد فتاوے جاری فرمائے، آپ کے فتوے اعلیٰ عدالتوں میں تسلیم کیے جاتے تھے، غیر منقسم ہندوستان میں انگریزوں کی عدالتوں میں آپ کے فتاویٰ ریکارڈ پر موجود ہیں۔

حضرت مفتی اعظم کے جد امجد حضرت شاہ محمد مسعود محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے جامع فتحپوری میں دار الافتاء قائم فرمایا، الحمد للہ آج ۱۴۵ سال گزرنے کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری ہے، اس وقت حضرت مفتی اعظم کے پوتے اور جانشین حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد صاحب امامت، خطابت کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دے رہے ہیں ۸۔

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ شریعت کی برہنہ تلوار تھے، اظہار حق میں کبھی مصلحتِ وقت آڑے نہ آئی۔ نہ دوست کی دوستی کا لحاظ نہ دشمن کی دشمنی کا غبار، جس کے حق میں فیصلہ ہوتا صادر فرما دیتے۔ حضرت مفتی اعظم نے اپنی حیات طیبہ میں تقریباً دو لاکھ مکتوبات تحریر فرمائے جو علوم معارف کے خزینہ اور گنجینۂ عشق و محبت ہیں "مکاتیب مظہری" کی پہلی اور دوسری جلد منظر عام پر آ چکی ہے۔

حضرت مفتی اعظم نے اپنے مریدین اور مخلصین کی تربیت توجہ الی اللہ اور اتباع سنت نبوی ﷺ کے ذریعے فرمائی، عشق مصطفیٰ ﷺ اور محبت الٰہی حضرت مفتی اعظم کی سیرت کے امتیازات ہیں۔

حضرت مفتی اعظم نے ۱۹۴۵ء میں حج بیت اللہ فرمایا اور اپنے آقا و مولیٰ حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت سے مشرف ہوئے حرمین شریفین میں حضرت مفتی اعظم کی کیفیت اس شعر کی آئینہ دار تھی:

دو عالم سے کرتی ہے بے گانہ دل کو عجب چیز ہے لذت آشنائی

حضرت مفتی اعظم ۱۹۶۱ء اور ۱۹۶۴ء میں پاکستان تشریف لائے اور بے شمار بندگانِ خدا کو نہ صرف اپنی زیارت سے

مشرف فرمایا، بلکہ عرفان کی دولتیں جی بھر کر لٹائیں۔

حضرت مفتی اعظم نے آخری عمر تک جب کہ سن شریف اسّی ۸۰ سے متجاوز تھا، کمال درجہ ضعف کے باوجود کہ کھڑا ہونا مشکل تھا' رمضان المبارک میں روزے رکھے اور کھڑے ہو کر نماز تراویح ادا فرمائی۔ یہ عجائباتِ روزگار میں سے ہے نماز میں حضوری قلب کا یہ عالم تھا کہ آپ نے کبھی سجدہ سہو نہ فرمایا۔ آپ کی نماز اس حدیث پاک کا آئینہ تھی:

''نماز اس طرح پڑھو کہ جیسے تم اللہ کو دیکھ رہے ہو''۔ (الحدیث)

حضرت مفتی اعظم نے ۱۴ سال کی عمر سے وصال تک تقریباً ستر سال نماز تہجد قضا نہیں فرمائی جو صدیقوں کی آنکھ کا نور اور عاشقوں کے دل کا سرور ہے۔ آپ کے معمولات نماز تہجد سے شروع ہوتے اور نماز عشاء کے بعد کتابوں کے مطالعہ کے ساتھ ختم ہوتے۔ یوں آپ کے شب و روز اللہ اور اسکے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں بسر ہوئے۔

حضرت مفتی اعظم کی سیرتِ طیبہ میں عاجزی اور انکساری، عزیمت پسندی، طمانیت قلبی اور شان بے نیازی بدرجہ اتم موجود تھی، حضرت بچوں پر اور جانوروں پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔

حضرت مفتی اعظم ہر ایک کی دلداری فرماتے تھے، غمگین اور بے آسرا آپ کی صحبت میں سکون پاتے تھے۔

حضرت مفتی اعظم نے کبھی اپنے دشمنوں سے انتقام نہیں لیا بلکہ فراخدلی کے ساتھ ان کو معاف فرمایا اور ان کی مدد فرمائی۔ آپ نے اہل حاجات کی دل کھول کر مدد فرمائی ان کو نہ صرف یہ کہ قرض حسنہ دیئے یہ کہ بلکہ قرضے معاف بھی فرمائے اور دوبارہ ضرورت پڑنے پر مزید مدد فرمائی۔

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ دنیا سے بالکل بے نیاز تھے اور حرص و ہوس سے پاک۔ اپنے مولیٰ کی یاد میں شب و روز مستغرق۔

حضرت مفتی اعظم نے ہمیشہ دوسروں کے عیبوں کو چھپایا۔ آپ کی مجلس میں کوئی کسی کی غیبت نہیں کر سکتا تھا۔ آپ نے کبھی اپنے احسانات کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ دوسروں کے احسانات کا ہمیشہ ذکر فرمایا۔

حضرت مفتی اعظم، شیخ المشائخ اور شیخ الاسلام تھے' اُن کا اپنے پیر و مرشد، حضرت سید صادق علی شاہ علیہ الرحمۃ کے ساتھ باطنی رابطہ انتہائی قوی تھا۔

حضرت مفتی اعظم کے شب روز اپنے آقا مولیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل متابعت اور عشق و محبت میں بسر ہوتے تھے۔ ماہ ربیع الاول شریف میں جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر آپ کے کیف و سُرور کا کچھ اور ہی عالم ہوتا تھا۔

حضرت مفتی اعظم عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت کے جس مقام پر فائز تھے' اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ عالم برزخ میں بھی آپ کے پیش نظر صرف اور صرف جانِ جاناں' ایمانِ جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

کافی ہے بس اک نسبتِ سلطان مدینہ

حضرت مفتی اعظم کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے مظہر صفات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم بنا کر مظہر صفات الٰہیہ (مظہر اللہ) بنایا۔ حضرت مفتی

اعظم اپنے آقا و مولیٰ حضور انور ﷺ کے عرفان کی دولت سے مالا مال تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتی اعظم کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مظہر صفاتِ محمدیہ ﷺ بنا کر اپنی صفات کا مظہر بنا دیا یعنی ''مظہر اللہ'' بنایا۔ آپ نے محبتِ الٰہی میں کمال حاصل فرمایا اور فنافی اللہ کے درجے پر فائز ہو کر نہ صرف عارف کامل ہوئے بلکہ مقام رضا پر فائز ہوئے۔

حضرت مفتی اعظم کا سینہ گنجینۂ عشق و محبت اور ہر وقت اپنے مولیٰ کی یاد میں مستغرق رہتا تھا۔

حضرت مفتی اعظم نے سرکارِ دو عالم ﷺ کے مبارک مہینہ یعنی شعبان المعظم، پیر کی مبارک شام (یعنی درمیان عصر و مغرب)، مبارک تاریخ یعنی ۱۴ ر شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ ر مطابق ۲۸ ر نومبر ۱۹۶۶ء میں وصال فرمایا اور مفتی اعظم کی یہ دعا قبول ہوئی۔

دردِ فرقت میں ترے، اِس زندگی کی شام ہو ۔۔۔ موت جب آئے تو صبحِ وصل کا پیغام ہو

حضرت مفتی اعظم کی نماز جنازہ جامع مسجد دہلی کے سامنے خانوادۂ مجددیہ کے چشم و چراغ حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی قدس سرہٗ العزیز نے پڑھائی اور تدفین لاکھوں مسلمانوں کی موجودگی میں جامع مسجد فتحپوری کے صحن میں ہوئی۔

گزاری عمر اپنی تم نے ساری فتح پوری میں ۔۔۔ بنی تربت بھی بالآخر تمہاری فتح پوری میں

اگست ۲۰۰۶ء میں آپ کا ۴۰واں عرس منایا گیا۔

حضرت مفتی اعظم کی اولاد امجاد کا تفصیلی ذکر ''تذکرۂ مظہر مسعود'' میں موجود ہے۔ آپ کی سوانح میں ''خورشید جہاں تاب'' مطبوعہ ۲۰۰۴ء کراچی بھی قابل ذکر ہے جسے برادر طریقت صوفی محمد عبدالستار طاہر مسعودی نے مرتب کیا۔ علاوہ ازیں آپ کے مرید صادق شیخ محمد یونس باڑی صاحب نے ''انوار مظہریہ'' کے عنوان سے آپ کا دلنواز تذکرہ مرتب کیا ہے ادارہ مسعودیہ کراچی شائع کر چکا ہے۔

اس وقت حضرت مفتی اعظم کے فرزند دلبند، عالم اسلام کے عظیم محقق، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ کے شیخ طریقت، سعادتِ لوح و قلم یہانی العصر، مسعود ملت مجدد مأۃ حاضرہ حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ بقید حیات ہیں اور کراچی (پاکستان) میں مقیم ہیں۔ آپ کے ذریعے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ کا فیض چہار دانگ عالم میں جاری ہے، آپ کے فرزند دلبند اور جانشین حضرت مخدوم زادہ، صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد صاحب کی سیرتِ طیبہ اپنے جد امجد حضرت مفتی اعظم اور والد ماجد حضرت مسعود ملت کی مبارک سیرتوں کی آئینہ دار ہے۔

حضرت مخدوم زادہ صاحب کو اپنے والد ماجد حضرت مسعود ملت کے علاوہ حضرت مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد صاحب جانشین مفتی اعظم اور محسنِ اہلسنت حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری سے بھی چاروں سلاسل میں اجازت و خلافت حاصل ہے۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی جامع مسجد فتحپوری میں شاہی امامت و خطابت کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ کا روحانی فیض پہنچانے میں مصروف ہیں۔

حضرت مفتی اعظم قدس سرہ العزیز کے خلفاء و سفراء کی تفصیل: ''تذکرۂ مظہر مسعود'' (مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

میں دیکھی جاسکتی ہے۔ آپ کے خلفاء میں آپ کے صاحب زادگان حضرت مولانا حافظ قاری مفتی محمد مظفر احمد صاحب علیہ الرحمہ، حضرت مولانا حافظ قاری مفتی محمد مشرف احمد علیہ الرحمہ اور حضرت مولانا حافظ قاری محمد احمد صاحب علیہ الرحمہ قابل ذکر ہیں۔ صوفی محمد عبدالستار طاہر مسعودی نے ''خلفائے مظہری'' کے عنوان سے مفصل کتاب لکھی ہے جو ۲۰۰۴ء میں کراچی سے شائع ہوگئی ہے۔ اس کے علاوہ آپ ''خلفائے مسعود ملت'' کے عنوان سے بھی کتاب مرتب کر چکے ہیں جسے ادارہ مظہر اسلام، لاہور ۲۰۰۷ء میں شائع کر رہا ہے۔

حضرت مفتی اعظم قدس سرہ العزیز کی تصانیف اور تالیفات کی تفصیل ''تذکرۂ مظہر مسعود'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔ آپ کی تصانیف اور تالیفات میں: ''ارکانِ دین، مظہر الاخلاق، مظہر العقائد، رسالہ در علم توقیت، شجرہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ، مکاتیب مظہری، فتاویٰ مظہری، مواعظ مظہری'' اور تفسیر مظہر القرآن قابل ذکر ہیں۔

جامع مسجد فتحپوری، دہلی میں حضرت مفتی اعظم کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔

جو گل کھلے مدینہ میں خوشبو ہے ہند میں ہیں مرقد مظہر پہ چڑھے والضحیٰ کے پھول

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدهٗ ونُصلی وسلم علٰی رسوله الکریم

اختتامیہ

جولائی ۱۹۶۶ء میں گورنمنٹ ڈگری کالج، کوئٹہ (بلوچستان) میں فقیر کا تبادلہ ہوا، ۲۸ نومبر ۱۹۶۶ء میں حضرت مولانا مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ (شاہی امام وخطیب مسجد جامع فتحپوری، دہلی) کا دہلی میں وصال ہوا اور فقیر آپ کے علمی آثار مرتب کرنے میں لگ گیا۔ رسالہ ''مظہر الاخلاق'' مرتب کیا جو ۱۹۶۸ء میں مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی نے شائع کیا۔ اس رسالے میں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کے حالات میں تصانیف کے ذیل میں ترجمہ قرآن اور تفسیری حواشی کا ذکر نہیں کیا گیا کیوں کہ فقیر کے علم میں یہ بات نہ تھی۔ سنہ مذکور میں جب یہ رسالہ محترم سید محمد مظہر الدین علیہ الرحمۃ (اکاؤنٹس آفیسر، محکمہ اوقاف لاہور) کی نظر سے گزرا تو انہوں نے ۱۹۶۸ء ہی میں خط لکھا اور فرمایا:

> ''تصانیف کے ذیل میں آپ نے ترجمہ قرآن اور تفسیر حواشی کا کیوں ذکر نہ فرمایا، یہ ترجمہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ نے شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے فارسی ترجمہ سے اردو میں کیا ہے اور اس پر تفسیری حواشی بھی حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ نے لکھے ہیں''۔

چنانچہ فقیر نے ''فتاویٰ مظہری'' (مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء، ص ۴۰۔۴۱) میں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کے حالات کے ذیل میں آپ کی تصانیف میں پہلی بار اس ترجمہ قرآن اور تفسیری حواشی کا ذکر کیا اور حاشیے میں مفصل نوٹ لکھا جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں:۔

> ''۱۹۶۸ء/ ۱۳۸۸ھ میں محترم سید مظہر الدین صاحب (لاہور) نے مطلع فرمایا کہ ان کے والد مرحوم سید محمد شفیع الدین صاحب نے ایک مترجم ومحشی قرآن پاک طبع کرایا تھا' جس میں ترجمہ وتفسیری حواشی حضرت علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمائے تھے لیکن ساتھ ہی ہدایت فرمادی تھی کہ یہ خدمت محض رضائے الٰہی کے لیے انجام دی ہے۔ اس لیے اس کی تشہیر نہ کی جائے۔ چنانچہ اس قرآن کریم میں نہ مترجم کا نام ہے اور نہ مفسر ومحشی کا۔ حضرت علیہ الرحمہ کا یہ علمی کارنامہ اب تک مخفی رہا۔ راقم جناب مظہر الدین صاحب کا ممنون ہے کہ انہوں نے اس راز کو افشاء فرمایا۔ فجزاہم اللہ الجزاء''۔

(فتاویٰ مظہری، کراچی۔ ۱۹۷۰ء، ص ۴۰ بحوالہ مکتوب سید محمد مظہر الدین علیہ الرحمہ، ۱۹۶۸ء، از لاہور)

اس ترجمہ کے طابع وناشر جناب سید محمد شفیع الدین صاحب علیہ الرحمہ حضرت شاہ رکن الدین الوری علیہ الرحمہ کے مرید تھے جو حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے جد امجد حضرت محمد مسعود شاہ، محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ تھے۔ اس لیے سید

صاحب مرحوم حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کی کمال تکریم فرماتے تھے، جمعۃ المبارک کی محافل میں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے حجرہ شریف (مسجد فتحپوری، دہلی) میں بڑے ادب سے داہنی طرف دیوار کے ساتھ فقیر کے قریب ہی بیٹھتے تھے، فقیر سے بھی محبت فرماتے تھے اور ادب کا خیال رکھتے۔ حالانکہ اس وقت فقیر صرف نو دس سال ہی کا تھا--- یہ ترجمہ و تفسیر حواشی متن قرآن کے ساتھ سید محمد شفیع الدین علیہ الرحمۃ نے اپنے پریس اقبال پرنٹنگ پریس دہلی میں ۱۳۶۱ھ میں چھپوایا تھا۔

۱۹۸۵ء میں سید محمد مظہر الدین علیہ الرحمہ نے ایام علالت میں ایک اور خط لکھا جس میں پھر اس ترجمہ و تفسیر کی یاد دلائی اور لکھا:

"غالباً ۱۹۶۸ء میں آپ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات طبع کرانے کے لیے جمع فرما رہے تھے تو میں نے بھی کچھ مکتوبات آپ کو ارسال کیے تھے۔ اس خط میں بھی میں نے ترجمہ اور تفسیر کے متعلق تحریر کیا تھا"۔

(مکتوب محررہ ۷ جولائی ۱۹۸۵ء از لاہور)

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے جن مکاتیب شریفہ کا اس خط میں ذکر کیا گیا ہے، اس کی پہلی جلد ۱۹۷۰ء میں کراچی سے شائع ہو گئی تھی، اور اب دونوں جلدیں ایک ساتھ ادارہ مسعودیہ نے ۱۹۹۹ء میں کراچی سے شائع کر دی ہیں۔ اس کے صفحہ ۳۸۰۔۳۸۴ پر سید محمد مظہر الدین علیہ الرحمہ کے نام حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے خطوط ہیں۔

سید محمد مظہر الدین علیہ الرحمہ نے اپنے محولہ بالا خط میں ترجمہ اور تفسیری حواشی پر نظر ثانی کا بھی ذکر کیا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے کتابت و طباعت کے مرحلوں تک ترجمہ اور تفسیری حواشی کی نگرانی فرمائی--- اس مکتوب کے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔ ترجمہ کے مرحلے کا ذکر کرتے ہوئے سید صاحب مرحوم فرماتے ہیں:

"والد صاحب قبلہ بعد نماز فجر فتحپوری پہنچ جاتے اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے معمولات اور مشغولات سے فارغ ہو کر روزانہ دو گھنٹے ترجمہ پر صرف فرمایا کرتے تھے۔ اکثر مناسب اور صحیح الفاظ کے انتخاب میں اور بھی زیادہ وقت لگ جایا کرتا"۔

تفسیری حواشی کے لیے لکھتے ہیں:۔

"اس قرآن پاک کے حاشیے پر جو تفسیر ہے اس کی نظر ثانی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی، جس کے لیے متعدد کتابوں کا مطالعہ کیا جاتا تا کہ حاشیہ ہر لحاظ سے اور ہر طبقے کے لیے مفید ثابت ہو۔ خصوصاً عقائد کی درستگی کا بہت خیال رکھا گیا تھا"۔

مندرجہ بالا دونوں اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی اعظم علیہ الرحمۃ نے سید محمد شفیع الدین علیہ الرحمہ کو ترجمہ املا کرایا اور تفسیری حواشی لکھوائے۔

ترجمہ کی تکمیل کے بارے میں سید صاحب مرحوم تحریر کرتے ہیں:۔

"اتنا بڑا اور اہم کام نہایت خاموشی سے غالباً دس گیارہ ماہ کی مسلسل جدوجہد کے بعد سر انجام پایا تھا، پھر نہ کبھی خود اپنی زبان مبارک سے کسی سے اس کا تذکرہ فرمایا، بلکہ والد صاحب قبلہ کو منع فرما دیا کہ ترجمہ کے

سلسلے میں فقیر کا نام نہ آئے"۔

سید صاحب مرحوم اپنے والد ماجد سید محمد شفیع الدین علیہ الرحمۃ کے کاروبار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"والد بزرگوار مرحوم و مغفور سید محمد شفیع الدین کا دہلی میں کاروبار اشاعت قرآن پاک و دیگر مذہبی کتب کا تھا---افسوس اور دکھ کی بات یہ ہے کہ پاکستان کے وجود میں آنے کی وجہ سے والد صاحب قبلہ کا سارا کاروبار تباہ ہو گیا تھا۔ دکان جودریبہ کلاں، دہلی میں تھی لوٹ لی گئی تھی۔"

آخر میں والد مرحوم کے حج بیت اللہ شریف کے لیے جانے، کراچی آنے اور انتقال کا اس طرح ذکر کرتے ہیں:۔

"۱۹۴۷ء میں والد صاحب حج پر تشریف لے گئے تھے ان کی غیر موجودگی ہی میں دہلی میں فسادات اور لوٹ مار ہوئی اور ہم بدقت تمام دہلی چھوڑ کر پاکستان آئے تھے۔ حج سے واپسی پر والد صاحب کراچی آگئے تھے مگر اتنی وسعت نہ تھی کہ مذکورہ قرآن پاک دوبارہ طبع کراتے۔ آخر ۱۱ر جنوری ۱۹۶۰ء مطابق ۱۰ر رجب المرجب انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ (مکتوب محررہ ۶ر جولائی ۱۹۸۵ء از لاہور)

یہ ترجمہ اور تفسیر حواشی ۱۹۴۱ء میں شائع ہوئے۔ ۱۹۴۰ء میں جب کہ فقیر ۹۔۱۰ سال کا تھا اور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے پاس ابتدائی عربی و فارسی کتابیں پڑھتا تھا۔ سید محمد شفیع الدین علیہ الرحمہ روزانہ صبح ۷ بجے تشریف لاتے اور ترجمہ و تفسیر املا کرتے یا کتابت کا تقابل کراتے مگر فقیر کو یہ علم نہ تھا کہ یہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کا ترجمہ و تفسیر ہے۔ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی عادت شریفہ اخفا کی تھی، ایک بدخواہ کی برسوں مدد فرماتے رہے مگر اہل خانہ کو پچاس برس کے بعد اس کا علم ہوا۔ یہی حال اس ترجمہ و تفسیر کا ہے۔

بہر حال یہ ترجمہ و تفسیر حواشی حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے ہیں جس کا کچھ اندازہ اسلوب تحریر سے بھی ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کی تصانیف "فتاویٰ مظہریہ" (کراچی ۱۹۶۹ء) "مکاتیب مظہری" (کراچی ۱۹۶۹ء) اور "مواعظ مظہری" (کراچی ۱۹۷۰ء) وغیرہ مطالعہ کی جاسکتی ہیں۔

اس ترجمہ و تفسیر کا فقیر کے پاس ایک نسخہ تھا جو کئی سال ہوئے فقیر نے طباعت کے لیے محترم سید پیر محمد حفیظ البرکات زید عنایۃ، کو پیش کیا تھا۔ الحمد للہ موصوف نے اس کی از سرِ نو کتابت و کمپوزنگ کرائی جو جوئے شیر لانے سے کم نہ تھی، اور زرِ کثیر صرف کر کے اس کو نہ صرف محفوظ کر دیا بلکہ چھپوا کر عوام اہل سنت و جماعت تک پہنچا دیا۔ اہل سنت کے تراجم قرآن اور تفسیری حواشی میں یہ ایک اہم اضافہ ہو گیا۔ مولائے کریم حضرت صاحب زادہ صاحب اور تمام معاونین کو اس خدمت کے صلے میں اپنی بیکراں نعمتوں سے نوازے اور اس کو قبول فرما کر مقبول و مشکور فرمائے۔ آمین!

بجاه سيد المرسلين رحمة للعالمين عليه وعلى آله وازواجه وصحبه وسلم

۱۳ صفر المظفر ۱۴۲۰ھ/ ۳۰ مئی ۱۹۹۹ء   احقر **محمد مسعود احمد** عفی عنہ

نوٹ: اختتامیہ کو ۱۹۹۹ء میں لکھا گیا مگر تفسیر مظہر القرآن کی اشاعت ۲۰۰۰ء میں ممکن ہو سکی۔ طاہر